تحفۃ المسلمین

کامل

اسلامی علوم واعمال پر ایک جامع کتاب

جو اسلامی عقائد، عبادات، معاملات، معیشت، معاشرت، اخلاق،

آداب، احکام، حقوق، فضائل اور ہدایات پر مشتمل ہے

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی شَانُہٗ
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا
قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۭ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تحفۃ المسلمین کامل

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

جس میں اسلامی عقائد، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے مفصل احکام مذکور ہیں، ذکر و تلاوت اور دُعا کے فضائل دُعا کے آداب اور مختلف مواقع کی دُعائیں درج ہیں، نکاح، طلاق، تجارت معیشت وغیرہ کے مسائل تفصیل سے لکھے ہیں۔ اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت، اسلامی معاشرہ کی تفصیل اور اُس کی ضرورت بتائی گئی ہے۔ اسلامی آداب، اسلامی اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے غیر اسلامی معاشرہ پر بھرپور تبصرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں توبہ کا طریقہ لکھ دیا گیا ہے۔ دینی زندگی بنانے کے لئے بہت جامع کتاب ہے جو سینکڑوں احادیث شریفہ کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

باہتمام : محمد مشتاق قاسمی
طبع جدید : محرم الحرام ۱۴۳۰ھ - جنوری 2009ء
مطبع : زمزم پرنٹنگ پریس، کراچی
ناشر : مکتبۂ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
فون : 021-5031566, 021-5031565
ای میل : info@quranicpublishers.com
ویب سائٹ : www.quranicpublishers.com

فہرست مضامین

جلدِ اوّل

فہرست مضامین
جلدِ دوم

تحفۃ المسلمین کامل

جلدِ اوّل

مؤلّف کی گذارش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ جملۃ الدین المتین، وعلی من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین، من المحدثین والفقہاء المجتھدین، ومن مسلک مسلکھم وحذا حذوھم من العالمین والعاملین المخلصین۔

أمابعد: اللہ تعالیٰ شانہ کا بہت بڑا فضل اور انعام واحسان ہے کہ اس نے مجھے نوعمری ہی سے تصنیف وتالیف کا ذوق عطا فرمایا، اور کثیر تعداد میں کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی، اور پھر ان کتابوں کو مقبول فرمایا اور امت مسلمہ کو ان سے منتفع فرمایا جو کثیر تعداد میں بار بار مختلف ممالک میں طبع ہوتی رہتی ہیں، ان میں بہت سی کتابوں کے ترجمے بھی متعدد زبانوں میں شائع ہوئے ہیں اور الحمد للہ سب مقبول ومعروف ہیں، فالحمد للہ علی ذلک ثم الحمد للہ۔

چند سال قبل ایک بزرگ یورپ سے تشریف لائے اور انہوں نے توجہ دلائی کہ اسلامی تعلیمات پر ایک جامع کتاب ہونی چاہیئے، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ انگلینڈ میں کثیر تعداد میں مسلمان ہیں اسلام کا تعارف اور اسلام کے عقائد وارکان، احکام ومسائل جامعیت کے ساتھ کسی کتاب میں آجائیں تو انگریزی ترجمہ کر کے یورپ کے ممالک میں پھیلایا جائے،

موصوف کی بات دل کو لگ گئی اور کام شروع کر دیا، خیال تو تھا کہ جلد ہی یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا، لیکن دیگر مشاغل اور تکاسل کی وجہ سے دیر لگتی چلی گئی اور چار پانچ سال میں کتاب مکمل ہوئی اور الحمد للہ دیر آید درست آید کا مصداق بنکر عوام وخواص تک

پہنچ گئی۔

درحقیقت یہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے، بلکہ اپنی سابقہ تالیفات میں سے انتخاب کر کے مرتب کردی ہے، البتہ بعض مضامین ایسے ہیں جو اس کتاب میں ملحق کرنے ہی کے لئے لکھے ہیں۔

اسلام کی جامعیت تو انسانوں کی ہر شعبۂ زندگی کے احکام و مسائل اور اخلاق وآداب پر حاوی ہے لیکن احقر نے تمام احکام و مسائل کا استقصار نہیں کیا، بلکہ بہت زیادہ ضرورت کی چیزیں جمع کردی ہیں اور جن چیزوں کے سمجھنے میں عامۃ الناس کو دشواری ہوسکتی تھی یا جن کا تعلق عوامی اور عمومی زندگی سے زیادہ نہیں ہے اور تمام احکام کا یکجا جمع کردینا انسان کے بس سے باہر بھی ہے، ان کو چھوڑ دیا ہے۔

مسلمانوں کی حالت دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے اسلام کے دعوے دار ہیں لیکن اسلام پر چلنے کو تیار نہیں ہیں۔ نبی رحمۃ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام تو لیتے ہیں، محبت کا دم بھی بھرتے ہیں لیکن اقتدار اور اتباع دشمنانِ اسلام کا کرتے ہیں، طلبِ مال کی دوڑ دھوپ میں حلال و حرام کا بھی خیال نہیں کرتے، اور کثرتِ مال کی ہوس میں نمازیں بھی چھوڑ دیتے ہیں، حج فرض ہوتے برسوں ہوجاتے ہیں اس کے لئے ہمت نہیں کرتے، زکوتیں حساب سے نہیں دیتے، اولاد کی تعلیم و تربیت کا خیال نہیں کرتے، ان کو اسلامی عقائد نہیں سکھاتے، نماز یاد نہیں کراتے، ہاں انگریزی، ہندی، فرانسیسی زبانوں کی تعلیم کے لئے بچوں کو وقف کردیتے ہیں اور اس پر بے تحاشا رقمیں خرچ کردیتے ہیں بڑی بڑی عمر کے ہوجاتے ہیں نمازیں بھی صحیح یاد نہیں ہوتیں، بچوں کو انگریزی بال کٹوا کر اور ان کی ڈاڑھی منڈھی ہوئی دیکھ کر ــــ اور انگریزی لباس پہنا کر ٹائی لگی ہوئی دیکھ کر جو نصرانیت کا شعار ہے خوشی میں پھولے نہیں سماتے، یہ عجیب بات ہے کہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صورت وشکل وضع وقطع لباس اور پوشاک عدو اللہ (اللہ کے دشمنوں) کی، اور اس حرکت پر ذرا بھی نہیں شرماتے، دنیا سے جاتے ہیں اور اولاد کا قالب اور قلب فرنگی بنا کر مرتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ سمجھ دے راہِ حق پر لائے،

شادیاں ہورہی ہیں ڈھول باجوں کے ساتھ براتیں چل رہی ہیں ولیموں کی دعوتیں ہیں سراسر اسراف ہے تصویریں لی جارہی ہیں فلمیں بن رہی ہیں، کہیں لڑکیوں پر رقمیں وصول کی جارہی ہیں کہیں لڑکوں کے لئے اسی شرط پر لڑکیاں قبول کی جارہی ہیں کہ لڑکی والا اتنا اتنا نقد دے اور اتنی اتنی رقم فلاں فلاں کام پر خرچ کریں، شادیاں ہیں، مصیبتیں بن گئی ہیں، اور دولہا دلہن والے دونوں فریق گناہوں کے مرتکب ہورہے ہیں، سادی شادی تو گوارا ہی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع پسند نہیں، اپنے اختیار کئے ہوئے اعمال اور رسوم ورواج پر ہی جان دے رہے ہیں اور مال خرچ کررہے ہیں، لڑکیوں کی ایسی تربیت کی ہے کہ وہ داڑھی والے نوجوان سے شادی گوارا نہیں کرتیں، مسلمان لڑکی اور صورت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے بیر اور نفرت یہ مزاج ماں باپ نے بنایا ہے، گھروں میں نہ قرآن کی تلاوت ہے نہ اللہ کا ذکر ہے، ٹیلیویژن کا راج ہے، بے شرمی کا دور دورہ ہے اور ہر گھر سینما بن گیا ہے گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد ساتھ بیٹھ کر عشق ومحبت کے مظاہرے دیکھتے ہیں۔ اور ذرا بھی نہیں شرماتے، پھر اس کے بُرے نتائج بھی سامنے آجاتے ہیں، لیکن توبہ پھر بھی نہیں کرتے، نہ اسلامی اخلاق ہیں نہ اسلامی آداب، آپس میں کٹا چھنی ہے، وطنی یا لسانی تعصب ہے، حسد ہے اور بغض ہے، قتل وقتال ہے اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

دشمنانِ اسلام جو طور طریق اختیار کرتے ہیں اسلام کے دعویدار انہی کے پیچھے ہو لیتے ہیں، وہ سود وقمار سے روپیہ حاصل کریں گے ننگا لباس پہنیں چست کپڑوں کا رواج ڈالدیں، عورتوں کو بے پردہ پھرائیں گے لڑکیوں کو پتلون پہنائیں گے تو مسلمان صاحب بھی ان کی تقلید کرنے لگتے ہیں، دنیا کی طلب غالب ہے، یورپ، امریکہ، اسٹریلیا وغیرہ جانے اور وہاں سکونت اختیار کرنے کی دوڑ دھوپ ہے، وہاں نصرانیوں کی طرح رہتے ہیں، شراب وخنزیر سے بھی پرہیز نہیں کرتے بلکہ اپنی دکانوں میں یہ چیزیں بیچتے ہیں، اور اسٹریلیا میں تو اسلامی نام کے علاوہ دوسرا نام بھی رکھنا پڑتا ہے، ایک مسلمان کو کیا ضرورت ہے، کہ وہ حرام کھائے اور حرام کمائے اور آنے والی نسل کو دین وایمان کی بربادی پر ڈالے۔

احقر نے اپنی اس کتاب میں مسلمانوں کو خوب جھنجھوڑا ہے اور بار بار جھنجھوڑا ہے صراط مستقیم

پر آنے کی دعوت دی ہے کہیں کہیں الفاظ میں سختی بھی آگئی ہے جو بعض منکرات کی وجہ سے ہے اگر کسی کو میرا خطاب ناگوار ہو تو اپنی حالت درست کرلے تاکہ اس بات کا مخاطب ہی نہ رہے جس بات پر ایسا خطاب کیا گیا ہے جو ناگوار معلوم ہو رہا ہے، لوگوں کا یہ عجیب حال ہے کہ خود تو بدلتے نہیں اور اہل علم حضرات کو صلواتیں سناتے ہیں اور گھر میں بیٹھ کر کوستے ہیں کہ انہوں نے یہ لکھا اور یوں کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا (کہہ حق اگرچہ کڑوا ہو)، اور ارشاد فرمایا ہے، لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ (اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کر) اسی لئے احقر نے بھی حق بیان کیا ہے اور مدعیان اسلام کا بار بار مؤاخذہ کیا ہے۔

ارے خدا کے بندو! اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اخلاق و آداب اور طرز معیشت اور طریق معاشرت اختیار کرو، دشمنوں کے طور طریق چھوڑو اور ہدایت پر آجاؤ، نیک بنو اور اچھے بنو، حلال دنیا کماؤ لیکن دنیا دار نہ بنو آخرت کے بیٹے بنو اسی کے لئے فکرمند رہو (کونوا من ابناء الآخرة ولا تکونوا من ابناء الدنیا)

ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں وہ ہمارے ہیں انھوں نے ہمیں دین اسلام دیا ہے۔ جو دین فطرت ہے دین کامل ہے جامع ہے دین عفت و عصمت ہے اس نے انسانیت کو صحیح مقام دیا ہے، اخلاق عالیہ بتاتے ہیں، اس دین کی پابندیوں کو چھوڑ کر مغرب کے خدا فراموش انسانوں بے حیاؤں کے دامن سے کیوں وابستہ ہوتے ہو جو سراپا سگ دنیا بنے ہوتے ہیں۔

اس کتاب کا کیا نام رکھا جائے، اس بارے جو فکر جو یا ہوا تو **تحفة المسلمین** نام سمجھ میں آیا اور اسی پر رائے قائم ہوگئی احقر کی ایک کتاب اس سے پہلے بنام "**تحفۂ خواتین**" چند سال قبل شائع ہو چکی ہے جو الحمد للہ بہت مقبول ہے[1]، اللہ جل شانہٗ

---

[1] ناظرین سے درخواست ہے کہ "تحفۂ خواتین" کا بھی مطالعہ فرمائیں، کیونکہ بعض چیزیں اس میں زائد ہیں جو "تحفة المسلمین" میں نہیں آئی ہیں۔ ناشر عفا اللہ عنہ

اس کتاب کو بھی قبول فرمائے اور امت مسلمہ میں قبولیت عامہ عطا فرمائے، وماذلك علی اللہ بعزیز، وھو علی کل شیء قدیر وبالاجابۃ جدیر۔

عشرہ اولی رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
المدینۃ المنورۃ

العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ
وعافاہ وجعل آخرتہ خیرا من اولاہ

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

كتاب الايمان وبيان عقائد الاسلام

(ایمان کے لوازم اور عقائد اسلامیہ کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدللہ العلی العظیم ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

ایمان کی ضرورت

امابعد: اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم اور مشیت وارادہ سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا، اس مخلوق میں فرشتے بھی ہیں، جنات بھی ہیں اور انسان بھی، جمادات بھی ہیں اور نباتات بھی، یہ سب اللہ کی مخلوق بھی ہیں اور مملوک بھی، خالق اور مالک کو ہر طرح سے پورا پورا اختیار ہے کہ اپنی مخلوق کو جو چاہے حکم دے اور جن کاموں سے چاہے منع فرمائے وہ خالق اور مالک ہے عقل کا تقاضا ہے کہ مالکِ حقیقی کی عبادت کی جائے اور فرمانبرداری کی جائے اور اس کی ذات وصفات کے بارے میں کوئی شرکیہ عقیدہ نہ رکھا جائے۔

مالک الملک قادرِ مطلق علیم وخبیر اور سمیع وبصیر ہے اور عزیز وحکیم بھی ہے اس نے مزید فضل فرمایا کہ محض مخلوق کی سمجھ پر مدار نہیں رکھا بلکہ عقائد اور عبادات اور احکام واعمال کی تعلیم وتبلیغ کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان بھی تھے اور سب سے پہلے نبی بھی تھے، ان کی نسل برابر بڑھتی رہی اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مسلسل آتے رہے جنہوں نے خالق ومالک کی وحدانیت کی دعوت دی اور اس کی عبادت کا طریقہ بتایا سب سے آخر میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا دین مکمل فرما دیا آپ نے تیئس (۲۳) سال مسلسل جدوجہد کی، توحید کے پھیلانے اور اللہ کے دین کے پہنچانے میں بڑی بڑی مشقتیں اٹھائیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔

آپؐ کی وفات ہوگئی لیکن جو دعوت آپ لے کر آئے تھے وہ دعوت برابر باقی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب جو آپ پر نازل ہوئی تھی، دنیا میں موجود ہے آپ کی دعوت کو پہنچانے والے اور آگے بڑھانے والے ہمیشہ موجود رہے اور جب تک اللہ چاہے گا موجود رہیں گے۔ توحید کی دعوت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اللہ کا دین ہمیشہ کے لئے ہے سارے انسانوں کے لئے ہے سارے انسانوں کے لئے ہے سارے جہانوں کے لئے ہے سارے علاقوں کے لئے ہے۔

خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔[1]

یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (۲) اور نماز قائم کرنا۔ (۳) اور زکوٰۃ دینا (۴) اور حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

یہ پانچوں اسلام کے ارکان ہیں اور اس کے مضبوط ستون ہیں جو شخص اخلاص اور دل کی سچائی کے ساتھ ان کو مانے گا اور قبول کرے گا اور ان کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوگا اللہ کے پورے دین پر عمل پیرا ہو سکے گا۔

اسلام کا پہلا رُکن

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دینا ہے، صرف زبان سے کہہ دینے سے گواہی نہیں ہوتی ہے، دل کے یقین کے ساتھ مان کر گواہی دینا اصل چیز ہے۔ جس پر ایمان موقوف ہے۔

جو شخص سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دے اس کا دین اسلام ہے اور وہ شخص مسلمان ہے اور جو شخص دل سے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کرے

---

[1] رواہ البخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

وہ کافر ہے قیامت کے دن مسلم کی نجات ہوگی اور کافر دائمی عذاب میں مبتلا ہوگا۔

ان دو چیزوں کی گواہی دینے اور سچے دل سے ماننے کا نام ایمان ہے، جو دین اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے۔

ایمان قبول کرنے پر ذمہ داریاں

جب کسی شخص نے لا الہ الا اللہ کو مان لیا اور اس کی گواہی دے دی تو اس نے یہ مان لیا کہ میں ہمیشہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کروں گا اس کے ساتھ کبھی کسی کو ذات میں یا صفات میں شریک نہیں کروں گا۔ اس اقرار کے تقاضوں میں یہ بھی آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو حاجت روا، مشکل کشا، نگہبان اور مددگار اور نفع نقصان پہنچانے والا، ہر جگہ حاضر و ناظر اور ہر چیز کا جاننے والا ہر بات کا سننے والا اور سب کا دیکھنے والا یقین کرے، اس کی ہدایت کو حق اور اس کے احکام کو واجب العمل سمجھے، اور جو رسم و رواج اور دنیا والوں کے کے قانون اس کے حکم کے خلاف ہوں ان کے باطل ہونے کا یقین رکھے، ہر کام اور ہر معاملہ میں پہلے اللہ کا حکم معلوم کرے، پھر اس پر عمل کرے، اسی کی رحمت کا امید وار رہے اور اس کے قہر و غضب سے ڈرتا رہے اور اسی پر بھروسہ رکھے۔

شرک کی قباحت

دنیا میں بہت سی قومیں موجود ہیں ان میں مشرک بھی ہیں جو اللہ کے سوا دوسری چیزوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے لئے وہ صفات تجویز کرتے ہیں جو خالص اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں۔ جیسے نصاریٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں یہ سب لوگ مشرک ہیں اور کافر ہیں۔

اپنے خالق و مالک کے بارے میں اپنی طرف سے عقیدے تجویز کر لینا اور اس کی عبادت کے طریقے اپنی سمجھ سے بنا لینا اور ان میں مشغول ہونا۔

عقائد اور عبادات کے لئے اسی کی جانب سے ہدایات ملنا ضروری ہے جس کی عبادت

کرنا ہے اور جس کی ذات وصفات کے بارے میں صحیح عقیدے رکھتے ہیں۔

جو عقیدہ اور عمل پیدا کرنے والے کی طرف سے نہ بتایا گیا ہو، اس کو زندگی کا مشغلہ بنانا عقل وفہم کی رو سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے اور اس پر نجات کی امید رکھنا اور یہ یقین کرنا کہ اس کی وجہ سے موت کے بعد عذاب سے محفوظ ہوں گے بہت بڑی نادانی ہے، پیدا کرنے والے کے ساتھ شرک کرنا جس تعظیم کا وہ مستحق ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے کی ایسی تعظیم کرنا۔ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے کی بھی عبادت کرنا۔ عقل اور دانش کے بھی سراسر خلاف ہے پیدا کرے کوئی اور عبادت، ہو کسی کی، کوئی عقل سلیم والا اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والوں سے جب اس سلسلے میں بات کی جاتی ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ ہی کی عبادت ہے، اور یہ مخلوق کی عبادت خالق تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، یہ بات کہنے کی ضرورت اسی لئے محسوس کرتے ہیں کہ خود ان کی اپنی عقل بھی اس شرک کو گوارا نہیں کرتی۔

جس طریقہ پر خالق کی عبادت کرتے ہو وہ طریقے کہاں سے ملے ہیں؟

اُن لوگوں سے سوال ہے کہ خالق کی عبادت کے عنوان سے جو مخلوق کی عبادت کرتے ہو اور اس کو خدائے تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہو کیا اس بارے میں خدا تعالیٰ نے تم کو کوئی ہدایت دی ہے اور کیا اس کی کوئی سند تمہارے پاس ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ——— ——— یہ لوگ اپنے ملکی اور قومی رواج کی وجہ سے شرک کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور بات کو گھما پھرا کر عقل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں! یہ ان لوگوں کا حال ہے جو کبھی غور کرنے لگتے ہیں کہ ہم شرک میں مبتلا ہیں لیکن کروڑوں افراد ایسے ہیں جو یہ بات سوچنے کی طرف توجہ کرتے ہی نہیں کہ ہم اپنے خالق کے علاوہ دوسرے کی عبادت میں کیوں لگیں؟ کچھ لوگ ایسے ہیں جو بظاہر شرک کی مخالفت کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بھی شرک میں مبتلا ہیں، ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو حلول کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارا خالق فلاں مخلوق کے اندر مل گیا ہے۔

جو لوگ حلول کے قائل ہیں ان کی گمراہی

اور بعض فرقے یوں کہتے ہیں کہ یہ روح جو اندر

بول رہی ہے یہی خدا ہے اور کچھ ایسے ہیں جو خالق کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں یہ سب شرک ہے لا الٰہ الا اللہ صرف لفظ ہی نہیں ہے اگر صرف زبانی گواہی دیں گے اور دل میں اس کے خلاف عقیدہ رکھے، اس سے مسلمان نہیں ہوتا جب کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کا دل سے اقرار کرے تو اس کی زندگی ظاہر سے اور باطن سے ان سب لوگوں سے مختلف ہو جاتی ہے جو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتے اس کے عقائد اور اعمال سب لا الٰہ الا اللہ کے مطابق ہو جاتے ہیں محض مان لینا کہ خالق تعالیٰ شانہٗ کا وجود ہے اور یہ کہ اس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے جس کا اقرار عرب کے مشرکین بھی کرتے تھے صرف اس سے مسلمان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو ماننے اس کی ذات وصفات کے بارے میں وہ عقائد رکھے جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بتائے اور اس کے تمام احکام قبول کرلے جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجے ہیں اور عقائد میں اور عبادات میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے تب مسلم ہوگا اور آخرت میں نجات کا مستحق ہوگا۔

وحدت ادیان کا عقیدہ رکھنے والوں کی گمراہی

اس دور میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو وحدت ادیان کے قائل ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ صرف اللہ کو مان لینا نجات کے لئے کافی ہے یہ ان لوگوں کی گمراہی ہے اور سراپا کفر ہے۔

رسالت پر ایمان اور اس کے لوازم

سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول ماننے کا یہ مطلب ہے کہ جب لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے بندہ نے اللہ کے حکموں پر چلنا فرض کرلیا تو ان حکموں کا جاننا بھی فرض اور ضروری ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم خود بخود معلوم نہیں ہوسکتا، بلکہ خدا تعالیٰ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری سے بندوں تک خدا کے احکام پہنچے ہیں اس لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول خدا کی طرف سے نہیں آئے گا حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حکموں اور بتاتے ہوئے طریقوں پر چل کر خدا کی عبادت کرنا فرض ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ کے بندے اور سچے رسول ہیں انہوں نے اپنے پاس سے کوئی بات نہیں بتائی ان کی فرمانبرداری اللہ کی فرمانبرداری ہے۔ ان سے محبت رکھنا خدا تعالیٰ سے ہی محبت کرنا ہے۔ آپؐ کی بات کا ماننا فرض ہے آپ کے حکم کو بلا چوں وچرا تسلیم کرے آپ نے جو غیب کی باتیں بتائی ہیں اُن پر ایمان لاتے۔ مثلاً تقدیر پر، فرشتوں پر، دوزخ پر اور جنت پر، اور قبر کے حالات پر، قیامت ہونے پر، اگرچہ یہ باتیں سمجھ میں بھی نہ آتی ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھے کہ آپ نے جو طریقہ بتایا ہے اور خود اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھایا ہے، وہی حق اور خدا تعالیٰ کا پسندیدہ ہے اس کے خلاف زندگی گزارنے والا اللہ کا محبوب بندہ اور سیدھی راہ پر چلنے والا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل ومکمل دین پیش کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا میں اعلان فرمایا ہے، دین اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، اعتقادیات، عبادات، سیاسیات، معاشرت، تجارت، زراعت، صناعت، گھریلو زندگی اسلام نے اس سب کے احکام بتائے ہیں، اسلام میں کوئی نئی چیز نکالنے اور اپنی طرف سے کوئی چیز نکال کر شامل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامہ

جتنی قومیں بھی دنیا میں بستی ہیں اور جتنے اہل مذاہب آنحضرت سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا میں موجود تھے یا اب موجود ہیں خواہ وہ کسی نبی کے ماننے اور پیرو ہونے کے مدعی ہوں اور خواہ کسی بھی دین پر ہوں ان سب پر فرض ہے کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور ہر وہ عقیدہ تسلیم کریں اور مانیں جو آپؐ نے بتایا قیامت تک کے لئے ہر قوم ہر جماعت ہر فرد ہر علاقہ کے انسان آپ کی امتِ دعوت میں

شامل ہیں، سورۂ اعراف میں فرمایا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝

آپؐ فرمادیجئے بے شک میں اللہ کا پیغمبر ہوں تم سب کی طرف

اور سورہ فاطر میں ارشاد فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام انسانوں کیلئے پیغمبر بناکر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِىْ اَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِىٌّ وَّلَا نَصْرَانِىٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِىْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ۔

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے میرے نبی ہونے کی خبر جس کسی انسان کو بھی پہنچے گی اور وہ اس دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے گا جو دین لے کر میں بھیجا گیا ہوں تو وہ ضرور دوزخ والوں میں سے ہوگا چاہے یہودی ہو یا نصرانی۔

(رواہ مسلم)

یہود و نصاریٰ کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ وہ اپنے پاس دین سماوی ہونے کے مدعی ہیں۔

دین اسلام جو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود خدائے پاک کی طرف سے لائے ہیں اور تمام انسانوں کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دی ہے صرف یہی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے، سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاتے ہوتے دین کے علاوہ کوئی دین اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

لہٰذا جب سے آپ کی بعثت ہوئی ہے یہودی نصرانی فرقہ صابئین اور ہر قوم اور ہر

اہل مذہب کے لئے معیارِ نجات صرف سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور کسی قسم کا کوئی ایمان معتبر نہیں صرف یہی ایمان معتبر ہے کہ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ نے جو کچھ بتایا ہے، اس سب کو دل سے مانے اور تسلیم کرے ایسے لوگ قیامت میں خوف زدہ اور غمگین نہ ہوں گے۔

واضح رہے کہ شیطان کو یہ گوارا نہیں ہے کہ وہ دوزخ سے بچیں اور جنت میں جائیں اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کریں گے وہ جنت میں جائیں گے اور دوزخ سے بچ جائیں گے اس لئے اس کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کوئی انسان اسلام قبول نہ کرے اور اگر کسی نے اسلام قبول کر لیا تو اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کا عقیدہ خراب کرے اور کفریہ عقیدہ پر ڈالے۔ دنیا میں بہت سے فرقے ہیں جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں لیکن وہ اپنے عقائد باطلہ کی وجہ سے کافر ہی ہیں مثلاً ایک جماعت (روافض) یوں کہتی ہے کہ یہ قرآن مجید جو مسلمانوں کے پاس ہے وہ نہیں ہے جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا اس قرآن کو امام مہدی اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ دو چار کے علاوہ سب صحابہ (نعوذ باللہ) کافر تھے جب کہ اللہ تعالےٰ نے سابقین اولین مہاجرین اور انصار کے لئے اور ان کی متبعین باحسان کے لئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا اعلان فرمایا ہے اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض اماموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے بدا ہو گیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کو پہلے معلوم نہ تھا کہ اس کی موت پہلے ہو جائے گی۔

اس زمانہ میں ایسی بہت سی جماعتیں موجود ہیں جنہیں اسلام کا دعویٰ ہے لیکن مسلمان نہیں ہیں کچھ لوگ اپنے امام ہی کو سب کچھ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کا مطلب وہی ہے جو ہمارے امام نے بتایا خواہ وہ قرآن کے ظاہری نصوص کے خلاف ہی ہو اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو ختم نبوت ہی کے منکر ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ شرعی حجت نہیں ہیں ان سب لوگوں کی باتیں سراپا کفر ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم کے خلاف ہیں، یہ لوگ گمراہی میں پڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی جماعت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہٹ گئے اور اپنے طور پر سوچ کر اپنا دین الگ بنا لیا۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت معیار حق ہے ان سے جو ہٹے گا گمراہ ہوگا۔

بَابُ العَقَائِدُ

عقائد کا تفصیلی بیان

اسلامی عقیدوں کا تفصیلی بیان

اب اسلام کے تفصیلی عقائد لکھے جاتے ہیں جو قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے ثابت ہیں۔

عقائد جمع ہے عقیدہ کی دل سے جس بات کا یقین کر لیا جائے، اس کو عقیدہ کہتے ہیں عقیدہ ہی وہ چیز ہے جس پر موت کے بعد آرام سے رہنے یا عذاب میں رہنے کا مدار ہے، عقیدے اگر صحیح ہوں گے یعنی کتاب اللہ اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوں گے تو آخرت میں نجات ہوگی ورنہ دائمی عذاب بھگتنا پڑے گا، دین اسلام میں عقائد بھی بتائے گئے ہیں، اور اعمال صالحہ واخلاق حسنہ کی بھی تعلیم دی ہے، اور فرائض و واجبات کا بھی حکم فرمایا ہے۔ اور حرام ومکروہ چیزوں سے بھی منع فرمایا ہے لیکن ان سب میں اصل الاصول اور بنیادی چیز عقائد ہی ہیں، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے مفہوم ومطالبہ کو جب کسی نے سمجھ لیا اور دل سے اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ مان لیا اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیا تو ان سب عقائد واحکام کا ماننا فرض ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور ان تمام خبروں کی تصدیق کرنا بھی فرض ہو گیا جو گذشتہ اور آئندہ واقعات کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں انھیں خبروں میں قبر اور حشر اور جنت و دوزخ اور جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات کی تفصیلات بھی ہیں ان کا ماننا بھی فرض ہے توحید ورسالت کے ماننے کے ذیل میں ان سب چیزوں کا ماننا فرض ہو جاتا ہے جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے اور کوئی شخص یوں کہے کہ میں اللہ کو معبود حقیقی وحدہ لاشریک مانتا ہوں، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی اور رسول نہ مانے وہ کافر ہے آخرت کے دن اس کی نجات نہیں ہوگی۔

اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لائے اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور رسول بھی تسلیم کرے لیکن قرآن وحدیث کی کسی بات کو جھٹلائے وہ بھی کافر ہے جب

قرآن وحدیث کی کسی بات کو جھٹلایا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کو مانا ہی نہیں، جو لوگ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانتے ہیں لیکن خاتم النبیین نہیں مانتے وہ لوگ بھی کافر ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔

صحت عقائد کی ضرورت

عقائد کی صحت پر دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پانے اور جنت کی ابدی نعمتوں سے نوازا جانا موقوف ہے۔ جس کا عقیدہ کفریہ ہو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس لئے اپنے عقیدے درست کرنا اور بچوں کو صحیح عقائد سمجھانا، سکھانا اس زندگی کا سب سے بڑا فریضہ ہے اور اس میں اولاد کی سب سے بڑی ہمدردی ہے۔

آج کل بہت سے مرد وعورت اور اسکول وکالج کے طلبہ اور طالبات عیسائیوں اور ہندوؤں اور بددینوں کی صحبت میں رہ کر اسلام کے عقیدوں کے خلاف بولنے لگتے ہیں اور دوسرے طریقوں اور نظریوں کو اسلام سے اچھا سمجھنے لگتے ہیں اور شرکیہ عقیدوں اور باطل خیالوں میں پھنس جاتے ہیں ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ اگرچہ ان کے نام مسلمانوں جیسے ہوں اور اگرچہ ان کے ماں باپ مسلمان ہوں صحیح عقائد رکھنے کا نام ایمان ہے، اگر ایمان نہیں تو دنیا کی بڑی سے بڑی دولت نہ صرف یہ کہ بیکار ہے بلکہ آخرت میں سببِ عذاب ہے خوب سمجھ لیں اور بچوں کو سمجھادیں۔

اب ہم اسلامی عقیدوں کو تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں ان کو سمجھ کر پڑھیں اور دل سے اُن کا اعتقاد رکھیں۔

عقیدہ: تمام عالم بالکل ناپید تھا، پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمانے سے موجود ہوا،

عقیدہ: اللہ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اُس نے کسی کو جَنا، نہ وہ کسی سے جَنا گیا، نہ اُس کی کوئی بیوی ہے، نہ کوئی اسکی اولاد ہے، اور کوئی اس کا ہمسر اور برابر نہیں،

عقیدہ: وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ وہ پیدا ہوا نہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔

عقیدہ: کوئی چیز اس کے مثل نہیں، وہ سب سے نرالا ہے۔

عقیدہ: وہ زندہ ہے، زندہ رہنے والا ہے، ہر چیز پر اس کو قدرت ہے۔
عقیدہ: کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔
عقیدہ: وہ کلام فرماتا ہے، لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں ہے۔
عقیدہ: وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اس کو روک ٹوک کرنے والا نہیں۔
عقیدہ: صرف وہی عبادت کے لائق ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں، وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، بادشاہ ہے، سب عیبوں سے پاک ہے، زبردست ہے، عزت والا ہے، بڑائی والا ہے، ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔
عقیدہ: وہ توبہ قبول کرنے والا ہے، گناہوں کا بخشنے والا ہے، بہت دینے والا ہے، روزی پہنچانے والا ہے، جس کی روزی چاہے تنگ کر دے، اور جس کی روزی چاہے زیادہ کر دے، جس کو چاہے پست کر دے، جس کو چاہے بلند کر دے، جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دے۔
عقیدہ: وہ انصاف والا ہے، بڑے تحمل اور برداشت والا ہے، عبادت کی قدر کرنے والا ہے، دعا کا قبول کرنے والا ہے، وہ سب پر حاکم ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔
عقیدہ: وہ سب کا کام بنانے والا ہے، وہی زندہ کرتا ہے وہی موت دیتا ہے، جو کچھ وجود میں ہے اسی کے ارادے سے ہے، آرام و راحت، دُکھ و تکلیف، حرج و مرض، شفا و تندرستی، نفع و ضرر سب کچھ اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے۔
عقیدہ: اس کو اس کی صفتوں سے جانتے ہیں، مخلوق کے ذریعہ اس کو پہچانتے ہیں، اس کی ذات کو بالکل پوری طرح ہم نہیں جان سکتے۔ جہاں میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم ہوتا ہے بے اس کے حکم سے ایک ذرہ بھی نہیں ہل سکتا،
عقیدہ: نہ وہ سوتا ہے نہ اُونگھتا ہے، وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں وہی سب چیزوں کو تھامے ہوتے ہے۔
عقیدہ: وہ تمام اچھی اور کمال کی صفتوں سے ہمیشہ متصف ہے، اس کی صفتیں ہمیشہ

رہیں گی، اور اس کی کوئی صفت کبھی ختم نہیں۔

عقیدہ: مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے، اور قرآن وحدیث میں بعض جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے جو مخلوق کی صفتوں سے ملتی جلتی ہیں تو اُن کے معنی اللہ کے حوالے کریں، کہ وہ ہی اس کی حقیقت جانتا ہے، اور ہم بے کھود کرید کئے، اسی طرح ایمان لاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ اس کا مطلب اس کے نزدیک ہے وہ ٹھیک ہے اور حق ہے۔

عقیدہ: عالم میں جو کچھ بُرا بھلا ہوتا ہے سب کو خدا تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے، اور اپنے جاننے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے۔

عقیدہ: ساری مخلوق کے بارے میں اس نے پہلے سے طے فرما دیا ہے، کہ ایسا ایسا ہوگا، تقدیر اسی کا نام ہے، اور بُری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت بھید ہیں جن کو وہی جانتا ہے۔

عقیدہ: بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، اور اپنے اختیار سے مؤمن ہوتے ہیں۔ اور کافر بنتے ہیں، البتہ ایمان وکفر اور نیکی وبدی سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اس پر کسی کا زور نہیں، اور بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہوسکے۔

عقیدہ: کوئی چیز خدا کے ذمہ واجب نہیں، وہ جو کچھ اپنی مہربانی سے عطا فرماتے اس کا فضل ہے، وہ جس کو چاہے بخشدے اور گناہ معاف کردے اور جس کو چاہے گناہ پر سزا دے، اس کو پورا اختیار ہے،

عقیدہ: کثیر تعداد میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر بندوں کو سیدھی راہ بتانے آئے اور وہ سب گناہوں سے پاک ہیں، ان کی سچائی بتانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی چیزیں ظاہر کیں جو اور لوگ نہیں کرسکتے، ایسی باتوں کو مُعجِزَہ کہتے ہیں، ان میں سب سے

پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب کے بعد میں خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت ختم ہوگئی اب آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ ہوگا، باقی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گذرے، ان میں بعض بہت مشہور ہیں، جیسے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام،

عقیدہ: سب پیغمبروں کی گنتی اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی، ان کی گنتی پوری طرح اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، اس لئے یوں عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم کو معلوم ہیں اُن پر بھی اور جو معلوم نہیں ان پر بھی۔

عقیدہ: پیغمبروں میں بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے، سب سے بڑا مرتبہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اور آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں گے، آپؐ سب کے پیغمبر ہیں۔

عقیدہ: جو شخص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص اس کے دعوی کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے۔

عقیدہ: حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا پہنچایا، اور پھر اسی رات میں مکہ پہنچا دیا، اس کو معراج کہتے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات کو نور سے پیدا فرما کر ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے اُن کو فرشتہ کہتے ہیں، بہت سے کام ان کے حوالے کئے ہیں، وہ کبھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام

نہیں کرتے جس کام میں لگا دیا ہے اس میں لگے رہتے ہیں، ان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بہت مشہور ہیں، یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر اللہ کی طرف سے وحی لاتے تھے، قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ نے انہی کے ذریعہ نازل فرمایا، ان کو قرآن مجید میں "الروح الامین" کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے بنائی ہے، وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی، اُن کو **جِن** کہتے ہیں، ان میں مومن و کافر، نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں، ان کے اولاد بھی ہوتی ہے، ان سب میں زیادہ مشہور شریر ابلیس شیطان ہے۔

عقیدہ: مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے، اور دنیا سے محبت نہیں رکھتا، اور حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوب اتباع کرتا ہے تو وہ اللہ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے، ایسے شخص کو **وَلِی** کہتے ہیں، اس شخص سے کبھی ایسی باتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے ظاہر نہیں ہوتیں، ان باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔

عقیدہ: ولی کتنے ہی بڑے درجہ کو پہنچ جائے مگر کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا، اور کوئی شخص خدا کا کیسا ہی پیارا ہو جائے جب تک ہوش و حواس باقی ہوں اس پر شرع کا پابند رہنا فرض ہے، نماز روزہ یا کوئی عبادت اس سے معاف نہیں ہوتی، اور کوئی گناہ اس کے لئے جائز نہیں ہو جاتا۔

عقیدہ: جو شخص شریعت کے خلاف ہو وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا، اگر اس کے ہاتھ سے اچنبھے کی بات دکھائی دے تو وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی دھندا ہے ایسا شخص گمراہ ہے، اس کا معتقد ہونا اور اس کو بزرگ سمجھنا گمراہی ہے۔

عقیدہ: اللہ اور رسول نے دین کی سب باتیں قرآن و حدیث میں بندوں کو بتا دیں، اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں، ایسی نئی بات کو **بِدْعَتْ** کہتے ہیں، بدعت بہت بڑا گناہ ہے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی وہ مردود ہے بدعتی کی عبادت مقبول نہیں اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو پڑھائیں اور دینی باتیں سمجھائیں، ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں، ۱. توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی، ۲. زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو، ۳. انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، ۴. قرآن مجید ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔

عقیدہ: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نازل نہ ہوگی، قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا، دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا، مگر قرآن مجید کی نگہبانی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

عقیدہ: خدا تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن لوگوں نے بحالت ایمان دیکھا۔ پھر ایمان پر اُن کو موت آگئی، ان کو صحابی کہتے ہیں، ان کے بڑے مرتبے ہیں، ان سب سے محبت اور اچھا گمان رکھنا لازم ہے، ان میں چار صحابی زیادہ مشہور ہیں، اور مرتبہ میں دوسرے صحابیوں سے بڑے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ اول ہوتے جو تمام امت میں سب سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امت سے افضل ہیں، یہ دوسرے خلیفہ ہیں جو حضرت ابو بکرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری اُمت سے افضل ہیں جو حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوتے، یہ تیسرے خلیفہ ہیں ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری اُمت سے افضل ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوتے، یہ چوتھے خلیفہ ہیں۔

عقیدہ: صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

عقیدہ: ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب اولاد اور ازواج یعنی بیویاں سب تعظیم کے لائق ہیں، اور اولاد میں سب سے بڑا مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے، اور بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔

عقیدہ: ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

سب باتوں میں سچا جانے، اوران سب کو دل سے مان کے، اللہ ورسولؐ کی کسی بات میں شک کرنا یا اس کو جھٹلانا یا اس میں عیب نکالنا یا اس پر اعتراض کرنا یا اس کا مذاق اڑانا کفر ہے ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

عقیدہ: قرآن وحدیث کے کھلے کھلے مطلب کو نہ ماننا اور اینچ پینچ کر کے اپنا مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بددینی ہے۔

عقیدہ: گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

عقیدہ: گناہ چاہے کتنا بڑا ہو جب تک اس کو برا سمجھتا رہے ایمان نہیں جاتا، البتہ گناہ سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ سے نڈر ہو جانا یا ناامید ہو جانا کفر ہے۔

عقیدہ: نجومی وغیرہ سے غیب کی باتیں پوچھنا اور اس کا یقین کر لینا کفر کی بات ہے۔

عقیدہ: غیب کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، البتہ نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی غیب کی باتیں بتائی تھیں، ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ علم دیا اور بہت زیادہ غیب کی باتوں کی خبر دی، مگر عالم الغیب اللہ کے سوا کسی کو کہنا درست نہیں ہے، غیب کی سب باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

عقیدہ: کسی کا نام لے کر یقینی طور پر کافر کہنا یا لعنت کرنا درست نہیں، ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر یا جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ اور جن کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے یا اُن کے کفر پر مرنے کی خبر دی ہے، ان کو کافر ملعون کہنا جائز ہے، اور اُن کے کفر پر مرنے کا یقین کرنا اور قطعی طور پر کافر اور دوزخی کہنا درست ہے۔

عقیدہ: جن لوگوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کا بہشتی ہونا بتایا ہے اُن کے سوا کسی کے بہشتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے، البتہ کسی کے بارے میں اس کے اچھے اعمال دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اچھی امید رکھنا درست ہے۔

عقیدہ: جب آدمی مرجاتا ہے اگر دفن کر دیا جائے تو دفن کے بعد، اور دفن نہ کیا جائے تو جس حال میں بھی ہو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن میں ایک کو مُنکَر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ

اگر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر وہ ایمان دار ہوتا ہے تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے، پھر اس کے لئے وہاں سب طرح کا چین ہے، جنت کی طرف کھڑکی کھول دیتے ہیں، جس سے جنت کی عمدہ ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے، اور وہ قیامت آنے تک وہاں خوب مزے میں رہتا ہے اور اگر وہ مُردہ ایمان دار نہ ہوا تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ "مجھے کچھ خبر نہیں" پھر اسے بڑی سختی کا عذاب قیامت تک ہوتا رہتا ہے، مگر یہ سب باتیں مُردہ کو معلوم ہوتی ہیں، زندہ لوگ نہیں سمجھتے اور نہ سنتے ہیں، جیسے سوتا آدمی خواب میں بہت کچھ دیکھتا ہے، اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

عقیدہ: مرنے کے بعد ہر دن صبح و شام مردہ کا جو ٹھکانہ ہے وہ دکھادیا جاتا ہے، جنتی کو جنت دکھا کر خوش خبری دیتے ہیں، اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر حسرت اور رنج و غم بڑھاتے ہیں۔

عقیدہ: مسلمان مُردہ کے لئے دُعا کرنے سے، کچھ خیر و خیرات دے کر بخشنے سے اس کی طرف سے حج کرنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے، اور اس سے اس کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

عقیدہ: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جتنی نشانیاں قیامت کی بتائی ہیں، سب ضرور ظاہر ہونے والی ہیں امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ وہ اس وقت امیر المؤمنین ہوں گے اور خوب انصاف سے چلیں گے ان کے زمانہ میں کانا دجّال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا، اس کو مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے۔ یاجوج ماجوج زمین پر پھیل پڑیں گے اور بڑا فساد کریں گے، پھر خدا کے قہر سے ہلاک ہوجائیں گے، ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا، اور آدمیوں سے باتیں کرے گا، مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا، اور آخر میں سب مسلمان بالکل ختم ہوجائیں گے ایک مسلمان بھی باقی نہ رہے گا، اور تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی، اور اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہونگی۔

عقیدہ: جب ساری نشانیاں پوری ہوجائیں گی اور ایک مسلمان بھی زندہ نہ رہے گا، اور کافر بہت عیش کی زندگی گذار رہے ہوں گے، اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، اس صور کے پھونکنے سے آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے بے نور ہوجائیں گے، چاند سورج

کی روشنی جاتی رہے گی، زمین میں بھونچال آجائے گا، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑجائیں گے، اور ساری مخلوق مرجائے گی، اور سب مرے ہوئے بے ہوش ہو جائیں گے، مگر جس کو اللہ چاہے گا بے ہوشی سے بچالے گا اور ایک مدت اسی کیفیت پر گذر جاتے گی۔

عقیدہ: پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، دوسری بار پھر صور پھونکا جائے گا، اس سے پھر سارا عالم پیدا ہو جائے گا، مردے زندہ ہو جائیں گے، اور ایک میدان میں حساب کتاب کے لئے سب اکٹھے ہوں گے۔ اسی کو روز قیامت کہتے ہیں، اس کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب لوگ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس سفارش کرانے جائیں گے، سب انکار کر دیں گے بالآخر ہمارے حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے، حساب کتاب شروع ہوگا ترازو کھڑی کی جائے گی، بھلے بُرے عمل تولے جائیں گے، اعمال پر فیصلے ہوں گے، بعض بے حساب جنت میں چلے جائیں گے، نیکوں کا نامۂ اعمال دہنے ہاتھ میں اور بُروں کا بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے، جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ پھر پُل صراط پر چلنا ہوگا جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں گے، جو کافر اور بدکار ہیں وہ کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔

عقیدہ: بہشت یعنی جنت پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین اور نعمتیں ہیں اس میں مؤمن مرد و عورت داخل ہوں گے بہشتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا، اور کسی طرح کی کوئی تکلیف دکھن یا تھکن نہ ہوگی، اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ اس سے نکلیں گے، نہ نکالے جائیں گے، نہ نکلنا چاہیں گے، ان کو کبھی موت نہ آئے گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ چین اور آرام سے رہینگے۔

عقیدہ: بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہشتیوں کو نصیب ہوگا، اس کی لذت کے مقابلہ میں تمام نعمتیں ہیچ ہوں گی۔

عقیدہ: دوزخ پیدا ہو چکی ہے، اس میں سانپ اور بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے اس کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر[٦٩] درجہ زیادہ گرم ہے اس میں اسلام کے منکرین یہودی، عیسائی، ہندو بدھسٹ، پارسی اور تمام کافر و مشرک بے دین منکرینِ خدا داخل کئے جائیں گے، وہ اس میں

ہمیشہ رہیں گے کبھی ان کو موت نہ آتے گی ہمیشہ ہمیش عذاب میں رہیں گے، ان کی کبھی بھی بخشش نہ ہوگی۔

عقیدہ: دوزخ میں بعض گناہ گار مسلمان بھی داخل ہوں گے پھر اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور نیک بندوں کی سفارش سے نکل کر بہشت میں داخل ہو جائیں گے، خواہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر سزا دے دے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف کر دے، اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

عقیدہ: شرک اور کفر کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا، اور ان کے علاوہ جو اور گناہ ہیں ان میں سے جس کو چاہے گا اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا۔

عقیدہ: دنیا میں جاگتے ہوتے اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

عقیدہ: عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا یا بُرا آدمی ہو اس کا فیصلہ اس حالت کے موافق ہوگا جس پر خاتمہ ہوگا، ایمان پر مرا تو ایمان والوں میں اور کفر پر مرا تو کفر والوں میں شمار ہوگا۔

عقیدہ: آدمی عمر بھر میں جب کبھی گناہوں سے توبہ کرلے یا کافر مسلمان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی توبہ مقبول ہے، البتہ مرتے وقت جب دم ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں اُس وقت کافر کا ایمان اور مؤمن گنہگار کی توبہ مقبول نہیں ہوتی، کافر کی بخشش تو نہ ہوگی، البتہ مؤمن گنہگار کو اللہ چاہے گا تو بغیر عذاب کے بخش دے گا، یا سزا دے کر جنت میں بھیجدیگا۔

بہت ضروری تنبیہ

کوئی شخص مسلمان کا بیٹا ہونے سے یا اسلام کا دعویدار ہونے سے مسلمان نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہوں، بہت سے لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی مانتے ہیں، اور کچھ لوگ فرائض کے منکر ہیں، اور بہت سے لوگ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں اگرچہ اسلام کا دعویٰ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

باب ما نهى من اعتداد حدود الله

(اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھنے کی ممانعت)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلام کامل و مکمل دین ہے

اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں

دین میں جو نئی چیز نکالی جائے وہ مردود ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے اس دین میں وہ کام جاری کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔ [1]

دین اسلام ایک صاف سچا کامل و مکمل دین ہے رہتی دنیا تک اس کا ہر ہر حکم محفوظ ہے کیسے ہی احوال بدل جائیں اور کیسے ہی انقلابات آجائیں لیکن اسلام اپنی جگہ اٹل ہے اُس کی کسی چیز میں بدلنے کی گنجائش نہیں، انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے قوانین اسلام نے ایسے وضع کئے ہیں کہ ان سے بہتر کوئی پیش نہیں کر سکتا، اور نہ آج تک کوئی پیش کر سکا، اسلام کامل اس قدر ہے کہ اسلام کے نہ نظام حکومت میں تبدیلی کی گنجائش ہے نہ اس کے نظام اقتصادیات میں کسی اضافہ یا کمی کی ضرورت ہے، نہ اس کے نظام معاشرت میں کسی تبدیلی کا موقع ہے نہ اس کے وضع کردہ طرق معاملات کے متعلق کسی ترمیم کی حاجت ہے، غرضیکہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام جاری و ساری ہے اور اس میں کہیں بھی کسی جگہ تبدیل و ترمیم کی ضرورت نہیں اور کیونکر تبدیلی کی ضرورت ہو سکتی ہے؟ جب کہ اللہ جل شانہٗ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ کا اعلان فرما چکے ہیں۔

---

[1] رواہ البخاری و مسلم

پھر اسلام کے احکامات میں کوئی الجھاؤ اور پیچیدگی نہیں ہے جس کی وجہ سے سمجھنے یا عمل کرنے میں دقت پیش آئے، بلکہ اس کا ہر فیصلہ دو ٹوک اور ہر حکم صاف اور صریح اور ہر قانون ظاہر اور بیّن ہے۔

الترغیب والترہیب میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ۔

البتہ میں نے تم کو ایسے صاف راستہ پر چھوڑا ہے جس کا رات اور دن برابر ہے، اس سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہوگا (یعنی اپنی جان کو دوزخ میں ڈالنے کو تیار ہوگا)

بدعت کی مذمت اور قباحت

جب کہ دین اسلام کامل و مکمل اور صاف و صریح دین ہے، جس میں ذرا سی بھی ترمیم اور اضافہ کی گنجائش نہیں ہے تو اب اس میں کسی بدعت کا نکالنا اور اپنی طرف سے کسی ایسے کام کو دین میں داخل کرنا جو دین میں نہیں ہے، سراسر گمراہی ہوگی اور دین میں اپنی طرف سے پیخچر لگانا ہوگا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مَنْ اَتٰى بِدْعَةً ظَنَّ اَنَّ مُحَمَّدًا اَخْطَأَ الرِّسَالَةَ یعنی جس نے بدعت کا کام کیا گویا اس نے یہ سمجھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کا حکم پہنچانے میں غلطی کی ہے اور پورا دین نہیں پہنچایا اور احکام ٹھیک نہیں بتلاتے ہیں لہٰذا میں اس میں اپنی طرف سے کوئی عمل جاری کرکے ناقص دین کی تکمیل کرتا ہوں (اللہ کی پناہ) بدعت والے یوں تو ہرگز نہیں کہتے کہ ہم بدعت کر رہے ہیں بلکہ اپنے اعمال کو عین دین سمجھتے ہیں، اس لئے بدعت سے توبہ بھی نہیں کرتے نہ ان کی انھیں توفیق ہوتی ہے۔

بدعت کے علاوہ کوئی کتنا ہی بڑا گناہ ہو، چونکہ انسان اسے گناہ سمجھتا ہے اس لئے اس کے کرنے سے ڈرتا بھی ہے، اور توبہ بھی کرتا ہے، قیامت کے دن کی پکڑ کا بھی خیال اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے، لیکن بدعت کو چونکہ نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے اس لئے اس سے توبہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، شیطان کی سب سے بڑی چال یہی ہے کہ انسان کو ایسے عمل پر ڈال دے جو حقیقت

میں گناہ ہو اور کرنے والا اسے نیکی سمجھتا ہو، الترغیب والترہیب میں ہے۔

اِنَّ اِبْلِیْسَ قَالَ اَهْلَكْتُهُمْ بِالذُّنُوْبِ فَاَهْلَكُوْنِیْ بِالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِكَ اَهْلَكْتُهُمْ بِالْاَهْوَاءِ فَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ فَلَا یَسْتَغْفِرُوْنَ۔

یعنی ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گناہ کرا کے ہلاک کیا (یعنی دوزخ کا مستحق بنایا) تو انھوں نے مجھے اس طرح ہلاک کردیا کہ گناہ کر کے توبہ کرلی (اور میری محنت پر توبہ کر کے پانی پھیر دیا) جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو میں نے ایسے عمل جاری کردیئے جو نفسوں کی خواہشوں کے موافق ہیں (اور حقیقت میں گناہ ہیں) اب وہ ان کاموں کو چونکہ نیکی سمجھتے ہیں، اس لئے اپنے کو ہدایت پر جانتے ہیں، لہٰذا استغفار نہیں کرتے۔

جب اہل بدعت کو کسی بدعت پر تنبیہ کی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ بدعت ہے تو بجائے اس کو ترک کرنے کے الٹا منع کرنے والے پر اعتراض کردیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم نے اس پر اعتراض جڑ دیا اس لئے ہمارا عمل بدعت نہیں رہا، مثلاً جب کسی بدعتی سے کہا جاتا ہے، کہ تمہارا یہ عمل بدعت ہے تو جھٹ یوں کہنے لگتے ہیں کہ ریل بھی بدعت ہے، ہوائی جہاز بھی بدعت ہے تم ان میں کیوں سوار ہوتے ہیں، یہ چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں کہاں تھیں؟ بلکہ بعضے اپنی جہالت کا مضبوط ثبوت دیتے ہوتے یوں کہہ دیتے ہیں کہ تمہارا وجود بھی بدعت ہے، تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا خلافت راشدہ کے دور میں کہاں تھے؟ بدعتیوں نے اپنی بدعت پر جمنے کے لئے یہ حیلہ خوب تراشا ہے، اور سمجھتے ہیں کہ بدعتیں جائز کرنے کے لئے ہم بہت دور کی کوڑی لائے ہیں۔

شرعاً بدعت کا مفہوم کیا ہے

ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بدعت کسے کہتے ہیں، بدعت کا تعلق دینی اعمال سے ہے دنیاوی انتظامات اور استعمالی اشیاء سے نہیں ہے، بدعت کا یہ مطلب کہ جو بھی کوئی چیز عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے چاہے دنیاوی منافع کی چیزیں ہوں چاہے نئی ایجادات ہوں چاہے انسانوں کا وجود ہو یہ بالکل غلط ہے! بدعت کیا ہے؟ اس کو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمادیا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

(یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالے، جو ہمارے دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے) معلوم ہوا کہ بدعت کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو نئی نکالی جائیں اور دین میں داخل کی جائیں، بس ریل اور ہوائی جہاز کی مثال دینا بالکل جہالت کی بات ہے، ان لوگوں سے گذارش ہے کہ اگر ریل، ہوائی جہاز بدعت ہے تو آپ اس سے بچیں کیونکہ حدیث شریف میں تو کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ [1] فرمایا ہے (یعنی ہر بدعت گمراہی ہے) جو چیز بدعت ہے آپ اس سے پرہیز کریں، دوسروں کو الزام دینے سے خود بدعت کرنا کیسے جائز ہو جائے گا؟

جو کوئی عالم بتائے کہ تم بدعت کر رہے ہو اگر اس بتانے والے پر بھروسہ نہ ہو تو دوسرے کسی عالم سے پوچھو جو واقعی عالم ہو، اور بدعتیوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی رضا کے مطابق مسئلہ نہ بتائے' اور جب کسی چیز کا بدعت ہونا ثابت ہو جائے تو اُسے چھوڑ دو، کٹ حجتی اور الٹے سیدھے سوال و جواب کرنے سے بدعت نیکی نہ بن جائے گی، یہی رہے گی اور آخرت میں مواخذہ کی باعث ہوگی۔

بعض لوگ، اپنے عمل کو بدعت تو مانتے ہیں لیکن یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں کہ یہ بدعت حسنہ ہے حالانکہ حسب فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر بدعت سیئہ ہے، کوئی بدعت حسنہ نہیں ہے، بعض چیزیں جن کو بعض علماء نے بدعت حسنہ کہہ دیا ہے، وہ درحقیقت بدعت نہیں ہیں وہ سنتیں ہی ہیں۔

ان کی اصل عہد نبوت اور عہد صحابہؓ اور عہد تابعین میں ملتی ہے چونکہ ان صورت احوال کے کے اعتبار سے کچھ بدل گئی، اس لئے اس کو بعض علماء نے قوی اعتبار سے بدعت حسنہ کہہ دیا ہے اگر بعض علماء نے بعض چیزوں کو بدعت حسنہ کہہ دیا ہے تو اس سے ہر بدعت حسنہ کیسے ہو جائے گی؟ جتنی بدعتیں ہیں ان کو اہل بدعت حسنہ ہی کہتے ہیں، اس طرح سے تو چودہ سو سال سے لے کر گویا اب تک بدعت کا وجود ہوا ہی نہیں، بدعتوں میں مبتلا رہیں اور ہر بدعت کو حسنہ کہے جائیں اس طرح سے تو کوئی بدعت، بدعت نہیں رہتی۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل بدعة

---

[1] رواہ مسلم کما فی المشکوٰۃ

ضَلاَ لَۃٌ" کا کوئی معنیٰ و مصداق باقی ہی نہیں رہتا۔

بدعت کے اعمال مقرر نہیں ہیں بلکہ بے شمار ہیں، اور ہر ملک اور ہر صوبہ میں علیحدہ علیحدہ بدعتیں ہیں، عوام سے مرعوب ہو کر بہت سے علاقوں میں علماء بھی بدعتوں میں شریک نظر آتے ہیں. علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام میں جو بھی کوئی عمل ہوتا دیکھیں اُسے قرآن و حدیث اور سُنت خلفاء راشدین و عمل صحابہؓ میں تلاش کریں، اگر نہ ملے تو پوری کوشش صرف کریں کہ وہ عمل چھوٹ جائے اور اس کی جگہ سُنتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) پر عمل ہونے لگے، بیاہ شادی مرنے جینے میں ہر جگہ بے شمار بدعتیں ہوتی ہیں، قبروں پر بے شمار و بے انتہا گناہ ہوتے ہیں، جن کو کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں بدعت ہوتے ہیں۔ تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، ثواب پہنچانے کے گھڑے ہوتے خود ساختہ طریقے، قبروں کے عرس، قبروں پر چادریں یا پھول چڑھانا، قبروں کو غسل دینا، پختہ بنانا، قبروں پر روٹیاں یا غلہ تقسیم کرنا، شبِ برأت کا جلوہ، حضرت جعفر کے کونڈے، حضرت پیرانِ پیر کی گیارہویں، مولود میں قیام، بی بی جی کی صحنک وغیرہ بے شمار بدعتیں رائج ہیں، اور ان کے مٹانے کے لئے اللہ کے سچے بندے جان توڑ کوشش کر چکے ہیں، لیکن چونکہ ان چیزوں کو نیکی سمجھ کر کیا جاتا ہے، اس لئے چھوڑنے کے بجائے علماء کرام ہی کو بُرا کہہ دیا جاتا ہے اور عورتیں تو رسموں اور بدعتوں کی ایسی پابند ہیں کہ ہرج مرض، تنگی ترشی، امیری غریبی ہر حال میں اُن کے انجام دینے کو فرض سمجھتی ہیں، فرض نمازوں کو چھوڑ دیں گی، مگر بدعتیں اور رسمیں نہ چھوڑیں گی، اللہ تعالیٰ سمجھ دے اور ہر مسلمان کو ہر بدعت سے بچائے۔

سینکڑوں سنتیں موجود ہیں حدیث شریف کی کتابوں میں صحیح سند سے مروی ہیں ان کو چھوڑ کر خود تراشیدہ طریقوں کو اختیار کرنا، اور بدعت حسنہ کہہ کر ان پر مضبوطی سے جمنا (جبکہ قرآن و حدیث کا بھرپور علم رکھنے والے ان کو بدعت بتا رہے ہوں) یہ کونسی سمجھ داری اور دینداری ہے؟ آخر سنتوں پر چلنا کیوں ناگوار ہے؟ بس یہی بات ہے نا کہ نفسوں کو بدعتوں سے مانوس کر لیا ہے، اور سنتوں پر چلنے کے لئے نفسوں کو راضی نہیں کرتے۔

فرائض کی پابندی کرنے اور محرمات سے بچنے کا حکم، اور حدود سے آگے بڑھنے کی ممانعت

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نے بہت سے فرائض مقرر فرمائے ہیں، سو اُن کو تم ضائع نہ کرو، اور اس نے حدود مقرر فرمائی ہیں، سو اُن سے آگے مت بڑھو، اور اس نے بہت سی چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے، یہ خاموشی بھولنے کی وجہ سے نہیں ہے، سو ان کو مت کریدو۔[1]

اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں کا حکم فرمایا ہے جو بہت ہی اہم ہیں۔

اوّل فرائض کی پابندی، دوم: مُحرمات سے بچنا، سوم: حدودِ خداوندی سے آگے نہ بڑھنا، چہارم: جن چیزوں کی حلت و حرمت کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اُن کے کریدنے سے بچنا۔

فرائض کی پابندی اور حرام چیزوں سے بچنا سب سے زیادہ اہم ہے، لوگ اس سے بہت غافل ہیں، تعجب ہے کہ بہت سے لوگ مخلوق کے حکموں کی پابندی اور ڈیوٹی کی بجا آوری پوری طرح کرتے ہیں اور اللہ جل مجدہٗ جو سب کا حاکم اور رازق و خالق ہے اس کے فرائض کی ڈیوٹی انجام دینے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، اور بہت سے لوگ نوافل اور تطوعات میں پیش پیش نظر آتے ہیں، اور فرائض کی ادائیگی میں زبردست کوتاہی کرتے ہیں، اور کھلے طور پر حرام چیزوں میں پڑے ہوتے ہیں، راقم حروف نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تہجد اور ذکر و تسبیح کے بہت پابند ہیں لیکن فرض نمازیں ان کے ذمہ قضا ہیں، بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ نفل صدقہ خیرات کرنے اور مسکینوں کو کھانا کھلانے اور روزہ داروں کے روزے کھلوانے میں اپنے مال میں سے بڑا حصہ خرچ کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ صحیح حساب سے نہیں دیتے اور باقاعدہ ادا نہیں کرتے، اور حج بھی چھوڑے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲ عن الدار قطنی

ہوئے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ حرام کمانے سے دریغ نہیں کرتے، اور اسی سے حج کرتے ہیں، اور اپنے دیندار ہونے کے گمان میں ہی مبتلا ہیں۔

بہت سے پیروں اور فقیروں نے لوگوں کو بہکا رکھا ہے کہ سالانہ نذرانہ دیتے جاؤ تم جنتی ہو، نماز روزہ کی ضرورت نہیں، بس ہم کو نذرانہ دینے سے اللہ کے پیارے ہو جاؤ گے، ایسے پیروں نے لوگوں کے ایمان کا ناس کر رکھا ہے خود ڈوبے ہیں مگر اُن کو بھی لے ڈوبے ہیں، الحاصل فرائض خداوندیہ کی پابندی اور حرام کاموں سے بچنا بہت ہی زیادہ اہم اور ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ فرائض و محرمات قرآن مجید میں بھی ہیں اور حدیث شریف میں بھی فرقہ منکرین حدیث جو یہ کہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا کافی ہے یہ اس کی جہالت ہے اور بے دینی کی بات ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (سورہ حشر)

اور رسولؐ جو کچھ تم کو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رُک جاؤ۔

اور فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران)

آپؐ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائیں گے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ اَشْيَاءَ اِنَّهَا كَمِثْلِ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَكْثَرَ (رواہ ابوداؤد)

کیا تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے اکڑ سے یوں کہے کہ اللہ نے اس کے سوا کچھ حرام نہیں کیا جو اس قرآن میں ہے، خبردار! یقین جانو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بہت سی چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت سی نصیحتیں کی ہیں اور بہت سی چیزوں سے میں نے روکا ہے اور یہ سب تعداد میں قرآن کے احکام کے برابر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔

اور یہ جو فرمایا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا۔ (اللہ نے بہت سی حدود مقرر فرمائی ہیں،

ان سے آگے نہ بڑھو) اس جملہ سے بے شمار احکام و مسائل نکلتے ہیں، مثال کے طور پر چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدود اللہ سے آگے بڑھنے کی چند مثالیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، اس کو اپنے اوپر حرام کر لینا، جیسے کچھ لوگ بعض پھلوں کے متعلق طے کر لیتے ہیں کہ ہم یہ نہیں کھائیں گے، کسی طرح سے حرام کر لیتے ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبٰتِ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۔

اے ایمان والو! اللہ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے آگے نکلنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ شہد پینے کے متعلق فرمادیا تھا کہ اب ہرگز نہیں پیوں گا، اللہ جل شانہ نے آیت نازل فرمائی۔

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔

اے نبی تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔

ایسی بہت سی رسمیں آج لوگوں میں موجود ہیں جن میں عملاً بلکہ اعتقاداً بھی بہت سی حلال چیزوں کو حرام سمجھ رکھا ہے، مثلاً ذی قعدہ کے مہینے میں (جسے عورتیں خالی کا مہینہ کہتی ہیں) اور محرم و صفر میں شریعت میں شادی کرنا خوب حلال اور درست ہے، لیکن اللہ کی اس حد سے لوگ آگے نکلتے ہیں، اور ان میں شادی کرنے سے بچتے ہیں، ماہ محرم میں میاں بیوی والے تعلقات سے بچتے ہیں، اور بہت سی قوموں میں بیوہ عورت کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں اور عملاً اس کو حرام بنا رکھا ہے، یہ سب حدود سے آگے بڑھ جانا ہے۔

جس طرح حلال کو حرام کرنا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کر لینا بھی منع ہے، حرام و حلال مقرر فرمانے کا اختیار اللہ ہی کو ہے خواہ اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہو یا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی بتایا ہو، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ط (سورۃ نحل)

اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا زبانی جھوٹا دعویٰ ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ گے۔

(۲) دوسرا طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز اللہ کے یہاں تقرب اور نزدیکی نہ ہو اُسے تقرب کا باعث سمجھ لیں، مثلاً قبروں کا طواف جو شرک ہے یا نہ بولنے کا روزہ رکھ لینا یا دھوپ میں کھڑا رہنا وغیرہ۔

(۳) ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ جو چیز شریعت میں ضروری نہیں ہے اگرچہ مباح ہو عملاً یا اعتقاداً فرض کا درجہ دے دیں اور جو اُسے نہ کرے اُس پر لعن طعن کریں، مثلاً شب برأت کا حلوہ اور عید الفطر کی سویاں کہ شرعاً ان دونوں کی کوئی اصلیت نہیں ہے، مگر لوگ اُسے ضروری سمجھتے ہیں، اور جو نہ پکائے اس کو بخو بننا پڑتا ہے بیاہ شادی اور مرنے جینے میں بے شمار ایسی رسمیں کی جاتی ہیں جن کو فرض کا درجہ دیا جاتا ہے اور شرعاً ان کی کوئی اصل نہیں، بلکہ بعض ان میں شرکیہ رسمیں ہیں۔

(۴) ایک طریقہ حد سے آگے بڑھنے کا یہ ہے کہ عمومی چیز کو جو ہر وقت مستحب ہے کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کر لیں، مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد امام سے مصافحہ کرنا اور عید و بقرعید کے دن نماز دوگانہ پڑھ کر گلے ملنا، اور مصافحہ کرنا، مصافحہ بڑے ثواب کی چیز ہے اور ملاقات کی سنت ہے نہ کہ عید کی، اس کو کسی خاص وقت کے لئے مقرر کرنا اور عمل سے فرض و واجب کا درجہ دینا صحیح نہیں۔

(۵) حد سے آگے بڑھ جانے کی ایک شکل یہ ہے کہ کسی عمل کے بارے میں وہ فضیلت تجویز کر لی جائے جو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں جیسے دعائے گنج العرش اور درود لکھی کی فضیلتیں گھڑ رکھی ہیں۔

(۶) ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ کسی عمل کی کوئی خاص ترکیب و ترتیب تجویز کر لی جائے، مثلاً مختلف رکعات میں مختلف سورتیں پڑھنا تجویز کر لینا (جو حدیث سے ثابت

نہ ہو) اس کی پابندی کرنا، یا سورتوں کی تعداد مقرر کرلینا جیسے تہجد کی نماز کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ پہلی رکعت میں ۱۲ مرتبہ قل ھواللہ پڑھی جائے، اور پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ گھٹاتا جائے، یہ لوگوں نے خود تجویز کیا ہے، اسی طرح ہفتہ بھر کے نفلوں کی نمازیں اور ان کی خاص خاص فضیلتیں اور ان کی مخصوص ترکیبیں لوگوں نے بنالی ہیں، یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے،

(۷) کسی ثواب کے کام کو کسی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص کرلینا، جس کی تخصیص شریعت سے ثابت نہ ہو) یہ بھی حد سے آگے بڑھ جانا ہے جیسے بعض جگہ دستور ہے کہ قبر پر علم یا روٹی تقسیم کرتے ہیں، ثواب ہر جگہ سے پہنچ جاتا ہے، پھر اس میں اپنی طرف سے قبر پر ہونے کو طے کرلینا، اور یہ سمجھنا کہ یہاں تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا، حدود اللہ سے آگے بڑھ جانا ہے۔

(۸) ایک صورت حد سے آگے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ بعض کھانے کی چیزوں کے متعلق اپنی طرف سے یہ تجویز کرلیا جائے کہ اُسے فلاں شخص کھا سکتا ہے اور فلاں نہیں کھا سکتا ہے، جیسے مشرکینِ مکہ کیا کرتے تھے، قرآن مجید میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○	اور وہ اپنے خیال (باطل) سے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ (مخصوص) مواشی اور (مخصوص) کھیت ہیں اُن کو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے ان کے جن کو ہم چاہیں اور (یہ بھی اپنے خیال باطل سے کہتے ہیں کہ) یہ (مخصوص) مواشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کردی گئی ہے اور (مخصوص) مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افترا کرنے کے طور پر اللہ ان کو عنقریب افترا کی سزا دے گا اور وہ (یہ بھی) کہتے ہیں جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں وہ سب (مرد و عورت) ساجھی ہیں،

اللہ اُن کو عنقریب غلط بیانی کی سزا دے گا، بلاشبہ وہ حکمت والا ہے اور علم والا ہے۔

اس قسم کی شکلیں آج کل فاتحہ و نیاز والے لوگوں نے بنا رکھی ہیں، مثلاً حضرت فاطمۃ الزہرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایصال ثواب کے لئے بی بی جی کی صحنک کے نام سے کچھ رسم کی جاتی ہے اس رسم میں جو کھانا پکتا ہے اس میں یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اس کھانے کو مرد اور لڑکے نہیں کھا سکتے، صرف لڑکیاں کھائیں گی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرض کر رکھا ہے کہ اس کھانے کے لئے کورے برتن ہوں، جگہ لیپی ہوتی ہو، یہ سب خرافات اپنی ایجادات ہیں، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ ۝ (سورۃ یونس)

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی من گھڑت سے) اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حصہ حلال قرار دے لیا، آپؐ ان سے پوچھئے کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے۔ یا محض اللہ ہی پر افتراء کرتے ہو۔

(۹) ایک صورت حد سے بڑھ جانے کی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی گناہ کا مخصوص عذاب تجویز کر لیا جائے جو کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہؐ میں مذکور نہ ہو، جیسا کہ بہت سے واعظ بیان کرتے پھرتے ہیں۔

(۱۰) یہ صورت بھی حد سے بڑھ جانے کی ہے کہ کسی چیز کے متعلق یہ طے کر لیا جائے کہ اس کا حساب نہ ہوگا، جب کہ حدیث میں اس کا ثبوت نہ ہو، جیسے مشہور ہے کہ رمضان شریف کے آخری جمعہ کو نیا کپڑا یا نیا جوتہ پہن لیا جائے تو وہ بے حساب ہو جاتا ہے اسی لئے بعض لوگ بہت سے جوڑے اس روز پہن لیتے ہیں یہ سب غلط اور لغو ہے (تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ)

یہ چند صورتیں حد سے آگے بڑھ جانے کی احقر نے لکھ دی ہیں، غور کرنے سے اور نکل سکتی ہیں، اللہ کے حدود سے آگے بڑھنا زبردست جرم ہے قرآن مجید میں جگہ جگہ اس سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا۔ (بقرہ) یہ اللہ کی حدود ہیں اُن سے نکلنے کے نزدیک بھی مت جاؤ،

اور فرمایا۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَمَنْ یہ اللہ کی حدود ہیں سو ان سے آگے مت نکلنا اور جو اللہ

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

کی حدود سے باہر نکل جائے سو ایسے ہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری نہ کرے اور اس کی حدود سے آگے بڑھ جائے، اللہ اس کو آگ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا (اللہ تعالیٰ شانہ نے بہت سی چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے جو بھولنے کی وجہ سے نہیں ہے سو اُن کو مت کریدو) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال بتائی ہیں ان کو حلال سمجھو، اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے اُن کو عقیدہ اور عمل سے حرام سمجھو، حرام وحلال کے قواعد بھی بتا دیئے گئے ہیں، بوقت ضرورت ان قواعد سے کام لو، اور جن چیزوں کے متعلق کوئی حکم صادر نہیں فرمایا تم خواہ مخواہ ان کی کرید میں مت پڑو،، زمانۂ نبوت میں بعض مرتبہ سوال کرنے پر احکام نازل ہو جاتے تھے، لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کے بیان سے خاموشی ہے ان کو مت کریدو، اللہ نے جن چیزوں کی ممانعت نہیں فرمائی اس کے متعلق یہ نہ سمجھو کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کو سہو ہو گیا ہے، جو اس کا حکم نازل نہیں فرمایا بلکہ اس نے تم پر رحم فرمایا کہ اس چیز سے نہیں روکا، اس کے کرنے پر تمہاری پکڑ نہ ہو۔ جب اللہ منع فرمانا چاہیں گے ممانعت نازل ہو جائے گی تم خود سوال کر کے ممانعت نازل ہونے کا باعث کیوں بنتے ہو؟ ممکن ہے کہ سوال کرنے پر ایسا حکم نازل ہو جائے جس کے کرنے سے جان چراؤ اس وقت مجرم بنو گے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ

اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو، اور اگر تم زمانۂ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے

عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ (سورہ مائدہ)

ظاہر کردی جاویں! سوالات گذشتہ اللہ نے معاف کر دیئے، اور اللہ بڑی مغفرت والے بڑے علم والے ہیں ایسی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر وہ ان باتوں کا حق نہ بجا لائے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی نیا حکم نازل ہونے کا احتمال ختم ہوگیا، جس دین پر آپؐ نے چھوڑا ہے اس سب پر اتباع لازم ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے، لہٰذا حج کرو، ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہؐ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا، حتیٰ کہ سائل نے تین مرتبہ یہی سوال کیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی واجب ہوجاتا اور تم اس پر عمل نہ کرسکتے اس کے بعد فرمایا۔

ذرونی ما ترکتم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبیائهم فاذا امرتکم بشئ فأتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شئ فدعوه۔

(رواہ مسلم)

میں جب تک بغیر بتائے تم کو چھوڑے رکھوں، تم مجھے چھوڑے رکھو (یعنی سوال مت کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ سوال بہت کرتے تھے اور اپنے پیغمبروں کے خلاف چلتے تھے، لہٰذا میں تم کو جب کسی چیز کا حکم دوں جہاں تک ہوسکے اسے کرو اور جس سے روکوں اس سے رُک جاؤ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پورا دین کامل و مکمل ہم کو دے کر دنیا سے تشریف لے گئے ہیں، حلال اور حرام اور جائز و ناجائز خوب واضح کرکے بتا دیا ہے اور جن چیزوں کے متعلق صریح حکم موجود نہیں ہے قواعد سے اُن کی حلت و حرمت اور جواز و عدم جواز کا پتہ چل جاتا ہے جو قرآن و حدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں، لہٰذا جن چیزوں کا حکم صریح قرآن و حدیث میں نہ ملے اور قرآن و حدیث کے قواعد کے ماتحت اُن کی حُرمت اور عدم جواز کا فتویٰ نہ ملے ان کو جائز سمجھا جائے گا،

مثلاً ہم بہت سی ترکاریاں کھاتے ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے اور قواعد شرعیہ سے ان کی حرمت بھی ثابت نہیں اس لئے ان کا کھانا جائز ہے، اسی طرح ریل، ہوائی جہاز بس کی سواری، اور ان دواؤں کا حکم جن کی ممانعت خصوصی یا قواعد کی رُد سے نہیں نکلتی ان کا استعمال درست ہے۔

وَمَآ اُمِرُوْآ اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔

بَابُ الْاِخْلَاصِ

(تمام اعمال میں اخلاص ضروری ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۔

اخلاص کی نیّت

صرف اللہ کی رضا کے لئے عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہیں جو بھی نیک کام کرو اس نیت سے کرو کہ اس کے متعلق جو مجھے اللہ نے حکم دیا ہے اُس پر عمل کر کے محض اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے۔ دنیا کا نفع اور شہرت اور نام نمود مقصود نہیں ہے۔

آخرت سنور جانے کے لئے کرنا ہے اور یہ جب ہی ہوتا ہے جب نیک عمل کا ثواب مل جانے کا پورا یقین ہو اور ثواب کو کام کی چیز سمجھا جاوے۔

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے اور بگڑتے اور موجبِ عذاب یا باعثِ ثواب ہوتے) ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو سو جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف ہوگی تو (اللہ کے نزدیک بھی) اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف مان لی جائے گی اور جس کی ہجرت (خود اس کی نیت میں) دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو (اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے سمجھی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔ [1]

یہ حدیث بڑی اہم ہے، اس میں بار بار غور کر کے اپنے اعمال کا حساب لیا جائے اور اپنی نیت کو پرکھا جائے کہ فلاں عمل میں نے کس لئے کیا ہے اور فلاں کام کرنے کا باعث میری نیت میں کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرما دیا کہ اعمال کے بناؤ اور بگاڑ کا مدار نیتوں پر ہی ہے جس کی جیسی نیت ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی نیت کے موافق ہی اس عمل کا بدلہ ملے گا۔ عمل بظاہر کیسا ہی اچھا اور بھلا ہو لیکن اگر وہ اللہ کے لئے نہیں

---

[1] رواہ البخاری و مسلم

ہے، تو آخرت میں مردود ہوگا اور اس پر ذرا سا بھی اجر نہیں ملے گا۔

ہجرت شرعی اور ترک وطن

آج کل لوگوں نے محض ترکِ وطن کو ہجرت سمجھ لیا ہے خواہ وطن چھوڑنے میں اللہ کی رضا کی نیت بھی نہ کی ہو اور خواہ دوسری جگہ جانے میں راستے میں بہت سی معصیتیں کی ہوں اور بہت سوں کے حق دبا کر بھاگے ہوں اور خواہ دوسری جگہ جا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں اور بھی زیادہ منہمک ہو گئے ہوں، اللہ بچائے نفس کی مکاری سے، کہاں حضرات صحابہؓ کی ہجرت اور کہاں آج کل کے لوگوں کا ترکِ وطن جس میں نمازیں تک برباد ہوئی ہوں۔

اخلاص کی ضرورت

اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص خدا کے لئے ہے اس وقت تک عمل مقبول نہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیت دین کی ہو اور ایک دنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا تاکہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہو کہ سیر و تفریح ہوگی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہوگی یا اعتکاف میں یہ نیت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ بھی نہ دینا پڑے گا، یا فقیر کو اس لئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور و غل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات حد اخلاص سے خارج ہیں، اخلاص خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ شیطان کا ریاکاری پر ڈالنا اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل ہونے نہیں دیتا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ خدائے وحدہ لاشریک کے لئے صاحب اخلاص تھا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا تھا تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ خدا اس سے راضی ہے۔ (ترغیب عن الحاکم علی شرط الشیخین)

حضرت ابو فراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اخلاص ۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ نصیحت فرما دیجئے، آپؐ نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔
(ترغیب عن الحاکم)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو بعض صحابہ سے بڑا سمجھا جو مجھ سے کم تھے، اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس امت کی مدد اس امت کے ضعیفوں کی دعاء اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے۔ (ترغیب)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیے، ایک شخص جہاد کرتا ہے اور ثواب اور شہرت دونوں چاہتا ہے اس کے لئے کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کچھ نہیں۔ ان صاحب نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا پھر آپؐ نے فرمایا کہ بیشک خدا صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو اور جس سے خدا کی رضا مطلوب ہو۔[2]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اس چیز کے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو ۔[3]

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن دنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے خدا کے لئے ہوگا اس کو الگ کر لیا جائے گا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔[4]

حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ شخص بڑا نیک بخت ہے، جس نے اپنی

---

[1] الترغیب [2] ترغیب [3] ترغیب [4] ترغیب

تمام عمر میں ایک قدم بھی اخلاص کے ساتھ اُٹھایا ہو۔

بہر حال اخلاص سب چیزوں سے اہم ہے، اخلاص والوں پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا اور وہ تھوڑے عمل سے بہت سی نیکیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے مردود ہو کر جب یہ قسم کھائی کہ اے خدا میں تمام انسانوں کو بہکاؤں گا تو اس کو یہ بھی کہنا پڑا مگر تیرے مخلص بندوں کو میں نہ بہکا سکوں گا۔ (سورۂ حجر وغیرہ)

جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو اس کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص کی کوشش کرے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے نفس کو مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ یَا نَفْسُ اَخْلِصِیْ تَخْلُصِیْ اے نفس! اخلاص کا خیال رکھ تاکہ دوزخ سے تیری خلاصی ہو۔

دکھاوے کی مذمت

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ عمل سے اگر ذات خداوندی مقصود نہ ہو گی تو دنیا کا کوئی نفع ضرور مقصود ہو گا جو بندوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسے شہرت، جاہ، مال وغیرہ، اور بندوں سے تعلق ہونے کی وجہ سے بندوں کے سامنے عمل کیا جاتا ہے تاکہ وہ دیکھیں جس سے شہرت ہو۔ ان کے دلوں میں عزت و وقعت قائم ہو۔ بزرگ جان کر ہدیہ دیں۔ اچھے اچھے القاب سے یاد کریں۔ وغیرہ ذالک۔

چونکہ یہ چیزیں نقد حاصل ہوتی ہیں اور آخرت کا معاملہ ادھار ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص صرف رضائے خداوندی کو مقصود بنائے تو نفس آڑے آجاتا ہے اور طرح طرح کے مکر و فریب پھیلاتا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا سب رزائل کے بعد جاتا ہے اور اس سے نجات پانے کے لئے بڑی جدوجہد اور بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔

متعدد احادیث میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم پر میں سب سے زیادہ شرکِ اصغر (چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں، صحابہؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا "دکھاوا" (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔[1]

ایک بار شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے، عرض کیا گیا آپ کس وجہ سے روتے ہیں؟ فرمایا ایک بات مجھے یاد آگئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی اس نے مجھے رلا دیا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ میں اپنی امت پر سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف کرتا ہوں، یہ سُن کر میں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرنے لگے گی؟ فرمایا ہاں پھر فرمایا خبردار وہ سورج اور چاند کو نہ پوجیں گے اور نہ کسی پتھر اور بُت کی عبادت کریں گے۔ لیکن اپنے اعمال کا دکھاوا کریں گے۔ اور چھپی شہوت یہ ہوگی کہ ان میں سے ایک شخص روزہ رکھے گا پھر اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش پیش آجائے گی تو وہ اپنے روزہ کو چھوڑ دے گا۔[2]

دنیا میں ذلت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے عمل کو مشہور کرے خدا اس کو اپنی مخلوق کی مجلسوں میں برائی سے مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل وحقیر کردے گا۔[3]

آخرت میں رسوائی

حضرت ابو ہند داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ جو شخص دکھاوے اور شہرت کی جگہ کھڑا ہو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا (کہ ریاکار ہے) اور مشہور کردے گا کہ یہ شہرت کے لئے عمل کیا کرتا تھا۔[4]

---

[1] رواہ احمد۔ [2] احمد وبیہقی۔ [3] ترغیب۔ [4] ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے کسی غیر کو شریک کر لیا تو اس کو مع اس کے عمل کے چھوڑ دوں گا (یعنی اس عمل کا کوئی اجر نہ دوں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا میں اس سے بَری ہوں، اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے کیا ہے۔ ؎[1]

دنیا کی شہرت اور نیک نامی کے خیال سے نماز، روزہ اور خیر خیرات مت کرو، اس طرح چپکے سے صدقہ کرو کہ جو کچھ سیدھے ہاتھ سے دیا ہے اس کی خبر خود تمہارے بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہو، جن کاموں کو لوگ خالص دنیا کا کام سمجھتے ہیں تلاش کر کے اگر ان میں بھی خدا کی رضا مندی کا پہلو نکال لیا جائے تو ان میں بھی ثواب ملے گا۔ اگر کھانا کھانے میں یہ نیت کرے کہ اس سے جو طاقت آئے گی وہ آخرت کے کام میں لگے گی اور پیٹ میں بھوک کا احساس نہ ہوگا۔ تو نماز بھی ٹھیک ہوگی۔ تو ایسی نیت کرنے سے کھانے میں بھی ثواب مل جائے گا خوب سمجھ لو۔

فائدہ: گناہ کسی بھی نیت سے جائز نہیں ہو سکتا اور نہ نیکی بن سکتا ہے۔

؎[1] مشکوٰۃ المصابیح عن المسلم

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

کِتَابُ الطَّهَارَة

(اَحْکَامُهَا وَمَسَائِلُهَا)

وضو، غسل، تیمّم کا بیان، نجاست کے اقسام
پاک کرنے کا طریقہ اور دیگر متفرق مسائل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

طہارت اور نجاست کا بیان

طہارت یعنی پاکی کا دینِ اسلام میں بڑا مرتبہ ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ (پ ۲، ع ۱۲)

"بلاشبہ اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے خوب پاک رہنے والوں کو۔"

اور حدیث شریف میں ہے:

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ (مسلم شریف)

"پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔"

اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ:

لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَلَا صَدَقَۃٌ مِنْ غُلُوْلٍ۔ (ترمذی)

"کوئی نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور کوئی صدقہ حرام مال سے قبول نہیں ہوتا۔"

نجاست دُور کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔ نجاست کی دو قسمیں ہیں:

نجاستِ حکمی:- نجاستِ حکمی اسے کہتے ہیں جو بظاہر دیکھنے میں نہ آئے لیکن شریعت کا حکم ہونے کی وجہ سے ناپاکی مان کر پاکی حاصل کرنا فرض ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حدثِ اکبر یعنی غسل فرض ہونا (۲) حدثِ اصغر یعنی وضو فرض ہونا۔

نماز درست ہونے کے لئے حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر دونوں سے پاک ہونا فرض ہے۔

نجاستِ حقیقی:- نجاستِ حقیقی وہ ہے جو دیکھنے میں آتی ہے اور شریعت نے اسے ناپاک قرار دیا ہے، اور ایسی چیزوں کو عموماً آدمی بھی

ناپاک اور گندہ سمجھتے ہیں، جیسے پیشاب، پاخانہ، منی، مذی وغیرہ۔

نجاستِ حقیقی کی بھی دو قسمیں ہیں: نجاستِ غلیظہ، نجاستِ خفیفہ۔

نجاستِ غلیظہ:- خون اور آدمی کا پاخانہ، پیشاب، منی، شراب، کتے بلی کا پاخانہ، سُوَر کے جسم کا ہر حصہ، حتیٰ کہ اس کے بال بھی، اور گھوڑے، گدھے، خچر کی لید، گائے، بھینس کا گوبر، بکری، بھیڑ کی مینگنی، مرغی، بطخ مرغابی کی بیٹ، گدھے، خچر اور تمام حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں اور چھوٹے دودھ پیتے بچّے کا پاخانہ پیشاب بھی نجاستِ غلیظہ ہے۔

نجاستِ خفیفہ:- حرام پرندوں کی بیٹ، اور حلال چوپایوں مثلاً بکری، گائے، بھینس، بیل، اونٹ اور گھوڑے کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔

مسئلہ:- مُرغی، بطخ اور مرغابی کے علاوہ حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، جیسے کبوتر، گوریا، یعنی چڑیا، مینا وغیرہ۔

مسئلہ:- مچھلی کا خون نجس نہیں، اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے چاہے جتنا ہو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی، مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی ناپاک نہیں۔

مسئلہ:- حلال جانور کو شریعت کے مطابق ذبح کرنے کے بعد جب اس کا خون بہہ کر نکل جاتا ہے، تو بوٹیوں میں تھوڑا بہت جو خون لگا رہ جاتا ہے وہ بھی پاک ہے۔

مسئلہ:- نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اگر پھیلاؤ میں روپیہ کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے۔ اس کے دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ ہے، اور اگر روپیہ سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں، اس کے دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی، اور اگر نجاستِ غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہے تو بے دھوئے نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز درست نہیں ہے۔

مسئلہ:- اگر نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی

ہے، اگر اس کے چوتھائی حصّہ سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ بھر گیا ہو تو معاف نہیں، اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہے تو نماز درست ہے، اسی طرح اگر نجاستِ خفیفہ ہاتھ میں لگی ہو تو اگر چوتھائی ہاتھ سے کم میں لگی ہو تو معاف ہے اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔

مسئلہ:۔ تھوڑا پانی جو بہتا ہوا نہیں ہے اور وہ دہ دردہ سے کم ہے، ناپاک پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے، اگر پانی میں نجاستِ غلیظہ گر جائے تو وہ پانی بھی نجاستِ غلیظہ ہو جاتا ہے، اور اگر نجاستِ خفیفہ اس میں گر جائے تو وہ نجاستِ خفیفہ ہو جاتا ہے۔

پانی کا بیان

مسئلہ :۔ آسمان سے برسے ہوئے پانی اور ندی نالے چشمے اور کنویں اور تالاب اور دریاؤں کے پانی سے وضو، اور غسل کرنا درست ہے، چاہے میٹھا پانی ہو یا کھاری ہو۔

مسئلہ :۔ کسی کنویں وغیرہ میں درخت کے پتے وغیرہ گر پڑے، اور پانی میں بدبو آنے لگی، اور رنگ و مزہ بھی بدل گیا، تو بھی اس سے وضو درست ہے جب تک کہ پانی اسی طرح پتلا باقی رہے۔

مسئلہ :۔ جس پانی میں نجاست پڑ جائے اس سے وضو غسل کچھ درست نہیں، چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت ہو، البتہ بہتا ہوا پانی ہو تو وہ نجاست کے پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کے رنگ یا مزے یا بُو میں فرق نہ آئے اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا یا بُو آنے لگی تو بہتا ہوا پانی بھی نجس ہو جائے گا، اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہوگا، اور جو پانی گھاس کے تنکے پتے وغیرہ کو بہا کر لے جائے تو وہ بہتا ہوا پانی ہے، چاہے آہستہ آہستہ بہتا ہو۔

مسئلہ :۔ بڑا بھاری حوض وہ ہے جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو، اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلّو سے پانی اٹھائیں تو زمین نہ کھلے، یہ بھی بہتے ہوئے پانی کی مثل ہے، ایسے حوض کو دہ در دہ کہتے ہیں، اگر اس میں ایسی نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دکھلائی نہیں دیتی، جیسے پیشاب، خون، شراب وغیرہ تو چاروں طرف وضو کرنا درست ہے، جدھر چاہے وضو کرلے، اور اگر نجاست پڑ جائے جو دکھلائی دیتی ہے جیسے مُردہ کُتا تو جدھر پڑا ہو اس طرف وضو نہ کرے، اس کے سوا جس طرف چاہے وضو کرلے، البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ جائے کہ رنگ یا مزہ بدل جائے یا بدبو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ دہ در دہ حوض میں جہاں پر دھوون گرا ہے اگر وہیں سے پھر پانی اٹھا لے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی کافر یا لڑکا بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوگا، البتہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائے گا، لیکن چونکہ چھوٹے بچوں کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے جب تک اور کوئی پانی ملے اس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ:۔ جس پانی میں ایسی جان دار چیز مر جائے جس کا بہتا ہوا خون نہیں ہوتا یا باہر مر کر پانی میں گر پڑے، تو پانی نجس نہیں ہوتا، جیسے مکھی، بھڑ، تتیا، بچھو، شہد کی مکھی، یا اس قسم کی اور جو چیز ہو۔

مسئلہ:۔ جس جان دار کی پیدائش پانی کی ہو اور پانی ہی میں رہتا ہو جیسے مچھلی دریائی مینڈک، کچھوا، کیکڑا وغیرہ اگر پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

کنویں کا بیان

کنویں میں اگر نجاست غلیظہ یا خفیفہ گر جائے یا کوئی بہتے خون والا جانور گر کر مر جائے یا ایسا جانور گر جائے جس کا جھوٹا ناپاک ہے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا، اور کنویں کا تمام پانی نکال دینے سے پاک ہو جائے گا، اگر آدمی، بکری یا ان کے برابر یا ان سے بڑا کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے، یا بہتے خون والا کوئی جاندار کنویں میں مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے اگرچہ چھوٹا جانور ہو مثلاً چوہا ہی ہو یا کتا، یا بلی، آدمی، گائے، بکری، کنویں میں پیشاب کر دے تو ان سب صورتوں میں تمام پانی نکالا جائے، تمام پانی نکالنے کا یہ مطلب ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

مسئلہ:۔ کبوتر، بلی، مرغی، یا اتنا ہی بڑا کوئی جاندار کنویں میں گر کر مر گیا لیکن پھولا پھٹا نہیں تو چالیس ڈول پانی نکالا جائے اور اگر ساٹھ ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ:۔ اور اگر چوہا، چڑیا یا اتنا ہی بڑا کوئی جاندار کنویں میں گر کر مر جائے تو بیس ڈول پانی نکالا جائے اور اگر تیس ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔

تنبیہ:۔ جتنا پانی نکالنا ہو پہلے نجاست کو نکال لیں، اگر نجاست نکالنے سے پہلے پانی نکال دیں تو کنواں پاک نہیں ہوا۔

فائدہ:- جس کنوئیں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے اسی کے حساب سے گنتی کی جائے، اور جتنا پانی نکالنا لازم ہو اس کے نکالنے سے کنواں، ڈول، رسی سب پاک ہو جائیں گے۔

پاک کرنے کا طریقہ

نجاست اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے، خواہ گاڑھی نجاست ہو جیسے پاخانہ، خواہ پتلی بہنے والی نجاست ہو، جیسے پیشاب اور ناپاک پانی، بہر صورت دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ:- اگر دَلدار[1] نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، خون، تو اتنا دھوئے کہ نجاست چھوٹ جائے اور دھبہ جاتا رہے، چاہے جتنی دفعہ میں چھوٹے، جب نجاست چھوٹ جائے گی تب کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر بدن میں لگ گئی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر پہلی ہی دفعہ میں نجاست چھوٹ گئی تو دو مرتبہ اور دھو لینا بہتر ہے اور اگر دو مرتبہ میں چھوٹی تو ایک مرتبہ اور دھوئے، غرضیکہ تین مرتبہ پورا کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ:- اگر نجاست ایسی ہے کہ کئی مرتبہ دھونے اور نجاست کے چھوٹ جانے پر بھی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا تب بھی کپڑا پاک ہو گیا، صابن وغیرہ لگا کر دھبہ چھڑانا اور بدبو دور کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ:- اگر پیشاب کے مانند کوئی نجاست لگ گئی جو دل دار (جسم والی) نہیں ہے تو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑ لے، اور تیسری مرتبہ اپنی طاقت بھر خوب زور سے نچوڑے تب پاک ہوگا۔

مسئلہ:- اگر نجاست ایسی چیز میں لگی ہے کہ نچوڑا نہیں جا سکتا جیسے لحاف، توشک، چٹائی وغیرہ، تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھیر جائے، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے پھر دھوئے پھر جب پانی ٹپکنا موقوف ہو تب پھر دھوئے، اسی طرح تین دفعہ دھوئے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ:- جوتے اور چمڑے کے موزے میں اگر دَل دار[1] نجاست لگ کر سوکھ جائے، جیسے گوبر، پاخانہ، خون وغیرہ تو زمین پر خوب گھس کر نجاست چھڑا ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے

---

[1] دَلدار یعنی جسم والی گاڑھی نجاست ۱۲

ایسے ہی کھرچ ڈالنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اگر سُوکھی نہ ہو تو بھی اگر اتنا رگڑ ڈالے اور گھس دے کہ نجاست کا نام و نشان باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ اور اگر پیشاب کی طرح کوئی نجاست جوتے میں یا چمڑے کے موزہ میں لگ گئی جو دلدار نہیں ہے تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ آئینہ کا شیشہ اور چھری چاقو، چاقو، چاندی سونے کے زیور، تانبے، لوہے گلٹ، شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو خوب پونچھ ڈالنے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانجھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں لیکن اگر نقشی[۱] چیزیں ہوں تو بے دھوئے پاک نہ ہوں گی۔

مسئلہ:۔ زمین پر نجاست پڑ گئی، پھر ایسی سُوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا نہ نجاست کا دھبہ ہے، نہ بدبو آتی ہے تو اس طرح سُوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے، لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں، البتہ نماز پڑھنا درست ہے، جو اینٹیں یا پتھر چونے یا گارے سے زمین میں خوب جما دیئے گئے ہوں اُن کا بھی یہی حکم ہے کہ سُوکھ جانے اور نجاست کا نشان نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ:۔ جو اینٹیں زمین پر فقط بچھا دی گئی ہیں یا چونا گارے سے اُن کی جڑائی نہیں کی گئی ہے وہ سُوکھنے سے پاک نہ ہوں گی اُن کو دھونا پڑے گا،

مسئلہ:۔ نجس چاقو، چھری، یا مٹی، تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ: نجس مٹی سے جو برتن کمہار نے بنائے تو جب تک وہ کچے ہیں ناپاک ہیں جب پکالئے تو پاک ہو گئے۔

مسئلہ:۔ اگر گھی جما ہوا ہو اور اس میں مرا ہوا چوہا گر جائے یا گر کر مر جائے تو اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دیا جائے اور باقی گھی کو استعمال کر لیا جائے کیونکہ جمے ہوئے گھی میں ناپاکی کا اثر زیادہ اندر نہیں پہنچے گا اور اگر گھی جما ہوا نہ ہو اور اس میں مرا ہوا چوہا گر جائے یا گر کر مر جائے تو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جتنی جگہ

---

[۱] یعنی جن میں پھول پتی کے گڑھے ہوں ۱۲۔

میں مرا ہوا چوہا گرا ہے' وہ جگہ اور اس کے علاوہ سارا ہی گھی ناپاک ہو گیا، اس کے پاک کرنے کا طریقہ ابھی ہم لکھیں گے، اس سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ گھی بطور مثال بتایا ہے اور چوہے کا ذکر بھی بطور مثال آ گیا ہے، گھی کی طرح اگر کوئی اور جمی ہوئی چیز ہو جیسے تیل، بناسپتی گھی، شیرہ چربی وغیرہ اس کے اندر اگر مرا ہوا چوہا یا کوئی ناپاک چیز گر جائے تو جتنی جگہ میں وہ ناپاک چیز پڑی ہو اس جگہ اور اس کے آس پاس سے تھوڑا تھوڑا لے کر پھینک دیا جائے اور باقی استعمال کر لیا جائے۔

اور اگر جمی ہوئی چیز نہ ہو بلکہ بہتی ہوئی چیز ہو تو اس طرح کچھ حصّہ پھینک دینے سے پاک نہ ہو گا بلکہ اسے تین مرتبہ دھو کر پاک کیا جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ جس قدر تیل یا گھی ہو اس قدر یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکایا جائے جب وہ پانی جل جائے تو پھر اسی قدر پانی ڈال کر پکایا جائے، جب دوسری مرتبہ ڈالا ہوا پانی بھی جل جائے تو تیسری بار پھر اسی قدر پانی ڈال کر پکایا جائے، جب تیسری بار کا پانی بھی جل جائے تو تیل یا گھی جو بھی کچھ تھا پاک ہو جائے گا۔

اور ایک طریقہ یہ ہے کہ جتنا گھی یا تیل ہو اسی قدر پانی ڈال کر ہلاؤ، جب پانی اوپر آ جائے تو اس کو کسی طرح اٹھا لو، پھر اسی قدر پانی ڈال کر ہلاؤ۔ جب پانی اوپر آ جائے تو اس کو کسی طرح اٹھا لو، پھر تیسری بار بھی ایسا ہی کرو، اس طرح سے گھی تیل پاک ہو جائے گا، اگر ناپاک ہو جانے کے بعد گھی تیل جم گیا ہے تو اس کو آگ پر رکھ دو تاکہ پگھل جائے، اس کے بعد مذکورہ طریقہ سے پاک کر لو۔

اگر آٹا گوندھا ہوا رکھا ہو، اور اس میں کُتا یا بندر منہ ڈال کر جھوٹا کر دے تو جہاں اس کا منہ لگا ہے اگر اس جگہ سے تھوڑا تھوڑا سا نکال دیا جائے تو باقی آٹا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ:- زندہ چوہا پانی یا گھی وغیرہ میں گر جائے تو ناپاک نہیں ہو گا، ہاں چوہے کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مسئلہ:- جس حلال جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر لیا جائے تو اس کی کھال اور گوشت اور چربی کے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں، البتہ کھال میں اگر کسی جگہ گوبر یا پیشاب لگا ہوا ہو یا ذبح کرتے وقت خون لگ گیا ہو تو اس کو دھو ڈالے اور شریعت کے مطابق ذبح کردہ جانور کی کھال کے لئے دباغت کی ضرورت نہیں ہے، وہ بغیر دباغت کے بھی پاک ہے اور

اگر کوئی جانور بغیر ذبح کئے مر گیا خواہ اپنی موت مرا ہو خواہ اوپر سے گر کر موت آئی ہو یا لاٹھی اور بندوق سے مارا گیا ہو، اس کی کھال اور گوشت اور چربی ناپاک ہیں ایسے جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو سکتی ہے البتہ گوشت اور چربی وغیرہ پاک نہیں ہو سکتے۔

دباغت کے بعد اگر اس کا مشکیزہ بنالیا اور اس میں پانی بھر دیا تو وہ پانی ناپاک نہ ہوگا، اگر اس کھال کے موزے، دستانے، صدری، ٹوپی، کوٹ وغیرہ بنالیا اور ان چیزوں کے بدن پر ہوتے ہوئے نماز پڑھ لی، تو نماز ہو جائے گی۔

دباغت کا مطلب یہ ہے کہ کھال کو نمک یا کوئی مسالہ، ببول کا برادہ، مٹی وغیرہ لگا کر آلائش دور کر دی جائے اور اس کو سکھا دیا جائے جس سے سڑنے سے محفوظ ہو جائے۔

مسئلہ: جن جانوروں کا کھانا حرام ہے جیسے شیر، بھیڑیا، گیدڑ، بندر وغیرہ ان کی کھال بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر ان جانوروں کو بسم اللہ اکبر کہہ کر کوئی مسلمان ذبح کر دے تب بھی اُن کی کھال پاک ہو جاتی ہے، اس صورت میں سکھانا، دوا لگانا پاک ہونے کے لئے شرط نہیں ہے لیکن جس کا گوشت کھانا حرام ہے اس کا گوشت شرعی طور پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہ ہوگا، البتہ اس طرح اس کی کھال پاک ہو جائے گی۔

مسئلہ: سور کا ہر ہر جزو نجس ہے، اس کی کھال اور بال، ہڈی اور گوشت وغیرہ سب کچھ ناپاک ہے، دباغت سے بھی اس کی کھال پاک نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ: خون نجاستِ غلیظہ ہے، خواہ حیض کا خون ہو، خواہ نفاس کا، خواہ استحاضہ کا، خواہ بدن کے کسی اور حصہ سے نکلا ہو، جب کسی کپڑے پر خون لگ گیا تو جتنی جگہ لگا ہے اتنی ہی جگہ ناپاک ہو گئی، جب اس جگہ کو پاک پانی سے دھو ڈالے تو وہ کپڑا پاک ہو جائے گا، اگر خون کپڑے میں لگ کر سوکھ گیا ہو تو دھونے سے پہلے کھرچ ڈالنا بہتر ہے، تاکہ پانی سے پاک صاف کرتے وقت آسانی ہو، اگر صابن سے دھو دے تو یہ بھی ٹھیک ہے، بہرحال جس جگہ خون لگا ہو صرف وہی جگہ ناپاک ہو گی، پورا کپڑا دھونا لازم نہیں ہے بلکہ پورے کپڑے کو یہ سمجھ کر دھونا کہ شرعاً پورا دھونا لازم ہے بدعت ہو گا، خوب سمجھ لو۔

اسی طرح جس کپڑے میں میاں بیوی کا مخصوص عمل ہوا وہ بھی ناپاک نہیں ہوتا ہاں جس جگہ نجاست لگ جائے وہ جگہ ناپاک ہو جائے گی، بعض جگہ دستور ہے کہ شادی کی رات گذارنے

پر صبح کو دُلہن کے سب کپڑے مکمل دھوتے ہیں اور ریشمیں کپڑوں کا ناس کر دیا جاتا ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔

مسئلہ: لڑکا ہو یا لڑکی، دونوں ہی کا پیشاب ناپاک ہے۔ لڑکی کے پیشاب کو خوب اچھی طرح دھونا لازم ہے اور لڑکے کے پیشاب پر ملے بغیر ہی پانی بہادینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ علمائے نے یہ لکھی ہے کہ لڑکی کے پیشاب میں گاڑھا پن ہوتا ہے اور بدبو زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اچھی طرح دھونے کو فرمایا، اور لڑکے کے پیشاب میں یہ بات نہیں ہے، اس لئے پانی بہادینا ہی کافی ہو جاتا ہے لیکن یہ مسئلہ اسی بچّہ کے پیشاب کے بارے میں ہے جو دودھ پیتا ہو، اگر دودھ پینے کا زمانہ ختم ہو گیا تو اس وقت یہ حکم نہ ہو گا بلکہ اس صورت میں لڑکے کا پیشاب بھی اچھی طرح دھویا جائے گا۔

مسئلہ: مردار کے بال اور سینگ اور ہڈی یہ سب چیزیں پاک ہیں، اگر پانی میں گر جائیں تو ناپاک نہ ہو گا، بشرطیکہ ان چیزوں پر چکنائی یا خون نہ لگا ہو۔

مسئلہ: سانپ کی کینچلی پاک ہے۔

مسئلہ: رومالی گیلی ہو تو ہوا نکلنے سے کپڑا نجس نہیں ہو گا۔

جھُوٹے کا بیان

ہر آدمی کا جھُوٹا پاک ہے، چاہے مرد ہو چاہے عورت، چاہے مسلمان ہو چاہے کافر ہو، چاہے حیض و نفاس والی عورت ہو، چاہے وہ مرد و عورت ہو جس پر غسل فرض ہے، اسی طرح ان سب کا پسینہ بھی پاک ہے، ہاں اگر منہ میں کوئی ظاہری نجاست ہو مثلاً خون، شراب قے تو جب تک یہ چیزیں کُلّی کر کے پاک کرنے یا لُعاب سے صاف کرنے سے ختم نہ ہو جائیں اس وقت تک جھُوٹا پاک نہ ہو گا۔

مسئلہ: کتّا، سُوَر، شیر، بھیڑیا، بندر، گیدڑ اور جتنے چیر پھاڑ کرنے والے حیوان ہیں ان سب کا جھوٹا ناپاک ہے۔

مسئلہ: بلّی اور چوہے کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے، ہاں اگر بلّی نے چوُہا کھایا اور فوراً آکر برتن میں منہ ڈالا تو ناپاک ہو جائے گا اور اگر تھوڑی دیر ٹھہر کر زبان سے مُنہ چاٹ کر برتن میں ڈالا تو ناپاک نہیں ہو گا بلکہ مکروہ ہی رہے گا۔

مسئلہ: کھلی ہوئی مُرغی جو اِدھر اُدھر پھرتی ہے اور ہر طرح کی پاک و ناپاک چیزیں کھاتی ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے، بشرطیکہ اس کی چونچ پر ناپاکی کا یقین نہ ہو، اور اگر اس کی چونچ ناپاک ہونے کا یقین ہو تو چونچ ڈالنے سے پانی، سالن وغیرہ ناپاک ہو جائے گا اور جو مُرغی بند رہتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ بھی نہیں بلکہ بلا کراہت پاک ہے۔

مسئلہ: شکار کرنے والے پرندے جیسے شکرہ، باز وغیرہ ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے، لیکن ان میں سے جو پالتو ہو اور بند رہتا ہو، مُردار نہ کھاتا ہو، اور اس کی چونچ میں ناپاکی نہ ہونے کا یقین ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

مسئلہ: حلال جانور جیسے مینڈھا، بکری، گائے، بیل، بھینس، ہرنی وغیرہ اور حلال پرندے جیسے فاختہ، طوطا، مینا، چڑیا، ان سب کا جھوٹا پاک ہے اور گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

مسئلہ: اگر کہیں گدھے، یا خچر کا جھوٹا پانی ملے، اور اس کے سوا پاک پانی نہ ہو تو ایسی صورت میں وضوء اور تیمّم دونوں کرے۔

مسئلہ: جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے اور جن کا جھوٹا نجس ہے ان کا پسینہ بھی نجس ہے اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

استنجے کا بیان

پاخانہ اور پیشاب کے بعد جو ناپاکی بدن میں لگ رہے اس کے دُور کرنے کو استنجا کہتے ہیں، پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے یا پتھر سے پیشاب کے قطروں کو خشک کر لیا جائے پھر پانی سے دھویا جائے، پاخانہ کے بعد مٹی یا پتھر کے تین یا پانچ یا سات ڈھیلوں سے پاخانہ کے مقام کو صاف کرے، پھر پانی سے دھوئے، جب پاخانہ جانے کا ارادہ ہو تو بسم اللہ کہہ کر یہ پڑھے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ (مشکوٰۃ)

"میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں نر و مادہ شیاطین سے۔"

اس کے بعد بایاں پاؤں بیت الخلاء میں رکھے، اور اس طرح بیٹھے کہ نہ قبلہ کی طرف منہ ہو اور نہ پشت، بائیں پاؤں پر بوجھ دے کر بیٹھے، اپنی شرمگاہ اور نجاست کی طرف

نہ دیکھے اور فارغ ہو کر بائیں ہاتھ سے استنجار کرے، پھر بیت الخلاء سے اوّل داہنا پاؤں باہر نکالے، پھر بایاں اور باہر آنے کے بعد غُفْرَانَكَ کہے، پھر یہ پڑھے،

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

"سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے مجھ سے دور کر دیا گندگی کو اور مجھے آرام دیا"

مسئلہ:۔ داہنے ہاتھ سے استنجار کرنا، پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف پُشت یا منہ کرنا، ہڈی سے استنجا کرنا منع ہے۔

مسئلہ:۔ سوراخ میں پیشاب کرنا، تالاب اور تالاب کے گھاٹ پر پیشاب یا پاخانہ کرنا بھی منع ہے۔

مسئلہ:۔ جس چیز کو آدمی یا جانور کھاتے ہوں اس سے استنجاء نہ کرے۔

مسئلہ:۔ پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت بات کرنا منع ہے۔

وضو، غُسل اور تیمّم کا بیان

وضو:۔ وضو میں چار فرض ہیں۔ (۱) پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی لَو تک مُنہ دھونا (۲) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں:۔ (۱) نیت کرنا (۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۳) دونوں ہاتھ کلائی تک دھونا (۴) کلی کرنا (۵) مسواک کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) تین تین بار دھونا، (۸) سارے سر اور کانوں کا مسح کرنا (۹) ڈاڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا (۱۰) لگاتار اس طرح دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے اور دوسرا عضو دُھل جائے (۱۱) ترتیب وار دھونا کہ پہلے منہ دھوئے پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے پھر پاؤں دھوئے۔

فائدہ:۔ سنت چھوڑنے سے وضو تو ہو جاتا ہے مگر ثواب کم ملتا ہے۔

فائدہ:۔ وضو میں کوئی واجب نہیں ہے۔

مستحبات وضو:۔ یہ چیزیں وضو میں مستحب ہیں۔ (۱) قبلہ رُخ ہو کر بیٹھنا (۲) مل کر دھونا

(۳) داہنی طرف سے دھونا شروع کرنا (۴) بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا (۵) دوسرے سے مدد نہ لینا۔

مکروہات وضو:۔ وضو میں یہ چیزیں مکروہ ہیں (۱) ناپاک جگہ وضو کرنا (۲) سیدھے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۳) وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں کرنا (۴) خلافِ سنت وضو کرنا۔ (۵) پانی زیادہ بہانا (۶) زور سے چھپکے مارنا۔

نواقضِ وضو:۔ ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے: پاخانہ، پیشاب، مذی، ہوا کا نکلنا، خون یا پیپ نکل کر بہہ جانا، منہ بھر کر قے ہونا، ٹیک لگا کر سو جانا، مست یا بے ہوش ہو جانا، رکوع و سجدہ والی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا۔

وضو کرنے کا مسنون طریقہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو دل میں نیت کرو کہ میں وضو کرتا ہوں، پھر بسم اللہ پڑھ کر تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھوؤ، پھر تین مرتبہ کلی اور مسواک کرو، اس کے بعد تین دفعہ ناک میں پانی ڈالو، بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرو، پھر تین دفعہ منہ دھوؤ، پیشانی سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک، اگر ڈاڑھی گھنی ہو تو جو بال چہرے کی حد میں ہیں ان کا دھونا فرض ہے اور جو بال حدِ چہرے سے بڑھے ہوں اُن کا دھونا لازم نہیں البتہ ایسی ڈاڑھی کا خلال کرنا سُنت ہے اور جو ہلکی ڈاڑھی ہو جس میں کھال نظر آتی ہو اس کے نیچے ٹھوڑی کو دھونا فرض ہے، اس کے بعد دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین بار دھوؤ، پھر مسح کرو، مسح کا طریقہ یہ ہے کہ پانی سے دونوں ہاتھوں کو تر کر کے سب انگلیاں برابر ملا کر پیشانی کے بالوں پر رکھ کر گُدی تک لے جاؤ پھر گُدی سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو واپس پیشانی تک لاؤ، اس کے ساتھ ہی کانوں کا مسح اس طرح کرو کہ کانوں کے دونوں سوراخوں میں شہادت کی انگلیاں ڈال کر انگوٹھوں سے کانوں کی پشت پر مسح کرو، مسح صرف ایک ہی مرتبہ کرنا چاہیئے، اس کے بعد دایاں پاؤں ٹخنوں تک تین دفعہ دھوؤ اسی طرح بایاں پاؤں بھی تین دفعہ دھوؤ۔

وضو کے بعد یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

ترجمہ: "اے میرے اللہ تو مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا"۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ دو رکعتوں کی طرف دھیان رکھا تو اس کے لئے جنّت واجب ہوگئی۔ (مشکوٰۃ شریف)

تیمّم کا بیان

جس کو وضو یا غسل کرنے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے، یا پانی تو ہو لیکن اس کے استعمال سے بیماری بڑھنے یا بیمار ہو جانے کا سخت خوف ہو، یا رسّی ڈول کنویں سے پانی نکالنے کا سامان موجود نہ ہو یا دشمن کا خوف ہو یا سفر میں پانی ایک میل کے فاصلہ پر ہو تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل کی جگہ تیمّم کرلے۔

تیمّم کا طریقہ تیمّم میں نیّت فرض ہے، یعنی نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے کے لئے یا نماز پڑھنے کے لئے تیمّم کرتا ہوں، نیّت کے بعد دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارے، پھر ہاتھ جھاڑ کر تمام مُنہ پر ملے اور جتنا حصّہ مُنہ کا وضو میں دھویا جاتا ہے اتنے حصّہ پر ہاتھ پہنچائے، پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے، اور انگلیوں کا خلال بھی کرے، وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں ہے اور جتنی پاکی وضو اور غسل سے ہوتی ہے اتنی ہی تیمّم سے بھی ہو جاتی ہے، اگر بیس سال بھی پانی نہ ملے تو تیمّم ہی کرتا رہے۔

تنبیہ: پتھر پر تیمّم جائز ہے اس پر مٹی یا غبار ہو یا نہ ہو لیکن کپڑے پر جائز نہیں بعض آدمی ریل میں سفر کرتے ہوئے پانی نہ ملنے پر اپنی چادر پر تیمّم کر لیتے ہیں یہ جائز نہیں۔

نواقضِ تیمّم جو چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے، پانی کا ملنا اور اس کے استعمال پر قادر ہونا بھی تیمّم کو توڑ دیتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کا وضو بھی نہیں اور غسل بھی نہیں ہے تو ایک ہی تیمّم کافی ہے وضو اور غسل کی نیّت کر کے الگ الگ دو مرتبہ تیمّم کرنا لازم نہیں۔

غُسل کا بیان

ان چیزوں سے غسل فرض ہو جاتا ہے، احتلام ہونا، جاگتے میں شہوت سے منی نکلنا، صحبت کرنا (اگرچہ منی نہ نکلے) حیض ختم ہونا، نفاس بند ہونا، جس پر غسل واجب ہو جائے اسے شریعتِ اسلامیہ میں "جنب" کہا جاتا ہے۔

فائدہ: حیض اس خون کو کہتے ہیں جو عورتوں کو ہر ماہ آتا ہے اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔

فرائضِ غُسل غسل میں تین فرض ہیں (۱) خوب حلق تک پانی سے مُنہ بھر کر کُلّی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی چڑھانا جہاں تک نرم جگہ ہے۔ (۳) تمام بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا۔

سُنَنِ غُسل غسل کی سنّتیں یہ ہیں۔ (۱) نیت پاک ہونے کی کرنا (۲) اوّل ظاہری ناپاکی کو دُور کرنا اور استنجا کرنا (پھر وضو کرنا) (۳) سارے بدن پر تین بار پانی بہانا (۴) بدن کو اچھی طرح ملنا۔

غسل کا مسنُون طریقہ جب غسل کرنے کا ارادہ کرے تو اوّل دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے پھر استنجا کرے، اور اگر ظاہری ناپاکی کسی جگہ لگی ہے تو اسے دھو ڈالے، پھر وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو کرتے ہیں، خوب مُنہ بھر کر کلّی کرے، روزہ نہ ہو تو غرارہ بھی کرے اور ناک میں خوب خیال کرکے پانی چڑھائے۔ اگر پتھر یا پکّی زمین پر غسل کر رہا ہے تو دونوں پاؤں بھی اسی وضو میں دھولے، وضو کے بعد تھوڑا سا پانی لے کر سارے بدن کو ملے، پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالے اور اس کے بعد داہنے کاندھے پر پھر بائیں کاندھے پر پانی ڈالے، اور ہر جگہ پانی پہنچا دے، بال برابر بھی کوئی جگہ سُوکھی رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا، پھر اس جگہ سے ہٹ جائے اور پاؤں دھولے، اگر وضو کے وقت پاؤں دھولئے تھے تو اب پاؤں کو دھونے کی حاجت نہیں۔

مسئلہ: اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ فلاں جگہ پانی نہ پہنچا تھا تو پھر سے پورا غسل کرنا لازم نہیں بلکہ خاص اسی جگہ کو دھولے، اگر کلّی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو خاص اس کمی کو پورا کرنے سے غسل پورا ہو جائے گا۔

غسلِ جمعہ: جمعہ کے دن نماز سے قبل غسل کرنا سنت ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی ترغیب آئی ہے۔

مذی اور منی پاک کرنے کے مسائل

مرد و عورت میں اللہ تعالیٰ نے فطری تقاضے رکھے ہیں، میاں بیوی کو جو ایک دوسرے کی طرف خاص میلان ہوتا ہے اسے خواہش اور شہوت کہتے ہیں، جب شہوت ہوتی ہے تو پہلے پہلے کچھ گاڑھا سا پانی نکلتا ہے، اس سے شہوت بڑھتی ہے اس پانی کو مَذِی کہتے ہیں، شہوت اور خواہش بڑھتے بڑھتے پھر ایک مادہ خارج ہوتا ہے جس کے نکل جانے پر خواہش ختم ہو جاتی ہے، اس مادہ کو مَنی کہتے ہیں۔

مسئلہ: مذی اور منی دونوں ناپاک ہیں، کپڑے یا بدن پر (ایک روپیہ کے پھیلاؤ سے) زیادہ مقدار میں لگی ہوں تو نماز نہ ہو گی، ان کو دھو کر نماز پڑھیں اور افضل یہ ہے کہ نمازی کے بدن یا کپڑے پر ذرا سی نجاست بھی نہ ہو۔ مذی نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جاگتے میں یا سوتے میں منی نکلنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے البتہ مردوں کو جو جریان کی بیماری ہو جاتی ہے جس میں خواہش کے بغیر منی کے قطرے آجاتے ہیں، یا عورتوں کو بیماری کی وجہ سے (لیکوریا کے مرض میں) جو سفید پانی آتا رہتا ہے، اس سے غسل فرض نہیں ہوتا ہاں اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: منی اور مذی دونوں کو اگر اس طرح دھو ڈالیں کہ بدن یا کپڑے سے چھوٹ جائیں تو بدن اور کپڑا پاک ہو جاتا ہے، البتہ منی اگر خوب گاڑھی ہو جو بتاشہ کی طرح کپڑے پر جم کر خشک ہو گئی ہو، اور اس میں پیشاب یا کوئی دوسری ناپاکی نہ مل گئی ہو، تو ایسی صورت میں خوب رگڑ دینے سے بھی کپڑا پاک ہو جاتا ہے، بشرطیکہ رگڑنے سے منی بالکل چھوٹ جائے۔

بعض احادیث میں پاک کرنے کا یہ طریقہ بھی آیا ہے اور یہ طریقہ صرف خشک منی کے لئے ہے لیکن ہمارے زمانے میں چونکہ غذائیں خراب ہیں، مصنوعی گھی، چربی اور ملاوٹ کی چیزیں کھائی جاتی ہیں، اس لئے ایسی گاڑھی منی آج کل عموماً نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں منی تر ہو یا خشک اس کو دھو کر ہی کپڑا پاک کر لیں۔

فرضیّت غسل کے بارے میں کچھ تفصیل

مسئلہ :۔ کبھی کبھی نفسانی اُبھار کی وجہ سے مرد و عورت کو احتلام ہو جاتا ہے اور منی خارج ہو جاتی ہے اگر منی خارج ہو جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے۔ اس میں شہوت اور بے شہوت کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اس پر جُنب کے احکام جاری ہو جاتے ہیں اگر صرف خواب نظر آئے اور بیدار ہونے پر کوئی تری معلوم نہ ہو تو صرف خواب کی وجہ سے غسل فرض نہ ہو گا۔

مسئلہ :۔ اگر میاں بیوی آپس میں وہ کام کریں جس میں شرم کی سب حدیں ختم ہو جاتی ہیں تو اس صورت میں غسل فرض ہونے کے لئے مرد یا عورت کی منی خارج ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جب مرد نے اپنے خاص جسم کا اگلا حصّہ (یعنی سُپاری) داخل کر دی تو مرد و عورت دونوں پر غسل فرض ہو گیا، منی خارج ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ :۔ اگر کسی بے ہودہ مرد نے خلاف وضعِ فطری کے عورت سے صحبت کی یعنی پیچھے کی راہ سے شہوت پوری کی اور سُپاری اندر چلی گئی، تب بھی دونوں پر غسل فرض ہو گیا منی خارج ہو یا نہ ہو، اور یہ سخت گناہ ہے اور حرام ہے ایسا کرنے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔ اگر کسی لڑکے یا مرد سے شہوت والا کام کر لیا (جو سخت حرام اور باعث لعنت ہے)۔ تو اس سے بھی غسل فرض ہو جاتا ہے جس سے ایسی حرکت کی ہے اگر بالغ ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ شہوت کے ساتھ جس طرح اور جس طریقہ سے بھی منی نکلے غسل فرض ہو جاتا ہے۔

جُنُبْ کے بعْض احکام

مسئلہ :۔ جس پر غسل فرض ہو اس کا جسم اس طرح کا ناپاک نہیں ہو جاتا کہ اس سے ملنا جلنا، بات کرنا، اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا ناجائز ہو، ہاں اگر اس کے بدن میں ظاہری ناپاکی لگی ہو گی اور وہ ناپاکی دوسرے آدمی کو لگ جائے تو دوسرے آدمی کا اسی قدر حصہ ناپاک ہو جائے گا جتنے حصّہ میں ناپاکی لگی ہے، غسل فرض ہو جانے کے بعد میاں بیوی میں سے

اگر کوئی شخص پہلے غسل کرلے اور دوسرے نے ابھی غسل نہ کیا ہو تو آپس میں مل کر لیٹنے میں کچھ حرج نہیں ہے، دوسرا شخص بعد میں غسل کر سکتا ہے، ہاں اگر پاس لیٹنے سے دوبارہ غسل فرض ہو جائے تو جو غسل کر چکا ہے اسے دوبارہ غسل کرنا لازم ہے۔ غسل کی فرضیت حکمِ شرعی کی وجہ سے ہے اسی لئے فرضیتِ غسل کی حالت کو نجاستِ حکمیہ کہا جاتا ہے، نجاستِ حکمی کی وجہ سے لعاب اور پسینہ ناپاک نہیں ہوتا، بلکہ اگر غسل کرتے ہوئے استعمال شدہ پانی کے کچھ چھینٹیں پانی میں گر جائیں جو حقیقی ناپاکی کے اوپر سے نہ گذری ہو تو ان کی وجہ سے پانی ناپاک نہ ہوگا، اگر یہ چھینٹیں کپڑوں پر پڑ جائیں تو کپڑے پاک ہی رہیں گے۔

اگر کسی پر غسل فرض ہو تو اس کو کھانا پینا اور سونا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ وضو کر لے اس کے بعد کھائے پیئے اور سوئے، ان مسائل کو خوب سمجھ لیں، ان کو سمجھ لیں گے تو شریعت اسلامیہ کی آسانیاں سمجھ میں آجائیں گی۔

جس پر غسل فرض ہو اس کے لئے یہ جائز تو ہے کہ نماز پڑھنے کا وقت ہونے تک غسل نہ کرے لیکن بہتر یہی ہے کہ جلد از جلد غسل کرلے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کو جُنب سے ضد ہے، جس گھر میں جُنب ہو اس میں جانے سے فرشتوں کو تکلیف محسوس ہوتی ہے، اس لئے ایسے گھر میں نہیں جاتے جس میں جُنب ہو، البتہ ایک حدیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ جُنب اگر وضو کرلے تو فرشتوں کو اس کے قریب جانے سے گریز نہیں ہوتا۔[۱] لہٰذا غسل فرض ہو جانے کے بعد اگر غسل کرنے میں نفس سستی کرنے لگے تو کم از کم وضو کر لیں، خصوصاً رات کو اگر ایسی صورت پیش آجائے تو وضو کرکے سو جائیں اور پھر فجر کی اذان ہو جانے پر غسل کرکے نماز فجر ادا کرلیں۔ غسل فرض ہو جانے کی حالت میں اگر کچھ کھانا چاہیں تو وضو کرکے کھانا پینا بہتر ہے۔

موزوں کا مسح

اللہ پاک کے دین میں بڑی بڑی آسانیاں ہیں، انہی میں سے ایک یہ آسانی ہے کہ اگر چمڑے کے موزے وضو کرکے پہن لے اور پھر وضو ٹوٹ جائے تو اب وضو کرتے وقت موزے

---

[۱] مشکوٰۃ، ص ۵۰، عن ابی داؤد، ۱۲

اتار کر پاؤں دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ وضو کر کے موزوں پر مسح کر لینا کافی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ موزوں سے دونوں پاؤں کے ٹخنے چھپے ہوئے ہوں۔

مسئلہ :۔ مسافر تین دن تین رات اور جو گھر پر ہے وہ ایک دن ایک رات کے اندر اندر جتنی مرتبہ وضو کرے موزوں پر مسح کر سکتا ہے، جب یہ مدت گذر گئی تو اب موزے اتار کر پاؤں دھوئے بغیر وضو نہ ہوگا، اور یہ ایک دن ایک رات (مقیم کے لئے) اور تین دن تین رات (مسافر کے لئے) اس وقت شمار ہوں گے جس وقت موزے پہننے کے بعد وضو ٹوٹتا ہے۔

مسئلہ :۔ موزہ پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے پوری انگلیوں کو پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر پنڈلی تک ایک بار کھینچ لے، اور کم سے کم ہاتھ کی تین انگلیوں سے مسح کرے، اگر دو انگلیوں سے مسح کیا تو درست نہیں ہوا۔

مسئلہ :۔ وضو ٹوٹنے سے موزہ کا مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ایک موزہ اتار دیا تو دونوں پیروں کا مسح ٹوٹ گیا، اسی طرح دونوں موزوں یا ایک موزہ کے اندر پانی بھر گیا، تو بھی دونوں پاؤں کا مسح ٹوٹ گیا، اور اگر مسح کی مدت ختم ہو گئی تب بھی مسح ٹوٹ گیا، ان تینوں صورتوں میں اگر وضو نہیں ٹوٹا بلکہ صرف مسح ٹوٹا ہے تو صرف پاؤں دھو کر اوپر سے موزے پہن کر اسی وضو سے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ پورا وضو دُہرانا لازم نہیں۔

مسئلہ :۔ جس پر غسل فرض ہو گیا اس کے لئے موزوں کا مسح درست نہیں، پاؤں دھوئے بغیر غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ عام طور سے جو بنے ہوئے موزے پہنے جاتے ہیں جو بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں اُن پر مسح درست نہیں ہے۔

حیض کے ضروری مسائل

ہر ماہ عورتوں کو سامنے کی راہ سے خون آتا ہے، شریعت میں اس کو حیض آنا کہتے ہیں۔ شرعاً اس کے چند احکام ہیں۔ اس کی مدت کم سے کم تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے اگر تین دن سے کم آکر بند ہو جائے تو اس پر حیض کے احکام

جاری نہ ہوں گے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خون بند ہی نہیں ہوتا اور دس دن دس رات سے آگے بڑھ جاتا ہے بعض عورتوں کو کئی کئی ماہ تک آتا رہتا ہے جو عورتیں مسئلہ نہیں جانتی ہیں جب تک خون آتا رہتا ہے نہ نماز پڑھتی ہیں نہ روزہ رکھتی ہیں، یہ غلط ہے اور خلافِ شرع ہے۔

مسئلہ:۔ جس عورت کو برابر خون آرہا ہو، بند ہی نہیں ہوتا ہو تو یہ عورت غور کرے کہ گذشتہ ماہ میں (سب سے آخری مرتبہ) کتنے دن خون آیا۔ پس آخری بار جتنے دن خون آیا تھا ہر ماہ سے صرف اتنے ہی دن حیض ہے اور اس سے زیادہ جو خون ہے وہ حیض نہیں ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ کسی عورت کو مسلسل خون جاری ہونے سے پہلے سات دن حیض آتا تھا اور آخری مرتبہ بھی سات دن آیا تھا اور اب پندرہ دن آگیا یا آنا شروع ہوا تو مہینوں گذر گئے بند ہی نہیں ہوتا، تو اس صورت میں صرف سات دن حیض مانا جائے گا اور باقی ایام یعنی اس کے بعد جو آٹھ دن یا ان سے بھی زیادہ خون آیا ہے وہ حیض نہیں ہوگا، شرعاً اس زیادتی والے زمانہ میں حائضہ نہ مانی جائے گی، بشرطیکہ یہ زیادتی دس دن رات سے آگے بڑھ جائے، جب زائد دن حیض میں شمار نہیں تو ان زائد ایام کی نمازیں اس پر فرض ہوں گی جتنے دنوں نہیں پڑھیں ان کی قضا کرے اور اگر عادت کے خلاف خون زیادہ دن تک آیا مگر دس دن رات سے آگے نہ بڑھا تو یہ سب حیض شمار ہوگا اور اگر کسی عورت کو پہلی مرتبہ حیض آیا اور برابر جاری رہا حتیٰ کہ دس دن سے بڑھ گیا تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ دس دن دس رات حیض کے شمار ہوں گے اور باقی اس سے زائد جو خون آئے گا وہ حیض نہ ہوگا اگر اس عورت کا خون برابر جاری رہے تو ہر ماہ دس دس رات کے حیض میں اور باقی استحاضہ میں شمار کرتی رہے۔

مسئلہ:۔ حیض کے دنوں میں یہ ضروری نہیں ہے کہ برابر خون آتا ہی رہے۔ قاعدہ میں جب حیض کا خون آئے تو عادت کے دنوں کے اندر یا دس دن دس رات کے اندر اندر بیچ میں جو ایسا وقت گذرے گا جس میں خون نہ آیا (کبھی دو گھنٹہ کبھی ایک گھنٹہ کبھی ایک رات، کبھی ایک دن) تو یہ زمانہ بھی حیض ہی میں شمار ہوگا مثلاً کسی عورت کو پانچ دن حیض آنے کی عادت ہے، اسے تین دن تین رات حیض آیا، پھر ایک دن صاف رہی پھر خون آگیا، تو یہ ایک دن جو صاف رہنے کا تھا یہ بھی حیض میں شمار ہوگا۔

مسئلہ:۔ حیض کی مدت کے اندر سرخ، زرد، خاکی، سبز، سیاہ جو رنگ بھی ہو سب حیض

مانا جائے گا، جب گدی بالکل سفید نکلے اس وقت سمجھا جائے گا کہ حیض چلا گیا اور اگر خون بند ہی نہ ہو اور استحاضہ کی صورت ہو تو اس کا مسئلہ اوپر گذر چکا۔

مسئلہ :۔ کسی عورت کو گذشتہ حیض کے بعد پندرہ دن گذر جانے پر خون آیا اس نے یہ سمجھا کہ یہ حیض ہے اور نمازیں نہ پڑھیں، پھر وہ تین دن تین رات پورا ہونے سے پہلے موقوف ہو گیا، اور پھر پندرہ بیس دن کچھ نہ آیا، تو حیض سمجھ کر جو نمازیں چھوڑی تھیں اُن کی قضاء پڑھنا فرض ہے۔

مسئلہ :۔ دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی مدّت کم از کم پندرہ دن ہے۔ شریعت میں اس کو طہر کہا جاتا ہے، طہر کی زیادہ سے زیادہ کتنی مدت ہے؟ اس کی کوئی حد نہیں، اگر حیض آنا بند ہو جائے اور مہینوں نہ آئے تو جتنے دن بھی خون نہ آئے پاک سمجھی جائے گی۔

مسئلہ :۔ حیض والی عورت کو نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا منع ہے اور اس پر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی نے نماز کا وقت ہو جانے پر فرض نماز پڑھنی شروع کر دی اور نماز کے درمیان حیض آ گیا تو یہ نماز فاسد ہو گئی، اور ایام حیض گذر جانے کے بعد اس نماز کی قضاء لازم نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی عورت نے نماز کا وقت ہو جانے پر نماز پڑھنے میں دیر لگائی حتیٰ کہ وقت ختم ہونے کے قریب ہو گیا اور اس وقت حیض آ گیا تو اس وقت کی نماز بھی معاف ہو گئی، اب اس کی قضاء لازم نہ ہو گی۔

مسئلہ :۔ اگر سنت یا نفل نماز پڑھتے ہوئے حیض آ گیا تو نماز فاسد ہو گئی، اور اس کی قضاء لازم ہو گی۔

مسئلہ :۔ اگر فرض یا نفل روزہ کے درمیان حیض آ گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور اس کی قضاء لازم ہو گی۔

مسئلہ :۔ اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے غسل کے فرائض ادا کر سکتی ہے اور اس کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی غسل کر کے اللہ اکبر کہہ کر

نماز فرض شروع کر دے اور پوری پڑھ لے البتہ اگر نماز فجر پڑھتے ہوئے سورج نکل آیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اس کو سورج بلند ہونے کے بعد پھر سے پڑھنا لازم ہو گا اور قضا پڑھنی پڑے گی، اور اگر اس سے بھی کم وقت ملا جس میں غسل اور تکبیر تحریمہ دونوں کی گنجائش نہ تھی اس وقت کی قضاء واجب نہیں۔

مسئلہ:- اگر پورے دس دن دس رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ بالکل ذرا سا وقت ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تو اس صورت میں نماز واجب ہو جاتی ہے، اس کی قضاء پڑھنا لازم ہے۔

مسئلہ:- اگر کسی عورت کا حیض دس دن دس رات پورے ہو جانے پر ختم ہوا ہے اور اس عورت نے سستی کاہلی کی وجہ سے غسل نہیں کیا تو اس کا شوہر غسل کرنے سے پہلے بھی اس سے میاں بیوی والا خاص کام کر سکتا ہے مگر بہتر اور افضل یہی ہے کہ غسل سے پہلے پرہیز کرے۔

مسئلہ:- اور اگر دس دن کے اندر اندر عادت کے مطابق کسی عورت کا حیض ختم ہو گیا (جیسے کسی کو پانچ یا چھ دن کی عادت تھی) اور عورت نے ابھی غسل نہیں کیا ہے اور نہ کسی نماز کا آخری وقت اس قدر گذرا ہے کہ جس میں غسل کرنے اور تکبیر تحریمہ کہنے کی گنجائش باقی ہو تو اس صورت میں اس کا شوہر اس سے اپنا خاص کام نہیں کر سکتا، ہاں اگر عورت غسل کر چکی ہے یا ایک نماز کا اتنا وقت گذر گیا کہ جس میں غسل کر کے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ سکتی تھی تو میاں بیوی کا خاص کام جائز ہو گیا۔

مسئلہ:- جتنے دن حیض آنے کی عادت ہے اگر اس سے کم دن حیض آ کر رہ گیا، (مثلاً سات دن کی عادت تھی، کسی مہینہ پانچ دن آ کر خون بند ہو گیا) تو عورت کو چاہیئے کہ غسل کر کے نماز اور فرض روزہ شروع کر دے، لیکن اس کے شوہر کو اپنا خاص کام کرنا جائز نہیں ہے، اگرچہ غسل کر چکی ہو، ایام عادت پورے ہونے کا انتظار کرے۔

مسئلہ:- ماہواری کے زمانہ میں عورت کے ہاتھ، پاؤں، منہ اور لعاب اور پہنے ہوئے کپڑے ناپاک نہیں ہو جاتے ہیں، البتہ جس جگہ بدن یا کپڑے میں خون لگ جائے گا وہ جگہ ناپاک ہو جاتی ہے، ماہواری والی عورت کے ساتھ دوسری عورتوں کا یا اس کی اولاد کا یا اس کے شوہر

یا دوسرے محرموں کا اٹھنا بیٹھنا منع نہیں ہو جاتا ہے، حیض والی عورت کا جھوٹا پاک ہے، اس کی گود میں لیٹ کر اس کا شوہر قرآن شریف پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں۔ جب حیض کے زمانہ میں یہ بات ہے تو استحاضہ میں بطریق اولیٰ اس کے ظاہری جسم اور لعاب کو پاک مانا جائے گا اور جو حکم حیض کے زمانہ کا ہے وہی نفاس کے زمانہ کا بھی ہے۔

یہودیوں اور ہندوؤں میں دستور ہے کہ حیض والی عورت کو اچھوت بنا کر چھوڑ دیتے ہیں، نہ وہ برتن کو ہاتھ لگائے، نہ کسی کا کپڑا چھوئے، شریعت اسلامیہ میں ایسا نہیں ہے:

قال ابن عابدین الشامی ولا یکرہ طبخھا ولا استعمال ما مسته من عجین او نحوھما ولا ینبغی ان یعزل عن فراشھا لان ذٰلك یشبه فعل الیھود، بحر، وفی السراج یکرہ ان یعزلھا فی موضع لا یخالطھا فیه۔

"حیض والی عورت کا کھانا پکانا اس کے چھوئے ہوئے آٹے اور پانی وغیرہ کو استعمال کرنا مکروہ نہیں ہے، اس کے بستر کو علیحدہ نہ کیا جائے کیونکہ یہ یہودیوں کے فعل کے مشابہ ہے، حیض والی عورت کو علیحدہ کر دینا کہ جہاں وہ ہو وہاں کوئی نہ جائے، ایسا کرنا درست نہیں ہے۔" (شامی ص ۱۹۴ ج ۱)

اسلام سے پہلے لوگوں نے عورت کو بہت گرا رکھا تھا اور اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی تھی، اسلام نے عورت کو بلند کیا اور اس کے احترام کا سبق دیا مگر افسوس ہے کہ آج عورتیں اسلام ہی کو مصیبت سمجھنے لگی ہیں اور اس کے احکام سے جی چراتی ہیں۔

مسئلہ: ماہواری کے زمانہ کے متعلق جو احکام ہیں اُن میں ایک یہ حکم بھی ہے کہ عورت کا شوہر اس سے لذت حاصل نہ کرے۔ میاں بیوی کا جو ایک خاص کام ہے جس میں شرم کی سب حدیں ٹوٹ جاتی ہیں یہ زمانہ حیض میں بالکل حرام ہے، اگر کبھی ایسا ہو جائے تو توبہ کریں۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے:-

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ. (البقرہ)

"یعنی عورتیں جب تک حیض سے پاک نہ ہو جائیں (اپنے مخصوص کام کے لئے) اُن کے قریب تک نہ جاؤ۔"

باقی رہا ایام ماہواری میں حیض والی عورت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا تو یہ سب جائز ہے (جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا) مگر اس بات کا خیال لازم ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک عورت کے جسم کا جو حصّہ ہے ایام ماہواری میں اس کا شوہر اس حصّہ کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ کوئی دوسرا عضو اس سے چھُوائے، ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کا جو حصّہ ہے ایام ماہواری میں شوہر اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور بوسہ دے سکتا ہے۔

استحاضہ کا حکم

اوپر والی تفصیل معلوم کر کے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہو گا کہ جو خون حیض میں شمار نہ ہو گا۔ اس کا کیا حکم ہے؟ لہٰذا اہم تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

جو خون تین دن تین رات سے کم آ کر بند ہو جائے یا عادت سے بڑھ کر دس دن سے آگے نکل جائے یا جو خون زمانۂ حمل میں آئے یا ۹ سال کی عمر ہونے سے پہلے آجائے، علمائے شریعت کی بول چال میں اس کو استحاضہ کہتے ہیں اور جس عورت کو یہ خون آتا ہو اسے مستحاضہ کہتے ہیں، حیض کے زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا منع ہے بلکہ حیض کے زمانہ کی نمازیں تو بالکل معاف ہیں اور رمضان کے روزوں کی قضا بعد میں رکھے اور استحاضہ والی عورت پر نماز فرض ہے اور اگر رمضان کا مہینہ ہو تو روزے رکھنا بھی فرض ہے اور یہ عورت وضو کر کے کعبہ شریف کا طواف بھی کر سکتی ہے اور قرآن شریف بھی چھُو سکتی ہے، اور قرآن شریف کی تلاوت بھی کر سکتی ہے اور ذکر و اذکار و تسبیحات اور دعاؤں میں بھی مشغول رہ سکتی ہے۔ نماز کا وقت آجانے پر وضو کر کے نماز پڑھے، اگر خون بند نہیں ہوتا تب بھی وضو کر کے نماز شروع کر دے، اگرچہ نماز پڑھنے میں کپڑے خون میں بھر جائیں اور جا نماز پر خون لگ جائے، قاعدہ کے مطابق (جس کا ذکر اوپر ہوا) جب حیض کے دن چلے جائیں تو ایک بار غسل کر لے، اس کے بعد اگر خون آتا رہے تب بھی اپنے کو پاک سمجھے اور وضو کر کے نماز پڑھا کرے، اگر خون بالکل بند نہیں ہوتا تو اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے جو بوقتِ ضرورت علماء سے معلوم کئے جا سکتے ہیں اور معذور کے کچھ احکام ہم بھی اس کتاب میں مریض کی نماز کے ذیل میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابی خواتین کو بہت زیادہ خون آیا، حتیٰ کہ ایک خاتون کو سات سال تک خون آتا رہا، جب آپؐ سے اس زائد خون کے جاری ہونے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ حیض کا خون نہیں ہے بلکہ شیطان

کی شرارت سے ایسا ہوا ہے کہ طبعی خون جتنا آنا چاہیئے اس سے زیادہ آگیا، شیطان اندر گھس کر رحم میں ایسی چوٹ مارتا ہے جس کی وجہ سے خون جاری رہتا ہے کہ طبعی خون جتنا آنا چاہیئے اس سے زیادہ آجاتا ہے، (انما ھذہ رکضۃ من رکضات الشیطٰن)۔

مسئلہ:۔ استحاضہ والی عورت سے صحبت کرنا حرام نہیں ہے، صحبت کرنا اور چمٹنا چومنا یہ سب درست ہے۔

نفاس کے احکام

بچہ کی پیدائش کے بعد خون جاری ہوا کرتا ہے اس خون کو نفاس کہتے ہیں اور اس زمانہ میں عورت کو نفساء کہا جاتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہے چالیس دن کے اندر اندر جب بھی بند ہو جائے (خواہ صرف ایک دن آکر بند ہو جائے)، تو غسل کرکے نماز شروع کردے۔ چالیس دن پورے ہو جانے پر بھی خون بند نہ ہو تب بھی نفاس ختم ہو گیا، اب غسل کرے اور وضو کرکے نمازیں پڑھتی رہی کیونکہ اس پر پاک عورت کے احکام شروع ہو گئے، عورتوں میں جو یہ دستور ہے کہ خواہ مخواہ چالیس دن نماز سے رو کے رکھتی ہیں اگرچہ خون آنا پہلے ہی بند ہو جائے یہ غلط ہے اور خلاف شرع ہے، اگر چالیس دن پورے ہو چکے اور خون برابر آتا ہے کسی وقت بھی بند نہیں ہوتا، تب بھی ایک بار غسل کرکے نماز شروع کر دے، پھر ہر فرض نماز کا وقت آنے پر نیا وضو کر لیا جائے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگر کسی عورت کے پہلی بار ولادت ہوئی ہے اور خون چالیس دن جاری رہا تو چالیس دن پورے ہو جانے پر غسل کرکے نماز شروع کردے، اور اگر کسی عورت کی پہلے بھی اولاد ہو چکی ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس ولادت سے پہلے جو ولادت ہوئی تھی اس وقت اتنے دن خون آیا تھا تو چالیس دن کے اندر اندر سب نفاس ہی کا خون مانا جائے گا لیکن اگر چالیس دن سے بڑھ گیا تو پچھلی مرتبہ کے ایام گذرنے کے بعد جس قدر زائد دن ہوں گے وہ سب پاکی میں شمار ہوں گے اور اس زائد خون کو استحاضہ کہیں گے۔

مثلاً کسی عورت کو ۳۰ دن نفاس آتا تھا اب ایک مرتبہ ۳۵ دن آگیا، تو یہ نفاس ہے لیکن اگر ۴۵ دن آگیا تو ۳۰ دن کے بعد جو ۱۵ دن ہیں یہ نفاس میں شمار نہ ہوں گے بلکہ ان ایام

ہیں عورت پر پاکی کے احکام جاری ہوں گے اور نفاس سمجھ کر ۳۰ دن کے بعد جو نمازیں ترک کی ہیں اُن سب کی قضاء لازم ہو گی اچھی طرح سمجھ لو۔

مسئلہ :۔ اگر کسی عورت کو ولادت کے بعد بالکل ہی خون نہ آئے تو پیدائش کے بعد ہی غسل کر کے نماز شروع کر دے، اگر غسل سے جان کا خطرہ ہو یا شدید مرض میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور گرم پانی بھی ایسا ہی ضرر دے تو غسل کی جگہ تیمم کرلے اور نماز کے لئے وضو اور (بصورت جواز تیمم) تیمم کر لیا کرے، پھر جب اندیشہ ہلاکت یا شدید مرض کا جاتا رہے (جس کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمم کیا تھا) تو غسل کرلے، نماز کی طاقت کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر نہ ہو تو لیٹے لیٹے پڑھے۔

مسئلہ :۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ نفاس کا خون ہر وقت آتا ہی رہے بلکہ مدت نفاس کے اندر جو خون آئے گا وہ نفاس ہو گا، اگرچہ درمیان میں دو چار گھنٹے یا ایک دو دن تک نہ آئے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی کا ناتمام بچہ جاتا رہا تو دیکھا جائے گا کہ اس کا کوئی ایک آدھ عضو (انگل ناخن وغیرہ) بن چکا تھا تو جو خون جاری ہو گا اس پر نفاس کے احکام جاری ہوں گے اور کوئی عضو نہ بنا تھا تو جو خون آئے وہ نفاس کے حکم میں نہ ہو گا، البتہ بعض صورتوں میں اسے استحاضہ اور بعض صورتوں میں حیض کہہ سکتے ہیں، ضرورت کے وقت کسی عالم سے مسئلہ دریافت کرلیں۔

مسئلہ :۔ اگر ایک حمل سے کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کی پیدائش کے درمیان گھنٹہ دو گھنٹہ یا ایک دو دن یا ایک سے زیادہ وقفہ ہو (بشرطیکہ چھ ماہ سے کم ہو) تو پہلے ہی بچہ کی پیدائش کے بعد سے جاری ہونے والا خون نفاس مانا جائے گا۔

مسئلہ :۔ حالتِ حمل میں جو خون آئے وہ حیض یا نفاس نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے نیز پیدائش سے پہلے جو خون یا پانی وغیرہ جاری ہوتا ہے وہ بھی حیض و نفاس نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے، بچہ کا اکثر حصہ باہر آنے کے بعد جو خون جاری ہو گا وہ نفاس ہو گا۔

مسئلہ :۔ پیدائش سے چھٹے دن جو عورت کو غسل دینا ضروری سمجھا جاتا ہے شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔

متفرق مسائل

مسئلہ :۔ بے وضو قرآن شریف پڑھنا درست ہے مگر چھونا بغیر غلاف کے درست نہیں ہے اور جس پر غسل فرض ہو، اس کے لئے نہ قرآن شریف پڑھنے کی اجازت ہے نہ چھونے کی، ہاں جُزدان کے ساتھ چھُو سکتا ہے اور مسجد میں داخل ہو سکتا ہے مگر بے وضو طواف کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ حیض والی عورت کو قرآن شریف پڑھنا یا اس کا چھونا یا مسجد میں داخل طواف کرنا جائز نہیں، اسی طرح نفاس والی عورت کو قرآن شریف پڑھنا یا اس کا چھونا یا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، البتہ قرآن شریف کو غلاف کے ساتھ چھونا جائز ہے مگر جلد پر جو چولی چڑھی رہتی ہے وہ غلاف کے حکم میں نہیں ہے، اگر غلاف کے اندر قرآن شریف نہیں ہے تو چڑھی ہوئی چولی کو ہاتھ لگانا اُن کے لئے جائز نہ ہوگا۔ چولی سے مراد وہ کپڑا ہے جو پٹھوں کے ساتھ سلا ہوا ہو، پلاسٹک کور جو پٹھوں سے بالکل چپکا ہوا ہو یا سلا ہوا ہوتا ہے جو جُدا نہیں ہوتا وہ بھی چولی کے حکم میں ہے، یہی تشریح جُنب کے بارے میں ہے۔

مسئلہ :۔ حیض و نفاس والی عورت اور جس پر غسل فرض ہو قرآن شریف کے علاوہ دعاء، ذکر اور تسبیح پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ :۔ حیض و نفاس والی عورت نہ روزہ رکھ سکتی ہے نہ نماز پڑھ سکتی ہے، اور پاک ہونے کے بعد بھی ان کو اس زمانہ کی نمازوں کا دُہرانا لازم نہیں ہے، ہاں اگر اس زمانہ میں رمضان شریف کے روزے آگئے ہوں تو پاک ہونے کے بعد ان کی قضاء رکھنا لازم ہے۔

مسئلہ :۔ نفاس والی عورت کے ساتھ بھی صحبت کرنا حرام ہے مگر دل لگی کرنا، چُومنا، ساتھ لیٹنا اس کے شوہر کے لئے سب درست ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِينَ

كتابُ الصَّلٰوة ومَا يلزمهَا

حكمها وفضائلها واحكامها ومسائلها

(نماز کی حکمتیں اور فضائل ومسائل)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ

نماز کیا ہے؟

حکمت، اہمیت، اور فضیلت

اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گواہی کے بعد اسی کا نمبر ہے قرآن وحدیث میں اس کی بہت سخت تاکید آئی ہے اور جو شخص قصداً نماز چھوڑ دے اس کے لئے سخت وعیدیں آئی ہیں سورۂ روم میں فرمایا، اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝ (نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ) اور سورۂ ماعون میں فرمایا، فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ الَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاھُوۡنَ ۝ (سو بڑی خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں کے جانب سے غفلت برتتے ہیں) سورۂ مریم میں متعدد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا ۝ (سو آگئے ان کے بعد ایسے ناخلف جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے پڑے سو عنقریب اپنی گمراہی کی سزا پائیں گے)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَلَا تَتۡرُکَنَّ صَلٰوۃً مَکۡتُوۡبَۃً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنۡ تَرَکَ صَلٰوۃً مَکۡتُوۡبَۃً مُتَعَمِّدًا فَقَدۡ بَرِئَتۡ مِنۡہُ ذِمَّۃُ اللّٰہِ ۔ (اور فرض نماز ہرگز قصداً مت چھوڑ کیونکہ جس نے فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا یعنی دنیا و آخرت میں اسے عذاب و تکلیف سے اور ذلت سے بچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر نہیں رہی)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلۡعَھۡدُ الَّذِیۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَھُمُ الصَّلٰوۃُ

فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ (یعنی ہمارے اور کافروں کے درمیان جو اصلی فرق ہے وہ نماز پڑھنے نہ پڑھنے کا ہے سو جس نے نماز چھوڑی اس نے کفر کا کام کیا)

نماز کا بلند مرتبہ اس سے سمجھ لو کہ دوسرے فرائض کا یہیں زمین پر رہتے ہوئے حکم دیا گیا اور نماز کا یہ مقام ہے کہ خدائے پاک وحدہ لاشریک نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرا کر عالم بالا میں عطا فرمائی اور اسلام کے فرائض میں دنیا میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی اور آخرت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ۔ [۱]	قیامت کے دن بندہ کے اعمال کا جو حساب ہوگا، ان میں سب سے اول نماز ہے۔ سو اگر نماز ٹھیک نکلی تو (بندہ) کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو ناکام ہوگا اور خسارہ میں پڑے گا یعنی نقصان اٹھائے گا۔

خلاصہ یہ کہ نماز سب سے پہلے فرض ہوئی اور اس کا حساب بھی سب سے پہلے ہوگا، اور میدان قیامت میں کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ نماز کے ٹھیک اور بے ٹھیک ہونے پر ہوگا۔

ایک نماز کی کتنی قیمت ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے کر لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ۔ [۲]	ترجمہ: جس کی ایک نماز جاتی رہی اس کا اس قدر نقصان ہوا کہ گویا اس کے اہل وعیال اور مال ختم ہوگیا۔

نماز میں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت نمازی کا ظاہر و باطن اور سارا جسم عبادت ہی میں لگ جاتا ہے ہاتھ پاؤں سر اور کمر آنکھ ناک زبان سب ہی نماز میں مشغول رہتے ہیں یوں سمجھو کہ نمازی کے بدن کا ہر حصہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۱۷ [۲] رواہ ابن حبان کما فی الترغیب ج ۱ ص ۳۸۳

مسلمان کا سب سے بڑا کام نماز ہے اور اس کا درجہ تمام کاموں سے بڑھکر ہے پورے دینی نظام میں نماز کی جو امتیازی حیثیت ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو خوب سمجھا تھا، اسی کی بنیاد پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اسلامی قلمرو کے تمام عمال (صوبوں کے اعلیٰ افسران) کو ایک خاص گشتی فرمان لکھا تھا کہ

إِنَّ أَهَمَّ أُمُوْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ (موطا امام مالکؒ)

تمہارے تمام کاموں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ مہتم بالشان کام نماز ہے جس نے نماز کی کما حقہ حفاظت کی اس نے اپنے پورے دین کی حفاظت کرلی اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دین کے دوسرے کاموں کو اور زیادہ برباد کردے گا۔

یہ سرکاری فرمان ہے جو مختلف صوبوں اور علاقوں کے گورنروں کو بھیجا گیا اس میں گورنروں سے خطاب ہو رہا ہے کہ تمہارے کاموں میں سب سے زیادہ اہم اور قابل اہتمام اور لائق توجہ جو چیز ہے وہ نماز ہے جب گورنروں کے لئے یہ ارشاد فرمایا تو دوسرے مشاغل رکھنے والے کسی شغل کو نماز سے زیادہ اہم کیسے سمجھ سکتے ہیں آج کل زعماء سیاست اور لیڈران قوم نماز باجماعت پڑھنے سے بلکہ بعض مرتبہ نماز ہی سے غفلت کر جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم قوم کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں جو زیادہ اہم ہے انھیں معلوم نہیں کہ نماز سے اہم کوئی شغل نہیں ہے۔

نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے قائم کرنے میں سب کچھ داخل ہے نماز کے فرائض و واجبات اور سنتیں سب کو اچھی طرح ادا کرنا خشوع سے نماز پڑھنا اخلاص کے ساتھ نماز پڑھنا ریاکاری سے دور رہنا رکوع سجدہ پورا کرنا یہ سب نماز قائم کرنے میں شامل ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ انسان نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ یا نواں حصہ یا آٹھواں حصہ یا ساتواں حصہ یا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ یا چوتھا حصہ یا تہائی حصہ یا آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

کسی فرض کے چھوٹ جانے سے تو نماز ہوتی ہی نہیں اور سہواً کوئی واجب چھوٹ جائے اور سجدہ سہو نہ کرے تو نماز کا لوٹانا واجب ہوتا ہے اور نماز میں ترکِ سُنت یا ارتکاب مکروہ کی وجہ سے نقصان وخلل آجاتا ہے اس کی وجہ سے ثواب میں کمی ہوجاتی ہے۔

مؤمن کا سب کچھ اللہ کے لئے ہے پوری زندگی مرنا جینا کھانا کمانا سب اسی کے لئے ہے کہ اللہ راضی ہوجائے سورۃ انعام میں فرمایا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ ۔

آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

جو شخص نماز کو اس طریقہ سے پڑھے جو طریقہ بتایا گیا ہے تو عین نماز کے وقت تو گناہ کر ہی نہیں سکتا نماز کے بعد بھی گناہوں سے بچتا رہے گا، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ۃ (سورۂ عنکبوت)

یعنی نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

نماز سراپا ذکر ہے اول سے آخر تک ذکر ہی ذکر ہے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نمازی برابر ذکر میں مشغول رہتا ہے کبھی اللہ کی حمد وثنا میں مشغول ہوتا ہے۔ کبھی تکبیر کہتا ہے، کبھی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے کبھی اللہ کی حمد بیان کرتا ہے کبھی تنزیہ کلمات ادا کرتا ہے اور اپنے رب کو ہر طرح کے عیب ونقص سے پاک بتاتا ہے اور اس کے بارے میں اپنا عقیدہ ظاہر کرتا ہے اور کبھی دعا مانگتا ہے، سورۂ طٰہٰ میں فرمایا۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۔

نماز قائم کر میری یاد کے لئے۔

زبان بھی اللہ کی یاد میں لگی ہوئی ہے اور دل بھی اس کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ میں مشغول ہے، قلب حاضر ہے اعضاء متواضع ہیں، کبھی قیام میں قرآت پڑھ رہا ہے، کبھی رکوع میں تسبیح ہے کبھی قومہ میں تحمید ہے کبھی سجدہ میں گیا، جبین نیاز زمین پر رکھ دی اور رب تعالیٰ شانہ کی تسبیح میں مشغول ہوگیا، بندہ کے پاس اپنا عجز ونیاز اور تذلل اور فروتنی اور عبودیت

کا عملی اقرار ظاہر کرنے کے لئے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ اس نے اشرف الاعضاء یعنی اپنے سر کو ارذل العناصر یعنی مٹی پر رکھ دیا۔

اور اپنے رب کریم کے حضور اپنی ذات کو بالکل ذلیل کر کے پیش کر دیا، افلح نام ایک صحابی تھے وہ سجدہ میں جاتے تو غبار صاف کرنے کے لئے سجدہ کی جگہ پھونک مار دیتے تھے ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے افلح اپنے چہرے کو مٹی میں ملا۔ [1]

جب کہ نماز اظہار عبودیت کے لئے اور سراپا عجز و نیاز اور بندگی ہی بندگی ہے تو اس میں یہ کوشش کرنا کہ سجدہ میں پیشانی پر مٹی نہ لگے کیسے صحیح ہو سکتا ہے ماتھے میں مٹی لگ جانا تو اظہار عجز و نیاز کے لئے زیادہ موزوں ہے نماز خودی کو مٹانے اور تکبر کو توڑنے اور نفس کے غرور اور نخوت کو دبانے کے لئے ہے نماز اس لئے ہے کہ رب العالمین جل مجدہ کی عظمت دل میں بس جائے جب رب اکبر کی شان سامنے آجاتی ہے تو اپنی شان بالکل ہیچ ہو جاتی ہے جب نماز میں یہ دھیان رہا کہ کپڑے میں سلوٹیں نہ پڑ جائیں اور ماتھے میں مٹی نہ لگ جائے اور کپڑے میلے نہ ہو جائیں تو اللہ کی طرف دھیان کہاں رہا یہ تو اپنی ہی ذات میں مشغولیت ہوئی۔ جو شان عبودیت کے خلاف ہے۔

نماز باجماعت کی اہمیت اور فضیلت

نماز باجماعت کی بھی شریعت اسلامیہ میں بہت اہمیت ہے نماز کے وقت اول تو اذان دی جاتی ہے مرد عورت بوڑھے جوان سب سے اذان سنتے ہیں جس میں سب کو ہوشیار کر دیا جاتا ہے کہ اللہ کا فریضہ ادا کرنے کا وقت ہو گیا دنیاوی شغل چھوڑو اللہ کے فریضہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اذان اس لئے بھی ہے کہ مرد بوڑھے اور جوان اور سمجھدار بچے مسجد میں حاضر ہو جائیں اور نماز باجماعت ادا کریں، اسلام میں نماز باجماعت کی بہت زیادہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۱/۹۱ از ترمذی

اہمیت ہے،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لئے اذان پڑھواؤں پھر کسی کو حکم دوں جو لوگوں کا امام بن جائے پھر میں پیچھے سے ان لوگوں کی طرف چلا جاؤں جو جماعت کیلئے حاضر نہیں ہوتے پھر میں ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں[۱]۔ (پھر بچوں اور عورتوں کی وجہ سے اس پر عمل نہیں فرمایا[۲]۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اذان دینے والے کی آواز سنی پھر اُسے موذن کی پکار پر عمل کرنے سے کسی عذر نے نہ روکا تو اس کی وہ نماز قبول نہ کی جائے گی، جو اس نے (تنہا) پڑھ لی[۳]۔ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز با جماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ جماعت کی شرکت سے کوئی ایسا ہی شخص غیر حاضر ہونے کی ہمت کر لیتا تھا جو کھلا ہوا منافق تھا (ہر منافق کی بھی یہ ہمت نہ تھی کہ مسجد کی حاضری چھوڑ سکے) بیمار آدمی بھی مسجد کی حاضری کا ایسا اہتمام کرتا تھا کہ دو آدمیوں کے درمیان چل کر آتا تھا یہاں تک کہ اُسے صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا[۴]۔

جماعت کی نماز کا ثواب بھی تنہا نماز پڑھنے سے بہت زیادہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے[۵]۔

نماز کے لئے مسجد کو جانے میں ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے[۶]۔

---

[۱] رواہ البخاری [۲] کما فی المشکوٰۃ ص ۹۷ از مسند احمد [۳] رواہ ابوداؤد [۴] رواہ مسلم [۵] رواہ البخاری و مسلم،
[۶] مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۷

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں اول تو ستائیس درجہ ثواب بڑھا دیا جاتا ہے پھر ایک امام کی اقتداء میں صفیں بنا کر کھڑے ہونے اور امام کے اقوال وافعال کا اتباع کرنے میں جو ایک اجتماعیت کا کیف ہے اور ڈسپلین کا مظاہرہ ہے اس کا نفع مستقل ہے اور یہ بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ جو لوگ مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام نہیں کرتے، وقت سے بے وقت کر کے غیر مستحب اوقات میں نماز پڑھتے ہیں، جماعت کے اہتمام میں یہ بھی نفع ہے کہ صحیح وقت میں دیگر نمازیوں کے ساتھ مل کر نماز ادا ہو جاتی ہے۔ مسجد کی حاضری سے مسلمانوں کے آپس کے احوال بھی ایک دوسرے کو معلوم ہوتے رہتے ہیں یہ حاضری رنجشوں کے ختم ہونے کا بھی ذریعہ ہے اس میں اجتماعی مشوروں کے لئے بھی مواقع ہیں اور ان اجتماعات سے دشمنوں کے دلوں پر دھاک بھی بیٹھ جاتی ہے، اول تو روزانہ پانچوں نمازوں میں اجتماعی حاضری محلہ کی ہر مسجد میں ہوتی ہے۔

جمعہ اور عیدین

پھر ہفتہ میں ایک بار جمعہ کے دن پورے قصبہ کا اور مختلف محلوں کے مسلمانوں کا اجتماع پھر دونوں عیدوں میں شہر سے باہر نکل کر نماز پڑھنا اور اس کے لئے مجتمع ہونا پھر جو لوگ صاحب مقدور ہیں ان کو زندگی میں کم از کم ایک بار عرفات میں پورے عالم کے مسلمانوں کے ساتھ حج کے موقع پر جمع ہونا اس سب میں بڑی حکمتیں ہیں اور اجتماعیت کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔

ہر جمعہ یوم عید ہے اور یوم جمعہ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ سے افضل ہے، جمعہ بھی خوشی کا دن ہے اور دونوں عیدین بھی خوشی کے دن ہیں لیکن مسلمان کی خوشی صرف کھانے پینے میں اور پہننے میں اور دیگر اقوام کی طرح میلہ لگانے میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کی خوشی نماز میں ہے اور ذکر و عبادت میں ہے جمعہ کے دن نماز اور خطبہ ہے اور عیدین میں بھی نماز اور خطبہ ہے۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞

پنج وقتہ نماز اور جمعہ و عیدین اور سنن و نوافل کے علاوہ بھی نماز مشروع کی گئی ہے

نماز توبہ، نماز حاجت، نماز استخارہ، نماز استسقاء، چاند سورج گرہن کی نماز پڑھنا بھی مسنون ہے اور نماز جنازہ بھی مشروع ہے جس میں تکبیریں کہی جاتی ہیں اور میت کے لئے دعا کی جاتی ہے مسلمان کی زندگی سراپا ذکر سراپا طاعت وعبادت ہے اذان بار بار نماز کی یاد دہانی کرتی ہے اور مسجد کی حاضری کی طرف دعوت دیتی ہے کچھ دیر کے لئے آرام چھوڑو، نیند قربان کرو، مشاغل دنیا سے فرصت نکالو اور خالق ومالک جل مجدہ کی بارگاہ میں حاضر ہوجاؤ، فرض نماز سے پہلے سنتیں پڑھو، فرضوں کے بعد (مشروع سنن ونوافل) ادا کرو بازار میں جاؤ تو وہاں بھی ذکر کرو سورہ جمعہ میں ارشاد فرمایا۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ

(پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو، اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح ہو)

سنن اور نوافل

بعض نمازوں سے پہلے اور بعد میں سنتیں پڑھنے کی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رات و دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیگا چار ظہر سے پہلے دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور فجر سے پہلے[1]۔ عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے کے بھی فضیلت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اس پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لیں[2]

ان کے علاوہ نوافل پڑھنے کی بھی بڑی فضیلت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] رواہ الترمذی [2] رواہ الترمذی

ارشاد ہے کہ فرائض کی کمی کو قیامت کے دن نفلوں کے ذریعہ پورا کردیا جائے گا۔ [۱]

درحقیقت پنج وقتہ نمازیں اللہ کی یاد کی طرف کھینچتی رہتی ہیں اذان بھی ذکر اقامت بھی ذکر نماز بھی ذکر فرضوں کے بعد تسبیحات بھی ذکر سنتیں بھی ذکر نوافل بھی ذکر پھر بازار میں بھی ذکر گھر میں بھی ذکر زندگی کے مختلف اشغال و افعال کی جو مسنون دعائیں ہیں وہ بھی ذکر مؤمن کی زندگی ذکر ہی ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ اَحْيَانِهٖ (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کو یاد کرتے تھے)

سورۂ فاتحہ کے مضامین

سورۂ فاتحہ اجمالاً تمام مضامین قرآن پر مشتمل ہے اس میں اول تو اللہ تعالیٰ کی حمد کا بیان ہے پھر بندہ سے یہ اقرار و اعلان کرایا کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کا سوال کیا جاتا ہے پھر یہ بتایا ہے کہ صراط مستقیم ان برگزیدہ بندوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور ان لوگوں کے راستہ سے دور رکھنے کی بھی دعا ہے جن پر اللہ کا غصہ ہے اور جو گمراہ ہوئے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندہ کے درمیان تقسیم کرلیا ہے، اور بندے کے لئے وہ ہے جو وہ سوال کرتا ہے جب بندہ کہتا ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ (میرے بندہ نے میری حمد کی) پھر جب کہتا ہے، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (جو بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ (میرے بندہ نے میری صفت بیان کی) پھر جب کہتا ہے، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (جو یوم جزا کا مالک ہے) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) فَجَدَّنِيْ عَبْدِيْ (میرے بندہ نے میری بڑائی بیان کی) پھر جب کہتا ہے، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ص۱۱۷ [۲] رواہ مسلم

اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ هٰذَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ وَ لِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ (یہ میرے اور بندہ کے درمیان ہے کیونکہ بندہ نے میرے معبود اور معین و مددگار ہونے کا اقرار و اعلان کیا ہے اور اپنے واسطے مجھ سے مدد مانگی ہے اور میرے بندہ کو اس کی مانگ ملے گی) اس کے بعد جب بندہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے آخر تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَ لِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ (میکر بندہ نے اپنے لئے مجھ سے ہدایت مانگی اور میرے بندہ کی یہ مانگ پوری کی جائے گی)۔ ؎۱

خشوع کی اہمیت اور ضرورت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَهٗ فَاِنَّمَا یُنَاجِی اللّٰهَ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ (تم میں سے جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ وہ اللہ سے مناجات کرتا ہے جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ ہے)۔ ؎۲ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ ؎۳

جب نماز اللہ کی مناجات ہے تو اس میں نماز ہی کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے باتیں اللہ سے ہو رہی ہوں اور توجہ کسی دوسری طرف ہو۔ یہ بہت بڑی نادانی ہے خشوع کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو نماز بہت زیادہ قیمتی ہو جاتی ہے سورۂ مومنون میں ارشاد فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (وہ ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں) خشوع کا سب سے بڑا افضل ترین مرتبہ تو یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھی جائے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں یہ کیفیت حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ

؎۱ رواہ مسلم ؎۲ رواہ البخاری ؎۳ مشکوٰۃ المصابیح از احمد و ترمذی

خیال تو کرہی لے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے وسوسے آئیں تو ان کی طرف توجہ نہ کرے بار بار اپنی توجہ کو اِدھر اُدھر سے ہٹا کر نماز کی طرف موڑتا رہے اور ہر اس چیز سے توجہ ہٹالے جس سے دل بٹتا ہو، جسمانی حضوری کے ساتھ قلبی اور روحانی حضوری بھی رہے۔

حضرات فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ نماز میں ہر وہ چیز مکروہ ہے جس سے دل بٹے سامنے دیوار یا مصلّے پر نقش ونگار پر نظر کرنا، بدن یا کپڑے سے کھیلنا، دامن ٹھیک کرنا، مصلّے کے دروازے اور منارے شمار کرنا، یہ سب خشوع کے خلاف ہیں، ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے جو مختصر ہو آپ نے ان کو تین نصیحتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ ہے اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ[۱] (جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسی نماز پڑھ جیسے سب کچھ رخصت کر چکا) جب سب کچھ رخصت کر دیا تو اب دنیا اور اہل دنیا کی طرف توجہ لے جانے اور دل کو دنیا میں مشغول کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں رہا، سورۂ بقرہ میں فرمایا، وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۔ (اور بے شک نماز ضرور دشوار ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان کے لئے دشوار نہیں، خاشعین وہ لوگ ہیں جو یقین رکھتے ہیں اس بات کا کہ وہ بے شک ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔)

اس آیت میں بتادیا کہ خشوع والوں پر نماز پڑھنا بھاری نہیں ہے اور پھر خشوع حاصل ہونے کا طریقہ بھی بتادیا یہ یقین کرنا کہ ہمیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اس سے خشوع کی شان پیدا ہوتی ہے جس نماز کا آخرت میں ثواب لینا ہے اور جسے بارگاہ خداوندی میں پیش کر کے جنت حاصل کرنا ہے اس کو بے دھیانی سے پڑھ لینا بڑی نالائقی کی بات ہے۔ زندگی کا جو وقت نماز میں لگ گیا انمول ہوگیا اور زندگی کا یہ حصہ زندگی کہنے کے قابل ہوگیا، مؤمن کی شان یہ ہے کہ خوب مستعدی کے ساتھ دنیا کے جھمیلوں سے دل فارغ کر کے

۱؎ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۵

نماز پڑھے۔

چونکہ نماز میں سراپا حضوری ہونی چاہئے اس لئے ہر ایسے شغل سے بچنا چاہئے جو نماز کی طرف سے توجہ کو ہٹا دے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے جبکہ پیشاب پاخانہ کے ساتھ زور آوری ہو رہی ہو[1]۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب تمہارا رات کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے اور نماز قائم کر دی جائے تو پہلے کھانا کھا لو اور کھانے سے فارغ ہونے تک جلدی نہ کرو[2]۔ یہ تعلیم اسی لئے ہے کہ اگر کھانے کا تقاضا ہوگا یا پیشاب پاخانے کا تقاضا ہوگا تو نماز کی طرف توجہ نہ رہے گی۔ نماز شروط و آداب، حضور قلب کے ساتھ پڑھی جائیے تو اس کی ظاہری باطنی کھلی آنکھوں نظر آتے گی۔ رزقنا اللہ الصلوۃ کما یحب ویرضی۔

رکوع سجدہ میں جلدی کرنے کی ممانعت

حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی امام سے پہلے رکوع و سجدے میں جاتا ہے اور امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ (الترغیب والترہیب صفحہ ۳۳۴ جلد ۱، از طبرانی و مالک)

شیطان کی یہ کوشش رہتی ہے کہ لوگ نماز نہ پڑھیں جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو طرح طرح سے ان کی نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی کوشش میں سے یہ ہے کہ وہ جلدی جلدی رکوع سجدہ کرنے اور امام سے پہلے رکوع سجدہ میں جانے اور رکوع سجدہ سے سر اٹھانے پر آمادہ کرتا ہے، جن لوگوں کو صحیح طریقہ پر نماز پڑھنے کا دھیان نہیں ہے شیطان ان کی پیشانی پکڑ کر جلدی جلدی رکوع سجدہ کراتا ہے اور امام سے پہلے اٹھاتا بٹھاتا ہے۔

ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے۔

(رواہ البخاری و مسلم کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۱۰۲)

---

[1] رواہ مسلم عن عائشہ رضی اللہ عنہا [2] رواہ البخاری و مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ

نماز بے حیائی سے روکتی ہے

سورۂ عنکبوت میں نماز کا ایک خاص بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۔ بلاشبہ نماز بے حیائی سے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔

درحقیقت نماز کو نماز کی طرح پڑھا جائے تو وہ گناہوں کو چھڑانے کا سبب بن جاتی ہے نماز میں قرأت قرآن بھی ہے اور تسبیح بھی، تکبیر بھی ہے تحمید بھی، رکوع بھی ہے سجود بھی، خشوع بھی ہے خضوع بھی۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار بھی ہے اور اپنی عاجزی اور فروتنی کا تصور بھی، ان سب امور کا دھیان کرکے نماز پڑھی جائے تو بلاشبہ نمازی آدمی بے حیائی کے کاموں اور گناہوں سے رُک جائے گا جس شخص کی نماز جس قدر اچھی ہوگی اسی قدر گناہوں سے دور ہوگا اور جس قدر نماز میں کمی ہوگی اسی قدر گناہوں کے چھوٹنے میں دیر لگے گی نمازی آدمی اگرچہ گناہگار ہو۔ بہرحال نماز پڑھتا ہے کبھی نہ کبھی اس کی نماز انشاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو چھڑا ہی دے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح ہوتی ہے تو چوری کرلیتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس کا نماز پڑھنے والا عمل اسے اس عمل سے روک دے گا جسے تو بیان کر رہا ہے [۱]

یہ جو دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ گناہوں میں بھی مشغول رہتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں اس کا جواب اوپر گذر چکا ہے کہ جو لوگ نماز کو نماز کی طرح پڑھتے ہیں ان سے گناہ چھوٹ جاتے ہیں اور بعض حضرات نے یوں فرمایا ہے کہ نماز تو بلاشبہ برائیوں سے روکتی ہے لیکن روکنے کی وجہ سے رُک جانا ضروری نہیں آخر واعظ بھی تو وعظ کرتے ہیں برائیوں کی وعیدیں سناتے ہیں پھر بھی جو رُکنا چاہتا ہے وہی رک جاتا ہے اور جو رکنا نہیں چاہتا وہ گناہ کرتا رہتا ہے۔ اور بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ نماز کم از کم اتنے وقت گناہوں سے روکتی ہی ہے جتنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے۔

---

[۱] ذکرہ صاحب روح المعانی وعزاہ الی احمد وابن ابی حاتم والبیہقی ۱۲۔

بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے انسان نماز پڑھ نہیں سکتا نمازی آدمی اس سے ضرور بچے گا مثلاً پیشاب کرکے یونہی اٹھ جائے۔ استنجا نہ کرے نمازی سے یہ نہیں ہوسکتا اور کوئی نمازی کھول کر رانیں دکھاتا ہوا نہیں پھر سکتا اور نماز کو جاتے ہوئے راستہ میں گناہ نہیں کرسکتا اور اسی طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ

نماز کی ادائیگی کا طریقہ

اُوقات، فرائض، واجبات، سُنن،
مُستحبات، مُفسدات، مکروہات،

اور ضروری مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اوقاتِ نماز

فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوکر سورج نکلنے تک باقی رہتا ہے، اور **ظہر** کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد شروع ہو جاتا ہے، جب تک ہر چیز کا سایہ اس سے دُوگنا نہ ہو اس وقت تک باقی رہتا ہے، دوچند سایہ سے مراد اصلی سایہ کے علاوہ ہے، سایہ اصلی وہ ہے جو عین زوال کے وقت ہوتا ہے، ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد **عصر** کا وقت شروع ہوجاتاہے اور سورج چھپنے تک باقی رہتا ہے، لیکن جب سورج زرد ہو جائے تو عصر کا وقت مکروہ ہوجاتا ہے، جب سورج چُھپ جائے تو **مغرب** کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جو شفق سفید غائب ہونے تک رہتا ہے، پاک و ہند کے علاقوں میں کم از کم سوا گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ مغرب کا وقت رہتا ہے، مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی **عشاء** کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو طلوع صبح صادق تک رہتا ہے، لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: جو وقت عشاء کا ہے وہی نماز وتر کا بھی ہے، مگر وتر کی نماز عشاء کے فرضوں سے پہلے نہیں پڑھی جا سکتی۔

نماز کے فرائض، واجبات، سُنن و مکروہات

فرائض نماز:- نماز کے چودہ ۱۴ فرض ہیں، جن میں سے چند ایسے ہیں جن کا نماز سے پہلے ہونا ضروری ہے، اور ان کو نماز کے خارجی فرائض بھی کہتے ہیں اور شرائط نماز بھی کہا جاتا ہے، اور

چند فرائض ایسے ہیں جو داخلِ نماز ہیں، سب کی فہرست یہ ہے۔

(۱) بدن پاک ہونا (۲) کپڑوں کا پاک ہونا (۳) سترِ عورت، یعنی مردوں کو ناف سے گھٹنوں اور عورتوں کو چہرہ اور ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ تمام بدن کو ڈھکنا فرض ہے، (۴) نماز کی جگہ کا پاک ہونا (۵) نماز کا وقت ہونا۔ (۶) قبلہ کی طرف رُخ کرنا (۷) نماز کی نیت کرنا (۸) تکبیر تحریمہ (۹) قیام یعنی کھڑا ہونا (۱۰) قرآت یعنی ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک چھوٹی سورت پڑھنا (۱۱) رکوع کرنا (۱۲) سجدہ کرنا (۱۳) قعدہ اخیرہ (۱۴) اپنے ارادہ سے نماز ختم کرنا۔ اگر ان میں سے کوئی چیز بھی جان کر یا بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہو گی۔

واجباتِ نماز

ذیل کی چیزیں نماز میں واجب ہیں:۔

(۱) الحمد للہ پڑھنا (۲) اور اس کے ساتھ کوئی سورت ملانا (۳) فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرآت کرنا (۴) الحمد کو سورت سے پہلے پڑھنا (۵) رکوع کر کے سیدھا کھڑا ہونا (۶) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (۷) پہلا قعدہ کرنا (۸) التحیات پڑھنا (۹) لفظ سلام سے نماز ختم کرنا (۱۰) ظہر و عصر میں قرآت آہستہ پڑھنا (۱۱) امام کے لئے مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں اور فجر و جمعہ و عیدین اور تراویح کی سب رکعتوں میں قرآت بلند آواز سے پڑھنا (۱۲) وتر میں دعاء قنوت پڑھنا (۱۳) عیدین میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

واجبات میں سے اگر کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہو گا اگر قصداً کسی واجب کو چھوڑ دیا تو دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہو گا سجدہ سہو سے بھی کام نہ چلے گا۔

نماز کی سُنتیں

یہ چیزیں نماز میں سُنت ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا (۲) مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینہ پر ہاتھ باندھنا، (۳) ثنا یعنی سُبحانَكَ اللّٰھُمَّ

آخر تک پڑھنا (۴) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پوری پڑھنا (۵) بِسْمِ اللّٰہِ پوری پڑھنا (۶) رکوع اور سجدے کرتے وقت بلکہ ہر ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہوتے کے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا (۷) رکوع سے اُٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا، (۸) رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ کم سے کم تین مرتبہ کہنا اور (۹) سجدہ میں کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا (۱۰) دونوں سجدوں کے درمیان اور التحیات کے لئے مردوں کو بائیں پاؤں پر بیٹھنا (۱۱) درود شریف پڑھنا (۱۲) درود کے بعد دعا پڑھنا، (۱۳) سلام کے وقت دائیں بائیں مُنھ پھیرنا (۱۴) سلام میں فرشتوں اور مقتدیوں اور نیک جنات جو حاضر ہوں ان کی نیت کرنا اور اگر مقتدی ہو تو امام کے پیچھے ہونے کی صورت میں دونوں سلاموں میں امام کی نیت بھی کرے، اور اگر امام کے دائیں بائیں ہو تو جدھر امام ہو اُس سلام میں اس کی نیت کرلے۔

نماز کے مستحبات

(۱) اگر چادر اوڑھے ہو تو کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے لئے مرد کو چادر سے ہاتھ نکالنا (۲) جہاں تک ممکن ہو کھانسی کو روکنا (۳) جمائی آئے تو مُنہ بند کرنا (۴) کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ اور رکوع میں قدموں پر اور سجدہ میں ناک پر اور بیٹھے ہوئے گود میں اور سلام کے وقت کاندھے پر نظر رکھنا،

مفسدات نماز

ان چیزوں کے کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(۱) بات کرنا، خواہ تھوڑی ہو خواہ بہت، قصداً ہو یا بھُول کر، (۲) سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا (۳) چھینکنے والے کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا (۴) رنج کی خبر سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پورا یا تھوڑا سا پڑھنا، یا اچھی خبر سُنکر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا یا عجیب چیز سُن کر سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا (۵) دُکھ تکلیف کی وجہ سے آہ، اوہ یا اُف کرنا،

(۶) اپنے امام کے سوا کسی کو لقمہ دینا (۷) قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا (۸) الحمد شریف یا سورت میں ایسی غلطی کرنا کہ جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، (جس کی تفصیل بڑی کتابوں میں لکھی ہے) (۹) عمل کثیر، مثلاً ایسا کام کرنا جسے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے، یا مثلاً دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کرنا (۱۰) قصداً یا بھول کر کچھ کھانا پینا (۱۱) قبلہ سے سینہ پھر جانا (۱۲) درد یا مصیبت کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں حروف نکل جائیں (۱۳) نماز میں ہنسنا (۱۴) امام سے آگے بڑھ جانا، یہ چند مفسدات لکھ دیتے ہیں، بڑی کتابوں میں اور بھی لکھے ہیں۔

مکروہاتِ نماز

یہ چیزیں نماز میں مکروہ ہیں:-

(۱) کوکھ پر ہاتھ رکھنا (۲) آستین سے باہر ہاتھ نکالے رکھنا (۳) کپڑا سمیٹنا (۴) جسم یا کپڑے سے کھیلنا (۵) انگلیاں چٹخانا (۶) دائیں بائیں گردن موڑنا (۷) مرد کو جوڑا گوندھکر نماز پڑھنا (۸) انگڑائی لینا (۹) کتے کی طرح بیٹھنا (۱۰) مرد کو سجدہ میں ہاتھ زمین پر بچھانا (۱۱) سجدہ میں (مردوں کے لئے) پیٹ کو رانوں سے ملانا (۱۲) بغیر عذر کے چار زانو (آلتی پالتی مار کر بیٹھنا (۱۳) امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا (۱۴) صف سے علیحدہ تنہا کھڑا ہونا (۱۵) سامنے یا سر پر تصویر ہونا (۱۶) تصویر والے کپڑے سے نماز پڑھنا (۱۷) کندھوں پر چادر یا کپڑا لٹکانا (۱۸) پیشاب یا پاخانہ یا زیادہ بھوک کا تقاضا ہوتے ہوتے نماز پڑھنا (۱۹) سر کھول کر نماز میں کھڑا ہونا (۲۰) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔

اذان کا بیان

فرض نمازوں سے پہلے اذان دینا سنتِ مؤکدہ ہے، اور شعائرِ اسلام میں داخل ہے جو شخص اذان دے اسے چاہئے کہ کسی اونچے مقام پر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں میں کلمہ کی انگلیاں دے کر بلند آواز سے یہ کلمات کہے :-

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ   اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے،   اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے،

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ،   اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ،

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،   میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ،

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ،

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،

پھر داہنی طرف مُنہ کر کے کہے۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ———— حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

نماز کے لئے آؤ، ———— نماز کے لئے آؤ،

پھر بائیں طرف مُنہ کر کے کہے:

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ———— حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

کامیابی کے لئے آؤ، ———— کامیابی کے لئے آؤ،

اگر فجر کی اذان ہو تو حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد یہ بھی کہے۔

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ   اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

نماز اچھی ہے سونے سے،   نماز اچھی ہے سونے سے،

پھر کہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ،

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اجابتِ اذان

جب اذان کی آواز سنے تو یہ پڑھے:۔

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ

رَسُوْلُہٗ ، رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ۔

ترجمہ : میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، میں راضی ہوا اللہ کو رب ماننے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر۔

پھر جو مؤذن کہتا جائے وہی کہتا جائے۔ مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے اور اذان ختم ہونے پر درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ

اے اللہ! جو رب ہے اس کامل بلاوے کا اور قائم ہونے والی نماز کا، عنایت فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا

کو وسیلہ اور فضیلت اور اٹھا ان کو مقام محمود میں جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور نصیب کرنا

شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔

ہم کو اُن کی شفاعت قیامت کے دن، بے شک تو وعدہ خلاف نہیں فرماتا ،

اقامت یا تکبیر

جب نماز کی جماعت کھڑی ہوتی ہے تو پہلے تکبیر کہتے ہیں، وہ بھی اذان ہی کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو بار کہا جاتا ہے۔

مسئلہ :۔ اذان ٹھہر ٹھہر کے اور امامت (تکبیر) جلدی جلدی پڑھے۔

مسئلہ :۔ بے وضو اذان دینا جائز ہے، لیکن باوضو افضل ہے، جب مغرب کی اذان ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَاِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَائِکَ

اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے کا وقت ہے، اور تیرے پکارنے

فَاغْفِرْ لِیْ ۔ آوازیں ہیں پس تو مجھے بخش دے۔ (مشکوٰۃ)

مسئلہ: اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے اقامت کہنے والا جو کہے وہی کہتا جائے اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے، اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ کے جواب میں اَقَامَہَا اللّٰہُ وَاَدَامَہَا کہے،

نیّت کا بیان

جو نماز پڑھنی ہو اس کی نیت کرنا فرض ہے، مثلاً نیت کرے کہ فلاں وقت کے فرض یا سنت پڑھتا ہوں، اگر امام کے پیچھے پڑھنا ہو تو اس کی اقتدار کی بھی نیت کرنا لازم ہے نفل نماز کے لئے مطلق نماز کی نیت کافی ہے۔

مسئلہ: نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، صرف دل سے نماز کی نیت کرلینا کافی ہے۔ لیکن اگر زبان سے کہہ لے تو بھی درست ہے، اور عربی میں نیت کرنا بھی ضروری نہیں، اپنی مادری زبان میں کرلینا کافی ہے، اردو زبان میں ہم پنج وقتہ نمازوں کی نیت ذکر کریں گے لیکن اس سے پہلے چند نیتیں عربی میں بطور نمونہ بیان کرتے ہیں تاکہ اگر کسی کو شوق ہو تو عربی میں ادا کرلے۔

ظہر کی چار سنتیں

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتِ صَلٰوۃِ السُّنَّۃِ لِوَقْتِ الظُّھْرِ مُتَوَجِّھًا اِلَی الْکَعْبَۃِ الشَّرِیْفَۃِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۃ

ظہر کے چار فرض

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَرْبَعَ رَکْعَاتِ صَلٰوۃِ فَرْضِ الْیَوْمِ لِوَقْتِ الظُّھْرِ

(اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْإِمَامِ) مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

تنبیہ:۔ اگر امام کے پیچھے نہ ہو بلکہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْإِمَامِ نہ کہے۔

ظہر کی دو سنتوں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالٰى رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ السُّنَّةِ لِوَقْتِ الظُّهْرِ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

ظہر کی دو نفلوں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالٰى رَكْعَتَيْنِ مِنَ النَّفْلِ لِوَقْتِ الظُّهْرِ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

عصر کے چار فرضوں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتِ فَرْضِ الْيَوْمِ لِوَقْتِ الْعَصْرِ اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْإِمَامِ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

مغرب کے تین فرضوں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالٰى ثَلٰثَ رَكْعَاتِ فَرْضِ الْيَوْمِ لِوَقْتِ الْمَغْرِبِ اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْإِمَامِ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

عشاء کے چار فرضوں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتِ فَرْضِ الْيَوْمِ لِوَقْتِ الْعِشَاءِ اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْإِمَامِ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

فجر کے دو فرضوں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰهِ تَعَالٰی رَكْعَتَيْنِ مِنْ فَرْضِ الْيَوْمِ لِوَقْتِ الْفَجْرِ اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْاِمَامِ مُتَوَجِّهًا اِلَی الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط

جمعہ کے دو فرضوں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰهِ تَعَالٰی رَكْعَتَيْنِ مِنْ فَرْضِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْاِمَامِ مُتَوَجِّهًا اِلَی الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط

وتروں کی نیت:

نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰهِ تَعَالٰی ثَلٰثَ رَكَعَاتِ الْوِتْرِ وَاجِبِ اللَّيْلِ مُتَوَجِّهًا اِلَی الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط

اگر رمضان میں وتر جماعت سے پڑھتا ہو تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ سے پہلے اِقْتَدَيْتُ بِهٰذَا الْاِمَامِ بڑھا دے۔

یہ چند نیتیں ہم نے عربی میں لکھ دی ہیں، اگر باقی نیتیں بھی عربی میں بنانا چاہیں تو کسی عالم کی مدد سے ان لکھی ہوئی نیتوں کو سامنے رکھ کر بنا لیں۔

پنج وقتہ نمازوں کی رکعتیں

اور اردو میں نیتیں

ظہر کی نماز:

ظہر کی نماز میں بارہ رکعتیں ہیں، چار سنتیں، چار فرض پھر دو سنتیں پھر دو نفل، چار سنتوں کی نیت یوں کرے۔

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز سنت کی، وقت ظہر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے میرا رُخ کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر

چار فرضوں کی نیّت یوں کرے:

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز فرض ظہر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر ط اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو امام کے پیچھے ہونے کی نیت نہ کرے، اور یہ بات تمام فرضوں کی نیتوں میں سمجھ لو۔

دو سنتوں کی نیّت یوں کرے:

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز سنت کی، وقت ظہر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے میرا رُخ کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ط

دو نفلوں کی نیّت یوں کرے:

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل کی، وقت ظہر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ط

عصر کی نماز

عصر کی آٹھ رکعتیں ہیں، چار سنت چار فرض،

چار سنتوں کی نیّت یوں کرے:

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز سنت کی، وقت عصر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ط یہ سنتیں غیر مؤکدہ ہیں،

عصر کے فرضوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز فرض عصر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ؕ

مغرب کی نماز

مغرب کی سات رکعتیں ہیں، تین فرض پھر دو سنتیں پھر دو نفل،

تین فرضوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں تین رکعت نماز فرض مغرب کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ؕ

دو سنتوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز سنت کی، وقت مغرب کا، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ؕ

عشاء کی نماز

عشاء کی سترہ رکعتیں ہیں، چار سنتیں، پھر چار فرض، پھر دو سنتیں، پھر دو نفل پھر تین وتر، پھر دو نفل،

چار سنتوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز سنت کی، وقت عشاء کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ؕ یہ چار سنتیں غیر مؤکدہ ہیں۔

چار فرضوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز فرض عشاء کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف پیچھے اس امام کے، اللہ اکبر ط

دو سنتوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز سنت کی، وقت عشاء کا رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر ط

دو نفلوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل، وقت عشاء کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر ط

وتروں کے بعد دو نفل پڑھے ان کی نیت بھی اسی طرح سے ہے، وتروں کی نیت آئندہ وتروں کے بیان میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

فجر کی نماز

فجر کی چار رکعتیں ہیں، دو سنتیں اور دو فرض۔

دو سنتوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز سنت کی، وقت فجر کا، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر ط فجر کی سنتیں دوسری تمام سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں۔

دو فرضوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز فرض فجر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف

کی طرف، پیچھے اس امام کے، اللہ اکبر ۔

ترکیب نماز

جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو، تو پہلے اپنا بدن ہر قسم کی ناپاکی سے پاک کرو، اور پاک کپڑے پہن کر پاک جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو، پھر جو نماز پڑھنی ہو اس کی نیت دل سے کرو، اور زبان سے بھی کہہ لو تو اچھا ہے، پھر دونوں ہاتھ اس طرح کانوں تک اٹھاؤ کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں، انگلیاں کھلی رہیں، اس کے بعد تکبیر تحریمہ یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ سب سے بڑا ہے) کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھ لو، کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے، اور انگوٹھے اور چھنگلیا کے حلقہ سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑ لو، اور باقی تین انگلیاں کلائی پر بچھی رہیں، اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے، ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھو۔

ثناء

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا

اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں اور تیرا نام بابرکت ہے اور

اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔

بلند ہے تیری شان، اور نہیں کوئی معبود تیرے سوا۔"

پھر تعوّذ یعنی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ پڑھو،

میں پناہ لیتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے،

اور اس کے بعد تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ پڑھو،

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اور پھر سورۃ فاتحہ پڑھو،

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے تمام جہانوں کا، مہربان نہایت رحم کرنے والا،
مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا
مالک ہے قیامت کے دن کا، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، ہم کو سیدھے
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ غَیْرِ
راستہ پر چلا، ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ ان کی راہ پر جن
الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝
پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کے راستہ پر،

جب سورۃ فاتحہ ختم کرلو تو آہستہ سے اٰمین کہو، پھر کوئی سورت یا ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھو، (لیکن اگر تم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو صرف ثنا پڑھ کر خاموش کھڑے رہو) تعوذ، تسمیہ اور الحمد اور سورت کچھ نہ پڑھو، یہ سب امام پڑھے گا، الحمد شریف کے بعد ہر سورت پڑھ سکتے ہیں، اگر چاہو تو سورۃ کافرون پڑھو،

سورۃ الکافرون

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَاۤ
آپ فرما دیجئے اے کافرو! میں نہیں پوجتا ہوں جسے تم پوجتے ہو اور نہ
اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ
تم اسے پوجنے والے ہو جسے میں پوجتا ہوں، اور نہ میں پوجنے والا ہوں اسے جسے تم نے پوجا، اور نہ تم اسے پوجنے والے ہو جسے
مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝
میں پوجتا ہوں، تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین،

سورت پڑھ کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے رکوع میں جاؤ، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر اُن سے دونوں گھٹنوں کو پکڑلو، پیٹھ کو بالکل سیدھی رکھو، ہاتھ پسلیوں سے علیحدہ رہیں، اور پنڈلیاں سیدھی کھڑی رہیں، اور رکوع کی تسبیح تین بار یا پانچ بار یا سات بار پڑھو،

رکوع کی تسبیح

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ۝
پاک ہے میرا رب عظمت والا،

اس کے بعد تسمیع پڑھتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اور تسمیع کے بعد تحمید پڑھو۔

رکوع سے اٹھنے کی حالت کی تسمیع سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ط
اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی

قومہ کی تحمید رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ط
اے ہمارے رب سب تعریف تیرے ہی لئے ہے۔

(امام صرف تسمیع پڑھے اور مقتدی صرف تحمید پڑھے اور منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والا تسمیع و تحمید دونوں پڑھے) پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے سجدہ میں جاؤ، پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک، پھر پیشانی رکھو، چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کان کے مقابل رہیں، کہنیاں زمین پر مت بچھاؤ، سجدہ میں تین بار یا پانچ بار یا سات بار سجدہ کی تسبیح کہو۔

سجدہ کی تسبیح سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى
پاک ہے میرا پروردگار بہت برتر

پھر پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہتے ہوئے اُٹھو، اور سیدھے بیٹھ جاؤ، پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرو، اور اس میں بھی سجدہ کی تسبیح تین یا پانچ یا سات بار پڑھو، پھر تکبیر کہتے ہوئے اُٹھو، اور پنجوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اور کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ لو، اور بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو، اگر چاہو سورۂ اخلاص پڑھو، اور اگر امام کے پیچھے ہو تو کچھ نہ پڑھو خاموش کھڑے رہو۔

سورۂ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ
کہہ دو (اے محمدؐ) وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہیں جنا اس نے،
وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ
اور نہ وہ جنا گیا، اور نہیں ہے اس کے برابر کوئی،

پھر اسی قاعدے سے رکوع، قومہ، اور دونوں سجدے کرو، دوسرے سجدے سے سر اُٹھا کر بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاؤ، دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف موڑ دو، اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھو اس طرح کہ انگلیاں سیدھی رہیں، اور تشہد یعنی التحیات پڑھو۔

تشہد یعنی التحیات اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ۚ اَلسَّلَامُ
سب عبادتیں جو زبان، بدن اور مال سے ہو سکیں اللہ ہی کے لئے ہیں سلام ہو تم

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۝ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ

پر اے نبیؐ! اور اللہ کی رحمت ، اور اس کی برکتیں ، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک

اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

بندوں پر ، گواہی دیتا ہوں میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

اس کے بندے اور رسول ہیں ،

جب اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی سے حلقہ باندھ لو ، اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی اُنگلی کو بند کر لو ، پھر کلمہ کی اُنگلی اٹھا کر اشارہ کرو اور اسی طرح آخر تک حلقہ باندھے رکھو تشہد ختم کر کے اگر دو رکعت والی نماز ہے تو درود شریف پڑھو ، اور اس کے بعد دعاء ماثورہ پڑھو ،

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ رحمت بھیج حضرت محمدؐ پر اور حضرت محمدؐ کی آل پر جس طرح

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

تو نے رحمت بھیجی حضرت ابراہیمؑ پر اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر ، بیشک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے ،

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

اے اللہ تو برکت بھیج حضرت محمدؐ پر اور حضرت محمدؐ کی آل پر جس طرح تو نے برکت بھیجی حضرت ابراہیمؑ پر

وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر ، بیشک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے ،

دعاءِ ماثورہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا

الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

نہیں تو مجھ کو اپنی خاص مغفرت سے بخش دے ، اور مجھ پر رحم فرما ، بلاشبہ تو بخشنے والا رحیم ہے ،

اس کے بعد داہنی طرف سلام پھیرو ، اور سلام پھیرتے وقت داہنی طرف کے فرشتوں اور

نمازیوں کی نیت کرو، پھر بائیں طرف سلام پھیرو، اور اس طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرو، اور اگر امام کے پیچھے ہو تو جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرو، اور اگر امام کے بالکل پیچھے ہو تو دونوں سلاموں میں اس کی نیت کرو، اور امام دونوں سلاموں میں مقتدیوں کی نیت کرے، اور جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو وہ دونوں سلاموں میں صرف فرشتوں کی نیت کرے۔

اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو اور دعاء ماثورہ اس سے پہلے ختم ہو جائے تو امام کا انتظار کر کے اس کے ساتھ سلام پھیرو۔

یہ دو رکعت والی نماز ختم ہوئی، اور اگر تین یا چار رکعات والی فرض نماز ہے تو التحیات (عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک) پڑھ کر فوراً تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ، اور صرف بسم اللہ، الحمد شریف پڑھو، سورت نہ ملاؤ، (اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو خاموش کھڑے رہو) اپنی نیت کے مطابق ایک یا دو رکعت پڑھ کر رکوع سجدے کر کے بیٹھ جاؤ، اور التحیات، درود، دعاء پڑھ کر دونوں طرف پھیر کر نماز ختم کرو،

فائدہ:۔ فرض نماز کے بعد خاص طور سے دعاء قبول ہوتی ہے۔ سلام پھیر کر اللہ تعالیٰ سے اپنی دینی و دنیوی حاجتوں اور ضرورتوں کا سوال کرو،

فرض نمازوں کے بعد پڑھنے کے لئے بہت سی چیزیں حدیث شریف میں آئی ہیں، حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (فرض) نماز سے فارغ ہوتے تھے تو تین مرتبہ استغفار کر کے یہ پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے بابرکت ہے تو اے جلال اور اکرام والے،

شاید کوئی شخص یہ خیال کرے کہ یہ تو نیک عمل ہے، اس کے ختم پر کیوں استغفار کرتے تھے؟ بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی ذات پاک بہت بلند ہے، اس کے شایان شان کوئی عمل کسی سے بھی ادا نہیں ہو سکتا، بندہ کے لئے اسی میں بہتری ہے کہ خواہ جو بھی نیک عمل کرلے اوپر سے مغفرت بھی کرلے، اس سے اس کوتاہی کی بھی تلافی ہوگی جو عمل کی ادائیگی میں ہو جایا کرتی ہے اور جو عمل

کیا ہے وہ بھی لائقِ قبول ہو جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ،

گناہگار گناہ کر کے استغفار کرتے ہیں، اور عابد و زاہد مخلص بندے نیکی کر کے استغفار کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی کے لائق ہم سے عمل نہ ہو سکا۔

ہر نماز کے بعد سنت کے مطابق تین بار استغفار کرے، یعنی اَسْتَغْفِرُ اللہ[1] کہے، اور وہ دُعا پڑھے جو اوپر گذری، اور اس کے علاوہ مندرجہ ذیل دُعاؤں میں سے جو دُعا چاہے پڑھے یا سب کو پڑھ لے۔

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ٥

"اے اللہ جو تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اس کا کوئی دینے والا نہیں، اور کسی مالدار کو تیرے عذاب سے مالداری نہیں بچا سکتی۔"

(۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ ٥

"اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور کنجوسی سے اور نکمّی عمر سے اور دنیا کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ٥

"اے اللہ میرے اگلے پچھلے گناہ اور وہ گناہ جو میں نے پوشیدہ طور پر کئے اور ظاہراً کئے سب کو بخش دے اور میرے حد سے بڑھ جانے کو معاف فرما دے، اور اُن گناہوں کو بھی بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے بڑھانے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

---

[1] بخاری و مسلم ۱۲ [2] بخاری، [3] ابو داؤد ۱۲

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ؎[1] "اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ہر فرض نماز کے بعد معوذات، یعنی سورۃ قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْن اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرو، (مشکوٰۃ)

تسبیحات فاطمہؓ

ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ بھی پڑھے اس کی بھی بہت فضیلت وارد ہوتی ہے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپؐ نے یہ تسبیحات بتائی تھیں اس لئے ان کو تسبیحات فاطمہؓ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مہاجر صحابہؓ جو فقیر تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال والے تو بڑے درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے اُڑے اور ہم محروم رہ گئے آپؐ نے فرمایا کیسے؟ عرض کیا وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جیسا کہ ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے، اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتے (لہٰذا مالی عبادت میں وہ ہم سے بڑھ گئے)

آپؐ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اس کے سبب تم ان لوگوں کو پکڑ لو گے (یعنی اُن کے برابر ہو جاؤ گے) جو تم سے پہلے گذر گئے، اور ان سے آگے بڑھ جاؤ گے جو تمہارے بعد ہوں گے اور کوئی تم سے افضل نہ ہوگا، سوائے اس کے جو تمہارے جیسا عمل کرے، ان حضرات نے عرض کیا جی ہاں ارشاد فرمائیے۔ فرمایا ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۴ بار

؎[1] ابوداؤد ۱۲

اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ حضرات (خوشی خوشی) چلے گئے، پھر آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی اس کو سن لیا اور اس پر عمل کرلیا، لہٰذا ہم پھر پیچھے رہ گئے آپؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ ؎[1]

اس حدیث میں نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے، اس کی بہت بڑی فضیلت ہے، یہ گنتی میں سو ہوں گے، مگر ثواب میں ہزار کے برابر ہوں گے، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا کر دیا جاتا ہے، اس کو پڑھنے کے اور طریقے بھی حدیث شریف میں آئے ہیں، ایک طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں کو ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے، اور پورا سو کرنے کے لئے ایک بار یہ پڑھ لے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں کو ۲۵، ۲۵ بار پڑھے اور ۲۵ بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے، یہ سب طریقے مشکوٰۃ شریف میں لکھے ہیں،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو چیزیں ہیں جو مسلمان اُن کی پابندی کرے گا جنت میں داخل ہوگا، خبردار، وہ دونوں چیزیں آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے کم ہیں،

(۱) ہر نماز فرض کے بعد دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اور دس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور دس بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، یہ زبان پر (پانچوں وقت کے سب ملاکر) ایک سو ہوتے، اور (قیامت کے روز فی نیکی دس کے حساب سے) ترازو میں ڈیڑھ ہزار ہوں گے۔

(۲) دوسری چیز یہ ہے کہ جب سونے کے لئے بستر پر جائے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ سو مرتبہ کہے، (سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار) یہ زبان پر سو ہوئے اور ترازو میں (قیامت کے دن) ہزار ہوں گے، یہ سب ۲۵۰۰ نیکیاں ہوئیں، بتاؤ تم میں ایسا کون ہے جو رات دن میں ۲۵۰۰ گناہ کرتا ہو؟ (لہٰذا جو اس عمل کو کرے گا اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہوں گی) صحابہؓ نے عرض کیا (یہ تو کوئی مشکل چیز نہیں ہے) کہ ہم اس کی

؎[1] مشکوٰۃ ص۸۹ عن البخاری ومسلم

پابندی کیسے نہ کرسکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا نماز پڑھنے میں تمہارے پاس شیطان آکر کہے گا کہ فلاں چیز یاد کر فلاں چیز یاد کر، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ گے، اور اس کی اس حرکت کی وجہ سے (ان پر عمل نہ کرسکو گے) اور اسی طرح سونے کا وقت آجائے گا اور وہ سُلانے کی کوشش کرتا رہے گا، حتیٰ کہ سو جاؤ گے، اور اس کو نہ کرو گے۔ (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کو ہر فرض نماز کے بعد ۱۰، ۱۰ مرتبہ پڑھنا آیا ہے، یہ کم سے کم ہے، اس پر تو عمل کر ہی لیں، سستی میں اتنا بڑا ثواب کھونا کیسی نادانی ہے۔

نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد پڑھنے کے لئے

حضرت مسلم تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نمازِ مغرب سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ یہ کہو:۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ "اے اللہ مجھے دوزخ سے محفوظ رکھیو"

جب تم اس کو کہہ لوگے پھر رات کو تمہاری موت آجائے گی تو دوزخ سے محفوظ رہو گے اور اگر اس دعا کو نمازِ فجر کے بعد کسی سے بات کئے بغیر سات مرتبہ کہہ لو گے اور اسی دن مر جاؤ گے تو دوزخ سے محفوظ رہو گے۔ [1]

دوسری حدیث میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر اور نمازِ مغرب سے فارغ ہونے کے بعد اسی طرح بحالتِ تشہد بیٹھے ہوئے جو شخص دس مرتبہ یہ پڑھ لے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک
لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ	نہیں اسی کے لئے سب تعریف ہے، اسی کے ہاتھ میں
يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؕ	خیر ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر
	چیز پر قادر ہے۔

---

[1] رواہ ابوداؤد

تو اس کے لئے ہر مرتبہ کے بدلہ دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کے دس گناہ نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے، اور ہر بُری چیز سے اور شیطان مردود سے محفوظ رہے گا اور شرک کے سوا کوئی گناہ اس کو ہلاک نہ کر سکے گا، اور عمل کے اعتبار سے سب سے افضل رہے گا ہاں اگر کوئی شخص اس سے زیادہ بڑھ کر آگے بڑھ جائے تو اور بات ہے، ؎[1]

آیۃ الکرسی

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کی بھی بڑی فضیلت ہے اس کو بھی پڑھو،

آیۃ الکرسی یہ ہے،

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ

اللہ ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی وہ زندہ ہے سنبھالنے والا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند،

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ

اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے مگر اس کی اجازت سے

مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا

وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر اور غائب حالات کو، اور اس کی معلومات میں سے کسی چیز کو اپنی علمی احاطہ میں مخلوق نہیں

بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ

لاسکتی مگر جس قدر وہ چاہے، اس کی کرسی نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اس کو ان دونوں کی حفاظت

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

بھاری نہیں، اور وہ بلند عظیم ہے،

حدیث شریف میں ہے جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے میں موت ہی کی آڑ ہے، اور جو شخص سوتے وقت اس کو پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر اور آس پاس کے چند گھروں کو رات بھر، امن و امان سے رکھے گا، ؎[2]

؎[1] مشکوٰۃ عن احمد، ؎[2] بیہقی فی شعب الایمان

سُنن مؤکدہ کا اہتمام بھی ضروری ہے

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات دن میں ۱۲ رکعت نماز پڑھے گا جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنایا جائے گا، (وہ بارہ رکعتیں یہ ہیں) چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر یعنی صبح کی نماز سے پہلے۔ [۱]

فرض نمازوں کے بعد جو مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سُنتیں پڑھی جاتی ہیں ان کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے خاص کر مؤکدہ سنتوں کا تو بہت ہی اہتمام کرنا ضروری ہے، اس حدیث میں مؤکدہ سنتوں کا ذکر ہے چار رکعتیں ظہر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں ظہر کے فرضوں کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے فرضوں کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے فرضوں کے بعد اور دو رکعتیں فجر کے فرضوں سے پہلے سنت مؤکدہ ہیں۔

اس حدیث کی روایت کرنے والی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، انہوں نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا فَمَا بَرِحْتُ اُصَلِّیْھِنَّ بَعْدُ یعنی جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے اسی وقت سے ان رکعتوں کو اہتمام اور پابندی کے ساتھ ادا کرتی ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عورتیں خوب دیندار تھیں۔ نیک کاموں کا بہت خیال کرتی تھیں جیسے مرد آخرت کا ثواب اور وہاں کے درجات لینے کی خوب کوشش کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی خوب بڑھ چڑھ کر نماز، روزہ ذکر تلاوت اور ثواب کے کاموں میں لگی رہتی تھیں، ان مؤکدہ سنتوں کی فضیلت حدیث شریف میں یہ فرمائی کہ جو شخص ان کی پابندی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا، ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے (ایسی) چار رکعتیں جن کے درمیان سلام نہ پھیرا ہو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،

---

[۱] ترمذی ص ۸۱ ج ۱،

(یعنی ان کی مقبولیت اللہ کے یہاں بہت زیادہ ہے آسمانوں کے دروازے کھول کر ان کا استقبال کیا جاتا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی نیک عمل اس وقت اوپر چڑھ جائے (یعنی عالم بالا میں پہنچ جائے یہ دونوں روایتیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کے جواب میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ جن میں زیادہ دیر تک کھڑے رہتے، اور رکوع سجدہ خوب اچھی طرح کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دن کی (نفل) نمازوں میں تہجد کی نماز کے برابر کوئی نماز نہیں ہے سوائے ان چار رکعتوں کے جو ظہر سے پہلے ہیں، ان چار رکعتوں کی فضیلت ان دوسری (غیر فرض) نمازوں پر جو دن میں پڑھی جاتی ہیں ایسی ہے جیسے نماز باجماعت کی فضیلت ہے، تنہا نماز پڑھنے پر (یہ دونوں روایات الترغیب والترہیب میں موجود ہیں)

فجر کے فرضوں سے پہلے جو سنتیں ہیں سب مؤکدہ سنتوں سے بڑھ کر ان کی تاکید وارد ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیر فرض نمازوں میں سب سے زیادہ پابندی فجر کی دو سنتوں کی کرتے تھے۔ [۱]

ان دو سنتوں کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ یعنی فجر کی دو رکعتیں ساری دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے، [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں کسی حال میں نہیں چھوڑتے تھے۔ [۳]

فائدہ:۔ فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھنا سنت ہے۔ [۴]

---

[۱] بخاری ومسلم، [۲] مسلم شریف، [۳] مسند امام احمد۔ [۴] ترمذی شریف۔

غیر مؤکّدہ سنّتیں اور دیگر نوافل

مؤکّدہ سنتوں کے علاوہ غیر مؤکدہ سنتوں اور نفل نمازوں کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، بات یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو کچھ کرے گا آخرت میں اس کا پھل پائے گا آخرت کی تجارت میں نقصان کا کوئی خطرہ ہی نہیں، جہاں تک ممکن ہو نفل نمازوں میں بھی کوتاہی نہ کی جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بندہ کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہو گا اگر نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو ثواب سے محروم ہوگا، اور نقصان اُٹھائے گا اگر فرضوں میں کچھ کمی نکلی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے (دیکھو) کیا میرے بندہ کی کچھ غیر فرض نمازیں بھی ہیں، اگر غیر فرض نمازیں بھی ہوں گی تو ان کے ذریعہ فرضوں کی کمی پوری کردی جائے گی، پھر دیگر اعمال (روزہ زکوٰۃ وغیرہ) کا حساب بھی اسی طرح ہوگا یعنی نوافل سے فرائض کی تکمیل کی جائے گی۔[1]

اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت کا کہ فرائض کی کوتاہی کو غیر فرض سے پورا فرمادیں گے۔ اب بندوں کی سمجھداری ہے کہ سنتوں اور نفلوں کو معمولی نہ سمجھیں، فرض کے آگے پیچھے جو مؤکدہ و غیر مؤکدہ سنتیں ہیں ان کا اور نوافل کا خاص خیال رکھیں یعنی برابر پڑھتے رہیں تاکہ آخرت کے بلند درجات نصیب ہوں اور فرضوں کی کمی بھی پوری ہو سکے، نفل نماز اور غیر مؤکدہ سنتوں کے چھوڑنے پر عذاب کی وعید تو نہیں ہے لیکن ان کا نفع بہت زیادہ ہے اس سے محروم ہوجانا بڑی ناسمجھی ہے ہر شخص اپنی آخرت کی خود فکر کرے، نفل نمازیں جس قدر بھی پڑھے بہتر ہے، لیکن چاشت، اشراق اور اوابین اور تہجد پڑھنا بہت ہی زیادہ نفع کی چیز ہے ان نمازوں کے فضائل انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ حدیث کے ذیل میں لکھے جائیں گے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔

فرض نماز کے بعد دو رکعت کا ثواب

ایک حدیث فرض نمازوں کے بعد دو رکعت پڑھنے کے بارے میں وارد ہوئی اس کو سن لیجئے۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب خیبر فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنا اپنا مال غنیمت نکالا، جس میں متفرق سامان تھا اور قیدی (بھی)، تھے آپس میں خرید و فروخت شروع ہوگئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور دوسری زائد چیزوں کی فروخت شروع کر دی) ایک صحابیؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آج کی اس تجارت میں اتنا نفع ہوا کہ ساری جماعت میں کسی کو بھی اتنا نفع نہ مل سکا آپؐ نے پوچھا کتنا نفع ہوا؟ عرض کیا میں سامان خریدتا اور بیچتا رہا یہاں تک کہ نفع میں تین سو اوقیہ چاندی بچی، حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں (اس سے بڑھ کر) بہترین نفع کی چیز نہ بتا دوں؟ عرض کیا ضرور بتائیں! آپؐ نے فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد دو رکعت پڑھ لینا (اس سارے نفع سے بڑھ کر ہے) [1]

دیکھو دو رکعتوں کا کتنا نفع بتایا ایک اوقیہ چالیس درہم کا اور ایک درہم ۳ ماشہ ۵ رتی اور ۱/۵ رتی کا ہوتا ہے۔ تین سو اوقیہ چاندی کی قیمت کا حساب لگا لو، پھر دیکھو آخرت کا سودا کتنا نفع کا ہے۔

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا۔

عصر سے پہلے چار رکعتوں کی فضیلت

عصر سے پہلے چار رکعت پڑھنے کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَحِمَ اللّٰهُ اَمْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ یعنی اس شخص پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھ لے۔ [2]

مسئلہ:۔ مؤکدہ سنت کا درجہ واجب کے قریب ہے ان کے چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے،

---

[1] ابوداؤد، [2] مشکوٰۃ شریف۔

دو لہٰذا کانت السنۃ الموکدۃ قریبۃ من الواجب فی الحوق الاثم کما فی البحر۔ [1]

مسئلہ :۔ لمبے سفر میں اگر ریل چھوٹ جانے یا بس کے نکل جانے کا اندیشہ ہو یا ریل میں جگہ ملنے کی دشواری ہو تو مؤکدہ سنتوں کو چھوڑنے کی گنجائش ہے مگر فجر کی سنتیں جہاں تک ممکن ہو پڑھ ہی لے۔ اگر کوئی شخص سخت مریض ہو تو وہ بھی مؤکدہ سنتیں چھوڑ سکتا ہے لیکن وتر کبھی نہ چھوڑے کیونکہ وتروں کا درجہ فرضوں کے قریب ہے۔ اگر عشاء کی نماز قضاء ہو جائے تو فرضوں کے ساتھ وتروں کی قضاء بھی لازم ہے۔

مسئلہ :۔ اگر فجر کی نماز قضاء ہو جائے اور سورج نکلے آنکھ کھلے تو سنت اور فرض دونوں کی قضاء پڑھے اگر ظہر کا وقت آگیا اور فجر کی قضاء نہیں پڑھی تو اب صرف فجر کے فرضوں کی قضاء پڑھے سنتوں کی قضاء پڑھنے کا وقت گذر گیا۔

مسئلہ :۔ فرض نمازوں کے بعد جو سنتیں ہیں ان کو فرضوں کے ساتھ ہی پڑھ لے یعنی مختصر سی دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہو جائے۔

کچھ قراءت کے متعلق

مسئلہ :۔ فرضوں کی صرف پہلی اور دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد کوئی سورت یا اس کی جگہ چند آیات پڑھی جاتی ہیں، اور تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف پڑھی جاتی ہے، ابھی جو ہم نے طریقہ نماز میں بیان کیا ہے کہ دوسری اور تیسری رکعت میں الحمد کے ساتھ سورت نہ ملاؤ، یہ فرضوں کے متعلق ہے، خوب سمجھ لو، اگر سنت یا نفل یا وتر پڑھنے ہوں تو ہر رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ کوئی سورت یا چند آیات ملاؤ، دو سورتیں یعنی کافرون اور سورت اخلاص ہم پہلے لکھ چکے ہیں اب دو سورتیں اور لکھتے ہیں۔

سُوْرَۃُ الْفَلَق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے،

---

[1] شامی

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ
تو کہہ میں پناہ لیتا ہوں صبح کے رب کی، ہر اس چیز کی بدی سے جو اُس نے بنائی، اور بدی سے اندھیرے کی جب وہ
اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝
سمٹ آئے، اور بدی سے اُن عورتوں کی جو گرہوں میں پھونکنے والی ہیں، اور بدی سے حسد کرنے والے کی جب حسد کرے،

سُورۃ النّاس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ
تو کہہ میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی، بدی سے اس کی
الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ
جو وسوسہ ڈالے اور چھپ جائے، جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں، جنوں میں سے ہو یا
وَالنَّاسِ ۝
آدمیوں میں سے

مسئلہ:- امام کے پیچھے مقتدی الحمد شریف اور سورت نہ پڑھے۔

مسئلہ:- امام پر واجب ہے کہ فجر، جمعہ، عیدین کی تمام رکعتوں میں اور عشاء، مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف اور سورت بلند آواز سے پڑھے، اور ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف آہستہ پڑھے۔

مسئلہ:- فجر، مغرب اور عشاء کی جن رکعتوں میں امام پر زور سے قرأت واجب ہے تنہا نماز پڑھنے والے کو ان رکعتوں میں زور سے پڑھنے کا اختیار ہے یعنی زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ:- حالتِ اقامت میں یعنی جب نمازی سفر میں نہ ہو تو اس کے لئے مسنون ہے کہ فجر اور ظہر میں سورۂ فاتحہ کے بعد طوالِ مفصل والی سورتیں پڑھے، اور عصر و عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھے اور مغرب میں قصارِ مفصل پڑھے۔

فائدہ:- سورۂ حجرات (پارہ ۲۶) سے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ تک کی سورتوں کو طوالِ

مفصل اور سورۂ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ سے لَمْ يَكُنْ تک کی سورتوں کو اوساطِ مفصل اور سورۂ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ سے ختم قرآن تک کی سورتوں کو قصارِ مفصل کہتے ہیں۔

فائدہ: یہ قرآتِ مسنونہ امام کے لئے بھی ہے اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے بھی ہے۔

مسئلہ: اگر سفر میں ہو تو اس سورت میں جو سورت بھی پڑھے اختیار ہے۔

مسئلہ: کسی بھی نماز کے لئے کوئی سورت شریعت میں اس طرح مقرر نہیں ہے کہ اس سورت کے بغیر نماز نہ ہو، لہٰذا کسی نماز کے لئے خود کسی سورت کی ایسی پابندی کر لینا کہ اس کے سوا کبھی کوئی سورت نہ پڑھے یہ مکروہ ہے۔

وتروں کی نماز

وتروں کی نماز واجب ہے اس کا درجہ فرضوں کے قریب ہے، عشاء کے فرضوں کے بعد ان کا وقت ہے۔ سفر میں مرض میں ہر حالت میں ان کو ادا کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس بات کو تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ [1]

وتروں کی نیت اس طرح سے ہے۔

نیت کرتا ہوں تین رکعت نماز وتر واجب اللیل کی، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، واسطے اللہ تعالیٰ کے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

وتر کی نماز تین رکعت ہے، پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ میں بیٹھے، اور عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھ کر کھڑا ہو جائے، اور تیسری رکعت میں الحمد اور سورت سے فارغ ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا کانوں تک ہاتھ اٹھائے، اور پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھے، اس کے بعد رکوع میں جائے اور باقی نماز معمول کے مطابق پوری کرے۔

دعاءِ قنوت

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ

اے اللہ ہم مدد چاہتے ہیں تجھ سے اور معافی مانگتے ہیں تجھ سے اور ایمان لاتے ہیں تجھ پر

---

[1] ابوداؤد شریف

وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَ

اور بھروسہ رکھتے ہیں تجھ پر اور ہم تیری اچھی تعریف کرتے ہیں اور شکر کرتے ہیں ہم تیرا اور ناشکری نہیں کرتے ہم تیری اور

نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ

ہم اس سے الگ اور علیحدہ ہوتے ہیں جو تیری نافرمانی کرتا ہے ، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی لئے نماز پڑھتے ہیں

وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى

اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہماری دوڑ ہے اور ہم تیری طرف جھپٹتے ہیں اور امیدوار ہیں تیری رحمت کے اور ڈرتے ہیں

عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ؕ

تیرے عذاب ، بیشک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے ،

اگر کسی کو دعار قنوت یاد نہ ہو تو وہ بجائے اس کے یہ پڑھے ؛

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ،

لیکن ہمیشہ اسی کو نہ پڑھتا رہے ، بلکہ دعار قنوت جلد یاد کرلے ۔

فائدہ ؛۔ وتر کی نماز کا سلام پھیر کر تین بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھو اور تیسری بار قُدُّوْس کی دال کو کھینچو ، اور اس کو ادا کرتے وقت آواز بھی قدرے بلند کرو ،

نمازِ قصر

جو شخص ۴۸ میل[1] کے سفر کی نیت سے اپنے شہر یا قصبہ یا بستی سے نکل جائے اس کے لئے واپس آنے تک ظہر ، عصر اور عشار کی فرض نماز چار رکعت کی بجائے دو رکعت رہ جاتی ہے ، ہاں اگر سفر میں کسی جگہ پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری چار رکعتیں پڑھنا فرض ہو جاتا ہے ۔

نیت نمازِ قصر ؛ نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز فرض قصر کی وقت ظہر (یا عصر یا عشار) کا واسطے اللہ تعالیٰ کے ، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،

---

[1] اٹھاسی کلومیٹر

مسئلہ: سفر میں اگر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے جو مقیم ہے تو اس کے ساتھ چار ہی رکعت پڑھنا فرض ہے۔

مسئلہ: قصر صرف ظہر، عصر اور عشاء کے فرضوں میں ہے، مغرب اور فجر میں نہیں۔

مسئلہ: اگر مسافر نے بجائے دو رکعت فرض کے چار رکعتیں پڑھ لیں اور دو رکعت پر بیٹھا تھا تو اس صورت میں نماز تو ہو جائے گی۔ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھا تو نماز دوبارہ پڑھے، سجدۂ سہو سے بھی کام نہ چلے گا۔

مسئلہ: اگر مسافر نے کسی جگہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو بجائے قصر کے پوری نماز پڑھا دی تو مسافر کی نماز ہو گئی، لیکن وہاں کے رہنے والوں کی نماز نہ ہوئی۔

مسئلہ: مسافر کسی جگہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کا امام جمعہ بن سکتا ہے۔

مریض کی نماز

نماز اسلام کا بہت بڑا فریضہ ہے، اور دینِ اسلام میں اس کا بہت بڑا مرتبہ ہے سفر میں ہو، مرض ہو، رنج ہو، خوشی ہو، دکھ تکلیف ہو یا آرام ہو، بہر حال نماز پڑھنا فرض ہے اگر عورت کے بچہ پیدا ہو رہا ہو اور آدھا اندر آدھا باہر ہو تو اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہے بہت سے لوگ جو مرض اور تکلیف میں نماز چھوڑ دیتے ہیں، بہت بڑا گناہ کرتے ہیں، اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔

مسئلہ: کسی کی ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے کسی وقت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے اور اتنا وقت نہیں ملتا کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے، تو ایسے آدمی کو معذور کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے، جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا، البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو جاتا رہے گا، اور پھر اسے وضو کرنا پڑے گا، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کی نکسیر

ایسی پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی اس نے ظہر کے وقت وضو کر لیا تو جب تک ظہر کا وقت باقی رہے گا نکسیر کے خون کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، البتہ پیشاب پاخانہ کیا یا سوئی چبھ گئی اس سے خون نکل پڑا تو وضو جاتا رہے گا۔ پھر دوبارہ وضو کرے،

مسئلہ:۔ معذور نے جس نماز کے لئے وضو کیا ہے جب اس نماز کا وقت چلا گیا تو اب دوسرے وقت کے لئے دوسرا وضو کرنا پڑے گا، اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے اور اس وضو سے فرض نفل جو نماز چاہے پڑھے۔

مسئلہ:۔ آدمی معذور جب بنتا ہے اور یہ حکم اُس وقت لگاتے ہیں جبکہ ایک نماز کا پورا وقت اسی طرح گذر جائے کہ خون وغیرہ اسی طرح برابر بہا کرے اور اتنا وقت بھی نہ ملے کہ اس وقت کی نماز طہارت سے پڑھ سکے، اگر اتنا وقت مل گیا کہ اس میں طہارت سے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کو معذور نہ کہیں گے، اس مسئلہ کو خوب سمجھ لو، بہت سے لوگ بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

مسئلہ: نماز کسی حالت میں نہ چھوڑے، جب تک کھڑے ہو کر پڑھنے کی قوت رہے کھڑے ہو کر پڑھے اور جب کھڑا نہ ہوا جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھے بیٹھے بیٹھے رکوع کرے اور سجدہ کرے،

مسئلہ:۔ اگر رکوع سجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو رکوع اور سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے، اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جُھکے،

مسئلہ:۔ اگر کھڑے ہونے کی قوت تو ہے لیکن کھڑے ہونے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے یا بیماری کے بڑھ جانے کا ڈر ہے، تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کھڑا تو ہو سکتا ہے لیکن رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو چاہے تو کھڑے ہو کر پڑھے، اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے اور چاہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے، دونوں طرح اختیار ہے، لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ:۔ اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں تو پیچھے کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا رہے بلکہ قریب بیٹھنے کے رہے، اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلائے اور اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، پھر سر کے اشارہ سے نماز پڑھے، اور سجدہ کا اشارہ ذرا نیچا کرے، اور اگر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ

وغیرہ اونچا رہے تو قبلہ کی طرف پیر کرکے بالکل چت لیٹ جائے، لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں، کہ مُنہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور آسمان کی طرف نہ رہے، پھر سر کے اشارہ سے نماز پڑھے، رکوع کا اشارہ کم کرے اور سجدہ کا اشارہ ذرا زیادہ کرے،

مسئلہ:۔ اس صورت میں اگر چت نہ لیٹے بلکہ داہنی یا بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف مُنہ کرکے لیٹے اور سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کرے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ:۔ اگر بیہوش ہو جائے تو اگر بے ہوشی ایک دن ایک رات سے زیادہ نہ ہوتی ہو تو اتنے وقت کی قضا نمازیں پڑھنا واجب ہے، اور اگر ایک دن ایک رات سے زیادہ بیہوشی ہوگئی تو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ؛ جب نماز شروع کی اس وقت تندرست تھا، پھر جب تھوڑی نماز پڑھ چکا تو نماز ہی میں کوئی ایسی رگ چڑھ گئی کہ کھڑا نہ ہو سکا تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے، اگر رکوع سجدہ کر سکے تو کرے، ورنہ رکوع سجدہ سر کے اشارے سے کرے، اور اگر ایسا حال ہوگیا کہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں ہے تو لیٹ کر باقی نماز پوری کرے۔

مسئلہ:۔ اگر بیماری کی وجہ سے تھوڑی نماز بیٹھ کر پڑھی جس میں رکوع کی جگہ رکوع اور سجدہ کی جگہ سجدہ کیا، پھر نماز ہی میں تندرست ہوگیا تو اسی نماز کو کھڑے ہو کر پوری کرے۔

مسئلہ:۔ اگر بیماری کی وجہ سے رکوع سجدہ کی قوت نہ تھی اس لئے سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کیا، پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو اچھا ہوگیا، کہ اب رکوع سجدہ کر سکتا ہے، تو اب یہ نماز جاتی رہی پھر سے پڑھے،

مسئلہ: فالج گرا اور ایسا بیمار ہو گیا کہ پانی سے استنجا نہیں کر سکتا تو کپڑے اور ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے، اور اگر کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھنے کی قوت بھی نہیں رکھتا تو بھی نماز قضاء نہ کرے، اسی طرح نماز پڑھے،

مسئلہ: اگر بیمار کا بستر نجس ہے لیکن اس کے بدلنے میں بہت تکلیف ہوگی تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔

مسئلہ: حکیم ڈاکٹر نے کسی کی آنکھ بنائی، اور ملنے جلنے سے منع کر دیا تو لیٹے لیٹے نماز پڑھتا رہے۔

قضاء نمازوں کا بیان

نماز قضاء کرنا بڑا گناہ ہے، بعضے عالم کہتے ہیں کہ جان کر نماز چھوڑ دینے سے کافر ہو جاتا ہے، اگر کبھی سوتے ہوئے وقت گذر جائے، یا غفلت سے قضاء ہو جائے تو اس کو جلد سے جلد ادا کرے بیس تیس برس یا اس سے بھی زیادہ نمازیں قضاء کی ہوں تو ان سب کو پڑھے، یہ جو مشہور ہے کہ قضاء عمری کی چار رکعتیں پڑھ لینے سے سب ادا ہو جاتی ہیں بالکل غلط ہے۔

مسئلہ:۔ قضاء نماز کی نیت میں یہ ضروری ہے کہ وقت اور تاریخ مقرر کر کے نیت کرے، لیکن چونکہ تاریخ کا مقرر کرنا بہت مشکل ہے، اس لئے جن کے ذمہ بہت سی قضاء ہوں جن کو یہ یاد نہ رہا ہو کہ کس دن کی نمازیں قضاء ہوئی تھی، عالموں نے بتایا ہے کہ ہر قضاء نماز کی نیت میں یوں کہہ لے کہ میرے ذمہ سب سے اوّل جو فلاں نماز (مثلاً ظہر یا عصر) ہے اس کو پڑھتا ہوں، مثال کے طور پر ہم ایک پوری نیت ذکر کرتے ہیں۔

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز فرض ظہر کی جو سب سے اول میرے ذمہ ہے، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

مسئلہ:۔ قضاء صرف فرضوں اور وتروں کی ہوتی ہے، سنتوں اور نفلوں کی نہیں، اس حساب سے ایک روز کی قضاء نمازوں کی بیس رکعتیں ہوئیں، صبح کے دو فرض، ظہر کے چار فرض عصر کے چار فرض، مغرب کے تین فرض، عشاء کے چار فرض اور تین وتر، اگر روزانہ بیس رکعت قضاء پڑھ لیا کرے، تو کچھ مشکل نہیں ہے، اللہ سے ڈرنے والے تو ایک دن میں کئی کئی دن کی قضاء پڑھ سکتے ہیں،

مسئلہ:۔ اگر فجر کی نماز قضاء ہو جائے اور اسی روز زوال سے پہلے پہلے پڑھے تو سنت اور فرض دونوں پڑھے۔

مسئلہ:۔ گھر پر جو ظہر، عصر اور عشاء کی نماز قضاء ہوئی ہو، اس کی قضاء میں چار ہی رکعت پڑھے، گو سفر میں پڑھ رہا ہو، اور جو ظہر و عصر اور عشاء کی نماز سفر میں قضاء ہوئی ہو (بشرطیکہ وہ سفر ۴۸ میل کا ہو) تو اس کی قضاء دو رکعت ہی پڑھے، اگرچہ گھر پر پڑھ رہا ہو۔

جماعت کا بیان

فرض نماز جہاں تک ممکن ہو پوری کوشش کے ساتھ باجماعت ادا کرو، بعض عالموں نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو واجب کہا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جماعت ترک نہیں فرمائی، حتٰی کہ سخت مرض کی حالت میں بھی جبکہ خود نہیں چل سکتے تھے دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے جاکر باجماعت نماز ادا فرمائی، قرآن شریف میں ارشاد ہے،

وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ط

یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو

اس آیت شریفہ سے باجماعت نماز پڑھنے کا حکم معلوم ہوا

حدیث شریف میں ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ۲۷ درجے زیادہ ملتا ہے، اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنا بہتر ہے، اور دو آدمیوں کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنا ایک کے ساتھ پڑھنے سے بہتر ہے، اور جس قدر بھی جماعت زیادہ ہو اللہ کو محبوب ہے۔ [1]

مسئلہ:۔ اگر مقتدی ایک ہی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا ہو تو اس کو امام کے داہنی طرف کھڑا ہونا چاہئے،

مسئلہ:۔ اگر ایک سے زائد مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں،

مسئلہ:۔ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑے ہونا مکروہ ہے جب

---

[1] مشکوۃ المصابیح

پہلی صف پوری ہوجائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیئے۔

مسئلہ: مسبوق کو اپنی گئی ہوتی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنی چاہئیں کہ پہلے قرآت والی پھر بے قرآت والی، اور جو رکعتیں امام کے پیچھے پڑھ چکا ہو ان کے حساب سے قعدہ کرے۔

مثال: ظہر کی نماز میں تین رکعت ہوجانے کے بعد کوئی آدمی شریکِ جماعت ہوا، اس کو چاہیئے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوجائے، اور گئی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے، اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے، پھر تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت نہ ملائے اور رکوع وسجدہ کرکے قعدہ کرے پھر سلام پھیر دے۔

بہت ضروری مسئلہ

بعض ناواقف مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں، اور اسی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کے لئے شرط ہے، اور تکبیر تحریمہ کے لئے قیام شرط ہے، جب قیام نہ کیا وہ صحیح نہ ہوئی، اور جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔

فائدہ: جہاں تک ممکن ہو کوشش کرکے مسجد میں جاکر جماعت سے فرض نماز پڑھو، مسجد میں جانے کا ثواب ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد میں جانے کے لئے نکلے (اور) اس کو صرف نماز ہی نے نکالا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا، اور اس کا ایک گناہ کم ہوگا، پس جب نماز پڑھے گا تو جب تک نماز پڑھنے کی جگہ رہے گا فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے، جب تک کہ کسی کو دکھ نہ دے اور وہاں وضو نہ توڑے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسجد میں کیا پڑھے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (صحابہؓ سے) ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں گذرو تو کھایا کرو، صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں ہیں، دوبارہ سوال کیا کہ کھانا کیا ہے؟ فرمایا یہ چیزیں پڑھنا؛

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط

میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے

مسجد میں داخلہ کی دعاء

جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو درود شریف پڑھ کر یہ دعاء پڑھے،

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ط

اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد سے نکلنے کی دعاء

اور جب مسجد سے نکلنے لگے تو درود شریف پڑھ کر یہ دعاء پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ط

اے اللہ بے شک میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں،

تنبیہ:- مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا، بدبودار چیزیں کھا پی کر آنا سخت منع ہے۔

حدیث:- ارشاد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اس بدبودار درخت (یعنی پیاز) کو کھائے (بدبو جانے تک) ہماری مسجد کے پاس ہرگز نہ آئے، کیونکہ فرشتے (بھی) اُن چیزوں سے دُکھ پاتے ہیں جن سے انسان دُکھ پاتے ہیں۔ (بخاری مسلم)

پیاز بطور مثال ہے، بیڑی، سگریٹ، حُقّہ وغیرہ ہر بدبودار چیز کھا پی کر بدبو جانے

سے پہلے) مسجد میں آنا سخت ممنوع ہے۔

مسئلہ: مسجد میں مٹی کا تیل جلانا یا سرسوں کے تیل کے چراغ کو پھونک سے بجھانا (جس سے بدبو پھٹ پڑتی ہے) منع ہے۔

اِمامت کے متعلّق

امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو حاضرین میں سب سے زیادہ مسائل جاننے والا ہو، بشرطیکہ قرآن شریف ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز نہ ہو، اس کے بعد سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو قرآن شریف سب سے زیادہ ٹھیک پڑھتا ہو، اس کے بعد وہ جو سب سے زیادہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو، اس کے بعد وہ جس کی عمر زیادہ ہو، اس کے بعد جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اس کے بعد جو زیادہ خوبصورت ہو، اس کے بعد جو نسبی شرافت میں بڑا ہوا ہے،

مسئلہ: بدعتی، فاسق، جاہل، دیہاتی، اور ناپاکی سے احتیاط نہ کرنے والے، اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے،

مسئلہ: ڈاڑھی منڈانے والا یا اتنی ڈاڑھی رکھنے والا جو یک مشت سے کم ہو فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

مسئلہ: جس کا امام مقرر ہو امامت کا وہی حقدار ہے، اگرچہ کوئی شخص اس سے زیادہ عالم یا اچھا قاری مسجد میں حاضر ہو گیا ہو۔

مسئلہ: جس شخص کی دینی زندگی خراب ہو اور اس کی وجہ سے مقتدی اس سے ناراض ہوں اس کو امامت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جو شخص دیوانہ ہو یا نشے میں ہو، اس کے پیچھے کسی کی نماز درست نہیں۔

مسئلہ: جس نے وضو و غسل کیا ہو اس کی نماز معذور کے پیچھے نہ ہوگی،

مسئلہ: جو شخص فرض یا سنت پڑھ رہا ہو اس کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ ایک فرض (مثلاً ظہر) پڑھنے والے کے پیچھے دوسرا فرض مثلاً عصر پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ جو شخص تیمم کرکے نماز پڑھ رہا ہو اس کے پیچھے اس کی نماز ہو جاتی گی جو وضو کرکے پڑھ رہا ہے۔

نمازِ جمعہ

جمعہ کی نماز فرض ہے، جب کہ یہ شرطیں پائی جائیں، (۱) مسافر نہ ہونا، (۲) تندرست ہونا، (۳) غلام نہ ہونا (۴) شہر یا قصبہ ہونا (۵) مرد ہونا (۶) عاقل بالغ ہونا (۷) اندھا لنگڑا نہ ہونا، (۸) جمعہ کے دن سورج کا ڈھل جانا یعنی ظہر کا وقت آجانا (۹) خطبہ (۱۰) جماعت، یعنی امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمی جماعت میں ہوں۔

مسئلہ:۔ پہلی اذان سے خرید و فروخت اور کاروبار چھوڑ کر مسجد میں آنا واجب ہے، جب امام خطبہ کے لئے چلے تو سب لوگ بالکل خاموش ہو کر خطبہ سُنیں۔ خطبہ کے وقت بات کرنا، نماز پڑھنا، درود شریف، تسبیح یا اور کچھ پڑھنا، کسی کو ڈانٹنا، نصیحت کرنا جائز نہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بلا عذر جمعہ کی نماز چھوڑ دی وہ اس کتاب میں منافق لکھا گیا جس کا لکھا ہوا نہ مٹے گا نہ بدلا جائے گا۔

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے رُک جائیں ورنہ اللہ اُن کے دلوں پر مُہر لگا دے گا۔ پھر ضرور ضرور غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت اوس بن اوس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے روز اپنی بیوی کو غسل کرایا (یعنی صحبت کرکے اس پر غسل واجب کر دیا اور اس طرح اپنے نفس اور اپنی نظر کو محفوظ کر لیا) اور خود بھی غسل کیا اور جمعہ کے لئے جلد چلا گیا (کہ خطبہ سے پہلے پہنچ گیا) اور شروع سے خطبہ سُنا اور پیدل گیا، سوار نہ ہوا اور امام کے قریب بیٹھا، اور دھیان سے خطبہ سنا اور کوئی لغو عمل اور قول نہ کیا، تو اس کے لئے ہر قدم پر پورے سال کے روزوں اور سال بھر کی راتوں کو نماز میں قیام کرنے کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

جمعہ کی چودہ ۱۴ رکعتیں ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:
چار سنتیں، پھر دو فرض پھر چار سنتیں پھر دو سنتیں پھر دو نفل،

چار سنتوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز سنت کی، وقت قبل جمعہ، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر،

دو فرضوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز فرض کی، وقت جمعہ کا، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، پیچھے اس امام کے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

چار سنتوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز سنت کی، وقت بعد جمعہ کا، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ، دو سنتوں کی نیت بھی اسی طرح ہے، بس فرق اتنا ہے کہ چار رکعت کی جگہ دو سنت کہہ لے،

دو نفلوں کی نیّت

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل بعد جمعہ کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

مسئلہ:۔ جمعہ کی نماز میں جماعت شرط ہے، بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھنے سے جمعہ کی نماز نہ ہوگی، لہٰذا اگر جمعہ کی نماز نہ ملے تو اس کی جگہ ظہر کی نماز پڑھے، اسی طرح اگر بہت دنوں تک نمازیں نہ پڑھی ہوں اور پھر توبہ کر کے ان کو ادا کرنا شروع کردے تو جمعہ کے دو فرضوں کی جگہ بھی ظہر کی نماز پڑھے، یعنی چار رکعت فرض ظہر پڑھے،

مسئلہ:۔ عورت، مریض، قیدی اور شرعی مسافر (جس کا ذکر پہلے گذرا ہے) اگر جمعہ کی نماز

میں امام کی اقتدا کرلیں تو ان کی نماز جمعہ ادا ہو جائے گی، اور ظہر کی نماز اس دن کی ان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی، اور اگر یہ لوگ جمعہ میں حاضر نہ ہوں تو نماز ظہر ادا کریں۔

تراویح کا بیان

مسئلہ:- ماہِ رمضان میں مردوں اور عورتوں کے لئے بیس ۲۰ رکعت نماز تراویح بعد نمازِ عشاء ادا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسئلہ:- مردوں کو نماز تراویح باجماعت ادا کرنا سنت علی الکفایہ ہے اگر تمام اہل محلہ الگ الگ تراویح پڑھ لیں گے تو گنہگار ہوں گے، اور اگر باجماعت ادا ہو رہی ہے اور کسی نے تنہا نماز پڑھ لی تو گنہگار تو نہ ہوگا مگر فضیلتِ جماعت سے محروم ہوگا۔

مسئلہ:- نماز تراویح بیس ۲۰ رکعت دس ۱۰ سلاموں کے ساتھ ادا کریں، اور ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر آرام کرلینا مستحب ہے۔

مسئلہ:- رمضان شریف کے پورے مہینہ میں ایک مرتبہ قرآن شریف تراویح میں ختم کرنا سنت ہے، لیکن قرآن شریف کی اجرت دے کر سننے سے یہ افضل ہے کہ سورتوں سے پڑھ لیں۔

مسئلہ:- نابالغ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ:- نماز تراویح اگر جان کر چھوڑ دی یا سفر و مرض میں چھوٹ گئی تو جس رات کی تراویح چھوٹی ہیں اس کے گذر جانے کے بعد قضاء لازم نہیں ہے، البتہ قصداً چھوڑ دینا گناہ ہے۔

مسئلہ:- اگر کسی شخص کی تراویح کی کچھ رکعتیں رہ گئیں ہوں، اور امام وتر کی نماز پڑھانے لگے تو یہ شخص وتروں میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور بعد میں تراویح پوری کرے۔

مسئلہ:- اگر کسی شخص کو عشاء کے فرض جماعت سے نہ ملے ہوں تو فرض تنہا پڑھ کر وتر اور تراویح باجماعت ادا کرنا سنت ہے۔

مسئلہ:- بعض جگہ تراویح میں قرآن شریف پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ دن میں یا اس کے بعد مہینہ ختم

ہونے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے تو بہت سے لوگ اس کے بعد نماز تراویح ہی چھوڑ دیتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ قرآن شریف ختم کرنا مستقل سُنت ہے اور پورے مہینہ تراویح پڑھنا علیحدہ دوسری سُنت ہے،

نیت تراویح

نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز سُنت تراویح کی واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا قبلہ کی طرف پیچھے اس امام کے، اَللّٰہُ اَکْبَر،

سجدۂ تلاوت کا بیان

مسئلہ:۔ قرآن شریف میں چودہ ۱۴ مقام ایسے ہیں جن کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے، اس کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔ ان جگہوں پر قرآن شریف میں حاشیہ پر لفظ السجدہ لکھا ہوتا ہے، لیکن سترہویں پارے کے آخر میں جہاں السجدہ لکھا ہے حنفی مذہب میں وہاں سجدہ نہیں ہے، اور یہ جگہ چودہ کے علاوہ ہے۔

مسئلہ:۔ تلاوت کرتے کرتے جس وقت سجدہ کی آیت تلاوت کرے اسی وقت سجدہ کر لینا چاہئے، اگر کسی وجہ سے اس وقت سجدہ نہیں کیا تو معاف نہیں ہوا، بعد میں ضرور کر لے سجدۂ تلاوت پڑھنے والے پر بھی واجب ہوتا ہے اور سننے والے پر بھی۔

مسئلہ:۔ سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہتا ہوا ایک سجدہ کرے اور پھر تکبیر کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہو، یہ افضل طریقہ ہے، لیکن اگر بیٹھے بیٹھے ہی سجدہ میں چلا گیا اور سجدہ سے اُٹھ کر بیٹھ گیا تب بھی سجدہ ادا ہو گیا۔

مسئلہ:۔ اگر نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کرے (جیسا کہ تراویح میں اکثر ہوتا ہے۔) تو تلاوت کے فوراً بعد اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے، اور پھر اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا اُٹھ کر آیت سجدہ کے بعد سے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دے،

مسئلہ:۔ اگر سجدہ کی ایک آیت کو ایک ہی مجلس میں دو مرتبہ یا دو سے زیادہ پڑھا یا سُنا تو

ایک سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لئے بدن، کپڑا، جگہ کا پاک ہونا، ستر ڈھکنا قبلہ رُخ ہونا، سجدہ ادا کرنے کی نیت کرنا، باوضو ہونا شرط ہے، اور جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ان سے سجدۂ تلاوت بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ تلاوت کرتے کرتے سجدہ کی آیت کا چھوڑ جانا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ تلاوت کرنے والا اگر سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھ دے تاکہ حاضرین تک آواز نہ پہنچے تو یہ مستحب ہے، لیکن تراویح میں امام بہرحال زور سے پڑھے، اور سب اس کے ساتھ سجدہ کریں۔

سجدۂ سہو کا بیان

نماز میں بھول کر کبھی کمی بیشی ہو جاتی ہے، اس کی تلافی کے لئے آخری قعدہ میں عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک التحیات پڑھ کر دو سجدے کئے جاتے ہیں اس کو سجدۂ سہو کہتے ہیں، یعنی بھول کا سجدہ، سہو کے معنی بھول کے ہیں۔

مسئلہ:۔ کسی واجب کے چھوٹ جانے سے یا واجب یا فرض میں تاخیر کرنے (یعنی دیر ہو جانے) سے یا کسی فرض کو اس کی جگہ سے ہٹا کر پہلے کر دینے سے یا کسی فرض کو دوبارہ ادا کرنے سے (مثلاً دو رکوع کر دیئے) ان سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اگر بھولے سے ایسا ہوا ہو، اور اگر قصداً ایسا کیا ہے تو سجدۂ سہو سے کام نہ چلے گا، بلکہ نماز کا دُہرانا واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ فرض چھوٹ جانے کی سجدۂ سہو سے تلافی نہیں ہو سکتی ہے نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم ہے، اگرچہ بھول کر چھوٹا ہو۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نماز میں بھول کر کئی باتیں ایسی پیش آگئیں جن سے سہو واجب ہوتا ہے، تو سب کی تلافی کے لئے صرف ایک ہی بار سہو کے دو سجدے کر لینا کافی ہے۔

مسئلہ:۔ جن چیزوں سے فرض نمازوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، ان سے نوافل سنن اور وتروں میں بھی واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ:- امام سے اگر کوئی ایسا کام ہوجائے جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو مقتدیوں پر بھی سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے، اور مقتدی کی بھول سے نہ اس پر سجدہ سہو واجب ہے نہ امام پر۔

مسئلہ:- جس کی کچھ رکعتیں چلی گئیں ہوں وہ امام کے سلام کے بعد جب اپنی نماز پوری کرنے لگے اور اس وقت کوئی کام بھول سے ایسا ہوجائے جس سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے تو آخری قعدہ میں سجدۂ سہو ادا کرے۔

مسئلہ:- سجدۂ سہو واجب ہونے کا قاعدہ کلیہ ہم نے اس کے سلسلۂ بیان کے شروع میں لکھ دیا ہے، اب آسانی کے لئے چند صورتیں بطور مثال لکھے دیتے ہیں، جن سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے، وہ یہ ہیں۔

(۱) فرض نماز کی پہلی رکعت یا دوسری رکعت یا ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ چھوٹ جانے سے یا سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھ جانے سے۔

(۲) نماز واجب یا نماز سنت یا نفل کی کسی بھی رکعت میں سورۂ فاتحہ چھوٹ جانے یا دوبارہ پڑھ جانے سے۔

(۳) سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھ جانے سے۔

(۴) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے سوا ہر نماز کی کسی بھی رکعت میں سورت چھوٹ جانے سے۔

(۵) کسی رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کر لینے سے۔

(۶) قعدۂ اُولیٰ یا قعدۂ اخیرہ میں تشہد یعنی التحیات چھوٹ جانے سے۔

(۷) قعدۂ اُولیٰ میں عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے بعد درود شریف بقدر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ پڑھ جانے سے یا اتنی دیر خاموش بیٹھے رہنے سے۔

(۸) امام کو جن رکعتوں میں قرأت زور سے پڑھنا ہے ان میں آہستہ پڑھ جانے سے۔

(۹) اسی طرح جن رکعتوں میں امام کو آہستہ پڑھنا ہے ان میں زور سے قرأت کر دینے سے۔

(۱۰) وتروں میں دُعاءِ قنوت بھول جانے سے۔

(۱۱) قعدۂ اُولیٰ چھوڑ کر تیسری رکعت کو کھڑے ہوجانے سے وغیرہ وغیرہ

مسئلہ: اگر دوسری رکعت کے بعد بھولے سے اٹھنے لگے تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہو بیٹھ جائے، اور اس صورت میں سجدہ کی ضرورت نہیں، اور اگر اتنا اٹھ گیا ہے کہ کھڑے ہونے کے قریب ہو چکا ہے اور اب یاد آیا ہے تو سیدھا کھڑا ہو جائے، اور آخر میں سجدۂ سہو کرلے۔

سجدۂ سہو کا طریقہ

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد یعنی التحیات عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک پڑھ کر داہنی طرف سلام پھیر کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے دو سجدے کرے، اور دو سجدے کر کے بیٹھ جائے، اور دوبارہ پوری التحیات اور اس کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

مسئلہ: اگر دونوں طرف سلام پھیر کر یاد آیا کہ میرے ذمہ سجدۂ سہو ہے تو جب تک کسی سے بات نہ کی ہو اور سینہ قبلہ سے نہ پھیرا ہو یا اور کوئی ایسا کام نہ کیا گیا ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اب بھی سجدۂ سہو کرلے۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ

نوافِل کا بیان

نماز تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ الوضوء
تحیۃ المسجد، نماز استخارہ، کسوف، خسوف
استسقاء، صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃ الحاجت

کے فضائل مسائل اور ادائیگی کا طریقہ

نوافِل کا بیان

مؤمن بندوں کو چاہیے کہ فرضوں کی پابندی کے ساتھ نفلوں کا ذخیرہ بھی لے چلیں، یوں تو جس قدر بھی نوافل پڑھے بڑا ثواب پائے، لیکن جن نوافل کی خاص خاص فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اُن کے پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے، اس لئے اُن کی فضیلیں ہم لکھتے ہیں۔

تحیۃ الوضوء

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں جب بھی کبھی جنّت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہاری آہٹ سُنی، لہٰذا بتاؤ کہ تم مجھ سے پہلے کیسے جنت میں پہنچ گئے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے جب بھی کبھی اذان دی تو دو رکعتیں نفل نماز کی ضرور پڑھیں، اور جب بھی میرا وضو ٹوٹا تو اسی وقت وضو کیا (اس کے بعد) اللہ کے لئے دو رکعت نماز پڑھنے کی ایسی پابندی کی کہ گویا یہ دو رکعتیں مجھ پر فرض ہیں، یہ سُنکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہی دو رکعتوں کی وجہ سے تم کو یہ درجہ ملا[1] اس نماز کی ایک فضیلت وضو کے بیان کے ختم پر گذر چکی ہے۔

نیّت: نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

تحیۃ المسجد

اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم ہے، کیونکہ مکان کی تعظیم صاحب مکان کی تعظیم کے خیال

---

[1] ترمذی شریف

سے ہوتی ہے، ارشاد فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہیئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نمازِ نفل پڑھ لے۔[۱]

نیت یوں کرے: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل تحیۃ المسجد کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا قبلہ کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

مسئلہ:- اگر مسجد میں ایسے وقت داخل ہو کہ اُس وقت نماز پڑھنی مکروہ ہو، مثلاً زوال کا وقت ہو تو بغیر نماز پڑھے ہی بیٹھ جائے، اس وقت تحیۃ الوضو، و تحیۃ المسجد نہ پڑھے۔

مسئلہ: دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں ہے، اگر چار رکعت پڑھ لیں تب بھی تحیۃ المسجد ادا ہو گئی۔

مسئلہ:- اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض یا سُنّت ادا کرے تو وہی فرض یا سُنّت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیں گے، یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد پڑھنے کا ثواب مل جائے گا۔

اشراق کی نماز

جب سورج نکل کر بلند ہو جائے اور اچھی طرح سفید و صاف معلوم ہونے لگے اس وقت جو نفل پڑھے جاتے ہیں، ان کو اشراق کی نماز کہتے ہیں۔

نیّت ۱- نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز (نفل) اشراق کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

مسئلہ:- اشراق کی نماز سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد پڑھے، فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جماعت سے فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے ہوئے اللہ کو یاد کرتا رہے، پھر جب سورج نکل کر بلند ہو جائے تو دو رکعت نماز (نفل) پڑھ لے، تو اس کو ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔[۲] اور اشراق کی نماز کی چار رکعتیں بھی آئی ہیں، لہٰذا اگر چار پڑھ

---

[۱] بخاری و مسلم، [۲] ترمذی شریف۔

لے تو اور بھی اچھا ہے۔

حدیث قدسی

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اے انسان تو دن کے اول حصہ میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھ، میں تیرے لئے اُس دن کے آخر تک کفایت کروں گا، (یعنی تیری سب ضرورتوں کو پورا کروں گا)۔ ۱؎

مسئلہ: اگر فجر کی نماز پڑھ کر اُٹھ کر چلا جائے اور کام کاج میں لگا رہے اور پھر سورج چڑھ جانے پر دو رکعت یا چار رکعت اشراق پڑھ لے، تو یہ بھی درست ہے مگر اس صورت میں ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت کی نماز

اس کو عربی میں "صلوٰۃ الضحیٰ" کہتے ہیں، حدیثوں میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، دن کا تہائی حصہ گذر جانے کے بعد چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک اس کا وقت رہتا ہے، گھنٹوں کے حساب سے گرمیوں میں ۹ بجے سے اور جاڑوں میں دس بجے سے شروع ہو جاتا ہے، حدیثوں میں اسی کو صلوٰۃ الاوّابین کہا گیا ہے، مگر ہمارے عرف میں مغرب کے بعد کی نفلوں کو اوّابین کہتے ہیں۔

نماز چاشت کی رکعتیں حدیثوں میں دو بھی آئی ہیں اور چھ بھی آئی ہیں، اور آٹھ بھی اور بارہ بھی، لہٰذا کم سے کم دو رکعتیں چاشت کی پڑھنا چاہیئے۔ اور اس سے زیادہ بارہ تک جتنی چاہے پڑھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں، اور فرمایا کرتی تھیں کہ اگر میرے ماں باپ بھی قبروں سے اُٹھ کر چلے آئیں تو بھی اُن کو نہ چھوڑوں، ۲؎

حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے

۱؎ ترغیب والترہیب، ۲؎ مشکوٰۃ شریف۔

روز میرے گھر آکر چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

فضیلت

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ صبح کو ہر آدمی پر ہر جوڑ[1] کی طرف سے صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے، ہر سُبْحَانَ اللّٰہِ صدقہ ہے اور ہر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ صدقہ ہے اور ہر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صدقہ ہے، اور ہر اَللّٰہُ اَکْبَرُ صدقہ ہے، اور بھلائی کا حکم کرنا صدقہ ہے، اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے، اور چاشت کی دو رکعت پڑھ لینا اس کی طرف سے (یعنی ہر جوڑ[1] کے صدقہ کی جگہ) کافی ہے، (مسلم شریف)

دوسری حدیث: جس نے چاشت کی دو رکعت کی پابندی کرلی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ (احمد و ترمذی)

تیسری حدیث: جس نے چاشت کی بارہ[۱۲] رکعتیں پڑھ لیں اس کے لئے جنت میں اللہ ایک سونے کا محل بنائے گا، (ترمذی، ابن ماجہ)

مسئلہ: چاشت کی نماز کی نیت دو دو رکعت کرکے بھی باندھی جا سکتی ہے، اور چار چار کرکے بھی، ہر طرح اختیار ہے۔

نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل چاشت کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

نمازِ اوّابین

مغرب کے بعد چھ[۶] رکعتیں اور بیس[۲۰] رکعتیں نماز پڑھنے کی فضیلت آئی ہے اس کو ہمارے عرف میں اوّابین کی نماز کہتے ہیں۔

مسئلہ: مغرب کے فرضوں کے بعد دو[۲] سنتیں اور چار[۴] نفل یا دو[۲] سنتیں اور اٹھارہ نفلیں

---

[1] بدن کے جوڑ مراد ہیں، جو تین سو ساٹھ[۳۶۰] ہیں۔

پڑھ لینا کافی ہیں، دو سنتیں بھی چھ یا بیس کے شمار میں آجائیں گی لیکن اگر سنتوں کے بعد چھ یا بیس نفل پڑھ لے تو بہت ہی اچھی بات ہے۔

مسئلہ:۔ ان رکعتوں کی نیت دو دو کر کے بھی کی جا سکتی ہے اور چار چار کر کے بھی (مگر دو سنتوں کا الگ ہی کر کے پڑھنا ضروری ہے)۔

نیت:۔ نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل اوابین کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

حدیث:۔ جس نے مغرب کے بعد چھ رکعات (نفل) پڑھ لیں اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ [1]

بیس رکعتوں کی فضیلت

جس نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھ لیں اس کے لئے جنت میں اللہ تعالیٰ ایک گھر بنا دے گا۔ [2]

تہجد کی نماز

اس نماز کی حدیثوں میں بہت فضیلت آئی ہے اُس وقت دعا قبول ہونے کا بھی خاص وقت ہوتا ہے، اس مبارک وقت میں کچھ بھی نہ ہو سکے تو دو رکعت ہی پڑھ کر دعا مانگ لے، اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات رات بھر نماز پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کے مبارک قدموں پر ورم آجاتا تھا، دو رکعت سے لے کر بارہ رکعتوں تک جس قدر ہو سکے تہجد پڑھنا چاہئے، اس میں بھی دو دو اور چار چار کی نیت ہو سکتی ہے۔

نیت:۔ نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل تہجد کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا کعبہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

---

[1] طبرانی، [2] ترمذی

فضیلت

فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ رات کو جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کا سوال پورا کروں، کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے میں اس کی مغفرت کروں، (کون ہے جو ایسے کو قرضہ دے (جس کے پاس سب کچھ ہے) جو کنگال اور ظالم نہیں ہے، صبح ہونے تک اسی طرح فرماتا ہے۔ [۱]

اور فرمایا کہ تہجد کی نماز پڑھا کرو، کیونکہ اس کو تم سے پہلے لوگ پڑھتے آئے ہیں، یہ نماز تمہارے لئے خدا کی نزدیکی کا سبب ہے، اور برائیوں کا کفارہ کرنے والی ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔ [۲]

اور فرمایا بلاشبہ جنت میں بالاخانے ہیں جن کا باہر کا حصہ اندر سے اور اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے، یہ بالاخانے اللہ نے اُن کے لئے بنائے ہیں جو نرمی سے بات کرتے ہیں اور (صاحب حاجت کو) کھانا کھلاتے ہوں اور کثرت سے روزے رکھتے ہوں، اور رات کو نماز پڑھتے ہوں جبکہ لوگ سورہے ہوں، [۳]

اور فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد افضلیت میں تہجد کی نماز کا درجہ ہے، [۴]

اور فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے سب وقتوں سے زیادہ تہجّد کے وقت قریب ہوتا ہے لہٰذا اگر تم سے ہوسکے کہ اس وقت اللہ کو یاد کرسکو تو کرلیا کرو۔ [۵]

نمازِ توبہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے بھی کوئی گناہ کبیرہ ہوجائے اور پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے

---

[۱] بخاری ومسلم، [۲] ترمذی شریف، [۳] مشکوٰۃ شریف، [۴] احمد [۵] ترمذی

اور اس کے بعد اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ اس کی مغفرت کردے گا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

(پ۴ سورہ آل عمران)

"اور جب اُن سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے، اور وہ لوگ اپنے بُرے فعل پر اڑتے نہیں باوجود علم کے"

(آل عمران، الترغیب)

نیّت:۔ نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل، صلوٰۃ توبہ کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

نمازِ حاجت

جب کسی کو کوئی حاجت اور ضرورت پیش آجائے تو اللہ سے مانگنے کے لئے دو رکعت پڑھی جاتی ہیں، اس کو صلوٰۃ الحاجت کہتے ہیں، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ سے کچھ حاجت یا کسی انسان سے کچھ ضرورت ہو اس کو چاہیئے کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر اللہ کی تعریف بیان کرے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر دعا میں ان کلمات کو کہے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ۝ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بردبار بزرگ ہے، ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو بڑے عرش کا پروردگار ہے

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ

اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کی پرورش کرنے والا ہے اے اللہ میں تیری رحمت کے اسباب کو

مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ

اور تیری بخشش کو ضروری کرنے والی چیزوں کو مانگتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے

لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ

سلامتی عنایت فرما، نہ چھوڑ میرے کسی گناہ کو مگر تو اس کو معاف کر دے اور نہ کسی فکر کو مگر تو اس کو دور کر دے اور

رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○

اور نہ حاجت کو جو تیری مرضی کے موافق ہو مگر تو اس کو پورا کر دے اے ارحم الراحمین ،

اس کے بعد دنیا و آخرت کی چیزوں میں سے جو چاہے سوال کرے۔ [1]

نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نمازِ نفل صلوٰۃ الحاجۃ کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،

نماز استخارہ

جب کوئی کام کرنا ہو (مثلاً تجارت کرنا یا کسی تجارت میں حصہ لینا یا نکاح کرنا یا اور کوئی کام ہو) تو چاہئے کہ اپنے پروردگار سے خیر کی دعا کرے اور مشورہ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، ہر خیر و شر کا اس کو پتہ ہے اس سے مشورہ لیا جائے گا تو وہ اپنے بندہ کو نفع کے راستے پر ہی چلائے گا، اس مقصد کے لئے دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، جن کو صلوٰۃ الاستخارہ کہتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ

اے اللہ! میں تیرے علم کے ذریعہ (اپنے حق میں) بہتری چاہتا ہوں اور قدرت مانگتا ہوں تیری قدرت سے اور تیرے بڑے

مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ

فضل کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور تجھے علم ہے اور مجھے علم نہیں اور تو

---

[1] ترغیب و ترہیب ،

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ
غیب کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین میں
فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ
اور میری دنیا میں اور انجام کے حق میں بہتر ہے تو اسے میرے بس میں کردے اور میرے لئے آسان کردے
بَارِكْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ
پھر اس میں مجھے برکت عطا فرما، اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین اور میری دنیا کے انجام کے
مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ
حق میں مضر ہے تو اس کام کو میرے (سر) سے ٹال دے اور مجھے اس سے بچالے، اور مجھے بھلائی عطا کر، جہاں بھی
اَلْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ،
ہو، پھر مجھے اس پر راضی کردے، (مشکوٰۃ شریف)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کی ایک نیک بختی یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے خیر طلب کرے اور اس کی ایک بدبختی یہ ہے کہ اللہ سے خیر طلب نہ کرے، [1]

نیت: نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ الاستخارہ کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

تنبیہ: یہ دعا پڑھتے ہوئے جب ھٰذَا الْاَمْرَ پر پہنچے جہاں دو جگہ لکیر کھینچی ہوئی ہے تو اپنی حاجت کا دل میں دھیان کرے،

نمازِ کسوف وخسوف

شریعت میں چاند اور سورج گرہن ہونے کے وقت کی بھی نماز آئی ہے، فقہ کی کتابوں میں سورج گرہن کو کسوفِ شمس اور چاند گرہن کو خسوفِ قمر کہا جاتا ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند و سورج کے گرہن کے متعلق فرمایا کہ یہ نشانیاں

---

[1] حاکم،

ہیں جن کو اللہ بھیجتا ہے، یہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتی ہیں، بلکہ ان کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو گھبرائے ہوئے اللہ کے ذکر میں اور اس سے دعاء کرنے اور مغفرت کرنے میں لگ جاؤ، اور دوسری روایت ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو اللہ سے دعاء کرو اور اس کی بڑائی بیان کرو، اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔[1]

فائدہ:۔ یہ صدقہ گناہوں کی معافی کے لئے ہے، چاند اور سورج کا قرض اتارنے کے لئے نہیں، جیسا کہ غیر قوموں میں مشہور ہے، کہ چاند اور سورج پر بھنگیوں کا قرض چاہتا ہے، لہٰذا ان کو ادا کر کے اُن کی جان چھڑالو یہ سراسر غلط ہے۔

سورج گرہن کی نماز

جب سورج گرہن ہو تو چاہئے کہ امام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے، جن میں بہت لمبی قرأت ہو، اور رکوع سجدے بھی خوب دیر تک ہوں، دو رکعتیں پڑھ کر قبلہ رُو بیٹھے رہیں، اور سورج صاف ہونے تک اللہ سے دعاء کرتے رہیں۔[2]

نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل کسوفِ شمس کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے پیچھے اس امام کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

چاند گرہن کی نماز

چاند گرہن کے وقت بھی چاند صاف ہونے تک نماز پڑھتے رہیں، مگر علیٰحدہ علیٰحدہ اپنے گھروں میں پڑھیں، اس میں جماعت نہیں۔

نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل خسوف قمر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

مسئلہ:۔ بعض لوگ اور خاص کر عورتیں سمجھتی ہیں کہ سورج چاند گرہن ہوتے وقت کھانا

---

[1] مشکوٰۃ شریف، [2] ابوداؤد شریف،

پینا گناہ ہے، سو یہ غلط ہے۔

نوافلِ سفر

سفر میں جائے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر گھر سے نکلے، اور جب سفر سے واپس آئے تو بہتر یہ ہے کہ اپنے شہر اور بستی میں چاشت کے وقت پہنچے، اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ جائے، اور لوگوں سے ملے جُلے۔

نیت:۔ نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نفل کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت حدیثوں میں آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس ابن عبدالمطلبؓ سے فرمایا کہ اے عباس! اے چچا جان! کیا میں تم کو ایک عطیہ دوں؟ کیا میں تم کو کچھ بخشش کروں؟ کیا میں تم کو مفید چیز سے باخبر کردوں؟ کیا تم کو ایسی چیز دوں جب تم اس کو کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے، پُرانے اور نئے، غلطی سے کئے ہوئے اور جان کر کئے ہوتے چھوٹے اور بڑے، چھپ کر کئے ہوئے اور ظاہراً کئے ہوتے سب معاف فرما دے گا، وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نماز (نفل صلوٰۃ التسبیح اس طرح سے پڑھو کہ جب الحمد شریف اور سورت پڑھ چکو تو کھڑے ہی کھڑے رکوع سے پہلے (کلمہ سوم) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پندرہ مرتبہ کہو، پھر رکوع کرو تو رکوع میں ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھو، پھر رکوع سے کھڑے ہو کر (قومہ میں)، دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ میں جا کر دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ سے اُٹھ کر (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر) دس مرتبہ پڑھو، پھر دوسرا سجدہ کرو اور (سجدہ میں)، دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ سے اُٹھ کر بیٹھ جاؤ، اور دس مرتبہ پڑھو، (اسی طرح چار رکعتیں پڑھ لو) یہ ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ ہوتے، اور چار رکعتوں میں ملا کر ۳۰۰ ہوتے۔

یہ ترتیب بتاکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ کرو تو جمعہ میں (یعنی ہفتہ بھر میں) ایک مرتبہ پڑھ لو، یہ بھی نہ کرو تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ کرو تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ کرو تو عمر بھر میں ایک مرتبہ (تو) پڑھ ہی لو۔ [1]

بعض علماء نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے جو نہ پڑھے اسے بُرا نہ کہے، جو پڑھ لے گا ثواب پائے گا انشاء اللہ تعالیٰ،

فائدہ: یہ نماز ہر وقت ہو سکتی ہے، سوائے اُن وقتوں کے جن میں نفل پڑھنا مکروہ ہے،

فائدہ: بہتر یہ ہے کہ اس نماز کو زوال کے بعد ظہر سے پہلے پڑھ لیا کرے (جیسا کہ ایک حدیث میں بعد زوال کے الفاظ آئے ہیں) لیکن بعد زوال موقع نہ ملے تو جس وقت چاہے پڑھ لے۔

فائدہ: بعض روایات میں ان چار کلموں یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بھی آیا ہے، لہٰذا اس کو بھی ملا لیا جائے تو اچھا ہو۔

فائدہ: دوسری اور چوتھی رکعت میں التحیات سے پہلے ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھے، رکوع سجدہ میں پہلے رکوع و سجدہ کی تسبیحات (یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے، اور بعد میں ان کلمات کو پڑھے۔

فائدہ: دوسرا طریقہ اس نماز کے پڑھنے کا یوں معروف ہے کہ پہلی رکعت میں سبحانک اللّٰھم کے بعد الحمد شریف سے پہلے ان کلمات کو پندرہ مرتبہ پڑھے، اور پھر الحمد اور سورت کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ اسی طرح ہے، جو پہلے طریقہ میں گذرا، اب اس صورت میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھکر پہلی اور تیسری رکعت میں ان کلمات کو پڑھنے کی ضرورت نہیں رہے گی، اور نہ دوسری اور چوتھی رکعت میں التحیات سے پہلے اُن کو پڑھا جائے گا کیونکہ ہر رکعت میں دوسرے سجدے تک پہنچ کر ہی ۷۵ کی تعداد پوری ہو جاتے گی، علماء نے لکھا ہے کہ

---

[1] ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، ترمذی۔

بہتر یہ ہے کہ دونوں طریقوں پر عمل کر لیا کرے۔

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں، اسی نماز کو اسی طریقہ سے پڑھا کرتے تھے جو ابھی بعد میں ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہ نماز ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے، اور ابو الجوزا تابعیؒ روزانہ ظہر کی اذان ہوتے ہی مسجد میں چلے جاتے تھے، اور جماعت کھڑی ہونے تک پڑھ لیا کرتے تھے حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے تھے کہ جسے جنت درکار ہو اسے چاہئے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے ابو عثمان حیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مصیبتوں اور غموں کو دور کرنے کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی بہتر چیز میں نے نہیں دیکھی۔

نیت: نیت کرتا ہوں چار رکعت نمازِ نفل صلوٰۃ التسبیح کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

مسئلہ: اس نماز کے لئے کوئی سورت مقرر نہیں ہے، جونسی سورت چاہے پڑھ لے، بعض روایتوں میں ہے کہ بیس بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔

مسئلہ: ان تسبیحات کو زبان سے ہرگز نہ گنے، کیونکہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی، انگلیاں جس جگہ رکھی ہوں اُن کو وہیں رکھے رہے، اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ: اگر کسی جگہ پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرلے، البتہ بھولی ہوئی تسبیحات کی قضاء رکوع سے کھڑے ہوکر اور دونوں سجدوں کے درمیان نہ کرے، اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد جب بیٹھے تو اس میں بھی بھولی ہوئی تسبیحات کی قضاء نہ کرے (بلکہ اُن تسبیحات کو دس دس مرتبہ) پڑھ لے، اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی تسبیحات ادا کرے۔

مسئلہ: اگر کسی وجہ سے سجدۂ سہو پیش آجائے تو اس میں یہ تسبیحات نہ پڑھے، البتہ اگر کسی جگہ بھولے سے تسبیحات پڑھنا چھوڑ آیا ہو جس سے ۷۵ کی تعداد میں کمی ہو رہی ہو اور اب تک قضاء نہ کی ہو تو اس کو سجدۂ سہو میں پڑھ لے۔

نمازِ استسقاء

جب بارش کی ضرورت ہو اور مینھ نہ برستا ہو اس وقت اللہ جل شانہ سے بارش کی دعاء کرنا مسنون ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ سارے مسلمان مل کر پیدل اور عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں شہر اور بستی سے باہر جائیں، اور بچوں اور بوڑھوں کو بھی لے جائیں، اور کسی کافر کو ساتھ نہ لیں، اور دو رکعت نماز نفل جماعت کے ساتھ (بغیر اذان و تکبیر کے پڑھیں) اس نماز میں امام زور سے قرأت کرے پھر دو خطبے پڑھے جیسے عید کے دن پڑھے جاتے ہیں پھر امام قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعاء کرے اور سب مقتدی بھی دعاء کریں۔

تین روز ایسا ہی کریں، تین دن سے زیادہ نہیں، اگر ایک دن نماز استسقاء پڑھ کر بارش ہو جائے تب بھی دن پورے کریں۔ اور تینوں دن روزے بھی رکھیں تو بہتر ہے۔

فائدہ: بارش کا رُک جانا ایک عذاب ہے، جو گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے، جب بارش بند ہو تو سب توبہ و استغفار میں لگیں، اور زکوٰتیں ادا کریں، اور جن کے حقوق رُوک رکھے ہوں جلد سے جلد اُن کے حقوق دیں۔

حدیث: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی دعاء کے لئے لوگوں کے ساتھ مدینہ شریف سے باہر عید پڑھنے کی جگہ تشریف لے گئے، وہاں دو رکعتیں زور کی قرأت کے ساتھ پڑھائیں، اور قبلہ کی طرف مُنہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور اپنی چادر جسے اوڑھے ہوتے تھے، پلٹ؏ دی (یعنی چادر کا ظاہری حصہ اندرونی اور بیرونی کو ظاہر اور نیچے کے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے فرما دیا۔ (مشکوٰۃ)

نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ الاستسقاء کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے

؏ یہ چادر پلٹنا تفاؤلاً ہے، یعنی اے اللہ جس طرح یہ چادر پلٹ گئی اسی طرح ہماری حالت کو پلٹ دے اور خشکی کو برسات سے بدل دے ۱۲

پیچھے اس امام کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

فائدہ: جس قدر نفل نمازیں ہم نے یہاں بیان کی ہیں اُن کے علاوہ جس قدر کثرت سے نوافل پڑھے وہ بہت زیادہ ثواب کا باعث اور ترقی درجات کا سامان ہوں گے، خاص کر اُن نفلوں کا خوب اہتمام کرے جن کی فضیلت حدیثوں میں آئی ہے، مثلاً دونوں عیدوں کی راتیں، عشرۂ ذی الحجہ کی راتیں اور شب قدر اور شب برآت، رمضان کی راتیں سب میں نوافل پڑھے اور عبادت کرے،

حدیث: جب شب برات کے مہینہ کی پندرھویں تاریخ ہو تو اس رات کو قیام کرو، اور صبح کو روزہ رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں سورج چھپتے ہی قریب والے آسمان پر خاص تجلی فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے جس کو میں بخش دوں؟ اور کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے جسے میں رزق دوں؟ کیا کوئی مصیبت میں مبتلا ہے جسے میں عافیت دوں؟ اسی طرح اور باتیں بھی فرماتے ہیں، جب تک فجر کا وقت ہو، یوں ہی فرماتے رہتے ہیں۔ [1]

حدیث: عشرۂ ذی الحجہ کے دنوں کی عبادت کے برابر اللہ کے نزدیک دوسرے دنوں میں سے کسی دن کی عبادت بھی نہیں ہے، ان دنوں میں ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، اور ان میں ہر رات کا قیام شب قدر میں قیام کرنے کے برابر ہے، [2]

ہر مشکل کے لئے نماز

جب کوئی مصیبت درپیش ہو، رنج و غم ہو، خوف و ہراس ہو، دشمن کا ڈر ہو، سخت آندھی ہو، زلزلہ ہو، بجلی گرے، طاعون، یا ہیضہ پھیلے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اور نفل نمازیں بلا جماعت اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں، اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

---

[1] ابن ماجہ [2] مشکوٰۃ شریف۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ، "اے ایمان والو، مدد مانگو صبر اور نماز کے ساتھ"

حضرت حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مشکل درپیش ہو جاتی تھی تو جھٹ نماز میں لگ جاتے تھے، [1]

ضروری تنبیہ

گذشتہ صفحات میں جو نمازیں اور ان کے فضائل اور طریقے ہم نے لکھے ہیں، یہ احادیث سے ثابت ہیں، بے کھٹک اُن پر عمل کر سکتے ہیں، لیکن بہت سے واعظوں اور صوفیوں نے مہینوں اور دنوں اور راتوں کی نمازوں کے طریقے اور ثواب خود بنا کر کتابوں میں چھاپ دیئے ہیں، کتاب "رُکنِ دین" نامی میں ایسی نمازیں بہت لکھی ہیں، ان پر عمل نہ کرو، شبِ برآت کی نماز کا کوئی خاص طریقہ صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اور یوم عاشوراء اور رجب کی پہلی رات یا پہلی جمعرات یا اس کی ستائیسؔ شب کے نوافل اور ان کے فضائل گھڑے ہوئے ہیں، نیکی کے نام سے بدعت میں نہ پھنس جاؤ۔

---

[1] ابوداؤد شریف۔

عیدین کا بیان

عیدین کے مستحبات

(۱) غسل کرنا اور مسواک کرنا (۲) اپنے پاس جو کپڑے موجود ہوں ان میں سے اچھے سے اچھے کپڑے پہننا (۳) خوشبو لگانا (۴) عیدگاہ میں جو آبادی سے باہر ہو عید کی نماز پڑھنا (۵) عیدگاہ پیدل جانا (۶) ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا (۷) عید کی نماز سے پہلے گھر میں یا عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا، گھر میں آکر پڑھے تو کوئی حرج نہیں (۸) نماز عید الفطر سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا (۹) اگر صدقہ فطر واجب ہو تو اس کو نماز سے پہلے ادا کرنا (۱۰) عید الاضحیٰ کے دن نماز عید کے بعد اپنی قربانی کا گوشت کھانا۔

عید الفطر کی نماز کو جاتے ہوئے راستہ میں آہستہ آہستہ تکبیر تشریق کہیں، اور عید الاضحیٰ میں ذرا بلند آواز سے کہتے ہوئے جانا مستحب ہے۔

عید الاضحیٰ کے خاص احکام

اگر مالدار اور صاحب نصاب ہو تو اس کو عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد قربانی کرنا واجب ہے، اور ذی الحجہ کی نماز فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد جو جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہو ایک بار تکبیر تشریق باآواز بلند امام و مقتدی پر کہنا واجب ہے، تکبیر یہ ہے،

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط

نمازِ عیدین کا طریقہ

نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز واجب عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی مع واجب چھ تکبیروں کے، پیچھے اس امام کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف اور چاہے تو عربی میں اس طرح نیت کرے۔

نَوَیْتُ اَنْ اُؤَدِّیَ لِلّٰہِ تَعَالٰی رَکْعَتَیْ صَلٰوۃَ عِیْدُ الْفِطْرِ (عِیْدُ الْاَضْحٰی) اَلْوَاجِبَۃِ مَعَ سِتَّۃِ تَکْبِیْرَاتٍ وَاجِبَاتٍ اِقْتَدَیْتُ بِہٰذَا الْاِمَامِ مُتَوَجِّھًا اِلَی الْکَعْبَۃِ الشَّرِیْفَۃِ،

نیت کے بعد امام و مقتدی تکبیر تحریمہ یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں، اور اس کے بعد سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اور ہر مرتبہ مثل تکبیر تحریمہ کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں، اور ہر تکبیر کے بعد اتنا توقف کریں کہ تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ سکیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائیں بلکہ باندھ لیں، اور امام اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھے، مقتدی خاموش کھڑے رہیں، پھر رکوع و سجدہ کر کے دوسری رکعت میں امام پہلے سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے، اس کے بعد تین مرتبہ تکبیر اسی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہے، اور ہر مرتبہ ہاتھ اٹھا کر لٹکا دیں، پھر چوتھی تکبیر بغیر ہاتھ اُٹھائے کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں۔ اور باقی نماز روزانہ کی نماز کی طرح پوری کر لیں،

مسئلہ: عیدین کی نماز وتروں کی طرح واجب ہے، اور اس میں بھی جماعت شرط ہے، اس کو کبھی نہ چھوڑو، اور اچھی طرح اُس کا طریقہ یاد کر لو۔

مسئلہ: بہت سے لوگ عیدین کی نماز کے بعد خطبہ نہیں سُنتے، چھوڑ کر چل دیتے ہیں، یہ خلافِ سُنت ہے اور ترکِ سُنت ہے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز کا خطبہ سُنت ہے، لیکن جمعہ کے خطبہ کی طرح عیدین کے خطبہ کے درمیان بھی بات کرنا درست نہیں، اسی خطبہ کے درمیان امام کے لئے یا کسی دوسری ضرورت کے لئے چندہ کرنا اور سوال کرنا، امام کی پگڑی وغیرہ باندھنا سخت منع ہے۔

عید کو گناہوں سے ملوث نہ کریں

افسوس ہے کہ اس زمانے کے مسلمان ذکر کی طرف تو کیا متوجہ ہوتے عید کے دن خوب اچھی طرح گناہ کرتے ہیں اس دن سینما دیکھنا تو بہت سے لوگوں نے اپنے ذمہ فرض کر رکھا ہے عید کی خوشی کو سینما بینی کے ناپاک عمل سے مٹی میں ملا دیتے ہیں کیونکہ گناہ میں کوئی خوشی نہیں اللہ کو ناراض کرنے والی چیز کیسے باعثِ خوشی بن سکتی ہے بہت سے لوگ عید کے کپڑے بناتے ہیں تو اس میں بھی حرام حلال کا خیال نہیں کرتے مرد ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہنتے ہیں، عورتیں باریک کپڑے پہنتی ہیں اور بہت سے لوگ خوب اچھی طرح داڑھی منڈا کر انگریزی بال تراش کر نمازِ عید کے لئے آتے ہیں، جو عید سراپا طاعت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے تھی۔ اسے گناہوں سے ملوث کر دیا تو عید کہاں رہی عید تو اسلامی چیز ہے اس دن ہر کام خصوصیت کے ساتھ اچھا اور نیک ہونا چاہیئے اس دن گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے اور طبیعت کو آمادہ کیا جائے کہ آئندہ بھی گناہ نہ کریں گے، مومن کی زندگی گناہوں والی زندگی نہیں ہوتی۔

صدقۃ الفطر کے احکام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کو ضروری قرار دیا (فی کس) ایک صاع کھجوریں یا اسی قدر جو دیئے جائیں غلام اور آزاد مذکر اور مؤنث (یعنی مرد اور عورت) اور چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے، اور نمازِ عید کے لئے لوگوں کو جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ [1]

صدقہ فطر کس پر واجب ہے

صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہو یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت اس کی ملکیت میں ہو یا اگر سونا چاندی اور نقد رقم نہ ہو اور ضرورت سے زائد سامان موجود ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی بن سکتی ہو تو اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے، زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مال نصاب پر چاند کے حساب سے ایک سال گذر جائے لیکن صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اگر رمضان کی تیس ۳۰ تاریخ کو کسی کے پاس مال آگیا جس پر صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے تو عید الفطر کی صبح صادق ہوتے ہی اس پر صدقہ فطر واجب ہو جائے گا۔

صدقہ فطر کے فائدے

صدقہ فطر ادا کرنے سے ایک حکم شرعی کے انجام دینے کا ثواب تو ملتا ہی ہے، اس کے ساتھ دو مزید فائدے اور ہیں۔ اوّل یہ کہ صدقہ فطر روزوں کو پاک صاف کرنے کا ذریعہ ہے،

---

[1] مشکوٰۃ ص: ۱۶۰ بحوالہ بخاری ومسلم

روزے کی حالت میں جو فضول باتیں کہیں اور جو خراب اور گندی باتیں زبان سے نکلیں صدقہ فطر کے ذریعہ روزے ان چیزوں سے پاک ہو جاتے ہیں، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عید کے دن ناداروں اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام ہو جاتا ہے اور اسی لئے عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو کتنا سستا سودا ہے کہ محض دو سیر گیہوں دینے سے تیس روزوں کی تطہیر ہو جاتی ہے یعنی لایعنی اور گندی باتوں کی روزے میں جو ملاوٹ ہو گئی اس کے اثرات سے روزے پاک ہو جاتے ہیں۔

گویا صدقۃ الفطر ادا کر دینے سے روزوں کی قبولیت کی راہ میں کوئی اٹکانے والی چیز باقی نہیں رہ جاتی ہے، اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر مسئلہ کی رُو سے کسی پر صدقۃ الفطر واجب نہ ہو تب بھی دے دینا چاہئے خرچ بہت معمولی ہے اور نفع بہت بڑا ہے۔ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طہرا للصیام من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین۔ [1]

کس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا جائے

صدقہ فطر بالغ عورت پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے۔ شوہر کے ذمہ اُس کا صدقہ فطر ادا کرنا ضروری نہیں، اور جو نابالغ اولاد ہے اس کی طرف سے والد پر صدقہ فطر دینا واجب ہے بچوں کی والدہ کے ذمے بچوں کا صدقہ فطر دینا لازم نہیں ہے۔ اگر بیوی کہے کہ میری طرف سے ادا کر دو اور شوہر بیوی کی طرف سے ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا اگرچہ اس کے ذمہ بیوی کی طرف سے ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

جب مسلمان جہاد کیا کرتے تھے تو اُن کے پاس جو کافر قیدی ہو کر آتے تھے اُن کو غلام اور باندی بنا لیا جاتا تھا جس کی ملکیت میں غلام یا باندی ہوتا اس کے اوپر غلام اور باندی کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب ہوتا تھا۔ آج کل اگر جنگ ہوتی ہے تو وطنی اور ملکی لڑائی ہوتی ہے شرعی

---

[1] رواہ ابو داؤد

جہاد ہوتا نہیں لہٰذا مسلمان غلام اور باندی سے محروم ہیں۔

صدقہ فطر میں کیا دیا جاتے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر دینے کے سلسلے میں دینار و درہم یعنی سونے چاندی کا سکہ ذکر نہیں فرمایا، بلکہ جو چیزیں گھروں میں عام طور پر کھائی جاتی ہیں انہیں کے ذریعہ صدقہ فطر کی ادائیگی بتائی، حدیث بالا میں جس کا ترجمہ ابھی ہوا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فی کس صدقہ فطر کی ادائیگی کے لئے دینے کا ذکر ہے، دوسری حدیثوں میں ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب یعنی کشمش دینے کا بھی ذکر آیا ہے اور بعض روایات میں ایک صاع گیہوں دو آدمیوں کی طرف سے بطور صدقہ فطر دینا بھی وارد ہوا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے، لہٰذا اگر صدقہ فطر میں جو دے تو ایک صاع دے اور گیہوں دے تو آدھا صاع دے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو اور گیہوں وغیرہ ناپ کر فروخت کیا کرتے تھے اور ان چیزوں کو تولنے کے بجائے ناپنے کا رواج تھا، اس زمانے میں ناپنے کا جو ایک پیمانہ تھا اسی کے حساب سے حدیث شریف میں صدقہ فطر کی مقدار بتائی ہے ایک صاع کچھ اوپر ساڑھے تین سیر کا ہوتا تھا۔ ہندوستان کے بزرگوں نے جب اس کا حساب لگایا تو ایک شخص کا صدقہ فطر گیہوں کے اعتبار سے اسی کے سیر سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک ہوا۔ عام طور سے کتابوں میں عوام کی رعایت سے یہی تول والی بات لکھی جاتی ہے۔ اگر ایک گھر میں میاں بیوی اور چند نابالغ بچے ہوں تو مرد پر اپنی طرف سے اور ہر نابالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر میں فی کس ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گندم یا اس کا دوگنا جو یا چھوارے یا کشمش یا پنیر دینا واجب ہے۔ بیوی کی طرف سے مرد پر صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔ یہ صدقہ باپ پر واجب ہوتا ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی کا وقت

صدقہ فطر عید کے دن کی صبح کے طلوع ہونے پر واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے

پہلے مرجائے تو اُس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: صدقۃ الفطر عید سے پہلے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر پہلے ادا نہ کیا تو عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ اگر کسی نے نماز عید سے پہلے یا بعد نہ دیا تو ساقط نہ ہوگا۔ اس کی ادائیگی برابر ذمّہ رہے گی۔

مسئلہ: جو بچّہ عید الفطر کی صبح صادق ہو جانے کے بعد پیدا ہوا ہو اُس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔

نابالغ کے مال سے صدقہ فطر

اگر کسی نابالغ کی ملکیت میں خود اپنا مال ہو جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو اس کا وارث اسی کے مال سے اس کا صدقہ فطر ادا کرے، اس صورت میں اپنے مال سے دینا واجب نہیں۔

سوال: بچّہ کی ملکیت میں مال کہاں سے آئے گا؟

جواب: اس طرح سے آسکتا ہے کہ کسی کی میراث سے اس کو مال پہنچ جائے یا کوئی شخص اس کو ہبہ کر دے۔

جس نے روزے نہ رکھے ہوں اُس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے

اگر کسی بالغ مرد و عورت نے کسی وجہ سے روزے نہ رکھے تب بھی صدقہ فطر کا نصاب ہونے پر صدقہ کی ادائیگی واجب ہے۔

صدقہ فطر میں نقد قیمت یا آٹا وغیرہ

صدقہ فطر میں گیہوں کا آٹا بھی دیا جا سکتا ہے، وزن وہی ہے جو اوپر گذرا اور جو کا آٹا بھی دے سکتا ہے اس کا وزن بھی وہی ہے جو جو کا وزن ہے۔

مسئلہ: صدقہ فطر میں جو یا گیہوں کی نقد قیمت بھی دی جا سکتی ہے، بلکہ اس کا دینا افضل

ہے۔ اگر گیہوں اور جو کے علاوہ کسی دوسرے غلّہ سے صدقۂ فطر ادا کرے، مثلاً چنا، چاول، اڑد، جوار اور مکئی وغیرہ دینا چاہئے تو اتنی مقدار میں دے کہ اُس کی قیمت ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گیہوں یا اُس سے دوگنے جو کی قیمت کے برابر ہو جائے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی میں کچھ تفصیل

مسئلہ: ایک شخص کا صدقۂ فطر ایک محتاج کو دے دینا یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی محتاجوں کو دے دینا دونوں صورتیں جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چند آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی محتاج کو دے دیا جائے۔

صاحبِ نصاب کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں

جس پر زکوٰۃ خود واجب ہو یا زکوٰۃ واجب ہونے کے بقدر اُس کے پاس مال ہو۔ یا ضرورت سے زائد سامان ہو جس کی وجہ سے صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کو صدقۂ فطر دینا جائز نہیں جس کی حیثیت اس سے کم ہو شریعت کے نزدیک اُسے فقیر کہا جاتا ہے اُسے زکوٰۃ اور صدقۂ فطر دے سکتے ہیں۔

رشتہ داروں کو صدقۂ فطر دینے میں تفصیل

اپنی اولاد کو یا ماں باپ اور نانا نانی دادا دادی کو زکوٰۃ اور صدقۂ فطر نہیں دے سکتے البتہ دوسرے رشتہ داروں کو مثلاً بھائی بہن چچا ماموں خالہ وغیرہ کو دے سکتے ہیں۔ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو صدقۂ فطر دے تو ادائیگی نہ ہوگی۔ اور سیدوں کو بھی صدقۂ فطر دینا جائز نہیں۔

فائدہ:- بہت سے لوگ پیشہ ور مانگنے والوں کے ظاہری پھٹے پُرانے کپڑے دیکھ کر یا کسی عورت کو بیوہ پا کر زکوٰۃ اور صدقۂ فطر دے دیتے ہیں حالانکہ بعض مرتبہ بیوہ عورت کے پاس بقدر نصاب زیور ہوتا ہے، اسی طرح روزانہ کے مانگنے والوں کے پاس اچھی خاصی مالیت ہوتی ہے۔ حالانکہ صاحبِ نصاب کو دینے سے ادائیگی نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کی رقم خوب سوچ سمجھ کر دینا لازم ہے۔

رشتہ داروں کو دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے

جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا جائز ہے اُن کو دینے سے دوہرا ثواب ہوتا ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہو جاتی ہے۔

نوکروں کو صدقۂ فطر دینا

اپنے غریب نوکروں کو بھی زکوٰۃ اور صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔ مگر ان کی تنخواہ میں لگانا درست نہیں۔

بالغ عورت اگر صاحبِ نصاب ہو

اگر بالغ عورت اس قابل ہے کہ اس کو صدقہ فطر دیا جا سکے تو اُسے دے سکتے ہیں اگرچہ اُس کے میکہ والے مالدار ہوں۔

قربانی کے فضائل ومسائل

قربانی کی فضیلت

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اپنی صاحبزادی) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (قربانی کے وقت) فرمایا کہ اے فاطمہؓ کھڑی ہو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کی وجہ سے تمہارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا یہ فضیلت صرف ہمارے لئے یعنی اہلِ بیت کے واسطے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ فضیلت ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(الترغیب والترہیب للحافظ المنذری ج ۲ ص ۱۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقرعید کی دس تاریخ کو کوئی بھی نیک کام اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے، اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں اور سینگوں اور کھُروں کو لے کر آئے گا۔ (اور یہ چیزیں ثوابِ عظیم کا ذریعہ بنیں گی) نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۸ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے، آپؐ نے فرمایا یہ طریقہ تمہارے باپ حضرت

ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے اور یہ اُن کا طریقہ چلا آرہا ہے۔[1] صحابہؓ نے عرض کیا ہم کو ان میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی! عرض کیا اُون والے جانور یعنی بھیڑ دُنبہ کے ذبح پر کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ملتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۹ بحوالہ ابن ماجہ واحمد)

قربانی کی اہمیت

چونکہ اصل مقصود خُون بہانا ہے، یعنی جان، جاں آفریں کے سپرد کرنا ہے اس لئے قربانی کے ایام میں اگر کوئی شخص قربانی کی قیمت صدقہ کردے یا اُس کی جگہ غلّہ یا کپڑا محتاجوں کو دے دے تو اُس سے حکم کی تعمیل نہ ہوگی اور ترک قربانی کا گناہ ہوگا اور ہر بال کے بدلہ نیکی ملنے کی جو سعادت تھی اس سے محرومی ہوگی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ وَجَدَ سِعَةً لِاَنْ یُّضَحِّیَ فَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَحْضُرْ مُصَلَّانَا (رواہ الحاکم، الترغیب والترہیب ص۱۰۳ ج ۲) یعنی جو شخص وسعت ہوتے ہوئے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور ہر سال قربانی فرمائی (مشکوٰۃ) ان حدیثوں سے قربانی کی بہت زیادہ تاکید معلوم ہوئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پابندی سے قربانی کرنے اور اُس کے لئے تاکید فرمانے کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ وسعت پر قربانی کو واجب کہا ہے اور فرمایا ہے کہ صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے (واجب کا درجہ فرض کے قریب ہے بلکہ عمل میں فرض کے برابر ہے۔)

قربانی کس پر واجب ہے

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت ہو یا

---

[1] عیدین کے بیان میں مفصل قصہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بحکم خداوندی اپنے بیٹے کو ذبح فرمایا تھا۔

اتنی قیمت کا مال تجارت ہو یا فاضل سامان پڑا ہو اُس پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ واجب نہیں اس پر قربانی بھی واجب نہیں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ یوں کہنا تو درست ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے، لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اُس پر قربانی بھی واجب نہیں کیونکہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں اس لئے اُن کے پاس سونا چاندی، یا مال تجارت یا نقدی نصاب کے بقدر نہیں ہوتی لیکن بہت سا فاضل سامان پڑا ہوتا ہے۔ (جیسے استعمال کیا ہوا ضرورت سے زائد فرنیچر وغیرہ) اگر یہ فاضل سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہو جاتی ہے لیکن زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اور ایک فرق اور بھی ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب نصاب پر چاند کے اعتبار سے بارہ مہینے گذر جائیں اور زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے قربانی کی تاریخ آنے سے پہلے چوبیس گھنٹے گذرنا بھی ضروری نہیں ہے اگر کسی کے پاس ایک آدھ دن پہلے ہی ایسا مال آیا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہوتی ہے تو اُس پر کل کو قربانی واجب ہو جائے گی۔ یہ بھی معلوم ہو کہ جو صاحبِ نصاب ہو اُس پر قربانی واجب ہے، فرضیتِ زکوٰۃ اور وجوبِ قربانی و صدقہ فطر کے بارے میں ہر ایک کی ملکیت علیحدہ علیحدہ دیکھی جائے گی۔ اگر کسی گھر میں باپ بیٹے اور بیٹوں کی ماں ہر ایک کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہو گی۔ البتہ نابالغ کی طرف سے کسی حال میں قربانی کرنا لازم نہیں۔ عورتوں کے پاس عموماً اتنا زیور ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے اگرچہ وہ بیوہ ہی کیوں نہ ہوں۔

مسئلہ: شرعی مسافر یعنی جو شخص اپنے شہر یا بستی سے ۴۸ میل کے سفر کے ارادے سے ایام قربانی سے قبل نکلا ہو اُس پر قربانی واجب نہیں، ہاں اگر قربانی کے دنوں میں سے کسی دن گھر پہنچ جائے یا کسی جگہ ۱۵ دن قیام کرنے کی نیت کرلے تو اُس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ

بھیڑی، دُنبہ، دنبی کی قربانی ہوسکتی ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں اگرچہ کتنا ہی زیادہ قیمتی ہو اور کھانے میں جس قدر بھی مرغوب ہو لہٰذا ہرن کی قربانی نہیں ہوسکتی، اسی طرح دوسرے حلال جانور قربانی میں ذبح نہیں کیے جا سکتے۔

مسئلہ:۔ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی میں سات حصّے ہو سکتے ہیں یعنی اُن میں سے ایک جانور میں سات قربانیاں ہوسکتی ہیں خواہ ایک ہی آدمی ایک گائے لے کر اپنے گھر کے آدمیوں کے وکیل بنانے سے اُن کا وکیل بن کر سات حصّے تجویز کر کے ذبح کر دے یا مختلف گھروں کے آدمی ایک ایک یا دو دو حصّے لے کر سات حصّے پورے کرلیں۔ دونوں صورتوں میں قربانی درست ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ چونکہ عقیقہ بھی ثواب کا کام ہے اس لئے قربانی کی گائے یا اونٹ میں اگر کچھ حصّے قربانی کے اور کچھ عقیقہ کے ہوں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر چھ آدمیوں نے قربانی کا حصّہ لیا اور ایک شخص نے ایک حصّہ گوشت کھانے یا تجارت کرنے کی نیت سے لے لیا مقصد قربانی کا ثواب لینا نہ تھا تو کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی اگر قربانی کی گائے میں کسی مرتد، قادیانی، بددین کو شریک کرلیا تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی،

مسئلہ:۔ اگر کسی کا حصّہ ساتویں حصّے سے کم ہو تب بھی کسی کی قربانی درست نہ ہوگی نہ اُس کی جس کا ساتواں حصّہ یا اس سے زیادہ تھا نہ اُس کی جس کا حصّہ ساتویں حصّے سے کم تھا۔

مسئلہ:۔ اور اگر گائے اونٹ بھینس میں سات حصّوں سے کم کرلئے مثلاً چھ حصّے کر کے چھ آدمیوں نے ایک ایک حصّہ لے لیا تو قربانی درست ہو جائے گی بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصّے سے کم نہ ہو۔ اور اگر آٹھ حصّے بنالئے اور آٹھ قربانی والے شریک ہوگئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ چھوٹے جانور، یعنی بکرا، بکری وغیرہ میں شرکت نہیں ہوسکتی، ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ گائے بیل، بھینس، بھینسہ کی عمر کم از کم دو سال اور اونٹ اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال بھر والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو تو

اُس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ مہینے سے کم کا نہ ہو اگر اتنا موٹا تازہ ہو جس کا ابھی ذکر ہوا، تو کسی مفتی کو دکھا لیں۔ پھر ان کے قول کے مطابق عمل کریں۔

کیسے جانور کی قربانی درست ہے

چونکہ قربانی کا جانور بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے اس لئے جانور خوب عمدہ موٹا تازہ، صحیح سالم، عیبوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کے جانور کے آنکھ کان خوب اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو (رواہ الترمذی) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی میں کن کن جانوروں سے پرہیز کیا جائے۔ آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (خصوصیت کے ساتھ) چار طرح کے جانوروں سے پرہیز کرو (۱) اَلْعَرْجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا یعنی وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو (۲) وَالْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا یعنی وہ کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو (۳) وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا یعنی ایسا بیمار جانور جس کا مرض ظاہر ہو (۴) وَالْعَجْفَاءُ الَّتِي لَا تُنْقِي یعنی ایسا دُبلا جانور جس کی ہڈیوں میں مینگ یعنی گودا نہ ہو۔ (رواہ مالک والترمذی وابوداؤد وغیرہم)

حضرات فقہاءِ کرام نے ان احادیث کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جو جانور بالکل اندھا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو یا ایک کان کا تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دُم کٹ گئی ہو یا دُم کا ایک تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا اتنا دُبلا جانور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر جانور دُبلا ہو مگر اتنا زیادہ دُبلا نہ ہو تو اس کی قربانی ہو جائے گی لیکن وہ ثواب کہاں ملے گا جو موٹے تازے جانور کی قربانی میں ملتا ہے مقدور ہوتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے گری پڑی حیثیت کا جانور اختیار کرنا ناسمجھی بھی ہے اور ناشکری بھی۔

مسئلہ: جو جانور تین پاؤں سے چلتا ہے اور چوتھا پاؤں رکھتا ہی نہیں یا چوتھا پاؤں رکھتا

تو ہے مگر اُس سے چل نہیں سکتا یعنی چلنے میں اُس سے سہارا نہیں لیتا تو اُس کی قربانی درست نہیں اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے اور ایک پاؤں میں کچھ لنگ ہے تو اُس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ :۔ جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جو باقی ہیں وہ تعداد میں گر جانے والے دانتوں سے زیادہ ہیں تو اُس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں تو اُس کی قربانی درست نہیں اور اگر دونوں کان ہیں اور صحیح سالم ہیں لیکن ذرا چھوٹے چھوٹے ہیں تو اُس کی قربانی ہوسکتی ہے۔

مسئلہ :۔ جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں لیکن عمر اتنی ہو چکی ہے جتنی قربانی کے جانور کی ہونی لازم ہے تو اُس کی قربانی درست ہے اور اگر سینگ نکل آئے اور اُن میں سے ایک یا دونوں کچھ ٹوٹ گئے تو ایسے جانور کی قربانی ہوسکتی ہے، ہاں اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے اور اندر کی مینگ بھی ختم ہوگئی تو اُس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ :۔ خصی جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے جانوروں کی قربانی کی ہے۔ رواہ ابوداؤد وغیرہ عن جابر رضی اللہ عنہ قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین۔

مسئلہ :۔ اگر مادہ جانور کی قربانی کی اور اس کے پیٹ میں بچہ نکل آیا تب بھی قربانی ہوگئی اگر بچہ زندہ نکلے تو اُس کو بھی ذبح کردے۔

مسئلہ :۔ اگر قربانی کا جانور خرید لیا پھر اُس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو اس کے بدلہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تھی اور اُس نے ثواب کے شوق میں جانور خرید لیا تھا تو اُسی کی قربانی کردے۔

قربانی کے گوشت اور کھال کا مصرف

اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لئے قربانی کا جانور ذبح کردینے سے قربانی ادا ہوجاتی ہے۔ اس کا گوشت اور پوست اللہ کے یہاں نہیں پہنچتا (کیونکہ اللہ کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے) اس کے یہاں

اخلاص اور نیک نیتی پر ثواب ملتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (سورہ حج)	اللہ تعالیٰ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اُس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن جانوروں کو تمہارا زیرِ حکم کر دیا کہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کی) توفیق دی اور اخلاص والوں کو خوشخبری سُنا دیجئے۔

جو کوئی شخص قربانی کرتا ہے وہ قربانی کے گوشت اور کھال اور ہڈی ہر چیز کا مالک ہوتا ہے اگر وہ کسی فقیر مسکین کو کچھ بھی نہ دے تب بھی قربانی ادا ہو جاتی ہے کیونکہ اصلی مقصد اللہ کی رضا کے لئے خون بہانا اور جان جاں آفریں کے حوالے کرنا ہے، لیکن جب قربانی کر لی تو فقراء و مساکین کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اپنے بال بچوں کو کھلائے خود کھائے جب تک مناسب جانے بعد میں خرچ کرنے کے لئے ذخیرہ کرلے فریج میں رکھے۔ سکھا کر محفوظ رکھ لے، سال دو سال اگر قربانی کا گوشت رکھا رہے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو اس بات سے منع کیا تھا کہ قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ کھاؤ جس کا مقصد یہ تھا کہ اس گوشت میں تم سب کے لئے گنجائش ہو جائے (یعنی قربانی کرنے والوں اور قربانی نہ کرنے والوں کو سب کو پہنچ جائے)، اللہ جل شانہ نے رزق میں گنجائش دیدی لہٰذا تم کھاؤ اور ذخیرہ کرکے رکھو اور صدقہ کرکے ثواب حاصل کرو اور یہ بھی فرمایا کہ خبردار یہ دن کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں۔[1]

قربانی کے گوشت سے صدقہ کرنا حدیث بالا سے معلوم ہوا، اور جب گوشت پکائے تو پڑوسیوں اور عزیزوں کا خیال رکھنا بھی مناسب ہے، ان لوگوں کی دعوت کردے یا گھر بھیجدے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ گوشت اور کھال وغیرہ سب قربانی کرنے والوں کی ملکیت ہوتی ہے اس لئے اسے جس طرح تمام گوشت خود رکھ لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر وہ قربانی کے جانور کے کھال خود ہی رکھ لے اور اپنے کام میں لے آئے تو یہ بھی جائز ہے قربانی کے جانور کی کھال کو دباغت کرلے (یعنی

---

[1] ابوداؤد شریف

نمک وغیرہ لگا کر سڑنے سے محفوظ کر دے اور سکھالے) اور پھر جائے نماز بنالے یا کوئی ایسی چیز بنالے جو گھر کی ضرورت میں آتی ہو تو یہ جائز ہے البتہ قربانی کی کھال کو فروخت نہ کریں اور اگر بالفرض فروخت کر دی تو اس کی قیمت کو کام میں لانا جائز نہیں اس کا صدقہ کر دینا واجب ہے زکوٰۃ ہو یا صدقہ فطر یا قربانی کی کھال کی رقم سید کو اور اس شخص کو نہیں دے سکتے جسے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

بہت سے لوگ قربانی کی کھال مسجدوں کی ضرورت کے لئے یا عید گاہ بنانے کے لئے یا قبرستان کی چار دیواری کھینچنے کے لئے دیدیتے ہیں تاکہ کھالوں کو بیچ کر ان کاموں میں رقم خرچ کر دی جائے واضح رہے کہ ان کاموں میں چرم قربانی کی رقم خرچ نہیں ہو سکتی یہ رقم صرف انہی لوگوں کو دی جا سکتی ہے جن کو زکوٰۃ لینا جائز ہو، بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ چرم قربانی بیواؤں کا حق ہے۔ شرعًا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہاں اگر کوئی بیوہ زکوٰۃ لینے کی مستحق ہو تو وہ بھی دوسرے فقراء و مساکین کی طرح چرم قربانی کی رقم لے سکتی ہے مگر حق جتانے کی کوئی حیثیت نہیں اور اس سے بھی زیادہ غلط بات یہ ہے جو بہت سے علاقوں میں رواج پائے ہوئے ہیں کہ اماموں کو قربانی کی کھالیں یا ان کی قیمت امامت کی اجرت میں دیدیتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اماموں کی تنخواہ معمولی ہوتی ہے وہ عید بقر عید کی آس لگائے بیٹھے رہتے ہیں محلہ کا صدقۃ الفطر اور قربانی کی کھالیں سب ان کے سپرد کر دی جاتی ہیں اور وہ ان کو اپنی امامت کا عوض سمجھ کر سالانہ خدمت کے بدلے میں سب وصول کر لیتے ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے کیونکہ صدقۃ الفطر اور چرم قربانی کسی معاوضے میں دینا درست نہیں امامت کی اجرت بھی ایک معاوضہ ہے۔ آج کل سستا چندہ دیکھ کر بہت سی انجمنیں، ویلفیئر ایسوسی ایشن اور ہمدرد کلب اور امدادی کمیٹیاں بقر عید کے زمانے میں نکل آتی ہیں یہ لوگ کھالوں کا چندہ کر لیتے ہیں ان میں وہ بے دین بھی ہوتے ہیں جو اسلام کا اور قربانی کا مذاق اڑاتے ہیں مگر کھال کھینچنے کو تیار رہتے ہیں اور وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو شریعت کے قوانین سے واقف نہیں ہوتے ہیں یہ لوگ احکام شرعیہ کی رعایت کے بغیر آزادانہ رائے سے کھالوں کی قیمتیں خرچ کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کھالوں کی رقموں کے ذریعہ الیکشن تک لڑے جاتے ہیں، ان کو کھالیں دیکر ضائع نہ کریں اور اپنی شرعی ذمہ داری کو پہچانیں۔

قربانی کے متفرق مسائل

مسئلہ:۔ قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اور دوسرے سے ذبح کرانا بھی جائز ہے اگر دوسرے سے ذبح کرائے اور خود وہاں موجود ہو تو بہتر ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ کو قربانی کے وقت جانور کے قریب حاضر ہونے کو فرمایا مگر عورت کو پردہ کا اہتمام کرنا لازم ہے۔

مسئلہ:۔ مالدار کو بھی قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں اور اپنے نوکر چاکر کو دینا بھی درست ہے لیکن کام کے بدلے اور محنت مزدوری کے معاوضے میں نہیں دے سکتے اگر کوئی نوکر غیر مسلم ہے اس کو بھی قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں بلکہ نوکر کے علاوہ بھی کوئی پاس پڑوس میں کافر گوشت طلب کرے تو اس کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ:۔ قربانی کے دنوں میں جانور کی قربانی ہی کرنا لازمی ہے اگر جانور کو زندہ صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہیں ہوتی ہاں اگر قربانی کے دنوں میں کوئی شخص ذبح نہ کر سکا مثلاً جانور نہ ملا یا کوئی اور بات پیش آگئی تو تین دن گذر جانے کے بعد اگر جانور موجود ہے تو اس کو صدقہ کر دے ورنہ کسی محتاج کو قیمت دیدے۔

مسئلہ:۔ قربانی صرف اپنی جانب سے واجب ہے، اپنی اولاد یا اپنی بیوی کی طرف سے یا والدین کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں البتہ اگر مالیت کے اعتبار سے ان لوگوں پر الگ الگ قربانی واجب ہوتی ہو تو ہر ایک شخص اپنی اپنی طرف سے قربانی کر دے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کے ذمہ مسئلہ کی رُو سے قربانی واجب نہ تھی یعنی اس کے پاس اتنا مال نہ تھا جس پر قربانی واجب ہوتی لیکن اس نے جانور خرید لیا تو اب اس کی قربانی واجب ہو گئی۔

مسئلہ:۔ مرتد، زندیق، قادیانی، ملحد کا ذبیحہ حرام ہے۔ ان سے ذبح نہ کرائیں نہ قربانی کے موقعہ پر اور نہ کسی موقعہ پر اگر ان سے ذبح کرا لیا تو نہ قربانی ہوگی نہ گوشت حلال ہوگا۔

مسئلہ:۔ قربانی کے جانور کے تھنوں میں اگر دودھ اُتر آئے اور ذبح کا وقت نہیں آیا تو تھنوں

پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیں تاکہ دودھ اترنا رُک جائے اور اگر دودھ نکال لیا تو اس کا صدقہ کر دیں، اسی طرح ذبح سے پہلے اگر اون کاٹ لیا تو اس کا بھی صدقہ کر دیں ہاں اگر ذبح کے بعد دودھ نکالا یا اون کاٹا تو اس کو اپنے کام میں لا سکتے ہیں اگر قربانی نذر کی ہو تو اگرچہ ذبح کے بعد دودھ نکالا یا اون کاٹا ہو تب بھی دونوں چیزوں کا صدقہ کر دیں۔

مسئلہ:۔ جب قربانی کا جانور ذبح کر دے تو اس کی جھول اور رسّی صدقہ کرے۔

قربانی کا وقت

بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کرنے کا سب سے افضل دن بقرعید کا دن ہے پھر گیارھویں تاریخ پھر بارھویں تاریخ۔

مسئلہ:۔ بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے نماز عید پڑھ چکیں تب قربانی کریں۔ البتہ اگر کوئی دیہات میں یا گاؤں میں ہو جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی تو وہاں دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد قربانی کر دینا درست ہے۔

مسئلہ:۔ بارھویں تاریخ کا سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کر لینا درست ہے جب سُورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔

مسئلہ:۔ دسویں سے بارھویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی نہ ہو اگر خوب زیادہ روشنی ہو جیسی شہروں میں بجلی یا ڈے لائٹ کی روشنی ہوتی ہے تو رات کو قربانی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

قربانی کی منّت اور وصیت

مسئلہ:۔ جس نے قربانی کرنے کی منّت مانی پھر وہ کام پُورا ہو گیا جس کے واسطے منّت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے چاہے مالدار ہو یا نہ ہو اور منّت کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کر دے، نہ آپ کھائے نہ امیروں کو دے۔ اس میں سے جتنا آپ کھایا ہو یا امیروں کو دیا ہو

اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ :- اگر کوئی وصیت کر کے مر گیا کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جائے اور اس کی وصیت کے مطابق اُسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کا تمام گوشت وغیرہ خیرات کر دینا واجب ہے (واضح رہے کہ وصیت میت کے ترکہ کے ⅓ کے اندر اندر نافذ ہو سکتی ہے)

غائب کی طرف سے قربانی

کوئی شخص یہاں موجود نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اُس کی طرف سے بغیر اس کے کہنے یا خط لکھنے کے قربانی کر دی تو یہ قربانی درست نہیں ہوئی۔ اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر تجویز کر لیا گیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔ البتہ اگر غائب آدمی خط لکھ کر وکیل بنا دے تو اس کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں۔ جن کے لڑکے ایشیا کے کسی دُور شہر میں ہیں یا یورپ وامریکہ میں ملازم ہیں اگر وہ لکھ دیں کہ ہماری طرف سے قربانی کر دی جائے تو اُن کی طرف سے قربانی کرنے سے ادا ہو جائے گا۔

نیت اور دُعاء قربانی

قربانی کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا اور دعاء پڑھنا ضروری نہیں ہے، اگر دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا فقط بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے ذبح کر دیا تو بھی قربانی ہو گئی، لیکن اگر یاد ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے۔

جب قربانی کے جانور کو ذبح کے لئے لٹائے تو یہ پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ٥ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عن، کے بعد اپنا یا جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہو اس کا نام لے، اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر دے۔

ترجمہ دعاء قربانی

" میں نے اپنا رُخ اُس ذات کی طرف موڑ دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس حال میں کہ میں ابراہیمؑ حنیف کے مذہب پر ہوں، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، بیشک میری نماز اور میری عبادتیں اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ کے لئے ہے، جو رب العٰلمین ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، اے اللہ یہ قربانی تیری طرف سے (حکم ملنے کی وجہ سے) ہے، اور تیرے ہی لئے ہے۔"

عشرۂ ذی الحجہ میں اعمال صالحہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بقرعید کے دس دنوں میں جس قدر نیک عمل اللہ کو محبوب ہے اس سے بڑھ کر کسی زمانے میں بھی اس قدر محبوب نہیں (یعنی یہ دن فضیلت میں دیگر سب ایام سے بڑھے ہوئے ہیں)، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان دنوں کی عبادت سے افضل نہیں ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان ایام سے افضل نہیں، اِلّا یہ کہ کوئی شخص اپنی جان و مال لے کر نکلے اور ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ لوٹے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۲۸ بحوالہ بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بقرعید کے اوّل دس دنوں میں روزہ رکھنے سے ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ملتا ہے اور ان دنوں کی راتوں میں قیام کرنے سے شب قدر میں قیام کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۲۸ بحوالہ ترمذی ابن ماجہ)

علماء نے بتایا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں افضل ہیں اور عشرہ ذی الحجہ کے دن افضل ہیں کیونکہ ان میں یوم عرفہ بھی ہے، رمضان کا آخری عشرہ ہو یا ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ان میں رات دن عبادت میں لگنا چاہئے کیونکہ ان دونوں عشروں کی ہر گھڑی بہت مبارک ہے۔

نویں تاریخ کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کی نویں تاریخ کے روزہ کے بارے میں فرمایا کہ میں اللہ پاک سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے اور فرمایا کہ محرم کی دسویں تاریخ کے روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے۔ (مسلم شریف)

شبِ عید کی عبادت

جس رات کے بعد صبح کو عید یا بقرعید ہونے والی ہو اس رات کو زندہ رکھنے، یعنی نمازوں میں قیام کرنے کی بڑی فضیلت وارد ہوتی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں کے (یعنی قیامت کے دن خوف و گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ (الترغیب والترہیب للمنذری)

ایام عید کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہیں

اوپر جو ہم نے نبیشہ کی حدیث نقل کی ہے اس میں فرمایا ہے کہ بقرعید کے ایام کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایام اللہ پاک کی مہمانی کے ہیں ان دنوں میں کھائیں پئیں اللہ کا شکر ادا کریں روزہ نہ رکھیں ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ذی الحجہ کو روزہ رکھنا حرام ہے اور عید الفطر کے دن بھی روزہ رکھنا حرام ہے، وہ دن بھی اللہ کی مہمانی کا دن ہے بندہ کو حکم ماننا چاہیئے کھانے پینے کا حکم ہو تو کھائے پیئے اور جب کھانے پینے سے روک دیا جائے تو رُک جائے رمضان کے دنوں میں کھانا پینا حرام ہے یعنی روزہ رکھنا فرض ہے اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اسی طرح سے بقرعید کے شروع کے ۹ دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور خصوصاً نویں تاریخ کے روزہ

کی تو بہت ہی زیادہ فضیلت آئی ہے لیکن نویں تاریخ کے بعد چار دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے بندہ کو حکم کے تابع رہنا لازم ہے۔

حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ یہ دن اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں آج کل کے لوگوں نے کھانے پینے کو تو یاد رکھا ہے لیکن آخری بات یعنی اللہ کا ذکر جو عید کی رُوح ہے اس سے غافل رہتے ہیں ان دنوں میں خوب زیادہ اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے، تکبیر تشریق جو ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے وہ بھی اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے اور نماز عید بھی سراپا ذکر ہے بلکہ اس میں دوسری نمازوں کی بنسبت زائد تکبیرات شامل کر دی گئی ہیں اور خطبہ بھی سراپا ذکر ہے اس میں بھی تکبیر کی کثرت کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے فقہاء نے لکھا ہے کہ جب عید الفطر کی نماز کے لئے جائیں تو تکبیر تشریق آہستہ کہتے ہوئے جائیں، اور جب عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے جائیں تو ذرا آواز سے تکبیر تشریق پڑھتے ہوئے جائیں، یہ سب کثرت ذکر کے مظاہرے ہیں، اللہ کا ذکر ہی مومن کے لئے اصل خوشی کی چیز ہے اس کی رُوح ذکر اللہ ہی سے اطمینان حاصل کر سکتی ہے۔

تکبیر تشریق

مسئلہ:۔ بقر عید کے ایام میں تکبیر تشریق مشروع ہے یعنی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ یہ پڑھیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ مرد زور سے پڑھیں، عورتیں آہستہ سے پڑھیں۔ نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرھویں تاریخ کی نماز عصر تک یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد پڑھی جائے۔ سلام پھیر کر فوراً پڑھیں۔

بال اور ناخن کا مسئلہ

اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے اور اس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو چاہیئے کہ اپنے بال اور ناخن سے کچھ بھی نہ کاٹے (جب قربانی کر لے تب کاٹے)

یہ حکم بطور استحباب کے ہے، عمل کرے تو افضل ہے، اگر ان دنوں میں بال یا ناخن کٹوا دیئے تو گناہ نہ ہو گا، حدیث پر عمل کرنے کے لئے کاٹنے سے باز رہے تو ثواب ملے گا۔

نمازِ جنازہ

جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ (بلکہ ایک مرد یا ایک عورت بھی) پڑھ لیں تو فرض ادا ہو جاتا ہے، لیکن جس قدر بھی زیادہ آدمی ہوں اسی قدر میت کے حق میں اچھا ہے، کیونکہ نہ معلوم کس کی دعا لگ جائے اور اس کی مغفرت ہو جائے، [1]

حدیث: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بھی مسلمان مرجائے پھر کھڑے ہو کر چالیس آدمی اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لیں جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ ضرور اُن کی سفارش میت کے حق میں قبول فرمائے گا، (مسلم شریف)

حدیث: جو ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلا اور نماز پڑھنے اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہا اس کو دو قیراط (یعنی دو حصے) ثواب ملے گا، ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا، اور جو جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن سے پہلے واپس ہوگیا تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹا، (بخاری شریف)

مسئلہ: جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں اور قیام (یعنی کھڑا ہونا) فرض ہے، اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر اس کے سینے کے مقابل امام کھڑا ہو اور نماز جنازہ کی نیت کریں، نیت اس طرح ہے۔

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰہِ تَعَالٰی صَلٰوۃَ الْجَنَازَۃِ اَلثَّنَاءُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَالدُّعَاءُ لِھٰذِہِ الْمَیِّتِ اِقْتَدَیْتُ بِھٰذَا الْاِمَامِ مُتَوَجِّھًا اِلَی الْکَعْبَۃِ الشَّرِیْفَۃِ،

چاہے تو اردو میں اس طرح نیت کرلے:۔

نیت کرتا ہوں کہ نماز ادا کروں اس جنازہ کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، تعریف اللہ تعالیٰ کی، دعا اس میت کے لئے، پیچھے اس امام کے، رُخ میرا کعبہ شریف کی طرف۔

نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر مثل عام

---

[1] میت کے غسل اور کفن کا طریقہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

نمازوں کے باندھ لیں، پھر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تک پڑھیں، اس کے بعد پھر ایک بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، اس کے بعد درود شریف پڑھیں اور بہتر ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اُٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لئے دُعا کریں، اگر وہ بالغ ہو مرد ہو یا عورت تو یہ دُعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا

اے اللہ تو ہمارے زندوں کو بخش دے اور ہمارے مُردوں کو اور ہمارے حاضروں کو اور ہمارے غائبوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو

وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ

اور ہمارے مَردوں کو اور عورتوں کو، اے اللہ ہم سے جسے تو زندہ رکھے تو اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں

وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ط

جسے موت دے تو اسے ایمان پر موت دے،

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا

اے اللہ اس بچہ کو تو ہمارے لئے پہلے سے جا کر انتظام کرنے والا بنا اور اس کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ اور

شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ط

سفارش کرنے والا اور سفارش منظور کیا ہوا بنا دے۔

اور اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا

اے اللہ! تو اس بچی کو ہمارے لئے پہلے سے جا کر انتظام کرنے والی بنا اور اس کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ اور

شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً ط

سفارش کرنے والی اور سفارش قبول کی جانے والی بنا۔

جب یہ دعا پڑھ چکیں تو ایک مرتبہ پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز میں تکبیر کہتے وقت آسمان کی طرف مُنہ اٹھانا بے اصل ہے شریعت سے ثابت نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر جوتے ناپاک ہوں تو اُن کو پہن کر یا اُن پر کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ نہیں ہوتی، آج کل بہت سے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

مسئلہ:۔ نماز جنازہ میں تین صفیں کر دینا مستحب ہے۔

مسئلہ:۔ جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے تکبیر کا یا کسی دوسرے ذکر کا نعرہ لگانا بدعت ہے۔

مسئلہ:۔ جنازہ کی نماز مسجد میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو خواہ مسجد کے باہر۔

مسئلہ:۔ نماز کے جو مفسدات پہلے ذکر کئے گئے ہیں نماز جنازہ بھی اُن میں سے کسی ایک کے پیش آنے سے فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ ایک یا دو یا تین تکبیریں ہو چکی ہیں تو اس کو چاہیئے کہ فوراً آتے ہی مثل دوسری نمازوں کے تکبیر کہہ کر نماز میں شریک نہ ہو جائے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے، اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہو گی، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرلے، اور ان تکبیروں کے درمیان کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ:۔ اور اگر ایسے وقت میں پہنچا ہے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہے تو فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور باقی تین تکبیریں امام کے سلام کے بعد ادا کرے۔

تنبیہ:۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ نماز جنازہ میں کھڑا ہونا اور چار تکبیریں فرض ہیں اور باوضو ہونا شرط ہے، بہت سے لوگ اسی لئے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے کہ نماز جنازہ کی دعائیں یاد نہیں ہوتیں اور بہت سی جگہ تو نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہونے کی وجہ سے بغیر نماز ہی کے مُردے کو دفن کر دیتے ہیں، حالانکہ ایک مرد یا ایک عورت یا کوئی سمجھدار لڑکا باوضو بنیت نماز جنازہ مُردہ کو سامنے رکھ کر چار تکبیریں کہدے تو ادائیگی ہو جاتی ہے۔ پھر مسلمان کے لئے کتنی بڑی شرم کی بات ہے کہ چند سطریں نماز جنازہ یاد نہیں کر سکتے، ماں باپ مر جاتے ہیں تو الگ کھڑے رہتے ہیں۔ سچ کہا ہے ؎

نماز جنازہ پڑھائی غیروں نے ان کی
بیٹے کھڑے رہے پتلون ہلاتے ہوئے

میّت کو نہلانا

جب کسی مسلمان کی موت قریب ہو اور جان کنی شروع ہونے لگے تو اس کو چت لٹا دو اور اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کردو، اور سر اونچا کردو تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور اس کے پاس بیٹھ کر زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھو تاکہ تم سے سن کر وہ بھی پڑھ لے لیکن اس سے یوں مت کہو کہ پڑھ، اس لئے کہ وہ سخت مشکل کا وقت ہے، خدانخواستہ پڑھنے سے انکار کردے یا منہ سے کچھ اور نکل جائے۔ سورۂ یٰسٓ شریف پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوتی ہے، اس کے سرہانے یا اور کسی جگہ اس کے پاس بیٹھ کر یٰسٓ شریف پڑھو، یا کسی سے پڑھوا دو، جب روح نکل جائے تو کوئی کپڑا لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر دونوں جبڑوں سے گذارتے ہوئے سر پر لے جاکر باندھ دو تاکہ منہ نہ پھیل جائے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے ملاکر باندھ دو، اور آنکھیں بند کردو، پھر اس کو چادر وغیرہ اڑھاکر نہلانے کا انتظام کرو، اور اس کے پاس لوبان وغیرہ کوئی خوشبو سلگا دو۔

جب نہلانے کا ارادہ کرو تو کسی تخت یا بڑے تختہ کو (جس پر غسل دینا ہو) لوبان یا اگربتی کی دھونی تین بار یا پانچ بار یا سات بار دے دو، پھر میّت کو اس پر لٹا دو، اور اس کے پہنے ہوئے کپڑے الگ کردو، اور اس کی ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا ستر چھپانے کے لئے ڈال دو، بیری کے پتے ڈال کر گرم کئے ہوئے پانی سے غسل دینا شروع کردو، اگر بیری کے پتے ڈال کر پانی گرم نہ کیا ہو تو سادہ گرم پانی سے نہلانا اور صابن لگانا بھی کافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی تو انہیں جن صحابی خواتین نے غسل دیا تھا ان میں حضرت ام عطیہ انصاریہؓ بھی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب ہم غسل دینے لگیں تو اس موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا مناسب جانو تو اس سے زیادہ مرتبہ بیری کے پتوں اور پانی سے ان کو غسل دو، اور آخری مرتبہ میں کافور استعمال کرنا پھر جب غسل دے چکو تو مجھے اطلاع دے دینا چنانچہ جب ہم فارغ ہوگئے تو آپ کو اطلاع دے دی۔ آپؐ نے اپنا تہبند عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ (اس کو کفن میں شامل کردو) اور اس کو کفن کا وہ حصّہ بنانا جو جسم سے لگا رہے۔ (صحیح بخاری ص ۱۶۷ ج ۱)

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین تین بار یا پانچ پانچ بار غسل دو، یعنی ہر عضو پر تین تین بار پانی ڈالو اور فرمایا کہ مناسب جانو تو اس سے زیادہ بھی دھو دو، بعض روایات میں سات مرتبہ کا بھی ذکر ہے، بہرحال تین سے کم تو نہ ہونا چاہئے۔ اور جس عدد پر بھی ختم کریں یہ خیال رکھیں کہ طاق عدد رہے۔

بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دینے سے ایک تو تنظیف یعنی صفائی ستھرائی کا فائدہ پہنچتا ہے، دوسرے قبر میں میت کی نعش محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچتا ہے یعنی میت کا بدن دیر میں گلتا ہے۔

حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ آخری مرتبہ میں کافور استعمال کریں، سُنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن سیرینؒ غسلِ میت کا طریقہ حضرت اُم عطیہؓ سے سیکھا کرتے تھے اور دو مرتبہ بیری کے پتوں کے ساتھ اور آخری تیسری بار پانی اور کافور سے غسل دیتے تھے۔

(قال ابن الھمام سندہ صحیح)

کافور ملا کر پانی ڈالنے سے حکمت ایک تو یہ ہے کہ اس کی خوشبو فرشتوں کو پسند آتی ہے، نیز اس سے میّت کے بدن میں سختی آتی ہے اور حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے) اس کی وجہ سے دور رہتے ہیں، گویا اس طرح سے میّت کے جسم کا زیادہ دن محفوظ رہنے کا انتظام ہو جاتا ہے۔

جب غسل دینا شروع کرو تو پہلے میّت کو استنجاء کراؤ، لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو، بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لو، اور جو کپڑا ناف سے لے کر زانوں تک پڑا ہے اس کے اندر اندر دُھلا دو استنجاء کرا کر اس کے بعد اوّلاً وضو کراؤ، پہلے اس کا منہ[1] تین بار دھلاؤ، پھر دونوں ہاتھ ترتیب سے یعنی پہلے دایاں پھر بایاں ہاتھ کہنیوں سمیت دُھلاؤ، انگلیوں سے لے کر گٹوں تک جو حصہ ہے اس کو بھی

---

[1] ہاتھ گٹوں تک شروع میں اس لئے نہیں لے جاتے کہ اس کو خود وضو اور غسل نہیں کرنا ہے اور کلی اور ناک میں چڑھانے میں چونکہ اپنے اختیار کو دخل ہے اور مردہ کچھ کر نہیں سکتا اس لئے یہ دونوں بھی ساقط ہیں، البتہ اگر حالتِ جنابت یا حیض و نفاس میں کسی کی موت آئی ہو تو روئی کا بھایہ تر کر کے اس کی ناک اور منہ میں اچھی طرح پھیر دیں۔

اسی وقت دھلا دو، پھر سر کا مسح کر دو، پھر دونوں پاؤں ترتیب سے یعنی پہلے داہنا پاؤں پھر بایاں پاؤں دُھلا دو۔

جب وضو کرا چکو تو اس کے سر کو گل خیرو سے یا صابن سے اچھی طرح مَل کر دھو ڈالو، تاکہ خوب صاف ہو جائے، پھر میّت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر نیم گرم پانی سر سے پیر تک ڈالو، یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے، پھر داہنی طرف کروٹ پر لٹا دو اور اسی طرح سر سے پیر تک اتنا پانی ڈالو کہ داہنی کروٹ تک پہنچ جائے۔ (دھونے کی تعداد گذشتہ صفحہ پر ذکر کی جا چکی ہے۔)

اس کے بعد مردہ کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلا دو اور اس کو پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو، اگر کچھ پاخانہ وغیرہ نکلے تو پونچھ کر دھو ڈالو اور وضو اور غسل میں اس کے نکلنے سے کوئی نقصان نہیں، اس کے بعد پھر بائیں کروٹ پر لٹا دو اور کافور پڑا ہوا پانی سر سے پاؤں تک جسم کے ہر حصہ پر پہنچا دو (اگر اس سے پہلے کافور والا پانی استعمال نہیں کیا تھا) یہ غسل پورا ہو گیا، اس کے بعد مُردہ کے بدن کو کسی کپڑے سے پونچھ دو۔

کفنانا اور جب غسل سے فارغ ہو کر میّت کو کفن پر رکھو تو اس کے سر پر عطر لگا دو، اور ماتھا اور ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور گھٹنوں اور پاؤں پر کافور مَل دو، مرد کو تین کپڑوں میں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے، سب کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ازار سر سے لے کر پاؤں تک (۲) چادر جو ازار سے ایک ہاتھ بڑی ہو اس کو لفافہ کہتے ہیں (۳) کُرتہ گلے سے لے کر پاؤں تک جس میں نہ آستین ہوں نہ کلیاں ہوں، اس کو کفنی بھی کہتے ہیں، یہ تینوں کپڑے مرد و عورت دونوں کے کفن میں ہوتے ہیں۔

عورت کے کفن میں دو کپڑے جو زیادہ ہیں وہ یہ ہیں۔ ایک سربند جو تین ہاتھ لمبا ہو، دوسرا سینہ بند، جو چھاتیوں سے لے کر رانوں تک ہو۔ قبرستان لے جاتے وقت جو چادر اوپر سے ڈالتے ہیں وہ کفن سے خارج ہے۔ لیکن عورت کے جنازہ پر چادر ڈالنا بوجہ پردہ کے ضروری ہے اور مرد کے جنازہ پر ڈالنا ضروری نہیں، عام طور سے مرد کے کفن میں اوپر کی چادر کے علاوہ دس گز کپڑا خرچ ہوتا ہے اور عورت کے لئے اوپر کی چادر کو ملا کر بائیس گز کپڑا لگتا ہے اور بچہ کے لئے اس کے قد و قامت کے اعتبار سے کپڑا لے لیا جائے۔

جب کسی کو کفن پہنانے لگو تو پورے کفن کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ خوشبودار دھونی

دے دو، پھر یوں کرو کہ پہلے چادر بچھاؤ، پھر اس کے اوپر ازار بچھاؤ اور اس پر کُرتہ بچھاؤ پھر میت کو اس پر لٹادو، اس کے بعد اس کو کُرتہ پہناؤ۔ اگر میت عورت ہے تو کُرتہ پہنا کر سر کے بالوں کے دو حصے کرکے کُرتہ کے اوپر سینہ پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف اور ایک حصہ بائیں طرف رہے۔ اس کے بعد سربند سر پر اور بالوں پر ڈال دو، اس کو نہ باندھو نہ لپیٹو۔ اس کے بعد ازار لپیٹو، پہلے بائیں طرف سے لے جاکر دائیں طرف کو لپیٹو، پھر داہنی طرف سے لاکر بائیں طرف کو لپیٹو، اس کے بعد سرہانے اور پائنتی کفن کپڑے کی کترن سے باندھ دو، اور اسی طرح ایک بند کمر کے پاس بھی باندھ دو، تاکہ لے جاتے وقت کھل نہ جائے، اور پائنتی کی طرف کفن میں گرہ دے دو، کفنانے کے بعد نماز جنازہ اور دفنانے میں جلدی کریں۔ نمازِ جنازہ کا طریقہ پہلے گذر چکا ہے۔

دفنانا جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو دفن کر دیں۔ دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے، جب دفن کے لئے جنازہ کو قبرستان لے چلیں تو تیز قدم چلیں لیکن دوڑیں نہیں، جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے۔

مسئلہ:۔ جنازہ لے جاتے وقت دعا یا ذکر (مثلاً لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، یا اَللّٰہُ اَکْبَرُ) بلند آواز سے پڑھنا بدعت ہے، اور آہستہ بھی کوئی خاص ذکر ثابت نہیں، اگر آہستہ کچھ پڑھے اور جنازہ لے جانے کی سنت نہ سمجھے تو پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ جب قبر تیار ہو جائے تو میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاریں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کو قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو قبر میں اتاریں۔

مسئلہ:۔ قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ:۔ میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر قبلہ رُو لٹانا مسنون ہے (عام طور سے لوگ چت لٹا دیتے ہیں یہ صحیح نہیں)۔

مسئلہ:۔ قبر میں رکھ کر کفن کی دونوں گرہیں کھول دیں جو سراہنے اور پائنتی اور درمیان میں کفن کھُل جانے کے ڈر سے لگائی گئی تھیں۔

مسئلہ:۔ عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرنا مستحب ہے اور اگر میت کا بدن

ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو تو پردہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ قبر میں مسنون طریقہ پر لٹا کر قبر کو بند کر دیں، قبر بھرنے کے لئے جب مٹی ڈالنے لگیں تو ہر شخص دونوں ہاتھوں سے مٹی بھر کر تین بار ڈالے، پہلی بار مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ اور دوسری بار وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ اور تیسری بار وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى پڑھے۔

مسئلہ:۔ قبر کو ایک بالشت سے زیادہ اونچا بنانا منع ہے۔

مسئلہ:۔ قبر کو چوکور نہ بنائیں، اونٹ کے کوہان کی شکل میں بنائیں، قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے کی احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے، اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔

تنبیہات

(۱) بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں، حالانکہ وہ کفن مسنون سے خارج ہیں، ترکۂ میت سے اُن کا خریدنا جائز نہیں، وہ یہ ہیں:۔

(۱) جائے نماز، طول (لمبائی) سوا گز، عرض (چوڑائی) چودہ گرہ۔

(۲) پٹکا، طول ڈیڑھ گز، عرض چودہ گرہ، یہ مُردہ کو قبر میں اتارنے کے لئے ہوتا ہے۔

(۳) بچھونا، طول اڑھائی گز، عرض سوا گز، یہ چارپائی پر بچھانے کے لئے ہوتا ہے۔

(۴) چادر کلاں، طول تین گز، عرض پونے دو گز، جو چارپائی کو ڈھانک لیتی ہے، اور گو یہ چادر پردہ کے اہتمام کی وجہ سے عورت کے جنازہ پر ڈالنا ضروری ہے، مگر کفن کا جزو نہیں ہے، جس کا ہمرنگِ کفن ہونا ضروری نہیں، پردہ کے لئے کوئی بھی کپڑا کافی ہو سکتا ہے۔

(۲) اگر جائے نماز وغیرہ کی ضرورت سمجھی جائے تو گھر کے کپڑے کارآمد ہو سکتے ہیں ترکۂ میت سے نہ خریدیں۔

(۳) سامانِ غسل وکفن میں سے اگر کوئی چیز گھر میں موجود ہو اور پاک صاف ہو تو اس کو استعمال کریں۔

(۴) یہ جو دستور ہے کہ مردہ کے استعمالی کپڑے یا برتن وغیرہ خیرات کر دیئے جاتے ہیں یہ بغیر اجازت وارثوں کے ہرگز جائز نہیں، اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی ایسا کرنا جائز نہیں ہے، پہلے تقسیم کریں، پھر بالغین اپنے حصے سے شریعت کے مطابق ایصالِ ثواب کریں۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

كتاب الزّكوٰة والصّدقات

حِكَمُهَا وَاَحْكَامُهَا، مَسَائِلُهَا وَفَضَائِلُهَا

(زکوٰۃ اور صدقات کے احکام، مسائل اور فضائل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

زکوٰۃ کی اہمیت اور فضیلت

اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں زکوٰۃ کی بھی بہت بڑی اہمیت ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کَافِرُوْنَ (سورہ حم سجدہ)

اور خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

قرآن مجید میں بتیس ۳۲ جگہ نماز کو زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے، نماز جانی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور دونوں کی فرضیت دوسرے فرائض سے بڑھ کر ہے زکوٰۃ ادا کرنے میں جہاں فقراء اور مساکین کی حاجت پورا کرنے کا انتظام ہے وہاں نفس کی بہت بڑی صفت رذیلہ یعنی بخل اور کنجوسی سے پاک کرنے کا فائدہ بھی ہے بخل انسان کے اندر بہت بدترین صفت ہے اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا:

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور جو شخص نفس کی کنجوسی سے بچا لیا گیا سو یہ لوگ کامیاب ہیں۔

کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے نفس بخل سے پاک ہوتا ہے اسی لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا ہے زکوٰۃ عربی زبان میں پاکیزگی کو کہتے ہیں۔

زکوٰۃ ہر مال پر اور ہر شخص پر فرض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں جہاں بدنی عبادات کے بارے میں آسانی رکھی ہے وہاں مالی عبادت میں بھی آسانی فرما دی ہے جب تک کسی شخص کے پاس دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونا یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

جب کسی کے پاس ان دونوں میں سے کسی ایک نصاب کی مالیت میں ہو خواہ سونا چاندی کی ذات ہو خواہ ان کی قیمت ہو خواہ اتنی قیمت کا کیش ہو یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کا مال تجارت

ہو یا سونا چاندی یا سونا اور کیش یا چاندی اور کیش مل کر دو سو درہم چاندی کی قیمت ہو اور پھر اس پر چاند کے حساب سے پورا ایک سال گذر جائے تو اس وقت زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا. پھر اس کی مقدار بھی اتنی کم ہے کہ گویا کچھ بھی نہیں، سو روپے میں ڈھائی روپے، ایک ہزار روپے میں پچیس روپے یہ کوئی ایسی مقدار نہیں جسے زیادہ کہا جائے. مالک الملک جل مجدہ نے مال دیا ہے اُسے سب کچھ اختیار ہے وہ اگر چاہتا تو واجبی ضرورت سے زیادہ جو مال بچ جاتا اس سب کے صدقہ کرنے کا حکم فرماتا لیکن اس نے قلیل مقدار میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ بھی ملکیت میں آنے کے ایک سال بعد۔ پھر محض زکوٰۃ دینے ہی کا حکم نہیں فرمادیا بلکہ اس پر ثواب عظیم کا وعدہ بھی فرمایا ہے دنیا میں بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا نفع ہے اور وہ یہ کہ ادائیگی زکوٰۃ کا اہتمام کرنے سے باقی مال کی حفاظت ہو جاتی ہے اور مال بڑھتا چلا جاتا ہے اس کی برکات وہی لوگ جانتے ہیں جو ادائیگی زکوٰۃ کا اہتمام کرتے رہتے ہیں۔

باغ اور کھیتی کی پیداوار میں بعض صورتوں میں کل پیداوار کا دسواں حصہ (۱/۱۰)، اور بعض صورتوں میں بیسواں حصہ (۱/۲۰) دینا واجب ہے، مویشیوں پر بھی زکوٰۃ ہے اور وہ بھی مقدار کی اعتبار سے معمولی سی ہے، اگر کسی کے پاس پانچ اونٹ ہوں تو ان میں پورا سال گذر جانے پر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی کے پاس تیس گائیں ہوں اور ان پر ایک سال گذر چکا ہو تو ان میں ایک سال کا بچہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے (جو دوسرے سال میں لگ چکا ہو)۔

اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں ہوں اور ان پر ایک سال گذر چکا ہو تو ان میں ایک بکری یا ایک بکرا دینا واجب ہے جس کی عمر ایک سال ہو چکی ہو یہ سب ان جانوروں کا بیان ہے جو جنگل میں چرائے جاتے ہیں جن جانوروں کو گھر میں رکھ کر کھلایا پلایا جاتا ہے ان میں زکوٰۃ فرض نہیں، مذکورہ بالا تفصیلات حدیث وفقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

پہننے کے کپڑے گھر کا سامان، جنگ کے ہتھیار اور سواری کے جانور اور سواری کی گاڑی اور گھر کے فرنیچر پر کوئی زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ زکوٰۃ کے فریضہ میں بھی اللہ جل شانہ نے بہت بڑی آسانی دی ہے اپنے زیادہ مال میں سے تھوڑا سا خرچ کر دینا وہ بھی سال گذر جانے جانے پر کوئی مشکل چیز نہیں ہے اگر نفس آمادہ نہ ہو تو اس کے تقاضے کو دبا کر زکوٰۃ دے دی جائے انشاء اللہ تعالےٰ اس کی برکات

وثمرات دنیا میں بھی دیکھیں گے اور آخرت میں بھی ثواب عظیم پائیں گے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے منافع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ صدقہ رب جل شانہٗ کے غصہ کو بجھا دیتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے [۱] (بُری موت سے وہ موت مراد ہے جو ایمان کے ساتھ نہ ہو یا اچانک آجاوے جس کی وجہ سے وصیت وغیرہ نہ کر سکے یا موت کی گھبراہٹ سے بُرے کلمات زبان سے نکل جائیں۔)

حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ اللہ نے زکوٰۃ اس لئے فرض کی ہے کہ باقی مال کو پاکیزہ بنادے اور ایک حدیث میں ہے کہ بلاشبہ تمہارے اسلام کی تکمیل اس میں ہے کہ مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

زکوٰۃ سے مال کا شر دُور ہو جاتا ہے

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ ادا کرے تو اس کا مال شر سے دور ہو جاتا ہے۔ شر کے معنی ہیں بُرائی اور خرابی کے مال سے فائدے بھی ہیں اور نقصان بھی کافی پہنچ جاتا ہے۔ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ دینے سے مال کی خرابی دور ہو جاتی ہے تو وہ مال نہ تو آخرت کے عذاب کا سبب بنے گا نہ دنیا میں برباد ہو گا، نہ اس کی وجہ سے اور کوئی خرابی و مصیبت آئے گی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعہ محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کا علاج یہ کرو کہ صدقہ دو اور دعا کرو اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے کے ذریعہ آنے والی مصیبتوں کی موجوں کا استقبال کرو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ مصیبت آنے سے پہلے صدقہ دے دو کیونکہ دیوار بن کر آڑے آجاتا ہے اسی وقت مصیبت اُسے پھاند کر نہیں آتی۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۶۷)

---

[۱] رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ ص۱۶۸۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

جس پر زکوٰۃ فرض ہوئی اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کو بڑا عذاب ہوگا، حضرت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا پھر اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے روز اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے سے ہوں گے وہ سانپ اس کے گلے میں طوق کی طرح لپٹ جائے گا۔ پھر اُس کے دونوں جبڑے پکڑ کر نوچے گا، پھر یوں کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، یہ بات فرما کر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ[1]

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بُری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے پاس سونا چاندی ہے اور اس میں سے وہ حق ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے (عذاب دینے کے لئے) آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی، پھر اُن کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کی کروٹوں پر اور پیشانی اور پیٹھ (یعنی کمر) کو داغ دیا جائے گا اور جب ٹھنڈی ہو جائیں پھر گرم کر لی جائیں گی اس دن میں (جسے قیامت کا دن کہتے ہیں اور) جو پچاس ہزار برس کا ہوگا، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو (اس کو یہی عذاب دیا جاتا رہے گا) پس وہ (حساب وکتاب کے نتیجہ میں) اپنا راستہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے عذاب کا ذکر کیا جس کے پاس مویشی ہوں اور اس کا زکوٰۃ نہ دیا ہو ایسے شخص کو قیامت کے دن میدان میں لٹا دیا جائے گا اور اس کے مویشی حاضر کر دیئے جائیں گے جو اسے پاؤں سے روندیں

---

[1] رواہ البخاری کما فی المشکوٰۃ ص ۱۵۵ -

گے اور اسے اپنے منہ سے کاٹیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے، قیامت کے دن میں اس کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا جو پچاس ہزار سال کا ہوگا پھر وہ اپنا راستہ جنّت یا دوزخ دیکھ لے گا۔[1]

خدا کی پناہ! بھلا ایسے سخت عذاب کی کس کو سہار ہے تھوڑے سے لالچ اور فنا ہونے والے مال کی محبت میں اتنی بڑی مصیبت بھگتنے کے لئے اپنی جان کو تیار کرنا بڑی بے وقوفی اور نادانی کی بات ہے خدا کا دیا ہوا مال خدا کی راہ میں خدا ہی کا حکم ہوتے ہوئے خرچ نہ کرنا سخت گناہ اور بے غیرتی ہے۔

زکوٰۃ روکنے سے کال پڑتا ہے

حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں اللہ ان ان پر قحط (یعنی کال) کی مصیبت ڈال دیتے ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں ان کی سزا میں بارش روک لی جاتی ہے اگر چوپائے (بھینس بیل وغیرہ) نہ ہوں تو ذرا بارش نہ ہو۔

زکوٰۃ روک لینے سے مال تلف ہوجاتا ہے

حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مال بھی کسی خشکی میں یا کسی دریا میں تلف ہوجاتا ہے پس وہ زکوٰۃ روکنے ہی سے ضائع ہوتا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جس مال کے ساتھ زکوٰۃ کا مال مل جاتا ہے وہ اس مال کو ہلاک کئے بغیر نہیں رہتا۔ یعنی جس مال میں زکوٰۃ واجب ہوئی اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالی گئی اور زکوٰۃ کا روپیہ بھی اس مال میں ملا ہوا رہا جس پر زکوٰۃ فرض ہوئی ہے تو یہ زکوٰۃ والا روپیہ اس مال کو تلف کردے گا یعنی ایک نہ ایک دن وہ مال ضائع ہوجائے گا۔

زیور کی زکوٰۃ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تم اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کیا نہیں! فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ ان کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

---

[1] رواہ مسلم کما فی المشکوٰۃ ص ۱۵۵۔

تم کو آگ کے دو کنگن پہنا دے۔ یہ سن کر اس عورت نے وہ دونوں کنگن (بچی کے ہاتھ سے) نکالے اور بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیئے اور عرض کیا کہ یہ دونوں اللہ و رسول کے لئے ہیں (میں اپنے پاس نہیں رکھتی آپ کو اختیار ہے جہاں چاہیں خرچ فرمائیں) [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے موقعہ پر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھائی اس کے بعد خطبہ دیا۔ پھر عورتوں کے پاس جا کر وعظ فرمایا اور اُن کو نصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا، عورتوں پر ایسا اثر ہوا کہ اپنے ہاتھوں سے کانوں اور گلوں سے زیور اتار کر دے دیئے۔ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے وہ جمع کرتے رہے اس کے بعد حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اس صدقہ کے مال کو ضرورت مندوں پر خرچ فرمایا [2]

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر بھی واجب ہے اس میں بھی غریبوں کی حاجت روائی کا انتظام ہے۔ عید کا دن ہے جن کے پاس مال ہے وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں گے غریب لوگ منہ تکیں گے۔ ان کے بچے دوسرے بچوں کو کھاتے پیتے دیکھ کر آزردہ ہوں گے اس لئے ہر چھوٹے بڑے کی طرف سے صدقہ ادا کرنے کا حکم فرمایا اور حکم دیا کہ نمازِ عید کو نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے۔ یہ صدقہ روزوں کے پاک کرنے کے لئے بھی ہے کہ جو روزہ میں بدزبانی، بدکلامی ہوگئی ہو گندی باتیں ہوگئی ہوں ان کا کفّارہ ہو جائے گا اور اس کی ادائیگی میں فقراء اور مساکین کی حاجت پوری کرنے کا بھی انتظام ہے [3]

نفلی صدقات

زکوٰۃ فرض اور صدقہ فطر واجب کے علاوہ نفلی صدقات کا بھی بہت بڑا اجر و ثواب ہے جو شخص جتنا اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کر دے گا اسی قدر اس کے لئے بہتر ہوگا اور دنیا میں مال بڑھنے کے نفع کے علاوہ آخرت میں بھی چند در چند ہو کر ملے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۰۔ [2]

[3] صدقۃ الفطر کا تفصیلی بیان کتاب الصلوٰۃ (عیدین کے بیان) میں گذر چکا ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَ اللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کے راستہ میں اس دانہ جیسی ہے جس سے سات بالیں اُگیں ہر بال میں سو سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ چند در چند کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔

آیت کریمہ میں یہ جو فرمایا وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ چند در چند کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے) اس کے بارے میں حضرات مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چند در چند فرمایا سات سو پر منحصر نہیں ہے اللہ جس کو جتنا چاہے زیادہ سے زیادہ ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ (راہ خدا میں) خرچ کرتی رہو اور گن گن کر مت رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھے گن گن کر دیں گے (یعنی خوب زیادہ نہ ملے گا) اور مال کو بند کرکے نہ رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ (بھی) اپنی بخشش روک دیں گے جہاں تک ہو سکے تھوڑا بہت (حاجت مندوں پر) خرچ کرتی رہو[1]

حضرت اسماء رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار نصیحتیں فرمائیں۔ اوّل یہ کہ خرچ کرتی رہا کرو۔ دوم یہ کہ گن گن کر نہ رکھنا یعنی جمع کرنے کے پھیر میں نہ پڑنا دنیا داروں کا یہ طریقہ ہے کہ جمع کرتے رہتے ہیں اور شمار کرتے رہتے ہیں کہ آج اتنا ہوا کل اتنا بڑھ گیا۔ جمع کرنے کے خیال میں اپنی ضرورتیں بھی رکی رہتی ہیں اور حاجت مندوں کو بھی نہیں دیتے یہ طریقہ اہل ایمان کا نہیں یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن کی جان ہی پیسہ ہے پیسہ ہی کے لئے جیتے ہیں اور پیسہ ہی کے لئے مرتے ہیں۔

آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ گن گن کر نہ رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گن گن کر دیں گے اس کا مطلب یہ ہے غریبوں پر خرچ کرتے وقت یہ خیال نہ کرو کہ کہیں زیادہ تو نہیں چلا گیا اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بھی گن گن کر ملے گا یعنی تھوڑا ملے گا۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ جمع کرکے نہ رکھنا ورنہ اللہ تعالےٰ بھی اپنی بخشش کو روک لیں گے اور

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۴ بحوالہ بخاری و مسلم۔

اپنے خزانۂ غیب سے جو تمہیں نوازتے ہیں وہ بخشش و نوازش نہ رہے۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ تھوڑا بہت جو بھی ہو سکے اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہو لفظ "جو کچھ ہو سکے" بہت عام ہے ہر امیر و غریب اس پر عمل کر سکتا ہے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا تعلق مالداری سے نہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہونے سے ہے اپنے مقدور کے مطابق غریب بھی فی سبیل اللہ خرچ کر سکتا ہے اور امیر بھی، ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۔ (اور تو مخلوق کے ساتھ احسان کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان فرمایا) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے شکر میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کی مخلوق پر خرچ کیا جائے۔ نفلی صدقہ بھی قیامت کے میدان میں بہت کام دے گا اس کے ذریعہ فرض زکوٰۃ کی کمی اور کوتاہی پوری کر دی جائے گی اور بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت سوال کرنے کے لئے آئی اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں اور ان کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی انہوں نے وہی ان کو دے دی اس نے اسے آدھی آدھی کر کے اپنی بچیوں کو دے دی[1]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے ایک بکری ذبح فرمائی آپؐ نے سوال فرمایا کہ اس میں سے کتنا باقی رہ گیا؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا صرف اس کا ایک شانہ (دست کے اوپر کا حصہ جو گردن کے قریب ہوتا ہے) کے سوا کچھ باقی رہا، آپؐ نے فرمایا (یوں کہو) اس کے شانہ کے علاوہ سب باقی ہے[2] بات یہ ہے کہ آپ کے گھر والوں نے ذبح کر کے ساری بکری صدقہ کر دی تھی۔ صرف اس کا شانہ باقی تھا ابھی اُسے صدقہ کرنے نہ پائے تھے کہ آپ نے سوال فرمایا کہ بکری کا کیا ہوا۔ گھر والوں نے عرض کیا سب صدقہ کر دی گئی صرف اس کا شانہ باقی ہے چونکہ وہ شانہ ابھی اپنے پاس تھا اس لئے آپ نے فرمایا جو کچھ اللہ کے لئے دے دیا گیا وہی باقی ہے جو ہمارے پاس ہے وہ باقی نہیں اگر اللہ کی راہ میں دے دیا جائے تو یہ بھی باقی ہو جائے گا باقی وہ ہے جس کا آخرت میں ثواب ملے گا۔ سورۃ النحل میں فرمایا مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (جو تمہارے پاس ہے فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۱، از بخاری و مسلم۔ [2] رواہ

صلہ رحمی کا خیال رکھا جائے

زکوٰۃ وصدقات کے بارے میں اس بات کا لحاظ رکھنا زیادہ مناسب ہے۔ اوّل یہ کہ اپنے عزیزوں قریبوں پر خرچ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسکین کو دینا صرف ایک ہی صدقہ ہے اور قرابت دار پر خرچ کرنے میں دوہرا ثواب ہے کیونکہ یہ صدقہ بھی ہے اور قرابت داری کے حقوق کے دیکھ بھال بھی ہے[1] (جسے صلہ رحمی کہتے ہیں) البتہ فرض زکوٰۃ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اور ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی کو نہیں دی جا سکتی اور دوسرے عزیزوں مثلاً بہنوں بھائیوں، ان کی اولادوں اور ماموں پھوپھی خالہ چچا، ساس سسر کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے البتہ یہ دیکھ لیں کہ سید تو نہیں اور صاحب نصاب تو نہیں، جس کو زکوٰۃ دی جائے اُسے یہ بتانا بھی ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے ہدیہ بتا کر بھی دے سکتے ہیں دل میں زکوٰۃ کی نیت کر لینے سے ادائیگی ہو جائے گی۔

صدقہ جاریہ کا ثواب

دوسری چیز جس کا مال خرچ کرنے میں خیال کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ صدقہ جاریہ میں لگا دیا جائے۔ صدقہ جاریہ اس کو کہتے ہیں جس کا نفع وقتی طور پر ختم نہ ہو جائے بلکہ لوگ اس سے منتفع ہوتے رہیں مثلاً کوئی مسجد بنوا دی، دینی مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لیا کسی دار العلوم میں تفسیر و حدیث اور فقہ و فتاویٰ کی کتابیں وقف کر دیں کہیں کنواں کھدوا دیا، مسافر خانہ بنوا دیا یا کوئی ایسا کوئی اور کام کر دیا جس سے عوام و خواص کو نفع ہوتا رہے اگر کوئی شخص اس طرح کے کسی کام میں پیسہ خرچ کر کے دنیا سے چلا گیا جس کا ذکر اوپر ہوا تو لوگ اس کے صدقہ و خیرات سے منتفع ہوتے رہیں گے اور اس کے نامہ اعمال میں برابر ثواب لکھا جاتا رہے گا اور درجات بلند ہو رہے ہیں جہاں تک ہو زندگی میں ایسا کام ضرور کر دیا جائے۔

قرضِ حسن

اللہ تعالیٰ نے مصارفِ خیر میں خرچ کرنے کو قرضِ حسن سے تعبیر فرمایا ہے قرض سے اس لئے کہ اس کا بدلہ ادھار ہے جو آدھرت میں ملے گا اور حسن اس لئے کہ وہ بدلہ بہت بڑا ہے ذرا سا خرچ کرنے پر بڑے بڑے اجور آخرت میں ملیں گے۔ سورہ حدید میں فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۱۔

قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (کون ہے جو قرض دے اللہ کو اچھا قرض سو اللہ بڑھا دے اسے چند در چند اور اس کے لئے اجر ہے بہت عمدہ) یہ اللہ پاک کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مال اسی کا دیا ہوا ہے اور جب کوئی خرچ کرتا ہے اور خرچ بھی اپنوں پر یا ہم جنس دوسرے افراد پر تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ذمہّ قرض شمار فرمالیا جس نے دیا اسے تو پورا اختیار ہے کہ مال خرچ کرنے کا حکم فرمادے اور ذرا سا بھی اجر نہ دے لیکن یہ محض اس کا کرم ہے کہ اسے اپنے ذمہّ قرض میں شمار فرمالیا اور اس کا اجر خوب بڑھا چڑھا کر دینے کا وعدہ فرمالیا، سچ ہے ؎

مال عالم ملکِ لست و مالکاں مملوک تو
باوجود ایں بے نیازی اَقْرِضُوا اللہ گفتہ،

خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ وصدقات مالی عبادت ہے اس میں بخل کی صفت رذیلہ سے نفس کو پاک کرنے کا انتظام ہے، مال کو آفات سے بچانے کا بھی۔ دنیا میں فقراء ومساکین کی حاجت روائی ہے آخرت میں اس پر اجر عظیم ہے۔ سورہ مزمل میں فرمایا:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور قائم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ کو اور اللہ کو قرض دے دو قرض حسن، اور کچھ آگے بھیجو گے جانوں کے لئے کوئی بھلائی اسے پالوگے اللہ کے پاس، اس طرح سے کہ وہ خیر ہوگا اور اجر کے اعتبار سے بڑا ہوگا اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بے شک اللہ بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔

جس قدر بھی ہوسکے اپنی ضرورتوں کو روک کر اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے مال خرچ کرکے اپنی آخرت سدھارو اور اس مال کو مرنے کے بعد کام آنے کے لئے پہلے سے بھیج دو۔

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بڑھتا ہے گھٹتا نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں۔ اوّل یہ کہ صدقہ کی وجہ سے کسی بندہ کا مال کم نہیں ہوگا۔ دوم یہ کہ جس پر کوئی ظلم کیا جائے جس پر وہ صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت بڑھادے گا۔ سوم یہ کہ جو بھی کوئی شخص (لوگوں سے) سوال کرنے کا دروازہ کھول دے گا اللہ تعالےٰ ضرور اس پر تنگدستی کا دروازہ کھول دے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۴)

ریاکاری سے پرہیز کرنا لازم ہے

اور ایک بات بہت زیادہ اہم ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ فرض ادا کریں یا صدقہ واجب کسی مستحق کو دیں یا کسی رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کریں یا صدقہ جاریہ میں مال لگائیں یا کسی کو نفلی صدقہ دیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا لازم ہے بہت سے لوگ خرچ تو کرتے ہیں لیکن اس میں ریاکاری اور شہرت کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ لوگوں کو دکھا کر دیتے ہیں۔ اخباروں میں نام چھپواتے ہیں، مسجد کا نام اپنے نام پر رکھتے ہیں۔ اگر کسی مدرسہ میں کمرے بنوادیں تو اس پر اپنے نام کا کتبہ لگانے کی فرمائش کرتے ہیں، یہ ریاکاری ساری نیکی کو برباد اور اس سے ثواب کی بجائے اُلٹا گناہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ضروری ہے کہ کسی کو کچھ دیں تو احسان نہ جتائیں اور کسی طرح کی تکلیف نہ دیں۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۔

اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لاتا اللہ پر اور یوم آخرت پر سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اس کو زوردار بارش سو کر چھوڑا اس کو بالکل ہی صاف یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

بہت سے لوگوں کی جو یہ عادت ہوتی ہے کہ تھوڑا بہت صدقہ دے کر ان لوگوں پر احسان دھرتے ہیں جن لوگوں کو کچھ دیا اور خاص کر ان لوگوں پر جو رشتہ دار ہیں یا اپنے شہر کے رہنے والے ہیں ایسے لوگ احسان دھرنے سے اپنا ثواب باطل کر دیتے ہیں جس پر احسان دھرا جائے اُسے احسان کے الفاظ سننے سے یا احسان دھرنے کی طرح برتاؤ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں یا ان پر خرچ کرنے کی وجہ سے بیگاریں لیتے ہیں۔ اس لئے لفظ مَنّ (احسان جتانے) کے ساتھ لفظ اَذیٰ بھی ذکر فرمایا کہ اللہ کے لئے خرچ کریں اور

احسان بھی دھریں اور کسی قسم کی کوئی تکلیف بھی نہ پہنچائیں تب ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اگر کسی نے سوال کیا اور اُسے نہ دیا اور خوبصورتی کے ساتھ اچھے الفاظ میں جواب دے دیا اور سائل کی بدتمیزی پر اور تنگ کرنے پر جو غصہ آیا اس سے درگذر کر دیا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کچھ دے دے، پھر احسان دھرے یا کسی طرح سے تکلیف پہنچائے۔

جو لوگ صدقہ کر کے احسان جتاتے ہیں یا ایذاء پہنچاتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ ان لوگوں کا ایسا حال ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو ایسے شخص کے خرچ کرنے کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جیسے کوئی چکنا پتھر ہو اس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اوپر سے زوردار بارش پڑ جائے جو اس ذرا سی مٹی کو بہا کر لے جائے اور پتھر کو بالکل چکنا سپاٹ چھوڑ دے، اوّل تو پتھر چکنا پھر اس پر مٹی بھی ذرا سی اور جو بارش برسی تو وہ بھی زوردار، ظاہر ہے کہ اس حالت میں پتھر صاف ہو کر چکنا نہ رہ جائے گا تو اور کیا ہوگا؟ جو اس پتھر کا حال ہوا وہی اس شخص کے مال خرچ کرنے کا حال ہے جس نے منّ یا اَذیٰ کے ذریعہ اپنے صدقہ کو باطل کر دیا یا ریاکاری کے ذریعہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بن گیا۔

اگر کوئی شخص ریاکاری سے کوئی ایسا کام کرے جو فی نفسہٖ نیک ہو (خواہ مالی عبادت ہو یا جانی عبادت) ریاکاری کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے گا بلکہ ریاکاری اس کے لئے وبال ہوگی اور آخرت میں مستحق عذاب ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جن لوگوں کے بارے میں سزا کا فیصلہ ہوگا ان میں ایک شخص وہ ہوگا جو لڑا اور شہید ہو گیا تھا لیکن اس کی نیّت یہ تھی کہ بہادری میں اس کا نام ہو اور ایک وہ شخص ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن شریف پڑھا علم حاصل کرنے سے اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو عالم کہا جائے اور قرآن پڑھنے سے اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو قاری کہا جائے اور ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا مال دیا تھا وہ اللہ پاک کے حضور میں کہے گا کہ جو بھی کوئی خرچ کرنے کی سبیل مجھے ملی جس میں خرچ کرنا آپ کے نزدیک محبوب تھا اس میں نے آپ کے لئے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے یہ اس لئے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ تینوں آدمیوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ

تمہاری جو خواہش تھی وہ پوری ہو چکی اور جو تم چاہتے تھے وہ کہا جا چکا، لہٰذا ان تینوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن کے ذریعہ سب سے پہلے دوزخ میں دھکا دیا جائے گا۔ یہ تین آدمی ہوں گے (الترغیب والترہیب ص ۹۲ ج ۱)

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے بہت بڑا مالدار ہونا ضروری نہیں ہے، جو عورت یا مرد ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر روپیہ یا سوداگری کے مال کا مالک ہو وہ شریعت میں مالدار ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے[1]

---

[1] قرآن مجید کی متعدد آیات میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجمال کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور زکوٰۃ کا نصاب بھی بتایا ہے آپ نے فرمایا دو سو درہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے اور سونے کا نصاب بیس مثقال بتایا۔ جب اسلام عرب ممالک سے آگے بڑھا اور دنیا کے تمام ملکوں میں پہنچ گیا تو جیسے جیسے آگے بڑھتا رہا ہر علاقہ اور ہر زمانہ کے علماء اور فقہاء درہموں کا حساب لگا کر اپنے اپنے علاقہ اور زمانہ کے بازار میں چلنے والے اور ان کے اعتبار سے مسلمانوں کو زکوٰۃ کا حساب بتاتے رہے۔ ہندوستان کے اکابر نے جب تولہ اور مثقال کا حساب لگایا تو چونکہ ہندوستان میں اس وقت تولہ اور ماشہ اور رتی کا حساب رائج تھا اسی لئے معروف اوزان کے اعتبار سے حساب کر کے انہوں نے دو سو درہم کے ساڑھے باون تولے بتائے اور بیس مثقال کے ساڑھے سات تولے بنے۔

ہندوستان اور پاکستان کے عوام اور خواص کے زبانوں میں کئی سو سال تک اسی طرح فرضیت زکوٰۃ کا حساب بیان کیا جاتا رہا۔ اب جبکہ تیس چالیس سال سے گرام اور کلوگرام کا حساب شروع ہوا ہے تو حضرت اکابر علماء نے ان ہی مروجہ اوزان کی اعتبار سے حساب لگایا لہٰذا واضح رہنا چاہیئے کہ اوزان جدیدہ کے اعتبار سے سونے کا نصاب پچاسی گرام ہے اور چاندی کا نصاب پانچ سو پچانویں گرام ہے اس میں حساب کرنے والوں کے اور بھی اقوال ہیں۔ ہم نے احتیاط والی صورت اختیار کی ہے لہٰذا ساڑھے باون تولہ کو پانچ سو پچانویں گرام اور ساڑھے سات تولہ کو پچاسی گرام سمجھنا چاہیئے اور صدقۃ الفطر میں اگر گیہوں دینا چاہیں تو پونے دو کلوگرام گیہوں یا اس کی قیمت دے دیں۔ صاع کا حساب لگایا گیا تو نصف صاع پونے دو کلو سے کچھ زیادہ ثابت ہوا۔

مسئلہ: کسی کے پاس کچھ سونا ہے اور چاندی ہے اور کچھ سوداگری کا مال ہے تو سب کو ملا کر دیکھو اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اگر اس قیمت سے کم ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ: سونے چاندی کے زیور اور برتن اور سچا گوٹہ ٹھپّہ کپڑوں میں لگا ہوا ہو چاہے علیحدہ رکھا ہوا ہو اور چاہے یہ چیزیں استعمال ہوتی ہوں چاہے یوں ہی رکھی ہوں۔ غرضیکہ سونے چاندی کی ہر چیز میں زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی میں اگر ملاوٹ ہو، مثلاً رانگ یا پیتل ملا ہوا ہو تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر چاندی سونا زیادہ ہو تو زکوٰۃ واجب ہونے کے بارے میں ان سب کا وہی حکم ہے جو سونے چاندی کا حکم ہے یعنی اگر اتنے وزن کے ہوں جو اوپر بیان ہوا تو سال گذر جانے پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر ملاوٹ والی چیز رانگ پیتل زیادہ ہے تو اس کا حکم تانبے اور پیتل کا ہے جو ابھی بیان ہوگا۔

مسئلہ: کسی کے پاس کچھ سونا ہے اور کچھ چاندی ہے یا کچھ سوداگری کا مال ہے کسی کا نصاب بھی پورا نہیں لیکن اگر سب کو ملا کر دیکھا جائے اور مجموعہ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جائے تو اس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر اس قیمت سے کم ہو تو فرض نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس مثلاً سو تولہ چاندی رکھی تھی پھر سال گذرنے سے پہلے چار تولہ سونا اور آ گیا تو اس کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کا حساب کیا جائے گا اور جب سو تولہ چاندی کا سال پورا ہونے پر اس کی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اسی کے ساتھ اس سونے کی زکوٰۃ بھی دینا ہوگی، جب سے یہ سونا آیا ہے اُس کے بعد کے بعد سے اس سونے پر سال گذر جانے کا انتظار نہ کیا جاوے گا۔

مسئلہ: سونا چاندی اور نقد روپے کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں مثلاً لوہا، تانبا، پیتل، گلٹ، رانگ اور ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن وغیرہ اور کپڑے اور جوتے اور اس کے علاوہ جو کچھ اسباب ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ بیچنے کا سوداگری کا مال ہوگا تو اگر اتنا ہو کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو تو جب سال گذر جائے تو اس میں زکوٰۃ فرض ہے اور اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں اور اگر وہ مال سوداگری کا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ: زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس مال پر سال گذر جائے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کا روپیہ یا سوداگری

کا مال ہو تو اس پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال جاتا رہا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

مسئلہ: سال کے اندر اندر اگر مال گھٹ جائے اور سال ختم ہونے سے پہلے ہی اتنا مال پھر آ جائے کہ اگر اس کو باقی مال میں جوڑ دیں تو اس حد کو پہنچ جاوے جس پر زکوٰۃ فرض ہوئی ہے تب بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ غرضیکہ بیچ سال میں مال کے کم ہو جانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی۔

مصارف زکوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ کا طریقہ

مسئلہ: زکوٰۃ کی رقم سے مسجد بنانا، لاوارث مُردہ کے کفن دفن میں لگانا درست نہیں، زکوٰۃ ادا ہونے کی شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دینا درست ہو اُس کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنا دیا جائے۔

مسئلہ: ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی (اوپر تک) بیٹا بیٹی، پوتا پوتی (جتنے دور تک چلے جائیں) ان سب کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس سے صاحب زکوٰۃ پیدا ہو یا جو اُس سے پیدا ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

مسئلہ: بھائی بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے، بشرطیکہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں اور سید نہ ہو، رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ انہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ مال زکوٰۃ ہے صرف زکوٰۃ کی نیت کر لینا کافی ہے۔

مسئلہ: جس کے پاس اتنا مال ہو یا ضرورت سے زیادہ اتنا سامان ہو جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا ہو سکتا ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ شخص شریعت میں غنی ہے اور جس کی مالی حیثیت اس سے کم ہو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، بہت سی عورتیں بیوہ ہوتی ہیں، مگر ان کے پاس اتنا زیور ہوتا ہے جس پر شریعت میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: جس مال پر زکوٰۃ فرض ہو سال پورا ہونے پر اس میں سے پورے مال کا چالیسواں حصہ یا چالیسویں کی نقد قیمت ادا کرے فیصد ڈھائی روپے کا اور فی ہزار ۲۵ روپے کا حساب لگالے۔

مسئلہ: زکوٰۃ کی نیّت کئے بغیر روپیہ دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، وہ نفل صدقہ ہوا، ایسا ہو جائے تو زکوٰۃ پھر سے ادا کرے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کو ثواب کی نیت سے مال دے دیا اور ادائیگی زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط ہے کہ مستحق کو دیتے وقت زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت کرے اور ایک طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال ادائیگی زکوٰۃ کی نیت سے دوسرے مال سے الگ کر کے کسی بکس وغیرہ میں رکھ لے اور یہ نیت کرے کہ فقراء آتے رہیں گے تو اس میں سے دیتا رہوں گا۔ اس صورت میں فقراء کو دیتے وقت نیت کا استحضار نہ ہوا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ مال علیحدہ کرتے وقت جو نیت کی تھی وہی کافی ہوگی۔

مسئلہ:۔ جس شخص کو زکوٰۃ دے دی جائے کسی عمل کے عوض میں نہ ہو، لہٰذا امام مؤذن مدرس اور کسی ملازم کی تنخواہ میں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔

مسئلہ:۔ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے دے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ زکوٰۃ کی رقم کسی کافر کو نہیں دی جا سکتی۔

مسئلہ:۔ مدرسوں میں اگر زکوٰۃ دی جائے اور اس میں سے مستحقین طلباء کو وظیفہ دے دیا جائے یا ان کو کھانا دے کر مالک بنا دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اباحت کے طور پر کھانا کھلا دیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اسی طرح مال زکوٰۃ سے مدارس کے کتب خانوں میں مالِ زکوٰۃ سے کتابیں جمع کر دینا یا طلبہ کے لئے لحاف، بستر اور چارپائیاں جمع کر دینا اور ان کو عاریۃً دے دینا اور جاتے وقت واپس لے لینا اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ تملیک نہیں ہوئی۔ ان چیزوں کے لئے زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ اصحاب اموال سے چندہ کیا جائے۔

مسئلہ:۔ کسی مریض کے علاج کی فیس یا ایکسرے وغیرہ کی اجرت بالا بالا مالِ زکوٰۃ سے ادائیگی کر دی جائے اور مریض کو قبضہ نہ کرایا جائے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ تملیک نہیں ہوئی۔

مسئلہ:۔ اگر مال زکوٰۃ سے دوائیں خرید کر ہسپتال میں رکھ دی جائیں اور مستحقین زکوٰۃ کو دے دی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ——— یہ خیال رکھا جائے کہ صاحبِ نصاب کو اور بنی ہاشم کو اور کافر کو نہ دی جائے۔

مسئلہ:۔ آیت کریمہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ الخ میں جو مصارف زکوٰۃ بیان فرمائے ہیں ان میں لفظ فی سبیل اللہ بھی ہے لغوی ترجمہ کے اعتبار سے تو عام ہے لیکن حضرات ائمہ تفسیر اور فقہاء کرام نے اس سے وہ مجاہدین مراد لئے ہیں جو اپنے ساتھیوں سے رہ جائیں اور پیسہ پاس نہ ہو اور بعض حضرات نے وہ لوگ مراد لئے ہیں جو سفر حج میں اپنے ساتھیوں سے

پھر لٹ جائیں اور پیسہ پاس نہ ہو۔

آج کل ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو تفسیر قرآن اور احکام و مسائل کے بارے میں سلف کا دامن چھوڑ کر جو چاہتے ہیں اپنے پاس سے کہہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کے عموم میں مسجدیں، مدرسے، شفاخانے، مسافر خانے، کنوئیں، سڑکیں اور پل بنانا اور رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں دینا، دفتروں کے مصارف میں خرچ کرنا، میت کو قبرستان پہنچانے کے لئے ایمبولینس کا انتظام کرنا اور غریب میت کے کفن دفن میں خرچ کرنا یہ سب جائز ہے، یہ ان لوگوں کی جہالت کی باتیں ہیں۔ مفسرین اور محدثین اور فقہائے جو کچھ قرآن مجید کو سامنے رکھ کر مسائل اخذ کئے ہیں ان کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کے قول کی کوئی حیثیت نہیں جو عربی زبان کا ایک صیغہ بھی نہیں بتا سکتے اور جو قرآن مجید کی ایک سورت صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ یہ لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں، زکوٰۃ کا مال جہاں چاہو خرچ کرو، تملیک فقیر کی کوئی ضرورت نہیں، یہ بات چاروں مذہبوں کے خلاف ہے۔ اگر ہر کام میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنے کی اجازت ہوتی تو قرآن مجید میں آٹھ قسمیں بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ان سے فرمایا تھا۔ ان اللہ قد فرض علیھم صدقۃ تؤخذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو دے دی جائے۔

(رواہ البخاری و مسلم کمافی المشکوٰۃ ص۱۵۵)

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ اس صورت میں ادا ہوگی جب فقراء کو دے دی جائے۔ جو لوگ تملیک کی شرط کو مولویانہ اُپج قرار دیتے ہیں ان کے سامنے احادیث نہیں ہیں آراء اور اھواء کا کھلونا بنے ہوئے ہیں۔

سادات کو دینے کا مسئلہ

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اگرچہ وہ فقراء اور مساکین ہوں، بنی ہاشم سے حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد اور اولاد الاولاد مراد ہے[1]

---

[1] ولا یدفع الی بنی ھاشم وھم آل علی و آل عباس و آل جعفر و آل عقیل و آل حارث بن عبدالمطلب کذا فی الھدایۃ (عالمگیری ص ۱۸۹ ج ۱ طبع مصر)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ الصدقات انما ھی اوساخ الناس وانہا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد۔ (رواہ مسلم)	ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ صدقات لوگوں کے میل کچیل ہیں (ان کے ذریعہ لوگوں کے نفوس اور اموال پاک ہوتے ہیں) اور بلاشبہ یہ محمدؐ کے لئے اور آل محمد کے لئے حلال نہیں ہے۔

اگر بنی ہاشم تنگدست حاجتمند ہوں تو زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کے علاوہ دیگر اموال سے اُن کی مدد کردی جائے، بہت سے لوگوں کو سادات کی غریبی دیکھ کر رحم تو آتا ہے لیکن زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے مال سے دینے کو تیار نہیں۔ مال میں زکوٰۃ تو ۴۰/۱ ہی فرض ہے۔ باقی ۴۰/۳۹ میں سے خرچ کرنا بھی تو ثواب ہے لیکن اس کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالنے کو تیار نہیں ہوتے اور سادات کو اپنے اموال کا میل یعنی زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں اس میں ان کی بے ادبی بھی ہے اور اس سے زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ بعض سادات بھی اس مسئلہ کو سن کر دل میں کچھ تکدّر لے آتے ہیں اور بنی ہاشم کے لئے مالِ زکوٰۃ ناجائز ہونے کے قانونِ شرعی کو اچھا نہیں سمجھتے۔ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے جدِّ اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اکرام واحترام کے لئے یہ قانون بنایا ہے کہ بنی ہاشم کو اموال کا میل کچیل نہ دیا جائے۔ جدِّ امجد نے تو ان کی توقیر کی اور وہ رنجیدہ ہو رہے ہیں کہ ہمیں لوگوں کے اموال کا میل نہ ملا۔ دنیا حقیر ہے، فانی ہے تھوڑی سی تکلیف اٹھالیں اپنے شرف کو باقی رکھیں اور میل کچیل سے گریز کریں اور یوں تکلیفیں تو سبھی کو آتی ہیں صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزاریں اور اپنے نام کے ساتھ سیّد کا لفظ بڑھانے کو اور اپنے نسب کو اچھالنے کو تو تیار ہیں لیکن اس نسب کی وجہ سے جو شرف دیا گیا ہے اسے اپنانے کو تیار نہیں۔

مسئلہ: بعض لوگ حج کرنے کے لئے چندہ مانگتے پھرتے ہیں اور بعض صاحبِ حیثیت انہیں زکوٰۃ کی رقم سے دے دیتے ہیں جب ایک دو آدمی کے دے دینے سے سوال کرنے والا صاحبِ نصاب ہوگیا تو اب اسے زکوٰۃ لینا دینا جائز نہیں لوگ اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے جس کسی پر اللہ تعالےٰ نے حج فرض نہیں کیا وہ حج کے نام پر سوال کرتا پھرے اولاً تو یہ طریقہ ہی غلط ہے دوسرے جب مانگنے والا صاحبِ نصاب ہوگیا تو اب اس کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں رہا۔

مسئلہ: بہت سے لوگ لڑکیوں کی شادیوں کے لئے زکوٰۃ کی رقم دے دیتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی سادی کیوں نہیں کی جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کریں اور اسی پر دونوں فریق راضی رہیں۔ اصل نکاح تو ایجاب وقبول کا نام ہے جو دو گواہوں کے سامنے ہو اس میں ذرا سا خرچہ بھی نہیں ہوتا پھر ایجاب وقبول کے بعد جو بیٹی والے کو میسّر ہو وہ بطور جہیز لڑکی کی سسرال میں روانہ کردے اس میں خیر ہی خیر ہے۔ ریاکاری کی گناہگاری میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے ؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر لڑکی کا باپ صاحبِ نصاب ہو تو اُسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور اگر لڑکی صاحب نصاب ہو تو اُسے بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ پھر اگر صاحبِ نصاب نہ ہونے اور غیر بنی ہاشم ہونے کی بنیاد پر زکوٰۃ دی جائے تو ایک دو آدمی کے دینے سے بقدر نصاب ملکیت میں مال آجاتا ہے۔ جب تک وہ مال ملکیت میں رہے گا اس وقت تک زکوٰۃ لینا دینا جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ: بعض قوموں میں رواج ہے کہ اپنی قوم کی زکوٰتیں وصول کرکے بینک میں جمع کرتے رہتے ہیں اور اس مسئلہ کا بالکل دھیان نہیں رکھتے کہ جب تک یہ مال فقراء اور مساکین کی ملکیت میں نہیں جائے گا اس وقت تک ان سب لوگوں کی زکوٰتیں ادا نہ ہوں گی جنہوں نے یہ رقمیں دی ہیں لہٰذا جلد سے جلد مصارف زکوٰۃ میں ان کو خرچ کردینا لازم ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بینک کا دیوالیہ ہوگیا یا بینک پر کسی حکومت نے قبضہ کرلیا یا ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑا تو ان سب صورتوں میں ان سب لوگوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی رہ جاتی ہے جن کے اموال لے کر بینک میں جمع کردیئے گئے تھے۔

مسئلہ: جو لوگ سوال کرنے کو اپنا پیشہ بنالیتے ہیں عموماً صاحب نصاب ہوتے ہیں۔ چھوٹے موٹے دکانداروں سے ان کی ملکیت میں زیادہ پیسہ ہوتا ہے لہٰذا سوال کرنے والوں کو زکوٰۃ دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر کسی سائل کو زکوٰۃ دیں تو پہلے یقین کرلیں کہ یہ مستحق زکوٰۃ ہے۔ صحیح بخاری (ص۲۰۰ ج۱) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرتا ہے اُسے ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک کھجور یا دو کھجوریں واپس کرتی ہیں لیکن مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جن سے اس کی ضرورت پوری ہو اور اس کے حاجت مند ہونے کا پتہ نہیں چلتا تاکہ اس کو صدقہ دے دیا جائے۔ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال بھی نہیں کرتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واقعی حاجتمند کو تلاش کرکے زکوٰۃ کا مال دیا جائے۔ بہت سے لوگ بہت زیادہ حاجت مند ہوتے ہیں۔ آبرو کی

وجہ سے سوال نہیں کرتے اور ننگے بھوکے گھروں میں اپنی زندگیاں گزارتے ہیں ایسے لوگوں کا خاص خیال کیا جائے۔ یہ واضح رہے کہ زکوٰۃ بھی نماز کی طرح سے فرض ہے جس طرح نماز کے احکام و مسائل کا جاننا اور نماز کو شرعی قواعد کے مطابق پڑھنا طہارت کے لئے پانی کا دیکھنا استنجا ٹھیک کرنا، کپڑوں کا پاک رکھنا، قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا اور جو چیزیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں صحیح طریقے پر ان کو یاد کرنا لازم ہے اسی طرح سے زکوٰۃ کے مسائل اور احکام کا جاننا بھی ضروری ہے، زکوٰۃ کا مال جس کو چاہا دے دیا جس مصرف میں چاہا خرچ کردیا۔ جس انجمن میں چاہا جمع کرادیا۔ زکوٰۃ ادا ہو یا نہ ہو۔ یہ فرض کی ادائیگی کا طریقہ نہیں، مال حلال کماؤ، حلال مواقع میں خرچ کرو۔ زکوٰۃ فرض ہوجائے تو ٹھیک حساب سے ادا کرو اور جس کو دو اس کے بارے میں پہلے یقین کرلو کہ یہ مستحق زکوٰۃ ہے۔

مسئلہ: جس شہر میں رہتے ہوئے زکوٰۃ فرض ہوئی ہے۔ وہاں کی زکوٰۃ وہیں کے فقراء پر خرچ کی جائے ہاں اگر دوسری جگہ کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا اعزّہ و اقرباء ہوں تو ان کے لئے بھیج دینا مناسب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی پر تمہارا قرض ہو اور وہ ادا نہ کرسکتا ہو تو اسے زکوٰۃ میں نہیں لگا سکتے، ہاں یوں کرسکتے ہیں کہ اپنے اوپر جو زکوٰۃ فرض ہے وہ اس کو دے دیں، پھر اسے مالک بنا کر اسی وقت اپنے قرضہ میں وصول کرلیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس دو ہزار روپیہ رکھے تھے سال پورا ہونے سے پہلے پانچ سو روپے اور آگئے تو سال پورا ہونے پر پورے ڈھائی ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سال کے اندر جو بھی مال آجائے سال ختم پر اسے بھی شامل کرکے کُل مال زکوٰۃ میں دینا ہوگا۔

ضروری تنبیہ

زکوٰۃ کا حساب چاند سے ہے یعنی مال ہونے پر جب چاند کے حساب سے بارہ ۱۲ ماہ گذر جائیں تو زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے، بہت سے لوگ انگریزی مہینوں سے زکوٰۃ کا حساب رکھتے ہیں اس میں دس دن کی دیر تو ہر سال ہو ہی جاتی ہے اور اس کے علاوہ ۲۶ سال میں ایک سال کی زکوٰۃ کم ہوجائے گی جو اپنے ذمّہ فرض رہے گی۔

پیداوار کی زکوٰۃ

سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ:

اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزوں کو اور اس میں سے جو ہم نے نکالا تمہارے لئے زمین میں سے اور مت ارادہ کرو ردّی چیز کا کہ اس میں سے خرچ کرو، اور تم خود اس کے لینے والے نہیں ہو مگر اس صورت میں کہ چشم پوشی کر جاؤ، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ غنی ہے اور حمید ہے۔

اس آیت میں اپنے کمائے ہوئے مالوں میں سے طیب عمدہ حلال اور اچھی چیزیں خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے، حرام کمانا تو حرام ہے جو حلال مال ہے اس میں سے بھی عمدہ چیز کو اللہ کی راہ میں دینا چاہیئے۔ اسباب النزول صفحہ ۸۲ میں اس آیت کا سبب نزول بتاتے ہوئے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی، جب فصل پر کھجوروں کے پھل کاٹتے تھے تو کھجوروں کے خوشے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی رسی پر لا کر ٹانگ دیتے تھے جس میں فقراء مہاجرین کھالیتے تھے ان میں سوکھے ہوئے خوشے بھی ہوتے تھے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (کہ تم ردّی چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو)۔

لباب النقول میں بحوالہ حاکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر ادا فرمانے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کھجور کا ایک صاع صدقہ میں دیا جائے اس پر ایک شخص ردّی کھجوریں لے آیا لہٰذا آیت کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ نازل ہوئی۔ یہ جو فرمایا وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ اس میں تنبیہ فرمائی کہ تم اللہ کی راہ میں گھٹیا مال خرچ کرنے کو تو تیار ہو لیکن ویسا ہی گھٹیا مال تمہیں کوئی دے تو تم خود اسے لینے کو تیار نہ ہوگے،

تمہارا کسی پر قرضہ ہے قرضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں تمہیں کوئی خراب کھجوریں یا دوسرا کوئی گھٹیا مال دینے لگے تو تم اُسے قبول نہ کروگے ہاں یہ اور بات ہے کہ موقع دیکھ کر آنکھیں میچ لو اور یہ سمجھ کر رکھ لو کہ اس آدمی سے عمدہ مال کبھی بھی نہیں ملے گا چلو جو ہاتھ آتا ہے یہ ہی سہی، یہ مسامحت والی بات دوسری ہے رضا اور رغبت اور دل کی خوشی کے ساتھ تم ردّی چیز قبول نہیں کرسکتے۔

عمومی طور پر مالِ طیب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ: وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ (کہ ہم نے زمین سے جو کچھ تمہارے لئے نکالا ہے۔ اس میں سے بھی خرچ کرو) حضرات فقہاء کرام نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ زمین کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ ہے اور احادیثِ شریفہ سے بھی پیداوار کی زکوٰۃ ثابت ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو عُشر کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ زمین سے جو بھی کچھ پیدا ہو (غلّہ ہو یا سبزیاں ترکاریاں ہوں یا پھل) سب کی زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔ البتہ گھاس اور لکڑی ان کے نزدیک اس سے مستثنیٰ ہے۔ پیداوار کی زکوٰۃ کا اُصول یہ ہے کہ جو زمین ایسے پانی سے سیراب کی جائے جس کی قیمت ادا کرنی نہ پڑے مثلاً بارش کے پانی سے سیراب کی جائے یا ندی یا دریا کے کنارے پر ترائی میں کوئی چیز پانی دیئے بغیر بونے سے پیدا ہو جائے تو اس کی کل پیداوار سے دسواں حصّہ مستحقین زکوٰۃ کو دینا فرض ہے اور یہ بھی زکوٰۃ ہی ہے مثلاً دس کیلو پیداوار میں سے ایک کیلو دے دے اور اسی طرح باغ میں جو پھل پیدا ہوں ان کا بھی دسواں حصّہ زکوٰۃ میں ادا کرے اور اگر پانی کی قیمت دے کر زمین کو سیراب کیا گیا ہے تو ایسی زمین کی پیداوار پر نصف العشر یعنی دسویں کا آدھا زکوٰۃ میں دینا فرض ہوتا ہے جس کو بیسواں حصّہ کہا جاتا ہے یعنی دس کیلو پیداوار میں سے آدھا کیلو زکوٰۃ میں دے دے۔

مسئلہ: یہ دسواں یا بیسواں حصّہ جو زکوٰۃ میں ادا کرنا فرض ہے۔ اس میں کوئی نصاب نہیں ہے یعنی جس قدر بھی پیداوار ہو اُس کا دسواں یا بیسواں حسبِ تفصیل بالا ادا کرے۔

مسئلہ: کھیتی پر جو مال خرچ ہوا مثلاً بیج ڈالا، مزدوروں سے زمین کھدوائی،

بیل خریدے، ٹریکٹر چلوایا، کام کرنے والوں کو مزدوری دی، یہ سب اخراجات منہا نہیں ہوں گے جو کچھ بھی پیداوار ہو اس کی زکوٰۃ کا دسواں یا بیسواں حصہ (حسب تفصیل بالا) زکوٰۃ میں ادا کرنا لازم ہے۔

فائدہ: زمینوں کے عشری اور خراجی ہونے میں کچھ تفصیل ہے۔ مختصراً اتنا سمجھ لیا جائے کہ جو کوئی علاقہ کافروں کے قبضہ میں تھا پھر مسلمانوں نے حملہ کرکے وہ علاقہ ان سے چھین لیا اور امیر المومنین نے اس علاقہ کی زمین مسلمانوں میں تقسیم کردی تو یہ زمین عشری ہے۔ اسی طرح سے اگر کسی شہر کے رہنے والے مسلمان ہو جائیں تو ان کی زمین بھی عشری ہو جائے گی۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ کہ (اللہ تعالیٰ غنی ہے مستحق حمد ہے) اُسے تمہارے صدقات کی حاجت نہیں جو کچھ خرچ کرتے ہو آپس میں خود ہی منتفع ہوتے ہو اس نے جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے عطاء فرمانے پر وہ مستحق حمد ہے، مستحق شکر ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ

كِتَابُ الصِّيَامِ

(روزہ کے فضائل و مسائل، برکات رمضان
اور قیام رمضان کا مفصّل بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

روزہ کی حکمت

اسلام کا چوتھا رکن رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہے

روزہ بدنی عبادت ہے جو پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھا جیسا کہ سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو، یہ روزے چند دن کے ہیں۔

روزہ کی حکمت

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں روزہ کی حکمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ تقویٰ صغیرہ وکبیرہ، ظاہرہ اور باطنہ گناہوں سے بچنے کا نام ہے، آیت کریمہ نے بتایا کہ روزہ کی فرضیت تقویٰ حاصل کرنے کے لئے ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان کے اندر بہیمیت کے جذبات ہیں، نفسانی خواہشات ساتھ لگی ہوئی ہیں، جن سے نفس کا اُبھار معاصی کی طرف ہوتا رہتا ہے، روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس سے بہیمیت کے جذبات کمزور ہوتے ہیں اور نفس کا اُبھار کم ہو جاتا ہے اور شہوات ولذات کی اُمنگ گھٹ جاتی ہے۔

پورے ماہِ رمضان کے روزے رکھنا ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہے ایک مہینہ کھانے پینے اور جنسی تعلقات کے مقتضیٰ پر عمل کرنے سے اگر باز رہے تو باطن کے اندر ایک نکھار اور نفس کے اندر سُدھار پیدا ہو جاتا ہے، اگر کوئی شخص رمضان کے روزے اُن احکام وآداب کی روشنی میں رکھے جو قرآن وحدیث میں وارد ہوتے ہیں تو واقعۃً نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے پھر نفس میں اُبھار ہوتا ہے تو آئندہ رمضان آموجود ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی مشروع کئے گئے ہیں ان روزوں کا مستقل ثواب ہے جو روایات حدیث میں مذکور ہے اور ثواب کے علاوہ نفل روزوں کا یہ فائدہ بھی ہے کہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے وقت جو عملی کوتاہیاں ہوئیں اور آداب کی رعایت ملحوظ نہ رہی اس کوتاہی کی تلافی ہو جاتی ہے۔

جو گناہ انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ دو چیزیں گناہ کا باعث بنتی ہیں، ایک منہ، دوسری شرمگاہ، چنانچہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کون سی چیز دوزخ میں داخل کرانے کا ذریعہ بنے گی؟ آپؐ نے جواب دیا اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ یعنی منہ اور شرمگاہ ان دونوں کو دوزخ میں داخل کرانے میں زیادہ دخل ہے، روزہ میں منہ اور شرمگاہ دونوں پر پابندی ہوتی ہے اور مذکورہ دونوں راہوں سے جو گناہ ہو سکتے ہیں، روزہ اُن سے باز رکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اسی لئے تو ایک حدیث میں فرمایا اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ یعنی روزہ ڈھال ہے (گناہ سے اور آتشِ دوزخ سے بچاتا ہے۔ [۱]

اگر روزہ کو پورے اہتمام اور احکام و آداب کی مکمل رعایت کے ساتھ پورا کیا جائے تو بلاشبہ گناہوں سے محفوظ رہنا آسان ہو جاتا ہے، خاص روزہ کے وقت بھی اور اس کے بعد بھی، ہاں اگر کسی نے روزہ کے لوازم کا خیال نہ کیا اور گناہوں میں مشغول رہتے ہوئے روزہ کی نیت کر لی اور کھانے پینے اور خواہش نفسانی سے باز رہا مگر حرام کمانے اور غیبت کرنے میں لگا رہا تو اس سے فرض تو ادا ہو جائے گا، مگر روزہ کے برکات و ثمرات سے محرومی رہے گی جیسا کہ سنن نسائی میں ارشاد نبویؐ نقل کیا ہے۔

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ مَالَمْ یَخْرِقْھَا۔ — یعنی روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ — جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹی بات اور غلط کام نہ چھوڑے تو

---

[۱] رواہ البخاری

فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ ؎۱ اللہ کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ (گناہوں کو چھوڑے بغیر) محض کھانا پینا چھوڑ دے۔

معلوم ہوا کہ کھانا پینا اور جنسی تعلقات چھوڑنے ہی سے روزہ کامل نہیں ہوتا، بلکہ روزہ کو فواحش، منکرات اور ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھنا لازم ہے، روزہ منہ میں ہو اور آدمی بدکلامی کرے یہ اس کے لئے زیب نہیں دیتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لئے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لئے (ریاکاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ؎۲

رَمَضَانُ المبارک کی آمد پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُطبۂ استقبالیہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم کو خطاب فرمایا کہ "اے لوگو! ایک باعظمت مہینہ آپہنچا ہے جو ماہِ مبارک ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کرنا تطوع (غیر فرض) قرار دیا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو ایسا اجر و ثواب ملے گا جیسے اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرتا اور فرض کا ثواب ملتا، اور جو شخص اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے تو اس کو ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ آپس کی غم خواری کا مہینہ ہے، اس میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا

؎۱ رواہ البخاری ؎۲ رواہ الدارمی

جتنا روزہ دار کو ملے گا گویا روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

(افطار کے بعد) کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کریں گے کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا (اور پھر جنت میں تو بھوک پیاس کا نام ہی نہیں) اس ماہ کا اوّل حصہ رحمت ہے، دوسرا حصہ مغفرت ہے، تیسرا حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے، جس نے اس ماہ میں اپنے غلام کا کام ہلکا کردیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے، بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اس ماہ میں چار کاموں کی کثرت کرو، ان میں سے دو کام ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو راضی کروگے، اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہوسکتے ہو، وہ دو کام جن کے ذریعہ خدائے پاک کی خوشنودی حاصل ہوگی یہ ہیں (۱) لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد رکھنا (۲) خدائے پاک سے مغفرت طلب کرتے رہنا۔ اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے یہ ہیں (۱) جنت کا سوال کرنا (۲) دوزخ سے پناہ مانگنا۔ [1]

ماہ رمضان اور روزۂ رمضان کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے کیونکہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لئے چھوڑتا ہے (پھر فرمایا کہ) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اس وقت ہوگی جب خدا سے ملاقات کرے گا، اور روزہ دار کے مُنہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے عمدہ ہے اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۳ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان والترغیب والترہیب للمنذری،

دلڑنا جھگڑنا، گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں) ؎[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب (ماہ) رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور بعض روایات میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین (زنجیروں میں) جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ ؎[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر (رمضان کے ختم ہونے تک) ان میں سے کوئی ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر (رمضان کے ختم ہونے تک) ان میں کا ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، اور ایک ندا دینے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ، اور اے بُرائی کے تلاش کرنے والے رُک جا۔ ؎[3]

ان دونوں حدیثوں سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل:۔ یہ کہ شروع ماہِ رمضان سے ہی جنت کے اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جو ختم ماہ تک بند نہیں کئے جاتے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں جو مہینہ ختم ہونے تک نہیں کھولے جاتے۔

دوم:۔ رمضان کا مہینہ آنے پر شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

سوم:۔ ایک منادی روزانہ رمضان کی راتوں میں پکار کر کہتا ہے کہ اے نیکی کے تلاش کرنے والے آگے بڑھ اور اے بُرائی کے تلاش کرنے والے رُک جا۔

چہارم:۔ رمضان میں روزانہ رات کو اللہ جل شانہ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتے ہیں۔

؎[1] رواہ البخاری ومسلم ؎[2] رواہ البخاری ومسلم ؎[3] رواہ الترمذی

رمضان المبارک بہت ہی خیر و برکت کا مہینہ ہے اور نیکیوں کا مہینہ ہے اس میں اجر و ثواب خوب زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر ثواب ملتا ہے، جیسا کہ خطبۂ نبوی میں گزر چکا ہے، اس ماہ میں نیکیوں کی ایسی ہوا چلتی ہے کہ خود بخود طبیعتیں نیکی پر آجاتی ہیں اور اللہ کا منادی بھی نیکی کرنے والوں کو ترغیب دے کر آگے بڑھاتا ہے لامحالہ ایسی صورت میں مؤمن بندے خوب زور شور سے نیکیوں میں لگ جاتے ہیں۔ جو شخص دوسرے مہینوں میں دو رکعت نماز پڑھنے سے جان چراتا ہے وہ رمضان میں پنج وقتہ نماز اور تلاوت کا پابند ہو جاتا ہے اور نہ صرف پنج وقتہ فرض پڑھتا ہے بلکہ عشاء کے فرضوں کے بعد تراویح کی خوب لمبی لمبی بیس رکعتیں خوشی خوشی کے ساتھ ادا کر لیتا ہے، بہت سے شرابیوں کو دیکھا گیا ہے کہ اس ماہ میں شراب چھوڑ دیتے ہیں اور حرام خور حرام کھانے سے باز آجاتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ [۱]

شرعاً جسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہو اور عاجز کرنے والا مرض بھی لاحق نہ ہو اس نے اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو عمر بھر روزے رکھنے سے بھی اس ایک روزہ کی تلافی نہ ہوگی، اگرچہ (بطور قضاء) عمر بھر روزے بھی رکھ لے۔

بات یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے اور موسم کے اعتبار سے اشیاء و اجناس کی قیمت بڑھتی اور چڑھتی ہے، ماہ رمضان المبارک فرض روزوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے اگر کسی نے اپنی بدبختی سے رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا، اس کے اعمال نامہ میں گناہ کبیرہ تو لکھا ہی گیا اور روزہ رکھنے پر جو ثواب عظیم اور بہت بڑی خیر و برکت سے محرومی ہوئی وہ اس کے علاوہ

---

[۱] رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجه والدارمی عن أبی هريرة والبخاری فی ترجمة باب كما فی المشكوٰة ص۱۷۷۔

ہے جو بہت بڑا نقصان ہے، اس ایک روزہ کے عوض اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی وہ بات حاصل نہ ہوگی جو رمضان میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہے، ہاں ایک روزہ قضاء کی نیت سے رکھ دینے سے مسئلہ کے اعتبار سے تو یہ کہہ دیں گے کہ قضاء رکھنے کی ذمہ داری سے سبکدوشی ہوگئی، اور ضابطہ کی قضاء رکھنے سے قضاء رکھنے کا جو حکم ہے اس کی تعمیل ہو جائے گی، لیکن یہ خیال کر لینا کہ اس سے اس ثواب کی تلافی ہو جائے گی جو رمضان میں روزہ رکھنے سے ملتا اور وہ برکتیں بھی نصیب ہو جائیں گی جو ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے سے حصہ میں آجاتیں غلط خیال ہے۔

رمضان آخرت کی کمائی کا مہینہ ہے

یوں تو مومن بندوں کو زندگی کے ہر لمحہ میں آخرت کی کمائی میں لگا رہنا چاہیئے لیکن خاص طور سے رمضان المبارک میں اس کا خاص اہتمام کریں کیونکہ رمضان المبارک آخرت کی کمائی کا بہت بڑا سیزن ہے، دنیا کمانے کے جیسے مختلف مواقع آتے رہتے ہیں، مثلاً سردی میں گرم کپڑے والوں کی خوب کمائی ہوتی ہے اور عید پر درزی خوب پیسہ کما لیتے ہیں اور جیسے بارش میں ٹیکسی والوں کی خوب چاندی بن جاتی ہے، اسی طرح آخرت کی کمائی کے لئے بھی مواقع آتے رہتے ہیں۔

روزہ داروں کیلئے جنت کا ایک خاص دروازہ

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ریّان ہے، اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ؎

روزہ دار کو دو خوشیاں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَۃٌ عِنْدَ فِطْرِہٖ

وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ۔ یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ہوتی ہے اور ایک خوشی اُس وقت ہوگی جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔[۲]

درحقیقت رب کی ملاقات ہی تو عبادت کا مقصود اصلی ہے، اُس وقت کی خوشی کا کیا کہنا جب عاجز بندے اپنے معبود سے ملاقات کریں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ملاقات نصیب فرمائے۔

روزہ اور صحت

روزہ میں جہاں ظاہر و باطن کا تزکیہ ہوتا ہے وہاں صحت و تندرستی بھی حاصل ہوتی ہے چنانچہ حافظ منذریؒ نے "الترغیب والترہیب" میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

اُغْزُوْا تَغْنَمُوْا وَصُوْمُوْا تَصِحُّوْا وَسَافِرُوْا تَسْتَغْنُوْا۔	جہاد کرو غنیمت حاصل ہوگی، روزے رکھو تندرست رہو گے، سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ورواتہ ثقات)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا بالکل حق ہے، آنکھوں کے سامنے ہے، ڈاکٹر و اطباء بھی یہ بات بتاتے ہیں کہ روزہ کا صحتِ جسمانی سے خاص تعلق ہے اور رمضان میں جو ماجرا سب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ بارہ چودہ گھنٹے خالی پیٹ رہ کر افطار کے وقت نرم گرم دال، پکوڑے، کچے پکے چنے اور طرح طرح کی چیزیں چند منٹ کے اندر معدہ میں پہنچ جاتی ہیں اور کچھ بھی کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، یہ صرف روزہ کی برکت ہے، اگر طبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس طرح خالی پیٹ اناپ شناپ بھرتی کر لینے کی وجہ سے معدہ سخت بیمار ہو جانا چاہئے۔

آج کل بہت سے ہٹے کٹے تندرست و توانا اور تنومند لوگ رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتے، ذرا سی بھوک و پیاس اور معمولی سی بیڑی سگریٹ اور پان تمباکو کی طلب پوری کرنے کی وجہ سے روزے کھا جاتے ہیں اور سخت گنہگار ہوتے ہیں، زبردست بزدلی اور بے ہمتی بلکہ بہت

بڑی بے وفائی ہے کہ جس نے جان دی، اعضاء دیئے، انسانیت کا شرف بخشا، اس کے لئے ذرا سی تکلیف گوارا نہیں، رمضان کے روزے رکھنا ان پانچ ارکان میں سے ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے اس نے اسلام کا ایک رکن گرا دیا اور سخت مجرم ہوا۔

روزہ کا ایک خاص وصف

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کے بارے میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ۔ [1]

انسان کے ہر عمل کا اجر (کم از کم) دس گنا بڑھا دیا جاتا ہے (لیکن روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، بندہ میری وجہ سے اپنی خواہشوں کو اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔

عبادتیں تو سب اللہ ہی کے لئے ہیں، پھر روزہ کو خاص اپنے لئے کیوں فرمایا؟ اس کے بارے میں علماء امت نے بتایا ہے کہ چونکہ دوسری عبادتیں ایسی ہیں جن میں عمل کیا جاتا ہے اور عمل نظروں کے سامنے آسکتا ہے، اس لئے ان میں ریاکاری کا احتمال کم ہے، مگر روزہ فعل نہیں ہے بلکہ ترکِ فعل ہے اس میں کوئی کام نظر کے سامنے نہیں آتا اس لئے وہ ریا سے دور ہے، روزہ وہی رکھے گا جسے خدائے پاک کا ڈر ہوگا، اور رکھ کر روزہ کو وہی باقی رکھے گا جس کا صرف ثواب لینے کا ارادہ ہو اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر تنہائی میں کچھ کھا پی لے اور لوگوں کے سامنے آجائے تو بندے تو اسے روزہ دار ہی سمجھیں گے، روزہ رکھ کر روزہ کو وہی پورا کرتا ہے جو خالص اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے اسی لئے اَلصَّوْمُ لِيْ (روزہ خاص میرے لئے ہے) فرمایا، پھر جس عمل میں ریا کا احتمال بھی نہ ہو اس کا

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

ثواب بھی ممتاز ہونا چاہئے، چنانچہ خداوند کریم جل مجدہٗ دوسری عبادتوں کا ثواب فرشتوں سے دلائیں گے اور روزہ کا ثواب خود مرحمت فرمائیں گے جو بے انتہا ہوگا۔ قال القاری فی المرقاۃ فان ثوابہ لا یقدر قدرہٗ ولا یحصی حصرہ الا اللّٰہ لاشتمالہ علی خصوصیات لا یوجد فی غیرہ ولذٰلک یتولی جزاءہ بنفسہ ولا یکلہ الی ملئکۃ قدسہ،

افطار میں جلدی کرنا

فرمایا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، یعنی غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے (بخاری ومسلم عن سہل) اور فرمایا رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والا ہے یعنی غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً افطار کرتا ہے، اور اسے اس میں جلدی کا خوب اہتمام رہتا ہے۔[۱]

اور فرمایا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اِدھر سے (یعنی مشرق سے) رات آگئی اور اُدھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہوگیا[۲] (آگے انتظار کرنا فضول ہے بلکہ مکروہ ہے۔)

کھجور اور پانی سے افطار

فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو تو کھجوروں سے افطار کرو کیونکہ کھجور سراپا برکت ہے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لو، کیونکہ وہ (ظاہر وباطن کو) پاک کرنے والا ہے۔[۳]

---

[۱] رواہ الترمذی [۲] رواہ مسلم [۳] رواہ الترمذی [۴] رواہ الترمذی

افطار کی دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے :۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ،عہ

سردی میں روزہ

حضرت عامر بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے، مفت کا ثواب اس لئے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی، اور دن بھی چھوٹا ہوتا ہے۔

تنبیہ :۔ فرض روزہ ہو یا نفل روزہ، ہر صورت میں روزے کی عزت کرو، یعنی روزہ رکھ کر غیبت، جھوٹ، چغلی، گالی اور بدنظری سے پرہیز کرو، اور ہر گناہ سے بچو، یوں تو ہر گناہ ہر حال میں بُرا اور برباد کرنے والا ہے مگر روزے کی حالت میں گناہ کرنے سے روزے کی برکت اور رونق اور اس کا فائدہ ختم ہو جاتا ہے اور ثواب بھی کافی گھٹ جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لئے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اور بہت سے تہجد گذار ایسے ہیں جن کے لئے (ریاکاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ؎۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جھوٹی بات کو اور جھوٹے عمل (یعنی گناہ) کو نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے ؎۲

عہ رواہ ابوداؤد فی المراسل، (ترجمہ) اے اللہ میں نے آپ کے لئے روزہ رکھا اور آپ کے دیئے ہوئے رزق پر افطار کیا۔ ؎۱ رواہ الدارمی ؎۲ رواہ البخاری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهُ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ اِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ ۔[1]

یعنی جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو گندی باتیں نہ کرے، شور نہ مچائے، اگر کوئی شخص گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرنے لگے (تو اس کو گالی گلوچ یا تھپڑ سے جواب نہ دے بلکہ) یوں کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں گالی گلوچ کرنا یا لڑائی لڑنا میرا کام نہیں۔)

رمضان اور قرآن

کلام الٰہی کو رمضان المبارک سے خاص تعلق ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ۔

ماہ رمضان ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔

قیام رمضان یعنی نماز تراویح، یہ بھی قرآن شریف پڑھنے اور سننے کے لئے ہے، دن کو روزہ میں مشغولیت اور رات کو تراویح میں کھڑے ہو کر ذوق و شوق سے قرآن پڑھنا اور سننا اس سے مؤمن کے قلب میں ایک عجیب کیف پیدا ہوتی ہے اور یہ دونوں شغل قیامت کے دن مؤمن کے کام آئیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَيْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ يَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ ۔[2]

روزہ اور قرآن بندہ کے لئے بارگاہ خداوندی میں سفارش کریں گے، روزہ کہے گا کہ اے رب! میں نے اس بندہ کو دن میں کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے روک دیا تھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمالیجئے اور قرآن مجید عرض کریگا کہ میں نے اسے رات کو

---

[1] رواہ البخاری ومسلم [2] مشکوٰۃ عن البیہقی فی شعب الایمان

سونے نہیں دیا لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمائیے، چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو سناتے اور وہ افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے، جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی دوبار دور کیا اس سے پہلے ایک بار دور کیا کرتے تھے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں حفاظ کرام کا ایک دوسرے کو سنانے کا جو مروّج طریقہ ہے، یہ مسنون ہے، رمضان میں ہمت کرکے حفظ و ناظرہ خوب قرآن کی تلاوت کیا کریں، دس پانچ تو ختم کر ہی لیں۔

رمضان میں صیام اور قیام کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے رمضان (کی راتوں میں) ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے قیام کیا (تراویح اور نفل میں مشغول رہا) اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ [1]

اس مبارک حدیث میں رمضان شریف کے روزے رکھنے پر پچھلے گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے، اور رمضان کی راتوں میں قیام یعنی تراویح و نوافل پڑھنے اور شب قدر میں قیام کرنے کی فضیلت بتائی ہے اور قیام رمضان و قیام شب قدر پر بھی گذشتہ گناہوں کی معافی کا اعلان فرمایا ہے۔

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

رمضان المبارک میں راتوں کو نمازیں پڑھتے رہنا قیام رمضان کہلاتا ہے تراویح بھی اس میں داخل ہے اور تراویح کے علاوہ جتنے نوافل پڑھ سکیں، پڑھتے رہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ روزانہ تراویح باجماعت سے فارغ ہوکر صبح تک ایک قرآن مجید نماز میں کھڑے ہوکر ختم کر لیتے تھے، اور ایک قرآن مجید روزانہ دن میں ختم کرتے تھے، اس طرح سے رمضان میں اُن کے اکسٹھ قرآن ختم ہو جاتے تھے۔

تراویح

نماز تراویح مردوں، عورتوں سب کے لئے بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے، اور مردوں کے لئے یہ بھی مسنون ہے کہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھیں حافظ ہوں تو خود قرآن سنائیں ورنہ دوسروں کا قرآن سُنیں، رمضان میں قرآن پڑھنے اور سننے کا ذوق بڑھ جانا مؤمن کے ایمان کا تقاضا ہے، جو لوگ نماز تراویح میں سُستی کرتے ہیں یا حافظ ریل کو تراویح پڑھانے کے لئے تجویز کرتے ہیں تاکہ جلدی فارغ ہو جائیں (اگرچہ ریل چلانے میں قرآن کے حروف کٹ جائیں اور معنی بدل جائیں) ایسے لوگ سخت غلطی پر ہیں، سال میں ایک ماہ کے لئے تو یہ موقع نصیب ہوتا ہے اس میں بھی مسجد اور نماز سے لگاؤ نہ ہو اور جلدی بھاگنے کی کوشش کریں جیسے جیل سے بھاگ رہے ہوں، بہت بڑی محرومی ہے، ایسے لوگ تراویح کے علاوہ کیا نفل پڑھتے، تراویح جو سُنتِ مؤکدہ ہے اسی کو بددلی سے پڑھتے ہیں، بلکہ پڑھنے کا نام کرکے جلد سے جلد ہوٹل میں جاکر لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رمضان اور تہجد

رمضان میں تہجد پڑھنا بہت آسان ہو جاتا ہے کیونکہ تہجد کے وقت سحری کھانے کے لئے تو اٹھتے ہی ہیں۔ سحری کھانے سے پہلے یا بعد میں (جب تک صبح صادق نہ ہو) جس قدر میّسر ہو سکے نوافل پڑھ لیا کریں، اس طرح پورے رمضان میں تہجد نصیب ہو سکتی ہے پھر عادت پڑ جائے تو بعد میں بھی جاری رکھ سکتے ہیں، ورنہ کم ازکم رمضان میں تو تہجد کا اہتمام کر ہی لیں۔

رمضان اور سخاوت

رمضان المبارک سخاوت کا مہینہ ہے، اس میں جس قدر فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے کم ہے کیونکہ یہ مہینہ آخرت کی کمائی کا مہینہ ہے، اس میں روزہ افطار کرانے اور روزہ کھولنے کے بعد روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلانے کی بھی خاص فضیلت وارد ہوئی ہے اور اس ماہ کو "شہر المواساۃ" (غمخواری کا مہینہ) فرمایا ہے، جیسا کہ خطبہ نبویہ میں گزرا، غریبوں کی امداد و اعانت اس ماہ کے کاموں میں ایک اہم کام ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ أَطْلَقَ كُلَّ أَسِيْرٍ وَّ أَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ۔ [1]

جب رمضان کا مہینہ آجاتا تھا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد فرمادیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے:-

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ كَانَ جِبْرَئِيْلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرَئِيْلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔ [2]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپؐ کی سخاوت رمضان المبارک میں تمام ایام سے زیادہ ہوجاتی تھی، رمضان میں ہر رات کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے (اور) آپؐ ان کو قرآن شریف سناتے تھے جب آپؐ سے جبرئیل ملاقات کرتے تھے تو آپؐ اس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو بارش لاتی ہے۔

روزہ افطار کرانا

فرمایا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کھلوایا یا مجاہد کو سامان دے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح [2] رواہ البخاری و مسلم

دیا، تو اس کو روزہ دار اور غازی جیسا اجر ملے گا (بیہقی فی الشعب عن زید بن خالدؓ) اور غازی و روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

روزہ میں بھول کر کھا پی لینا

فرمایا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ روزہ پورا کرے کیونکہ (اس کا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا۔ [۱]

سحری کھانا

فرمایا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھایا کرو، کیونکہ سحری میں برکت ہے، [۲]

اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے [۳]

اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھانے والوں پر خدا اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ [۴]

چند ضروری مسائل

مسئلہ :- بغیر سحری کے روزہ ہو جاتا ہے، البتہ سحری کھانا سنت ہے، اگر خواہش نہ ہو تب بھی پانی پی کر یا کچھ تھوڑا بہت کھا کر سنت ادا کرے۔

مسئلہ :- عطر اور پھول کی خوشبو سونگھنا روزے میں جائز ہے، لیکن اگر لوبان، اگربتی وغیرہ دھونی سلگا کر اپنے ارادہ سے سونگھنا شروع کیا اور دھواں حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، بیڑی، سگریٹ، سگار اور حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ :- کلی کرتے وقت اگر پانی حلق میں چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ ٹوٹ گیا قضا واجب ہے۔

مسئلہ :- ناک کی رینٹھ سڑک کر نگل جانے اور اپنے منہ کا بلغم یا رال یا لعاب نگل جانے

---

[۱] رواہ البخاری و مسلم [۲] رواہ البخاری و مسلم [۳] رواہ مسلم [۴] رواہ الطبرانی۔

سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ:۔ روزہ میں ناس لیا یا کان میں تیل ڈالا تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر کان میں پانی ڈالا یا خود سے چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ:۔ بلا اختیار خود بخود قے ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا خواہ جس قدر بھی ہو جائے البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور اتنی قے ہوئی جس سے منہ بھر سکے تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر تھوڑی سی قے آئی ہے جو منہ بھر نہیں ہے اور اسے خود نہیں لوٹائی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ:۔ منہ میں اندر سے قے آگئی پھر اس کو اپنے اختیار سے واپس لوٹالی تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ:۔ کوئی چیز چکھ کر تھوک دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے ہاں اگر کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہے اور یہ خوف ہو کہ سالن میں نمک کم یا زیادہ ہو جانے سے بگڑے گا تو اس کے لئے چکھ کر تھوک دینا درست ہے۔

مسئلہ:۔ رات سمجھ کر سحری کھالی یا سورج چھپا جان کر افطار کر لیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکنے کے بعد سحری کی ہے یا سورج چھپنے سے پہلے افطار کر لیا ہے تو اس روزے کی قضا لازم ہے۔

مسئلہ:۔ رمضان کے روزے میں قصداً جان کر روزہ یاد ہوتے ہوئے کچھ کھا لیا یا پی لیا یا بیوی سے اپنا مخصوص کام یعنی سپاری اندر چلی گئی تو روزہ فاسد ہو گیا منی خارج ہو یا نہ ہو اور اس صورت میں روزے کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اگر غلام نہ ملے (جیسا کہ آج کل نہیں ملتے ہیں)۔

یا ملے مگر اس کی قیمت نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے اگر روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام خوب پیٹ بھر کر کھلا دے۔

مسئلہ:۔ اگر شہوت کے ساتھ جاگتے میں کسی طرح منی خارج کی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: روزے میں مسواک کرنا، سرمہ لگانا، تیل لگانا درست ہے، ہاں منجن، ٹوتھ پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ اور کوئلہ وغیرہ سے روزہ کی حالت میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر رات کو غسل فرض ہو جائے اور صبح ہونے سے پہلے غسل نہ کر سکو تو اسی حالت

میں روزہ کی نیت کرو، اور صبح ہونے پر سورج نکلنے سے پہلے پہلے غسل کرکے نماز پڑھ لو۔

مسئلہ:۔ اگر کسی پر غسل فرض ہو اور اس نے روزہ کی نیت کرلی ہو اور روزہ رکھ لیا اور دن بھر غسل نہ کیا اور نہ نماز پڑھی تب بھی روزہ ہو جائے گا اور روزہ چھوڑنے کا گناہ نہ ہوگا البتہ نماز چھوڑنے کا گناہ ضرور ہوگا۔

مسئلہ:۔ عورتوں کو جو عموماً ہر ماہ خون آتا ہے جسے حیض کہتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آتا ہے جسے نفاس کہتے ہیں، ان دونوں کے ہوتے ہوتے کوئی روزہ نفل یا فرض رکھنے کی اجازت نہیں ہے، بالفرض اگر روزہ رکھ لیا تو روزہ نہ ہوگا اگر کسی عورت نے فرض یا نفل روزہ رکھ لیا تھا پھر افطار کا وقت ہونے سے پہلے حیض یا نفاس کا خون آگیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا، بعد میں اس کی قضا رکھے، اگر رمضان المبارک میں حیض یا نفاس کا خون آجائے تو روزے نہ رکھیں بعد میں جب پاک ہو جائیں تو رمضان المبارک کے روزے رکھ لیں۔

مسئلہ:۔ روزہ بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتا ہے، بغیر نیت کے کھانا پینا چھوڑ دینے سے روزہ نہ ہوگا، نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اگر زبان سے نیت کرنا چاہو تو سحری کھا کر یا اس سے بھی پہلے یوں کہہ لو۔

بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ٥

جنابت روزہ کے منافی نہیں

فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ جنابت صبح ہو جاتی تھی۔ اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی، پھر آپؐ غسل فرما کر روزہ رکھتے تھے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمالی پھر طلوع آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی، اس طرح سے روزہ کا کچھ حصہ حالتِ جنابت میں گذرا، اس لئے کہ

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

روزہ بالکل ابتدا صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے۔

روزہ میں مسواک

فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت روزہ اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جس کا میں شمار نہیں کرسکتا۔ [۱]

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کرسکتے ہیں، البتہ منجن، ٹوتھ پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے۔

روزہ میں سُرمہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں روزہ میں سُرمہ لگالوں، فرمایا لگالو۔ [۲]

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ روایت فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لئے) جگاتے تھے۔ [۳]

ایک حدیث میں ہے کہ محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے ایام میں اتنی محنت نہ کرتے تھے۔ [۴]

حضرت عائشہؓ نے یہ جو فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپؐ تہبند کس لیتے تھے، علماء نے

---

[۱] رواہ الترمذی [۲] رواہ الترمذی [۳] رواہ البخاری ومسلم [۴] رواہ مسلم

اس کے دو مطلب بتائے ہیں، ایک یہ کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور راتوں رات جاگتے تھے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اُردو کے محاورے میں محنت کا کام بتانے کے لئے بولا جاتا ہے کہ "خوب کمر کس لو" اور دوسرا مطلب تہبند کس کر باندھنے کا یہ بتایا کہ رات کو بیویوں کے پاس لیٹنے سے دُور رہتے تھے، کیونکہ ساری رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا اس لئے رمضان کے آخری عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلق کا موقع نہیں لگتا تھا۔

رمضان کے آخری عشرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بہت محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے اور رات بھر بیدار رہتے تھے اور گھر والوں کو بھی اس مقصد کے لئے جگاتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جسے آخرت کا خیال ہو موت کے بعد کے حالات کا یقین ہو، اجر و ثواب کے لینے کا لالچ ہو وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے اہل و عیال کے لئے بھی پسند کرنا چاہیئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے، پھر رمضان کے اندر خصوصاً اخیر عشرہ میں اور زیادہ عبادت بڑھا دیتے تھے کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر آخیر عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے آپؐ کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر والے بھی عبادت میں لگیں لہٰذا آخیر عشرہ کی راتوں میں اُن کو جگاتے تھے۔ بہت سے لوگ خود تو بہت بڑی عبادت کرتے ہیں لیکن بال بچوں کی طرف سے غافل رہتے ہیں، یہ لوگ فرض نماز بھی نہیں پڑھتے، اگر بال بچوں کو ہمیشہ دین پر ڈالنے اور عبادت میں لگانے کی کوشش کی جاتی رہے اور اُن کو ہمیشہ فرائض کا پابند رکھا جائے تو رمضان میں نفلوں کے لئے اُٹھانے اور شب قدر میں جگانے کی بھی ہمت ہو، جب بال بچوں کا ذہن دینی نہیں بنایا تو ان کے سامنے شب بیداری کی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی محبت عطا فرمائے اور عبادت کی لگن اور ذکر کے ذوق سے نوازے۔

شب قدر کی فضیلت اور اس کی تلاش

ہزار ماہ سے افضل

رمضان المبارک کا پورا مہینہ آخرت کی دولت کمانے کا ہے پھر اس ماہ میں اخیر عشرہ اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت

میں لگنے کا ہے۔ اس عشرہ میں شب قدر ہوتی ہے جو بڑی بابرکت رات ہے، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ یعنی شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے، ہزار مہینے کے ۸۳ سال اور چار مہینے ہوتے ہیں اور شب قدر ہزار ماہ سے کتنی زیادہ بہتر ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے، مؤمن بندوں کے لئے شب قدر بہت ہی خیر و برکت کی چیز ہے، ایک رات جاگ کر عبادت کرلیں اور ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب پالیں، اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے، اسی لئے تو حدیث شریف میں فرمایا، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ كُلَّهٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَهَا اِلَّا كُلُّ مَحْرُوْمٍ[۱]

یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہوگیا (گویا) پوری بھلائی سے محروم ہوگیا اور اس کی بھلائی سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بجھا کر عبادت کرلینا کوئی ایسی قابلِ ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا، جیسے کوئی ایک نیا پیسہ تجارت میں لگادے اور بیس کروڑ روپیہ پالے، جس شخص کو ایسے بڑے نفع کا موقع ملا پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں اس امت کی عمر بہت سے بہت ۷۰۔۸۰ سال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت کا درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا۔ محنت کم ہوئی وقت بھی کم لگا اور ثواب میں بڑی بڑی عمروں والی امتوں سے بڑھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس امت کو سب سے زیادہ نوازا، یہ کیسی نالائقی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ نوازش اور داد و دہش ہو اور ہم غفلت میں پڑے سویا کریں رمضان کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہونے دو، خصوصاً آخری عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام کرو اور اس میں بھی شب قدر میں جاگنے کی بہت زیادہ فکر کرو، بچوں کو بھی ترغیب دو۔

---

[۱] رواہ ابن ماجہ

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ، [1]

ترجمہ:۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا رہا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھتا رہے، البتہ اگر تھک جائے تو تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو جاتے، ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے مشغول عبادت رہے۔ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہو گا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے، نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت سرزد ہوتے ہیں، عبادت کا ثواب بھی اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔

شبِ قدر کی تاریخیں

شبِ قدر کے بارے میں حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ لہٰذا رمضان کی ۲۱ ویں ۲۳ ویں ۲۵ ویں ۲۷ ویں ۲۹ ویں رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کا خاص اہتمام کریں خصوصاً ۲۷ ویں شب کو ضرور جاگیں کیونکہ اس دن شب قدر ہونے کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس لئے باہر

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح

تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی اطلاع دوں، مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اُس کی تعیین میرے ذہن سے اُٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اُٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔[1]

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپس کا جھگڑا اس قدر بُرا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی، یعنی کس رات کو شب قدر ہے مخصوص کرکے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اٹھالیا گیا۔ اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی اُمت کا فائدہ ہوگیا۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر کریں گے، لیکن سبب آپس کا جھگڑا بن گیا۔ جس سے آپس میں جھگڑے کی مذمت کا علم ہوا۔

شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالح

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کرکے یوں نہ بتانے کے بارے میں کہ فلاں رات کو شبِ قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے کوتاہ طبائع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر نہیں رہتے، تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشہ ناک تھی۔

تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اگر چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشاشت کے ساتھ نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی چند راتیں میسّر ہو ہی جاتی ہیں۔

---

[1] رواہ البخاری

چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں، ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملتا ہے۔
پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں، اس صورت میں تفاخر کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات رات جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

شبِ قدر کی دُعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب پوچھا کہ یا رسول اللہ شب قدر میں کیا دُعا کروں تو آپؐ نے یہ دعا تعلیم فرمادی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ [۱]

ترجمہ:۔ اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں۔ معاف کرنے والے کو پسند فرماتے ہیں لہٰذا مجھے معاف فرمادیجئے۔

دیکھئے ایسی دُعا ارشاد فرمائی، نہ زر مانگنے کو بتایا، نہ زمین، نہ دھن نہ دولت، کیا مانگا جائے؟ معافی! بات اصل یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے وہاں اللہ کا کام معاف فرمانے سے چلے گا اگر معافی نہ ہوئی اور خدانخواستہ عذاب میں گرفتار ہوتے تو دنیا کی ہر نعمت اور لذت اور دولت وثروت بیکار ہوگی اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات ہونے تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپؐ کے بعد آپؐ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔ [۲]

رمضان المبارک کی ہر گھڑی اور منٹ وسیکنڈ کو غنیمت جاننا چاہیئے جتنا ممکن ہو اس

---

[۱] رواہ الترمذی [۲] رواہ البخاری ومسلم

ماہ میں نیک کام کرلو، اور ثواب لوٹ لو، پھر رمضان میں بھی آخری دس دن کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

رمضان کے آخری دس دن (جن کو عشرۂ اخیرہ کہا جاتا ہے) اعتکاف بھی کیا جاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ان دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپؐ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں، آپؐ کی وفات کے بعد بھی آپؐ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا جیساکہ اوپر حدیث میں مذکور ہوا، زمانۂ نبوّت کی عورتیں نیکیاں کمانے کی دُھن میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔

اعتکاف میں بہت بڑا فائدہ ہے اس میں انسان یکسو ہوکر اپنے اللہ سے لَو لگاتے رہتا ہے اور چونکہ رمضان کی آخری دس راتوں میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر بھی ہوتی ہے اس لئے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہوجاتی ہے۔

ایسی مسجد میں اعتکاف کریں جس میں پانچوں وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو۔

مسجد میں داخل ہوجائیے، رمضان کی بیسویں تاریخ کا سورج چھپنے سے پہلے عید کا چاند نظر آنے تک اعتکاف کی نیّت سے عورتوں کو گھر کی مسجد میں اور مردوں کو پنجوقتہ نماز باجماعت والی مسجد میں اعتکاف کریں، جم کے رہنے کو اعتکاف کہتے ہیں، جم کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عید کا چاند نظر آنے تک مسجد ہی کی حد میں رہے۔ البتہ پیشاب، پاخانہ کے لئے وہاں سے چلے جانا درست ہے، اعتکاف کرے تو ہر وقت مسجد میں رہے، وہیں سوتے، وہیں کھائے، قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے تسبیحوں میں مشغول رہے، جہاں تک ممکن ہو، راتوں کو جاگے اور عبادت کرے، خاص کر جن راتوں میں شب قدر کی اُمید ہو ان راتوں میں شب بیداری کا اہتمام کرے۔

اعتکاف کی فضیلت

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، اور اس کو تمام نیک ثواب ملتا ہے[1] (جو بے اعتکاف والے عمل بھر کرتے ہیں۔)

---

[1] سنن ابن ماجہ

مسئلہ:۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت علی الکفایہ ہے محلہ میں کوئی نہ کوئی صاحب ضرور اعتکاف کرلیں۔

مسئلہ:۔ اعتکاف میں میاں بیوی کے خاص تعلقات والے کام جائز نہیں ہیں۔ نہ رات میں نہ دن میں۔

مسئلہ:۔ یہ جو مشہور ہے کہ جو اعتکاف میں ہو وہ کسی سے نہ بولے چالے، یہ غلط ہے، بلکہ اعتکاف میں بولنا چالنا اچھی باتیں کرنا، کسی کو نیک بات بتادینا اور برائی سے روک دینا بال بچوں اور نوکروں و نوکرانیوں کو گھر کا کام کاج بتادینا یہ سب درست ہے۔

مسئلہ:۔ اعتکاف نفلی بھی ہوتا ہے اور اس کے لئے رمضان المبارک ہونا بھی شرط نہیں جب بھی مسجد میں اعتکاف کی نیت کرلیا کرے۔

مسئلہ:۔ اعتکاف کی حالت میں پیشاب پاخانہ کے لئے مسجد سے نکلنا درست ہے کھانے پینے کی چیزیں مسجد میں منگا کر کھائے اور ہر وقت حدود مسجد میں رہے اور اسی جگہ سوئے اور تلاوت ذکر نوافل میں مشغول رہے۔

شبِ عید اور یومِ عید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ آپؐ کی اُمت کی رمضان کی آخری شب میں مغفرت کردی جاتی ہے، عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا اس سے شب قدر مراد ہے؟ فرمایا کہ نہیں! (اس سے آخری رات مراد ہے) جب عمل کرنے والا عمل پورا کردیتا ہے تو اس کا اجر دیدیا جاتا ہے، [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اس بندہ کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو کھڑا ہوا یا بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کررہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا

---

[1] رواہ احمد کمافی المشکوٰۃ ص۱۷۳۔

ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کو پیش فرما کر فخر فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے میرے فرشتو! (بتاؤ) اجرت پر عمل کرنے والے اس شخص کی کیا جزا ہے جس نے اپنا عمل پورا کر دیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا اجر پورا پورا دیدیا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے فرشتو میرے بندوں نے اور میری بندیوں نے میرا فریضہ ادا کر دیا ہے جو ان کا ذمہ تھا۔ پھر نکلے ہیں، دعا کر رہے ہیں۔ قسم ہے اپنی عزت کی جلال کی اور اپنے کرم کی اور اپنی برتری کی اور اپنے مرتبہ کی رفعت کی میں ضرور ضرور ان کی دعا قبول کروں گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ واپس ہو جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا، لہٰذا وہ (نماز عید سے فارغ ہو کر) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ [1]

کن لوگوں کو روزۂ رمضان چھوڑنے کی اجازت ہے،

مریض اور مسافر

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ [2]

جو شخص اس ماہ میں موجود ہو وہ ضرور اس میں روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں۔

معلوم ہوا کہ مریض اور مسافر کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن روزے معاف نہیں ہیں۔ بعد میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا فرض ہے، اگر زیادہ تکلیف نہ ہو تو رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی ارشاد ہے۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ [3]

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۲ عن البیہقی فی شعب الایمان۔ [2] سورۃ البقرہ [3] سورۃ البقرہ

یعنی گو مرض اور سفر میں بعد میں رکھنے کی نیت سے رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، لیکن رمضان ہی میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے ان دنوں تو رمضان کی برکت اور نورانیت سے محرومی نہ ہوگی دوسرے سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر روزہ رکھنے میں آسانی بھی ہوگی اور بعد میں تنہا روزے رکھنا مشکل ہوگا۔

مرض اور سفر کے بارے میں جو تفصیل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جو شخص ایسا مریض ہو کہ روزہ سے اُس کی جان پر بن آنے کا قوی اندیشہ ہو یا جو سخت مرض میں مبتلا ہو اور روزے سے مرض کے طول پکڑ جانے کا غالب گمان ہو اس کے لئے جائز ہے کہ رمضان شریف کے روزے رمضان میں نہ رکھے اور اس کے بعد جب اچھا ہو جائے قضا رکھ لے۔

اس میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں، اوّل یہ کہ معمولی معمولی مرض میں روزہ چھوڑ دیتے ہیں، گو اس مرض کے لئے روزہ مضر بھی نہ ہو، دوم یہ کہ فاسق اور بے دین بلکہ بدترین ڈاکٹروں کے قول کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں کہ روزہ نہ رکھئے گا، ان ڈاکٹروں کو نہ روزوں کی قیمت معلوم ہے نہ شرعی مسئلہ کی صحیح صورت کا علم ہے، نہ خود روزہ رکھنے کی عادت ہے نہ اُن کے دل میں کسی مومن کے روزے کا درد ہے، ایسے لوگوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ چونکہ عموماً ڈاکٹر آج کل فاسق ہی ہیں اس لئے مریض کو اپنی صوابدید سے اور کسی ایسے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے جو خوفِ خدا رکھتا ہو اور جو مسئلہ شرعیہ سے واقف ہو۔ سوم یہ کوتاہی عام ہے کہ بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیتے ہیں اور پھر رکھتے ہی نہیں اور بہت بڑی گناہگاری کا بوجھ لے کر قبر میں چلے جاتے ہیں۔

مسافر جو مسافتِ قصر کے ارادے سے شہر یا بستی سے نکلا جب تک سفر میں رہے گا، مرد ہو یا عورت چار رکعتوں والی نمازوں کی جگہ دو رکعتیں فرض پڑھے گا ہاں اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی تو مسافر کے حکم میں نہیں رہے گا اور پوری نماز پڑھنی ہوگی، مسافتِ قصر ۴۸ میل[1] ہے، اتنی دور کا ارادہ کر کے روانہ ہو جانے پر شرعی مسافر ہے جبکہ اپنے وطن سے نکل جائے، اتنی دُور کا خواہ پیدل سفر کرے خواہ بس سے خواہ ہوائی جہاز سے یا اور کسی تیز رفتار سواری سے، شرعی مسافر مانا جائے گا شریعت

---

[1] اٹھاسی ۸۸ کلومیٹر

نے نمازِ قصر کی بنیاد مسافتِ قصر پر رکھ دی ہے، اگرچہ تکلیف نہ ہو۔

مسئلہ: جس مسافر کو چار رکعت والی نمازِ فرض کی جگہ دو رکعت پڑھنا ضروری ہے اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ رمضان شریف کے موقع پر سفر میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں گھر آکر چھوڑے ہوتے روزوں کی قضا کرے، خواہ ہوائی جہاز یا موٹر کار سے سفر کیا ہو اور خواہ کوئی تکلیف محسوس نہ ہوتی ہو اگر کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو مسافر نہ ہوگا، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بہت سے لوگ جس طرح مرض کی حالت میں روزہ چھوٹ جانے پر بعد میں قضا نہیں رکھتے اسی طرح لوگ سفر میں روزہ چھوڑ کر بعد میں گھر آکر قضا نہیں رکھتے اور گناہ گار مرتے ہیں۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے رخصت

حضرت انس کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لئے نماز کا ایک حصہ معاف فرما دیا ہے اور رمضان کے روزے نہ رکھنے کی بھی مسافر کو اجازت دی ہے اور اسی طرح دودھ پلانے والی عورت اور حمل والی عورت کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے [۱]

دودھ پلانے والی

جس طرح مریض اور مسافر کو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے (جس کی شرطیں اوپر لکھی گئیں)، اسی طرح اپنا دودھ پلانے والی عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ رمضان کے روزے نہ رکھے، اور بعد میں قضا کرے، بشرطیکہ روزہ رکھنے سے بچے کو دودھ نہ ملنے کی وجہ سے غذا سے محرومی ہوتی ہو اگر بچہ ماں کے دودھ کے علاوہ دوسری غذا کے ذریعہ گزارہ کر سکتا ہو۔ مثلاً اوپر کا دودھ پینے سے یا دلیہ چاول وغیرہ کھانے سے بچہ کی غذا کا کام چل سکتا ہے تو دودھ پلانے والی عورت کو روزہ چھوڑنا حرام ہے اور یہ مسئلہ بھی بچے کی عمر دو سال ہونے تک ہے، جب بچے کی عمر دو سال ہو جائے تو اس کو عورت کا

---

[۱] رواہ الترمذی، وابوداؤد

دودھ پلانا ہی منع ہے، اس میں روزہ چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسئلہ:- دودھ پلانے والی کو شرط مذکور کے ساتھ رمضان کا روزہ نہ رکھنا اس صورت میں جائز ہے جبکہ بچّہ کا باپ دوسری عورت کو معاوضہ دے کر دودھ پلوانے سے عاجز ہو یا وہ بچّہ ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ لیتا ہی نہ ہو۔

حاملہ جو عورت حمل سے ہو اُس کو بھی رمضان شریف میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، ولادت کے بعد جب نفاس ختم ہو جائے چھوڑے ہوئے روزے رکھ لے، مگر شرط وہی ہے کہ روزہ رکھنے سے بہت زیادہ تکلیف میں پڑنے یا اپنے بچّے کی جان کا اندیشہ ہو۔

فدیہ کا حکم

وہ عورت یا مرد جو مستقل ایسا مریض ہو کہ روزہ رکھنے سے جان پر بن آنے کا شدید خطرہ ہو اور زندگی میں اچھے ہونے کی اُمید ہی نہ ہو۔ یا وہ مرد و عورت جو بہت زیادہ بوڑھا ہے روزہ رکھ ہی نہیں سکتا۔ اور روزے پر قادر ہونے کی کوئی اُمید نہیں یہ لوگ روزے کے بجائے فدیہ دیں لیکن بعد میں کبھی روزہ رکھنے کے قابل ہو گئے تو گزشتہ روزوں کی قضا کرنی ہوگی اور آئندہ روزے رکھنے ہوں گے اور جو فدیہ دیا ہے صدقہ میں شمار ہوگا۔

مسئلہ:- ہر روزے کا فدیہ یہ ہے کہ پونے دو کیلو گیہوں یا اس کی قیمت کسی مسکین کو دیدے یا فی روزہ ایک مسکین کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

نفل روزوں کا بیان

ان نوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی پوری کی جائے گی اس لئے اس عبادت سے غافل نہ ہوں لیکن دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں، اوّل یہ کہ اس عبادت کی وجہ سے کسی کی حق تلفی نہ ہو مثلاً مرد زیادہ نفلی روزے رکھ کر اس قدر کمزور نہ ہو جائے کہ بیوی بچّوں کو کما کر نہ دے سکے یا دوسرے حقوق میں کوتاہی ہونے لگے یا مثلاً کوئی عورت روزے رکھنے کی وجہ سے شوہر اور بچّوں کے حقوق ضائع نہ کر دے، میاں بیوی کا ایک خاص تعلق ہوتا ہے جو روزے میں نہیں ہوتا ہے اگر کوئی عورت

روزہ پر روزہ رکھتی چلی جائے اور شوہر کے خاص تعلق کا خیال نہ رکھے تو گنہگار ہو گی، شوہر کو خوش رکھنا اور اس کے حقوق کا دھیان رکھنا بھی عبادت ہے۔ بعض عورتوں کو دیکھا گیا ہے، کہ روزہ پر روزہ رکھتی چلی جاتی ہیں اور روزہ روزانہ رکھنے کی عادت ڈال لیتی ہیں، دن میں روزہ رات کو تھک کر پڑ گئیں، شوہر بے چارے کا کوئی دھیان نہیں، یہ طریقہ شرعاً درست نہیں ہے، ایسی عورتوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں، ہے کہ شوہر گھر پر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے[1] شوہر اگر اجازت دے تو نفلی روزہ رکھے البتہ روزانہ روزہ رکھنا پھر بھی منع ہے، اور فرض روزے ادا یا قضا رکھنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے شوہر اجازت نہ دے تب بھی اُن کی ادائیگی فرض ہے اگر وہ اس سے روکے گا تو سخت گنہگار ہو گا، اسی طرح رمضان کے جو روزے ماہواری کی وجہ سے رہ جائیں اُن کی قضا رکھنا بھی فرض ہے، اگر شوہر روکے تب بھی رکھ لے، اگر وہ روکے گا تو گنہگار ہو گا۔

شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اُس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال (یعنی عید) کے مہینے میں رکھ لے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہو گا۔ اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اُس نے ساری عمر روزے رکھے۔[2]

اس مبارک حدیث میں رمضان مبارک گزرنے کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا عظیم ثواب بتایا گیا ہے۔ ثواب دینے کے بارے میں اللہ پاک نے یہ مہربانی فرمائی ہے کہ ہر عمل کا ثواب کم از کم دس گنا مقرر فرمایا ہے جب کسی نے رمضان کے تیس روزے رکھے اور پھر چھ روزے اور رکھ لے تو یہ چھتیس روزے ہو گئے، چھتیس کو دس میں ضرب دینے سے تین سو ساٹھ ہو جاتے ہیں، قمری کے حساب سے ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے لہٰذا چھتیس روزے

---

[1] رواہ مسلم [2] رواہ مسلم

رکھنے پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین سو ساٹھ روزے شمار ہوں گا اور اس طرح پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ اگر ہر سال کوئی شخص ایسا ہی کر لیا کرے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ساری عمر روزے رکھنے والا مان لیا جائے گا، اللہ اکبر! بے انتہا رحمت اور آخرت کی کمائی کے لئے اللہ پاک نے کیسے بیش بہا مواقع دیئے ہیں۔

فائدہ:۔ اگر رمضان کے روزے چاند کی وجہ سے انتیس ہی رہ جائیں تب بھی یہ تیس ہی شمار ہوں گے کیونکہ ہر مسلمان کی نیت ہوتی ہے کہ چاند نظر نہ آئے تو تیسواں روزہ رکھے گا۔ اس اعتبار سے انتیس روزے رمضان کے اور چھ عید کے کل پینتیس روزے رکھنے سے بھی پورے سال روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھنے پر اس ثواب کی خوشخبری سُنائی، لہٰذا ہمیں یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایک روزہ چاند کی وجہ سے رہ گیا تو ثواب پورے سال کا ہوگا یا نہیں۔

فائدہ:۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ثواب اُسی وقت ملے گا جبکہ عید کے بعد دوسرے دن کم ازکم ایک روزہ ضرور رکھ لے یہ غلط ہے، اگر دوسری تاریخ سے روزے شروع نہ کئے اور پورے ماہ شوال میں چھ روزے رکھ لے تب بھی یہ ثواب مل جائے گا۔

پیر اور جمعرات اور چاند کی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخ کے روزے

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی روزے رکھنا چاہیئے، روزہ بہت بڑی عبادت ہے اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے عید کے مہینہ کے چھ روزوں کا ذکر گذشتہ حدیث میں گزر چکا ہے ۔ پیر اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کی بھی فضیلت آئی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کو بارگاہ خداوندی میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزے سے ہوں [1]

چاند کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کی بھی فضیلت وارد ہوتی ہے۔ آنحضرت

---

[1] سنن ترمذی

صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں روزے رکھا کرتے تھے۔[۱]

بقر عید کی نویں تاریخ کا روزہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ بقر عید کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے اور ایک سال کے بعد گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔[۲]

عاشوراء کا روزہ

اور یہ بھی فرمایا کہ یوم عاشوراء (یعنی محرم کی دس تاریخ) کے روزہ کے بارے میں اللہ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کے رکھنے کی وجہ سے ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ فرمادیں گے۔[۳]

بقر عید کی نویں تاریخ سے پہلے جو آٹھ دن ہیں اُن کا روزہ رکھنے کی بھی فضیلت آتی ہے، اور حدیث میں آیا ہے کہ ان میں سے ہر روزہ کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔[۴]

۱۵ شعبان اور عشرہ ذی الحجہ

اور ایک حدیث میں ہے کہ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس میں (نمازمیں) قیام کرو اور اس کے بعد آنے والے دن میں روزہ رکھو۔[۵]

مسئلہ: عید کے اور بقر عید کے دن اور بقر عید کے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ: نفل روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کی قضا واجب ہے۔

روزانہ روزہ رکھنے کی ممانعت

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے روزانہ روزہ رکھا اس نے نہ روزہ رکھا

---

[۱][۲][۳] صحیح مسلم [۴] مشکوٰۃ المصابیح [۵] رواہ ابن ماجہ

نہ بے روزہ رہا سے[1]

مطلب یہ ہے کہ روزانہ روزہ رکھنے سے نفس کو عادت ہو جاتی ہے۔ عادت ہو جانے سے مشقت نہیں ہوتی، جب مشقت نہ ہوئی تو روزہ کا مقصد ختم ہو گیا۔ اب یوں کہا جائے گا، کہ کھانے پینے کے اوقات بدل دیئے، اس صورت میں عبادت کی شان باقی نہ رہے گی، اگر کسی سے ہو سکے تو ایک دن روزہ رکھے ایک دن بے روزہ رہے، یہ بہت فضیلت کی بات ہے لیکن شرط وہی ہے کہ شوہر کی اجازت ہو اور اس قدر بے طاقت نہ ہو جائے کہ دوسری عبادات اور ادائیگی میں فرق آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑے درجے کے صحابی تھے، یہ روزانہ روزہ رکھتے تھے اور راتوں رات نفل پڑھتے، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھو اور بے روزہ بھی رہا کرو، راتوں میں نفل نماز میں بھی کھڑے رہا کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور جو لوگ تمہارے پاس آئیں اُن کا بھی تم پر حق ہے۔ سے[2]

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کا کمال یہ ہے کہ اپنے بدن اور اعضاء جسم اور بیوی بچوں اور مہمانوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے ہوئے نفل عبادت کی جائے، مہمان آیا اُسے نوکر چاکر کے ذریعے کھانا کھلوا دیا سونے لگے تو وہ اکیلا سو گیا اور صاحب خانہ نماز میں لگ گئے، وہ بے چارہ منتظر ہی رہا کہ دو باتیں کب کر دوں؟ یہ کوئی صحیح عبادت نہیں، البتہ نفس کی شرارت کو بھی موقع نہیں دینا چاہیئے یعنی موقع ہوتے ہوئے نفس بہانے نہ نکالے کہ آج مہمان ہے کیسے نماز پڑھوں؟ اور اگر ایک نفلی روزہ رکھ لیا تو کمزوری کے پہاڑ ہی ٹوٹ پڑیں گے۔ خلاصہ یہ کہ شریعت کی حدود میں نفس و شیطان کے فریب سے بچتے ہوئے نفل نمازیں پڑھو اور نفل روزے رکھو تلاوت بھی کرو اور ذکر بھی کرو اور کسی مخلوق کا حق واجب بھی ضائع نہ ہونے دو۔

سے[1] رواہ مسلم سے[2] رواہ البخاری و مسلم

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

کتابُ الحج

حج کی حکمت اور فضیلت اور ادائیگی کا طریقہ

مع

ضروری احکام و مسائل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، نماز روزہ جانی عبادت ہے اور زکوٰۃ وصدقات مالی عبادات ہیں اور حج مالی عبادت بھی ہے اور جانی بھی، اس میں پیسہ بھی خرچ ہوتا ہے اور اور مشقت بھی اُٹھانی پڑتی ہے صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ۔ (اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا لازم ہے اس شخص پر جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی، اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہاں والوں سے غنی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ استطاعت کیا چیز ہے جس کی وجہ سے حج فرض ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا زَادٌ وَّرَاحِلَۃٌ یعنی سفر خرچ اور سواری، اس سے معلوم ہوا مکہ معظمہ تک آنے جانے اور حج کے اخراجات ملکیت میں ہونے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

حج کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے زیادہ افضل ہے آپؐ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کیا ہے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا عرض کیا گیا پھر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا حَجٌّ مَبْرُوْرٌ یعنی (وہ حج جس میں گناہ نہ کئے ہوں اور ریا کاری نہ ہو) [1]

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس نے ایسی باتیں نہ کی جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

ہیں اور گناہ نہ کئے تو یہ شخص اس طرح واپس ہوگا جیسا اس دن (بے گناہ تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔[1]

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ ‏ کہ حجِ مبرور کی جزا جنت ہی ہے، (ایضاً)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یکے بعد دیگرے حج وعمرہ کو ادا کرو کیونکہ وہ دونوں تنگدستی کو اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح آگ کی بھٹی لوہے اور چاندی سونے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (رواہ الترمذی)

حج نہ کرنے پر وعید

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو سخت مجبوری یا ظالم بادشاہ یا روکنے والا مرض حج سے نہ روکے اور بلا حج کئے مرجائے تو چاہے تو یہودی ہو کر مرجائے اور چاہے تو نصرانی ہو کر مرجائے، (رواہ الدارمی)

خدا کی پناہ کس قدر سخت وعید ہے معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر حج فرض ہوا اور انھوں نے بغیر عذر شرعی کے چھوڑ دیا تو ان کے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

حج میں جن چیزوں کا مظاہرہ بہت واضح ہے ان میں سے ایک یہ کہ اسی میں موت کے اور موت کے بعد کے احوال کا ایک نمونہ سامنے آجاتا ہے، جب کوئی مسلمان حج کے لئے گھر سے چلتا ہے گھر بار اور اعزہ واقربا، احباب واصحاب، وطن مالوف کو چھوڑ کر روانہ ہوجاتا ہے گویا دوسرے عالم کا سفر ہے جن چیزوں میں دل لگا ہوا تھا وہ سب چھوٹ گئیں، دوستوں کی مجلسیں ختم ہوئیں جن سے الفت تھی وہ جدا ہوگئے، انسان غور کرے کہ آج یہ چیزیں عارضی طور پر چھوٹ رہی ہیں، ایک دن وہ آئے گا کہ مستقل چھوٹ جائیں گی سواری پر سوار ہوتے اعزہ واقربا رخصت کر رہے

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

ہیں اپنے اپنے تعلق کے بقدر ہر شخص کچھ دور تک ساتھ چلتا ہے بالآخر سب سے زیادہ عزیز ترین جو دوست ہوتے ہیں وہ بھی ریل میں بٹھا کر یا بحری جہاز یا ہوائی جہاز پر سوار کرا کر واپس ہو جاتے ہیں، یہ منظر اس وقت بھی پیش آنے والا ہے جب احباب واصحاب جنازہ کے ساتھ چلیں گے اور بالآخر دفن کر کے سب ہی واپس ہو جائیں گے سواری روانہ ہو گئی اب کوئی چیز کام دینے والی نہیں جو مال حاجی صاحب نے ساتھ لے لیا۔

وہی کام دے گا جیسا کہ قبر میں وہی اعمال ساتھ دیں گے اور آرام پہنچنے کا ذریعہ بنیں گے جو پہلے سے ساتھ لئے تھے پھر دوسرے ملک میں داخل ہونے کے لئے سامان کی تفتیش پاسپورٹ اور ویزے کی چیکنگ کا مرحلہ سامنے آجاتا ہے اس میں بھی عبرت ہے کیونکہ یہ قبر کے سوال وجواب کا ایک نمونہ ہے۔

جب میقات پر پہنچے تو غسل کر کے دو سفید چادریں پہن لے، جب تک حج کا مسافر ان چادروں میں رہے گا ہر وقت اس کے سامنے کفن کی یاد تازہ ہو رہی ہے چادریں پہن کر بلند آواز سے لبیک اللھم لبیک کی صدا لگانی شروع کر دی اور یہ صدا جمرۂ کبریٰ کی رمی تک جاری رہے گی، (جو دسویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد کی جاتی ہے) یہ لبّیک اللّٰھمّ لبیک (حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں) بار بار قیامت کے دن کی حاضری کی یاد تازہ کرتا ہے۔

عرفات کا میدان، میدان حشر کا ایک نمونہ ہے لق دق میدان میں کھڑے ہیں دھوپ بہت سخت ہے عظیم اجتماع میں موجود ہیں مغفرت کی امید ہے اور گناہوں کا خوف ہے، اللہ جل شانہ نے عالم ارواح میں جب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا عہد لیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ساری ذریت کو ان کی پشت سے نکال کر وادی نعمان میں جمع فرما کر اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا عہد لیا تھا اور سب نے مل کر بلیٰ کہہ کر جواب دیا تھا عرفات میں وہ عہد بھی تازہ ہو جاتا ہے[۱] (وادی نعمان عرفات کے قریب ایک جگہ ہے) عرفات، منیٰ اور مزدلفہ میں طرح طرح کے لوگ

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴

مختلف زبانیں ہزاروں آدمیوں کی بے چینی، حیرانی اور پریشانی کا عالم یہ سب امور قیامت کے دن کے مناظر کو یاد دلاتے ہیں۔

(۲) اللہ جل شانہٗ منعم اور محسن و مربی ہے، صفات کمالیہ سے متصف ہے عقلاً و طبعاً محسن سے محبت ہونا اور محبت کرنا ضروری ہے اہل ایمان کی صفات میں فرمایا یُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت فرماتا ہے) اور فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (اور جو لوگ ایمان لائے اللہ کی محبت میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہیں)

تمام عبادات میں جہاں نیازمندی اور بندگی کا مظاہرہ ہے وہاں عشق و محبت کے مظاہرے کا پہلو حج میں بہت زیادہ نمایاں ہے۔ سفر کی ابتدا ہی سے ——————— ، سب تعلقات ختم کر کے اعزہ و اقربا کو رخصت کر کے گھر بار سے منہ موڑ کر جنگلوں اور میدانوں کا سفر کرتے ہوئے محبوب حقیقی کے گھر کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ جب محبوب حقیقی کے گھر کے قریب پہنچ جاتے ہیں یعنی میقات سے گذرنے لگتے ہیں تو اچھی طرح غسل کر کے صاف ستھرے ہو کر خوشبو لگا کر سلے ہوئے کپڑے اتار کر بے سلی دو چادریں پہن لیتے ہیں۔ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا میل چھڑانا ممنوع ہو جاتا ہے زیب و زینت ختم ہو جاتی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مَا الْحَاجُّ کہ حج کرنے والا کون ہے آپ نے فرمایا اَلشَّعِثُ التَّفِلُ کہ جس کے بال بکھرے ہوں میلا کچیلا ہو۔[۱]

احرام باندھ لیا بننے سنورنے کے مواقع ختم ہو گئے عاشق زار مستانہ وار بکھرے ہوئے بال پراگندہ حال زیب و زینت سے بے نیاز محبوب حقیقی کے گھر کی طرف جا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ کونسا حج افضل ہے آپ نے فرمایا اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ (یعنی زور زور سے تلبیہ پڑھنا اور قربانی کا خون بہانا) میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں کی رٹ لگاتے ہوئے بیت اللہ کی طرف روانہ ہیں یہ سب عاشقانہ رنگ ہے ان عاشقوں کے بارے میں ارشاد نبوی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ اِنْ دَعَوْهُ

---

[۱] رواہ ابن ماجہ باسناد حسن کما فی الترغیب

اَجَابَهُمْ وَاِنِ اسْتَغْفِرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ [1] (کہ حج وعمرہ کو جانے والے اللہ کے بارگاہ میں پہنچنے والے مہمان ہیں اگر اللہ سے دعا کریں تو قبول فرمائے اور اگر اس سے مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت فرمادے، اور ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتُصَافِحُ رُكْبَانَ الْحَاجِّ وَتَعْتَنِقُ الْمُشَاةَ [2] (کہ بلاشبہ فرشتے سواری پر سفر کرنے والے حجاج سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان میں جو پیدل چلیں ان سے گلے ملتے ہیں)

دو چادریں پہنے ہوتے بال بکھرے ہوئے میلے کچیلے حال میں مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اب مسجد حرام میں جانا ہے جو بیت اللہ کے چاروں طرف ہے، مستحب ہے کہ مَعْلیٰ کی طرف سے مسجد حرام میں داخل ہوں کیونکہ اُدھر کعبہ شریف کا دروازہ ہے جب کسی کے یہاں جاتے ہیں تو دروازہ سے جانا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَعْلیٰ والی جانب سے داخل ہوتے اور یہ سب کے لئے سُنت قرار پا گیا مسجد حرام میں داخل ہوکر سب سے پہلا کام طواف بیت اللہ ہے، طواف کیا ہے اللہ کے گھر کے چاروں طرف گھومنا ہے، حجر اسود سے ابتداء ہے اور اسی پر ہر چکر کی انتہاء ہے اللہ کا گھر دیکھ لیا یہ گویا دنیا میں اللہ سے ملاقات ہے۔

اس دنیا میں ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا جا سکتا اس کے گھر کو دیکھ لیا یہ بہت بڑی نعمت ہے بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حجر اسود اس زمین میں اللہ کا ہاتھ ہے یعنی جو شخص اسے بوسہ دے گا یا چھوئے گا گویا اس نے مالک حقیقی جل مجدہ سے مصافحہ کر لیا [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے سامنے تشریف لائے پھر اپنے دونوں ہونٹ اس پر رکھ دیئے (اور) دیر تک روتے رہے، پھر جو آپ نے التفات فرمایا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نظر پڑ گئے وہ بھی رو رہے تھے آپ نے فرمایا اے عمر! یہاں آنسو بہائے جاتے ہیں [4]

---

[1] رواہ ابن ماجہ [2] ذکرہ الشیخ فی فضائل الحج وعزاہ الی الدر عن البیہقی، [3] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۹۴

[4] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۹۵

حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف شروع کرتے ہیں یعنی کعبہ شریف کے دروازے پر چلتے ہیں۔ کعبہ شریف بائیں طرف رہ جاتا ہے، اور ساتوں چکروں میں اسی طرح رہتا ہے، اصحاب معرفت نے اس میں یہ حکمت بتائی ہے کہ صاحب بیت سے مصافحہ کے بعد سب سے پہلے صاحب البیت کے دروازے پر آنا چاہئے اگر حجر اسود کا استلام کر کے رکن یمانی کی طرف جاتے اور کعبہ شریف کے پیچھے سے ہو کر آتے تو دروازے کے سامنے آنے میں دیر لگتی۔

رب جل شانہ کے مصافحہ کے بعد طواف شروع کر دیا محبوب کے در و دیوار کے چکر لگانا عشاق کی خاص شان ہے، رب کریم کا گھر ہے اس کے چاروں طرف گھوم رہے ہیں، محبوب کا ذکر کرتے ہوئے مغفرت کی امید باندھے ہوئے دنیا و آخرت کی خیر طلب کرتے ہوئے چکر لگا رہے ہیں ہر چکر میں جب حجر اسود پر آتے ہیں تو حجر اسود کا استلام کرتے ہیں بار بار صاحب بیت سے مصافحہ ہو رہا ہے اور مستانہ وار محبوب کے گھر کے چکر لگ رہے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بیت اللہ کا سات چکروں سے طواف کیا اور سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ ط کے علاوہ کوئی بات نہ کی تو اس کے دس گناہ نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے دس درجات بلند کر دیئے جائیں گے اور جس نے طواف کیا اور طواف کے درمیان (دنیاوی) باتیں کرتا رہا تو وہ ایسا ہے، جیسے وہ رحمت میں اپنے پاؤں سے گھس گیا جس طرح کوئی شخص اپنے پیروں سے پانی میں گھس جائے۔ [۱]

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص اللہ کا ذکر کرتے ہوئے طواف کرتا تو سر سے پاؤں تک رحمت میں رہتا اور اب اسے دنیاوی باتیں کرنے کی وجہ سے رحمت کا کچھ حصہ نصیب ہوا۔

کعبہ شریف کے دروازہ اور حجر اسود کے درمیان جو جگہ ہے اسے ملتزم کہتے ہیں جس کا معنی ہے چمٹنے کی جگہ خارج طواف اس سے بھی چمٹتے ہیں، رخسار اس پر رکھتے ہیں، گڑگڑا کر اور بلبلا کر دعا مانگتے ہیں کعبہ شریف کے پردوں کو پکڑ کر بھی دعا کرتے ہیں اس میں سوال ہے اور اظہار عاجزی بھی ہے۔

---

[۱] رواہ ابن ماجہ

پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہو کر اپنا سینہ اور چہرہ اور ہتھیلیاں اور دونوں بازو کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دیئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[۱] حضرت زبیر مکی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے نقل کیا کہ حجر اسود اور کعبہ شریف کے دروازے کے درمیان جو جگہ ہے اس کا نام ملتزم ہے، جو بھی اس جگہ چمٹ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتے گا۔[۲]

ملتزم پر دعا کی قبولیت مجرب ہے اور اس بارے میں ایک حدیث مسلسل بھی ہے جو اہل علم کے درمیان مشہور ہے۔ ملتزم پر بلک بلک کر مانگنے کی شان بھی عجیب ہے، اس کی لذت اور کیفیت وہی حضرات جانتے ہیں جنہیں دعا کرنے کا چسکا ہے۔

اور فرشتے البیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور یہاں دنیا میں مؤمن بندے کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں، کعبہ شریف البیت المعمور کے نیچے ہے، وہاں کے رہنے والے وہاں مشغول طواف ہیں اور زمین پر بسنے والے بندے یہاں طواف میں لگے ہوتے ہیں، مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ کعبہ شریف البیت المعمور کے نیچے ہے۔

طواف قدوم یا طواف زیارت کے بعد صفا مروہ کی سعی بھی کی جاتی ہے اس میں بھی شان عاشقانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی دینے کی ایک یادگار ہے، بات یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ شانہ کا حکم ہوا (وہ ملک شام میں رہتے تھے) کہ جاؤ اپنے بیٹے اسماعیل اور اس کی والدہ کو مکہ معظمہ میں چھوڑ آؤ، اس وقت مکہ معظمہ بالکل چٹیل میدان تھا وہاں نہ عمارت تھی نہ آدم نہ آدم زاد نہ کھانے پینے کا سامان وہ اپنی بیوی بچہ کو لے کر مکہ معظمہ آئے تھوڑا سا پانی تھوڑی سی کھجوریں ان کے پاس چھوڑ کر چل دیئے ان کی بیوی نے دریافت کیا کیا بات ہے ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں نہ یہاں کوئی انیس ہے نہ کوئی چیز ہے، بار بار سوال

---

[۱] رواہ ابوداؤد و ۲۶ ابن ماجہ ایضاً (باب الملتزم) و فیہ تصریح بان عبداللہ ھذا ھو ابن عمرؓ

[۲] رواہ البیہقی فی سنن الکبری ج ۵ ص ۱۶۴

کیا لیکن انہوں نے توجہ نہیں فرمائی جب یہ ماجرا دیکھا تو کہنے لگیں کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں! یہ سن کر وہ کہنے لگیں کہ اِذًا لَا یُضِیْعُنَا (بس تو آپ جائیں جب اللہ کا حکم ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا) اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے، اور اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اپنے بچہ کے ساتھ وہیں رہ گئیں بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور وہ جو تھوڑا سا پانی ان کے پاس چھوڑ گئے تھے اس میں سے پیتی رہیں جب پانی ختم ہو گیا تو خود بھی پیاسی ہو گئیں اور بچہ بھی پیاسا ہو گیا اور بچہ زمین پر پلٹیاں کھانے لگا چونکہ یہ منظر دیکھا نہیں جا رہا تھا اس لیے صفا (پہاڑی) کی طرف چلی گئیں جو وہاں سے قریب ترین پہاڑی تھی اس پر کھڑی ہو گئیں وہاں سے اِدھر اُدھر نظر ڈالی کہ ممکن ہے کوئی شخص نظر آئے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا لہٰذا صفا سے اتر کر مروہ (پہاڑی) کی طرف چلیں درمیان میں نشیب یعنی نیچی جگہ آگئی اس میں سے دوڑ کر چلی گئیں مروہ پر پہنچ کر پھر ادھر اُدھر دیکھا کہ ممکن ہے کوئی شخص نظر آجائے وہاں بھی کوئی نظر نہ آیا سات مرتبہ ایسا ہی کیا (کبھی صفا پر جائیں کبھی مروہ پر) یہ واقعہ بیان کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا (کہ اسی وجہ سے لوگ ان کے درمیان سعی کرتے ہیں) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ آخری مرتبہ جب مروہ پر تھیں تو انھوں نے ایک آواز سُنی اور آواز والے سے کہا کہ

تو نے آواز تو سنادی یہ بتا کہ تیرے پاس کوئی مدد کرنے والی چیز بھی ہے وہ اسی حال میں تھیں کہ اچانک زمزم کی جگہ ایک فرشتہ نظر آیا جس نے اپنی ایڑی سے زمین کھود دی یہاں تک کہ وہاں سے پانی ظاہر ہو گیا (جو چشمے کی صورت میں تھا بعد میں وہاں کنواں کھود دیا گیا اور اب کنویں ہی کی صورت میں ہے) حضرت اسماعیلؑ کی والدہ نے مروہ پر کھڑے ہوئے جب یہ منظر دیکھا تو پانی کے پاس آئیں اور وہاں چھوٹے سے حوض کی صورت بنادی اور اپنے مشکیزہ میں پانی بھر لیا خود پانی پیا بچہ کو دودھ پلایا فرشتے نے ان سے یہ بھی کہا کہ ضائع ہونے سے نہ ڈرنا کیونکہ یہاں اللہ کا ایک گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا والد دونوں مل کر تعمیر کریں گے اور اللہ اس گھر کے متعلقین کو ضائع نہیں فرماتا۔

حضرت اسماعیلؑ کی والدہ اپنے بچہ کو لے کر وہیں مقیم تھیں کہ قبیلۂ بنی جرہم بھی وہاں آکر آباد ہو گیا پھر اسی قبیلہ میں حضرت اسماعیلؑ کی شادی ہو گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیوی بیٹے کی خیر خبر لینے کے لئے شام سے تشریف لایا کرتے تھے، ایک مرتبہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو یہ حکم خواب میں ہوا تھا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب سچا ہوتا ہے، اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ شانہ، کے حکم کے مطابق اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ پھر انھوں نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کرتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے، وفادار ہونہار بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان اللہ تعالیٰ نے جو حکم آپ کو دیا ہے اس کے مطابق عمل کر لیجئے آپ مجھے انشاء اللہ صابروں میں سے پائیں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لے کر منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے، ابلیس نے کوشش شروع کر دی کہ اس حکم پر عمل نہ کر سکیں،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام قربانی کرنے کے لئے تشریف لے چلے تو جمرۂ عقبہ کے قریب شیطان ظاہر ہو گیا، آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا (آگے بڑھے تو زمین سے نکل آیا) پھر دوسرے جمرہ کے پاس ظاہر ہوا آپ نے پھر سات کنکریاں ماریں پھر وہ زمین میں دھنس گیا (آگے بڑھے تو زمین سے نکل آیا) پھر اگلے جمرہ کے پاس ظاہر ہو گیا آپ نے پھر اُسے سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا یہ بیان کر کے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم شیطان کو کنکریاں مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرتے ہو، [1]

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے چلے تو شیطان ان کے ایک دوست کی صورت میں ظاہر ہوا اور اُن کو حکم خداوندی کی تعمیل سے روکنے کی کوشش کی جب اس میں کامیاب نہ ہوا تو ان کے بیٹے کو ورغلانے کی کوشش کی، جب اس میں بھی کامیاب نہ ہوا تو جمرہ کی جگہ پر پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر اتنا موٹا ہو گیا کہ سارے راستے کو بھر دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ تھا اُس فرشتے نے کہا اے ابراہیم اس کو کنکریاں مار دو، آپ نے اُسے سات کنکریاں ماریں ہر کنکری کے مارتے وقت اللہ اکبر پڑھتے تھے، جب آپ نے

---

[1] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۰۷

کنکریاں ماریں تو شیطان راستے سے ہٹ گیا پھر جب دوسرے جمرہ کے قریب پہنچے تو وہاں بھی شیطان اُسی طرح پھول گیا اور راستہ بند کر دیا فرشتہ نے پھر وہی بات کہی کہ اے ابراہیم اس کو کنکریاں مارو انہوں نے اسی طرح پھر کنکریاں ماریں وہ پھر راستہ سے ہٹ گیا، پھر تیسرے جمرہ کے قریب بھی ایسا ہی ہوا۔ حج میں جو تین جگہ کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کی اصل مشروعیت یہیں سے ہے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نہایت اخلاص اور فرمانبرداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو چہرے کے بل لٹا دیا اور چھری پھیرنا شروع کی لیکن چھری کام نہیں کرتی دو تین بار اُسے پتھر سے تیز کیا لیکن پھر بھی اُس نے کام نہیں کیا، ابھی بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بدلے میں ایک جانور حاضر کر دیا گیا یہ جانور ایک مینڈھا تھا جو جنت سے لایا گیا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اس مینڈھے کو حضرت ابراہیم نے ذبح کر دیا۔ اور اپنی نیت خالصہ کی وجہ سے امتحان میں کامیاب اتر گئے۔ ذبح کیا مینڈھا اور ثواب مل گیا بیٹے کی قربانی کا کیونکہ دونوں باپ بیٹے اپنے دل وجان سے اس کام کے انجام دینے کے لئے بالکل تیار ہوگئے تھے جس کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا تھا باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور بیٹا ذبح ہونے کے لئے بخوشی لیٹ گیا، دونوں نے اپنی جانب سے تعمیل حکم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اللہ جل شانہ کے یہاں نیت دیکھی جاتی ہے، اپنی نیت میں دونوں سچے تھے سورہ صافات میں ارشاد فرمایا۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹایا۔ اور ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ بلاشبہ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، حقیقت میں یہ بڑا امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات اُن کے لئے رہنے دی

لہ روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۳۲ وکذا ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور ج ۵ ص ۲۸۳

کہ ابراہیم پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے۔)

جب اللہ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ بنانے کا حکم ہوا تو اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے اسمٰعیل مجھے اللہ نے ایک کام کا حکم دیا ہے، انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کیجئے انھوں نے فرمایا کیا تم میری مدد کرو گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ضرور مدد کروں گا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ٹیلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اس جگہ ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے اس کے بعد دونوں نے کعبہ شریف کی بنیادیں اٹھانی شروع کیں، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے جاتے تھے جب تعمیر قدرے اونچی ہوگئی تو وہ پتھر لایا گیا جسے مقام ابراہیم کہا جاتا ہے اس پر کھڑے ہو کر تعمیر فرماتے تھے [1] (جو بحسب ضرورت اونچا نیچا ہو جاتا تھا) یہ وہی مقام ابراہیم ہے جس کے پیچھے طواف کی دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، طواف ختم کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اس طرح سے کہ مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ شریف کے درمیان کر لیا، سورہ بقرہ میں ارشاد ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر فرماتے جاتے تھے اور دونوں یوں دعا کر رہے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے)

حج میں جہاں محبوب حقیقی کی محبت اور عشق کا بھی مظاہرہ ہے وہاں جن حضرات نے اللہ کی راہ میں قربانیاں دی ہیں تکلیفیں اٹھائی ہیں ان کی یادگاروں کو تازہ رکھنے اور تازہ کرنے کا اہتمام ہے تاکہ اہل ایمان اللہ کی راہ میں قربانیاں دیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا اپنے بچہ کو لے کر سنسان اور چٹیل میدان میں رہ جانا کتنی بڑی قربانی ہے، پھر صفا مروہ پر آنا جانا پھر اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کے والد کا اللہ کی رضا کے لئے ذبح کرنے کو منیٰ لے جانا پھر اپنے نزدیک

---

[1] از صحیح البخاریؒ ص ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶

پورے اخلاص کے ساتھ ذبح کی آخری کوشش کردینا یہ سب قربانیاں ہیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کعبہ بھی بنایا جب تعمیر مکمل کردی تو بحکم الٰہی حضرت ابراہیمؑ نے جبل ابوقبیس پر کھڑے ہوکر لوگوں کو حج کرنے کی دعوت دے دی، حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز ان سب کو پہنچادی جن کی قسمت میں حج اور عمرہ کرنا تھا خواہ وہ اصلاب آباء میں تھے اور خواہ ارحام امہات میں۔

طواف بیت اللہ اور صفا مروہ کی سعی اور جمرات کی رمی اور منیٰ کی حاضری وہاں قربانی کرنا اس سب میں مخلصین موحدین کی قربانیوں کی یادگار بھی ہے بحکم خداوندی ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا عمل یعنی صفا مروہ کے درمیان آنا جانا بھی عبادت میں داخل ہوگیا گو وہ بچہ کی پریشانی دیکھ کر دوڑی تھیں اور پانی کی تلاش میں تھیں لیکن چونکہ ان کی پریشانی اور دوڑنا اس بنیاد پر تھا کہ اللہ کے حکم سے چٹیل میدان میں ٹھہر گئی تھیں اس لئے اس کو بھی حج وعمرہ کا جزو بنادیا، محسنین ومخلصین کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ توان اعمال کو زندہ جاوید بنادیا اور آئندہ آنے والے مخلصین وموحدین کی عبادت میں شامل فرمادیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بیٹا جو ذبح کیا (جو حقیقت میں ذبح نہیں ہوا اس کے عوض مینڈھا ذبح ہوگیا جو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے عوض بھیج دیا تھا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عمل اور کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی) یہ ایک ایسی قربانی تھی جو اب تک زندہ جاوید ہے اور اس کی یادگار میں منیٰ میں اور منیٰ کے علاوہ پورے عالم میں ہر سال کروڑوں قربانیاں کی جاتی ہیں۔

باربار تلبیہ پڑھنا طواف میں ذکر اور دعا کرنا صفا مروہ پر اور ان کے درمیان ذکر اور دعا میں مشغول ہونا عرفات میں دعا مزدلفہ میں دعا رمی جمار کے بعد دعا ان سب میں بندہ اپنے باطن کا رخ صرف معبود حقیقی کی طرف موڑ دیتا ہے ذکر اللہ سارے عالم کی جان ہے اور اسی سے اس عالم کا بقا ہے جب دنیا میں ایک مرتبہ بھی اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی یوں تو پورے عالم میں جہاں کہیں بھی کوئی مومن بندہ ہو ہر جگہ ذکر اللہ میں اور دعا میں مشغول رہتا ہے لیکن حج کے مواقع میں جو ذکر اور دعائیں ہیں اس کی اہمیت اس اعتبار سے اور زیادہ ہوجاتی ہے کہ جن مقامات میں دعائیں کی جاتی ہیں اور اذکار میں مشغولیت رہتی ہے کہ یہ مقامات مقدسہ ہیں

جہاں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بے کراں اور فیوض عظیمہ کا افاضہ ہوا تھا جب حجاج ان مواقع میں جاتے ہیں انھیں ان حضرات کے واقعات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور ان کی اتباع کا مزید جذبہ اور شوق و ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔

عشق و محبت، موت کی یاد اور قربانی اور کثرت ذکر و کثرت دعا کے مظاہرے جو حج میں ہوتے ہیں جن کی طرف اوپر ذرا تفصیل سے اشارہ کیا گیا ان کے علاوہ بھی حکماء اسلام نے حج کی بہت سی حکمتیں لکھی ہیں۔ مثلاً یہ سالانہ پورے عالم کے مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع ہے جس میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے مختلف ممالک کے اہل الرائے آپس میں مل کر ملکی سیاست کے لئے اسلامی اصول کے مطابق تدبیریں سوچ سکتے ہیں، نیز تعلیمی اور تبلیغی کام کے لئے بھی اس موقع سے مختلف ممالک میں حسب مشورہ افراد اور جماعتیں بھیج سکتے ہیں اور اس اجتماع سے مسلمانوں کے ممالک اور اُن کے ذمہ دار کے درمیان اتحاد اور تعلقات کی وسعت کے لئے مواقع فراہم ہو سکتے ہیں پورے عالم سے اصحاب فتاویٰ حج کے لئے آتے ہیں آپس میں اجتماعات کر کے حوادث اور نوازل کے بارے میں فقہ کے مسلمہ اصول کے مطابق اجتہاد و استنباط کر کے مسائل مشکلہ حل کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی آراؤں سے ان مسائل کا حل نکال سکتے ہیں مسلمانوں کے محلہ کا اجتماع ہر نماز میں اور ہر شہر کا اجتماع ہفت روزہ جمعہ کے دن اور سالانہ دو مرتبہ دونوں عیدوں میں ہوتا ہے یہ شہری اجتماع ہے اور بین الممالکی اجتماع کے لئے حج ہے جس میں مختلف ممالک اور مختلف طبقات کے مسلمان جمع ہوتے ہیں، اس عظیم اجتماع سے بہت سے فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

حج میں سپاہیانہ زندگی کی خوب مشق ہے لباس میں بھی اور معاش میں بھی اور دوڑ دھوپ میں بھی، آج کل اگرچہ آرام دہ اور تیز رفتار سواریاں چل گئی ہیں پھر بھی حج محنت مشقت اور صبر سے خالی نہیں، رفقاء حج میں آپس میں ایک دوسرے کے مزاج کے خلاف بہت سی چیزیں سامنے آجاتی ہیں ناگواریوں پر لڑنے کو دل چاہتا ہے اس پر صبر کرنا عظیم مجاہدہ ہے اس مجاہدہ کے ثمرات اور برکات بہت زیادہ ہیں قرآن مجید میں تنبیہ فرمائی ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد نہ گناہ کا موقعہ ہے نہ میاں بیوی والے اقوال و اعمال کا اور نہ لڑائی جھگڑے کا۔ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ گناہ سے تو ہمیشہ ہی بچنا لازم ہے لیکن حج میں خاص طور سے

اس کا اہتمام کیا جائے اور اندر سے لڑنے کو جب دل اُمنڈ کر آئے تو اس پر صبر کیا جائے۔

حج میں غرور، نخوت اور تکبر والوں کی بھی اصلاح ہوتی ہے، ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پڑتا ہے، غرباء کے ساتھ ایک ہی خیمہ میں رہنا ہوتا ہے بعض مرتبہ پکانا بھی پڑتا ہے بوجھ بھی اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حج میں دینی برکات اور اجور و ثمرات تو حاصل ہوتے ہی ہیں، دنیاوی منافع بھی اس میں بہت زیادہ ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ (سورۃ الحج) فرمایا ہے اس کا عموم دونوں قسم کے منافع کو شامل ہے۔ صاحب روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۴۵ لکھتے ہیں وَتعْمِيمُ المُنافع بحيث تشمل نوعين مما ذهب اليه جمع وروى ذلك عن ابن عباس فامامنافع الاخرة فرضوان الله تعالىٰ وامامنافع الدنيا فما يصيبون من لحوم البدن فى ذلك اليوم والذبائح وَالتجارات اه

حج بیت اللہ بہت سے لوگوں کی معیشت کا ذریعہ بنا ہوا ہے دور دراز کے گوشوں سے لوگ حج کے لئے مکہ معظمہ آتے ہیں شہر مکہ میں رہتے ہیں، منیٰ میں قیام کرتے ہیں عرفات و مزدلفہ میں وقوف کرتے ہیں۔ ان سب کے آنے اور رہنے اور ضرورت کی اشیاء کی خریداری کے باعث اہل عرب اور خاص کر اہل مکہ کی معیشت بنی رہتی ہے اس خریداری کے اثرات پورے عالم کی فیکٹریوں اور کمپنیوں باغوں اور کھیتوں پر پڑتے ہیں اور ان کے مالکوں کو منافع پہنچتے ہیں۔ بحری جہازوں سے لوگوں کی آمد، ہوائی جہازوں کا اڑان کروڑوں روپے کے کرائے کی بسوں اور کاروں کے ذریعہ حج کے اسفار ان سب کے ذریعہ جو عرب و عجم کے انسانوں کو مالی آمدنی ہوتی ہے اس کا اقتصادی فائدہ پورے عالم کو حاصل ہوتا ہے۔

سفر حج سے جہاں نفس انسانی کی اخلاق رذیلہ سے تطہیر ہوتی ہے وہاں لمبے سفر کی وجہ سے صحت بھی بن جاتی ہے، سفر کی مشقت اور آب و ہوا کی تبدیلی کو جو صحت میں دخل ہے وہ معروف ہے۔ حدیث شریف میں بھی اس کو ذکر فرمایا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، سافروا تصحوا (سفر کرو صحت یاب ہوگے) مگر نیت اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی کی رہے۔

سیدالاولین والآخرین مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے چالیس سال نبوت سے پہلے اور تیرہ[۱۳] سال نبوت کے بعد مکہ معظمہ میں گذارے یہ تیرہ سال آپ پر اور آپ کے گھر والوں پر اور دیگر مسلمانوں پر بہت زیادہ سخت تھے مشرکین طرح طرح سے ستاتے تھے ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھتے تھے حضرت بلالؓ حضرت عمار حضرت خباب رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات نے جو اس موقع پر تکلیفیں اٹھائی ہیں قیام مکہ کے دوران وہ یاد آجاتی ہیں ان سے ایمان پر استقامت کے ساتھ جمنے کے جذبات تازہ اور نہایت قوی ہو جاتے ہیں۔ مکہ کی سرزمین کی گرمی اس وقت کیسی ہو گی، جب نہ درخت تھے نہ پانی تھا، اب جبکہ حالات بدل گئے درختوں کی بھی کثرت ہے۔ مکانات بھی زیادہ ہیں، ٹھنڈا کرنے کے آلات بھی ہیں پھر بھی کس قدر گرمی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ نے شدید گرمی میں کیسے زندگی گذاری اور خیف بنی کنانہ میں تین سال برابر ایک پہاڑ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل خانہ اور بنی ہاشم نے جو تکلیف اٹھائی، اس کا اندازہ ہو جاتا ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مشرک گرم چٹان کے نیچے دبا دیتا تھا اور وہ اسی کے نیچے دبے ہوتے اَحَدٌ اَحَدٌ کی صدا بلند کرتے تھے اس کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے یہ سب چیزیں اہل ایمان کے قلوب میں ایمانی جذبات کے بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ مکہ معظمہ میں معلیٰ کا قبرستان ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہزاروں اولیاء اللہ اس میں مدفون ہیں۔ حضرت خدیجہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اہلیہ ہیں انہوں نے آپؐ کی غم گساری اور دلداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اپنا سارا مال آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور ہر طرح سے آپ کی خدمت گزاری کی۔ حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد اُن ہی سے پیدا ہوئی۔

مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع میں ہر ملک کے مسلمانوں کے احوال معلوم ہو سکتے ہیں، اور ہر مسلمان جو دوسرے مسلمان کے لئے ایک ہی جسم کے اعضاء سے مشابہت رکھتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے، حج کے اجتماع عظیم میں ہر جگہ کے مسلمانوں کا دکھ درد معلوم کر کے سب آپس میں ہمدردی اور غم گساری کا عظیم مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ اور سہولت مواصلات کی وجہ سے اس دنیا میں اپنے اوطان کو واپس ہو کر بھی ہر ملک کے مسلمانوں کی طرف دست تعاون بڑھا سکتے ہیں۔

جب حج کے لئے سفر ہوتا ہے تو حج سے پہلے یا بعد میں مدینہ منورہ میں بھی حاضری ہوتی ہے یہاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور قبر شریف کی زیارت نصیب ہوتی ہے، مسجد نبوی میں چالیس نمازیں بلا ناغہ با جماعت پڑھ کر دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز شہدائے اُحد کی زیارت ہوتی ہے جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے اسلام کے عہد اول میں جانیں دیں اور دنیا کا کچھ پھل نہ پایا اُن کی قربانیوں سے دین آگے بڑھا نیز بقیع کی بھی زیارت ہوتی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور ہزاروں صحابہ اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ شہید الدار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر بھی یہیں ہے، ان حضرات کی قبور کی زیارت سے ان کی قربانیوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کیا ہی مبارک اور خوشی کا وہ دن تھا جبکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے تھے چند دن قبا میں قیام فرمایا وہاں مسجد بنائی پھر شہر مدینہ میں تشریف لائے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر فرمائی، مدینہ منورہ کے چپہ چپہ پر آپ کے قدم مبارک پڑے ہیں، پورا شہر بابرکت ہے، زائرین روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں یہ سب برکات اور ثمرات بھی سفر حج کی وجہ سے نصیب ہوتے ہیں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر سے چل کر صرف مدینہ منورہ حاضری دینے کے لئے سفر کرے، مدینہ منورہ میں صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بہت سی چیزوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو ازدیاد محبت کا سبب ہوتی ہے، اللہ جل شانہٗ ہر مسلمان کو حج کی دولت سے نوازے اور ہر عمل میں اخلاص نصیب فرمائے۔

حج کے فرائض اور واجبات اور سنن

نیز

ادائیگی کا طریقہ

حج کے فرائض، واجبات اور سنن کا بیان

جس طرح نماز میں فرائض و واجبات اور سنن ہیں اسی طرح حج میں بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں، ان کو ذہن نشین کرلیں۔

فرائضِ حج: حج میں تین فرض ہیں۔

(۱) دل سے حج کی نیت کرکے تلبیہ یعنی لبیک اللّٰھم اخیر تک پڑھنا، اس کو احرام کہتے ہیں (بے سلے کپڑے جو احرام میں پہنے جاتے ہیں مجازاً ان کو بھی احرام کہا جاتا ہے۔)

(۲) نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے لے کر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک عرفات میں ٹھہرنا اگرچہ ذرا سی دیر کے لئے ہو۔

(۳) طواف زیارت جو وقوف عرفات کے بعد کیا جاتا ہے (اس سے پہلے جو طواف ہو وہ فرض میں شمار نہ ہوگا۔

ان تینوں فرائض میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج نہ ہوگا۔ اور اس کی تلافی دم دینے سے بھی نہیں ہو سکتی۔

واجباتِ حج: حج کے واجبات چھ ہیں:

(۱) مزدلفہ میں وقوف کے وقت ٹھہرنا۔ (۲) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (۳) رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا (۴) قارن اور متمتع کو قربانی کرنا (۵) حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی کتروانا (۶) آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طوافِ وداع کرنا۔

واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے گا تو حج ہوجائے گا، خواہ قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر، لیکن اس کی جزا لازم ہوگی جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ جنایات کے بیان میں آئے گی۔

سنن حج: (۱) مفرد آفاقی اور قارن کو طوافِ قدوم کرنا۔ (۲) طواف قدوم میں رمل اور اضطباع کرنا اگر اس کے بعد سعی کرنا ہو۔ اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی تو طواف زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی اور اس وقت طواف زیارت میں رمل کرنا ہوگا۔ (۳) آٹھویں ذوالحجہ کی صبح کو منیٰ کے لئے روانہ ہونا اور وہاں پانچوں نمازیں پڑھنا۔ (۴) طلوع آفتاب کے بعد نویں ذوالحجہ کو منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہونا۔ (۵) عرفات سے غروب آفتاب کے بعد امام حج سے پہلے روانہ نہ ہونا۔ (۶) عرفات سے واپس ہو کر رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا۔ (۷) عرفات میں غسل کرنا (۸) ایام منیٰ میں رات کو منیٰ میں رہنا، سنت کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً ترک کرنا بُرا ہے اور ان کے ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے اور ان کے ترک کرنے سے جزا لازم نہیں آتی۔

میقات کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرف سے آنے والوں کے لئے جو مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہیں کچھ جگہیں مقرر فرمادی ہیں کہ بلا احرام کے ان سے آگے نہ بڑھیں۔ ان ہی کو مواقیت کہتے ہیں جو میقات کی جمع ہے۔

مدینہ منورہ سے آنے والے بیرِ علی سے احرام باندھیں۔ اس کا پُرانا نام ذُوالْحُلَیْفَہ ہے۔ اگر مسجد نبویؐ سے باندھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

شام سے آنے والوں کے لئے جُحْفَہ کو میقات مقرر فرمایا تھا، یہ بستی زمانہ نبوت میں آباد تھی اب آباد نہیں ہے۔ آج کل شام کی طرف سے آنے والے بھی عموماً بیرِ علی ہی سے احرام باندھ لیتے ہیں۔

نجد اور طائف سے آنے والوں کے لئے قَرن میقات ہے، لیکن آج کل اس کا نام معروف نہیں ہے، طائف سے آنے والے وادی محرم سے احرام باندھ لیتے ہیں، یہاں مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

عراق سے آنے والوں کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات عرق کو اور یمن سے آنے

والوں کے لئے یلملم کو میقات قرار دیا تھا، ہندوستانی پاکستانی اور بنگلہ دیشی جہاز چونکہ سمندر میں ایسے راستہ سے گزرتے ہیں جس میں کسی جگہ یلملم کی محاذات بتائی جاتی ہیں اس لئے عام طور پر وہاں سے احرام باندھ لیتے ہیں۔ وہاں سے احرام باندھ لینا افضل ہے۔ لیکن اگر ان ملکوں سے آنے والے بحری جہاز کے مسافر جدّہ آ کر احرام باندھ لیں تو بعض علماء کے نزدیک اس کی بھی گنجائش ہے، البتہ جو حضرات بمبئی یا کراچی سے ہوائی جہاز سے آئیں وہ بمبئی یا کراچی سے احرام باندھ لیں۔ یا جہاز اڑنے کے ایک دو گھنٹے کے بعد احرام باندھ لیں۔ بغیر احرام کے جدّہ نہ پہنچیں کیونکہ راستہ میں ہوائی جہاز میقات سے گذرتا ہے۔ بغیر احرام کے اگر کوئی میقات سے گذر کر مکہ معظمہ پہنچ جائے تو گناہ ہوتا ہے اور دم واجب ہوتا ہے۔

احرام کا بیانؐ

جب کوئی شخص مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو اس پر لازم ہے کہ راستہ میں جو بھی میقات پڑے اُس پر یا اُس سے پہلے حج یا عمرہ کا احرام باندھے۔ حج کے تو خاص دن مقرر ہیں البتہ عمرہ ہمیشہ ہو سکتا ہے لیکن حج کے پانچ دنوں یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ ذوالحجہ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

جب میقات پر پہنچے تو ہر طرح کی صفائی کر کے غسل کرے، ورنہ کم از کم وضو کرلے۔ اس کے بعد ایک چادر تہبند کی طرح باندھ لے اور ایک چادر اُوپر اوڑھ لے پھر اوپر کی چادر سے سر ڈھک کر دو رکعتیں نمازِ احرام کی نیت سے پڑھے اگر مکروہ وقت نہ ہو۔ ورنہ بغیر نماز پڑھے ہی احرام باندھ لے۔ حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے کو احرام کہتے ہیں، نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کرے، اگر صرف حج کی نیت کرنا ہو تو اس طرح کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ۔	یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، آپ اسے میرے لئے آسان فرمائیے اور قبول فرمائیے۔

اور اگر صرف عمرہ کی نیت کرنا ہو تو اس طرح نیت کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ	یا اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں آپ اس کو میرے لئے

وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ ۔ آسان فرمائیے اور قبول فرمائیے۔

بعض مرتبہ حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کی جاتی ہے اس کو قِرَان کہتے ہیں۔ اُس کی نیت اِس طرح کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ ۔ یا اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں پس ان دونوں کو میرے لئے آسان فرمائیے اور قبول فرمائیے۔

اگر عربی کے بجائے کسی دوسری زبان میں نیت کرلے تو یہ بھی درست ہے بلکہ اگر زبان سے کچھ نہ کہے صرف دل سے نیت کرلے تب بھی نیت ہوجائے گی نیت کے بعد تَلْبِیَۃ کے کلمات کہے۔ تلبیہ کے مسنون الفاظ یہ ہیں۔ ان کو اچھی طرح سے یاد کرلیا جائے، ان میں سے کوئی لفظ کم کرنا مکروہ ہے۔

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ط لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَكَ وَ الْمُلْكَ ط لَاشَرِیْكَ لَكَ ط میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بیشک سب تعریف اور نعمت آپ ہی کے لئے ہے اور سارا جہان ہی آپ کا ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں۔

صرف نیت کرنے سے احرام شروع نہیں ہوتا، بلکہ نیت کرنے اور الفاظ تلبیہ پڑھنے سے احرام میں داخل ہوتے ہیں۔ تلبیہ پڑھنے سے پہلے سر کو چادر سے کھول دے اور دورانِ سفر کثرت سے تلبیہ کے مذکورہ الفاظ بلند آواز کے ساتھ پڑھا کرے، خصوصاً تغیرِ حالات کے وقت، مثلاً صبح وشام، اٹھتے بیٹھتے، باہر جاتے وقت اندر آنے کے وقت، لوگوں سے ملاقات کے وقت، فرض نمازوں کے بعد رخصت ہوتے وقت، سوار ہوتے وقت، سواری سے اُترتے ہوئے، اور جب سو کر اُٹھے، ان حالات میں تلبیہ پڑھنے کا استحباب زیادہ مؤکّد ہے۔ جب بھی تلبیہ پڑھے تو تین بار پڑھے، اس کے بعد درود شریف پڑھے، پھر یہ دُعا مانگے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّۃَ وَ اَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ ط اے اللہ میں آپ کی رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی رحمت کے واسطے سے دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔

مَسْئَلہ:۔ عورت زور سے تلبیہ نہ پڑھے بس اتنی آواز نکالے کہ اپنی آواز خود سُن لے۔

مسئلہ:۔ عورتوں میں جو سر کے لئے ایک خاص کپڑا مشہور ہے جس کے بارے میں کہتی ہیں کہ اس کے بغیر احرام نہیں بندھتا یہ غلط ہے، شرعاً اس کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، یوں بالوں کی حفاظت کے لئے کوئی کپڑا باندھ لیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو احرام کا جز سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر احرام میں داخل نہیں ہوسکتی غلط ہے۔ اگر سر پر کپڑا باندھے تو وضو کرتے وقت اس کو ہٹا کر مسح کرے۔

احرام کے ممنوعات

حج یا عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے بعد احرام میں داخل ہو گئے اب احرام کی ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرنا لازم ہے جو چیزیں احرام میں منع ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا جو پورے بدن یا کسی ایک عضو کی ہیئت اور ساخت پر تیار کیا گیا ہو۔ (اگر سینے کے بجائے بُن کر یا چپکا کر اس طرح کا کپڑا تیار کر لیا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے۔

(۲) سر اور چہرہ کا ڈھانکنا (اور عورت کو صرف چہرہ ڈھانکنا۔)

(۳) خوشبو استعمال کرنا۔

(۴) جسم سے بال دُور کرنا۔ (جس طرح سے بھی دُور کرے۔)

(۵) ناخن کاٹنا۔

(۶) خشکی کا شکار کرنا۔

(۷) میاں بیوی والے خاص تعلق اور شہوت کے کام کرنا۔

احرام کے مسائل

مسئلہ:۔ حج یا عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لینے سے احرام بندھ جاتا ہے، نیت اور تلبیہ سے پہلے غسل کرنا اور دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے، اگر غسل یا نماز کا موقعہ نہ ہو تو ان کے بغیر بھی احرام باندھا جا سکتا ہے، اور بلا عذر غسل اور نماز کے بغیر احرام باندھ لینا مکروہ ہے۔

مسئلہ: احرام کے لئے جو غسل مسنون ہے۔ یہ نظافت اور صفائی کے لئے ہے اس لئے حیض

اور نفاس والی عورت اور نابالغ بچے کو بھی غسل کر لینا چاہیئے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے احرام کے وقت غسل نہ کیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر پانی نہ ہو یا اور کوئی عذر ہو تو احرام کے واسطے غسل کی جگہ تیمم کرنا مشروع نہیں ہے، ہاں نماز احرام کے لئے تیمم کرنا درست ہے بشرطیکہ اصول شریعت کے مطابق اس وقت تیمم کرنا جائز ہو۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے فرض نماز کے بعد حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیا اور احرام کے لئے مستقل طریقہ پر دو رکعتیں نہ پڑھیں تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ:۔ احرام کے لئے دو رکعت نفل نماز ایسے وقت پڑھنا مسنون ہے جبکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ اگر مکروہ وقت ہو اور میقات سے گزر رہا ہو تو بغیر نماز پڑھے حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی نے موقعہ ہوتے ہوئے بھی سستی سے کام لیا اور غسل وضو اور نماز کے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیا تب بھی احرام میں داخل ہو جائے گا، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ اگر حالتِ احرام میں احتلام ہو جائے تو اس سے احرام میں کوئی فرق نہیں آتا، کپڑا اور جسم دھو کر غسل کر لیں۔ اگر چادر بدلنے کی ضرورت ہو تو دوسری چادر استعمال کر لیں۔

مسئلہ:۔ اگر حالتِ احرام میں کسی جگہ زخم آ جائے تو اس سے بھی احرام میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ کوئی جزا واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ احرام میں انجکشن اور ٹیکہ لگوانا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ احرام میں غسلِ فرض فرض ہے اور غسل سُنّت سُنّت ہے، اور غسل تبرید (ٹھنڈک حاصل کرنے کا غسل بھی) درست ہے البتہ میل دور نہ کرے اور صابن نہ لگائے۔

مسئلہ:۔ حالتِ احرام میں سر یا ڈاڑھی میں کنگھی کرنا یا سر یا ڈاڑھی کو اس طرح کھجلانا کہ بال گرنے کا خوف ہو مکروہ ہے۔ ایسے آہستہ کھجائے کہ بال نہ گریں۔

مسئلہ:۔ ڈاڑھی میں اس طرح خلال کرے کہ بال نہ گریں۔

مسئلہ:۔ احرام میں آئینہ دیکھنا، دانت اکھڑوانا جائز ہے، اور مسواک بدستور مسنون ہے۔

مسئلہ:۔ احرام میں موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے جیسے سانپ، بچھو، کھٹمل، پسّو، مچھر بھڑ، تتیا وغیرہ۔

مسئلہ:۔ احرام کا کپڑا سفید ہونا افضل ہے۔ لیکن اگر رنگین تہبند باندھ لیا یا رنگین چادر اوڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ کمبل، لحاف اوڑھنا بھی احرام میں جائز ہے اگر نیچے اوپر دو چادریں اوڑھ لیں یا چادر پر کمبل اوڑھ لیا یا نیچے دو چادریں باندھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر روپیہ اور مال وغیرہ رکھنے کی ضرورت سے نیچے کی چادر پر پیٹی یا ہمیانی باندھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ جن چادروں میں احرام باندھا تھا اگر ان کو ہٹا کر دوسری چادریں پہن لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر چادر ناپاک ہو جائے تو اس کو دھونے کے لئے جسم سے ہٹالے تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ:۔ احرام میں گھڑی باندھنا، چشمہ لگانا درست ہے۔

مسئلہ:۔ احرام میں مرد کو جوتا، بوٹ، موزے پہننا ممنوع ہے۔ مرد احرام میں ہوائی چپل پہنے، قدم کے بیچ کے ہڈی کھلی رہے۔

مسئلہ:۔ احرام میں ہر گناہ سے سختی کے ساتھ پرہیز کرے۔ یوں تو گناہ سے ہمیشہ ہی بچنا لازم ہے لیکن احرام میں اس کا اور زیادہ اہتمام کرے۔

مسئلہ:۔ احرام میں ایسی باتیں کرنا بھی ممنوع ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ احرام میں لڑائی جھگڑے سے بھی خوب زیادہ پرہیز کرے۔ لڑائی جھگڑا یوں بھی منع ہے، لیکن حالت احرام میں اس کی ممانعت میں اور شدت آجاتی ہے۔

مسئلہ:۔ احرام والے مرد و عورت کو خشکی کا شکار کرنا ممنوع ہے اس سے جزا واجب ہوتی ہے لیکن وہ مرغی یا بکری یا گائے یا اونٹ حالتِ احرام میں حرم اور غیر حرم میں ذبح کر سکتا ہے اور ان کا گوشت بھی کھا سکتا ہے۔

تلبیہ کے مسائل

مسئلہ:- احرام کے وقت تلبیہ یعنی لبیک کا زبان سے کہنا شرط ہے، اگر دل سے کہہ لیا تو احرام میں داخل نہ ہوگا۔

مسئلہ:- احرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ کثرت سے پڑھنا مستحب ہے۔ خصوصاً تغیر حالات کے وقت مثلاً صبح و شام، اٹھتے بیٹھتے، باہر جاتے وقت، اندر آنے کے وقت، لوگوں سے ملاقات کے وقت، رخصت کے وقت، سوکر اٹھتے وقت، سوار ہونے کے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلندی پر چڑھتے وقت، نشیب میں اترتے ہوئے، ان حالات میں زیادہ مستحب مؤکد ہے۔

مسئلہ:- تلبیہ کے درمیان کلام نہ کیا جائے، جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:- اگر کسی شخص نے تلبیہ پڑھنے کے وقت سلام کیا تو سلام کا جواب تلبیہ کے درمیان میں دینا جائز ہے مگر ختم کر کے جواب دینا بہتر ہے بشرطیکہ سلام کرنے والا چلا نہ جائے۔

مسئلہ:- فرض اور نفل نمازوں کے بعد بھی تلبیہ پڑھنا چاہئے اور ایام تشریق میں اوّل تکبیر تشریق کہنی چاہئے اس کے بعد تلبیہ، اگر اول تلبیہ پڑھ لی تو تکبیر تشریق ساقط ہوگئی۔

مسئلہ:- اگر مسبوق امام کے ساتھ تلبیہ کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ:- اگر چند آدمی ساتھ ہوں تو ایک ساتھ مل کر تلبیہ نہ کہیں بلکہ ہر آدمی علیحدہ علیحدہ تلبیہ پڑھے۔

مسئلہ:- تلبیہ کے الفاظ میں کمی کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:- جب کوئی عجیب چیز نظر آئے تو یہ کہے۔ لَبَّيْكَ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ ۔

مسئلہ:- مرد تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں، مگر آواز زیادہ بلند نہ ہو۔

مسئلہ:- عورت کو تلبیہ زور سے پڑھنا منع ہے۔

مسئلہ:- تلبیہ حج میں دسویں تاریخ کی رمی شروع کرنے کے وقت تک پڑھا جاتا ہے، جب جمرۃ عقبہ کی رمی شروع کرے تو تلبیہ موقوف کر دے۔ اس کے بعد نہ پڑھے اور عمرہ میں طواف شروع کرنے تک پڑھا جاتا ہے، جب عمرہ کا طواف شروع کرے تو تلبیہ پڑھنا بند کر دے۔

عورت کا احرام

عورت کا احرام مرد کے احرام کی طرح سے ہے یعنی غسل کرکے اور دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے، اگر غسل یا نماز یا دونوں چیزوں کا موقع نہ ہو تو نیت اور تلبیہ پر اکتفا کرلے یعنی حج یا عمرہ کی نیت کرکے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ (اخیر تک) پڑھ لے۔ اس طرح سے احرام میں داخل ہو جائے گی۔ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اور اسے مکہ معظمہ جانے یا حرم میں داخل ہونے کے لئے میقات سے گزرنا ہے تو اسی حالت میں احرام باندھ لے، یعنی حج یا عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے، پھر اگر مکہ معظمہ پہنچنے تک پاک نہ ہو تو پاک ہونے کا انتظار کرے، جب تک پاک نہ ہو مسجد میں نہ جائے اور جب پاک ہو جائے غسل کرکے طواف رمی کرلے۔

مسئلہ:۔ عورت احرام کی حالت میں بدستور سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور سر اور تمام اعضا ڈھانکے رہے البتہ چہرہ کو کپڑا نہ لگائے۔

مسئلہ:۔ عورتوں پر حالت احرام میں بھی نامحرموں سے پردہ کرنا لازم ہے یہ جو مشہور ہے کہ حج یا عمرہ میں پردہ نہیں یہ غلط ہے اور جاہلانہ بات ہے چہرہ پر کپڑا نہ لگانا اور بات ہے اور نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا اور بات ہے، حکم یہ ہے کہ عورت حالت احرام میں چہرہ پر کپڑا نہ لگنے دے اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ہم حالتِ احرام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو اپنے سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے، جب وہ لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے[1]

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نامحرموں کو چہرہ دکھانا احرام میں بھی ممنوع ہے اگر کوئی گتہ وغیرہ کاٹ کر ماتھے کے اوپر لگا لیا جائے اور اس کے اوپر سے نقاب ڈال لیں جس سے کپڑا چہرہ کو نہ لگے اور پردہ بھی ہو جائے تو یہ بہترین صورت ہے اور اس میں کوئی تکلیف بھی نہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص۲۳۶ از ابی داؤد۔

پھر یہ پابندی کہ چہرہ پر کپڑا نہ لگے صرف احرام ہی کی حالت میں تو ہے، ہوائی جہاز سے یا موٹر کار سے یا بس سے آج کل سفر ہوتا ہے، عمرہ میں بہت سے بہت ایک دو دن اور حج میں بہت سے بہت تین چار دن احرام باندھنا ہوتا ہے۔ احرام کے دنوں کے علاوہ جو عورتیں منہ کھولے پھرتی ہیں اس کے لئے تو احرام کا بہانہ بھی نہیں ہے، پھر گناہ گار کیوں ہوتی ہیں؟ نیز مدینہ منورہ کے سفر میں تو احرام ہوتا ہی نہیں۔ اس سفر میں اور مدینہ منورہ کے قیام میں منہ کھولے پھرنا اور تمام نامحرموں کو اپنا محرم تصور کر لینا بہت بڑی جہالت ہے اور خواہ مخواہ کی گناہ گاری ہے۔

عورت کیلئے محرم یا شوہر ساتھ ہونے کی شرط

دنیاوی ضرورت کے لئے کوئی سفر ہو یا حج ہو یا عمرہ اڑتالیس ۴۸ میل یعنی اٹھاسی کلومیٹر کا سفر کرنا عورت کے لئے ممنوع ہے اس میں بڑی حکمت ہے بڑی مصلحتیں ہیں، سفر بلا محرم عورت کے لئے شرعاً ممنوع ہے، خواہ ریل سے ہو یا موٹر کار سے خواہ ہوائی جہاز سے اور خواہ دنیا کے لئے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اكْتُتِبْتُ فِىْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتِ امْرَاَتِىْ حَاجَّةً قَالَ اذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَاَتِكَ۔

(متفق علیہ)

ہرگز کوئی مرد کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اُس کے ساتھ محرم ہو۔ یہ سُن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا نام فلاں فلاں جہاد کی شرکت کے سلسلہ میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے کے لئے نکلی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۲۱ از بخاری و مسلم)

یہ ممانعت جوان اور بوڑھی ہر عورت کے لئے ہے بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ چند عورتوں کے ساتھ بغیر محرم کے عورت سفر میں چلی جائے تو یہ جائز ہے، ان کا یہ خیال غلط ہے، حضور اقدس صلی اللہ و

علیہ وسلم نے بغیر کسی خصوصیت کے ہر عورت کے حق میں تاکیدی طور پر ممانعت فرمائی ہے۔

حج یا عمرہ کا سفر بھی محرم یا شوہر کے بغیر سخت ممنوع ہے اور گناہ ہے بہت سی عورتیں حج یا عمرہ کے لئے بغیر محرم اور بغیر شوہر کے چل دیتی ہیں، جو شریعت کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوتی ہیں اور اپنا حج وعمرہ خراب کرتی ہیں۔ مؤمن بندوں پر لازم ہے کہ شریعت کی پابندی کریں اپنی طبیعت کی خواہش پر نہ چلیں۔

محرم کون ہے

جس شخص سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو، جیسے باپ، بیٹا، پوتا، نواسا، داماد، سسر، حقیقی چچا، حقیقی ماموں، اس کو مَحرم کہتے ہیں، خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے لڑکے مَحرم نہیں ہیں، کیونکہ ان سے نکاح درست ہے، اسی طرح بہنوئی بھی محرم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بہن کو طلاق دے دے یا بہن فوت ہو جائے تو بہنوئی سے نکاح جائز ہو جاتا ہے۔

البتہ اگر ان میں سے کوئی رضاعی (یعنی دودھ شریک) بھائی ہو جس نے دو سال کی مدت کے اندر کسی ایسی عورت کا دودھ پیا ہے، جس کا دودھ اس عورت نے بھی پیا ہو جو اُس کے ساتھ حج یا عمرہ کو جانا چاہتی ہو تو یہ شخص بھی محرم ہے اور اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ یاد رہے کہ مَحرم ایسا ہو کہ جس سے بے اطمینانی نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ محرم تو ہے لیکن اس کی عفت وعصمت داغ دار ہے یا اُس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے تو اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں خواہ کیسا ہی قریبی محرم ہو۔

بعض عورتیں خواہ مخواہ کسی کو باپ یا بیٹا یا بھائی بنا کر سفر میں ساتھ ہو لیتی ہیں، شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں، مُنھ بولا بیٹا یا باپ یا بھائی بھی محرم نہیں ہیں، ان کے بھی وہی احکام ہیں جو اجنبی مَردوں کے ہیں۔

مکّہ معظّمہ اور مسجدِ حرام کا داخلہ

مستحب ہے کہ قبرستانِ مکّہ یعنی المعْلیٰ کی طرف سے مکّہ مکرمہ میں داخل ہو، اگر بسہولت ممکن ہو تو ایسا کرے ورنہ جس طرف سے موقع ہو داخل ہو جائے مکّہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت غسل کرنا بھی مسنون ہے، گو سواریوں کی پابندی اور بھیڑ کی وجہ سے آج کل یہ مشکل ہے، اگر بسہولت کر سکے تو غسل کرے اور جب مکّہ معظمہ نظر آئے تو یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ بِهَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِيْ فِيْهَا رِزْقًا حَلَالًا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا۔[1]

اے اللہ میرے لئے مکّہ مکرمہ میں ٹھکانہ بنادے اور مجھے اس میں رزق حلال نصیب فرما، اے اللہ ہمیں اس شہر میں برکت دے

اس کے بعد یہ پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا۔

اے اللہ ہمیں اس کے میوے نصیب فرما اور ہمیں اس کے رہنے والوں کے نزدیک محبوب کردے اور اس کے نیک لوگوں کو ہمارا محبوب بنادے

پھر یہ دُعا پڑھے جو سلف سے منقول ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْبَلَدَ بَلَدُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ

اے اللہ بے شک یہ حرم آپ کا حرم ہے اور شہر آپ کا شہر ہے اور آپ کا امن واقعی امن ہے

---

[1] یہ دُعا اور اس کے بعد والی دُعا سفر میں ہر شہر کے داخلہ کے وقت پڑھنے کی ہے۔ ۱۲

وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ جِئْتُكَ مِنْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ بِذُنُوْبٍ كَثِيْرَةٍ

اور بندہ آپ کا بندہ ہے، میں دور کے شہروں سے حاضر ہوا ہوں بہت سے گناہوں اور بُرے

وَاَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ اَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمُضْطَرِّ الْمُشْفِقِ مِنْ

اعمال کے ساتھ، مَیں آپ سے سوال کرتا ہوں اُس شخص کا سا سوال جو بہت مجبور ہے اور آپ کے

عَذَابِكَ اَنْ تَسْتَقْبِلَنِیْ بِمَحْضِ عَفْوِكَ وَاَنْ تُدْخِلَنِیْ فِیْ

عذاب سے ڈرنیوالا ہے، اس بات کا سوال ہے کہ آپ مجھے محض اپنی معافی سے اپنے حرم میں رکھیں اور مجھے

فَسِيْحِ جَنَّتِكَ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ؕ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ فَحَرِّمْ

اپنی نعمتوں کی جنت میں داخل فرمادیں جو وسیع جنت ہے، اے اللہ بے شک یہ آپ کا حرم ہے

لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَعَظْمِیْ عَلَى النَّارِ ؕ

پس آپ میرے گوشت اور خون اور ہڈی کو دوزخ پر حرام فرما دیجئے۔

اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اَسْئَلُكَ

اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے امن دینا جس دن آپ اپنے بندوں کو اُٹھائیں گے اے اللہ میں سوال کرتا

بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَنْ

ہوں اس کا واسطہ دیکر کہ آپ ایسے اللہ ہیں جس کے سِوا کوئی معبود نہیں آپ رحمٰن و رحیم ہیں یہ کہ آپ

تُصَلِّیَ وَتُسَلِّمَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ تَسْلِيْمًا

درود و سلام بھیجیں ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحابؓ پر

كَثِيْرًا اَبَدًا ؕ

بہت بہت اور ہمیشہ صلوٰۃ و سلام

اس کے بعد نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پُورے ادب اور احترام و تعظیم کا لحاظ رکھتے ہوتے مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور کسی اطمینان کی جگہ سامان رکھ کر (جس سے دل مطمئن ہو جائے) اور وضو کر کے جلد مسجد حرام میں آتے۔ مسجد حرام اس مسجد کا نام ہے جس کے اندر کعبہ شریف ہے۔ لفظ "حرام" محترم کے معنی میں ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور یہ دُعا پڑھے:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اے میرے رب میرے گناہوں کی مغفرت فرما اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو تین مرتبہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے، اور یہ دُعاء پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَهَابَةً

اے اللہ اس گھر کی شرافت وعظمت و بزرگی اور ہیبت بڑھا نیز جو

وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَکَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا

اس کی زیارت کرنے والا ہو، اُس کی عزت واحترام کرنے والا ہو خواہ حج کرنے والا ہو یا عمرہ

وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ

کرنے والا اس کی بھی شرافت اور بزرگی اور بھلائی زیادہ فرمادے، اے اللہ آپ کا نام سلام ہے اور

فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ ؕ

اور آپ ہی کی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے پس ہم کو سلامتی کیساتھ زندہ رکھ

اس کے بعد درود شریف پڑھے اور کھڑے کھڑے جو چاہے دُعاء مانگے، اس وقت دُعاء قبول ہوتی ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اس موقع پر بلا حساب جنّت نصیب ہونے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔

بعض اکابر نے اس موقع کے لئے یہ دُعاء بتائی ہے:۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ

اس بیت کے رب کی پناہ لیتا ہوں قرض سے اور تنگ دستی سے اور سینہ کی تنگی سے

وَعَذَابِ الْقَبْرِ ؕ

اور قبر کے عذاب سے،

مسجد حرام میں داخل ہو کر سب سے پہلے طواف کرے، جو شخص عُمرہ کا احرام باندھ کر آیا تھا یہ اُس کا عمرہ کا طواف ہوگا جو فرض ہے، اور جو شخص صرف حج کا احرام باندھ کر آیا تھا یہ اس کا طواف قدوم ہوگا جو سُنّت ہے، اگر ایسے وقت میں مسجد حرام میں پہنچا ہو کہ جماعت کھڑی ہو تو پہلے امام کے ساتھ نماز پڑھ لے، بعد میں طواف کرے۔

طواف کا بیان

بیت اللہ یعنی کعبہ شریف کے گرد سات مرتبہ مقررہ طریقہ پر چکر لگانے کو طواف کہتے ھیں، کعبہ شریف کے اُس گوشہ میں جو مشرق کی جانب ہے حجر اسود (کالا پتھر) لگا ہوا ہے، وہیں سے طواف شروع ہوتا ہے اور اُسی پر ختم ہوتا ہے۔

طواف فرض بھی ہوتا ہے، واجب بھی، سُنّت بھی، نفل بھی، ہر طواف میں سات ہی چکر ہوتے ہیں اور ہر طواف حجر اسود سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

طواف میں کعبہ شریف طواف کرنے والے کے بائیں طرف رہتا ہے، کعبہ کا کچھ حصّہ ایسا ہے جس پر چھت نہیں ہے، اُس کو حطیم کہتے ہیں اسی میں کعبہ شریف کا پرنالہ گرتا ہے جسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ اس بے چھت والے حصّہ کو بھی طواف کے اندر لینا ضروری ہے۔

طواف کے ہر چکر میں رُکن یمانی کو دونوں ہاتھ یا داہنا ہاتھ لگائے اس کو استلام کرنا کہتے ہیں۔ رُکنِ یمانی کعبہ شریف کا وہ کونہ ہے جو جنوب کی طرف ہے اور حجر اسود والے کونہ کے مقابل ہے یہ یمن کے جانب پڑتا ہے۔ اس لئے اس کو رُکنِ یمانی کہا جاتا ہے۔

جس طواف کے بعد صفا مروہ کی سعی کرنا بھی ہو (جیسے عمرہ کا طواف کرنے والا طواف کے بعد عمرہ کی سعی کرتا ہے یا جیسے بہت سے حاجی حضرات طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں) اس طواف میں رمَل اور اضطباع بھی مسنون ہے۔ جو حجاج میقات سے حج کا احرام باندھ کر آتے ہیں وہ مسجد میں داخل ہو کر پہلے طواف قدوم کرتے ہیں یہ طواف سنت ہے۔

جو شخص عمرہ کا احرام باندھ کر آیا ہو طواف شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا موقوف کردے۔

رمَل صرف شروع کے تین چکروں میں ہوتا ہے۔ اور اضطباع پُورے سات چکروں میں ہوتا ہے کاندھے ہلاتے ہوئے اور قریب قریب قدم رکھتے ہوئے اکڑ کر چلنے کو رمَل کہتے ہیں۔ اور چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے بائیں کاندھے پر ڈالنے کو اضطباع کہتے ہیں، اس

میں داہنا کندھا کھلا رہتا ہے۔ رَمل اور اضطباع صرف مَردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

طواف بغیر نیّت کے نہیں ہوتا۔ طواف کی نیّت دل سے ہونا کافی ہے اور زبان سے کہہ لینا بھی درست ہے۔

جب طواف کرنے کا ارادہ کرے تو خانۂ کعبہ کے اُس گوشہ کے قریب آجائے جس میں حجرِ اسود لگا ہوا ہے اور وہاں اس طرح کھڑا ہوجائے کہ داہنا کاندھا حجرِ اسود کے بائیں کنارے کے مقابل ہو اس طرح پر کہ پُورا حجرِ اسود طواف کرنے والے کی داہنی طرف رہے، اس طرح کھڑے ہوکر دل میں طواف کی نیت کرے، اور زبان سے یہ الفاظ کہہ لے تو اچھا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

اے اللہ میں تیرے گھر کا طواف کرنے کا ارادہ کررہا ہوں اس کو میرے لئے آسان فرما اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔

نیت کرکے ذرا دائیں طرف کو کھِسکے تاکہ حجرِ اسود کے بالکل سامنے آجائے۔ پھر نماز کی نیت کے وقت جس طرح ہاتھ اُٹھاتے ہیں اسی طرح کانوں تک ہاتھ اُٹھاکر یہ دُعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃُ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ساری حمد صرف

وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط

اللہ ہی کے لئے خاص ہے اور درود و سلام نازل ہو اللہ کے رسول پر

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ وَوَفَآءً بِعَھْدِكَ

اے اللہ میں تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پُورا کرتے

وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہوئے اور تیرے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے (طواف کرتا ہوں۔)

پُوری عبارت نہ پڑھے تو کم از کم بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ہی کہہ لے اس کو پڑھ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ادب اور انکسار کے ساتھ حجرِ اسود پر آئے اور اُس کو بوسہ دے۔ اژدحام کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر چُوم

لے اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو کسی لکڑی یا اور کسی چیز سے حجر اسود کو چھو کر اس چیز کو بوسہ دیدے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف اور ان کی پشت چہرہ کی طرف ہو، اس کے بعد ہاتھوں کو بوسہ دیدے حجر اسود کے سامنے کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا اس صورت میں ہے جبکہ مذکورہ پہلے طریقوں سے حجر اسود کا استلام نہ کر سکے حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے دھکا مکی کرنا، دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے، یہ بھی واضح رہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت چاندی کے حلقہ کو ہاتھ نہ لگائے جو اس کے چاروں طرف لگا ہوا ہے اور جو شخص احرام میں ہو وہ یہ بھی خیال رکھے کہ حجر اسود کو بعض لوگ خوشبو لگا دیتے ہیں۔ اگر خوشبو لگی ہوئی ہو تو جو شخص احرام میں ہو وہ منہ یا ہاتھ لگا کر استلام نہ کرے تاکہ خوشبو کے استعمال سے بچا رہے۔

حجرِ اسود کے بوسہ دینے کو استلام کرنا کہتے ہیں۔ استلام کرنے کے بعد داہنے ہاتھ کی طرف آگے بڑھے اور کعبہ شریف کو اپنی بائیں طرف رکھتے ہوئے چلتا رہے، حطیم کو گھیرے میں لے لے، کعبہ کی پشت سے گذر کر جب رکن یمانی پر آئے جو حجرِ اسود کے برابر والا گوشہ ہے تو اس کو دونوں ہاتھ یا داہنا ہاتھ لگائے۔ اس سے آگے بڑھ کر رکنِ یمانی اور حجر اسود کے درمیان رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھتا رہے (ابوداؤد)
جب حجر اسود پر پہنچے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور اُسی طریقہ پر استلام کرے جس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔ یہ ایک چکر ہو گیا۔ اسی طرح سات چکر پورے کرے۔ ایک چکر کو شَوط اور سب چکروں کو اَشواط کہتے ہیں۔

طواف کے درمیان کعبہ شریف کو نہ دیکھے اور اُس کی طرف نہ سینہ کرے نہ پشت کرے۔

طواف ختم کرنے کے بعد مقامِ ابراھیم پہنچے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے جسے دوگانہ طواف کہتے ہیں۔ مقامِ ابراہیم کے پیچھے جگہ نہ ملے تو حرم میں جس جگہ چاہے پڑھ لے۔ اگر مکروہ وقت ہو تو ٹھہر جائے اور جب مکروہ وقت نکل جائے اُس وقت دوگانہ طواف پڑھ لے۔

طواف کے لئے کوئی ایسی دُعا مقرر نہیں ہے جس کا پڑھنا فرض یا واجب ہو اور جس کے بغیر طواف نہ ہوتا ہو۔ بلکہ اگر طواف کے درمیان کچھ بھی نہ پڑھے تب بھی طواف ہو جاتا ہے۔ البتہ طواف

میں ذکر اور دُعاء کرنا افضل ہے۔ جس دُعاء میں جی لگے اور جس کی اپنے لئے ضرورت سمجھے خشوع و خضوع اور خلوص کے ساتھ دُعاء کرتا رہے۔ اگر کسی کتاب سے دُعاء پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔ عام طور سے کتابوں میں ساتوں چکروں کی الگ الگ دُعاء لکھی ہوئی ملتی ہے، یہ دُعائیں بھی اچھی ہیں، اگر ان کو کوئی شخص پڑھے تو طواف کی سُنت سمجھ کر نہ پڑھے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف میں ان سب دعاؤں کا پڑھنا منقول نہیں ہے، ہم وہ احادیث لکھتے ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کے درمیان کچھ پڑھنا یا پڑھنے کی ترغیب دینا ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بیت اللہ کا سات چکروں سے طواف کیا اور سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے علاوہ کوئی بات نہ کی تو اس کے دس گناہ نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے دس درجات بلند کر دیئے جائیں گے، اور جس نے طواف کیا اور طواف کے درمیان (دنیاوی) باتیں کرتا رہا تو وہ ایسا ہے جیسے وہ رحمت میں اپنے پاؤں سے گھس گیا جس طرح کوئی شخص اپنے پیروں سے پانی میں گھس جائے (رواہ ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص اللہ کا ذکر کرتے ہوئے طواف کرتا تو سر سے پاؤں تک رحمت میں رہتا اور اب اُسے دُنیاوی باتیں کرنے کی وجہ سے رحمت کا کچھ حصّہ نصیب ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رُکنِ یمانی پر ستّر فرشتے مقرر ہیں، جس شخص نے (رکنِ یمانی پر پہنچ کر) یہ دُعاء پڑھی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ، رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ تو وہ سب فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں رُکنوں (یعنی رُکنِ یمانی اور حجرِ اسود) کے درمیان یہ پڑھتے ہوئے سُنا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رُکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان یہ دُعاء پڑھتے تھے،

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے تھے کہ آپ نے یہ دعا پڑھی۔

رَبِّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاخْلُفْ عَلٰی

اے میرے رب جو کچھ آپ نے مجھے عنایت فرمایا ہے اس پر مجھے قناعت اور برکت دیجئے اور میری جو چیزیں میرے

كُلِّ غَائِبَةٍ لِّیْ بِخَیْرٍ ؕ[1]

سامنے نہیں ہیں میری غیر موجودگی میں ان کی حفاظت فرمائیے۔

طواف کی ۲ دو رکعتیں

طواف سے فارغ ہونے کے بعد ۲ دو رکعت نماز پڑھے۔ ان دو رکعتوں کا پڑھنا واجب ہے اگرچہ نفلی طواف کیا ہو۔ اور اس کا مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے ادا کرنا سنّت ہے۔ اور پیچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقامِ ابراہیمؑ نمازی اور بیت اللہ شریف کے درمیان میں آجائے، طواف کے آخری چکر کو حجرِ اسود کے استلام پر ختم کر کے مقامِ ابراہیم کی طرف بڑھتے ہوئے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی ؕ پڑھے، پھر دو رکعتیں ادا کرے جن میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنا مسنون ہے۔ اور طواف کی ان ۲ دو رکعتوں کو طواف ختم ہوتے ہی پڑھنا چاہیئے، بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر وقتِ مکروہ ہو تو ابھی ٹھہر جائیے۔ اور یہ دو رکعتیں اگر مقامِ ابراہیم کے پیچھے نہ پڑھ سکے تو حرم میں جہاں چاہے پڑھ لے۔ ان کے پڑھنے کے لئے سب سے افضل جگہ مقامِ ابراہیمؑ ہے۔ پھر حطیم کے اندر، پھر بیتُ اللہ کے قریب جہاں موقع مل جائے، اس کے بعد حدِ حرم میں، اور حرم سے باہر پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر کسی نے حدودِ حرم میں نہ پڑھی اور جدّہ پہنچ گیا یا وطن چلا گیا تو جہاں یاد آجائے وہیں ادا کرلے، ادا کئے بغیر ذمّہ سے ساقط نہ ہوں گی۔

نمازِ طواف کے بعد مقامِ ابراہیم کے قریب جو چاہے دعا مانگے۔ بعض اکابر سے اس موقع پر مندرجۂ ذیل دعا کرنا منقول ہے، غنیۃ الناسک میں لکھا ہے کہ یہ دعا حضرت آدم علیہ السّلام نے

---

[1] رواہ الحاکم فی المستدرک۔

اس موقع پر کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ

یا اللہ آپ میری ظاہری اور باطنی سب حالتوں سے واقف ہیں۔ میں عذر پیش کرتا ہوں میرے عذر

حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ

کو قبول فرمایئے اور آپ میری حاجت کو اور جو کچھ میرے دل میں ہے جانتے ہیں پس میری حاجت کو پورا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا

فرمایئے اور میرے قصور کو معاف فرما دیجئے، اے اللہ! مجھ کو ایسا ایمان عطا فرما جو میرے دل میں رچ جائے

حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًی بِمَا قَسَمْتَ

اور ایسا یقین عنایت فرما کہ میں خوب اچھی طرح یہ جان لوں کہ مجھے اس کے سوا کچھ نہیں پہنچ سکتا جو کچھ آپ نے

لِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ؕ

میرے لئے مقدر فرما دیا ہے اس پر راضی کر دیجئے اے ارحم الراحمین۔

بیرِ زمزم پر جانا

دوگانۂ طواف سے فارغ ہو کر زمزم پر جائے اور وہاں خوب ڈٹ کر اور سیر ہو کر پانی پئے۔ شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ کہے اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور تین سانس سے کم میں نہ پئے اور پھر یہ دعاء مانگے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ

اے اللہ میں آپ سے نفع دینے والے علم کا اور کشادہ رزق کا اور ہر مرض سے شفایابی کا

کُلِّ دَآءٍ ؕ

سوال کرتا ہوں۔

اس کے علاوہ اور جو چاہے دعاء مانگے۔ اس کے بعد ملتزم پر جائے۔ حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازہ کے درمیان جو حصہ ہے اس کو ملتزم کہتے ہیں۔ اس جگہ سے چمٹ کر خوب دل حاضر کر کے دعاء کرے اپنے دونوں ہاتھ سر کے اوپر سیدھے بچھا دے اور سینہ دیوار سے ملا دے اور رخسار کو دیوار

پر رکھ دے۔ یہ دُعاء کی مقبولیت کا خاص مقام ہے تجربہ ہے کہ یہاں جو دُعاء کی جاتی ہے ضرور قبول ہوتی ہے، اس موقع کی کوئی خاص دعاء منقول نہیں ہے جو مسنون ہو۔ البتہ ان لوگوں کے لئے ہم ایک دُعاء لکھ دیتے ہیں جن کا اس موقع پر کسی دُعاء کی طرف ذہن نہ جائے یہ دُعاء مانگ لیں۔

مقام ملتزم پر پڑھنے کی دعاء

اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ

اے اللہ اے اِس قدیم گھر کے مالک۔ ہماری گردنوں کو اور ہمارے باپ

اٰبَآئِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا وَ اِخْوَانِنَا وَ اَوْلَادِنَا مِنَ النَّارِ ط يَاذَا الْجُوْدِ

داداؤں اور ماؤں اور بھائیوں اور اولاد کی گردنوں کو دوزخ سے آزاد کردے، اے

وَالْكَرَمِ وَ الْفَضْلِ وَ الْمَنِّ وَ الْعَطَآءِ وَالْاِحْسَانِ ط اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ

بخشش والے اور کرم والے، فضل والے، احسان والے، عطاء والے، اے اللہ تمام معاملات میں ہمارا

عَاقِبَتَنَا فِى الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَ اَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَ

انجام بخیر فرما اور ہمیں دُنیا کی رسوائی اور آخرت کے

عَذَابِ الْاٰخِرَةِ ه اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ

عذاب سے محفوظ فرما۔ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور بندہ زادہ ہوں

وَاقِفٌ تَحْتَ بَابِكَ مُلْتَزِمٌ بِاَعْتَابِكَ مُتَذَلِّلٌ بَيْنَ

تیکر (مقدس گھر کے) دروازہ کے نیچے کھڑا ہوں تیرے دروازے کی چوکھٹوں سے لپٹا ہوں تیرے

يَدَيْكَ اَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ اَخْشٰى عَذَابَكَ مِنَ النَّارِ

سامنے عاجزی کا اظہار کر رہا ہوں اور تیری رحمت کا طلبگار ہوں اور تیرے دوزخ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں

يَا قَدِيْمَ الْاِحْسَانِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْفَعَ

اے ہمیشہ کے محسن (اب بھی احسان فرما) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے ذکر کو بلندی عطا فرما

ذِكْرِىْ وَتَضَعَ وِزْرِىْ وَتُصْلِحَ اَمْرِىْ وَتُطَهِّرَ قَلْبِىْ

اور میرے گناہوں کو ختم فرما دے اور میرے کاموں کو درست فرمادے اور میرے دل کو پاک فرما

وَتُنَوِّرَ لِیْ فِیْ قَبْرِیْ وَتَغْفِرَ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَسْئَلُكَ الدَّرَجَاتِ

اور میرے لئے قبر میں روشنی فرما اور میرے گناہ معاف فرما اور میں تجھ سے جنت کے اُونچے

الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّةِ اٰمِیْنَ ٥

درجوں کی بھیک مانگتا ہوں۔ آمین!

سعی کا بیان

صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ آنے جانے کو سعی کہتے ہیں۔ یہ حج اور عمرہ دونوں میں واجب ہے۔ حج میں طواف قدوم کے بعد ہو سکتی ہے اور طواف زیارت کے بعد بھی، طواف کے بعد دوگانہ نماز اور زمزم اور ملتزم سے فارغ ہو کر اوّل حجرِ اسود پر جائے اور اس کا استلام کرے پھر صفا کی طرف چلے جب صفا سے کچھ دُور رہ جائے تو اس طرح سعی کی نیت کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ

اے اللہ میں آپ کی رضا و خوشنودی کے لئے صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر کرنے

لِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ۔

کا ارادہ کر رہا ہوں آپ میرے لئے آسان فرما دیجئے اور قبول فرما لیجئے۔

زبان سے دُعا پڑھنا کوئی ضروری نہیں، دل کی نیت کافی ہے جو اسی وقت ہو چکی ہے جب حجرِ اسود کا استلام کر کے صفا کی طرف چلا تھا، جب صفا کے قریب پہنچ جائے تو آیتِ قرآنیہ کا یہ حصہ پڑھے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۔

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

اور اس کے بعد یوں کہے:-

اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ

میں اسی سے شروع کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ نے شروع میں فرمایا

مطلب یہ ہے کہ صفا سے شروع کرتا ہوں جس کا ذکر قرآن پاک میں مروہ سے پہلے ہے۔

صفا پر اتنا چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آنے لگے (آجکل تھوڑا سا چڑھنے کے بعد مسجد حرام کے بعض دروازوں سے کعبۂ شریف کا کچھ حصّہ نظر آجاتا ہے) اس کے بعد کعبۂ شریف کی طرف رُخ کرکے اللہ کی توحید اور اُس کی بڑائی بیان کرے اور یہ پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کے لئے ملک ہے اور اُسی کے لئے حمد ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ۔

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے

اَنْجَزَ وَعْدَهٗ ۔ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ ۔ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔

اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور دشمنوں کی جماعتوں کو تنہا اُس نے شکست دی

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دُعاء مانگے اور تین مرتبہ یہ پُورا عمل کرے پھر صفا سے اُترے اور مروہ کی طرف ذکر کرتا ہوا چلے یہاں تک کہ جب سبز رنگ کا ستون چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دَوڑنا شروع کر دے اور دونوں ستونوں کے درمیان دوڑتا ہوا گذر جائے (یہ دَوڑنا مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں ہے) اور ستونوں کے درمیان دوڑتے ہوئے یہ دُعا پڑھنا منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ۔

اے اللہ مغفرت فرما اور رحم فرما تو بہت بڑا عزت والا ہے اور بہت بڑا کریم ہے۔

دوسرے ہرے ستون پر پہنچ کر دَوڑنا موقوف کردے اور اپنی عام رفتار پر چلے اور کوئی ذکر کرتا رہے۔ جب مروہ پر پہنچ جائے تو جس طرح صفاء پر عمل کیا تھا اسی طرح اللہ کی توحید و تکبیر بیان کرکے اور چوتھا کلمہ تین بار پڑھے اور اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعاء کرے، مروہ پر پہنچ کر ایک چکر ہو گیا۔

مروہ پر ذکر و دُعاء کرکے صفا کی طرف کو چلے اور جب سبز ستون آجائے تو دوڑنا شروع کردے اور اگلے سبز ستون سے آگے جب چھ ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ جائے تو دوڑنا ختم کردے اور

اپنی عادت کے مطابق چلے، اور جب صفا پر پہنچ جائے تو تھوڑا سا اُوپر چڑھے اور اسی طرح ذکر اور دُعا کرے جس طرح شروع میں کی تھی، اب دو چکر ہو گئے، اسی طرح سات چکر کرکے سعی ختم کر دے جو صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہو گی۔ عمرہ اور حج کی سعی ایک ہی طرح ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سعی کرتے ہوئے آتے جاتے ہر چکر میں خوب اہتمام سے ذکر کرے، حدیث شریف میں ہے کہ جمرات پر کنکریاں مارنا اور بیت اللہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی اللہ کے ذکر ہی کے لئے ہے نہ کسی دوسری وجہ سے۔ (مستدرک حاکم۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

صفا مروہ کے درمیان پڑھنے کے لئے کوئی دُعا یا کوئی ذکر ایسا مقرر نہیں ہے کہ جس کے بغیر سعی ادا نہ ہو۔ بعض حضرات نے ہر چکر کے لئے اچھی دُعائیں لکھ دی ہیں تاکہ جو شخص اپنی سمجھ سے دُعا نہ کر سکے وہ ان ہی کو پڑھ لے۔

سعی سے فارغ ہو کر مطاف (یعنی طواف کرنے کی جگہ) کے کنارہ پر دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

جس شخص نے قِرآن کا احرام باندھا وہ مکہ معظمہ آکر اوّل عمرہ کا طواف رَمَل اور اضطباع کے ساتھ کرے، اس کے بعد عمرہ کی سعی کرے، پھر حج کا طوافِ قدوم اور اس کے بعد حج کی سعی کرے۔ قِرآن والے کو طوافِ قدوم کے بعد سعی کرنا افضل ہے۔ اور اگر اس وقت سعی نہ کی تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کرلے۔

اگر قارن طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے تو طوافِ قدوم والے طواف میں بھی رَمَل اور اضطباع کرے ورنہ بلا رمل اور اضطباع کے طوافِ قدوم کرے۔

حج افراد اور قِران والا آدمی طواف اور سعی کے بعد مکہ معظمہ میں احرام کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جو شخص صرف عمرہ کا احرام باندھ کر آیا تھا وہ سعی کے بعد سَر مُنڈا کر یا بال کٹوا کر حلال ہو جائے (یعنی احرام سے نکل جائے) سَر مُنڈانے یا بال کٹوانے کا طریقہ آگے آرہا ہے، اسی کے مطابق عمل کریں۔

اگر عمرہ کرنے والے کو اِس سال حج بھی کرنا ہے تو ۸، ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے حج کا احرام

باندھ کر حجاج کے ساتھ مِنیٰ چلا جائے اور حج کا سب کام دوسرے حجاج کی طرح پُورے کرے اگر اُس نے عُمرہ شوال کا چاند نظر آنے کے بعد کیا تھا تو اُس کا حج تمتع ہو جائے گا۔

نماز باجماعت کا اہتمام اور طواف کی کثرت

طواف وہ عبادت ہے جو مکہ معظمہ کے علاوہ کسی بھی شہر میں نہیں ہو سکتی۔ طوافِ قدوم کے بعد آٹھ تاریخ تک جو دن ملیں، اسی طرح حج سے فارغ ہو کر روانگی تک جس قدر بھی وقت ملے کثرت سے طواف کرے اور نماز باجماعت کا اہتمام کرے، مسجد حرام میں ایک قرآن شریف ختم کر لے۔ اس قیمتی وقت کو لایعنی باتوں میں اور بازاروں کے گھومنے میں برباد نہ کرے۔ حدیث شریف میں مسجدِ حرام کی نمازوں کا ثواب بہت زیادہ بتایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں ایک نماز ایسی ہزار نمازوں سے افضل ہے جو دوسری مسجدوں میں پڑھی جائیں البتہ مسجد حرام اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز ایسی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں ادا کی جائیں۔

(قال المنذری فی الترغیب رواہ احمد وابن ماجہ باسنادین صحیحین)

اتنی بڑی فضیلت کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیں اور مکہ معظمہ کے قیام کو بہت غنیمت جانیں۔

حج کی تین قسمیں

اوّل یہ کہ صرف حج کی نیت کرے اور اسی کا احرام باندھے، عمرہ کو حج کے ساتھ جمع نہ کرے اس قسم کے حج کا نام اِفراد ہے، اور ایسا حج کرنے والے کو مُفرِد کہتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حج کے ساتھ عُمرہ بھی کرے اور احرام بھی دونوں کا ایک ساتھ

باندھے۔ اس کا نام قِرَان ہے۔ اور ایسا حج کرنے والے کو قارِن کہتے ہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ کو اس طرح جمع کرے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے، اس احرام میں حج کو شریک نہ کرے، پھر مکہ معظمہ پہنچ کر شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ کی کسی تاریخ میں حج سے پہلے افعال عمرہ سے فارغ ہو کر بال کٹوانے یا منڈانے کے بعد احرام ختم کردے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے حج کا احرام باندھے اس کا نام تمتع ہے، اور ایسا حج کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں۔

حج کرنے والے کو اختیار ہے کہ ان تینوں قسموں میں سے جو چاہے اختیار کرے مگر قِران افضل ہے، پھر تمتع، پھر افراد۔

احرام کے بیان میں صرف حج کا اور صرف عمرہ کا اور حج وعمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھنے کی تفصیل اور ترکیب ہم لکھ چکے ہیں، وہاں دیکھ لیں۔ جو لوگ مکہ میں رہتے ہیں یا جو لوگ عمرہ کرکے اور سر منڈا کر یا بال کٹا کر حلال ہو کر بلا احرام مکہ میں مقیم ہیں یہ لوگ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ سے احرام باندھیں گے اور یہ صرف حج کا احرام ہوگا۔ اگر کسی نے شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ میں کوئی عمرہ کرلیا ہے اور اس کے بعد اپنے گھر نہیں گیا تو اُس کا وہ عمرہ یا حج مل کر حج تمتع ہو جائے گا اگرچہ اس وقت صرف حج کی نیت کرے گا۔

حج کے پانچ دِن

اب ہم حج کے پانچ دنوں کے احکام اور اعمال لکھتے ہیں

پہلا دن ۸ ذی الحجہ

آج طلوع آفتاب کے بعد حالت احرام میں سب حجاج کو منیٰ جانا ہے۔

مُفرِد جس کا احرام حج کا ہے اور قارِن جس کا احرام حج وعمرہ دونوں کا ہے۔ ان کے احرام تو پہلے سے بندھے ہوئے ہیں۔ متمتع جس نے عمرہ کرکے احرام کھول دیا تھا، اور اسی طرح

اھلِ حرم آج حج کا احرام باندھیں۔

سُنّت کے مُطابق غسل کرکے احرام کی چادریں پہن لیں۔

احرام کے لئے دو رکعت پڑھیں اور حج کی نیت کرکے تلبیہ پڑھیں۔

تلبیہ پڑھتے ہی احرام شروع ہوگیا۔ اب احرام کی تمام مذکورہ پابندیاں لازم ہوگئیں، اس کے بعد منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔

منیٰ، مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک بہت بڑا میدان ہے۔ آٹھویں تاریخ کی ظہر سے نویں تاریخ کی صبح تک منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں اور اس رات کو منیٰ میں قیام کرنا سُنّت ہے اگر اس رات کو مکہ میں رہا یا عرفات میں پہنچ گیا تو مکروہ ہے۔

دوسرا دن ۹ ذی الحجہ

آج حج کا سب سے بڑا رکن یعنی وقوف عرفہ ادا کرنا ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ طلوع آفتاب کے بعد جب کچھ دھوپ پھیل جائے منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہو جائے جو منیٰ سے تقریباً چھ میل ہے، منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہوتے وقت دُعائے ذیل پڑھنا بعض اکابر سے منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ الْكَرِيْمَ

اے اللہ میں آپ ہی کی طرف متوجہ ہوا ہوں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور میں نے آپ ہی کو

اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَّارْحَمْنِيْ وَلَا

راضی کرنے کا ارادہ کیا پس آپ میرے گناہ معاف فرمائیں اور میرا حج مبرور بنا دیں اور مجھ پر رحم فرمائیں اور مجھے

تُخَيِّبْنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ

محروم نہ فرمائیں اور میرے سفر میں برکت دیں اور عرفات میں میری حاجت پوری فرمائیں بیشک

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا اَقْرَبَ غَدْوَةٍ غَدَوْتُهَا

آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ! میرا اس صبح کا چلنا تو اپنی رضامندی حاصل کرنے

مِنْ رِضْوَانِكَ وَاَبْعَدَهَا مِنْ سَخَطِكَ. اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ غَدَوْتُ

کے قریب تر کردے اور اپنی ناراضگی دور کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بنا دے، اے اللہ! میں آپ ہی کی طرف چلا

وَعَلَيْكَ اعْتَمَدْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْنِيْ مِمَّنْ

اور آپ ہی پر میں نے اعتماد کیا اور آپ کی رضامندی کا میں نے ارادہ کیا پس آپ مجھے

تُبَاهِيْ بِهِ الْيَوْمَ مَنْ هُوَخَيْرٌ مِّنِّيْ وَاَفْضَلُ، اَللّٰهُمَّ

اُن لوگوں میں سے کر دیجئے جن کے ذریعہ آپ فخر فرمائیں گے ان لوگوں کے سامنے جو مجھ سے بہتر اور

اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ

افضل ہیں۔ اے اللہ آپ سے معافی کا اور عافیت دوامی کا دنیا اور آخرت میں سوال کرتا

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ

ہوں۔ اور درود نازل ہو اللہ کا اس کی سب سے بہتر مخلوق حضرت محمد مصطفٰے

وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے آل پر اور اصحاب پر سب پر

پھر جب جَبَلِ رَحْمَتْ پر نظر پڑے (جو میدان عرفات میں پہاڑ ہے) تو تسبیح و تہلیل و تکبیر کہے اور جو چاہے دُعا مانگے، خواہ یہ دُعا مانگ لے۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ

اے اللہ! میں نے آپ ہی کی طرف توجہ کی اور آپ ہی پر بھروسہ کیا اور آپ ہی کی رضا کا ارادہ

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ وَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَوَجِّهْ لِيَ

کیا۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما اور میرا سوال پورا فرما اور خیر کو میرے لئے

الْخَيْرَ حَيْثُ مَا تَوَجَّهْتُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

اُدھر متوجہ فرمادے جدھر میری توجہ ہو میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور سب تعریف اللہ کیلئے ہے

وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

نویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے صبح صادق تک کے درمیانی حصہ میں احرام حج کی حالت میں کسی قدر بھی اگر عرفات میں ٹھہر جائے یا وہاں سے گذر جائے تو حج ہو جائے گا۔ اگر اس وقت میں ذرا دیر کو بھی عرفات میں نہ پہنچا تو حج نہ ہوگا۔ اور زوال کے بعد سے غروب تک عرفات میں ٹھہرنا واجب ہے۔

جو شخص اس وقت میں نہ پہنچ سکے وہ آنے والی رات میں کسی وقت بھی پہنچ جائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔

مستحب یہ ہے کہ زوال آفتاب کے بعد غسل کرے اور اس کا موقع نہ ملے تو وضو ہی کرے اور اوّل وقت نماز ادا کرکے وقوف شروع کردے۔

سُنّت طریقہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی امیر حج کی اقتداء میں پڑھی جائے، یعنی عصر کو بھی ظہر ہی کے وقت میں پڑھ لے وہاں جو بڑی مسجد ہے جس کو مسجد نمرہ کہتے ہیں اس میں امام دونوں نمازیں اکٹھی پڑھاتا ہے۔ لیکن چونکہ ہر شخص وہاں پہنچ نہیں سکتا اور سب حاجی اس میں سما بھی نہیں سکتے اور بغیر امیر حج کی اقتداء کے دونوں نمازوں کو جمع کرنا درست بھی نہیں ہے، اس لئے ہندوستان پاکستان، بنگلہ دیش افغانستان وغیرہ کے حنفی علماء حاجیوں کو یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت میں باجماعت پڑھیں، اور نمازوں کے علاوہ جو وقت ہے اُسے ذکر اور دُعاء اور تلبیہ میں خرچ کریں۔

وقوفِ عرفات کا مسنون طریقہ

زوالِ آفتاب کے بعد سے غروبِ آفتاب تک پُورے میدانِ عرفات میں جہاں چاہے وقوف کرسکتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ جَبَلُ الرَّحمۃ جو عرفات کا مشہور پہاڑ ہے اُس کے قریب جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہے اُس جگہ وقوف کرے۔ بالکل اُس جگہ نہ ہو تو جس قدر اُس سے قریب ہو بہتر ہے۔ لیکن اگر جبل رحمت کے پاس جانے میں دشواری ہو یا واپسی کے وقت اپنا خیمہ تلاش کرنا مشکل ہو جیسا کہ آج کل عموماً پیش آتا ہے تو اپنے خیمہ میں وقوف کرے۔

افضل و اعلیٰ تو یہ ہے کہ قبلہ رُخ کھڑا ہو کر مغرب تک وقوف کرے اور ہاتھ اُٹھا کر دُعائیں کرتا رہے۔ اگر پُورے وقت میں کھڑا نہ ہو سکے تو جس قدر کھڑا رہ سکتا ہے کھڑا رہے، پھر بیٹھ جائے، پھر جب قوت ہو کھڑا ہو جائے، اور پورے وقت میں خشوع و خضوع اور گریہ وزاری کے ساتھ ذکر اللہ اور دُعا اور استغفار میں مشغول رہے اور تھوڑی دیر میں تلبیہ پڑھتا رہے اور دینی اور دنیاوی مقاصد کے لئے اپنے

واسطے اور اپنے متعلقین واحباب کے واسطے، خاص کر اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے دُعاؤں کی درخواست کی ہے اور تمام مسلمانوں کے واسطے دُعائیں مانگتا رہے، یہ وقت مقبولیتِ دُعا کا خاص وقت ہے اور ہمیشہ نصیب نہیں ہوتا۔ اس دن بلاضرورت آپس کی جائز گفتگو سے بھی پرہیز کرے۔ پُورے وقت کو دُعاؤں اور ذکرُ اللہ میں صَرف کرے۔

عرفات کی دُعائیں

ترمذی شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ بہتر دُعا عرفہ کے دن کی دُعا ہے، اور سب سے بہتر جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوںؑ نے کہا ہے وہ یہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کے لئے مُلک ہے اور اُسی کے لئے حمد ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مناسک ملا علی قاریؒ میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عرفات کی دُعاؤں میں یہ دُعا بھی تھی :-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَكَانِيْ وَتَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ

اے اللہ بیشک آپ میری جگہ کو دیکھ رہے ہیں اور میری بات کو سُن رہے ہیں اور آپ میرظاہر

وَعَلَانِيَتِيْ وَلَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ اَنَا الْبَائِسُ

اور باطن سب جانتے ہیں اور میرے امور میں سے آپ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور میں سختی میں

الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ

مبتلا ہوں محتاج ہوں فریادی ہوں پناہ کا طلب گار ہوں خوف زدہ ہوں گنا ہوں کا اقراری

الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ ج وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ

ہوں اور اعتراف کرتا ہوں، میں آپ سے سوال کرتا ہوں مسکین کی طرح اور آپکے سامنے گڑگڑاتا

اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ ج وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ
ہوں گنہگار ذلیل کی طرح اور میں آپ کو پکارتا ہوں جیسا کہ خوف زدہ مصیبت
الضَّرِيْرِ ج مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَيْنُهٗ
زدہ پکارتا ہے اور جیسا کہ وہ شخص پکارتا ہے جس کی آپ کے سامنے گردن جھک گئی اور جس کے آنسو جاری
وَنَحَلَ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ ج اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِىْ
ہو گئے اور جس کا جسم آپ کے لئے دُبلا ہوا اور جس کی ناک آپ کے لئے خاک آلود ہوئی اے
بِدُعَائِكَ رَبِّىْ شَقِيًّا وَكُنْ بِىْ رَؤُفًا رَحِيْمًا يَا خَيْرَ
میرے رب مجھے محروم نہ فرما اور میرے لئے بڑا مہربان اور بڑا رحیم ہو جا اے وہ ذات پاک
الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ ٥
جو اُن میں سب سے بہتر ہے جن سے سوال کیا گیا اور اے وہ ذات پاک جو دینے والوں میں سب سے بڑا داتا ہے۔

امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان عرفہ کے دن زوال کے بعد عرفات میں قبلہ رُخ ہو کر سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ پھر سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (پوری سورۂ اخلاص) پڑھے پھر سو مرتبہ یہ درود پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّعَلَيْنَا مَعَهُمْ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کی کیا جزا ہے اس نے میری تسبیح اور تہلیل کی اور میری بڑائی اور عظمت بیان کی اور میری معرفت حاصل کی اور میری شان بیان کی اور میرے نبی پر درود بھیجا، اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس کو بخش دیا اور اس کے نفس کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی، اور اگر میرا بندہ مجھ سے تمام عرفات والوں کے لئے سفارش کرے تو اس کی سفارش ان سب کے حق میں قبول کر دوں۔ (غنیۃ الناسک)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفات میں میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کے اکثر دُعا یہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ

کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اُسی کے لئے ملک ہے اور اُسی کے لئے

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ج اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا

حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میرے کانوں

وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا ط اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ

میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور کر دے، اے اللہ میرا سینہ کھول دے

صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ

اور میرے کاموں کو آسان فرما دے، اور میں سینہ کے وسوسوں سے اور کاموں

الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ

کی بدنظمی سے اور قبر کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں

مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّهَارِ وَشَرِّ

اُس چیز کے شر سے جو رات میں داخل ہوتی ہے اور اُس کے شر سے جو دن میں داخل ہوتی ہے اور اُس

مَا تَهُبُّ بِهِ الرِّیَاحُ ط

کے شر سے جسے ہوائیں لے کر چلتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ عرفات میں عصر کی نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اُٹھا کر وقوف میں مشغول ہو جاتے تھے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ تین مرتبہ کہتے تھے اور اس کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ پڑھ کر یہ دعا تین بار پڑھتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ بِالْهُدٰی وَنَقِّنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ فِی

اے اللہ مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور تقویٰ کے ذریعہ مجھے پاک وصاف کر دے اور مجھے دنیا

الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی

وآخرت میں بخش دے

اس کے بعد ہاتھ نیچے کر لیتے تھے اور جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اتنی دیر خاموش

رہ کر پھر ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اسی طرح دعا کرتے تھے جس طرح اُوپر بیان ہوئی (حصن حصین)

مذکورہ بالا دُعاؤں کے علاوہ اور جو چاہے اور جس زبان میں چاہے دُعا کرے اور دل کو خوب حاضر کرکے خشوع وخضوع کے ساتھ دُعا مانگے کیونکہ حقیقی معنیٰ میں دُعا وہی ہے جو دل سے نکلے، جو دُعائیں اِس موقع سے متعلق روایاتِ حدیث سے ثابت ہیں اُن کا خاص اہتمام کرنا چاہئے جو اُوپر لکھ دی گئی ہیں۔ دُعاؤں کے درمیان بار بار تلبیہ بھی پڑھتا رہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار جامع دُعائیں منقول ہیں جو کسی وقت کسی مقام کے ساتھ مخصوص نہیں وہ دُعائیں ہر وقت مانگی جا سکتی ہیں اور ان دُعاؤں کو الحزب الاعظم اور مناجاتِ مقبول میں جمع کردیا گیا ہے اگر چاہے تو ان کتابوں میں سے جس قدر چاہے دُعائیں عرفات میں پڑھ لے، بہت لمبا وقت ہوتا ہے اس میں بہت کچھ پڑھ سکتے ہیں اور مانگ سکتے ہیں۔

بعض حضرات نے اپنے طور پر کچھ دُعائیں اس موقع کے لئے مرتب کردی ہیں جو کتابوں میں چھپی ہوئی ہیں اُن کو پڑھنے میں بھی مضائقہ نہیں۔

عرفات سے مزدلفہ کو روانگی

مزدلفہ عرفات سے مغرب کی طرف تین میل کے فاصلے پر ہے، آفتاب غروب ہوتے ہی مزدلفہ کے لئے روانہ ہوجائے، راستہ میں ذکر اللہ اور تلبیہ پڑھتا رہے، اِس روز حجاج کے لئے مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھنا جائز نہیں، واجب ہے کہ نمازِ مغرب کو مؤخر کرکے عشاء کے وقت نمازِ عشاء کے ساتھ پڑھے، مزدلفہ پہنچ کر اوّل مغرب کے فرض پڑھے اور مغرب کے فرضوں کے فوراً بعد عشاء کے فرض پڑھے، مغرب کی سُنّتیں اور عشاء کی سُنّتیں اور وتر سب بعد میں پڑھے۔

مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھی جائیں اور مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو اِکھٹا پڑھنے کے لئے جماعت شرط نہیں ہے، تنہا ہو تب بھی اِکھٹا کرکے پڑھے۔

اگر مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھ لی ہے تو مزدلفہ میں پہنچ کر اس کا اعادہ کرنا یعنی

دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اگر عشاء کے وقت سے پہلے مزدلفہ پہنچ گیا تو ابھی مغرب کی نماز نہ پڑھے عشاء کے وقت کا انتظار کرے اور عشاء کے وقت میں دونوں نمازوں کو اکٹھا کرے۔

مزدلفہ کی رات میں جاگنا اور عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے اور اس شب میں مزدلفہ میں رہنا سُنّتِ مؤکّدہ ہے۔ بہت سے لوگ وقت سے پہلے ہی فجر کی اذان دیکر نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ کر منیٰ کو چلے جاتے ہیں۔ اوّل تو فرض نماز ترک کر کے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی، دوسرے وقوفِ مزدلفہ چھوڑنے کا گناہ ہوتا ہے جو واجب ہے اور دَم بھی واجب ہوتا ہے۔ حج کرنے نکلے ہیں قاعدہ کے مطابق کریں، ایک فرض (یعنی حج) ادا کیا اور دوسرا فرض (یعنی نماز) ترک کرنے کا گناہ سر لے لیا، یہ کیا سمجھداری ہے؟ اور بہت سے لوگ تو نفلی حج میں ایسی حرکت کرتے ہیں، ایسے نفلی حج کی ضرورت کیا ہے جس میں فرض نماز ترک کی جائے، البتہ اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھہرے سیدھی منیٰ چلی جائے تو اس کے لئے گنجائش ہے اس پر دَم واجب نہ ہوگا۔ اور اگر مرد ہجوم کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ چھوڑ دے تو یہ جائز نہیں ہے، مزدلفہ میں رات گزارنا سُنّتِ مؤکّدہ ہے اور صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں رہنا واجب ہے واجب کے چھوٹ جانے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

تیسرا دن ۱۰ ذی الحجہ

آج ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے اس میں حج کے چند احکام ہیں۔ پہلا حکم وقوفِ مزدلفہ ہے جو واجب ہے۔ اس کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہے، اگر کوئی شخص طلوعِ فجر کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر منیٰ کو چلا جائے طلوعِ آفتاب کا انتظار نہ کرے تو بھی واجب وقوف ادا ہوگیا۔ واجب کی ادائیگی کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ لے، مگر سُنّت یہی ہے کہ طلوعِ آفتاب سے کچھ پہلے تک ٹھہرے۔ مزدلفہ کے تمام میدان میں جہاں چاہے وقوف کرسکتا ہے بجز وادیٔ محسّر کے جو منیٰ کی جانب مزدلفہ سے خارج وہ مقام ہے جہاں اصحابِ فیل پر عذاب آیا تھا۔ افضل یہ ہے کہ جبلِ قزح کے قریب وقوف کرے، اگر ازدحام کی وجہ سے وہاں پہنچنا مشکل ہو تو مزدلفہ میں جس جگہ ٹھہرا ہے

وہیں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ کر وقوف کرے، اس وقوف میں بھی تلبیہ اور تکبیر و تہلیل اور استغفار و توبہ اور دُعاء کی کثرت کرے۔

وقوفِ مزدلفہ کے بارے میں بہت سے حاجی حضرات یہ غلطی کرتے ہیں کہ عرفات سے آتے ہوئے سیدھے منیٰ چلے جاتے ہیں، اور بعض حاجی ایک دو گھنٹہ مزدلفہ میں رہ کر رات ہی کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں، یہ لوگ مزدلفہ میں رات گذارنے اور صبح صادق کے بعد وقوف کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اور جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا وقوف ترک کرنے کی وجہ سے اُن پر دَم لازم آتا ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ کو روانگی

جب طلوعِ آفتاب میں بقدر دو رکعت ادا کرنے کے وقت رہ جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہو جائے، اس کے بعد تاخیر کرنا خلافِ سُنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ رمیِ جمرہ کے لئے کنکریاں چنے یا کھجور کی گٹھلی کے برابر مزدلفہ سے اٹھا کر ساتھ لے جائے، ورنہ کہیں سے بھی اُٹھا لینا جائز ہے۔

منیٰ پہنچ کر جمرۂ عقبہ کی رَمی کرنا

منیٰ پہنچ کر سب سے پہلا کام جمرۂ عقبہ کی رمی ہے۔ منیٰ میں تین ستون اونچے بنے ہوئے ہیں ان کو جمرات اور جمار کہتے ہیں اور ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب ہے اُس کو جمرۂ اولیٰ اور اس کے بعد والے کو جمرۂ وسطیٰ اور اس کے بعد والے کو جو سب سے آخیر میں ہے جمرۂ عقبہ اور جمرۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان ستونوں کے گرد گھیرا بنا ہوا ہے اس میں کنکریاں پھینکنے کو رَمی کہتے ہیں۔

دسویں تاریخ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رَمی ہوتی ہے مزدلفہ سے چل کر جب منیٰ پہنچے تو پہلے اور دوسرے جمرہ کو چھوڑ کر سیدھا جمرۂ عقبہ پر جائے اور اس کو سات کنکریاں مارے اور پہلی کنکری کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھنا موقوف کر دے۔ مفرد ہو یا متمتع یا قارن سب کے لئے ایک ہی حکم ہے۔

رَمی کرتے ہوئے ہر کنکری کے مارنے کے وقت تکبیر اور دُعاء اس طرح پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط رَغْمًا لِّلشَّيْطٰنِ وَرِضًى لِّلرَّحْمٰنِ

میں اللہ کا نام لے کر کنکری مارتا ہوں اللہ سب سے بڑا ہے میرا یہ عمل شیطان کو ذلیل کرنے کیلئے اور رحمٰن کو راضی

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّسَعْيًا

کرنے کے لئے ہے، اے اللہ میرے اس حج کو حج مبرور بنادے اور میرے گناہوں کو بخشے بخشائے کردے اور میری

مَّشْكُوْرًا ط

سعی کی قدردانی فرما (یعنی لائق ثواب بنادے)

تکبیر کے بجائے سُبْحَانَ اللّٰهِ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا بھی جائز ہے لیکن بالکل ذکر چھوڑنا بُرا ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رمی کا مسنون وقت طلوعِ آفتاب سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک وقت جائز ہے یعنی اس میں نہ استحباب ہے، نہ کراہت ہے اور غروب آفتاب کے بعد وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس رمی کا وقت طلوعِ آفتاب سے لے کر آنے والی رات کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، البتہ وقت میں تفصیل ہے، کچھ وقت مسنون ہے کچھ جائز ہے اور کچھ مکروہ ہے لیکن ضعیفوں اور بیماروں اور عورتوں کے لئے وقتِ مکروہ میں بھی کراہت نہیں ہے۔ جو لوگ خود رمی کر سکتے ہیں بہت سے لوگ اُن کی طرف سے بھی نیابۃً رمی کر دیتے ہیں یہ درست نہیں ہے اس طرح کرنے سے ترکِ رمی کا گناہ ہوتا ہے اور دَم واجب ہوتا ہے، غروبِ آفتاب کے بعد وہ لوگ رمی کرلیں جو بھیڑ اور ازدحام کی وجہ سے دوسروں کو نائب بنادیتے ہیں۔ عورتوں کو رات میں رمی کرادیں اس سے تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کسی نے صبح صادق تک بھی رمی نہیں کی تو قضا ہوگئی، گیارھویں تاریخ کو اس کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔

قربانی

جمرۂ کبریٰ کی رمی سے فارغ ہو کر بطور شکریہ حج کی قربانی کرے، اور یہ قربانی مفرد کے لئے مستحب ہے اور قارن اور متمتع پر واجب ہے۔ مفرد نے اگر قربانی سے پہلے حلق یا قصر کرلیا اور اس کے

بعد قربانی کی تو اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں البتہ اس کے لئے رمی ذبح سے پہلے اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے مستحب ہے، اور رمی حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے، اور قارن اور متمتع پر رمی اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے۔

جو شخص خود ذبح کرنا جانتا ہو اس کے لئے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے، اگر ذبح کی جگہ حاضر بھی نہ ہو اور دوسرے سے ذبح کرا دے تو بھی درست ہے، ذبح سے پہلے یہ دُعا پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی
مَیں نے اپنا رُخ اُس ذاتِ پاک کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا مَیں
مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ
ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں جو شرک سے بچکر توحید کو اپنانے والے تھے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں
وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ
بے شک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لئے ہیں جو رب العالمین
لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ
ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم کیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ یہ قربانی کرنا
مِنْكَ وَلَكَ
آپ کا حکم ہے اور آپ کی طرف سے ہے اور قربانی آپ ہی کیلئے ہے۔

اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر دے۔

یہ بیان حج کی قربانی کا تھا اور جو قربانی صاحبِ نصاب پر ہر علاقہ میں واجب ہوتی ہے اس کا حکم حاجیوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان میں سے جو شخص مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کرکے مقیم تھا اور وہ حج کے احکام ادا کرنے کے لئے منیٰ اور عرفات آیا ہے تو اُس پر وہ دوسری قربانی بھی واجب ہے، لیکن اُس کا منیٰ یا حرم میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر اپنے وطن میں کرا دے تب بھی درست ہے، اور جو شخص مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کرکے مقیم نہ تھا بلکہ پندرہ دن سے کم مدت مکہ میں رہ کر منیٰ وعرفات کے لئے روانہ ہوگیا تو اُس پر وہ قربانی واجب

نہیں جو صاحب نصاب پر ہر سال ہر علاقہ میں واجب ہوتی ہے، جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا قارن اور متمتع پر قربانی واجب ہے۔ یعنی ایک بکری یا بھیڑ، یا دُنبہ جس کی عمر کم از کم ایک سال ہو ذبح کردے یا پانچ سالہ اُونٹ یا دو سالہ گائے میں ساتواں حصہ لے لے تمتع اور قران کی قربانی حدود حرم میں ہونا واجب ہے اور منیٰ میں ہونا افضل ہے۔

اگر کسی متمتع یا قارن کو پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے قربانی کی طاقت نہ ہو تو وہ اس کے بدلے دس روزے رکھ لے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں سے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے رکھ لئے ہوں اور احرام کے بعد رکھے ہوں اور حج کے مہینوں میں شوال یعنی، ذیقعدہ، ذی الحجہ میں رکھے ہوں، اور سات روزے ایام تشریق گذر جانے کے بعد رکھے خواہ مکہ میں خواہ کسی اور جگہ لیکن گھر آکر رکھنا افضل ہے، اگر کسی قارن یا متمتع نے دسویں تاریخ سے پہلے یہ تینوں روزے نہ رکھے تو اب قربانی ہی کرنی پڑے گی۔ اگر اس وقت قربانی کی قدرت نہیں ہے تو سر منڈا کر یا بال کٹا کر احرام سے نکل جائے لیکن جب مقدور ہو جائے تو ایک دَم قران یا تمتع کا اور ایک دَم ذبح سے پہلے حلال ہونے کا دیدے یعنی دو قربانیاں دے اور اگر ایام نحر کے بعد ذبح کرے تو تیسرا دم ایام نحر سے مؤخر کرنے کا لازم ہوگا۔

واضح رہے کہ قربانی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں کرنا لازم ہے، بارھویں کا سورج چھپنے سے پہلے پہلے قربانی کردے، لیکن متمتع اور قران والا جب تک قربانی نہ کرے اُس وقت تک اس کو سر مُنڈانا یا بال کٹانا جائز نہیں ہے، اگر ایسا کرے گا تو ایک دَم واجب ہوگا جو حج کی قربانی کے علاوہ ہوگا۔ کسی وجہ سے دسویں تاریخ کو قربانی نہ کر سکے تو گیارہ بارہ کو کرے لیکن بال منڈانا یا کتروانا بھی قارن اور متمتع قربانی پر موقوف رکھے۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

حلق اور قصر کا بیان

حلق سر مُنڈانے کو اور قصر بال کٹانے کو کہتے ہیں۔ احرام عمرہ کا ہو یا حج کا یا دونوں کا ایک ساتھ باندھا ہو ہر صورت میں حلق اور قصر ہی احرام سے نکلنے کے لئے متعین ہے۔ جب تک حلق یا قصر نہ کرے گا احرام سے نہ نکلے گا۔ اگر سلے ہوئے کپڑے حلق یا قصر سے پہلے پہن لئے یا سر کے علاوہ کسی اور جگہ کے بال مُونڈ لئے یا ناخن کاٹ لئے یا خوشبو لگالی تو جزا واجب ہوگی۔ عمرہ کرنے والا شخص جب عمرہ کی سعی سے فارغ ہو جائے حلق

یا قصر کرالے۔ اور حج افراد والا اور تمتع والا (جس نے آٹھ تاریخ کو مکہ سے حج کا احرام باندھا تھا اور اس سے پہلے عمرہ کر کے فارغ ہو چکا تھا) اور قارن، یہ تینوں دسویں تاریخ کو منیٰ میں رمی اور قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائیں۔ اور اگر بارھویں تاریخ کا سورج چھپنے تک حلق یا قصر کو مؤخر کر دے تو یہ بھی جائز ہے بارھویں تاریخ کا سورج چھپ جانے کے بعد حلق یا قصر کریں گے تو دَم واجب ہوگا. اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ حلق یا قصر حرم ہی میں ہونا واجب ہے۔ اگر حرم کے باہر کیا تو اس کی وجہ سے ایک دَم واجب ہوگا، یہ بات پہلے لکھی جاچکی ہے کہ جس کا صرف حج کا احرام ہو، یعنی مُفرِد ہو وہ دس تاریخ کو رمی کرنے کے بعد حلق یا قصر کرا سکتا ہے کیونکہ قربانی اس پر واجب نہیں ہے مستحب ہے۔ اگر وہ مستحب پر عمل کرتا ہے تو بہتر ہے کہ قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائے اور جس شخص کا حج قران یا تمتع کا ہو وہ قربانی سے پہلے حلق یا قصر نہ کرائے، تمتع اور قران والے پر قربانی بھی واجب ہے، اور اس طرح ترتیب بھی واجب ہے کہ پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی کرے، پھر قربانی کرے پھر حلق یا قصر کرائے، اس ترتیب کے خلاف کرے گا تو دَم واجب ہوگا۔

حلق اور قصر کا طریقہ

قبلہ رُخ بیٹھ کر سر کے بال مُنڈائے یا کتروائے، اپنی داہنی جانب سے سر منڈانا یا کتروانا شروع کرے چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا چوتھائی سر کے بال کم از کم اُنگلی کے ایک پورے کے برابر کاٹ دینا احرام سے نکلنے کے لئے واجب ہے، اس سے کم مونڈنے یا کاٹنے میں احرام سے نہ نکلے گا عمرہ والا ہو یا حج والا سب کا ایک ہی حکم ہے، افضل یہ ہے کہ سارے سر کے بال منڈا دے، اگر نہ منڈائے تو سارے سر کے بال بقدر اُنگلی کے ایک پورے کے کٹوا دے گو احرام سے نکلنے کے لئے چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا بقدر ایک پورے کے کاٹ دینا کافی ہے، لیکن کچھ سر منڈانا کچھ چھوڑنا ممنوع ہے، لہٰذا پورا سر منڈاتے یا پورے سر کے بال اُنگلی کے ایک پورے کے بقدر کٹوائے تاکہ سُنّت کے خلاف نہ ہو۔ اور جب پٹھے رکھنے والا ایک پورے کے برابر بال کاٹنا چاہے تو ایک پورے سے زیادہ لے لے کیونکہ بال چھوٹے بڑے بھی ہوتے ہیں، اگر ایک پورے سے زیادہ لے گا تب ایک پورے کے برابر کٹ جانے کا یقین ہوگا، چند بال کاٹنے سے

احرام سے نہیں نکلتا خوب سمجھ لیں، اور عورت کو سر منڈانا حرام ہے، وہ بقدر ایک پورے کے بال کٹا کر ہی احرام سے نکل سکتی ہے مگر کم از کم چوتھائی سر کے بال بقدر ایک پورے کے ضرور کٹوائے۔ حلق اور قصر سے پہلے لبیں اور ناخن وغیرہ نہ کٹوائے اور نہ بغل کے بال صاف کرے ورنہ جزا واجب ہوگی۔ حلق یا قصر کے بعد تکبیر کہے اور فارغ ہو جائے تو یہ دُعا پڑھے جو بزرگوں سے منقول ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا وَقَضٰى عَنَّا

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے اس پر کہ اُس نے ہمیں ہدایت دی اور ہم پر انعام فرمایا اور ہمارے احکام

نُسُكَنَا، اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ فَاجْعَلْ لِيْ

حج کو پورا فرمایا، اے اللہ میری پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے پس میرے لئے ہر بال کے بدلہ قیامت کے

بِكُلِّ شَعْرَةٍ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَامْحُ عَنِّيْ بِهَا سَيِّئَةً

دن نور مقرر فرمادے اور ہر بال کے بدلہ میرا ایک گناہ معاف فرمادے

وَّارْفَعْ لِيْ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ الْعَالِيَةِ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ

اور بہشتِ بریں میں میرا ایک درجہ بلند فرمادے، اے اللہ میرے نفس میں

لِيْ فِيْ نَفْسِيْ وَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِلْمُحَلِّقِيْنَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ

برکت عطا فرما اور حج کو قبول فرما اے اللہ میری مغفرت فرما اور دیگر سر مونڈنے والوں اور بال کٹانے

يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ، اٰمِيْنَ

والوں کی بھی مغفرت فرما اے وسیع مغفرت والے (آمین)

حلق یا قصر کرانے کے بعد حاجی کے لئے ممنوعاتِ احرام کی پابندی ختم ہو جاتی ہے یعنی خوشبو لگانا، ناخن کاٹنا، کسی بھی جگہ کے بال کاٹنا، سِلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور چہرہ ڈھانکنا یہ سب کام جائز ہو جاتے ہیں، البتہ میاں بیوی والے خاص تعلقات حلال نہیں ہوتے وہ طواف زیارت کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

طوافِ زیارت

منیٰ میں رمی اور ذبح اور حلق یا قصر کرانے کے بعد مکہ معظمہ جا کر طواف بیت اللہ کرے، یہ طواف

حج کے فرائض میں سے ہے جس کو طوافِ رُکن اور طواف اضافہ اور طوافِ زیارت کہتے ہیں۔ اس کا اوّل وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوجاتے ہی شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے جائز نہیں ہے اور طوافِ زیارت دس۱۰، گیارہ۱۱، بارہ۱۲ تینوں دنوں میں ہوسکتا ہے، البتہ دسویں ذی الحجہ کو اس کا ادا کرلینا افضل ہے، اور جب بارہویں تاریخ کو آفتاب غروب ہوگیا تو اس کا صحیح وقت نکل گیا۔ اگر بارہ۱۲ ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے کے بعد کریگا تو طواف ادا ہوجائے گا لیکن ایک دَم واجب ہوگا۔ طوافِ زیارت کرنے کے بعد میاں بیوی والے تعلقات بھی حلال ہوجائیں گے۔

واضح رہے کہ اگر کسی نے طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی کرلی تھی تو اَب طوافِ زیارت میں رمل نہ کرے، اور اگر اس وقت سعی نہیں کی تھی تو اَب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے اور طوافِ زیارت کے شروع کے تین چکروں میں رَمَل بھی کرے۔

اَب رہا مسئلہ اضطباع کا، تو چونکہ اضطباع کا تعلق بغیر سِلے ہوئے کپڑے پہننے کی حالت سے ہے اس لئے جو شخص طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے، اگر اس نے اَب تک حلق نہیں کرایا ہے اور سِلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے ہیں تو طواف زیارت میں اضطباع کرے اور اگر حلق یا قصر کراکر سِلے ہوئے کپڑے پہن چکا ہے تو اَب اضطباع کا موقع رہا ہی نہیں، بلا اضطباع ہی طواف کرے۔

طوافِ زیارت کے بعد منیٰ کو واپسی

دسویں تاریخ کو طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپس آجائے اور گیارہویں بارہویں شب منیٰ میں گذارے اور ان دونوں دنوں میں زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے دس۱۰ تاریخ کو طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو گیارہویں بارہویں تاریخ میں سے کسی وقت، رات کو یا دن کو مکہ معظمہ جاکر طواف کرلے۔

چوتھا دن ۱۱ ذی الحجہ

اگر قربانی یا طوافِ زیارت کسی وجہ سے دس تاریخ کو نہیں کرسکا تو آج گیارہویں کو کرلے زوال آفتاب کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے زوال سے پہلے درست نہیں ہے آج کی رمی کا وقت

مستحب زوال کے بعد سے شروع ہو کر غروبِ آفتاب تک ہے، غروب کے بعد مکروہ ہے مگر بارھویں تاریخ کی صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے رمی کرلی جائے تو ادا ہو جاتی ہے دَم دینا نہیں پڑتا اور اگر بارھویں تاریخ کی صبح ہوگئی تو اب گیارھویں تاریخ کی رمی کا وقت فوت ہوگیا اس کی قضا اور جزا، دونوں لازم ہوں گی یعنی بارھویں تاریخ کو اُس دن کی رمی بھی کرے اور گیارھویں کی فوت شدہ رمی کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔ گیارھویں تاریخ کی رمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں اسی طریقہ سے مارے جس طرح دسؔ تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرچکا ہے۔ اس کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہو کر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرے، کم سے کم اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں بیسؔ آیتیں پڑھی جا سکیں۔ اس وقفہ میں تکبیر، تہلیل، استغفار و درود شریف میں مشغول رہے۔ اپنے اور اپنے احباب اور عام مسلمانوں کے لئے دُعا کرے، یہ بھی قبولیتِ دُعا کا مقام ہے اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر آئے اور اسی طرح سات کنکریاں مارے جس طرح پہلے مار چکا ہے۔ اور اس کے بعد بھی مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہو کر دُعا، و استغفار میں کچھ دیر مشغول رہے، پھر جمرۂ عقبہ پر آتے اور یہاں بھی حسبِ سابق سات کنکریوں سے رمی کرے اور اس کے بعد دُعا کے لئے نہ ٹھہرے کہ یہاں دُعا کے لئے ٹھہرنا سُنّت سے ثابت نہیں ہے، البتہ وہاں سے واپس ہو کر چلتے ہوئے دُعا مانگ لے۔

آج کی تاریخ کا اتنا ہی کام تھا جو پُورا ہوگیا، باقی اوقات اپنی جگہ پر مِنیٰ میں گذارے، ذکر اللہ، تلاوت دُعاؤں میں مشغول رہے، غفلتوں اور فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرے۔

گیارھویں تاریخ کی رمی بھی عورتوں اور کمزوروں کو آنے والی رات میں کسی وقت کرلینی چاہیئے نہ بالکل ترک کرے، نہ کسی کو نائب بنائے، رات میں بھیڑ نہیں ہوتی ہے۔

پانچواں دن ۱۲؍ذی الحجہ

آج کا کام تینوں جمرات کی رمی کرنا ہے، زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے جس طرح ۱۱؍ذی الحجہ کو کی ہے، گیارھویں کی رمی کا مسنون وقت زوال سے غروب تک ہے، اور غروب سے لے کر صبح صادق تک وقت مکروہ ہے مگر عورتوں اور ضعیفوں کے لئے مکروہ نہیں ہے، اور زوال

سے پہلے اس دن کی رمی بھی درست نہیں ہے۔ اگر آپ تک قربانی نہ کی ہو یا طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو آج سورج چھپنے سے پہلے ضرور کرے اور آج کی رمی بھی کرلے۔

۱۲ ذی الحجہ کی رمی اور مکہ معظمہ کو واپسی

۱۲ ذی الحجہ کی رمی کرنے کے بعد آپ تیرھویں تاریخ کی رمی کے لئے منٰی میں مزید قیام کرنے نہ کرنے کا اختیار رہے۔ اگر چاہے تو بارھویں تاریخ کی رمی سے فارغ ہو کر مکۂ معظمہ جاسکتا ہے بشرطیکہ غروبِ آفتاب سے پہلے منٰی سے نکل جائے۔ اگر بارھویں تاریخ کو آفتاب منٰی میں غروب ہوگیا تو آپ منٰی سے نکلنا مکروہ ہے اس کو چاہیئے کہ آج رات اور منٰی میں قیام کرے اور تیرھویں تاریخ کو رمی کرکے مکہ معظمہ جائے اور اگر منٰی میں تیرھویں کی صبح ہوگئی تو اُس دن کی رمی بھی اس کے ذمہ واجب ہوگئی، بغیر رمی کئے ہوئے جانا جائز نہیں ہے۔ اگر بغیر رمی کئے چلا جائے گا تو دَم واجب ہوگا۔ افضل یہی ہے کہ بارھویں تاریخ کی رمی کے بعد غروب سے پہلے جانا جائز ہونے کے باوجود خود اپنے ارادہ سے رات کو وہاں ٹھہرے اور صبح کو زوال آفتاب کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرکے مکہ معظمہ جائے۔ اس دن کی رمی کا وہی طریقہ ہے جو دسویں، گیارھویں کی رمی کے بیان میں ذکر ہوا، اور اس دن کی رمی کا صحیح وقت زوال سے لے کر غروب آفتاب تک ہے، آنے والی رات اس دن کے تابع نہیں ہے لہٰذا اس دن کی رمی صرف غروب سے پہلے پہلے ہوسکتی ہے، رات میں نہیں ہوسکتی اور غروبِ آفتاب تک رمی نہ کی تو رمی کا وقت ختم ہوگیا۔ اگر اس دن کی رمی واجب ہوچکی تھی اور غروبِ آفتاب تک نہ کی تو اس کے ترک کرنے سے ایک دَم واجب ہوگا۔

اگر کسی نے تیرھویں تاریخ کو صبح صادق کے بعد زوال سے پہلے رمی کرلی تو کراہت کے ساتھ ادا ہوجائے گی، زوال سے پہلے اس دن کی رمی کرنا مکروہ ہے لیکن اس کراہت کی وجہ سے دم واجب نہ ہوگا۔ بارھویں یا تیرھویں تاریخ کی رمی کرکے مکہ معظمہ آجائے اور مکہ معظمہ سے روانہ ہونے تک اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔ خصوصاً طواف کثرت سے کرے اور چاہے تو عمرہ کرتا رہے لیکن زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرے کرنے سے بہتر ہے اور جو عمرہ کرے تیرھویں تاریخ کے بعد کرے۔

طوافِ وداع

میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد رخصتی کا طواف بھی کریں۔ اس طواف کو وداع اور طوافِ صدر کہتے ہیں اور یہ حج کا آخری واجب ہے اور اس میں حج کی تینوں قسمیں برابر ہیں یعنی ہر قسم کا حج کرنے والے پر واجب ہے، یہ طواف اہلِ حرم اور حدود میقات کے اندر رہنے والوں پر واجب نہیں۔ جو عورت حج کے سب ارکان و واجبات ادا کرچکی ہے اور طوافِ زیارت کے بعد اس کو حیض آگیا اور ابھی پاک نہیں ہوئی ہے کہ اس کا محرم روانہ ہونے لگا تو طواف صدر اس کے ذمہ واجب نہیں ہے وہ اپنے محرم کے ساتھ طوافِ وداع کئے بغیر چلی جائے۔

طوافِ وداع کے لئے نیت بھی ضروری نہیں، اگر طوافِ زیارت کے بعد کوئی طوافِ نفلی کرلیا ہے تو وہ بھی طوافِ وداع کے قائم مقام ہوجاتا ہے اور اسی سے طوافِ وداع ادا ہوجاتا ہے۔ لیکن افضل یہی ہے کہ مستقل نیت سے عین واپسی کے وقت پر طوافِ وداع کرے۔

اگر طوافِ وداع کرلینے کے بعد کسی ضرورت سے پھر مکہ میں قیام کرے تو پھر چلنے کے وقت طوافِ وداع کا دوبارہ کرنا مستحب ہے طوافِ وداع کے بعد دوگانہ طواف پڑھے، پھر مستقبلِ قبلہ ہوکر زمزم کا پانی پئے، پھر حرم سے رخصت ہو اس موقع کی کوئی خاص دُعا مسنون نہیں ہے جو چاہے دُعا مانگے اور واپسی پر حسرت اور افسوس کرے اور بار بار آنے کی دُعا کرے، بعض حضرات نے اس موقع کے لئے اچھی دُعائیں تجویز کردی ہیں چاہے تو اُن کو پڑھے۔

طواف کے مسائل

مسئلہ: طواف کے لئے نیت شرط ہے، طواف کی نیت کے بغیر کعبہ شریف کے چاروں طرف چکر لگائے تو طواف نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس میں اضطباع مسنون ہے، حج کا طواف ہو یا عمرہ کا دونوں کا ایک ہی حکم ہے، اضطباع یہ ہے کہ اوپر کی چادر کے داہنے پلے کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال دے، داہنا کاندھا کھلا رہے اور دونوں پلے بائیں کاندھے پر پڑے رہیں ۔ یہ اضطباع طواف کے ساتوں چکروں میں رہے گا۔ لیکن جب طواف سے فارغ ہو کر دوگانہ طواف یعنی طواف کی دو رکعتیں پڑھنے لگے تو مونڈھے ڈھانک کر پڑھے۔ اگر اضطباع کے ساتھ نماز پڑھے گا تو مکروہ ہو گا۔

اضطباع صرف حالت طواف میں مسنون ہے۔ لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ سعی کی حالت میں بھی اضطباع کرتے ہیں حالانکہ طواف کے علاوہ اور کسی حالت میں اضطباع مسنون نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس کے شروع کے تین چکروں میں رمل کرنا بھی مسنون ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکڑ کر مونڈھے ہلاتے ہوئے کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھتے ہوئے چلے۔

مسئلہ:۔ طواف کے لئے ضروری یعنی واجب ہے کہ طواف باوضو کیا جائے اگر بے وضو طواف کر لیا تو اس کو باوضو لوٹا لیں۔ اگر دوبارہ نہ لوٹایا تو جزاء واجب ہو گی۔

مسئلہ: کعبہ شریف سے جتنا زیادہ قریب ہو کر طواف کیا جائے اتنا زیادہ ثواب ہے لیکن اس کا خیال رہے کہ دوسرے طواف کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو

مسئلہ:۔ طواف میں تیسرا کلمہ پڑھتا رہے۔ اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھے۔

مسئلہ:۔ طواف میں فضول بات چیت کرنا یا خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے البتہ شرعی مسئلہ بتانا یا دریافت کرنا یا ضروری بات کرنا مکروہ نہیں۔

مسئلہ:۔ طواف کے دوران بلند آواز سے ذکر کرنا یا دُعا کرنا جس سے طواف کرنے والوں کو یا نمازیوں کو تشویش ہو یہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہوتے ہوئے تقاضے کو دبا کر طواف کرنا مکروہ ہے،

مسئلہ:۔ حجر اسود کے استلام میں دوسرے طواف کرنے والوں کو دھکے دینا حرام ہے بہت سے لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے دوسروں کو تکلیف دے کر گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بھیڑ کی وجہ سے اگر منہ سے بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھ حجراسود کو لگائے اور ہاتھوں کو چوم لے، اگر ایک ہی ہاتھ لگا سکے تو داہنا ہاتھ لگائے اور اسے چوم لے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی لکڑی سے حجراسود کو چھوئے اور اس لکڑی کو بوسہ دے[1] (اگرچہ بہت زیادہ بھیڑ میں یہ بھی ممکن نہیں ہوتا) مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر دونوں ہتھیلیوں کو حجراسود کی طرف اس طرح کرے کہ پشت ہتھیلیوں کی اپنے چہرہ کی طرف رہے پھر ہتھیلیوں کو بوسہ دے لے۔

مسئلہ:۔ بعض لوگ حجراسود پر خوشبو لگا دیتے ہیں جو شخص احرام میں ہو خوشبو لگی ہونے کی صورت میں منہ یا ہاتھ سے حجراسود کا استلام نہ کرے بلکہ صرف آخری صورت اختیار کرے جو اوپر بیان ہوئی۔

مسئلہ:۔ طواف کرتے ہوئے کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا منع ہے۔

مسئلہ:۔ حجراسود اور کعبہ شریف کی چوکھٹ کے علاوہ کعبہ شریف کے کسی گوشہ یا دیوار کو بوسہ دینا منع ہے، البتہ صرف رکن یمانی کو ہاتھ لگائے بوسہ نہ دے۔

مسئلہ:۔ جس طواف کے شروع کے تین چکروں میں رمل کرنا مسنون ہے اگر ہجوم زیادہ ہو جس میں رمل کرنے کا موقع نہ ہو تو ہجوم کم ہونے تک طواف کو مؤخر رکھے پھر جب ہجوم کم ہو جائے تو رمل کے ساتھ طواف کرے۔

مسئلہ:۔ رمل کے ساتھ طواف شروع کیا اور پھر اتنا زیادہ ہجوم ہو گیا کہ رمل نہیں کر سکتا تو رمل کو موقوف کر دے اور طواف پورا کرے۔

مسئلہ:۔ رمل کرنا بھول گیا اور ایک یا دو چکر کرنے کے بعد یاد آیا تو تین چکروں میں سے جتنے چکر باقی ہوں ان میں رمل کرے۔ اگر شروع کے تین چکروں کے بعد رمل یاد آیا تو اب رمل نہ کرے۔

مسئلہ:۔ طواف کرنے والے کو اگر چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو جس پھیرے میں شک ہو

---

[1] عن زبیر بن عربی قال سأل رجل ابن عمر عن استلام الحجر فقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستلمہ ویقبلہ۔ وعن ابن عباسؓ قال طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع علی بعیر یستلم الرکن بمحجن (متفق علیہ) مشکوٰۃ ص ۲۲۷

اس کا اعادہ کرے۔ مثلاً یہ شک ہو کہ چھ پھیرے ہوتے ہیں یا سات تو ایک چکر اور کرے تاکہ یقین ہو جائے کہ سات چکر پورے ہوگئے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد حرام کی چھت پر چڑھ کر طواف کرے تب بھی طواف ہو جائے گا۔ اگرچہ کعبہ شریف سے اونچا ہو جائے۔

مسئلہ: طواف کرتے ہوئے دھکم دھکا کرنا سخت منع ہے خاص کر عورتیں سختی کے ساتھ اس سے پرہیز کریں بلکہ عورتوں کو رات میں یا دن کو کسی ایسے وقت طواف کرنا چاہیئے جس میں مردوں کا ہجوم نہ ہو۔ اور طواف میں جہاں تک ہو سکے مردوں سے علیحدہ ہو کر طواف کریں۔

نفلی طواف

مسئلہ: قیام مکہ کے دوران جس قدر ممکن ہو نفل طواف کرتا رہے اور مکہ معظمہ کے قیام کو غنیمت جانے بازاروں میں نہ گھومے۔ نفلی طواف کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ اور طواف وہ عبادت ہے جو مکہ معظمہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہو سکتی حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر بہت سے لوگ بکثرت عمرے کرتے ہیں۔ اور کثرت سے عمرے کرنا بھی اگرچہ ثواب کا کام ہے۔ لیکن زیادہ عمرے کرنے کی بنسبت زیادہ طواف کرنا افضل ہے۔ کوئی شخص تنعیم جائے اور وہاں عمرہ کا احرام باندھے پھر وہاں سے واپس آتے اور طواف وسعی کرے اور حلق یا قصر کرے تو اتنے وقت میں وہ ایک ہی طواف کر سکے گا۔ یعنی عمرہ کا طواف لیکن اگر عمرہ نہ کرتا تو اتنے وقت میں دس بیس طواف کر لیتا، لہٰذا طواف زیادہ کرنے کی طرف توجہ دینا چاہیئے۔

دوگانہ طواف کے مسائل

ہر طواف کے بعد (فرض ہو یا واجب یا نفل) دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے اور ان دو رکعتوں کا مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا افضل ہے لیکن اگر وہاں جگہ نہ ملے تو حرم میں کسی بھی جگہ پڑھ لے۔

مسئلہ: طواف ختم کرنے کے بعد ہی بلا تاخیر طواف کی دو رکعتیں پڑھنا مسنون ہے اور تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر وقت مکروہ ہو تو اس کے گذر جانے کے بعد پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی نے عصر کے بعد طواف کیا تو سورج غروب ہونے کا انتظار کرے۔ اور مغرب کے فرضوں کے

بعد سنتوں سے پہلے طواف کی رکعتیں پڑھ لے اسی طرح اگر فجر کے بعد طواف کرلیا تو سورج چڑھ جانے کے بعد جب اشراق ہو جائے اس وقت طواف کی دو رکعتیں پڑھے۔[1]

سعی کے مسائل

مسئلہ:- صفا اور مروہ کے درمیان حج وعمرہ میں سعی کرنا واجب ہے، لیکن اس سے پہلے طواف ہونا ضروری ہے طواف کے بغیر سعی معتبر نہ ہوگی۔

مسئلہ:- سعی کے چکر لگاتار کرنا ضروری نہیں ہے اگر طواف کرنے کے بعد متفرق طور پر سعی کے چکر ادا کرے، مثلاً ایک چکر صبح کیا اور ایک دوپہر کو اور ایک شام کو اور اسی طرح چکر پورے کرلئے اگرچہ اس میں کئی دن لگ جائیں تو اس طرح بھی سعی ادا ہو جائے گی اور اس سے کوئی دم لازم نہ ہوگا۔

مسئلہ:- اگر کوئی شخص بے وضو سعی کرے تو سعی ہو جاتی ہے اس سے کوئی دم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ:- اگر کسی عورت نے عمرہ کا طواف باوضو صحیح حالت میں کرلیا اور اس کے بعد ایام شروع ہوگئے اور اسی حالت میں سعی کرلی تو سعی ادا ہوگئی۔

مسئلہ:- بلا عذر گاڑی پر سعی کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایسا کرلیا اور پھر دوبارہ سعی کو پیدل چل کر نہ لوٹایا تو دم واجب ہوگا۔

حلق اور قصر کے مسائل

احرام سے نکلنے کے لئے حدود حرم میں حلق یا قصر واجب ہے۔ اگر کسی نے حدود حرم سے باہر (مثلاً جدہ یا مدینہ منورہ) جاکر حلق یا قصر کیا تو دم واجب ہوگا، ہاں اگر حدود حرم سے باہر نکل گیا اور وہاں حلق یا قصر نہ کرایا، پھر حرم میں واپس آکر حلق یا قصر کیا تو دم واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ:- احرام سے نکلنے کے لئے حسب قاعدہ سر کے بال منڈائے یا کٹائے اور اس سے پہلے نہ ناخن کاٹے، نہ لبیں تراشے، نہ بغل کے بال لے اگر سر منڈانے یا کٹوانے سے پہلے ناخن کاٹے یا لبوں یا بغلوں یا مونچھ کے بال دور کئے تو جزا واجب ہوگی۔

---

[1] آج کل مسجد حرام میں اذانِ مغرب کے بعد پانچ منٹ توقف کر کے نماز کھڑی ہوتی ہے اس وقفہ میں طواف کی رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

حج فوت ہوجانے کے احکام

مسئلہ: جس شخص نے حج کا احرام باندھا اور نویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے پہلے پہلے عرفات میں نہ پہنچ سکا تو اس کا حج فوت ہوگیا ایسے شخص کو فائت الحج کہا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب حج فوت ہوجائے تو اسی احرام سے عمرہ کے افعال یعنی طواف اور سعی کرکے بال منڈا کر احرام سے نکل جائے اور طواف شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا شروع کردے۔

مسئلہ: اگر فائت الحج مفرد تھا تو اس پر صرف حج کی قضا واجب ہے اور اگر قارن تھا جس نے عمرہ نہیں کیا تھا تو یہ شخص اول تو ایک طواف اور سعی عمرہ کے لئے کرے اس کے بعد ایک عمرہ حج فوت ہوجانے کی وجہ سے کرے اس کے بعد بال منڈا کر حلال ہوجائے اور اس صورت میں اس پر صرف حج کی قضا واجب ہوگی اور دم قران ساقط ہوجائے گا اور قضا میں عمرہ کرنا واجب نہ ہوگا اور طواف ثانی شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا ختم کردے اور اگر عمرہ کرچکا تھا تو اس کا وہی حکم ہے جو مفرد کا حکم اوپر بیان ہوا یعنی حج فوت ہوجانے کی وجہ سے عمرہ کے افعال ادا کرکے اور حلق یا قصر کرکے حلال ہوجائے اور حج کی قضا کرے اور اگر متمتع تھا (جس نے عمرہ کرکے بال منڈا کر حج کا احرام باندھا ہے) تو حج فوت ہو جانے کی وجہ سے عمرہ کرے اور حلق یا قصر کرکے حلال ہوجائے اور آئندہ حج کی قضا کرے۔

مسئلہ: جس کا حج فوت ہوجائے اس پر طواف وداع اور قربانی واجب نہیں ہوتی اور اس سے دم قران اور دم تمتع ساقط ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: حج فرض ہو یا نفل یا نذر مان کر واجب کرلیا سب کے فوت ہوجانے کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: عمرہ فوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے اور یوم عرفہ کے یوم عید الاضحیٰ اور ایام تشریق کے علاوہ سال بھر میں کسی بھی دن یا رات میں عمرہ ادا کیا جاسکتا ہے، اور ایام مذکورہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر کسی نے ان ایام میں عمرہ کرلیا تو وہ بھی کراہت کے ساتھ ادا ہوجائیگا۔

احصار کے احکام

کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفات اور طواف دونوں کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں رہتی مثلاً کسی دشمن نے روک دیا یا کسی حاکم نے قید کرلیا یا پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی اتنا لنگڑا ہوگیا کہ چل پھر نہیں سکتا یا بہت زیادہ مریض ہوگیا یا رقم چوری ہوگئی اور پیدل سفر کرنے سے عاجز ہے تو ان صورتوں کو احصار کیا جاتا ہے اور جب اُن سے کوئی صورت کسی احرام والے کو پیش آجائے تو اسے "مُحصَر" کہتے ہیں۔ ذیل میں "مُحصَر" کے احکام لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ: جس نے صرف حج کا احرام باندھا اور امور مذکورہ میں سے کسی وجہ سے محصر ہوجائے تو احصار کے زائل ہونے کا انتظار کرے احصار دُور ہونے کے بعد اگر حج مل سکے تو حج کرلے اور حج نہ ملے تو عمرہ کرکے حلال ہوجائے کیونکہ اب یہ محرم فائتُ الحج ہوگیا اور اگر ایسی صورت ہے کہ جس وقت احصار ہوا ہے اس وقت سے لے کر حج کی تاریخ میں دیر ہے اور انتظار کرنے میں دقت ہے اور جلد حلال ہونا چاہتا ہے تو کسی شخص کو ایک دم یا دم کی قیمت دے کر حرم میں بھیج دے تاکہ وہ اس کی طرف سے حرم میں جاکر قربانی کردے اور تاریخ اور ذبح کا وقت پہلے سے متعین کردے۔ جانور یا جانور کی قیمت بھیجنے کے بعد چاہے تو اسی جگہ ٹھہرا رہے جہاں احصار ہوا ہے یا اپنے گھر واپس آجائے یا اور کسی جگہ چلا جائے جب حرم میں جانور ذبح ہوجائے گا تو یہ شخص احرام سے نکل جائے گا اور یہ محصر اگر قارن ہے تو چونکہ اس کے دو احرام ہیں اس لئے دو دَم یا دو دَم کی قیمت بھیج دے اور ذبح کی تاریخ اور وقت متعین کردے، ایک جانور احرام حج سے نکلنے کے لئے اور ایک احرامِ عمرہ سے نکلنے کے لئے حرم میں ذبح کرادے۔ جب یہ دونوں جانور ذبح ہوجائیں گے تو احرام سے نکل جائے گا۔ اگر اس نے صرف ایک دم دیا تو اس وقت تک احرام سے نہ نکلے گا جب تک حرم میں دوسرا جانور ذبح نہ کرائے کیونکہ قارن دونوں احراموں سے ایک ہی ساتھ حلال ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھا اور اس کے بعد طواف عمرہ سے روک دیا گیا تو ایسا شخص بھی محصر ہے وہ بھی حرم میں قربانی کرا کر حلال ہوسکتا ہے۔

مسئلہ:- مذکورہ بالا طریقہ پر جب تک احرام سے نہ نکلے گا اور کوئی فعل موجب جنایت کر بیٹھے گا تو یہ احرام پر جنایت ہوگی، اور جنایت کا کفارہ واجب ہوگی۔

مسئلہ:- اگر جانور حرم میں ذبح نہیں ہوا بلکہ حل میں ذبح ہوا ہے تو اس سے بھی حلال نہ ہوگا. جب تک حرم میں ذبح نہ ہو اس وقت تک احرام ہی میں رہے گا اور کوئی جنایت ہو جائے گی. تو اس کا کفارہ دینا واجب ہوگا۔

مسئلہ:- ذبح کرانے والے سے جس وقت ذبح کا وعدہ لیا ہے اس نے اگر اس وقت سے ایک دو روز پہلے ذبح کر دیا تب بھی محصر اسی دم سے حلال ہو جائے گا۔

مسئلہ:- حرم میں جانور ذبح ہو جانے سے محصر احرام سے نکل جاتا ہے۔ احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا قصر لازم نہیں لیکن مستحسن اور افضل ہے۔

مسئلہ:- دم احصار کے لئے ایام نحر میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے۔ حرم میں ذبح ہونا شرط ہے۔

مسئلہ:- محصر احرام سے نکلنے کے لئے جو دم ذبح کرائے وہ ایک سال کا بکرا یا بکری ہو عیوب سے سالم ہو اور اس کے جواز کے لئے وہی شرطیں ہیں جو قربانی کے جانور میں مشروط ہیں۔

مسئلہ:- محصر جب حرم میں جانور ذبح کرا کے حلال ہو جائے تو جب بھی احصار ختم ہو جائے آئندہ جب حج کی تاریخ آجائے اس حج کی قضا کرے جس کے احرام سے نکلا ہے۔ اگر احرام حج سے حلال ہوا تھا تو قضا میں ایک حج اور ایک عمرہ ادا کرے اور اگر قران کے احرام سے حلال ہوا تھا تو اس پر ایک حج اور دو عمرے کرنا لازم ہے یہ سب اس صورت میں ہے جب اس سال حج کا وقت نکل گیا ہو۔

مسئلہ:- اگر ایسی صورت ہے کہ حرم میں دم دے کر حلال ہونے کے بعد احصار زائل ہو گیا اور حج کرنے کا موقعہ مل رہا ہے یعنی عرفات تک پہنچ سکتا ہے اور اسی سال دوبارہ احرام باندھ کر حج لیا تو قضا کی نیت کی ضرورت نہ ہوگی اور عمرہ زائد کرنا بھی واجب نہ ہوگا اور اگر یہ شخص قارن تھا اور اسی سال عمرہ اور حج کا نیا احرام باندھ کر ادا کرنے پر قادر ہو گیا اور احرام سے قران کر لیا تب بھی نہ قضا کی نیت کرنی ہوگی نہ زائد کوئی عمرہ کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ:- اگر حج نفل سے احصار کی وجہ سے حلال ہوا تھا اور احصار زائل ہونے کے بعد اسی سال حج کر لیا تب بھی اس حج میں قضا کی نیت ضروری نہیں اور اگر اس سال کے بعد حج کیا تو قضا کی نیت واجب

ہوگی۔

مسئلہ:۔ محصر اگر حج فرض کے احرام سے حلال ہوا تھا تو اس کے لئے قضا کی نیت واجب نہیں خواہ احصار ہی کے سال حج کرے یا بعد میں۔

مسئلہ:۔ ہر محصر پر قضا واجب ہے خواہ حج فرض ہو یا حجِ نفل، اپنا حج ہو یا حج بدل، عمرہ کے احرام والا اگر محصر ہو گیا اور حرم میں دمِ ذبح کر کے حلال ہو گیا تو وہ بھی عمرہ کی قضا کرے۔

مسئلہ:۔ اگر قارن یا مفرد طواف یا وقوف عرفہ دونوں میں سے کسی ایک پر قادر ہو تو اس پر محصر کے احکام جاری نہ ہوں گے اگر وقوف عرفہ ہو چکا ہے اور طوافِ زیارت سے روک دیا گیا تو اس کا حج ہو گیا بال منڈا کر احرام سے نکل جائے لیکن جب تک طواف نہ کرے گا بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی، اور طوافِ زیارت جب چاہے زندگی میں کر سکتا ہے۔ لیکن بارہ ذی الحجہ گذر جانے کے بعد طواف زیارت کرے گا تو اس کے لئے ایک دم واجب ہوگا۔ اور اگر صرف وقوف عرفہ سے روکا گیا تو جب تک حج کا وقت باقی ہے احصار زائل ہونے کا انتظار کرے موقع مل جائے تو حج کرے اور اگر حج کی تاریخ گزر جانے تک احصار باقی رہے تو عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جائے اور چونکہ یہ شخص فایت الحج ہو گیا اس پر قضا لازم ہوگی جس کی تفصیل فایت الحج کے احکام میں گذر چکی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر مکۂ مکرمہ میں پہنچ کر حج کے احرام والا شخص وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت دونوں سے روک دیا جائے تو وہ بھی محصر ہے۔ وہ بھی حرم میں جانور ذبح کر کے حلال ہو سکتا ہے۔ اگر حج کی تاریخ نکلنے تک محصر ہی رہا اور دم دے کر احرام سے نہ نکلا تو اب فایت الحج ہو گیا۔ لہٰذا اسی احرام سے عمرہ کر کے اور حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائے اور اگر صرف وقوف سے روکا گیا تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اگر طواف زیارت سے روکا گیا تو وقوف عرفات کے بعد زندگی میں کبھی بھی طواف زیارت ادا ہو سکتا ہے البتہ ایام نحر کے بعد طواف زیارت کرنے سے دم واجب ہوگا۔

حج بدل کے احکام

مالی عبادات جیسے زکوٰۃ صدقہ فطر ان میں دوسرے کو نائب بنا کر ادا کرا دینا جائز ہے اسی طرح وہ عبادات جو مالی بھی ہوں اور بدنی بھی یعنی دونوں سے مرکب ہو جیسے حج اور عمرہ ان میں بھی نائب بنایا جاسکتا ہے، البتہ بدنی عبادت نماز روزے میں نیابت نہیں ہوسکتی یعنی کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا اور روزہ بھی نہیں رکھ سکتا، حضرت ابو رزینؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں حج اور عمرہ کی استطاعت ان میں نہیں ہے اور وہ سفر بھی نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر لو۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح کما فی المشکوٰۃ ص۲۲۲)

اگر کسی کو اپنے مال سے زندہ یا مردہ عزیز قریب استاد مرشد کی طرف سے حج بدل کرنا ہے جس سے ثواب پہنچانا مقصود ہو اور جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس پر حج فرض نہیں ہے تو اس میں کوئی شرط نہیں جس میقات سے چاہے جونسا حج کرنا چاہے ادا کرے یا کسی دوسرے شخص سے حج کرادے۔ اس میں یہ بھی شرط نہیں کہ جس کی طرف سے حج ادا کر رہا ہے اس نے نائب بنایا ہو یا وصیت کی ہو۔ البتہ حج فرض کی ادائیگی کے لئے جو حج اسی کے مال سے ادا کیا جا رہا ہو جس کی طرف سے حج کرنا ہے اس میں بہت سی شرطیں ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس سلسلے کے ضروری مسائل اور احکام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ آگے مسائل سمجھنے کے لئے آمر اور مامور کی اصطلاح پہلے ذہن نشین کر لیں جو شخص کسی کو حج بدل کے لئے بھیجتا ہے اس کو آمر کہتے ہیں، اور جسے حج کے لئے بھیجا جاتا ہے اسے مامور کہتے ہیں۔

مسئلہ: جس شخص پر حج فرض ہوگیا اور اس نے زمانہ حج کا پایا مگر حج نہیں کیا پھر کوئی عذر ایسا پیش آگیا جس کی وجہ سے خود حج کرنے پر قدرت نہیں رہی مثلاً ایسا بیمار ہوگیا جس سے شفاء کی امید نہیں یا نابینا یا اپاہج ہوگیا یا بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کمزور ہوگیا کہ خود سفر کرنے پر قدرت نہ رہی تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج کرادے یا یہ وصیت کردے کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے میرے مال سے حج بدل کرا دیا جائے۔ (یہ وصیت بعد ادائے دین تہائی مال میں نافذ ہوگی)

مسئلہ:- اگر کسی نے اپنے آپ کو معذور و مجبور جان کر حج بدل کرا دیا اور اس کے بعد خود حج کرنے پر قادر ہوگیا تو خود حج کرنا فرض ہوگیا اور جو حج بدل کرا دیا ہے وہ حج نفل ہو جائے گا۔

مسئلہ:- اگر عورت کے پاس بقدر ضرورتِ حج مال موجود ہو مگر ساتھ جانے کے لئے کوئی محرم نہیں ملتا یا ملتا ہے مگر وہ اپنا خرچ برداشت نہیں کر سکتا اور عورت کے پاس اتنا مال نہیں کہ اپنے خرچ کے علاوہ محرم کا خرچ بھی خود برداشت کرے تو موت سے پہلے یہ وصیت کر دے کہ میری طرف سے حج بدل کرا دیا جائے یہ وصیت تہائی مال میں نافذ ہوگی۔

مسئلہ:- بہتر یہ ہے کہ حج بدل اس شخص سے کرایا جائے جس نے پہلے اپنا حج ادا کر لیا ہو، اگر ایسے شخص سے حج بدل کرایا جس نے ابھی اپنا حج ادا نہیں کیا اور اس پر حج فرض بھی نہیں ہے تو حج بدل ادا ہو جائے گا مگر خلاف اولیٰ ہوگا۔

اور اگر اپنا حج فرض ہونے کے باوجود اس نے ابھی تک حج فرض ادا نہیں کیا تو اس سے حج بدل کرانا مکروہ تحریمی ہے مگر آمر کا حج فرض پھر بھی ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ:- حج بدل اُجرت و معاوضہ کے طور پر کرنا جائز نہیں حج کرنے پر معاوضہ و اُجرت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں اگر کسی نے اُجرت طے کر کے حج بدل کرا دیا تو کرنے والا اور کرانے والا دونوں گناہ گار ہوتے البتہ حج پھر بھی آمر ہی کا ادا ہو جائے گا اور جو اُجرت لی ہے وہ واپس کرنا لازم ہوگا۔ جتنا روپیہ حج کے مصارف میں خرچ کیا ہے مامور کو وہی دیا جائے گا۔

مسئلہ:- حج بدل فرض کے مصارف میں آمر کا روپیہ خرچ ہونا ضروری ہے البتہ اگر زیادہ روپیہ حج کرنے والے کا ہو اور کچھ تھوڑا سا حج بدل پر جانے والے نے اپنی طرف سے خرچ کر دیا ہو تب بھی آمر کا حج فرض ادا ہو جاتے گا۔

مسئلہ:- حج بدل فرض پر جانے والے کے لئے لازم ہے کہ آمر ہی کی میقات سے اسی کی طرف سے احرام باندھے۔

مسئلہ:- حج کے بعد مامور کو آمر کے وطن لوٹ کر آنا افضل ہے لیکن اگر واپس نہ آیا اور مکہ مکرمہ ہی میں رہ گیا تو یہ بھی جائز ہے، لیکن واپسی کا اگرچہ جو بچ رہا ہے وہ واپس کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ:- اگر مامور آمر کے حج سے فارغ ہو کر اپنی طرف سے عمرہ کرے تو جائز ہے، لیکن اپنے

عمرہ کا خرچ اپنے پاس سے کرے آمر کے مال سے نہ کرے۔

مسئلہ:۔ دوسرے کا حج فرض ادا کرنے کے لئے حج بدل کرنا اپنا نفلی حج ادا کرنے سے افضل ہے۔

مسئلہ: مدینہ منورہ آنے جانے کا خرچہ اور وہاں کے قیام کے اخراجات آمر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔

مسئلہ: ضروری نہیں کہ مرد مرد کی طرف سے اور عورت عورت کی طرف سے حج بدل کرے اگر مرد نے عورت کی طرف سے یا عورت نے مرد کی طرف سے حج بدل ادا کر لیا تب بھی ادائیگی ہو جائے گی۔ مگر عورت کے لئے سفر میں جانے کے لئے ضروری ہے کہ محرم ساتھ ہو۔ نیز شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کے حج بدل کے لئے سفر نہ کرے۔

مسئلہ:۔ مامور آمر کے مال سے کسی کی دعوت نہ کرے اور نہ کسی کو کھانے میں شریک کرے اور نہ کسی کو قرض دے، ہاں اگر آمر نے ان چیزوں کی اجازت دی ہے تو جائز ہے، لیکن مرنے والے کے مال سے حج کرنے کی صورت میں اس کے بالغ وارثوں کی اجازت ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ اگر مامور نے قران کیا ہے تو قربانی کا خرچہ مامور پر ہے۔

مسئلہ:۔ اگر احرام باندھنے کے بعد احصار ہو جائے تو دم احصار آمر کے مال سے دے سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ جس سال آمر نے حج کا حکم دیا اگر مامور نے اس سال حج نہ کیا بلکہ دوسرے سال آمر کی طرف سے حج کیا تب بھی آمر کا حج ادا ہو جائے گا اور مامور پر ضمان واجب نہ ہو گا۔

مسئلہ:۔ اگر آمر نے مامور کو اجازت دی تھی کہ بوقتِ ضرورت قرض لے لینا جو قرض لو گے میں ادا کر دوں گا تو ضروریات حج کے لئے مامور قرض بھی لے سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص پر حج فرض تھا اور وہ اپنے مال سے حج کرانے کی وصیت کئے بغیر مر گیا۔ اور اس کی طرف سے اس کی اولاد نے یا کسی دوسرے وارث نے حج بدل کر لیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مرنے والے کا حج ادا ہو جائے گا۔ لیکن جس پر حج فرض ہوا اور خود ادا نہ کیا وہ اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت ضرور کرے، کوئی ضروری نہیں کہ وارث اس کی طرف سے حج بدل کریں یا کسی کو بھیج کر حج کرا دیں، حج بدل کرنے کی وصیت کر کے مرے گا تو اب ذمہ داری وارثوں کی ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ حج بدل کے تمام ضروری مصارف حج کرانے والے کے ذمہ ہوں گے جس میں آنے جانے کا کرایہ اور قیام مکہ معظمہ منیٰ وعرفات کے مکان یا خیمہ کا کرایہ اور کھانے پینے اور کپڑے دھلوانے کے اخراجات سب داخل ہیں اور احرام کے کپڑے اور سفر کے لئے ضروری برتن اور دیگر ضروری اشیاء کی خریداری یہ سب کچھ آمر کے ذمہ ہوگی، لیکن کپڑے اور برتن وغیرہ حج سے فارغ ہونے کے بعد آمر یعنی حج کرانے والے کو واپس دینا ہوں گے اسی طرح خرچ کرنے کے بعد اگر کچھ نقد رقم بچے تو وہ بھی واپس کرنا ہوگی البتہ حج بدل کرانے والے نے اگر اپنے پیسے سے حج کرایا ہو اور وہ حج کرنے والے کو باقی رقم اب دیدے یا پہلے ہی سے اس نے کہہ دیا کہ حج سے فارغ ہو کر جو سامان بچے اور باقی ماندہ رقم تمہارے لئے میری طرف سے ہبہ ہے تو حج کرنے والا باقی مال کو اپنے خرچ میں لا سکتا ہے۔ اور اگر آمر نے میت کے مال سے میت کی طرف سے حج بدل کرایا ہو اور مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ حج کے اخراجات کے بعد جو مال بچے وہ حج کرنے والے کو دیدیا جائے تب بھی اس کو باقی مال دیدینا درست ہوگا بشرطیکہ حج کے مصارف اور یہ زائد مال مرنے والے کے مال میں سے تہائی مال میں پورا ہو جاتا ہو اگر تہائی مال سے زائد خرچ ہو رہا ہو تو وارثوں کی اجازت کے بغیر لینا دینا جائز نہیں ہے۔ لیکن نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ:۔ حج بدل کا سفر آمر یعنی حج کرانے والے کے وطن سے شروع کرلیا جائے۔

مسئلہ:۔ مامور یعنی حج بدل کرنے والے پر لازم ہے کہ احرام باندھنے کے وقت اس شخص کے حج کی نیت کرے جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہے اور بہتر یہ ہے کہ احرام کے ساتھ جو تلبیہ پڑھے اس میں یہ الفاظ بھی کہے لَبَّيْكَ عَنْ فُلَانٍ۔ فلاں کی جگہ اس کا نام ذکر کرے۔

مسئلہ:۔ مامور پر لازم ہے کہ آمر یعنی حج کرانے والے کی مخالفت نہ کرے اگر اس نے آمر کے خلاف کیا تو اس کا حج بدل ادا نہیں ہوگا بلکہ یہ حج خود مامور کی طرف سے ہو جائے گا اور اس پر لازم ہوگا کہ آمر کی جو رقم اس نے حج پر خرچ کی ہے وہ اس کو واپس کرے۔

مسئلہ:۔ اگر آمر نے صرف حج کے لئے کہا ہے تو اس کو قران اور تمتع کرنا جائز نہیں ہے اگر مامور نے مخالفت کی تو یہ حج آمر کا نہیں بلکہ مامور کا اپنا حج ہو جائے گا اور مصارف حج واپس کرنے ہوں گے۔

مسئلہ:۔ اگر آمر یعنی حج بدل کرانے والے نے اس کو عام اجازت دیدی کہ تمہیں اختیار ہے جس طرح کا چاہو میری طرف سے حج کرلو خواہ افراد یعنی صرف حج کرلو خواہ قران یعنی حج وعمرہ دونوں ایک ساتھ احرام

باندھ لو یا تمتع کر لو تو اس صورت میں مامور کے لئے افراد اور قران تو باتفاق جائز ہیں مگر تمتع کے بارے میں فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس سے آمر کا حج ادا نہ ہوگا اگرچہ اس نے اس کی اجازت دی ہو (گو مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا) لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ مامور کو حج تمتع کی اجازت نہ دی جائے البتہ حالات حاضرہ کے پیش نظر بعض اکابر نے آمر کی اجازت سے تمتع کرنے اور اس سے آمر کا حج ادا ہو جانے کی گنجائش نکالی ہے مگر پھر بھی احتیاط لازم ہے کوشش کی جائے کہ حج بدل کو جانے والا ایسے جہاز سے جائے جس کے پہنچنے کے بعد حج میں زیادہ دیر نہ ہو تاکہ حج میقاتی ہو سکے اور تمتع کرنے کے لئے مجبور نہ ہو۔

حج کی وصیّت کرنا

جس شخص پر حج فرض ہو گیا لیکن ادا نہیں کیا اور موت آنے لگی اس پر واجب ہے کہ اپنے مال سے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کر دے اگر وصیت کئے بغیر مر جائے گا تو گناہ گار ہوگا۔ لیکن اگر حج فرض ہونے کے بعد اسی سال حج کے لئے روانہ ہو گیا اور راستہ میں موت آ گئی تو اس پر حج بدل کی وصیت کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ: وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے اور اگر میّت پر قرض ہو تو قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے اس کے ⅓ میں حج بدل کی وصیت اور دیگر تمام وصیتیں نافذ ہوں گے وصیت کی صورت میں تہائی مال سے حج کرایا جائے مرنے والے نے تہائی مال کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ البتہ اگر بالغ وارث اپنی خوشی سے تہائی مال سے زیادہ دے دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر تہائی مال میں گنجائش حج بدل کی نہ ہو اور بالغ ورثاء اپنی طرف سے مزید مال دینے کے لئے راضی نہ ہوں تو جس جگہ سے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے وہاں سے کسی کو حج بدل کے لئے مامور کر دیا جائے۔

جنایات کا بیان

ممنوعاتِ احرام اور ان کی خلاف ورزی پر جزاء کی تفصیلات

جنایات جمع ہے جنایت کی، احرام کی پابندیوں کی خلاف ورزیوں کو جنایت کہتے ہیں، اور جنایت پر جو کچھ واجب ہوتا ہے اُس کو جزاء کہتے ہیں۔

احرام کی جنایات آٹھ ہیں۔

(۱) خوشبو استعمال کرنا۔

(۲) مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا۔

(۳) مرد کو سر اور چہرہ ڈھانکنا اور عورت کو صرف چہرہ ڈھانکنا۔

(۴) بال دُور کرنا۔

(۵) ناخن کاٹنا

(۶) میاں بیوی والے خاص تعلق کو کام میں لانا۔

(۷) واجباتِ حج سے کسی واجب کو ترک کرنا۔

(۸) خشکی کے جانور کا شکار کرنا۔

مسئلہ: جنایت قصداً کرے یا خطاً یا بھول کر مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، خوشی سے کرے یا کسی کی زبردستی سے، سوتے میں کرے یا جاگتے میں، نشہ میں ہو یا بیہوش، مالدار ہو یا تنگدست، خود کرے یا کسی کے کہنے سے، معذور ہو یا غیر معذور سب صورتوں میں جزاء واجب ہوگی۔

مسئلہ: جنایت قصداً کرنا سخت گناہ ہے اگر جنایت ہو جائے تو توبہ بھی کریں اور جزاء بھی دیں قصداً ارتکابِ جنایت سے حج مبرور نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ پیسہ کے زعم میں قصداً جنایت کرتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ دم دے دیں گے یہ گنہگاری کی بات ہے، حج کے مبرور و مقبول ہونے کے لئے ہر گناہ سے اور احرام کی ہر جنایت سے سختی کے ساتھ بچیں۔

قاعدہ: جنایتِ احرام میں قارن پر عمرہ ادا کرنے سے پہلے دو جزائیں واجب ہوتی ہیں کیونکہ اس کے دو احرام ہوتے ہیں اور مفرد پر ایک جزا واجب ہوتی ہے البتہ قارن اگر میقات سے بلا احرام کے گزر جائے تو صرف ایک ہی دم واجب ہوگا۔

قاعدہ: جس جگہ جزا میں مطلق "دم" بولا جائے اس سے مراد ایک سال کی بکری یا بھیڑ یا دنبہ ہوتا ہے اور گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ بھی اس کے قائم مقام ہو سکتا ہے اور دم میں قربانی کے جانور کی تمام شرائط کا اعتبار کرنا لازم ہے سالم اُونٹ یا سالم گائے صرف دو جگہ واجب ہوتی ہے۔ ایک تو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرنا دوسرے وقوف عرفہ کے بعد طواف زیارت اور سر منڈوانے سے پہلے جماع یعنی ہمبستری کرنا۔

قاعدہ: جس جگہ مطلق صدقہ بولا جائے اس سے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو مراد ہوتا ہے اور جس جگہ صدقہ کی مقدار متعین کر دی جائے اس سے مراد خاص وہی مقدار ہوتی ہے صاع ۸۰ روپیہ کے سیر سے کچھ اُوپر ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ صدقہ میں گیہوں یا گیہوں کے آٹے سے نصف صاع یعنی

پونے دو سیر آدھی چھٹانک انگریزی سیر سے دیا جائے اور جَو یا جَو کا آٹا، کھجور، کشمش سے پورا ایک صاع دیا جائے اور صدقہ کی جو مقدار بتائی ہے اس کی قیمت دینا بھی جائز بلکہ افضل ہے۔ اب سیر کا رواج چھوٹ گیا ہے۔ پونے دو کیلو کے لگ بھگ نصف صاع ہوتا ہے، اس کی قیمت دینے سے ادائیگی ہو جائے گی۔

جس جگہ متعین طور سے دم واجب ہو اس جگہ دم کے عوض طعام اور روزے جائز نہ ہوں گے۔

کسی جنایت کی وجہ سے جو دم واجب ہوگا وہ حدودِ حرم ہی میں ذبح کرنا لازم ہے اور جو صدقہ واجب ہو اس کی ادائیگی کے لئے حدودِ حرم شرط نہیں ہے۔ دوسری جگہ کے فقراء پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے۔

دم جنایت میں سے خود کھانا جائز نہیں ہے اور مالدار یعنی صاحب نصاب بھی اس میں سے نہیں کھا سکتا۔ غیر صاحبِ نصاب جسے زکوٰۃ دینا جائز ہو وہ کھا سکتا ہے۔ جنایت کی وجہ سے جو دم یا صدقہ واجب ہو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے البتہ جلدی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

واجباتِ حج میں سے کسی واجب کو ترک کرنا

مسئلہ:۔ اگر پورا یا اکثر طوافِ زیارت بے وضو کیا تو دم واجب ہوگا اور اگر طواف قدوم یا طوافِ وداع یا طوافِ نفل یا نصف سے کم طواف زیارت بلا وضو کیا تو ہر پھیرے کے لئے آدھا صاع صدقہ دے اور اگر تمام پھیروں کا صدقہ دم کے برابر ہو جائے تو کچھ تھوڑا سا کم کر دے اور اگر ان تمام صورتوں میں وضو کر کے طواف کا اعادہ کر لیا تو کفارہ اور دم ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر پورا یا اکثر طوافِ زیارت جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں کیا تو بدنہ یعنی ایک اونٹ سالم یا ایک گائے سالم واجب ہوگی اور اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وداع یا طوافِ نفل ان حالتوں میں کیا تو ایک بکری واجب ہوگی اور ان سب صورتوں میں طہارت کے ساتھ اعادہ کر لینے سے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر بدن یا کپڑے پر طواف فرض یا واجب یا نفل کرتے وقت نجاست لگی ہوئی تھی تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ طوافِ عمرہ پورا یا اکثر یا اقل اگرچہ ایک ہی چکر ہو، اگر جنابت یا حیض و نفاس کی

حالت میں یا بے وضو کیا تو دم واجب ہوگا کیونکہ طوافِ عمرہ میں حدث اصغر اور جنابت اور قلیل و کثیر کے احکام میں کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ :۔ اگر طوافِ زیارت کے چار چکر یا پورا طواف چھوڑ دیا تو ساری عمر عورت حلال نہ ہوگی اور عورت کے بارے میں احرام باقی رہے گا اور مکہ معظمہ واپس آکر طواف کرنا لازم ہوگا کوئی بدل دینا کافی نہ ہوگا جب طواف زیارت کرے گا تو عورت حلال ہوگی، اور اگر طواف زیارت سے پہلے جماع کرے گا تو ہر جماع کے بدلے مجلس مختلف ہونے کی صورت میں ایک ایک دم واجب ہوگا۔ اور بارہ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کی وجہ سے ایک دم مزید واجب ہوگا۔

مسئلہ :۔ اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وداع کا ایک چکر یا دو تین چکر ترک کئے تو ہر چکر کے بدلے پورا صدقہ واجب ہوگا اور اگر چار چکر یا زیادہ چھوڑ دیئے تو دم واجب ہوگا اور طوافِ قدوم بالکل چھوڑنے کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا لیکن چھوڑنا مکروہ اور بُرا ہے اور طوافِ زیارت کا ایک، دو، یا تین چکر چھوڑنے سے دم واجب ہوگا۔

مسئلہ :۔ اگر پوری سعی یا اکثر چکر سعی کے بلا عذر ترک کئے یا بلا عذر سوار ہو کر کئے تو حج ہوگیا، لیکن دم واجب ہوگا اور پیدل اعادہ کرنے سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر عذر کی وجہ سے سوار ہو کر سعی کی تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر بلا عذر ایک یا دو یا تین چکر سعی کے چھوڑ دیئے یا سوار ہو کر کئے تو ہر چکر کے بدلے صدقہ لازم ہوگا۔

مسئلہ :۔ اگر عرفات سے غروب سے پہلے نکل گیا تو دم واجب ہوگا البتہ اگر غروب سے پہلے عرفات میں واپس آگیا تو دم ساقط ہو جائے گا اور اگر غروب کے بعد آیا تو دم ساقط نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ مزدلفہ میں نویں اور دسویں تاریخ کی درمیانی شب گزارنا سُنت ہے اور صبح صادق ہو جانے کے بعد مزدلفہ میں تھوڑی سی دیر رہنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص عرفات سے سیدھا منیٰ کو چلا جائے تو ترکِ سُنّت اور ترکِ واجب دونوں لازم آئیں گے اور اگر رات کو مزدلفہ میں رہ کر صبح صادق سے پہلے منیٰ چلا جائے تو ترکِ واجب لازم آئے گا۔ دونوں صورتوں میں ترک واجب کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ بہت سے لوگ مزدلفہ کی رات میں صبح صادق ہونے سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے ہی نمازِ فجر پڑھ کر منیٰ کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں ان لوگوں پر نماز فجر ترک کرنے کا گناہ بھی ہوتا ہے

(کیونکہ وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی) اور صبح صادق کے بعد وقوفِ مزدلفہ چھوڑ دینے کی وجہ سے دم بھی واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر چاروں دن کی رمی بالکل ترک کردے یا ایک روز کی ساری رمی ترک کردے (اگرچہ دسویں تاریخ ہی کی ہو) یا اکثر کنکریاں ایک روز کی رمی کی ترک کردے مثلاً دسویں کی رمی سے چار کنکریاں یا گیارہ، بارہ، تیرہ، تاریخ کی رمی سے گیارہ کنکریاں ترک کردے تو سب صورتوں میں ایک دم واجب ہوگا اور اگر ایک دن کی رمی سے تھوڑی کنکریاں ترک کردے مثلاً تین کنکریاں یا اس سے کم دسویں کو اور دس کنکریاں یا اس سے کم دوسرے دنوں میں ترک کردے تو ہر کنکری کے بدلے پورہ صدقہ واجب ہوگا البتہ اگر مجموعہ ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کردے۔

تنبیہ:۔ جو شخص ایسا مریض ہو کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا یا چلنے سے معذور ہو جس کے لئے سواری یا کسی ایسے شخص کا انتظام نہیں ہو سکتا جو اسے اٹھا کر لے جائے اور رمی کرادے تو ایسے شخص کی طرف سے بطور نیابت رمی کی جاسکتی ہے۔ بہت سے لوگ بھیڑ دیکھ کر تن آسانی کی وجہ سے یا جلدی سفر کرنے کی وجہ سے دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں اسی طرح یہ رواج ہو گیا ہے کہ عورتوں کی طرف سے مرد ہی رمی کردیتے ہیں حالانکہ عورت مریض یا اپاہج نہیں ہوتی۔ ان سب صورتوں میں جس کی طرف سے بھی نیابۃً رمی کی گئی اس پر دم واجب ہو گیا۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں کی رمی آنے والی صبح صادق تک ہو سکتی ہے۔ عورتیں اور ضعیف لوگ اور بھیڑ سے گھبرانے والے رات کو رمی کرلیں۔ رمی ہرگز نہ چھوڑیں جس کو نائب بنانا جائز نہیں وہ اگر نائب بنادے گا اور خود رمی نہ کرے گا تو یہ ترکِ رمی کے حکم میں ہوگا جس سے دم واجب ہوگا۔

فائدہ:۔ اگر تیرہویں تاریخ کی صبح صادق ہونے سے پہلے حدودِ منیٰ سے نکل جائے تو تیرہویں کی رمی واجب نہیں رہتی اس کا چھوڑ دینا جائز ہے۔ مگر بارہویں کا سورج غروب ہو جانے کے بعد تیرہویں کی رمی کئے بغیر منیٰ سے چلا جانا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا دسویں کی رمی صبح صادق تک جائز ہے اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو مفرد کو اس سے پہلے حلق جائز نہ ہوگا اور متمتع اور قارن کو اس سے پہلے ذبح اور حلق جائز نہ ہوگا۔ ان کا احرام سے نکلنا مؤخر ہو جائے گا۔ البتہ چونکہ طوافِ زیارت اور ان چیزوں میں ترتیب واجب نہیں ہے

اس لئے اگر طوافِ زیارت رمی اور حلق اور ذبح سے پہلے کرلیں گے تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر سر منڈوایا یا حج کے احرام سے حلال ہونے کے لئے حرم سے باہر سر منڈوایا یا ایام نحر کے بعد سر منڈوایا تو ہر صورت میں دم واجب ہوگا اور اگر حج میں خارج حرم ایام نحر کے بعد سر منڈوایا تو دو دم واجب ہوں گے ایک حرم سے خارج سر منڈوانے کا اور دوسرا تاخیر کا۔

مسئلہ:۔ عمرہ کرنے والا یا حج کرنے والا اگر حدِ حرم سے نکل جائے اور پھر حرم میں واپس آکر سر منڈوائے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اگر حاجی ایام نحر کے بعد حرم میں آکر سر منڈوائے گا تو ایک دم تاخیر کا واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر مفرد یا قارن یا متمتع نے رمی سے پہلے سر منڈوایا یا قارن اور متمتع نے ذبح سے پہلے سر منڈوایا یا قارن اور متمتع نے رمی سے پہلے ذبح کیا تو دم واجب ہوگا کیونکہ ان چیزوں میں ترتیب واجب ہے۔ مفرد کے لئے صرف رمی اور سر منڈوانے میں ترتیب واجب ہے کیونکہ ذبح اس پر واجب نہیں اور قارن و متمتع کو تینوں (یعنی رمی اور ذبح اور سر منڈوانے) میں ترتیب واجب ہے اوّل رمی کریں اس کے بعد ذبح کریں اور اس کے بعد سر منڈوائیں اگر آگے پیچھے کردیا تو دم واجب ہوگا۔ واضح رہے کہ اس سے دسویں تاریخ کی رمی مراد ہے۔

سِلا ہوا کپڑا پہننا

مرد کے لئے احرام میں جو سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جو پورے بدن کی ساخت یا کسی عضو کی ساخت پر بنایا جائے اور پورے بدن یا کسی عضو کا احاطہ کرے خواہ سلائی کے ذریعے سے یہ صورت پیدا ہو یا کسی چیز سے چپکا کر یا بُنائی کے ذریعہ یا اور کسی طریق سے۔

مسئلہ:۔ احرام کی حالت میں کرتہ، پائجامہ، اچکن، صدری، بنیان، پینٹ، ہاف پینٹ، چڈی یہ سب مرد کے لئے پہننا منع ہے۔

مسئلہ:۔ مرد نے احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا اسی طرح پہنا جس طرح اس کو عام طور سے پہنا جاتا ہے تو اگر ایک دن یا ایک رات کامل پہنا ہے تو دم واجب ہوگا اور اس سے کم میں اگرچہ ایک

گھنٹہ پہنا ہو تو نصف صاع صدقہ واجب ہوگا اور ایک گھنٹہ سے کم پہنا ہو تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ دیدے اور اگر ایک روز سے زیادہ پہنے رہا تب بھی ایک ہی دم ہے اگرچہ کئی دن پہنے رہا ہو۔

فائدہ:۔ ایک دن یا ایک رات سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے چاہے پورا دن یا پوری رات نہ ہو مثلاً اگر کسی نے آدھے دن سے آدھی رات تک یا آدھی رات سے آدھے دن تک پہنا تب بھی دم واجب ہوگا۔ خوشبو کے بیان میں جو ایک دن ایک رات کا ذکر آرہا ہے، اس سے بھی یہی مراد ہے۔

مسئلہ:۔ سارا دن یا ساری رات کپڑا پہن کر دم دے دیا اور کپڑا نکالا نہیں بلکہ پہنے ہی رہا تو دوسرا دم دینا ہوگا اور اگر دم نہیں دیا اور کئی روز پہن کر نکالا تو ایک ہی دم واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ سلا ہوا کپڑا پہن کر احرام باندھا اور ایک دم یا ایک رات پہنے رہا تو دم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کرتہ کو چادر کی طرح لپیٹ لیا یا لنگی کی طرح باندھ لیا یا شلوار کو لپیٹ لیا تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ سلے ہوئے کپڑے پہننے کا جو طریقہ ہے اس طرح پہننے سے جزا واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ چوغہ یا قبا مونڈھوں پر ڈال لی اور بٹن نہیں لگاتے اور نہ ہاتھ آستینوں میں ڈالے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اس طرح پہننا مکروہ ہے اور اگر بٹن لگالئے یا ہاتھ آستینوں میں ڈال لئے تو ایک دن یا ایک رات پہننے کی صورت میں دم اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ چادر کو رسی وغیرہ سے باندھنے سے کچھ واجب نہ ہوگا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے چادر یا لنگی اگر درمیان سے سلی ہوئی ہو تو جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ احرام کا کپڑا بالکل سلا ہوا نہ ہو۔

مسئلہ:۔ پاسپورٹ یا رقم کی حفاظت کے لئے پیٹی باندھنا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ احرام میں کمبل، لحاف، گرم چادر استعمال کرنا درست ہے۔

مسئلہ:۔ اگر ایک محرم نے دوسرے محرم کو کپڑا پہنا دیا تو پہنانے والے پر جزا نہیں لیکن اس کو گناہ ہوگا اور پہننے والے پر جزا واجب ہوگی۔

مسئلہ:۔ عورت کو چونکہ سلا ہوا کپڑا پہننا احرام میں جائز ہے اس لئے اس کو پہننے سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ:۔ موزے یا بوٹ جوتا پہننا احرام میں منع ہے اگر ہوائی چپل نہ ہوں تو ان کو بیچ قدم کی ابھری

ہوئی ہڈی کے نیچے سے کاٹ کر پہننا جائز ہے، ایسا کرنے سے کوئی جزا واجب نہ ہوگی۔ اگر بلا کاٹے ایسا جوتا یا موزہ پہنا جو بیچ قدم کی ہڈی تک کو ڈھانک لے تو ایک دن یا ایک رات پہننے سے دم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

سر اور چہرہ کو ڈھانکنا

مسئلہ:۔ مرد کو احرام میں سر اور منہ دونوں ڈھانکنا منع ہے اور عورت کے لئے صرف چہرہ ڈھانکنا منع ہے تو اگر مرد نے احرام کی حالت میں سارا سر یا سارا چہرہ یا چوتھائی سر یا چوتھائی چہرہ کسی ایسی چیز سے ڈھانکا جس سے عادۃً ڈھانکتے ہیں جیسے عمامہ، ٹوپی یا اور کوئی کپڑا سلا ہوا ہو یا بغیر سلا سوتے میں یا جاگتے میں قصداً ہو یا بھول کر، راضی سے ہو یا زبردستی سے، خود ڈھانکا ہو یا کسی دوسرے نے ڈھانک دیا ہو، عذر سے ہو یا بلا عذر، بہر صورت جزا واجب ہوگی اگر بقدر ایک دن یا ایک رات کامل یا اس سے زیادہ سر یا چہرہ یا ان کا چوتھائی حصہ ڈھانکا یا عورت نے پورا چہرہ یا چوتھائی چہرہ ڈھانکا تو ایک دم واجب ہوگا۔ اور اگر چوتھائی حصہ سے کم ڈھانکا یا ایک دن یا ایک رات سے کم ڈھانکا تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر سر کو ایسی چیز سے چھپایا کہ عادت اور معمول اس سے چھپانے کا نہیں ہے (جیسے طشت پیالہ، ٹوکرا، پتھر، ڈھیلا، لوہا، تانبا، پیتل، چاندی، سونا، لکڑی، شیشہ وغیرہ) تو اس سے کچھ واجب نہ ہوگا پورا سر اور چہرہ چھپایا ہو یا اس سے کم۔

بال مونڈنا اور کترنا

مسئلہ:۔ محرم نے اگر چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی یا اس سے زیادہ کے بال احرام کھولنے کے وقت سے پہلے دُور کئے یا دُور کرائے تو دم واجب اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ عورت نے اگر حلال ہونے کے وقت سے پہلے ایک انگل کے برابر چوتھائی سر یا اس سے زیادہ کے بال کتروائے تو دم واجب ہوگا اور چوتھائی سے کم میں صدقہ۔

مسئلہ:۔ تمام گردن یا ایک پوری بغل یا زیرِ ناف سے بال صاف کرنے سے دم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ تمام سینہ یا تمام ران یا ساری پنڈلی کے بال مونڈے یا دونوں لبیں کتروائیں تو صرف صدقہ ہے۔

مسئلہ:۔ ایک مجلس میں سر اور ڈاڑھی، اور دونوں بغلوں یا تمام بدن کے بال منڈوائے تو ایک ہی دم واجب ہوگا اور اگر مختلف مجلسوں میں منڈوائے تو ہر ایک مجلس کا علیحدہ حکم ہوگا اور ہر ایک کی جزاء کا مستقل اعتبار ہوگا۔

مسئلہ:۔ سر منڈایا اور دم دے دیا اور اس کے بعد خدانخواستہ ڈاڑھی منڈائی تو اب پھر دوسرا دم واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر چار مجلسوں میں چوتھائی چوتھائی سر منڈایا اور بیچ میں کفارہ نہیں دیا تو ایک ہی دم واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ متفرق جگہ سے تھوڑا تھوڑا سر منڈایا تو اگر سب جگہ کا مجموعہ چوتھائی سر کے برابر ہو جائے تو دم ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ روٹی پکاتے ہوئے تین بال جل گئے تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ دیدے اور اگر مرض کی وجہ سے گر گئے یا سوتے ہوئے جل گئے تو کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر وضو کرتے ہوئے یا خلال کرتے ہوئے سر یا ڈاڑھی کے تین بال گر گئے تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ دیدے اور اگر خود اکھاڑے تو ہر بال کے بدلے ایک مٹھی گیہوں صدقہ دیدے اور اگر تین بال سے زائد اکھاڑے تو آدھا صاع صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ محرم نے اگر دوسرے محرم کا چوتھائی سر مونڈ دیا تو مونڈنے والے پر صدقہ اور منڈانے والے پر دم واجب ہے۔

مسئلہ:۔ اگر محرم حلال کا سر مونڈے تو حلال پر کچھ نہیں محرم کچھ تھوڑا سا صدقہ دیدے اور اگر حلال نے محرم کا سر مونڈا تو محرم پر دم واجب ہے اور حلال پر صدقہ کامل یعنی نصف صاع گیہوں ہے۔

مسئلہ:۔ محرم نے اگر محرم یا حلال کی مونچھ مونڈی یا کتری یا ناخن کاٹا تو جو چاہے صدقہ کر دے۔

مسئلہ:۔ بال مونڈنا، کترنا، اکھاڑنا، نورہ یا بال صفا سے دور کرنا، جلانا سب کا ایک ہی حکم ہے جزاء میں کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ:۔ خود بال مونڈے یا منڈوائے زبردستی سے یا خوشی سے قصداً یا بھول کر سب صورتوں میں جزاء واجب ہوگی۔

ناخن کاٹنا

مسئلہ:۔ اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن ایک مجلس میں کاٹے تو ہر صورت میں ایک دم لازم ہوگا اور اگر چاروں اعضاء کے ناخن چار مجلسوں میں کاٹے تو چار دم لازم ہوں گے۔ اسی طرح اگر ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے کاٹے تو دو دم لازم ہوں گے۔

مسئلہ:۔ اگر پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن متفرق کاٹے مثلاً دو ایک ہاتھ کے اور تین دوسرے کے یا سولہ ناخن اس طرح کاٹے کہ ہر ہاتھ اور ہر پاؤں کے چار ناخن کاٹ دیئے تو تینوں صورتوں میں ہر ناخن کے بدلے پورا صدقہ (نصف صاع گیہوں) واجب ہوگا لیکن اگر سب ناخنوں کا صدقہ دم کی قیمت کے برابر ہوجائے تو کچھ کم کردے تاکہ دم کی قیمت سے کم ہوجائے اور قلیل وکثیر کا ایک حکم نہ ہو۔

مسئلہ:۔ ٹوٹے ہوئے ناخن کو توڑنے سے کچھ واجب نہ ہوگا۔

خوشبو اور تیل لگانا

خوشبو ہر وہ چیز ہے جس میں اچھی بُو آتی ہو اور اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو یا اس سے خوشبو تیار کی جاتی ہو اور اہل عقل اس کو خوشبو شمار کرتے ہوں جیسے مشک، کافور، عنبر، صندل، گلاب، ورس، زعفران، کسم، حنا، لوبان، بنفشہ، چنبیلی، بیلا، نرگس، تل کا تیل، زیتون کا تیل، خطمی، عود، ایسنس، اور دیگر عطریات وخوشبودار چیزیں، خوشبو لگانے سے مراد بدن یا کپڑے پر خوشبو کا اس طرح لگ جانا ہے کہ بدن اور کپڑے سے خوشبو آنے لگے اگرچہ کوئی جزو خوشبو کا نہ لگے۔

مسئلہ:۔ پھول اور خوشبودار پھل سونگھنے سے کوئی جزاء واجب نہیں ہوتی لیکن سونگھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ محرم کے لئے خوشبو کا استعمال بدن، لنگی، چادر، بستر، ورسب کپڑوں میں ممنوع ہے، اسی طرح خوشبو دار خضاب یا دوا یا تیل لگانا یا کسی خوشبو دار چیز سے بدن اور بالوں کو دھونا اور خوشبو کھانا پینا سب ممنوع ہے۔

مسئلہ:۔ مرد اور عورت دونوں کے لئے خوشبو کا استعمال احرام کی حالت میں ممنوع ہے۔

مسئلہ:۔ عاقل بالغ محرم نے کسی بڑے عضو جیسے سر، پنڈلی، ڈاڑھی، ران، ہاتھ، ہتھیلی پر خوشبو لگائی یا ایک عضو سے زیادہ پر لگائی تو دم واجب ہوگا اگرچہ لگاتے ہی فوراً دور کردی ہو یا دھودی ہو اور اگر پورے بڑے عضو پر نہیں لگائی بلکہ تھوڑے پر یا اکثر حصے پر لگائی یا کسی چھوٹے عضو جیسے ناک، کان، آنکھ، انگلی پر لگائی تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ عضو کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار اس وقت ہے جب خوشبو تھوڑی ہو۔ اگر خوشبو زیادہ ہو تو اگر بڑے عضو کے تھوڑے حصہ میں یا چھوٹے عضو پر لگائے گا تب ہی دم واجب ہوگا اور تھوڑی یا زیادہ کے بارے میں عرف پر مدار ہوگا جس کو عرف میں زیادہ سمجھا جائے وہ زیادہ ہوگی اور جس کو تھوڑی سمجھا جائے وہ تھوڑی ہوگی اور اگر کوئی عرف نہ ہو تو جس کو دیکھنے والا یا خود لگانے والا زیادہ سمجھے وہ زیادہ ہے اور جس کو وہ کم سمجھے وہ کم ہے۔

مسئلہ:۔ کپڑے میں خوشبو لگائی یا خوشبو لگا ہوا کپڑا پہن لیا تو اگر ایک بالشت مربع (یعنی ایک بالشت طول وعرض) میں خوشبو لگی ہے تو صدقہ واجب ہوگا۔ اور اگر اس سے زیادہ میں خوشبو لگی ہو اور اس کو ایک دن کامل یا ایک رات کامل پہنے رہا تو دم واجب ہوگا۔ اور اگر پورا ایک دن یا ایک رات نہیں پہنا تو صدقہ واجب ہوگا یہ اس وقت ہے جبکہ خوشبو زیادہ نہ ہو اور اگر خوشبو زیادہ ہوگی تو دم واجب ہوگا اگرچہ ایک بالشت سے کم ہو، (زبدۃ المناسک ص۱۳۱)

مسئلہ:۔ اگر خوشبو لگا ہوا کپڑا ایسا سلا ہوا تھا جو محرم کو پہننا منع ہے تو اس صورت میں دو جنایتیں شمار ہوں گی۔ ایک خوشبو کی اور ایک سلا ہوا کپڑا پہننے کی، اس لئے دو جزائیں واجب ہونگی،

مسئلہ:۔ اگر بہت سی خوشبو کھائی یعنی اتنی کہ منہ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دم واجب ہوگا اور اگر تھوڑی کھائی یعنی منہ کے اکثر حصہ میں نہ لگی تو صدقہ واجب ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ خالص خوشبو کھائے اور اگر اس کو کسی کھانے میں ڈال کر پکایا تو کچھ واجب نہیں اگرچہ خوشبو کی چیز غالب ہو اور اگر پکا ہوا

کھانا نہ ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خوشبو کی چیز غالب ہے تو دم واجب ہے اگرچہ خوشبو بھی نہ آتی ہو اور اگر مغلوب ہے تو دم یا صدقہ نہیں، اگرچہ خوشبو خوب آتی ہو لیکن مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ دار چینی، گرم مصالحہ وغیرہ کھانے میں ڈال کر پکانا اور کھانا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ پینے کی چیزیں میں مثلاً چائے وغیرہ میں خوشبو ملائی تو اگر خوشبو غالب ہے تو دم ہے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ ہے۔ لیکن اگر کئی مرتبہ پیا تو دم واجب ہوگا۔ پینے کی چیز کو خوشبو ڈال کر پکائے، یا بغیر پکائے خوشبو ملا دی گئی ہو، بہر صورت جزاء واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ لیمن سوڈا یا اور کوئی پانی کی بوتل یا شربت جس میں خوشبو نہ ملائی گئی ہو احرام کی حالت میں پینی جائز ہے اور جس بوتل میں خوشبو ملی ہوئی ہو اگرچہ برائے نام ہو وہ اگر پی لی جائے تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ زیتون یا تل کا خالص تیل اگر ایک بڑے عضو یا اس سے زیادہ پر خوشبو کے طور پر لگایا تو دم واجب ہے اور اگر اس سے کم پر لگایا تو صدقہ واجب ہے اور اگر اس کو کھا لیا یا دوا کے طور پر لگایا تو کچھ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ:۔ زیتون یا تل کا تیل زخم پر یا ہاتھ پاؤں کی بوائیوں میں لگایا یا ناک کان میں ٹپکایا تو نہ دم ہے نہ صدقہ۔

مسئلہ:۔ تل یا زیتون کے تیل میں اگر خوشبو ملی ہوتی ہے جیسے گلاب اور چنبیل وغیرہ کے پھول ڈال دیئے جاتے ہیں اور اس کو روغن گلاب یا چنبیلی کہتے ہیں یا کوئی اور خوشبودار تیل اگر ایک بڑے عضو کامل پر لگایا جائے گا تو دم اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ بلا خوشبو کا سرمہ لگانا جائز ہے اور اگر خوشبودار ہو تو اس کے لگانے سے صدقہ واجب ہوگا۔ لیکن اگر دو مرتبہ سے زیادہ لگایا تو دم واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر سارے سر یا چوتھائی سر کا مہندی سے خضاب کیا اور مہندی پتلی پتلی لگائی خوب گاڑھی نہیں لگائی تو ایک دم واجب ہوگا اور اگر گاڑھی گاڑھی لگائی تو دو دم واجب ہوں گے بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات لگائے رکھا ہو۔ ایک دن خوشبو لگانے کی وجہ سے اور دوسرا سر ڈھانکنے کی وجہ سے یہ حکم مرد کے لئے ہے۔ عورت پر ایک ہی دم واجب ہوگا کیونکہ اس کے لئے سر ڈھانکنا ممنوع نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ ساری ڈاڑھی یا ہتھیلی پر مہندی لگانے سے بھی دم واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر درد سر کی وجہ سے خضاب کیا تب بھی جزاء واجب ہوگی۔

مسئلہ:۔ محرم مرد و عورت اگر ہتھیلی پر مہندی لگائے تو دم واجب ہوگا۔

مسئلہ:۔ عطر والے کی دوکان پر بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ سونگھنے کی نیت سے بیٹھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:۔ اگر ایک محرم دوسرے محرم کو خوشبو لگائے تو لگانے والے پر کوئی جزاء نہیں لگوانے والے پر جزاء ہے لیکن لگانے والے کے لئے یہ حرام ہے کہ محرم کے بدن یا کپڑے کو خوشبو لگائے۔

تنبیہ:۔ محرم کے بدن یا کپڑے میں خوشبو لگ جائے تو اس کو فوراً بدن اور کپڑے سے دور کرنا واجب ہے۔ اگر کفارہ دے دیا اور خوشبو کو دور نہیں کیا تو دوسری جزاء واجب ہو جائے گی اور اس خوشبو کو اگر کوئی غیر محرم شخص موجود ہو تو اس سے دھلوائے خود نہ دھوئے یا خود پانی بہا دے اور اس کو ہاتھ نہ لگائے تاکہ دھوتے ہوئے خوشبو کا استعمال نہ ہو۔

عذر کی وجہ سے جنایت کرنا

کسی عذر کی مجبوری سے خوشبو استعمال کرلی یا مرد نے سلا ہوا کپڑا پہنا، یا سر یا چہرہ ڈھانکا یا بال کاٹے یا ناخن تراشے (مرد ہو یا عورت) تو اس میں جزاء تو واجب ہوگی لیکن بلا عذر ان میں سے کسی جنایت کے ارتکاب کرنے اور عذر کی وجہ سے کرنے میں فرق ہے۔ بلا عذر میں تو دم یا صدقہ اس تفصیل کے ساتھ واجب ہے جو گزر چکی ہے اور اس میں روزے نہیں رکھے جا سکتے اور حالتِ عذر میں یہ آسانی ہے کہ جن صورتوں میں دم واجب ہوتا ہے ان میں یہ بھی اختیار ہے کہ دم دیدے یا تین صاع گیہوں چھ مسکینوں کو دیدے یا تین روزے رکھ لے اگرچہ مالدار ہو۔ جن صورتوں میں صدقہ واجب ہے ان میں حالتِ عذر میں اختیار ہے کہ روزہ رکھ لے یا صدقہ دیدے۔

فائدہ:۔ ہر قسم کا بخار، سخت سردی، سخت گرمی، زخم، پھوڑا، پھنسی، پورے سر یا آدھے سر کا درد ہونا، سر میں جوؤں کی کثرت ہو جانا۔ پچھنے لگوانے کی مجبوری سے بال مونڈنا یہ سب عذر میں داخل ہیں۔

بوس وکنار یا جماع کرنا

مسئلہ:۔ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا جب تک اصول شریعت کے مطابق وہ ختم نہ ہو جائے اس وقت تک میاں بیوی والے تعلقات یعنی جماع کرنا یا شہوت سے چھونا یا لپٹانا حرام ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی محرم نے جماع کیا اور حشفہ غائب ہو گیا قصداً ہو یا بھول کر، انزال ہو یا نہ ہو اور وقوف عرفہ سے پہلے ایسا کر لیا تو حج فاسد ہو گیا اور دونوں میں سے جو بھی احرام میں تھا اس پر ایک دم واجب ہو گیا اور اگر دونوں محرم تھے تو دونوں پر ایک ایک دم واجب ہو گیا اور باوجودیکہ حج فاسد ہو گیا پھر بھی افعالِ حج مثل صحیح حج کے ادا کرنے ہوں گے، اور احرام کے ممنوعات سے بھی بچنا لازم ہو گا۔ اگر کوئی جنایت ہو جائے گی تو اس کی جزا حسبِ قانون واجب ہو گی جس کی تفصیلات اوپر گذر چکی ہیں اور آئندہ سال حج کی قضا بھی واجب ہو گی اگرچہ فاسد کیا ہوا حج نفل ہی ہو اور اب یہ محرم حج کے افعال ادا کئے بغیر احرام سے نہیں نکلے گا۔ اگر جماع کے علاوہ کوئی ایسی حرکت کی جس سے انزال ہو گیا تب بھی دم واجب ہو گا لیکن اس سے حج فاسد نہیں ہو گا۔ اگر وقوف عرفات کے بعد سر منڈانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد نہ ہو گا لیکن پوری ایک گائے یا پورے ایک اونٹ کی قربانی واجب ہو گی بکری کافی نہ ہو گی۔

مسئلہ:۔ اگر وقوفِ عرفات اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت سے پہلے یا طوافِ زیارت کے بعد سر منڈانے سے پہلے جماع کیا تو ایک دم واجب ہو گا اور حج فاسد نہ ہو گا۔

مسئلہ:۔ جس شخص نے قران کا احرام باندھا تھا اگر وہ طوافِ عمرہ اور وقوفِ عمرہ سے پہلے جماع کرے تو حج وعمرہ دونوں فاسد ہو گئے۔ اور دم قران ساقط ہو گیا اور دو دم حج وعمرہ کے فاسد ہونے کی وجہ سے لازم ہو گئے اور حج وعمرہ دونوں کی قضا لازم ہو گئی۔ اب حج اور عمرہ دونوں کے افعال پورے کر کے احرام سے نکلے اور حج وعمرہ کی قضا بھی کرے۔

مسئلہ:۔ اگر قارن نے طوافِ عمرہ اور وقوفِ عرفہ کے بعد سر منڈانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو نہ حج فاسد ہوا اور نہ عمرہ، لیکن احرام حج میں ایسا کرنے کی وجہ سے ایک بدنہ اور احرام عمرہ کی وجہ سے ایک بکری واجب ہو گی اور دم قران بھی بدستور واجب رہے گا۔

مسئلہ :- اگر قارن نے طواف عمرہ کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لیا تو صرف حج فاسد ہوا عمرہ فاسد نہ ہوا۔ حج کی قضا واجب ہو گی اور ایک بکری حج فاسد ہونے کی وجہ سے اور دوسری عمرہ کے احرام میں جمع کرنے کی وجہ سے واجب ہو گی اور دم قران ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ :- عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد طواف شروع کرنے سے پہلے یا طواف کے چار پھیرے کرنے سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد ہو گیا اور ایک بکری واجب ہو گی۔ عمرہ کے تمام افعال پورے کر کے حلال ہو جائے اور پھر عمرہ کی قضا بھی کرے۔

مسئلہ :- اگر کسی عورت یا بے ریش لڑکے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا لپٹا لیا یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو اس سے ایک دم واجب ہو گا اگرچہ انزال نہ ہو۔

مسئلہ :- احتلام ہو جائے تو اس سے کوئی دم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا صرف غسل فرض ہوتا ہے۔ اگر احرام کی چادر میں ناپاکی لگ جائے تو اسے دھو ڈالے۔

میقات سے بغیر احرام کے آگے بڑھ جانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے چاروں طرف کچھ مقامات مقرر فرما دیئے ہیں جہاں پہنچ کر حرم یا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے کے لئے بغیر احرام کے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے ان مقامات کو مواقیت کہتے ہیں، یہ مواقیت مکہ معظمہ سے دُور ہیں۔ ان مواقیت کے بعد مکہ معظمہ کے چاروں طرف کچھ حدود مقرر ہیں یہ حرم کی حدود ہیں ان جگہوں میں علامات بنی ہوئی ہیں حدود حرم کا فاصلہ ہر جانب مختلف ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے مقام تنعیم پر حرم کی حد بنی ہوئی ہے۔ پہلے یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تین میل تھی اب شہر مکہ وہاں تک پہنچ گیا ہے۔ جدہ کی طرف حد حرم دس میل پر ہے، اور طائف، عراق اور یمن کی طرف سات میل اور جعرانہ کی طرف نو میل ہے۔ مواقیت کے باہر پوری دنیا آفاق ہے اس کے رہنے والے کو آفاقی کہتے ہیں۔ اور مواقیت اور حدود حرم کے درمیان جو جگہ ہے اس کو حِل کہتے ہیں اور اس کے رہنے والوں کو حِلی یا اہلِ حِل کہتے ہیں، اور حدود حرم کے اندر رہنے والوں کو اہلِ حرم کہتے ہیں۔

مسئلہ :- آفاق سے آنے والوں کو مکہ مکرمہ اور اس کے حدود میں بلا احرام کے داخلہ ممنوع ہے یہ لوگ شرعاً میقات سے بغیر احرام کے نہیں گذر سکتے، مدینہ منورہ سے جانے والوں کے لئے میقات

ذوالحلیفہ ہے، جس کو آج کل "بیر علی" "یا آبار علی" کہتے ہیں۔ طائف اور ریاض سے آنے والوں کے لئے "قرن" ہے۔ طائف سے جب مکہ مکرمہ آتے ہیں تو "وادی محرم" سے احرام باندھتے ہیں۔ یہ جگہ عین میقات ہے یا میقات کی محاذات ہے، ہندوستان یا پاکستان سے جو لوگ بذریعہ ہوائی جہاز آتے ہیں وہ اسی طائف والی میقات یا اس کی محاذات سے گذرتے ہیں، جو شخص آفاق سے مکہ مکرمہ یا حدود حرم میں داخل ہونے کے لئے آرہا ہو تو اس پر لازم ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے احرام باندھ لے اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو تب بھی احرام باندھنا لازمی ہوگا۔ اگر حج کا زمانہ ہو تو حج ورنہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور مکہ مکرمہ آکر عمرہ کرلے، پھر دوسرے کام میں لگے یہ احرام کی پابندی حرم کی حرمت اور عظمت کی وجہ سے ہے۔ میقات آنے سے پہلے یا عین میقات پر اور عین میقات سے نہ گذرنا ہو تو میقات کی محاذات پر احرام باندھ لیں۔ چونکہ ہوائی جہاز میں پتہ نہیں چلتا کہ جہاز میقات سے کب گذرے گا اس لئے پہلے سے ہی احرام باندھ لیا جائے۔

مسئلہ:۔ جو شخص میقات سے بلا احرام گذر گذر گیا وہ گنہگار ہوگا اور میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا۔ اگر لوٹ کر میقات پر نہیں آیا اور میقات کے بعد ہی احرام باندھ لیا تو ایک دم واجب ہوگا اور اگر میقات پر واپس آکر احرام باندھا تو دم ساقط ہو جائے گا خواہ کسی بھی میقات پر واپس آکر احرام باندھے۔

مسئلہ:۔ اگر میقات سے کوئی شخص بلا احرام گذر گیا اور آگے جاکر احرام باندھ لیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے سے پیشتر میقات پر واپس آگیا اور میقات آکر تلبیہ پڑھ لیا تب بھی دم ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہوگیا اور طواف شروع کرنے سے پہلے میقات پر واپس آکر تلبیہ پڑھ لیا تب بھی دم ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر میقات سے بلا احرام گذر گیا اور پھر آگے جاکر احرام باندھ لیا اور میقات پر واپس نہیں آیا اور عمرہ کر گذرا تو دم ساقط نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ میقات کے باہر سے آنے والا جسے آفاقی کہتے ہیں اگر حرم مکہ میں یا مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہو جائے تو اس پر ایک حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اگر کئی مرتبہ بلا احرام کے داخل ہوا ہو تو ہر دفعہ کے لئے ایک حج یا عمرہ لازم ہوگا۔ حج کا موقعہ تو سال بھر میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے اور حج کے

زمانہ میں حاضر ہونا قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے آسان بھی نہیں رہا۔ لہٰذا سہولت اس میں ہے کہ جتنی مرتبہ حرم میں یا مکہ مکرمہ میں بلا احرام کے داخل ہوا ہے اتنی بار قضا کی نیت سے عمرہ کرلے۔

مسئلہ:۔ جو لوگ اہلِ حل ہیں ان کو حرم میں اور مکہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص آفاق سے آئے اور میقات سے گذرے اور اس کا ارادہ حل میں کسی جگہ جانے کا ہو تو وہ بھی اہل حِل میں شمار ہوگیا اور اب وہ بھی بلا احرام مکہ مکرمہ جا سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے اس پر کوئی جزا لازم نہ ہوگی۔

مسئلہ:۔ حل کا رہنے والا اگر عمرہ کرنا چاہے تو حل سے ہی احرام باندھے۔ اور جو شخص حرم میں ہو اور اسے عمرہ کرنا ہو تو حدود حرم سے باہر آکر احرام باندھے۔

مسئلہ:۔ جو شخص آفاق سے آئے اور اس کا ارادہ مکہ مکرمہ سے پہلے مدینہ منورہ جانے کا ہے وہ میقات سے بلا احرام گذر سکتا ہے اب جب مدینہ منورہ سے عمرہ کے لئے آئے تو بیر علی سے احرام باندھے۔

مسئلہ:۔ بہت سے لوگ حج یا عمرہ ہی کی خالص نیت سے آفاق سے آتے ھیں اور میقات سے احرام نہیں باندھتے، جدہ آکر احرام باندھتے ہیں ان پر دم واجب ہوجاتا ہے، ایسے حضرات میقات پر یا اس سے پہلے احرام باندھیں۔ اگر مکہ مکرمہ جانے سے پہلے جدہ میں ایک دو دن ٹھہرنا ہو تو احرام کی حالت ہی میں وقت گذاریں۔

خشکی کا جانور شکار کرنا

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد خشکی[1] کا جانور شکار کرنا حرام ہوجاتا ہے، حرم میں ہو یا غیر حرم میں، خود شکار کرنا یا کسی شکار کرنے والے کو بتانا کہ وہ شکار جارہا ہے یہ بھی حرام ہے شکار مارنے اور شکاری کو بتانے سے جو جزا واجب ہوتی ہے اس میں بڑی تفصیلات ہیں۔ چونکہ عموماً ایسے واقعات پیش نہیں آتے اس لئے ہم ان تفصیلات کو ذکر نہیں کرتے اگر کوئی ایسا واقعہ ہوجائے تو معتبر علماء سے معلوم کرکے عمل کریں۔

---

[1] حالتِ احرام میں بحری جانور کا شکار کرنا جائز ہے ۱۲

مسئلہ :۔ بعض جانور ایسے ہیں جن کو احرام میں مارنے سے جزاء واجب نہیں ہوتی مثلاً بھیڑیا کوا، (عقعق کے علاوہ) چیل، بچھو، کتا (جو کاٹ کھانے والا ہو) سانپ، چوہا، چیونٹی، مچھر، پسو، چچڑی، گرگٹ، مکھی، چھپکلی، بھڑ، نیولا اور تمام حشرات الارض اور زہریلے جانور، البتہ جو چیز تکلیف نہ پہنچائے اس کا قتل کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ :۔ کبوتر کے مارنے سے جزاء واجب ہوگی اگر پالتو ہو۔

مسئلہ :۔ حالتِ احرام میں بکری، گائے، اونٹ، بھینس، مرغی، پالتو بطخ کا ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے اور محرم کو جنگلی بطخ کا ذبح کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ شکار ہے۔

مسئلہ :۔ جو جانور دریا میں پیدا ہوا ہو اس کے مارنے سے کوئی جزاء واجب نہیں اگرچہ خشکی میں رہتا ہو جیسے مینڈک، کیکڑا، کچھوا، ناکو، مچھلی وغیرہ لیکن دریائی جانوروں میں سے مچھلی کے علاوہ کسی دوسرے جانور کا کھانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی نے ایک جوں ماری یا کپڑا دھوپ میں ڈال دیا تاکہ جوئیں مر جائیں یا جوئیں مارنے کے لئے کپڑا دھویا تو ایک جوں کے عوض روٹی کا ایک ٹکڑا یا ایک کھجور دے دے اور دو تین جوؤں میں ایک مٹھی گیہوں صدقہ کردے اور تین جوؤں سے زائد خواہ کتنی ہی ہوں ان کے عوض پورا صدقہ (نصف صاع) گیہوں دیدے لیکن اگر کپڑا دھوپ میں ڈال دیا یا دھویا اور جوئیں مارنے کی نیت سے ایسا نہیں کیا تھا پھر بھی مر گئیں تو کچھ واجب نہ ہوگا اور جو شخص احرام میں نہ ہو اس کے جوں مارنے سے کچھ واجب نہ ہوگا اگرچہ حرم میں ہو۔

مسئلہ :۔ ٹڈی بھی خشکی کے شکار کے حکم میں ہے احرام میں اس کا مارنا جائز نہیں، ایک ٹڈی کے بدلے ایک کھجور دیدے۔

مسئلہ :۔ اگر ٹڈی حرم میں ہو تو حرم کی وجہ سے اس کا مارنا جائز نہیں اگرچہ مارنے والا غیر محرم ہو۔

حرم کا شکار

مکہ معظمہ پورا شہر حرم ہے اور اس کے باہر بھی چاروں طرف حرم ہے۔ حدودِ حرم پر ہر طرف نشانات لگا دیئے گئے ہیں حرم کے سوا باقی جگہ کو حل کہتے ہیں، قریب ترین حل تنعیم ہے جہاں مسجد عائشہؓ ہے اور حرم

کے لوگ وہاں عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے جاتے ہیں۔ حرم کی حرمت کی وجہ سے حرم میں شکار کرنا اور حرم کا درخت یا گھاس کاٹنا ممنوع ہے۔ حج یا عمرہ کے لئے جو حضرات باہر سے آتے ہیں ان کو شکار کرنے یا درخت کاٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی البتہ جو لوگ حدودِ حرم میں رہتے ہیں ان سے شکار کرنے یا درخت کاٹنے کی غلطی ہو جاتی ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ حرم کے جانور کا شکار محرم اور غیر محرم دونوں پر حرام ہے۔

مسئلہ:۔ اگر محرم نے حرم کا شکار قتل کیا تو صرف ایک ہی جزاء احرام کی وجہ سے واجب ہوگی۔ حرم کی جزاء اسی میں متداخل ہو جائے گی۔

مسئلہ:۔ اگر محرم یا غیر محرم نے حل کے شکار کو حرم میں داخل کیا تو وہ بھی حرم کے شکار میں شمار ہوگا اور اس کا چھوڑنا واجب ہوگا اور مارنے سے جزاء واجب ہوگی۔

تنبیہ:۔ اگر حرم میں شکار کرنے کا کوئی واقعہ پیش آجائے تو معتبر علماء سے اس کی جزاء معلوم کر کے عمل کریں۔

حرم کے درخت اور گھاس کاٹنا

حرم کے درخت اور گھاس چار قسم پر ہیں۔

اوّل وہ چیزیں جن کو لوگ عام طور سے بوتے ہیں اور کسی شخص نے اس کو حرم میں بویا یا لگایا ہو جیسے گیہوں یا جو وغیرہ

دوسرے وہ کہ جس کو کسی نے بویا ہو لیکن عام طور سے لوگ اس کو بوتے نہیں جیسے پیلو وغیرہ،

تیسرے وہ کہ خود جما ہو اور اس جنس سے ہو جس کو لوگ بوتے ہیں۔

چوتھے وہ کہ خود جما ہو اور لوگ عام طور سے اس کو نہ بوتے ہوں جیسے کیکر وغیرہ۔

ان چاروں قسموں میں سے پہلی تین قسموں کے درخت حرم میں کاٹنے کی وجہ سے کوئی جزاء واجب نہیں ہوتی ان کا کاٹنا اکھاڑنا کام میں لانا جائز ہے لیکن اگر کسی کی ملک ہو تو اس کی قیمت مالک کو دینی واجب ہوگی۔

چوتھی قسم کے درخت کا کاٹنا، اکھاڑنا محرم و غیر محرم دونوں کے لئے حرام ہے خواہ اس قسم کے

درخت کسی کی مملوک زمین میں ہوں یا غیر مملوک میں ہوں۔ البتہ خشک درخت کا کاٹنا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ حرم کی گھاس یا درخت کاٹنے سے اس کی قیمت واجب ہوگی، اس قیمت سے غلہ خرید کر صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں جہاں چاہے دیدے یا اگر ہدی اس قیمت سے آسکتی ہے تو ہدی حرم میں ذبح کر دے اور ضمان ادا کرنے کے بعد گھاس اور لکڑی کاٹنے والے کی ملک ہو جائے گی اس کا استعمال جائز ہوگا اور اس کا فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ:۔ حرم کے تر درخت سے مسواک بنانا بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ خیمہ لگانے یا تنور یا چولہا وغیرہ کھودنے سے یا سواری پر چلنے یا پیدل چلنے سے حرم کی گھاس یا لکڑی ٹوٹ جائے تو کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ:۔ حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرانا یا کاٹنا جائز نہیں ہے۔

عمرہ کا تفصیلی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عمرہ کا مختصر بیان گزشتہ اوراق میں حج کے بیان میں آچکا ہے، لیکن چونکہ آج کل عمرہ کے لئے صاحبِ استطاعت حضرات بکثرت سفر کرنے لگے ہیں اور اکثر مستقل سفر عمرہ ہی کا ہوتا ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ عمرہ کے فضائل اور فرائض وواجبات اور طریقۂ ادائیگی عمرہ اور اس کے ضروری مسائل درج کئے جاتے ہیں۔

ومن اللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

فضائلِ عُمرہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج وعمرہ پے در پے کیا کرو کیونکہ یہ تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دُور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دُور کر دیتی ہے (ترمذی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو لوگ حج وعمرہ کے سفر میں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے افراد ہیں (جو بطور مہمان کے شمار ہوتے ہیں)۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں تو قبول فرمائے اور مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت فرما دے۔ (ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسلم شریف کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اَفعَالِ عُمرہ

عمرہ میں چار کام کرنے ہوتے ہیں :۔

اوّل :۔ میقات سے عمرہ کا اِحرام باندھنا، یعنی عمرہ کی نیّت کر کے تلبیہ پڑھنا۔

دُوم :۔ مکہ معظمہ پہنچ کر طواف کرنا۔

سُوم :۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

چہارم :۔ حلق یا قصر کرنا یعنی سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا۔

فرائضِ عمرہ مذکورہ بالا افعال میں سے دو۲ چیزیں فرض ہیں، اوّل عمرہ کا احرام باندھنا جو عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھنے سے منعقد ہوجاتا ہے۔ دوم طواف کرنا۔

واجباتِ عمرہ اور عمرہ میں دو۲ چیزیں واجب ہیں:-

(۱) صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۲) سعی سے فارغ ہوکر سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا۔

(اور طوافِ عمرہ میں رَمَل اور اضطباع مسنون ہے)

عمرہ سُنّتِ مؤکدہ ہے، جس کسی مسلمان کو مکہ معظمہ پہنچنے کا مقدور ہو اُس کے لئے عمر بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سُنّتِ مؤکدہ ہے اور ایک بار سے زیادہ عمرہ کرنا مستحب ہے۔

اوقاتِ عمرہ حج تو ایک سال میں ایک ہی بار ہوسکتا ہے کیونکہ شرعاً اس کے لئے تاریخ مقرر ہے، اس کی ادائیگی کے لئے نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد سے لے کر آنے والی رات کی صبح صادق ہونے سے پہلے احرام حج کی حالت میں عرفات میں پہنچنا لازم ہے اگر اس وقت میں عرفات میں نہ پہنچا تو حج نہ ہوگا۔ خواہ کتنے ہی طواف کرلے، طواف زیارت جو حج میں فرض ہے وہ بھی اُسی وقت طوافِ زیارت بنے گا جبکہ اس سے پہلے احرام کی حالت میں مذکورہ وقت کے اندر عرفات ہوکر آیا ہو۔

لیکن عمرہ سال بھر میں بار بار ہوسکتا ہے اور چونکہ اس میں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا اس لئے بہت سے لوگ ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کرلیتے ہیں۔ البتہ ذوالحجہ کی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، تاریخ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

عورت کیلئے محرم یا شوہر ساتھ ہونے کی شرط

عورت کے لئے محرم یا شوہر کے بغیر سفر کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ یہ سفر خواہ ریل سے ہو یا موٹر کار سے خواہ ہوائی جہاز سے، اور خواہ دُنیا کے لئے ہو خواہ کسی دینی کام کے لئے ہو۔

محرم کون ہے؟ اس کی توضیح احرام حج کے بیان میں کردی گئی ہے۔

عمرہ کرنے کا طریقہ

احرام جو کوئی مرد یا عورت عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہو اس کے راستہ میں جو میقات پڑتی ہو وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لے خواہ کسی بھی سواری سے گذر رہا ہو۔ اگر اندیشہ ہو کہ سواری کو ڈرائیور میقات پر نہ روکے گا یا میقات کا پتہ نہ چلے گا (مثلاً ہوائی جہاز میں گذر رہے ہوں) تو میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لے۔ احرام کا طریقہ یہ ہے کہ اول غسل کرے، اس کے بعد احرام کی دو رکعتیں پڑھے۔ اگر غسل نہ کیا اور وضو کر کے احرام کی دو رکعتیں پڑھ لیں اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کر کے احرام کا دوگانہ ادا کر لیا تو یہ بھی درست ہے۔

مرد احرام کے نفل شروع کرنے سے پہلے سلے ہوئے کپڑے اُتار دے، ایک لنگی یا چادر باندھ لے اور دوسری چادر اوڑھ لے لیکن نماز کی رکعتیں سر ڈھانک کر پڑھے، پھر نماز احرام سے فارغ ہو کر سر کھول کر عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھے اور عورت حسبِ معمول سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور دو رکعت نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے۔

نیت اور تلبیہ دو رکعت نمازِ احرام پڑھ کر اس طرح نیت کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ ۔

(ترجمہ) اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان فرما اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔

نیت زبان سے کرنا ضروری نہیں ہے، دل میں نیت کر لینا بھی کافی ہے۔ اور عربی میں نیت کرنا بھی ضروری نہیں ہے، اردو میں یا کسی بھی زبان میں نیت کر لینا کافی ہے، نیت کے بعد تلبیہ پڑھ لے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ۔ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ۔ لَا شَرِیْكَ لَكَ ۔

(ترجمہ) مَیں حاضر ہوں، اے اللہ مَیں حاضر ہوں، مَیں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مَیں حاضر ہوں۔ بیشک ساری تعریف اور ساری نعمتیں اور سارا مُلک تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

اگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو (مثلاً مکروہ وقت ہو یا نماز پڑھنے کی جگہ نہ ملے) تو احرام کی رکعتیں پڑھے بغیر ہی عمرہ کی نیّت کرکے تلبیہ پڑھ لے۔ احرام کے لئے ۲ دو رکعتیں پڑھنا سُنّت ہے فرض یا واجب نہیں ہے۔

مرد ہو یا عورت جب عمرہ کی نیّت کرکے تلبیہ پڑھ لے تو احرام میں داخل ہو جائے گا۔ اگر عورت کو خاص ایام یعنی ماہوری کے دن ہوں تو وہ نماز پڑھے بغیر ہی عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے اس طرح وہ احرام میں داخل ہو جائے گی، البتہ اُس وقت تک طواف شروع نہ کرے جب تک پاک نہ ہو جائے۔ اگر ماہواری کی حالت میں مکہ معظمہ پہنچ گئی اور عمرہ کا احرام پہلے سے باندھ رکھا تھا تو پاک ہونے کا انتظار کرے۔ جب پاک ہو جائے تو غسل کرکے عمرہ کا طواف اور سعی کرلے اور سب کام انجام دے۔ اگر کسی عورت کو بچّہ کی پیدائش کی وجہ سے خُون آرہا ہو جسے شریعت میں نفاس کہتے ہیں اُس کا بھی وہی حکم ہے جو ماہواری والی عورت کا ہے یعنی میقات پر نماز پڑھے بغیر احرام باندھ لے اور مکہ معظمہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کرے جب شرعی قاعدہ کے مطابق پاک ہو جائے تو غسل کرکے عمرہ کرلے۔

مسئلہ:۔ احرام میں داخل ہونے کے لئے نیّت کرنے کے بعد صرف ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب ہے۔ تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھ کر یوں دُعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ۔

(ترجمہ) اے اللہ مَیں آپ کی رضا کا اور جنّت کا سَوال کرتا ہوں اور آپ کی رحمت کے واسطے سے دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔

اس کے علاوہ اور جو چاہے دُعا مانگے۔

مسئلہ:۔ نیّت کرنے کے بعد تلبیہ زور سے پڑھے، البتہ چیخنے کی ضرورت نہیں، مگر عورت زور سے نہ پڑھے، بس اتنی آواز نکالے کہ اپنی آواز خود سُن لے۔

مسئلہ:۔ عورتوں میں جو سر کے لئے ایک خاص کپڑا مشہور ہے جس کے بارے میں سمجھتی ہیں کہ اس کے بغیر احرام نہیں بندھتا یہ غلط ہے، شرعاً اس کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، یوں بالوں کی حفاظت

کے لئے کوئی کپڑا باندھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کو احرام کا جزء سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر احرام میں داخل نہیں ہو سکتی غلط ہے، اگر سر پر کپڑا باندھے تو وضو کے لئے اس کو ہٹا کر مسح کرے۔

احرام کے ممنوعات

عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے بعد احرام میں داخل ہو گئے اب احرام کی ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرنا لازم ہے جو چیزیں احرام میں منع ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) مرد کو سِلا ہوا کپڑا پہننا جو پورے بدن یا کسی ایک عضو کی ہیئت اور ساخت پر تیار کیا گیا ہو (اگر سینے کے بجائے بُن کر یا چپکا کر اس طرح کا کپڑا تیار کر لیا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے)

(۲) سر اور چہرے کا ڈھانکنا۔

(۳) خوشبو استعمال کرنا۔

(۴) جسم سے بال دور کرنا (جس طرح سے بھی دور کرے۔)

(۵) ناخن کاٹنا۔

(۶) خشکی کا شکار کرنا۔

(۷) میاں بیوی والے خاص تعلق اور شہوت کے کام کرنا۔

مسئلہ: عورت احرام میں بدستور سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور سر کو بھی ڈھانکے رہے، البتہ چہرے پر کپڑا نہ لگائے اور باقی تمام ممنوعات سے پرہیز کرے، نامحرموں سے پردہ کے لئے چہرے کے سامنے اس طرح کپڑا لٹکائے کہ کپڑا چہرے پر نہ لگے اور غیر محرموں کی نظروں سے بھی حفاظت ہو جائے،

مسئلہ: یہ جو عورتوں میں مشہور ہے کہ حج یا عمرہ کے سفر میں پردہ نہیں ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔ ایسی عورتیں بے پردہ ہو کر خود بھی گناہ گار ہوتی ہیں اور نظر ڈالنے والے مردوں کو بھی گناہ گار بناتی ہیں۔

مکّہ معظّمہ کا داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی

جب مکہ معظمہ پہنچے تو سامان کسی جگہ رکھ کر جس سے دل کو اطمینان حاصل ہو جائے اور وضو وغیرہ

سے فارغ ہو کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہو جائے، مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے کی دُعا پڑھے، دُعا یہ ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ٭

(ترجمہ) اے میرے پروردگار میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجد حرام میں باوضو داخل ہو۔ اور جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو تین مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اور درود شریف پڑھ کر جو چاہے دُعا مانگے، اس وقت دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد چادر کا داہنا پلّو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں پلّو بائیں کاندھے پر ڈال لے اور داہنا کاندھا کھول دے۔ اس کو اضطباع کہتے ہیں۔ یہ صرف مَردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ مَرد اضطباع کے ساتھ اور عورت بلا اضطباع طواف شروع کرنے کے لئے کعبہ شریف کے اس گوشہ کے قریب آئے جس میں حجرِ اسود ہے اور اسی طرح کھڑا ہو کر پُورا حجرِ اسود داہنی طرف رہے یہاں کھڑے ہو کر طواف کی نیت اس طرح کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَطُوْفَ لِلْعُمْرَةِ طَوَافَ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ

(ترجمہ) اے اللہ میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے بیت اللہ کا طواف کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پس آپ اس کو قبول فرمائیے اور میرے لئے آسان فرمائیے۔

عربی میں نہ کہہ سکے تو اُردو میں یا اپنی کسی دوسری مادری زبان میں کہہ لے۔ اگر زبان سے بالکل کچھ نہ کہا اور دل میں طواف کی نیت کر لی تب بھی طواف ہو جائے گا۔ نیت کے بعد حجرِ اسود کے استلام کے لئے داہنی طرف ذرا سا چلے کر حجرِ اسود بالکل سامنے آجائے، اور حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے جیسے نماز کے لئے اُٹھائے جاتے ہیں۔ دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف رہیں۔ پھر یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاِتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ٭

اس کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، پھر حجر اسود پر آئے اور دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان منھ رکھ کر بوسہ دے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ کا موقع نہ ہو تو دونوں ہاتھ یا سیدھا ہاتھ حجر اسود کو لگا کر چوم لے، یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر حجر اسود کی طرف دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کرے، پھر ہتھیلیوں کو بوسہ دے دے۔ اگر حجر اسود پر خوشبو لگی ہو تو احرام والا نہ بوسہ دے نہ ہاتھ لگائے بلکہ اخیر والا طریقہ جو لکھا ہے (کہ دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کر کے ہتھیلیوں کو چوم لے) اسی کو اختیار کرے، حجر اسود کے بوسہ کو استلام کہتے ہیں۔ استلام سے پہلے تلبیہ پڑھنا موقوف کر دے، مرد رمل اور اضطباع کے ساتھ اور عورت بلا رمل اور اضطباع کے طواف اس طرح شروع کر دے کہ کعبہ شریف کے دروازے کی طرف بڑھے اور کعبہ شریف کو بائیں طرف کر کے چلنا شروع کر دے۔ اضطباع کا مطلب تو ابھی اوپر بتادیا ہے اور رمل یہ ہے کہ اکڑتا ہوا دونوں مونڈھے ہلاتے ہوئے تیز قدم اٹھا کر چلے۔ اضطباع عمرہ کے پورے طواف میں رہے گا اور رمل صرف تین چکروں میں ہوگا۔ اور رمل واضطباع صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ کعبہ شریف کے دروازے سے آگے بڑھ کر حطیم کو طواف میں شامل کرتے ہوئے کعبہ شریف کی پشت کی طرف سے گذر کر رکن یمانی پر پہنچے تو اُس کو دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ لگائے، بوسہ نہ دے۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ کر حجر اسود پر آکر پھر اسی طریقہ پر استلام کرے جیسے طواف شروع کرتے وقت استلام کیا تھا۔ یہ حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک ایک چکر ہوا، اسی طرح پورے سات چکر کرے۔ ہر چکر کے ختم پر استلام کرے اور استلام کے وقت ہر بار تکبیر وتہلیل یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ جب سات چکر ہو جائیں گے تو طواف مکمل ہو جائے گا۔ طواف کے درمیان جو چاہے ذکر و دعا کرتا رہے۔ طواف کرتے ہوئے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ پڑھنا ثابت ہے۔ طواف جس قدر بھی کعبہ شریف کے قریب ہو بہتر ہے طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت دوگانہ طواف کی پڑھے۔ مقام ابراہیمؑ کے پیچھے موقع نہ ہو تو مسجد حرام میں جہاں موقع ملے وہاں پڑھ لے۔ ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنا مسنون ہے۔ دوگانہ طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود کا استلام کر کے صفا مروہ کی سعی کے لئے روانہ ہو جائے۔ سعی صفا سے شروع ہوتی ہے جب

صفا کے قریب پہنچ جائے تو عمرہ کی سعی کی نیت کر کے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۚ

(بے شک صفا مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں)

اس کے بعد یوں کہے أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ (جس کا مطلب یہ ہے کہ میں صفا سے شروع کرتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صفا مروہ کا ذکر کرتے ہوئے پہلے صفا کا ذکر فرمایا ہے) صفا پر اتنا چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آنے لگے، آج کل تھوڑا سا چڑھنے کے بعد مسجد حرام کے بعض دروازوں سے کعبہ شریف نظر آجاتا ہے۔ اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف رخ کر کے اللہ کی توحید اور اس کی بڑائی بیان کرے اور یہ پڑھے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔

(ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اُسی کے لئے ملک ہے اور اُسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے اُس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور دشمنوں کی جماعتوں کو تنہا اُس نے شکست دی۔

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دُعا مانگے اور تین مرتبہ یہ پورا عمل کرے پھر صفا سے اُترے اور مروہ کی طرف ذکر کرتا ہوا چلے۔ یہاں تک کہ ہرے رنگ کا ستون چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دونوں ستونوں کے درمیان دوڑتا ہوا گذر جائے (یہ دوڑنا مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں ہے) اور ستونوں کے درمیان دوڑتے ہوئے یہ دُعا پڑھنا منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ

اے اللہ مغفرت فرمایا اور رحم فرما تو بہت بڑا عزت والا اور بہت بڑا کریم ہے

پھر دوسرے ہرے ستون پر پہنچ کر دوڑنا موقوف کر دے اور اپنی رفتار پر چلے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے، جب مروہ پر پہنچ جائے تو وہاں بھی اسی طرح اللہ کی توحید و تکبیر بیان کرے اور چوتھا کلمہ اور اس کے بعد والی دُعا پڑھے جو صفا کے بیان میں ذکر ہوئی اور درود شریف پڑھ کر ہاتھ اُٹھا کر جو چاہے

دُعا کرے اور تین بار یہ عمل کرے۔ مَروَہ پر پہنچ کر ایک چکر ہو گیا۔ مَروہ پر ذکر و دُعا کر کے صفا کی طرف کو چلے اور جب سبز ستون آجائے تو دوڑنا شروع کر دے اور اگلے ستون سے آگے بڑھ کر چھ ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ جائے تو دوڑنا ختم کر دے اور اپنی عادت کے مطابق چلے اور جب صفا پر پہنچ جائے تو تھوڑا سا اُوپر چڑھے، اور ذکر اور دُعا کرے۔ اب دو چکّر ہو گئے۔ اسی طرح سات چکر پُورے کر کے سعی ختم کر دے جو صفا سے شروع ہو کر مَروَہ پر ختم ہوگی۔ بعض لوگ صَفا مروہ کے درمیان چودّہ مرتبہ آنے جانے کو مکمل سعی سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ صرف سات مرتبہ ان دونوں کے درمیَان گذر جانے سے سعی مکمل ہو جاتی ہے سعی کے درمیان خوب اہتمام سے ذکر اللہ میں مشغول رہے، لایعنی باتوں سے پرہیز کرے، صَفا مَروہ کے درمیَان سَات چکر پُورے کرنے کے بعد مروہ پر پُورے سر کا حلق کرائے یعنی سر منڈوائے یا پُورے سر کے بال ایک اُنگلی کے پُورے کے بقدر کتروادے۔ سر مُنڈوانے کو حَلق اور بال کتروانے کو قصر کہتے ہیں اور حَلق قصر سے افضل ہے۔ البتہ عورت کے لئے سر منڈوانا حرام ہے، وہ پُورے سَر کے بال بقدر ایک پورے کے کٹادے۔ احرام سے نکلنے کے لئے کم از کم چوتھائی سَر کا حَلق یا قصر لازم ہے اور پُورے سَر کا حَلق یا قصر سُنت ہے اور قصر بھی وہ معتبر ہے جس میں ایک پورے کے بقدر بال کٹ جائیں اگر بال اتنے چھوٹے ہوں کہ ایک پورے کے بقدر نہ کٹ سکتے ہوں تو حلق ہی کرنا لازم ہوگا۔ عمرہ کی سعی کے بعد جب حلق یا قصر کر لیا تو عمرہ کے افعال پُورے ہو گئے اور احرام سے نکل گیا۔ سلے ہوئے کپڑے پہنا۔ خوشبو لگانا اور وہ سب کام درست ہو گئے جو احرام کی وجہ سے منع تھے۔

تنبیہ:۔ بہت سے لوگ چند بال اُوپر اُوپر سے کٹوا کر سلے ہوئے کپڑے پہن لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ احرام سے نکل گئے۔ یہ صحیح نہیں، کم از کم چوتھائی سَر کے بال مونڈے جائیں یا بقدر ایک پورے کے کاٹے جائیں اس کے بغیر احرام سے نہ نکلے گا۔ اور چونکہ ایسے شخص کا احرام بدستور باقی رہے گا اس لئے سِلے ہوتے کپڑے پہن لینا یا خوشبو لگانا یا سَر کے علاوہ کسی اور جگہ کے بال مونڈنا یا کاٹنا جائز نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسے کرے تو جلد سے جلد سَر مُنڈوادے یا چوتھائی سَر کے بالوں کے بقدر ایک پُورے کے قصر کرادے اور جو جنایات ہوتی ھیں اُن کے بارے میں علماء سے معلوم کر کے عمل کرے، واضح رہے کہ حَلق یا قصر حدودِ حرم میں ہونا واجب ہے۔ اگر حرم سے باہر حلق یا قصر کیا تو دَم وَاجب ہوگا بہت سے ہندوستانی یا پاکستانی یا بنگلہ دیشی جو حرمین شریفین یا ان کے علاوہ عرب کے دوسرے علاقوں میں رہتے ہیں کثرت سے عمرے کرتے ہیں لیکن اُن کے دلوں میں شریعت سے زیادہ بالوں کی محبت بسی ہوئی ہوتی ہے۔ سَر منڈوانا تو کجا چوتھائی سر کے بال بقدر ایک پورے کے کٹوانا

بھی گوارا نہیں کرتے حالانکہ حج و عمرہ تو عشق کے مظاہرے کی چیز ہے۔ قانون الٰہی سے بڑھ کر بالوں کی محبت کیسی افسوس ناک ہے؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں جیسے جدّہ، بحرہ، حدّہ، جموم عرفات وغیرہ کے رہنے والے یہ لوگ بلا احرام حدودِ حرم اور مکہ معظمہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ لوگ اگر بالوں کی قربانی نہ دے سکیں تو عمرہ کا احرام نہ باندھیں اور مکہ معظمہ پہنچ کر جس قدر بھی ہو سکے زیادہ سے زیادہ طواف کریں، طواف کے لئے صرف باوضو ہونا شرط ہے اور طواف کا ثواب بھی بہت ہے۔ عمرہ میں جو گھنٹہ سوا گھنٹہ خرچ ہوتا ہے یہ لوگ اس کو طواف ہی میں خرچ کریں یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ عمرہ کا احرام باندھیں پھر عمرہ کرکے بالوں کو شریعت کے مطابق نہ کاٹیں۔ البتہ جو لوگ کسی بھی میقات سے باہر رہتے ہیں مثلاً مدینہ منورہ یا طائف یا ریاض، یہ لوگ بغیر احرام کے حدودِ حرم میں داخل نہیں ہو سکتے اگرچہ کسی دنیاوی ضرورت سے آئیں۔ یہ لوگ عمرہ کا احرام باندھ کر شریعت کے مطابق پورا عمرہ کریں اور صحیح طریقہ پر حلق یا قصر کرکے احرام سے نکلیں۔

مسئلہ: عمرہ میں طوافِ قدوم اور طوافِ وداع نہیں ہے، عمرہ کا احرام باندھ کر مسجدِ حرام میں داخل ہو کر جو پہلا طواف کیا جائے گا وہ عمرہ ہی کا طواف ہوگا۔

تنعیم اور جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا

جو شخص مکہ معظمہ میں یا حدودِ حرم میں کسی بھی جگہ ہو اگر اس کو عمرہ کرنا ہو تو واجب ہے کہ حِل سے احرام باندھے، حِل اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو حدودِ حرم سے باہر اور میقات کے اندر ہے۔ مکہ معظمہ کے چاروں طرف حرم ہے اور اس کے مسافتیں مختلف ہیں کسی جانب دس میل تک اور کسی جانب نو میل تک اور کسی جانب سات میل تک حرم ہے اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو آئیں تو مقامِ تنعیم پر حرم ختم ہو جاتا ہے (پرانی کتابوں میں مکہ معظمہ سے تنعیم کی مسافت تین میل لکھی ہے لیکن اب تنعیم تک مکہ معظمہ کی آبادی مسلسل چلی گئی ہے) ہر جانب جہاں حدِ حرم ختم ہے نشانات بنے ہوتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ساتھ عمرہ

کرنے کے لئے بھیجا تھا وہ حدودِ حرم سے باہر یعنی مقامِ تنعیم پر آئیں اور یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔ آپ منتظر رہے۔ جب عمرہ سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئیں تو آپؐ نے مدینہ منورہ کی واپسی کے لئے سفر شروع فرما دیا۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو احرام باندھنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا اور یہ جگہ مسافت کے اعتبار سے قریب بھی ہے اس لئے مکہ معظمہ سے عمرہ کرنے والے عموماً یہیں آکر احرام باندھتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے جس کو مسجدِ عائشہ کہتے ہیں۔

جعرانہ مکہ معظمہ سے نو میل ہے یہ بھی حدِ حرم سے باہر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے آتے ہوئے یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا تھا۔ مکہ معظمہ میں حرم سے باہر ہی تنعیم اور جعرانہ دونوں جگہوں کے لئے سواریاں ملتی ہیں۔ تنعیم سے احرام باندھ کر آئیں تو عرف عام میں اس کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں اور جعرانہ سے احرام باندھ کر آئیں تو اس کو بڑا عمرہ کہتے ہیں (کیونکہ دُور کی مسافت پر جا کر احرام باندھتے ہیں) اگر کوئی شخص مکہ معظمہ سے جدہ کی جانب حدیبیہ چلا جائے (جسے آج کل شمسیہ کہتے ہیں) اور وہاں جو حرم کے نشانات بنے ہوتے ہیں اُن سے باہر ہو کر احرام باندھ کر آجائے تو یہ بھی درست ہے (حدیبیہ بحرہ کے راستے میں پڑتا ہے، مکہ معظمہ سے جدہ کے لئے جو نیا روڈ نکالا ہے اس پر نہیں پڑتا)۔

بہت سے لوگ بار بار تنعیم جا کر احرام باندھتے ہیں اور کبھی روزانہ اور کبھی ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کر لیتے ہیں، کثرت سے عمرہ کرنا ممنوع تو نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن طواف زیادہ کرنا زیادہ عمرے کرنے سے افضل ہے۔ تنعیم جا کر احرام باندھنے اور واپس آکر عمرہ کرنے میں جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اتنے وقت میں دس بارہ طواف ہو تے ہیں۔ کثرتِ طواف کا اہتمام زیادہ ہونا چاہئے۔

فائدہ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ حج وعمرہ کی سعی کے علاوہ صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، اس میں کوئی ثواب نہیں اور نفل سعی شرعاً ثابت نہیں ہے۔ بلا فائدہ جان کو تھکاتے ہیں، ان لوگوں کو چاہئے کہ جو سعی شرعاً ثابت نہیں ہے اس میں وقت خرچ نہ کریں اس کے بجائے طواف کی کثرت کر کے ثواب سے مالا مال ہوں۔

تنبیہ جتنی بار بھی عمرہ کرے ہر بار پورے سر پر اُسترہ پھروا دے، سر پر بال ہوں یا نہ ہوں، اس

طرح احرام سے نکل جاتے گا۔ جو لوگ روزانہ عمرہ کرتے ہیں وہ بھی ہر مرتبہ پورے سر پر اُسترہ پھروادیں احرام سے نکلنے کے لئے جو حلق کیا جاتا ہے اُس میں سر پر بال ہونا ضروری نہیں ہے، بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایک عمرہ کرکے چوتھائی سر منڈوا دیتے ہیں، پھر اگلے عمرہ کے بعد چوتھائی منڈواتے ہیں پھر تیسرے عمرہ کے بعد چوتھائی مُنڈاتے ہیں، پھر چوتھے عمرہ کے بعد باقی چوتھائی منڈا دیتے ہیں ایسا کرنا مکروہ ہے، حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوتی ہے۔ ہر مرتبہ پورا سر مونڈ کر افضلیت پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس ارتکابِ کراہیت کی ضرورت کیا ہے کہ سر کے چار حصّے کئے جائیں اور ہر مرتبہ ¼ مونڈا جائے۔ ¼ کا حلق یا قصر کرنے سے احرام سے تو نکل جاتا ہے لیکن اس پر اکتفا کرنا اور پورے سر کا حلق یا قصر نہ کرنا مکروہ ہے۔

تنبیہ

صاحبِ استطاعت پر حج کرنا فرض ہے اور استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ مکہ معظمہ تک سواری پر آتے جاتے کھاتے پیتے سفر کرنے کا مقدور ہو، سورۃ آل عمران میں فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ استطاعت کیا چیز ہے جس کی وجہ سے حج فرض ہوتا ہے آپ نے فرمایا زَادٌ وَّرَاحِلَةٌ یعنی سفر خرچ اور سواری اس سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ تک آنے جانے اور حج کے اخراجات ملکیت میں ہونے سے حج فرض ہو جاتا ہے پہلے زمانہ میں تو بہت کم لوگوں پر حج فرض ہوتا تھا کیونکہ مالیات کی کمی تھی لیکن چند سو روپے میں حج کی ادائیگی ہو جاتی تھی اب کثرت مال کا زمانہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو يَفِيضُ الْمَالُ فرمایا تھا کہ مال بہہ پڑے گا۔ آج کل ہو بہو نظروں کے سامنے ہے۔

اور دن بدن عامۃ الناس میں مال کی کثرت کا مظاہرہ روز افزوں ہے، کثرت مال کی وجہ سے

بیشتر لوگوں پر حج فرض ہے، جب حج فرض ہوجائے تو جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہے۔ لوگوں کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ بوڑھے ہونے کا انتظار کرتے ہیں دنیاوی مشاغل و معاملات کی وجہ سے حج کرنے میں دیر لگاتے ہیں پھر بعض تو حج کئے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، اور بعض لوگ حج تو کر لیتے ہیں لیکن بوڑھے کھوسٹ ہونے کی وجہ سے حج کے احکام صحیح طریقے سے ادا نہیں کر پاتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ واجبات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے دم واجب ہو جاتا ہے۔ حج میں تاخیر کرنے کا ایک یہ سبب بھی ہے کہ عام طور سے لوگ جو حج کا خرچہ بتاتے ہیں اور جو حکومتیں شائع کرتی ہیں اتنی رقم نہ ہونے کی وجہ سے حج سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جبکہ حسبِ فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ تک آنے جانے کا خرچ ملکیت میں ہونے ہی سے حج فرض ہو جاتا ہے کچھ لوگ اولاد کی شادیوں کو عذر بتاتے ہیں اور بعض لوگوں کو تجارت روکتی ہے، شرعاً یہ چیزیں ترک حج کے لئے عذر نہیں ہیں۔ حج فرض ہو جائے اور حج کئے بغیر مر جائے تو اس کے لئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو سخت مجبوری یا ظالم بادشاہ یا روکنے والا مرض حج سے نہ روکے اور بلا حج کئے مر جائے تو چاہے تو یہودی ہو کر مر جائے چاہے تو نصرانی ہو کر مر جائے (رواہ الدارمی)

خدا کی پناہ کس قدر سخت وعید ہے معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر حج فرض ہوا اور انہوں نے بغیر عذر شرعی کے چھوڑ دیا تو ان کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ آج کل لوگوں نے اپنے ذمہ بیٹوں بیٹیوں اور دامادوں کے لئے سونا آئیں خریدنے ٹی وی اور واپسی پر ٹیپ ریکارڈر اور طرح طرح کی یورپ امریکہ اور چین و جاپان کی مصنوعات اپنے ہمراہ لے جانے کو بھی حج کے اخراجات میں شامل کر لیا ہے، جب ان چیزوں کے لئے اخراجات نہیں پاتے (حالانکہ ان میں بعض چیزیں گناہ کی ہیں) اور حج فرض ہو چکا ہوتا ہے تو حج سے رکے رہتے ہیں اور موت کا وقت معلوم نہیں خدا جانے کب آئے، اللہ تعالیٰ کا فریضہ جلد از جلد ادا کرنا لازم ہے۔

جب سے مال کی کثرت ہوئی ہے، تو لوگ کثرت سے عمرہ کے لئے سفر کرنے لگے ہیں عمرہ بھی بڑی چیز ہے بڑے ثواب کا کام ہے لیکن یہاں ایک بات قابلِ فکر ہے اور وہ یہ کہ بہت سے لوگ حج فرض ہونے کے بعد حج کا خرچہ عمرہ پر لگا دیتے ہیں، اس کے بعد زندگی بھر حج سے محروم رہ جاتے ہیں

اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے پورے خاندان کو عمرہ کے لئے لے آتے ہیں جبکہ ان کا یہ پیسہ ذاتی ہوتا ہے اس پیسہ کو اہل وعیال کو عمرہ کرا کے خود حج سے محروم ہو جاتے ہیں، کیونکہ بعد میں حج کے لائق پیسے نہیں بچتے اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ یوں سمجھتے ہیں کہ عمرہ کا سفر کر کے کعبہ شریف کو دیکھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر سلام پڑھ لیا۔ مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھ لیں، لہٰذا اب حج میں جانے کی ضرورت نہیں۔ (العیاذ باللہ) اور بعض لوگ قصداً وارادۃً حج کرنے کے بجائے اس لئے عمرہ کرتے ہیں کہ حج میں مشکلات بہت ہیں، تکلیفیں ہیں اور عمرہ آسانی سے ہو جاتا ہے ۔ اس میں زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی اور منیٰ وعرفات کی گرمی سے بھی بچ جاتے ہیں چونکہ عمرہ کو حج کا بدل قرار دیدیا اس لئے قصداً حج نہیں کرتے یہ ہم نے اپنی معلومات کے مطابق ایک تجزیہ کیا ہے، جتنے قسم کے افراد حج فرض ہوتے ہوئے حج نہ کریں اگرچہ حج کے پیسہ کو عمرہ میں خرچ کر دیں اور حرمین شریفین میں حاضر ہو کر واپس چلے جائیں، سب کو حج چھوڑنے کی وعید شامل ہے عمرہ کرنا سنت ہے اور حج کرنا فرض ہے عمرہ کر کے مطمئن ہو جانا اور حج کو ترک کر دینا اور یا دنیاوی مشاغل کی وجہ سے بغیر حج کئے مر جانا۔ بہت سخت بات ہے، اور اس میں سخت مؤاخذہ کا اندیشہ ہے، جو لوگ منیٰ وعرفات کی بھیڑ اور گرمی کی تکلیف کی وجہ سے حج نہیں کرتے ان میں اکثر تو وہ ہوتے ہیں جو مقدور ہوتے ہوئے جوانی میں حج کا سفر نہیں کرتے، جو تحمل اور برداشت کا زمانہ ہے۔ پھر بڑھاپے میں بھیڑ سے ڈرتے ہیں اور تارک حج ہوتے ہیں اور بعض لوگ وہ ہیں جن پر بڑھاپے ہی میں حج فرض ہوتا ہے، لیکن تکلیف سے گھبرا کر حج کی ہمت نہیں کرتے جبکہ دنیا کمانے کے لئے بڑے بڑے سفر کرتے ہیں لمبی لمبی ڈیوٹیاں دیتے ہیں، دنیا کے لئے سردی اور گرمی سب کچھ برداشت کرتے ہیں، کھچا کھچ بھری ہوئی ریلوں میں اور بسوں میں سو سو میل تک کا سفر کرتے ہیں لیکن دنیا سامنے ہے نقد ہے اس کے لئے تکلیف اٹھانے کو ضروری جانتے ہیں اور حج چونکہ اسلام کا رکن ہے اور اس کا ثواب آخرت میں ملے گا اس لئے ادھار سمجھ کر تکلیف برداشت کرنے سے جان چراتے ہیں، ہم نے تو بڑے بڑے بوڑھوں کو حج میں دیکھا ہے منیٰ اور عرفات کی گرمی میں کہیں اور بھیڑ کی وجہ سے لوگوں کے قدموں میں نہ دبے نہ گاڑیوں سے کچلے۔ اور اب تو منیٰ وعرفات کی خیمہ بسوں اور ٹیکسی میں ایئر کنڈیشن کا انتظام ہوتا ہے اس میں گرمی سے پگھلنے کا سوال ہی نہیں، کبھی کوئی واقعہ رمی جمرات میں پیش آجاتا ہے کہ کوئی شخص دب جاتا ہے لیکن اس کا سبب بھیڑ نہیں بلکہ حاجیوں کی بے احتیاطی اور جلد بازی ہوتی ہے پھر دس گیارہ بارہ تاریخ کی رمی رات کو بھی کی جاسکتی ہے اور رات کو بھیڑ نہیں ہوتی

اور طواف زیارت دس گیارہ بارہ تینوں دن ہو سکتے ہیں (بلکہ بارہ ذی الحجہ کے بعد بھی ادا ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں بعض صورتوں میں دم واجب ہوتا ہے) رمی جمرات اور طواف زیارت ہی ایسی چیزیں ہیں جن میں بھیڑ ہو سکتی ہے، پھر معذور آدمی دوسروں کے کاندھوں پر بھی طواف کر سکتا ہے اور صفا و مروہ کی سعی بھی معذور آدمی گاڑی میں بیٹھ کر ادا کر سکتی ہے۔

بات لمبی ہو گئی ان سطور کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں پر حج فرض ہو جائے وہ دیر نہ لگائیں اور جو لوگ گرمی اور بھیڑ کی وجہ سے حج نہیں کرتے وہ تارک حج ہو کر نہ مریں اور جو لوگ عمرہ کر لیتے ہیں وہ عمرہ کو حج کا بدل نہ سمجھیں عمرہ کرنے کے باوجود اگر حج نہ کیا تو فرض کے تارک ہوں گے اگر حج میں تکلیف ہے اور مال کا خرچہ ہے تو ثواب بھی تو بہت زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ حج مبرور کی جزا جنت ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم) خدانخواستہ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ عمرہ کرنے سے منع کیا جا رہا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ عمرہ کو ترک حج کا بہانہ بنانے پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر

حسبِ سہولت وانتظام حج وعمرہ سے فارغ ہوکر یا اس سے پہلے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوجائے، حکومتِ سعودیہ نے جو طریق الہجرۃ کے نام سے نیا روڈ نکالا ہے اس سے چار پانچ گھنٹے میں موٹر کاریں اور ٹیکسیاں مدینہ منورہ پہنچا دیتی ہیں، مدینہ منورہ پہنچ کر سامان کسی اطمینان کی جگہ رکھ کر مسجد نبوی میں آجائے اگر مکروہ وقت نہ ہو تو روضۃ الجنۃ میں یا جہاں موقع ملے تو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس آئے اور نہایت ادب کے ساتھ ہلکی آواز میں سلام پیش کرے اگر بھیڑ کم ہو اور سکون واطمینان سے کھڑا ہو سکے تو جذب وکیف کے ساتھ جتنی دیر چاہے سلام عرض کرے۔ اگر بھیڑ بہت ہو اور سکون واطمینان حاصل نہ ہو تو مختصر سا سلام پڑھ کر آجائے پھر جب موقعہ دیکھے زیادہ دیر تک سلام عرض کرلے اور سلام عرض کرنے میں دوسرے مسلمانوں کا بھی خیال رکھے، کسی کو تکلیف نہ دے اور دھکم دھکا نہ کرے۔

سلام کے الفاظ کوئی معین ومقرر نہیں ہیں۔ مختلف حضرات نے مختلف الفاظ لکھے ہیں، کسی نے مختصر سلام لکھا ہے اور کسی نے خوب زیادہ الفاظ لکھے ہیں، بعض حضرات نے نیچے لکھے ہوئے الفاظ کو پسند فرمایا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول، آپ پر سلام ہو اے وہ ذات جو ساری مخلوق سے افضل ہے آپ پر سلام ہو اے

يَا خَلِيْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ

اللہ کے خلیل آپ پر سلام ہو اے اللہ کے برگزیدہ بندے، درود وسلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی، درود وسلام ہو

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ

آپ پر اے اللہ کے حبیب۔ درود وسلام ہو آپ پر عند اللہ گنہگاروں کی شفاعت

اَلْمُذْنِبِیْنَ عِنْدَ اللہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَامَنْ اَرْسَلَہُ اللہُ تَعَالٰی
کرنے والے، درود وسلام ہو آپ پر اے وہ ذات جسے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں
رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامَ
کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ پر صلوٰۃ اور سلام ہو اے رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام
الْمُتَّقِیْنَ وَیَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ
اور ان لوگوں کے پیشوا جن کے چہرے ہاتھ اور پاؤں قیامت کے دن روشن ہوں گے۔ آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو اے
وُلْدِ اٰدَمَ اَجْمَعِیْنَ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ اَلصَّلٰوۃُ
تمام بنی آدم کے سردار۔ آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو اے خاتم النبیین، آپ پر صلوٰۃ
وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُبَشِّرَ الْمُحْسِنِیْنَ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
وسلام ہو اے نیکو کاروں کے بشارت دینے والے، اور صلوٰۃ وسلام ہو تمام پیغمبروں اور رسولوں پر
وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَھْلِ بَیْتِکَ وَاَزْوَاجِکَ
اور تمام مقرب فرشتوں پر سلام ہو آپ پر اور آپ کی آل پر اور اہل بیت پر اور امہات المومنین
وَاَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ وَسَائِرِ عِبَادِ اللہِ الصَّالِحِیْنَ ۝ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا
پر اور سب صحابہ پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر۔ سلام ہو آپ پر
النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ عَبْدُ اللہِ وَرَسُوْلُہٗ
اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں اے اللہ تعالیٰ کے رسول میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور
وَاَشْھَدُ اَنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ
رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں اے اللہ کے رسول کہ بیشک آپ نے اللہ کا پیغام پوری طرح پہنچا دیا اور امانت کا حق ادا کر دیا۔
الْاُمَّۃَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ وَجَلَّیْتَ الظُّلْمَۃَ وَجَاھَدْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ حَقَّ جِھَادِہٖ
اور امت کی پوری خیر خواہی فرمادی اور کفر کے اندھیرے کو دور فرما دیا اور باطل کی تاریکی کو چھانٹ دیا اور اللہ کے راستہ
وَعَبَدْتَّ رَبَّکَ حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ ۔ جَزَاکَ اللہُ تَعَالٰی عَنَّا وَعَنْ وَالِدِیْنَا وَعَنْ
میں مجاہدہ فرمایا جیسا کہ اس کا حق تھا اور آپ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہے کہ واصل بحق ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری

الْاِسْلَامِ خَیْرَ الْجَزَاءِ وَاَسْئَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی لَکَ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ

طرف سے اور ہمارے والدین کی طرف سے اور ملت اسلامیہ کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے

الرَّفِیْعَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ، وَالْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ وَالشَّفَاعَۃَ الْعُظْمٰی

لئے مقام وسیلہ کا اور فضیلت کا اور بلند درجہ کا اور مقام محمود کا اور حوض کوثر کا جس پر آپ کی امت اترے گی اور یوم

فِی الْیَوْمِ الْمَشْہُوْدِ وَنَسْئَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَلِاٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا

المشہود میں شفاعتِ عظمیٰ کا سوال کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں اور ماؤں اور

وَلِاَقْرِبَائِنَا اِنَّہٗ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ؕ

عزیز واقارب کے گناہ معاف فرمادے بیشک وہ دعا قبول فرمانے والا ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔

اپنا سلام پیش کرنے کے بعد اپنے ماں باپ، عزیز واقارب، دوست واحباب کا سلام بھی نام بنام پیش کرے، کسی اور نے سلام پیش کرنے کو کہا ہو تو اس کا نام لے کر سلام عرض کرے۔ مثلاً یوں کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانٍ، فلاں کی جگہ اس کا نام لے اور اجمالی طور پر بہتوں کا سلام پہنچانا ہو تو یوں کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنِّیْ وَمِمَّنْ اَوْصَانِیْ بِالسَّلَامِ عَلَیْکَ

سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول میری طرف سے اور جس نے مجھے وصیت کی سلام کی آپ پر

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ ؕ

اے اللہ کے رسول اور آپ پر سلام ہو۔

آپ کی خدمت میں سلام عرض کر چکے تو دو قدم دائیں ہٹ کر آپ کے یارِ غار رفیق صادق اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام اس طرح پیش کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَنَا اَبَا بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ

سلام آپ پر اے ہمارے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سلام آپ پر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

اللّٰہِ عَلَی التَّحْقِیْقِ ؕ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ثَانِیَ اثْنَیْنِ

برحق، سلام آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی جب کہ غار میں چھپے ہوتے تھے۔

إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَنْفَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِي حُبِّ اللّٰهِ وَحُبِّ
سلام آپ پر اے وہ (فدائے دین) جس نے اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں خرچ کر ڈالا
رَسُوْلِهٖ حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا
یہاں تک کہ ایک جبہ میں رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور بہترین طریقے سے آپ کو راضی کرے اور
وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوَاكَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
جنت کو آپ کے اترنے کی جگہ اور آپ کے قیام کی جگہ اور آپ کا مستقل ٹھکانہ بنائے، سلام آپ پر اے سب سے
اَوَّلَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
پہلے خلیفہ رسول اور عالموں کے تاج اور نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپ پر اور اس کی برکتیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پیش کرنے کے بعد دائیں طرف کو اور دو قدم ہٹے اور یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوں سلام پیش کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَاطِقًا بِالْعَدْلِ
سلام ہو آپ پر اے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، سلام ہو آپ پر اے انصاف اور سچائی کی
وَالصَّوَابِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهِيْدَ الْمِحْرَابِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ
بات کہنے والے، سلام ہو آپ پر اے محراب میں شہید ہونے والے، سلام ہو آپ پر اے دین اسلام
دِيْنِ الْاِسْلَامِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا
کو غالب کرنے والے، سلام ہو آپ پر اے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے سلام آپ پر اے
الْفُقَرَاءِ وَالضُّعَفَاءِ وَالْاَرَامِلِ وَالْاَيْتَامِ، اَنْتَ الَّذِيْ قَالَ فِيْ حَقِّكَ سَيِّدُ
فقیروں اور ضعیفوں اور بیواؤں اور یتیموں کے سرپرست، آپ ہی ہیں جن کے حق میں سید البشر (صلی اللہ
الْبَشَرِ لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَ
علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے راضی ہو اللہ تعالیٰ آپ سے اور راضی
اَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَ
کرے آپ کو بہترین رضا کے ساتھ اور جنت کو بنائے آپ کے اترنے کی جگہ اور آپکے رہنے کی جگہ اور آپکے ٹھہرنے

مَأْوَاكَ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَانِيَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى

کی جگہ اور آپ کا ٹھکانہ۔ سلام ہو آپ پر اے دوسرے خلیفہ رسول اور علماء کی تاج اور نبی مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

کے خسر اور اللہ کی رحمت آپ پر اور اُس کی برکتیں

یہاں سے فارغ ہو جائے تو پھر بائیں طرف کو سرک جائے اور دو خلفاء راشدین کے درمیان میں کھڑا ہو کر دونوں حضرات پر یوں مشترکہ سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا مُعِيْنَيْ

سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں وزیر، سلام آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

وسلم کے دونوں مددگارو، سلام آپ دونوں پر اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں

سلام سے فارغ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں دعا کرنا دیوار کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور جو حاجت دل میں ہو نہایت تضرع اور زاری سے طلب کرے مثلاً یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ يَا رَجَاءَ السَّائِلِيْنَ وَاَمَانَ الْخَائِفِيْنَ وَحِرْزَ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

اے اللہ سب جہانوں کے پروردگار اے سوال کرنے والوں کی امید گاہ اے ڈرنے والوں کے لئے جائے

يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا دَيَّانُ يَا سُلْطَانُ يَا سُبْحَانُ يَا قَدِيْمَ الْاِحْسَانِ يَا سَامِعَ

امن اے توکل کرنے والوں کے لئے پناہ گاہ اے بڑے مشفق اے بڑے محسن اے پورا پورا بدلہ دینے والا اے

الدُّعَاءِ اِسْمَعْ دُعَاءَنَا وَتَقَبَّلْ زِيَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُيُوْبَنَا وَاغْفِرْ

صاحب اقتدار اے مقدس ذات اے ہمیشہ کے محسن اے دعاؤں کے سننے والے ہماری دعا سن اور ہماری زیارت

ذُنُوْبَنَا وَارْحَمْ اَمْوَاتَنَا وَتَقَبَّلْ حَسَنَاتِنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَاجْعَلْنَا يَا

کو قبول فرما اور ہمارے خوف کو دور فرما۔ اور ہمارے عیبوں کو چھپا اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہمارے مرنے

اَللّٰهُ عِنْدَكَ مِنَ الْعَائِذِيْنَ الْفَائِزِيْنَ الشَّاكِرِيْنَ مِنْ عِبَادِكَ الَّذِيْنَ

والوں پر رحم فرما اور ہماری نیکیوں کو قبول فرما اور ہمارے گناہوں کو معاف کر اور اے اللہ اپنے یہاں میں ان لوگوں میں شامل

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا

فرمالے جو تیری پناہ میں آنے والے ہیں شاد کام ہیں شکر گزار ہیں تیرے ان بندوں میں ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہوگا

رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْزُقَنِيْ اِيْمَانًا كَامِلًا ثَابِتًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ

اور نہ کوئی غم ہوگا۔ اپنی رحمت سے اے سب پر رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرما، اے سب جہانوں کے پالنے والے میں

وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَعِلْمًا نَافِعًا وَ

تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے عطا فرمادے ایمان جو کامل ہو پائیدار جو میرے دل میں سما جائے اور ایسا سچا یقین (عطا فرما)

قَلْبًا خَاشِعًا وَلِسَانًا ذَاكِرًا وَوَلَدًا صَالِحًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَحَلَالًا طَيِّبًا

کہ میں سمجھ لوں کہ مجھے وہی پہنچے گا جو تو نے میری تقدیر میں لکھ دیا ہے اور (عطا فرما) نفع بخش علم اور ڈرنے والا دل (تیرا) ذکر کرنے

وَتَوْبَةً نَّصُوْحًا وَصَبْرًا جَمِيْلًا وَّاَجْرًا عَظِيْمًا وَّعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا

والی زبان اور نیک اولاد اور روزی افراط کے ساتھ اور حلال پاک اور سچی توبہ اور بہترین صبر اور ثواب عظیم اور نیک عمل جو مقبول ہو

وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۔ يَا نُوْرَ النُّوْرِ يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ

اور ایسی تجارت (کا سوال کرتا ہوں) جس میں کبھی گھاٹا نہ ہو اے نوروں کے نور اے دلوں کا حال جاننے والے نکال مجھے اور تمام

وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَتَوَفَّنِيْ

مسلمانوں کو اندھیروں سے نور کی طرف دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور مجھے اسلام کی حالت

مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

میں موت دے اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما۔ اپنی رحمت سے اے سب سے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے اے

اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِيْ مُقَامِنَا هٰذَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا يَا اَللّٰهُ اِلَّا

سب جہانوں کے پالنے والے، اے اللہ اس معزز مقام میں ہمارا کوئی گناہ نہ رہے جسے تو معاف نہ فرمائے اور اے اللہ کوئی غم نہ ہو

فَرَّجْتَهٗ وَلَا عَيْبًا يَا اَللّٰهُ اِلَّا سَتَرْتَهٗ وَلَا مَرِيْضًا يَا اَللّٰهُ اِلَّا شَفَيْتَهٗ وَعَافَيْتَهٗ

جسے تو دور نہ فرمادے اور اے اللہ کوئی عیب نہ رہے جسے تو چھپا نہ دے اور اے اللہ کوئی بیمار ہی نہ رہے جسے تو صحت و

وَلَا فَقِيْرًا يَا اَللّٰهُ اِلَّا اَغْنَيْتَهٗ وَلَا حَاجَةً يَا اَللّٰهُ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

آرام عطا نہ فرمادے اور اے اللہ کوئی فقیر نہ رہے جسے تو غنی نہ کردے اور اے اللہ ہماری دنیا و آخرت کی حاجتوں

لَنَا فِيْهَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَيْتَهَا وَيَسَّرْتَهَا اَللّٰهُمَّ اقْضِ حَوَائِجَنَا وَيَسِّرْ
میں سے کوئی حاجت جس میں ہماری بہتری ہو ایسی نہ رہے جسے تو پوری نہ فرمادے اور آسان نہ فرمادے اے
اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَتَقَبَّلْ زِيَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُيُوْبَنَا وَاغْفِرْ
اللہ ہماری حاجتوں کو پورا فرمادے اور ہمارے کاموں کو آسان فرمادے اور ہمارے دلوں کو کھول دے اور زیارت
ذُنُوْبَنَا وَاكْشِفْ كُرُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصَّالِحَاتِ اَعْمَالَنَا وَاجْعَلْنَا
قبول فرما اور خوف کو دور کر کے امن عطا فرما اور ہمارے عیبوں کو چھپادے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے اور
مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
ہماری تکلیفوں کو دور فرمادے اور نیکیوں کے ساتھ ہمارے اعمال کا خاتمہ فرما، اور ہمیں نیک بندوں میں شامل فرما
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ
ایسے نیک بندوں میں سے جن پر نہ خوف طاری ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والوں
سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

مسجد نبوی میں نماز باجماعت کا بہت زیادہ ثواب ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے، کیونکہ مسجد حرام میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔ (الترغیب، ۲۱۴)

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں جن میں سے ایک بھی فوت نہ ہوئی تو اس کے لئے یہ لکھ دیا جائے گا کہ وہ دوزخ سے بری ہے (یعنی اسے دوزخ سے نجات ہوگی) اور یہ کہ عذاب سے بری ہے

اور نفاق سے بری ہے۔ (رواہ احمد ورواتہ الصحیح کذافی الترغیب والترہیب للمنذری صفحہ ۲۱۵/۲)

مسجد قبا میں نماز

حضرت اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز ایک عمرہ کے برابر ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حسن غریب)

اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے گھر میں طہارت حاصل کی (یعنی وضو کیا) پھر مسجد قبا میں آیا اور اس میں کوئی نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک عمرہ کے برابر کا ثواب ملے گا۔

(رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذافی الترغیب صفحہ ۲۱۷/۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لے جایا کرتے تھے کبھی سوار ہو کر کبھی پا پیادہ اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(رواہ البخاری ومسلم کذافی الترغیب صفحہ ۲۱۸/۲)

جنتُ البقیع کی حاضری

مسجد نبوی کے قریب ہی مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان جنتُ البقیع ہے اس کی بھی زیارت کرلے اور وہاں حاضری کے موقع پر یوں سلام عرض کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ

سلام ہو یہاں کے رہنے والوں پر جو مؤمنین اور مسلمین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں پر اور

مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ ہ

بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے اور انشاء اللہ ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

جنتُ البقیع میں ہزاروں صحابہؓ اور تابعین اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم مدفون ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن بن علیؓ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے صاحبزادے ابراہیم اور آپ کی صاحبزادیاں رقیہ، زینب، امّ کلثوم اور آپ کی پھوپھیاں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، اور آپ کے خادم خاص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عشرہ مبشرہ جن میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

شُہدائے اُحد کی زیارت

مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں احد بھی جاتے یہ ایک پہاڑ کا نام ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (الترغیب ج۲ ص۲۳۰)

۳ھ میں اُحد کے قریب جنگ ہوئی تھی، مکہ معظمہ کے مشرکین حملہ آور ہو کر چڑھ آتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے مقابلہ کیا اور ستر صحابہ کرامؓ اس موقعہ پر شہید ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف پہنچائی گئی دشمنوں نے آپ کو بھی زخمی کر دیا۔ اور آپ کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی بھی اسی موقع پر شہادت ہوئی، ان شہداء کے مزارات ایک احاطہ کے اندر موجود ہیں سعودی حکومت نے ہر طرف دیوار بنا دی ہے دروازہ جنگلہ دار ہے لیکن مقفل رہتا ہے، دروازہ سے ذرا فاصلہ پر حضرت حمزہؓ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم کی قبر ہے جو باہر سے نظر آتی ہے دوسرے حضرات کی قبریں چہار دیواری کے اخیر میں ہیں جب یہاں حاضری ہو تو سلام کے وہی الفاظ پڑھے جو جنت البقیع کے بیان میں گذرے۔

۔ واللہ الموفّقُ والمعینُ۔

ختم شُد

طواف کی دُعائیں

(اضافہ از ناشر)

طواف خود عبادت ہے اور بہت بڑی عبادت ہے۔ اس میں ذکر اور دُعا میں مشغول ہونے سے ثواب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، طواف میں تیسرا کلمہ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ پڑھنا ثابت ہے۔ اس کے علاوہ اور جو چاہے دعا مانگے حضور قلب کے ساتھ دُعا کرے اور اصل دعا وہی ہے جو حضور قلب کے ساتھ ہو۔ ہر چکر کے لئے الگ الگ جو دُعائیں معروف و مشہور ہیں گو ان میں سے بعض دُعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں مگر خاص کر طواف کے لئے یا کسی خاص چکر کے لئے ان میں سے کسی خاص دُعا کا مخصوص ہونا ثابت نہیں ہے یوں یہ دُعائیں اچھی ہیں اور عوام کی آسانی کے لئے بعض حضرات نے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اگر ان کو پڑھے اور مسنون نہ سمجھے تو ان کا پڑھنا بھی درست ہے، اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان دعاؤں کے بغیر طواف ہی نہیں ہوتا اور دعاؤں کی کتاب نہ ہونے کی وجہ سے یا دعائیں پڑھوانے والا نہ ہونے کی وجہ سے طواف نہیں کرتے وہ سخت غلطی کرتے ہیں مسجد حرام میں بیٹھے رہتے ہیں اور طواف سے محروم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ جہالت سے بچائے۔

(ناشر عفا اللّٰہُ عنہ)

پہلے چکّر کی دُعا

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلَا حَوْلَ

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور گناہوں

وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

سے پھرنے کی طاقت اور عبادت کی طرف راغب ہونے کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بزرگی اور عظمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكَلِمَاتِكَ وَوَفَاءً

کی رحمت اور سلام نازل ہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اے اللہ تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیرے کلمات کی تصدیق کرتے

بِعَهْدِكَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

ہوئے اور تجھ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کی پیروی کرتے ہوئے

اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

(میں طواف کرتا ہوں) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں (گناہوں سے) معافی کا اور (ہر بلا سے) سلامتی کا اور (ہر

وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ ۔

تکلیف سے) دائمی حفاظت کا دین اور دنیا اور آخرت میں اور جنت نصیب ہونے اور دوزخ سے نجات پانے کا۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دُعا ختم کر دیجئے اور اس سے آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا

اے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی، اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں

الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ ط يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ط يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط

جنت میں داخل فرما، اے بڑی عزت والے اے بڑی بخشش والے، اے تمام جہانوں کے پالنے والے۔

دوسرے چکّر کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ

اے اللہ بے شک یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم

حَرَمُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ

ہے اور (یہاں کا) امن و امان تیرا ہے اور ہر بندہ تیرا ہی بندہ ہے اور میں تیرا ہی بندہ ہوں اور تیرے ہی بندہ کا بیٹا ہوں

وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى

اور یہ دوزخ کی آگ سے تیری پناہ پکڑنے والوں کی جگہ ہے سو تو ہمارے گوشت اور کھال کو دوزخ پر حرام

النَّارِ ۝ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ

فرما دے۔ اے اللہ ہمارے لئے ایمان کو محبوب بنا دے اور ہمارے دلوں کو مزین کر دے اور کفر و بدکاری اور نافرمانی

وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ

سے ہمارے دل ہٹا دے اور ہمیں ہدایت پانے والوں میں شامل فرما دے۔ اے اللہ جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ

يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

زندہ کر کے اٹھائے مجھے عذاب سے بچانا اے اللہ! مجھے بغیر حساب کے جنت عطا فرمانا۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ۝ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۝

اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما۔ اے بڑی عزت والے، اے بڑی بخشش والے۔

تیسرے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں (تیرے احکام میں) شک کرنے سے اور (تیری ذات و صفات میں) شرک

الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ

کرنے سے اور نفاق سے اور برے اخلاق سے اور برے حال اور برے انجام سے مال میں اور اہل و عیال میں)

رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ

اے اللہ میں تجھ سے تیری رضامندی کی بھیک مانگتا ہوں اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں تیرے غضب سے

أَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ؕ

اور دوزخ سے، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کی آزمائش سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کی ہر مصیبت سے۔

رکن یمانی کے پہنچے تک یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دُعا پڑھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ

اے پروردگار ہمارے ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ ط يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ط

اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما اے بڑی عزت والے اے بڑی بخشش والے اے سب جہانوں کے پالنے والے۔

چوتھے چکر کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا

اے اللہ بنا دے حج کو حج مقبول اور سعی کو مشکور اور گناہوں کو بخشا ہوا اور عمل کو صالح اور

مَقْبُوْلًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ط يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ يَا اَللّٰهُ مِنَ

تجارت کو بے نقصان، اے دلوں کے بھید جاننے والے مجھے گناہ کی اندھیریوں سے (ایمان صالح کی)

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ

روشنی کی طرف نکال دے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رحمت کو واجب کر دینے والے اعمال کا اور ان اسباب

مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَّالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ

کا جو تیری مغفرت کو لازمی بنا دیں اور ہر گناہ سے سلامتی کا اور ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے کا اور جنت سے بہرہ ور ہونے کا

وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ ط رَبِّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَنِيْ

اور دوزخ سے نجات پانے کا۔ اے میرے پروردگار تو نے جو کچھ مجھے رزق دیا ہے اس میں قناعت عطا کر اور جو نعمتیں مجھے

وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِّيْ مِنْكَ بِخَيْرٍ۔

عطا فرمائی ہیں ان میں برکت دے۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا،

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ ۔ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما اے بڑی عزت والے، اے بڑی بخشش والے، اے سب جہانوں کے پالنے والے۔

پانچویں چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ وَلَا بَاقِیَ

اے اللہ جس روز سوائے تیرے عرش کے کہیں سایہ نہ ہوگا اور تیری ذات پاک کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا اپنے عرش

اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

کے سایہ میں جگہ دینا اور اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض (کوثر) سے مجھے ایسا خوشگوار اور خوش ذائقہ

وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِیْئَةً مَرِیْئَةً لَا نَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ

گھونٹ پلانا کہ اس کے بعد کبھی ہمیں پیاس نہ لگے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کی بھلائی مانگتا

اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

ہوں جن کو تیرے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے طلب کیا اور ان چیزوں کی برائی

وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا

سے تیری پناہ مانگتا ہوں جن سے تیرے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی،

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِیْمَهَا

اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں اور

وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ

ایسے قول یا فعل یا عمل (کی توفیق) کا جو مجھے جنت سے قریب کردے اور میں دوزخ سے تیری پناہ چاہتا

وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ

ہوں اور ہر اس قول یا فعل یا عمل سے جو مجھے دوزخ سے قریب کردے۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا، اور نیک لوگوں

الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

کے ساتھ جنت میں داخل فرما اے بڑی عزت والے اے بڑی بخشش والے اے سب جہانوں کے پالنے والے۔

چھٹے چکر کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ وَحُقُوْقًا کَثِیْرَۃً

یا اللہ مجھ پر تیرے بہت حقوق ہیں ان چیزوں میں جو میرے اور تیرے درمیان ہیں اور بہت سے حقوق ہیں ان معاملات

فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ ، اَللّٰھُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْھَا فَاغْفِرْہُ لِیْ وَمَا کَانَ

میں جو میرے اور تیری مخلوق کے درمیان ہیں، اے اللہ ان میں سے جن کا تعلق صرف تجھ سے ہے ان کی مجھے معافی دے اور

لِخَلْقِکَ فَتَحَمَّلْہُ عَنِّیْ وَاَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِطَاعَتِکَ عَنْ

اور جن کا تعلق تیری مخلوق سے ہے ان کا تو ذمہ دار بن جا، اے اللہ مجھے (رزق) حلال عطا فرما کر حرام سے بے نیاز فرما دے

مَعْصِیَتِکَ وَبِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنَّ

اور اپنی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرما کر نافرمانی سے اور اپنے فضل سے بہرہ مند فرما کر اپنے سوا دوسروں سے مستغنی فرما دے اے وسیع

بَیْتَکَ عَظِیْمٌ وَّوَجْھَکَ کَرِیْمٌ وَاَنْتَ یَا اَللّٰہُ حَلِیْمٌ کَرِیْمٌ عَظِیْمٌ تُحِبُّ

مغفرت والے، اے اللہ بے شک تیرا گھر بڑی عظمت والا ہے اور تیری ذات بڑی عزت والی ہے اور تو اے اللہ بڑے حلم والا

الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ؕ

ہے، بڑا کرم والا ہے، اور بڑی عظمت والا ہے تو معافی کو پسند فرماتا ہے سو میری خطاؤں کو معاف فرما دے۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دُعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ سے بچا۔

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ، یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

اور نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما، اے عزت والے اے بڑی مغفرت والے، اے سب جہانوں کے پالنے والے۔

ساتویں چکر کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا کَامِلًا وَّیَقِیْنًا صَادِقًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا

اے اللہ میں تجھ سے کامل ایمان اور سچا یقین اور کشادہ رزق،

وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّرِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا وَّتَوْبَۃً نَّصُوْحًا

اور عاجزی کرنے والا دل، اور (تیرا) ذکر کرنے والی زبان اور حلال اور پاک روزی، اور سچے دل کی توبہ، اور

وَّتَوْبَۃً قَبْلَ الْمَوْتِ وَرَاحَۃً عِنْدَ الْمَوْتِ وَمَغْفِرَۃً وَّرَحْمَۃً

موت سے پہلے کی توبہ۔ اور موت کے وقت کا آرام اور مرنے کے بعد مغفرت اور

بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ

رحمت اور حساب کے وقت معافی اور جنت کا حصول اور دوزخ سے

النَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

نجات (یہ سب کچھ میں مانگتا ہوں) تیری رحمت کے وسیلے سے اے بڑی عزت والے بڑی مغفرت والے؛ اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور اس سے آگے بڑھتے ہوئے یہ دُعا پڑھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ سے بچا،

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ، یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

اور نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما اے بڑی عزت والے اے بڑی مغفرت والے، اے سب جہانوں کے پالنے والے،

طواف کرتے ہوئے جب بھی حجر اسود پر آئے تو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور اسی طرح سے اس کا استلام کرے جس طرح شروع میں کیا تھا یعنی حجر اسود پر دونوں ہاتھ رکھ کر دونوں ہتھیلیوں کے درمیان حجر اسود کو بوسہ دے، یہ نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ رکھ کر یا صرف داہنے ہاتھ سے

چھو کر ہاتھوں کو بوسہ دیدے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ حجر اسود کی طرف اس طرح اٹھائے کہ دونوں ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف ہوں اور ہتھیلی کی پشت اپنی طرف ہو اس کے بعد ہاتھوں کو بوسہ دے لے، جب طواف ختم کر چکے تو آٹھویں مرتبہ بطریق مذکور حجر اسود کا استلام کرے نیز ہر چکر میں رکن یمانی کا بھی دونوں ہاتھوں سے یا سیدھے ہاتھ سے استلام کرے اگر استلام کا موقعہ نہ ہو تو اس کے لئے اشارہ نہ کرے یاد رکھے کہ حجر اسود یا رکن یمانی کے استلام میں یا طواف کرتے ہوئے کسی بھی موقعہ پر دھکا پیل کر کے کسی کو ایذا نہ دے کیونکہ ایذا مسلم حرام ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط
اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ

کتَابُ
فضَائل القرآن الکریم

(قرآن مجید کی برکات اور اس کی
تلاوت، نیز پڑھنے کے فضائل)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

باب

فضائلُ القرآن الکریم

سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی بشرطیکہ وہ اس کی تلاوت کرتے رہے جس طرح کہ تلاوت کا حق ہے ایسے لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو شخص اسے نہ مانے گا تو ایسے لوگ خسارہ میں رہیں گے۔)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (رواہ البخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ یعنی میری اُمت میں سب سے زیادہ شریف لوگ وہ ہیں جو قرآن کے حاملین ہیں اور راتوں کو بیدار رہنے والے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں میں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی تعلیم و ترویج میں لگنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ دنیا میں کروڑوں آدمی بستے ہیں چھوٹا بڑا، اچھا بُرا اور شریف غیر شریف ہونے کے بہت سے معیار ہیں اس بارے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہیں کوئی شخص دولت مند کو بڑا آدمی سمجھتا ہے کوئی صدر اور وزیر اعظم کو شریف جانتا ہے۔ کوئی اچھے بنگلہ میں رہنے والے کو اچھا جانتا ہے، کوئی بڑی فرم اور موٹر کار وغیرہ کا مالک ہونے کو بڑائی کا معیار یقین کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان مذکورہ خیالات کو غلط قرار دیا اور شرافت کا معیار قرآن مجید میں مشغول ہونا بتایا اور جو اس کی تعلیم میں لگے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے بہتر آدمی ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول کرے (کہ اس کو قرآن شریف پڑھنے کی وجہ سے دوسرے کسی ذکر اور دعاء کی فرصت نہ ملے) میں اس کو سوال کرنے والوں سے افضل (نعمتیں) دوں گا اور کلام اللہ کی فضیلت (دوسرے) سارے کلاموں پر ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے اس حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں (کے) برابر (لکھی جاتی) ہے (پھر فرمایا) میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی)، پس اگر کسی نے لفظ اَلْحَمْدُ کہا تو اس کے کہنے سے پچاس نیکیاں مل جائیں گی کیونکہ اس میں پانچ حرف ہیں۔

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں احکام ہیں، معارف وحقائق ہیں، اخلاق وآداب ہیں اس نے دنیا وآخرت کی کامیابی کے اعمال بتلائے ہیں، یہ انقلاب عالم کے اسباب اور اقوام کے زیر وزبر ہونے کے رموز کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اس کی برکتیں بے انتہا ہیں خدائے پاک کی رحمتوں کا سرچشمہ ہے نعمت ودولت کا خزانہ ہے اس کی تعلیمات پر عمل کرنا دنیا وآخرت کی سربلندی اور سرفرازی کا ذریعہ اس الفاظ بھی بہت مبارک ہیں۔ یہ سب سے بڑے بادشاہ کا کلام ہے خالق ومالک کا پیام ہے جو اس نے اپنے بندوں اور بندیوں کے لئے بھیجا ہے اس کے الفاظ بہت بابرکت ہیں اس کی تلاوت کرنے والا آخرت کے بے انتہا اجور وثمرات کا مستحق تو ہوتا ہی ہے دنیاوی زندگی میں بھی رحمت وبرکت اور عزت ونصرت اس سے ہمکنار ہوتی ہے اور یہ شخص سکونِ قلب اور خوشحالی کی زندگی گذارتا ہے کلام اللہ کی عجیب شان ہے اس کے پڑھنے سے کبھی سیری نہیں ہوتی اور برسوں پڑھتے رہو کبھی پرانا معلوم نہیں ہوتا یعنی تلاوت کرنے والے کی طبیعت کا لگاؤ اس بنیاد پر ختم نہیں ہوتا کہ بار بار ایک ہی چیز کو پڑھ رہا ہے

بلکہ بات یہ ہے کہ جتنی بار پڑھتے ہیں نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔ فسبحانہ ما اعظم کلامہ۔

قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کا ذکر زبان پر جاری رکھنے سے بہت منافع حاصل ہوتے ہیں۔
ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند وصیتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ یعنی تم تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس سے آسمان میں تمہارا تذکرہ ہوگا اور زمین میں تمہارے لئے نور ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۵۔ ج ۲)

آخری منزل پر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز قرآن والے سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (جنت کے درجات) میں چڑھتا جا کیونکہ تیری منزل اس آیت کے پاس ہے جس کو تو سب سے آخر میں پڑھے (مشکوٰۃ) یعنی چڑھتے چڑھتے جہاں تیری قرأت ختم ہوگی وہی تیری منزل ہے لہٰذا جس کو جتنا قرآن شریف یاد ہوگا اتنا ہی اس کو بلند درجہ ملے گا۔

ویران گھر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں قرآن کا کچھ حصہ (بھی) نہیں وہ ویران گھر کی طرح سے ہے۔ (ترمذی)

ف: معلوم ہوا کہ دل ایک عمارت ہے جس کی آبادی قرآن شریف سے ہے۔

قابلِ رشک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رشک صرف دو آدمیوں پر ہے ایک وہ جس کو خدا نے قرآن دیا سو وہ اس میں رات دن لگا رہتا ہے نمازوں میں پڑھتا ہے تلاوت کرتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔ دوسرے وہ جس کو خدا نے مال دیا سو وہ اس میں سے رات دن رضائے مولا میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ (بخاری)

تلاوت میں لگے رہنے والے کی فضیلت

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے میں مشغول کردے

(یعنی قرآن مجید میں لگے رہنے کی وجہ سے اسے دوسرے اذکار کی اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہ ہو) میں اس کو سوال کرنے والوں سے بڑھ کر دوں گا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت دوسرے کاموں پر ایسی ہی ہے جیسی اللہ جل شانہٗ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

اس حدیث پاک میں تلاوت کلام اللہ کی فضیلت عظمت اور اہمیت بتائی گئی ہے، اللہ جل شانہٗ سے سوال کرنا اور مانگنا اور ضرورت کی چیزیں طلب کرنا بہت بڑی سعادت ہے اور دعا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وعید بھی وارد ہوئی ہے لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کی مشغولیت دعا کی مشغولیت سے افضل اور اعلیٰ ہے اور وہ ہے تلاوت کلام اللہ میں لگنا، ایسے لوگ تو خال خال ہی ہیں جو اس قدر تلاوت کرتے ہوں کہ دعا مانگنے کی فرصت ہی نہ ملتی ہو، آج کل تلاوت کا ذوق ہی کہاں ہے جو کوئی اس قدر قرآن مجید پڑھے کہ رات دن میں کسی وقت بھی دعا کی فرصت نہ ملے، لیکن اگر کوئی سعادت مند بندہ ایسا ہو کہ نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کرتے ہوئے باقی وقت کو تلاوت ہی میں لگائے رکھے اور اسی کو زندگی کا مشغلہ بنائے رہے تو اس کے لئے یہ عظیم خوشخبری ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس کو مانگنے والوں سے بڑھ کر عطا فرمائیں گے اور اس کو ایسے انعام واکرام سے نوازیں گے جو مانگنے والوں کو بھی میسر نہ ہوگا۔ تلاوت کلام اللہ کیا چیز ہے؟ درحقیقت یہ شہنشاہِ حقیقی کی ہمکلامی ہے، جو شخص ہر وقت شاہی دربار میں حاضر رہے اور بادشاہ سے گفتگو کرنے میں ایسا انہماک ہو کہ اس کو اپنی ضرورت پیش کرنے کی فرصت ہی نہ ملے تو اس کو سوال کرنے کی اور بادشاہ سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اس کی حاجتوں کا بادشاہ کو خود خیال رہتا ہے، جب انعامات تقسیم ہوتے ہیں تو اپنے خصوصی درباریوں کا حصہ پہلے ہی محفوظ رکھ لیا جاتا ہے مانگنے والوں کو بہت کم اور درباریوں کو بہت زیادہ ملتا ہے، ہر وقت تلاوت کرنے والا چونکہ ہمہ وقت شہنشاہ حقیقی کی ہمکلامی میں لگا ہوا ہے اس لئے اس پر انعامات کی بے انتہا بارش ہوتی ہے، جو کچھ مانگنے والوں کو ملے گا اس سے کہیں زیادہ اس خصوصی تعلق والے کو ملے گا جو تلاوتِ کلام پاک میں ایسا منہمک ہے کہ اپنی حاجت پیش کرنے کی فرصت بھی نہیں پاتا، یہ حدیث ہم نے یہاں یہ بتانے کے لئے نقل کی ہے کہ تلاوت کی وجہ سے دعا مانگنے کی فرصت نہ ہونا بھی ایک قسم کی دعا ہی ہے اور سب سے بڑی دعا ہے مگر کوئی ایسا کرنے والا تو ہو، کوئی نہ سمجھ اس کا یہ مطلب نہ لے لے کہ دعا بھی نہ کرے اور تلاوت بھی نہ کرے یا معمولی سی تلاوت کرکے ترکِ دعا کا طریقہ اختیار کرے۔

سورۂ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں ذکر و تلاوت کا چرچا رکھو اور ذکر و تلاوت سے خالی رکھ کر گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کہ جیسے وہاں ذکر و تلاوت کی فضا نہیں ایسے ہی تمہارے گھر بھی اس سے خالی ہو جائیں اور زندہ لوگ مُردوں کے مشابہ بن جائیں) پھر فرمایا کہ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے لوگوں کے لئے (جو اُسے پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس کی تلاوت کا ذوق رکھتے ہیں) سفارشی بن کر آئے گا۔ پھر فرمایا کہ دو روشن سورتیں پڑھو (یعنی) سورۂ بقرہ اور آل عمران کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن دو سائبانوں کی طرح آئیں گی اور (اپنے لوگوں کو بخشوانے اور درجے بلند کرانے کے لئے خدائے پاک کے حضور میں) خوب زوردار سفارش کریں گی۔ پھر فرمایا کہ سورۂ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کر لینا باعثِ برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعثِ حسرت ہے۔ اور یہ باطل والوں کے بس کی نہیں۔ (مسلم شریف)

آیۃ الکرسی کی فضیلت

آیۃ الکرسی بھی سورہ بقرہ کی ایک آیت ہے جو تیسرے پارے کے پہلے صفحہ پر ہے اس کے پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اللہ کی کتاب میں کونسی آیت سب سے زیادہ بڑی ہے۔ حضرت اُبی ابن کعب نے عرض کیا اللہ و رسُول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے پھر یہی سوال کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ سب سے بڑی آیت یہ ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (آخر تک) یہ سن کر ان کی تصدیق فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا، تم کو علم مبارک ہو۔ (مسلم شریف)

بعض احادیث میں آیۃ الکرسی کو تمام آیات قرآنیہ کی سردار فرمایا۔ (حصن حصین)

ایک حدیث میں ہے کہ جب تم رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ آخر تک پڑھ لو۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ کی طرف سے تمہارے اُوپر ایک نگران مقرر ہو جائے گا۔ اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ (بخاری شریف)

فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی

فرض نماز کے بعد بھی آیۃ الکرسی پڑھنی چاہئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص ہر (فرض) نماز کے بعد آیت آیۃ الکرسی پڑھ لے اس کو جنت میں جانے کے لئے موت ہی آڑ بنی ہوئی ہے اور جو شخص اس آیت کو اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر میں اور پڑوسی کے گھر میں اور آس پاس کے گھروں میں امن رکھے گا۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

شیطان کے اثر، آسیب، بھوت پریت سے بچنے کے لئے آیۃ الکرسی کا پڑھنا مجرب ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (آمن الرسول سے لے کر ختم سورۃ تک) ان کے پڑھنے کی بھی بہت فضیلت ہے آخری آیت میں دعائیں ہیں جو بہت ضرورت کی دعائیں ہیں اور ان دُعاؤں کی قبولیت کا وعدہ بھی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا اس وقت آسمانوں کا ایک دروازہ کھولا گیا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے زمین کی طرف کبھی نازل نہیں ہوا اس فرشتہ نے آپ کو سلام کیا اور کہا آپ خوشخبری قبول فرمائیں ایسی دو چیزوں کی جو سراپا نور ہیں آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

(۱) فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۂ الحمد شریف)

(۲) سورۂ بقرہ کی آخری آیات (ان دونوں میں دُعائیں ہیں) اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ ان میں سے دُعا کا جو بھی حصہ آپ پڑھیں گے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور عطا فرمائیں گے۔ (مسلم شریف)

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھنا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ لیں تو یہ آیات اس کے لئے کافی ہوں گی (یعنی رات بھر یہ شخص جن و بشر کی شرارتوں سے محفوظ رہے گا۔ ہر ناگوار چیز سے اس کی حفاظت ہوگی)
(بخاری و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں نازل فرمائی ہیں جن پر سورۂ بقرہ ختم کی ہے جس کسی گھر میں تین رات پڑھی جائیں گی تو شیطان اس کے قریب نہ آئے گا۔ (ترمذی و دارمی)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ بقرہ کے ختم پر جو آیتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کے خزانوں سے دی ہیں جو عرش کے نیچے ہیں ان میں جو دعائیں ہیں ایسی جامع ہیں کہ انھوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی جس کا سوال ان میں نہ کیا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

جمعہ کے دن سورۂ آل عمران کی تلاوت کرنا

حضرت مکحول تابعی نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ آل عمران جمعہ کے دن پڑھ لے اس کے لئے رات آنے تک فرشتے دُعا کرتے رہیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے سے کبھی فاقہ نہ ہوگا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا (راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد کا بیان ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دے کر روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۸۹، از بیہقی فی شعب الایمان)

ایک حدیث میں ہے کہ تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ وہ غنا یعنی مالداری (لانے) والی

سورت ہے (جامع صغیر)

پہلی حدیث میں فرمایا کہ جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد والی حدیث میں فرمایا کہ سورۃ واقعہ عورتوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ مالداری لانے والی سورۃ ہے اسی لئے عبداللہ بن مسعود روزانہ اپنی لڑکیوں کو اہتمام کے ساتھ سورہ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مرض وفات میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ "مَا تَشْتَكِيْ"؟ (آپ کو کیا تکلیف ہے؟)

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا۔ "ذُنُوْبِيْ" (اپنے گناہوں کے وبال کی تکلیف ہے۔)

حضرت عثمانؓ نے فرمایا "فَمَا تَشْتَهِيْ"؟ (آپ کی خواہش کیا ہے؟)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "رَحْمَةَ رَبِّيْ" (اپنے پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں۔)

"آپ کے لئے کوئی طبیب بھیج دوں؟ حضرت عثمانؓ نے پوچھا۔

"طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے" حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔

تو پھر اخراجات کے لئے کچھ رقم بھجوادوں"؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

"نہیں، مجھے اس کی ضرورت نہیں" حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔

"یہ رقم آپ کے بعد آپ کی صاحبزادیوں کے کام آجائے گی" حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

"کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر و فاقہ کا اندیشہ ہے؟ میں نے تو انھیں ہر رات سورۃ واقعہ کی تلاوت کی تاکید کر رکھی ہے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ کی مصیبت نہیں آئے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۴)

لوگ آج کل پیسہ کمانے اور مالدار بننے کے لئے بہت کچھ کوششیں کرتے ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نسخے پر عمل کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے۔ آج کل ہم ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں کو بڑوں کو، بچوں کو بوڑھوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی صبح ہوتی ہے تو سب سے پہلے ریڈیو اور اخبارات میں مشغول ہو جاتے ہیں گھنٹے آدھ گھنٹے کے بعد ناشتہ کر کے بناؤ سنگھار کر کے بچے اسکول کی راہ لیتے ہیں اور بڑے ملازمتوں کے لئے چل

دیتے ہیں، عورتیں اور چھوٹے بچے ریڈیو سے گانا بجانا سنتے رہتے ہیں جب اسکول والے بچے واپس آتے ہیں تو وہ بھی گانا سننے میں لگ جاتے ہیں کہاں کا ذکر کہاں کی تلاوت سب حُبِّ دنیا میں مست رہتے ہیں بہت کم کسی گھر سے کلام اللہ پڑھنے کی آواز آتی ہے ذکر اللہ اور تلاوتِ کلام اللہ کے لئے لوگوں کی طبیعتیں آمادہ ہی نہیں، محلے کے محلے غفلت کدے بنے ہوتے ہیں اکا دُکا کسی گھر میں کوئی نمازی ہے اس افسوسناک ماحول کی وجہ سے اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہیں۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے قرآن مجید پڑھے اور اپنے ہر بچے کو لڑکا ہو یا لڑکی قرآن شریف پڑھائے اور روزانہ صبح اُٹھ کر نماز سے فارغ ہو کر گھر کا ہر فرد کچھ نہ کچھ تلاوت ضرور کرے تاکہ اس کی برکت سے ظاہر و باطن درست ہو اور دنیا و آخرت کی خیر نصیب ہو۔

اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن مجید کی برکتیں اور سعادتیں ایسی بے انتہا ہیں جن کا پتہ انھیں نیک بندوں کو ہے جو اپنی زندگی کا حصہ ان میں لگائے رہتے ہیں سورۃ واقعہ اور سورۃ آل عمران اور سورۃ بقرہ کے فضائل ابھی ابھی گذر چکے ہیں ترغیب کے لئے ان کے علاوہ دیگر سورتوں کے خاص خاص فضائل اور خواص ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ نفس کو تلاوت کے لئے آمادہ کرنا آسان ہو۔

سُورۃُ الفاتحہ سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے جو بہت بڑی فضیلت والی سورت ہے ایک حدیث میں اس کو قرآن کی سب سے بڑی سورت فرمایا ہے۔ (بخاری) لمبی سورتیں تو اور بھی ہیں مگر عظمت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے اس کی بہت برکات ہیں نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے ایک حدیث میں فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جیسی سورت نہ تو توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں، نہ زبور میں نہ قرآن میں۔ (ترمذی)

سورۃ فاتحہ کا ورد رکھنا، دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۃ فاتحہ میں ہر مرض سے شفا ہے (دارمی) سورۃ فاتحہ کے دس نام ہیں جن میں سے ایک نام کافیہ اور دوسرا شافیہ ہے اس کو پڑھتی رہا کرو بچوں کو سکھاؤ اور پڑھو اور پڑھاؤ۔

سُورۃ یٰسین شریف کی فضیلت

حضرت عطاء بن ابی رباح (تابعی) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دن کے اوّل حصہ میں سورۂ یٰسین شریف پڑھ لی اس کی حاجتیں پوری کردی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ یٰسین اللہ کی رضا کی نیت سے پڑھی اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے لہٰذا تم اسے اپنے موتیٰ کے پاس پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف) یعنی جس کی موت کا وقت قریب ہو اس کے پاس بیٹھ کر پڑھو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے جس نے یٰسین (ایک مرتبہ) پڑھی اللہ اس کے پڑھنے کی وجہ سے اس کے لئے دس مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

سورۂ کہف کی فضیلت

سورۂ کہف پندرھویں پارے کے آدھے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سے شروع ہوتی ہے اس سورۃ کے پڑھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابُو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا (بیہقی فی الدعوات الکبیر) یعنی اس کا دل منور رہے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن ایک بار اس کے پڑھ لینے سے اس کی قبر میں بقدر ایک ہفتہ کے روشنی رہے گی۔ اگر کوئی ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرے تو اسے موت کے بعد بھی نور ہی نور نصیب ہوگا۔ (گو تمام اعمال صالحہ روشنی کا سبب ہیں)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سُورۂ کہف کے اوّل کی تین آیات پڑھ لیں وہ دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

سُورۂ تبارکَ الّذِیْ اور الٓمٓ سجدہ کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں ایک سورت ہے جس میں تیس آیات ہیں، اس نے ایک شخص کی یہاں تک سفارش کی کہ وہ

بخش دیا گیا، یہ سورت تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ہے (جو انتیسویں پارہ کی پہلی سورت ہے)
(ترمذی، نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ سورہ الٓمٓ تنزیل اور سورہ تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے تھے۔
(ترمذی، دارمی)

دو سورتیں عذاب قبر سے بچانے والی

سورہ الٓمٓ تنزیل اکیسویں پارہ میں ہے جسے الٓمٓ سجدہ بھی کہتے ہیں یہ سورۂ لقمان اور سورۂ احزاب کے درمیان ہے سورۂ تَبَارَكَ الَّذِیْ اور الٓمٓ سجدہ کو قبر کے عذاب سے بچانے میں خاص دخل ہے جیسا کہ چغلی اور پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنے کو قبر کا عذاب لانے میں زیادہ دخل ہے۔

حضرت خالد بن معدان (تابعی) نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک شخص سورہ الٓمٓ سجدہ کو پڑھا کرتا تھا اس کے سوا (بطور ورد) کوئی دوسری سورت نہ پڑھتا تھا اور تھا بھی بہت گنہگار جب قبر میں عذاب ہونے لگا تو اس سورت نے اس شخص پر اپنے پر پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ اے رب اس کی مغفرت فرما دے کیونکہ یہ مجھے زیادہ پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ خداوند قدوس نے اس کی سفارش قبول فرمائی اور فرمایا کہ اس کے لئے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دو اور ایک ایک درجہ بلند کر دو۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں جھگڑا کرے گی اور اللہ پاک سے عرض کرے گی کہ اے اللہ اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اگر میں تیری کتاب سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ سورت پرندے کی طرح اپنے پر پھیلا دے گی اور سفارش کرے گی اور عذاب قبر سے بچا دے گی جو کچھ فضیلت سورۂ الٓمٓ سجدہ کی بتائی یہ فضیلت اور خصوصیت سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک کی بھی بتائی ہے۔ (مشکوٰۃ عن الدارمی)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگا لیا انھیں پتہ نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں سے ان کو سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھنے کی آواز آئی۔ پڑھنے والے نے جو صاحب قبر تھا یہ سورت پڑھتے پڑھتے ختم کر دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ هِیَ الْمَانِعَةُ هِیَ الْمُنْجِیَةُ تُنْجِیْهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ یعنی یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے اللہ کے عذاب

سے اسے نجات دلادے گی۔ (ترمذی)

سُورۃُ الحشر کی آخری تین آیتیں

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لیوے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادیں گے جو اس دن شام تک اس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے رہیں گے اور اگر اس دن میں مرجائے گا تو شہید ہونے کا درجہ پائے گا اور جس نے یہ عمل شام کو کرلیا۔ تو اس کو بھی یہی نفع ہوگا یعنی صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اس رات میں مرجائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا۔

(ترمذی دارمی)

سورۃ حشر اٹھائیسویں پارہ میں ہے اس کی آخری تین آیتیں هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے ختم سورت تک ہیں تلاش کرکے نکال لو سمجھ میں نہ آئے تو کسی حافظ سے پوچھ لو۔

سُورۃ اذا زُلزلت، قُلْ یا اَیُّہا الکافرون، اور سُورۃ اخلاص

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے (ترمذی)

سُورۃ اخلاص کی مزید فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دو سو مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامے سے مٹادیئے جائیں گے۔ ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہ ہوگا۔ (ترمذی) نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے

اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھ لے تو قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھتے ہوئے سن لیا۔ آپ نے فرمایا (اس کے لئے) واجب ہو گئی، میں نے پوچھا کیا؟ فرمایا جنت۔ (ترمذی ونسائی)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سورت یعنی سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا (ترمذی) حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیا جائے گا۔ اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی، اس کے لئے جنت میں دو محل بنا دیئے جائیں گے، اور جس نے تیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں تین محل بنا دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم اپنے بہت زیادہ محل بنا لیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ بہت بڑا داتا ہے جتنا عمل کر لو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔ (دارمی مرسلا)

سُورَۃُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ ہزار آیت پڑھ لو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کسے طاقت ہے کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی سے بلا ناغہ) پڑھے، آپ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ پڑھ لو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

یہ سورتیں قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں ان کو معوذتین کہتے ہیں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے تکلیف دینے والی چیزوں اور مخلوق کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لئے ان کا پڑھنا بہت ہی زیادہ نافع

اور مفید ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آگئی اور سخت اندھیرا ہو گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے ذریعہ اس مصیبت سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے یعنی ان کو پڑھنے لگے اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو کیونکہ ان جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن خُبیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیری بھی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلے۔ چنانچہ ہم نے آپؐ کو پالیا۔ آپؐ نے فرمایا کہو۔ میں نے عرض کیا۔ کیا کہوں، فرمایا جب صبح ہو اور شام ہو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین بار پڑھ لو۔ یہ عمل کر لو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہو جائے گی جس سے پناہ لی جاتی ہے (یعنی ہر موذی اور ہر شر اور ہر بلا سے محفوظ ہو جاؤ گے)۔

(ترمذی)

بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اللہ نے پیدا کی ہے اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور گرہوں میں دم کرنے والی عورتوں کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہے اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ لیتا ہے۔ اتنی چیزوں کے شر سے بچنے کے لئے دعا کی جاتی ہے اسی لئے یہ دونوں سورتیں ہر طرح کے شر اور بلا اور مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکے سے محفوظ رہنے کے لئے مفید ہیں اور مجرب ہیں ان کو اور سورۂ اخلاص کو صبح شام تین تین بار پڑھے اور دیگر اوقات میں بھی ورد رکھے کسی بچے کو تکلیف ہو۔ نظر لگ جائے تو ان دونوں کو پڑھ کر دم کرے یا ان کو لکھ کر گلے میں ڈال دے۔ بچوں کو یاد کرا دیں۔ دکھ تکلیف میں اُن سے بھی پڑھوائیں۔

رات کو سوتے وقت کرنے کا ایک عمل

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو سورت قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی پھونک کے ساتھ نکل جاتا تھا پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن ہوتا تھا پھیر لیتے تھے یہ ہاتھ پھیرنا سر اور چہرے سے اور سامنے کے حصہ سے شروع فرماتے تھے اور یہ عمل تین بار فرماتے تھے۔

(بخاری)

بیماری کا ایک عمل

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے (جس کا طریقہ ابھی اوپر گذرا ہے) پھر جس مرض میں آپؐ کی وفات ہوئی اس میں میں یہ کرتی تھی کہ دونوں سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھ پر دم کر دیتی تھی پھر آپکے ہاتھ کو آپؐ کے جسم پر پھیر دیتی تھی۔

(بخاری و مسلم)

دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک کا بھی کچھ حصہ نکل جائے۔

حفظ قرآن کی ضرورت اور اہمیت

قرآن مجید بہت بڑا معجزہ ہے اور کئی اعتبار سے معجزہ ہے اس کا ایک کھلا ہوا معجزہ جو ہر مسلم اور غیر مسلم کے اور ہر دوست و دشمن کے سامنے ہے یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور جوان اور بڑی عمروں کے لوگ اس کو حفظ یاد کر لیتے ہیں۔ قرآن کا حفظ ہونا اچھا ذہن اور قوی دماغ ہونے پر موقوف نہیں، بڑے بڑے ذہین اور حافظے کی قوت رکھنے والے اپنی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کے پچاس صفحے بھی یاد نہیں کر سکتے اور روزانہ تھوڑا سا وقت لگانے سے قرآن مجید کند ذہن والوں کو یاد ہو جاتا ہے جو اپنی زبان میں بھی نہیں ہے جبتک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ قرآن دنیا میں ہے اس کے حفظ کرنے کرانے والے بھی رہیں گے جو شخص یا جو کنبہ اور جو برادری اور جو علاقہ اس کی جانب سے غفلت برتے گا خود اس کی خیر سے محروم رہے گا قرآن کے یاد رکھنے والے ادارے اور سینوں میں اٹھانے والے ہمیشہ رہیں گے اور اس کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہیں گے اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید کے ہم محافظ ہیں یہ وعدہ اس طرح پورا ہوتا رہا ہے کہ ہمیشہ اس کے یاد رکھنے والے موجود رہے ہیں اور موجود رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ہمیں چاہئے کہ قرآن کی طرف بڑھیں تاکہ اس کی برکتوں سے مالا مال ہوں اپنی اولاد کو قرآن مجید حفظ کرانے کی بلیغ کوشش کریں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا اور اس کو خوب یاد کر لیا اور اس کے حلال کو حلال رکھا اور اس کے حرام کو حرام رکھا تو خدا تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیگا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے لوگوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جن کے لئے دوزخ میں جانا واجب ہو چکا ہوگا۔

(ترمذی)

حلال کو حلال رکھا اور حرام کو حرام رکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے جن چیزوں کو حلال بنایا ہے ان کو حلال سمجھ کر ان پر عمل کیا اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے ان کو حرام سمجھ کر ترک کر دیا قرآن کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کی۔

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی بہتر ہوگی جبکہ آفتاب دنیا کے گھروں میں ہو۔ یہ فرما کر آپؐ نے ارشاد فرمایا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا یعنی جب والدین کا اعزاز واکرام کا یہ حال ہے تو اب تمہارا کیا خیال ہے اس کے بارے میں جس نے یہ کام کیا یعنی قرآن پڑھا اس پر عمل کیا (ابوداؤد شریف) یعنی اس کا انعام تو اور زیادہ ہوگا۔

اپنے بچوں کو حفظ میں لگا دیں بہت آسان کام ہے جاہلوں نے مشہور کر دیا ہے کہ قرآن حفظ کرنا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے یہ بالکل جاہلانہ بات ہے قرآن حافظے سے یاد نہیں ہوتا معجزہ ہونے کی وجہ سے یاد ہوتا ہے۔ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ دنیا کا کام کاج کرتے ہوئے اور اسکول و کالج میں پڑھتے ہوئے بہت سے بچوں نے قرآن شریف حفظ کر لیا بہت سے لوگوں نے سفید بال ہونے کے بعد حفظ کرنا شروع کیا اللہ جل شانہٗ نے اُس کو بھی کامیابی عطا فرمائی۔

جو بچہ حفظ کر لیتا ہے اس کی قوتِ حافظہ اور سمجھ میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ آئندہ جو بھی تعلیم حاصل کرے ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے آگے رہتا ہے۔ قرآن کی برکت سے انسان دنیا اور آخرت

میں ترقی کرتا ہے افسوس ہے کہ لوگوں نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں کوئی قرآن کی طرف بڑھے تو اس کی برکات کا پتہ چلے۔

بہت سے جاہل کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح رٹانے سے کیا فائدہ یہ لوگ روپے پیسے کو فائدہ سمجھتے ہیں۔ ہر حرف پر دس نیکیاں ملنا اور آخرت میں ماں باپ کو تاج پہنایا جانا اور قرآن پڑھنے والے کا اپنے گھر کے لوگوں کی سفارش کر کے دوزخ سے بچوا دینا فائدہ میں شمار ہی نہیں کرتے، کہتے ہیں حفظ کر کے ملّا بنے گا تو کہاں سے کھائے گا میں کہتا ہوں کہ حفظ کر لینے کے بعد تجارت اور ملازمت کر لینے سے کون روکتا ہے مُلّا ہونا تو بہت بڑی سعادت ہے جسے یہ سعادت مطلوب نہیں وہ اپنے بچے کو حفظ قرآن سے تو محروم نہ کرے جب حفظ کر لے تو اسے دنیا کے کسی بھی حلال مشغلے میں لگا دے اور یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ جتنے سال یہ بچہ حفظ کرے گا اس کے یہ سال دنیوی تعلیم کے اعتبار سے ضائع نہیں ہوں گے کیونکہ حفظ کر لینے والا حفظ سے فارغ ہو کر چند ماہ کی محنت سے چھٹی ساتویں جماعت کا امتحان بآسانی دے سکتا ہے یہ محض دعویٰ نہیں تجربہ کیا گیا ہے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ؕ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

کتاب

فَضَائِلِ ذِکْرِ اللّٰہِ تعالیٰ

وَبَيَانِ ثَوَابِ التَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّهْلِيلِ

(ذکر اللہ کے فضائل، تکبیر وتحمید اور تہلیل وتسبیح کا ثواب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ذکر اللہ کے فضائل و برکات

قرآن مجید میں کثرت سے اللہ کو یاد کرنے کا حکم فرمایا، سورۂ احزاب میں فرمایا۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۙ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ○ (اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو) اور سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے۔ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اور سورۂ عنکبوت میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۔ (بلاشبہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے اور یہ بات واقعی ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو) درحقیقت اللہ کا ذکر ہی پورے عالم کی جان ہے، جب تک دنیا میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے آسمان و زمین قائم ہیں اور دوسری مخلوق بھی موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک زمین میں ایک مرتبہ بھی اللہ اللہ کہا جاتا رہے گا[1] نماز بھی اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہے، جو سراپا ذکر ہے۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا

"بلاشبہ آسمانوں کے اور زمینوں کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہلِ عقل کے لئے جن کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ کی یاد کرتے

---

[1] رواہ مسلم

وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے"

اس آیت میں ارشاد ہے کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے، بندہ کی یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ اپنے رب کا نام لے اور ہر وقت اس کے ذکر سے رطب اللسان رہے۔ سورہ طٰہٰ میں فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ کہ میری یاد کے لئے نماز قائم کیجئے۔ نماز میں اوّل سے آخر تک ذکر ہی ذکر ہے نمازی آدمی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک برابر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے کبھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ــــــ میں مشغول ہے، کبھی تلاوت میں، کبھی تکبیر میں، کبھی تسبیح میں، اور کبھی تحمید میں اور کبھی دُعا میں، نمازی آدمی کی زبان برابر ذکر اللہ میں مشغول رہتی ہے اور دل بھی ذکر سے کبھی غافل نہ رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کَانَ یَذْکُرُ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ اَحْيَانِهٖ کہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ (رواہ مسلم)

ذاکر ہر بھلائی لے گئے

ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سے مجاہد کا بڑا اجر ہے آپ نے فرمایا جو ان میں سے خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہو۔ پھر ان صاحب نے دریافت کیا کہ صالحین میں کس کا بڑا درجہ ہے آپ نے فرمایا کہ ان میں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہو، پھران صاحب نے نمازیوں اور زکوٰۃ دینے والوں، حاجیوں اور صدقہ دینے والوں کے متعلق بھی یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا۔

یہ سوال و جواب سُن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے ابوحفص ذکر کرنے والے تو ہر بھلائی لے اُڑے اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں!

(ترغیب)

خدا کی معیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک بندہ کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ ہلتے رہیں۔ (بخاری)

دل کی صفائی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کی صفائی ہوتی ہے اور دل کی صفائی اللہ کی یاد ہے اور ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی اس قدر اللہ کے عذاب سے نہیں بچاتا جس قدر ذکر کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی اس قدر اللہ کے عذاب سے نہیں بچاتا اگرچہ مارتے مارتے مجاہد کی تلوار کیوں نہ ٹوٹ جائے۔ (بیہقی فی الدعوات الکبیر)

دنیا میں دیدارِ جنت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غافلوں میں ذاکرِ خدا کی مثال ایسی ہے جیسے (میدانِ جنگ سے) بھاگ جانے والوں کے بعد کوئی جہاد کرنے والا ہو۔ اور غافلوں میں ذاکرِ خدا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سبز ٹہنی کسی سوکھے درخت میں ہو اور غافلوں میں ذاکر خدا کی مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ رکھا ہو اور غافلوں میں رہتے ہوئے خدا کی یاد میں مشغول رہنے والے کو اللہ زندگی ہی میں اس کا مقام جنت میں دکھا دے گا اور غافلوں میں خدا کی یاد کرنے والے کی مغفرت ہر فصیح اور ہر اعجم کی تعداد میں ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ) فصیح سے جن اور انسان اور اعجم سے جانور مراد ہیں۔

اللہ کی بارگاہ میں تذکرہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بندے کے گمان کے پاس ہوں (جو گمان وہ مجھ سے رکھے) اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے سو اگر وہ مجھ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب مجھ کو جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔

(بخاری)

"میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں" اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف خود ہی اس کا ذکر کرتا ہوں فرشتوں

کے سامنے اس کا ذکر نہیں کرتا اور یہ جو فرمایا کہ "جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے" یعنی مقرب فرشتوں اور ارواحِ مرسلین میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں جو سب مل کر عام انسانوں سے بہتر اور افضل ہیں۔ (طیبی)

"میں بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں" اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے متعلق جو بندہ مغفرت اور عذاب کا گمان کرتا ہے میں ایسا ہی کرتا ہوں اگر وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ خدا مجھ کو بخش دے گا تو اس کو بخش دیتا ہوں اور اگر اس کے خلاف گمان رکھتا ہے تو نہیں بخشتا ہوں۔ (لمعات)

ایک روز حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہنے لگے کہ مجھ کو معلوم ہو جاتا ہے جب مجھ کو میرا خدا یاد کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ مجھ کو یاد کرتا ہے لہٰذا جب کوئی شخص بارگاہِ خداوندی میں اپنا ذکر چاہے وہ خدا کا ذکر شروع کردے۔

تہجد گذاری کے بدلے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تم میں سے رات کو جاگ کر تکلیف برداشت کرنے سے عاجز ہو اور مال خرچ کرنے میں بخل کرتا ہو اور دشمن کے ساتھ جہاد کرنے سے بزدلی کرتا ہو اس کو چاہئے کہ اللہ کا ذکر بہت کرے۔ (طبرانی)

بلا خرچ بالانشین

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کی گود میں روپے ہوں جن کو وہ تقسیم کرتا ہو اور دوسرا شخص خدا کا ذکر کرتا ہو تو یہ ذکر کرنے والا ہی افضل رہے گا۔ (الترغیب)

بستر پر بلند درجے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں بہت سے لوگ بچھے ہوئے بستروں پر ضرور بالضرور ذکر اللہ کریں گے اور (وہ ذکر) ان کو بلند درجوں میں داخل کردے گا۔ (ترغیب)

دیوانہ بن جاؤ

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کا ذکر اس قدر زیادہ کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔ (ایضاً)

ریاکاری کی پرواہ نہ کرو

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس قدر اللہ کا ذکر کرو کہ منافق لوگ تم کو ریاکار

کہنے لگیں۔ (ایضاً)

نمبر لے گئے ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ شریف کے راستے میں جمدان پہاڑ پر گذر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ چلو یہ جمدان ہے۔ آگے بڑھ گئے (اپنے نفسوں کو) تنہا کرنے والے صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضرت تنہا کرنے والے کون ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ (مسلم شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ کے جواب میں فرمایا کہ ہمیشہ یادِ خدا کی حرص کرنے والے اپنے نفسوں کو تنہا کرنے والے ہیں، خدا کا ذکر ان کا بوجھ اتار دیگا۔ لہٰذا وہ ہلکے پھلکے (میدان حشر) میں آئیں گے۔ (ترمذی) اپنے نفسوں کو تنہا کرنے والے، یعنی اپنے ہمعصر لوگوں سے بالکل الگ رویہ رکھنے والے کہ سب لوگ تو دنیاوی بکواس، بیہودہ خرافات اور لایعنی باتوں میں مشغول ہوں مگر وہ لوگ صرف اللہ کی یاد میں وقت گذارتے ہوں۔ (من المرقاۃ)

ندائے مغفرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کچھ لوگ اللہ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوجائیں اور ان کی غرض اس سے صرف رضاء خدا ہو تو (خدا کا) منادی آسمان سے آواز دیتا ہے کہ اُٹھ جاؤ بخشے بخشائے اور میں نے تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ (ترغیب)

موتی کے منبر سردار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ شانہ ضرور ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جن کے چہروں پر نور ہوگا۔ (اور) وہ موتیوں کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور یہ حضرات نہ نبی ہوں گے نہ شہید ہوں (اور) سب لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے (یہ سُن کر) ایک اعرابی (رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے دو زانوں بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ حضرت ان کے اوصاف بتادیجئے (تاکہ) ہم ان کو پہچان لیں آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ حضرات ہوں (جن میں کوئی رشتہ ناتہ نہ ہوگا اور) جو مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں کے ہوں گے (اور اس کے باوجود) اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے تھے (اور) اللہ کی یاد کے لئے جمع ہوا کرتے تھے (ترغیب)

خیر الدنیا والآخرۃ رحمت کائنات حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں جس کو دی گئیں اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی دیدی گئی۔

(وہ چار چیزیں یہ ہیں) (۱) شکر گذار دل (۲) خدا کا ذکر کرنے والی زبان (۳) بلاء پر صبر کرنے والا بدن۔ (۴) اور اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والی بیوی۔ (ترغیب)

صرف ایک چیز

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسلام کی چیزیں تو بہت ہیں (جن کی ذمہ داری بھی) مجھ پر (بہت ہے اور سب کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی) لہٰذا مجھ کو آپ ایک ہی چیز بتا دیجئے جس میں لگا رہوں، آپؐ نے فرمایا تیری زبان ہمیشہ یادِ خدا میں تر رہے (مشکوٰۃ)

جہاد سے افضل

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ قیامت کے روز خدا کے نزدیک کون شخص سب سے افضل اور سب سے بلند درجے والا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں (اس پر) ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ کیا ذکر کرنے والے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے سے بھی افضل اور ارفع ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر (جہاد کرنے والا) اپنی تلوار سے کافروں اور مشرکوں کو اس قدر مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور (وہ شخص یا تلوار) خون میں رنگ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا ہی افضل رہے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہؓ کو خطاب کرکے) فرمایا کہ کیا تم کو تمہارا وہ عمل نہ بتا دوں جو تمہارے مالک (خداوند عالم) کے نزدیک تمام اعمال سے بہتر اور پاکیزہ ہے اور جو تمہارے درجات کو سب اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور تمہارے لئے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور جو اس سے (بھی) بہتر ہے کہ تم دشمن سے بھڑ جاؤ اور ان کی گردنیں اُڑاؤ اور وہ تمہاری گردنیں اڑائیں؟

صحابہؓ نے جواب میں عرض کیا کہ جی ارشاد فرمائیے! آپؐ نے فرمایا (وہ عمل) اللہ کا ذکر ہے (جو ان سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ (ترمذی)

دنیا سے رخصت ہونے کے وقت

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی (صحابیؓ) نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ حضرت سب لوگوں سے بہتر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا

خوشی ہے اس شخص کے لئے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں ان صاحبؓ نے پھر عرض کیا سب سے زیادہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا "یہ کہ تو دنیا سے اس حالت میں جدا ہو کہ تیری زبان اللہ کے ذکر میں تر ہو۔ (ترمذی شریف)

جنّت کے باغیچے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے (اپنے صحابہؓ سے) ارشاد فرمایا کہ جب جنّت کے باغیچوں پر گذرو تو کھایا پیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جنّت کے باغیچے کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ذکر کی مجلسیں ہیں۔ (ایضاً)

ف:۔ کھانے پینے کا مطلب یہ ہے کہ ان باغیچوں میں جا کر باغیچوں والوں کے عمل میں شریک ہو جاؤ۔ یعنی ذکر کرنے لگا کرو۔

فرشتوں کے سامنے فخر

حضرت معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے (جو بیٹھے ہوئے تھے) آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کو یہاں کس چیز نے بٹھا رکھا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم بیٹھے ہوئے خدا کا ذکر کر رہے ہیں۔ اور اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی اور اس کی وجہ سے ہم پر احسان کیا آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم کیا تم کو صرف اسی چیز نے بٹھا رکھا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم ہم کو صرف اسی چیز نے بٹھا رکھا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ خوب سمجھ لو میں نے تم کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہیں کھلائی لیکن بات دراصل یہ ہے کہ (ابھی) میرے پاس جبرئیل آئے تھے اور مجھ کو یہ بتا گئے کہ اللہ عزّوجل فرشتوں کے سامنے تم کو فخراً پیش فرما رہے ہیں۔ (مسلم)

عذابِ الٰہی سے نجات

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کوئی عمل بندے کو اس قدر خدا کے عذاب سے نہیں بچاتا جس قدر خدا کی یاد بچاتی ہے۔ (ترمذی عن معاذ)

ف:۔ یعنی سارے نیک اعمال خدا کے عذاب سے نجات دلانے کا ذریعہ ہیں مگر ان سب میں سے افضل ذکر اللہ ہے جس کے برابر کوئی بھی عمل نہیں اس سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے بچانے والا اور کوئی عمل نہیں۔

عرشِ الٰہی کے سائے میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سات شخص ایسے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا جبکہ اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) منصف مسلمان بادشاہ (۲) وہ جوان جو اللہ عزوجل کی عبادت میں پلا بڑھا۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ (۴) اور وہ دو شخص جنھوں نے آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھی اور اسی پر ملاقات کی اور اسی پر جُدا ہوئے۔ (۵) وہ شخص جس کو کسی صاحب مرتبہ اور حسین عورت نے (بُرے کام کی) دعوت دی اور اس نے (کورا) جواب دیا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ شخص جس نے داہنے ہاتھ سے صدقہ کیا اور اس کو پوشیدہ رکھا حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی نہیں جانتا کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں خدا کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہ پڑے۔ (بخاری شریف)

مُردہ اور زندہ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرے اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہ کرے زندہ اور مُردہ کی مثال ہے۔ (بخاری شریف)

ف :۔ یعنی خدا کی یاد میں مشغول رہنے والا زندہ ہے اور اس سے غافل رہنے والا مُردہ ہے، ذاکرین کو حیات جاودانی نصیب ہوتی ہے ان کو خدائے تعالیٰ کا خاص تعلق حاصل ہوتا ہے۔ وہ دونوں عالم میں امن وچین کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ؎

ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ذاکر کے برعکس وہ لوگ ہیں جن کو دنیا و آخرت کا ہوش نہیں ان کا باطن مُردہ اور گندہ اور ظاہر مُرجھایا ہوا رہتا ہے بظاہر وہ جاندار معلوم ہوتے ہیں مگر بندگی کی روح سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔

انسانی صورت اور ڈھانچہ ضرور ان کے پاس ہوتا ہے مگر اُن کی زندگی بے سود اور بے فائدہ ہوتی ہے جس طرح مُردہ کوئی کسب نہیں کرتا اور عملی ترقی کے زینہ پر نہیں چڑھتا اس طرح غیر ذاکر کا حال ہے۔ ان میں سے کبھی کسی کو تھوڑی بہت دنیا تو مل جاتی ہے مگر آخرت کی غفلت ان کو دنیا میں رہتے ہوئے مُردہ بنا دیتی ہے۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جواب

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھ پر یہ بات پیش کی کہ (اگر تم چاہو تو) مکہ کے سنگریزوں کو تمہارے لئے سونا بنا دوں! میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (میں) نہیں (چاہتا) لیکن (میں تو یہ چاہتا ہوں) کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھا لوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں سو جب بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں اور تیری یاد میں لگوں اور جب پیٹ بھر لوں تو تیری حمد کروں اور تیرا شکر کروں۔ (احمد و ترمذی)

کروٹ میں قبول

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص پاک ہونے کی صورت میں (یعنی باوضو) اپنے بستر پر پہنچا اور نیند آنے تک اللہ کو یاد کرتا رہا تو رات کو جس وقت بھی کروٹ بدلتے ہوئے اللہ سے کسی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرے گا تو خدا تعالیٰ وہ بھلائی اس کو ضرور دے گا۔ (مشکوٰۃ عن اذکار النووی)

شیطان کی ناکامی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کو یاد کرے تو شیطان (اپنے ساتھیوں) سے کہتا ہے کہ (چلو) یہاں نہ رات کو ٹھہر سکتے ہیں اور نہ کھا سکتے ہو۔ اور جب (انسان) اپنے گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اللہ کو یاد نہ کرے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ تم (یہاں) رات کو ٹھہرنے میں کامیاب ہو گئے اور جب کھاتے وقت اللہ کو یاد نہ کیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تم یہاں رات کو ٹھہرنے اور کھانا کھانے میں کامیاب ہو گئے۔ (مسلم)

نماز فجر اور عصر کے بعد ذکر کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز باجماعت پڑھے پھر سورج نکلنے تک بیٹھا ہوا اللہ کو یاد کرتا رہے پھر دو رکعتیں پڑھ لے تو اس کو پورے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ فجر کے بعد سورج نکلنے تک چار زانوں (پالتی مار کر) بیٹھے رہتے تھے اور آپ نے نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد یادِ خدا میں مشغول ہونے کی ترغیب دی ہے اور اس بارے میں بہت سی فضیلتوں سے باخبر کیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سے یہ زیادہ محبوب ہے کہ ضرور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاؤں جو فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک اللہ کو یاد کرتے رہیں اور چار غلام آزاد کرنے سے مجھ کو یہ بہت زیادہ پسند ہے کہ ضرور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاؤں جو عصر کی نماز سے سورج چھپنے تک اللہ کو یاد کرتے رہیں۔ (ابو داؤد شریف)

دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھ لے پھر بیٹھا بیٹھا سورج نکلنے تک اللہ کو یاد کرتا رہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (الترغیب والترہیب)

ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مجاہدین کا) ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا جن کو بہت زیادہ غنیمت کے اموال ہاتھ لگے اور جلد واپس آ گئے۔

یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نے کوئی دستہ ایسا نہیں دیکھا جو اس دستہ کی نسبت زیادہ مالِ غنیمت لایا ہو اور اس قدر جلدی واپس آیا ہو اس پر رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیا میں تجھ کو ایسا شخص نہ بتا دوں جو اس دستہ سے بھی زیادہ جلدی واپس ہونے والا اور مالِ غنیمت حاصل کرنے والا ہو، (سُنو) یہ وہ شخص ہے جو باجماعت نماز پڑھے پھر سورج نکلنے تک اللہ کو یاد کرتا رہے۔ (ایضاً)

فائدہ :۔ بعض روایات میں ہے کہ جس جگہ نمازِ فجر باجماعت پڑھی ہو اسی جگہ بیٹھا ہوا ذکر کرتا رہے عورتیں گھر میں بلا جماعت نماز پڑھتی ہیں وہ بھی ذکر کا اہتمام کریں مصلے پر بیٹھی بیٹھی ذکر کرتی رہیں اور اشراق پڑھ کر اٹھیں اجرِ عظیم پائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ اگر کسی وجہ سے مصلہ چھوڑنا پڑے تو بھی ذکر کرتی رہیں، فجر اور عصر کے بعد ذکر کا خاص وقت ہے اور اس کی بہت ہی فضیلت ہے۔

نفاق سے بری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے خدا کا ذکر بہت کیا وہ نفاق سے بری ہو گیا۔ (ترغیب عن البیہقی)

ذکر چھوڑنے کی وعیدیں

اب وہ احادیث کریمہ درج کی جاتی ہیں جن میں ذکر اللہ سے غافل ہونے والوں کے لئے وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

مُردہ گدھے کے پاس سے اُٹھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کچھ لوگ کسی جگہ (بیٹھے پھر وہاں) سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا تو وہ گویا مُردہ گدھے کو چھوڑ کر اُٹھے اور یہ مجلس (آخرت میں) اُن کے لئے باعثِ حسرت ہوگی۔

(احمد وابوداؤد)

نقصانِ عظیم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی بیٹھنے کی جگہ بیٹھا اور اس نے اس جگہ اللہ کا ذکر نہ کیا تو اللہ جل شانہٗ کی جانب سے اس کا یہ بیٹھنا اس کے لئے نقصان کا سبب ہوگا اور جو شخص کسی جگہ لیٹا اور اس نے اس لیٹنے میں (اوّل سے آخر تک کسی وقت بھی) اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس کا یہ لیٹنا اللہ کی جانب سے نقصان کا باعث ہوگا۔ (ابوداؤد شریف) اور جو شخص کسی جگہ چلا اور اس چلنے کے درمیان اللہ کا ذکر نہیں کیا تو اس کے لئے یہ چلنا نقصان کا سبب ہوگا۔ (زادہ فی الترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی بیان کیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا تو یہ مجلس ان کے لئے نقصان کا باعث ہوگی پھر اللہ چاہے تو انھیں عذاب دے اور چاہے تو ان کی مغفرت فرمادے۔ (رواہ الترمذی)

ہر بات وبال ہے مگر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی ہر بات اس کے لئے وبال ہے (اور) اس کے لئے نفع کی چیز نہیں ہے مگر (نفع کی چیزیں یہ ہیں) (۱) کسی بھلائی کا حکم کرنا (۲) کسی برائی سے روک دینا (۳) یا اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرنا۔ (ترمذی شریف)

لعنت سے کون محفوظ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار بلاشبہ ساری دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جو ذکر اللہ کے تابع ہو اور عالم دین اور (دین کا) طالب علم (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز مردود ہے اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے دور ہے بارگاہ خداوندی میں نامقبول ہے خواہ کیسی ہی زیب و زینت کے ساتھ بنی ہوئی ہو اور اہل دنیا کو کیسی ہی بھائی ہو البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وہ چیزیں خداوند قدوس کے یہاں مقبول ہیں جو ذکر اللہ کے تابع ہوں یعنی اللہ کی فرمانبرداری اور خوشنودی کے لئے جو کچھ ہو وہ سب مقبول بارگاہ ہیں جیسے اللہ کی رضا کے لئے حلال مال خرچ کرنا، دینی مدرسے کھولنا، مسجد بنانا، غریبوں کو کھانا کھلانا، کتابیں لکھنا، بال بچوں کی پرورش کرنا، ماں باپ کے حقوق ادا کرنا وغیرہ وغیرہ نیز دین کا عالم اور دین کا طالب علم بھی لعنتِ خداوندی سے محفوظ ہے اور خداوند عالم کے یہاں مقبول و محبوب ہے۔ علماء نے بتایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ کی فرمانبرداری میں لگا ہوا ہے وہ ذاکر ہے یعنی زبان سے یا دل سے یا عمل سے، اللہ کے کام میں یا اللہ کے نام میں جو مشغول ہے وہ ذاکر ہے غافلوں میں شمار نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ۔ (رواہ الترمذی)

ذکراللہ کے بغیر زیادہ نہ بولا کرو۔ کیوں کہ ذکرالٰہی کے بغیر زیادہ بولنے سے دل سخت ہوجاتا ہے اور یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہی شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔ (ترمذی)

ذکرالٰہی میں مشغول رہنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے گناہوں کی مغفرت اور درجات بلند ہونے کا سبب ہے اور بے شمار آیات و احادیث میں ذکر کی ترغیب دی گئی ہے۔ شکوہ شکایت اور غیبت و بہتان سے خالی ہوتی ہو۔ زبان خدائے پاک کا بہت بڑا عطیہ ہے اس کے ذریعہ جنت کے بلند درجات تک رسائی ہوسکتی ہے اس مبارک عطیہ کو لایعنی باتوں اور نیکیاں برباد کرنے والی گفتگو میں لگانا سراپا نقصان اور خسرانِ عظیم ہے۔

ثوابُ التسبیح والتحمید والتکبیر والتہلیل

سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کا ورد رکھنے کے فضائل

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی اور ضعیف ہوگئی ہوں (محنت و مجاہدہ والے اعمال کرنا دشوار ہے) آپ مجھے ایسا عمل بتادیں جسے میں بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں، آپ نے فرمایا سو ۱۰۰ مرتبہ اللہ کی تسبیح بیان کر (مثلاً سبحان اللہ کہہ لے) یہ عمل تیرے لئے (ثواب میں) ایسے سو ۱۰۰ غلاموں کے آزاد کرنے کی برابر ہوگا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں، اور سو ۱۰۰ مرتبہ اللہ کی تعریف بیان کر (مثلاً الحمد للہ کہہ لے) یہ عمل تیرے لئے (ثواب میں) ایسے سو گھوڑے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو دینے کے برابر ہوگا جن پر زین کسی ہوئی ہو اور لگام لگی ہوئی ہو اور سو ۱۰۰ مرتبہ اللہ کی بڑائی بیان کر (مثلاً اللہ اکبر کہہ لے) یہ عمل تیرے لئے قربانی کے ایسے سو بڑے جانور (گائے، اونٹ) صدقہ کرنے کی برابر ہوگا جن کے گلوں میں قلادے پڑے ہوں اور وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوجائیں اور سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لے، اس عمل کا ثواب آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیگا اور جس دن تو یہ عمل کرے گی اس دن مکہ میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کا عمل تیرے عمل سے بڑھ کر ہو اور بارگاہ رب العزت میں پیش کرنے کے لئے اوپر اٹھایا جارہا ہو ہاں اگر کوئی شخص

تیرا جیسا عمل کرے تو اس کا عمل بھی تیرے برابر ہوگا۔

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۴۵ الطباعۃ المنیریہ)

تشریح :- ہر عیب اور نقصان سے اللہ جل شانہٗ پاک ہے اس کو بیان کرنے کو تسبیح کہا جاتا ہے اور اللہ جل شانہٗ تمام صفات کمال سے متصف ہے وہ تعریف ہی کا مستحق ہے اس کے بیان کرنے کو تحمید کہا جاتا ہے اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے کو (کہ وہ سب سے بڑا ہے) تکبیر کہا جاتا ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس کو تہلیل کہا جاتا ہے سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ، اَللہُ اَکْبَرُ۔

میں چاروں چیزیں یعنی تسبیح اور تحمید اور تکبیر اور تہلیل بیان کی جاتی ہیں۔

جنت میں داخلہ

حضور پُرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ارشاد فرمایا کہ جس نے اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ لیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

کسی نے عرض کیا کہ اس کا اخلاص کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا اخلاص یہ ہے کہ پڑھنے والے کو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے روک دے۔ (طبرانی)

یعنی اس کلمہ کو اخلاص کے ساتھ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خوب سمجھ کر پڑھے اور سچے دل سے یقین کے ساتھ خدا کے معبود ہونے کا اقرار کرے اور یہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے قدرت والا ہے شدید العقاب اور سریع الحساب ہے، اس کا پختہ یقین کرنے سے گناہ سرزد نہ ہوں گے۔

عرش تک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی شخص اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے گا تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جائے گا جب تک کہ بڑے گناہوں سے بچتا رہے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ تک پہونچنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تسبیح (سبحان اللہ) نصف میزان ہے اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے لئے کوئی پردہ

نہیں ہے حتیٰ کہ وہ خدا کے پاس پہنچے۔ (ایضاً) سبحان اللہ نصف میزان ہے یعنی قیامت کے روز سبحان اللہ کا ثواب نصف ترازو کو بھر دے گا اور الحمد للہ کا ثواب پورے ترازو کو بھر دے گا۔

مشکوٰۃ شریف (کتاب الطہارہ) میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ بھر دیتے ہیں زمین و آسمان کے درمیان کو۔
(الحدیث من المسلم)

دنیا وما فیہا سے افضل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ان تمام چیزوں سے زیادہ پیارا ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔

یعنی اس کا ایک بار پڑھ لینا اس سب سے بہتر ہے۔ جو آسمان کے نیچے ہے۔

روزانہ ہزار نیکیاں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ (ایک مرتبہ) ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ نے فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہزار نیکیاں روزانہ کما لو؟ یہ سن کر حاضرینِ مجلس میں سے ایک سائل نے سوال کیا ہم سے کوئی شخص کیسے ہزار نیکیاں کمائے؟ آپ نے فرمایا سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں اور اس کے ہزار گناہ (صغیرہ) ختم کر دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جس کے ذریعہ (وظیفہ کے طور پر) آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔

رب العالمین جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ پڑھا کرو! یہ سن کر حضرت موسیٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار اس کو تو تیرے سب ہی بندے پڑھتے ہیں اور میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جو خاص آپ مجھ کو بتائیں رب تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ (اس کلمہ کو معمولی نہ سمجھو) ساتوں آسمان اور جو میرے علاوہ ان کے آباد کرنے والے ہیں اور ساتوں زمینیں اگر ایک پلڑہ میں رکھ دی جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (کا پلڑہ وزنی ہونے کی وجہ سے) ان سب کے مقابلہ میں جھک جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن شرح السنہ)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس رات مجھ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات میں) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اُمت کو میرا سلام کہہ دیجیو[1] اور ان کو بتلا دیجیو کہ جنت کی اچھی مٹی ہے اور میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ درخت بھی ہیں پھل اور میوے بھی ہیں مگر ان کے لئے چٹیل میدان ہی ہیں جو نیک عمل سے خالی ہیں۔ جنت کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی زمین کھیتی کے لائق ہو اس کی مٹی اچھی ہو اس کے پاس بہترین میٹھا پانی ہو اور جب اس کو بودی جائے تو اس کی مٹی میں اپنی صلاحیت اور بہترین پانی کے سینچائی کی وجہ سے اچھے درخت اور بہترین غلّہ پیدا ہو جائے گا بالکل اسی طرح جنت کو سمجھ لو کہ جو کچھ یہاں بو دو گے وہاں کاٹ لوگے اور بے عمل کے لئے خالی کی مانند ہے۔

پورے سو آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اور شام کو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اس کو سو حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور جو شخص سو مرتبہ صبح کو خدا کی حمد کرے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے) اور سو مرتبہ شام کو خدا کی حمد کرے تو اس کو مجاہدین کو سو گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلام کا جواب دینا چاہئے۔ ۱۲

کہا اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سَو غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور مرتبہ شام کو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو اس دن کوئی دوسرا شخص اس کے برابر عمل کرنے والا نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اس کی برابر یا اس سے زیادہ (یہ مذکورہ) کلمات کہے ہوں۔ (ترمذی)

پت جھڑ کی طرح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے درخت پر گذرے جس کے پتے سوکھے ہوئے تھے آپ نے اس میں لاٹھی ماری جس کی وجہ سے پتے جھڑ گئے آپ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ بندہ کے گناہوں کو اس طرح گرادیتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں (ایضاً)

افضلُ الذّکر

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا کہ سب ذکروں میں افضل الذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور سب دعاؤں سے افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ایضاً ابن ماجہ)

جنّت کی کُنجیاں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنّت کی کنجیاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دینا ہے۔

(ترغیب)

۹۹ دفتر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز میرے ایک اُمّتی کو تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے پھر اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر کھول دیں گے ہر دفتر اتنی دور تک پھیلا ہوگا جتنی دور تک نظر پہنچتی ہوگی پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ کیا ان لکھے ہوئے اعمال میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے لکھنے والے پہرہ داروں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ شخص عرض کرے گا کہ اے رب (میں منکر نہیں ہوں اور پہرہ داروں نے ظلم نہیں کیا)۔

رب العالمین جل مجدہٗ ارشاد فرمائیں گے تو کیا تیرے پاس کچھ عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں ہمارے پاس ایک نیکی موجود ہے اور بے شک آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

اس کے بعد ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ لکھا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اپنے اعمال کا وزن دیکھ۔

وہ عرض کرے گا کہ اے رب ان دفتروں کے سامنے اس پرچہ کی کیا حقیقت ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بے شک آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا (کہ صرف تیری برائیاں تول دی جائیں اور نیکی کو چھپا لیا جائے) چنانچہ ان دفتروں کو ایک پلڑے میں اور اس پرچہ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا سو وہ سب دفتر (اس پرچہ کے مقابلے میں) ہلکے ہو جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

۳۶۰ جوڑوں کا شکریہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑوں کو پیدا کیا ہے (اور ہر جوڑ کی جانب سے بطور شکریہ صدقہ کرنا لازم ہے) پس جس نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور سُبْحَانَ اللّٰہ کہا اور کوئی پتھر یا کانٹا یا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹا دی یا بھلائی کا حکم کر دیا یا برائی سے (کسی کو) روک دیا (اور ان میں سب یا تھوڑا ملا کر) یا ایک ہی کی تعداد ۳۶۰ ہو گئی وہ اس دن اس حال میں چلتا پھرتا ہوگا کہ اس نے اپنی جان کو دوزخ سے بچا لیا۔ (مسلم)

ڈھال لے لو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنا ڈھال سنبھال لو! صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا دشمن آ گیا؟ آپ نے فرمایا (دشمن سے بچانے والے ڈھال کو نہیں کہہ رہا ہوں) بلکہ دوزخ کا ڈھال سنبھال لو! کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کیونکہ یہ قیامت کے روز آگے پیچھے آئیں گے اور یہ باقیات صالحات ہیں۔ (ترغیب)

اُحد پہاڑ کے برابر

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ اُحد (پہاڑ) کے برابر عمل کر لیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ کیا عمل ہے؟ فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ اُحد سے بڑا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اُحد سے بڑا ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُحد سے بڑا ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُحد سے بڑا ہے۔ (ترغیب)

چار کلموں کا انتخاب حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے سارے کلام سے چار کلام چھانٹے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ جس نے ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا اس کے لئے بیس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے بیس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو اس کا بھی یہی ثواب ہے اور جس نے ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو اس کا بھی یہی ثواب ہے اور جس نے اپنے دل سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہا اس کے لئے تیس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے تیس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(ترغیب)

ایمان تازہ کیا کرو ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنا ایمان تازہ کیا کرو، صحابہؓ نے سوال کیا کہ ہم اپنا ایمان کیسے تازہ کریں؟ آپ نے فرمایا کہ کثرت سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو۔ (الترغیب والترہیب)

کلمۂ[1] توحید کے فضائل

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ یوں کہا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔	"کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

---

[1] اس کلمہ کو کلمۂ توحید اور کلمۂ چہارم کہتے ہیں جیسا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کو کلمۂ تمجید اور کلمۂ سوم کہتے ہیں، حدیثوں میں اُن کے پڑھنے کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، اور ان کے نام بانمبر عوام میں مشہور ہو گئے ہیں، اور امتیاز کرنے کے لئے اس طرح نام رکھنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

تو اس کو ایسے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں۔

(صحیح مسلم، ص ۳۴۴ ج ۲)

جب مسلمان شرعی جہاد کرتے تھے تو ان کے پاس لونڈی غلام بھی ہوتے تھے، امیر المومنین جہاد میں شریک ہونے والے مسلمانوں پر اُن کافر قیدیوں کو بانٹ دیتے تھے، جن کو قید کر لیا جاتا تھا یہ جہاد کرنے والوں کی ملکیت ہو جاتی تھے، پھر اُن میں بہت سے اسلامی اخلاق و اعمال سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے تھے، غلام آزاد کرنے کی بڑی فضیلت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب کسی نے کوئی مسلمان غلام آزاد کر دیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر ہر عضو کے عوض آزاد کرنے والے کے اعضاء کو دوزخ سے آزاد فرما دیں گے (بخاری و مسلم)

مذکورہ حدیث میں فرمایا کہ جس نے مذکورہ بالا کلمہ (جسے ہم کلمۂ توحید کہتے ہیں) دس مرتبہ پڑھ لیا۔ تو اس کو ایسے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں مطلق غلام آزاد کرنے کا بھی بڑا ثواب ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی قسمت کا مارا کفر کی سزا میں غلام بنا لیا جائے اور وہ کسی کی ملکیت میں آجائے تو شرف نسبی کی وجہ سے اس کے آزاد کرنے کا ثواب اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کلمہ کو دس مرتبہ پڑھنا چاہیں تو دو تین منٹ میں پڑھ سکتے ہیں ذرا سی دیر کے عمل پر اتنا بڑا ثواب عنایت فرمانا اللہ جل شانہ کا کتنا بڑا احسان ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو (کسی وقت) اس حالت میں بیدار ہو کہ اس کے مُنہ سے (ذکر کے) الفاظ نکل رہے ہوں اور اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر رَبِّ اغْفِرْ لِىْ کہا، یا فرمایا کہ دعا کی تو اس کی دُعا قبول ہوگی، پھر اگر وضو کیا اور نماز (تہجد) پڑھی تو اس کی نماز قبول کر لی جائے گی۔ (صحیح بخاری وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ کہے جس سے اس کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جنّاتُ النّعیم میں داخل فرمائے گا (رواہُ

الطبرانی من روایۃ یحییٰ بن عبداللہ البابلتی قالہ المنذریؒ)

حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۸۸ من البخاری ومسلم)

"کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ تو جو کچھ عطا فرمائے اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ تو روک لے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی مال والے کو اس کا مال تیرے فیصلہ کے مقابلہ میں کوئی نفع نہیں دے سکتا"

فرض نمازوں کے بعد جو تسبیحات پڑھنے کو بتائی ہیں اُن کے پڑھنے کے کئی طریقے وارد ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے، اس طرح ننانوے عدد ہو جاتے ہیں، اور سو کا عدد پورا کرنے کے لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ ایک مرتبہ پڑھ لے۔

(مشکوٰۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص نمازِ مغرب اور نماز فجر سے فارغ ہو کر اپنی جگہ سے ہٹے بغیر (اس طرح) ٹانگیں موڑے ہوئے (جس طرح التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھا ہے) دس مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ پڑھ لے تو ہر مرتبہ کے بدلے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی، اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے، اور یہ کلمات ہر تکلیف سے اور شیطان مردود سے اس کے لئے حفاظت کی چیز بن جائیں گی، اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہ کر سکے گا اور یہ شخص سب سے

ؔ وقال فی آخر الکتاب ضعفہ غیر واحد وقد وثق واستشہد بہ البخاری ۱۲

افضل ہوگا، اِلّا یہ کہ کوئی شخص اس سے بڑھ جائے (یعنی) اس سے زیادہ کہہ لے جو اُس نے کہا (عزاہ صاحب المشکوٰۃ الی احمد وکذا المنذری فی الترغیب[1])

بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات کو کسی سے بات کرنے سے پہلے پہلے پڑھ لے اور بعض روایات میں ان کلمات کو نمازِ عصر سے فارغ ہو کر پڑھنا بھی وارد ہوا ہے (ترغیب)

سُننِ ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہترین دعا، یومِ عرفہ (یعنی حج کے موقع پر عرفات) کی دُعا ہے، اور سب سے بہتر کلمہ جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے (اس موقع پر کہا) یہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ (حسنہ الترمذی مع انہ قال فی بعض الرواۃ انہ لیس بالقوی عند اھل الحدیث[2]،

کلمۂ توحید کے مذکورہ الفاظ کے ساتھ دوسری روایات میں بِیَدِہِ الْخَیْرُ اور یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ اور وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ کا اضافہ بھی وارد ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بازار میں یہ کہا:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ

"کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے مُلک ہے، اور اسی کے لئے سب تعریف ہے وہی زندہ فرماتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

---

[1] قال المنذری رجالہ رجال الصحیح غیر شہر بن حوشب، وعبد الرحمن بن غنم مختلف فی صحبتہ وقد روی ہذا الحدیث عن جماعۃ من الصحابۃ اھ)

[2] قال الشوکانی فی تحفۃ الذاکرین واخرجہ ایضاً احمد باسناد رجالہ ثقات ولفظہ کان اکثر دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفۃ لآ الٰہ الا اللہ الخ)

تو اس کے لئے اللہ جل شانہ دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے، اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف فرمادیں گے، اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرمادیں گے، اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادیں
(رواہ الترمذی ورواہ الحاکم فی المستدرک وابن ماجہ وابن ابی الدنیا)

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اس کلمہ کی بہت فضیلت احادیث شریفہ میں وارد ہوتی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ! کیا میں تم کو ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے، آپ نے فرمایا وہ کلمہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم کو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ نہ بتادوں؟ عرض کیا وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے (ترغیب من احمد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ جنت کے پودے ہیں۔ (رواہ احمد باسناد حسن کما فی الترغیب)، نیز ارشاد نبوی ہے کہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ننانوے ۹۹ مرضوں کی دوا ہے جن میں سب سے سہل غم ہے (یعنی غم کی تو اس کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں)
(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۰۲ من البیہقی فی الدعوات الکبیر بروایۃ ابی ہریرۃؓ)

فائدہ:۔ عام روایات میں صرف لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہی وارد ہوا ہے البتہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے ساتھ اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمِ بھی ہے، اور دعاء حفظِ قرآن جو امام ترمذیؒ نے نقل کی ہے اس میں اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ کا اضافہ ہے۔

فائدہ:۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا مطلب یہ ہے (جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے) کہ گناہوں سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ بچالے۔ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر لگنے کی کوئی طاقت نہیں، مگر اللہ کی مدد کے ساتھ۔ (کنز العمال من ابن مسعود)

توبہ اور استغفار کے فضائل و فوائد

ذکر اللہ میں استغفار کی بھی بڑی اہمیت ہے اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت چاہنے کو استغفار کہتے ہیں، اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو استغفار کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ "پس آپ اپنے رب کی تسبیح اور تحمید بیان کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے۔ بیشک وہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا ہے۔"

اور عام مؤمنین کو استغفار کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ "اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیج دو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے، اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو، بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔"

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے لئے بہت عمدہ حالت ہے، جو (قیامت کے دن) اپنے اعمالنامہ میں خوب زیادہ استغفار پائے" (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۰۶، عن ابن ماجہ)

چونکہ بندوں سے بکثرت چھوٹے بڑے گناہ صادر ہوتے رہتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں وہ بھی صحیح طریقہ پر ادا نہیں ہوتی ہیں، اور شروع سے آخر تک ہر عبادت میں کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں نیز مکروہات کا ارتکاب ہوتا ہے، اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کما حقہٗ ادا نہیں ہو پاتی اس لئے ضروری

ہے کہ استغفار کی زیادہ کثرت کی جائے،

استغفار گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کو کہتے ہیں، جب کوئی شخص دنیا میں کثرت سے استغفار کرے گا تو قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں بھی اس کا اثر پائے گا، اور اس کی وجہ سے وہاں گناہوں کی معافی اور نیکیوں کے انبار دیکھے گا، اس وقت اس کی قدر ہوگی۔ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش — عُذر بدرگاہِ خُدا آورد
ورنہ سزاوارِ خُداوندیش — کَس نتواند کہ بجا آورد[۱] (سعدیؒ)

اوّل تو گناہوں سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، پھر اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا۔ (مشکوٰۃ)

(اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جن کی صفت اللہ نے یہ) فرمادے کہ جب وہ نیک کام کریں تو خوش ہوں اور جب گناہ کر بیٹھیں تو استغفار کریں۔

درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دینے کے لئے یہ دُعا اختیار فرمائی، کیونکہ آپؐ تو معصوم تھے، گناہوں سے پاک تھے۔

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایمان (کی علامت) کیا ہے؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تیری نیکی تجھے خوش کرے اور تیری بُرائی تجھے بُری لگے تو (سمجھ لے کہ) تو مؤمن ہے۔ (مشکوٰۃ)

جس طرح نیکی کر کے خوش ہونا چاہیئے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وانعام ہے جس نے نیکی کی توفیق دی، اور اس کا احسان ہے کہ اُس نے اپنی مرضی کے کام میں مجھے مشغول فرمادیا، اسی طرح گناہ سرزد ہو جانے پر بہت زیادہ رنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے، کہ ہائے مجھ سے خالق ومالک کی نافرمانی ہوگئی اور

---

[۱] (ترجمہ) "بندہ وہی بہتر ہے جو بارگاہِ خداوندی میں اپنے قصوروں کی معذرت پیش کرتا رہے، ورنہ اس کی مقدس ذات کے لائق عمل کر کے کوئی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا" ۱۲

مجھ جیسا حقیر و ذلیل مولائے کائنات جل مجدہٗ کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھا، یا اللہ مجھے معاف فرما، درگذر فرما، میری مغفرت فرما، بخش دے، رحمت کی آغوش میں چھپالے۔

گناہ تو بندے سے ہو ہی جاتے ہیں لیکن گناہوں پر جرأت کرنا اور گناہوں میں ترقی کرتے رہنا بہت بڑی نادانی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

كُلُّ بَنِي اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ ۝ (مشکوٰۃ)

یعنی تمام انسان خطا کار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو خوب توبہ کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ شیطان نے اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے رب آپ کی عزت کی قسم! میں آپ کے بندوں کو برابر صحیح راہ سے ہٹاتا رہوں گا جب تک کہ ان کی روحیں اُن کے جسموں میں رہیں گی، پروردگار عالم جل شانہٗ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال اور رفعت مکان کی قسم ہے، جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں ان کو بخشتا رہوں گا،، (مشکوٰۃ عن احمد)

اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ توبہ و استغفار کر لینے کے گھمنڈ میں گناہ کرتے رہنا درست نہیں ہے کیونکہ آئندہ کا حال معلوم نہیں، کیا پتہ توبہ سے پہلے موت آجائے، پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ توبہ و استغفار کی دولت انھیں کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا دھیان رکھتے ہیں اور کبھی کبھار گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ کر لیتے ہیں، اور جو لوگ مغفرت کی خوشخبریوں کو سامنے رکھ کر گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اُن کو توبہ و استغفار کا خیال تک نہیں آتا۔

اور واضح ہو کہ اللہ کی بڑی شان ہے اس کی رحمت سے مایوس کبھی نہ ہوں جتنے بھی زیادہ گناہ ہو جائیں خواہ لاکھوں کروڑوں ہوں اللہ کی مغفرت کے سامنے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے :۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

(آپ میری طرف سے) فرما دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید مت ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیگا واقعی وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔"

استغفار جہاں گناہوں کی معافی اور نیکیوں کی خامی اور کوتاہی کی تلافی کا ذریعہ ہے وہاں اور دوسرے بہت سے فوائد کا بھی سبب ہے، بارش لانے اور دوسرے بہت سے فوائد حاصل کرنے کے لئے کثرت سے استغفار کرنا چاہیئے، قرآنِ مجید میں حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت کا ذکر فرمایا ہے۔ جو انھوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ؁ (سورۂ ہود)	"اے میری قوم تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو وہ تم پر خوب بارش برسادے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی دے گا اور مجرم ہوکر اعراض مت کرو۔"

اللہ جل شانہ نے سورۂ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت نقل فرمائی ہے جو انھوں نے اپنی قوم کو کی تھی۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ؁ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ؁ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؁	"اور میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ، وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا، اور تمہارے مالوں اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لئے باغ بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں بنادے گا۔"

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ توبہ واستغفار بارش کے آنے اور طاقت اور قوت میں اضافہ ہونے اور مال اور اولاد کے بڑھنے اور باغات اور نہریں نصیب ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

لوگ بہت سی تدبیریں کرتے ہیں تاکہ طاقت میں اضافہ ہو، اور اموال میں ترقی ہو اور آل و اولاد میں اضافہ ہو، لیکن توبہ واستغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس گناہوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی نادانی ہے۔

اعمال کی اصلاح میں بھی استغفار کا بڑا دخل ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں کے بارے میں تیز زبان واقع ہوا تھا، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ مجھے ڈر ہے کہ میری زبان کہیں دوزخ میں داخل نہ کرادے، آپؐ نے فرمایا کہ تم استغفار کو کیوں چھوڑتے ہوئے ہو؟ بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ سے سو مرتبہ روزانہ مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

(اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبی)

زبان کی تیزی کی اصلاح کے لئے اس حدیث میں استغفار کو علاج بتایا ہے، ہر طرح کی مشکلات اور تفکرات سے محفوظ رہنے کے لئے بھی استغفار بہت اکسیر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۔

"جو شخص استغفار میں لگا رہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر دشواری سے نکلنے کا راستہ بنا دیں گے اور ہر فکر کو ہٹا کر کشادگی عطا فرما دیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے اُس کو گمان بھی نہ ہوگا۔" (احمد و ابو داؤد)

دل کی صفائی کے لئے بھی استغفار بہت بڑی چیز ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میرے دل پر میل آجاتا ہے، اور بلاشبہ ضرور اللہ تعالیٰ سے روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (رواہ مسلم)

اس روایت میں روزانہ سو مرتبہ استغفار فرمانے کا ذکر ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ ہر مجلس میں سو مرتبہ توبہ و استغفار کرتے تھے، اس میں کوئی تعارض نہیں، ممکن ہے کہ پہلے روزانہ سو مرتبہ استغفار فرماتے ہوں، پھر ہر مجلس میں سو مرتبہ استغفار کا اہتمام فرما دیا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ روزانہ سو مرتبہ استغفار کا جو ذکر ہے وہ ہر مجلس والے استغفار کے علاوہ ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ "میرے دل پر میل آجاتا ہے۔" اس کے بارے میں علماء محققین اور عارفین کاملین نے کئی باتیں لکھی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جہاد وغیرہ کے انتظامی امور امت کے مصالح کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے تھوڑا سا جو دل بٹ جاتا تھا اور حق تعالیٰ کی طرف کامل توجہ میں تھوڑا سا فرق آجاتا تھا (جو بلا شرکت غیرے ہونی چاہئے) اس کو آپؐ نے میل سے تعبیر فرمایا ہے، گو امت کی طرف متوجہ ہونا اور امور جہاد کو انجام دینا بھی بہت بڑی عبادت ہے، لیکن ان میں لگنے کی وجہ سے بارگاہ ربوبیت کی بلا شرکتِ غیرے حاضری میں جو کمی آگئی اور اس سے جو دل متاثر ہوا اس کو میل فرمایا، اور اس کو زائل کرنے کے لئے آپؐ کثرت سے استغفار کرتے تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ میرے دل میں میل آجاتا ہے اور اس کو استغفار سے دھوتا اور

صاف کرتا ہوں تو ہم لوگوں کو کس قدر استغفار کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے! ہر شخص خود ہی غور کر لے، اس پر خوب غور کریں اور استغفار کی طرف متوجہ ہوں، کیونکہ ہم تو سراپا گناہوں میں لت پت ہیں، اور خطاؤں میں ملوث ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ مؤمن بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے، پس اگر توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اور اگر (توبہ استغفار نہ کیا بلکہ) اور زیادہ گناہ کرتا گیا تو یہ (سیاہ) داغ بھی بڑھتا رہے گا، یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجائے گا پس یہ داغ وہ رَانَ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) یہ سورۃ تطفیف کی آیت ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"ہرگز ایسا نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر اُن کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ دلوں میں زنگ لگ جاتا ہے، اور اُن صفائی استغفار ہے۔

(کما فی الترغیب عن البیہقی)

یہ زنگ گناہوں کی وجہ سے دل پر سوار ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا، گناہوں کی آلائش سے توبہ واستغفار کے ذریعہ سے دل کو صاف کرنا لازم ہے، جو لوگ توبہ واستغفار کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اُن کے دل کا ناس ہو جاتا ہے۔ پھر نیکی بدی کا احساس تک نہیں رہتا اور اس احساس کا ختم ہو جانا بدبختی کا باعث ہو جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب بندے ہیں، اللہ نے آپ کو وہ کچھ عطا فرمایا جو کسی کو نہیں دیا، آپ راتوں رات نمازیں کھڑے رہتے تھے، اور اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے، اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ٥ "پس آپ اپنے رب کی تسبیح اور تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

آپ فرض نماز کا سلام پھیر کر تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ پڑھتے تھے یعنی اللہ جل شانہٗ سے مغفرت کا سوال کرتے تھے، (صحیح مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے کوئی دُعا سکھایئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو وہی مشہور دُعا تعلیم فرمائی جسے عام طور سے نماز میں درود شریف کے بعد پڑھا کرتے ہیں، یعنی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: "اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیا، اور نہیں بخش سکتا گناہوں کو مگر تو ہی، بس مجھے بخش دے ایسی بخشش جو تیری طرف سے ہو، اور مجھ پر رحم فرما بلاشبہ تو بخشنے والا بہت مہربان ہے۔"

غور کرنے کی بات ہے کہ نماز پڑھی ہے جو سراسر خیر ہے، اللہ تعالیٰ کا فریضہ ادا کیا ہے جس کے نیکی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اور فریضہ ادا بھی کس نے کیا ہے! صدیق اکبرؓ نے یا پھر اُن کو تعلیم دی جارہی ہے کہ نماز کے ختم پر مغفرت کی دُعا کرو، اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ کے شایانِ شان کسی سے بھی عبادت نہیں ہوسکتی، عبادت کئے جاؤ اور مغفرت مانگے جاؤ، صالحین کا یہی طرز عمل رہا ہے، اور اسی میں خیر ہے، گناہ ہوجانے پر تو بھی توبہ واستغفار کرتے ہیں، مخلصین وکاملین نیکی کرکے استغفار کرتے ہیں، اور یہ طرزِ زندگی اُن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نصیب ہوا ہے

ہر مجلس میں اور مجلس کے ختم پر استغفار

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم یہ شمار کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں سو مرتبہ یہ پڑھا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ۝

"اے اللہ میری مغفرت فرمادے اور میری توبہ قبول فرما بیشک تو بہت توبہ قبول فرمانیوالا ہے اور بہت بخشش فرمانے والا ہے۔" (ترمذی وابوداؤد وغیرہ)

پس جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا جو اللہ کے معصوم بندے تھے اور سید المعصومین تھے تو ہم گنہگاروں کو کس قدر استغفار کرنا چاہئے، اس پر خود ہی غور کرلیں۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا پھر اس میں اس کی بے جا باتیں بہت ہو گئیں، اور اس نے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے یہ پڑھ لیا۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

"میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں، اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔"

تو جو کچھ اس نے اس مجلس میں کہا ہے وہ بخش دیا جائے گا (سنن ترمذی، ص ۴۹۵، ابواب الدعوات باب مایقول اذا قام من مجلسہ)

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہؓ سے بھی روایت کی گئی ہے سنن ابوداؤد میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مجلس سے کھڑے ہونے کا ارادہ فرماتے تھے تو سب سے آخر میں مذکورہ الفاظ پڑھتے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ ایسے کلمات پڑھتے ہیں جو پہلے نہیں پڑھے؟ آپؐ نے فرمایا مجلس میں جو کچھ ہوا ہو یہ کلمات اس کے لئے کفارہ بن جاتے ہیں۔

حافظ منذریؒ نے "الترغیب والترہیب" میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو چند کلمات ادا فرماتے تھے، میں نے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ (ان کلمات کے پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ) (مجلس میں) اگر خیر کی باتیں ہوں گی تو یہ کلمات ان باتوں پر قیامت کے دن تک مُہر بن جائیں گے، اور اگر بُری باتیں کی ہوں گی تو ان کے لئے کفارہ بن جائیں گے یہ کلمات وہی ہیں جو اُوپر گزرے (رواہ ابن ابی الدنیا والنسائی واللفظ لہما والحاکم والبیہقی)

مجلس سے اُٹھنے سے پہلے ان کو ضرور پڑھ لینا چاہیئے، اور تین مرتبہ پڑھ لے تو بہتر ہے کیونکہ بعض روایات میں یہ عدد مذکور ہے، ذرا سی زبان ہلانے میں کتنا بڑا نفع حاصل ہوتا ہے، فالحمد للہ،

اور واضح رہے کہ ان کے پڑھنے سے حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے، مثلاً کسی کی غیبت کی، یا غیبت سُنی، یا چُغلی کھائی تو اس کے لئے صاحب حق سے معافی مانگے، اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو

اس کے لئے اتنا زیادہ استغفار کرے کہ دل گواہی دیدے، کہ اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کی تلافی ہوگئی، خوب سمجھ لو۔

استغفار کے صیغے

جن الفاظ میں بھی اللہ پاک سے گناہوں کی مغفرت طلب کی جاتے وہ سب استغفار ہے لیکن جو الفاظ احادیث شریفہ میں وارد ہوئے ہیں اُن کے ذریعے استغفار کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ الفاظ مبارک ہیں جو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہیں، ان سطور کے لکھنے کے وقت جو الفاظ حدیث کی کتابوں میں ہمیں ملے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، ان میں سے بعض صیغے کتاب الذکر میں فضائل استغفار کے بیان میں بھی گذر چکے ہیں)۔

۱- رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ۔

"اے میرے رب میری مغفرت فرمادے اور میری توبہ قبول فرما بے شک آپ بہت توبہ قبول فرمانے والے ہیں اور بخشش فرمانے والے ہیں"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مجلس میں سو مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے، (سنن ترمذی، ابوداؤد)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین بار یوں کہا:-

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ[1]، تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ میدان جہاد سے بھاگا ہو (اخرجہ الحاکم ص ۵۱۱ ج ۱ وقال صحیح علی شرط الشیخین، لکن قال الذہبی ابوسنان الراوی لم یخرج لہ البخاری اھ ومع ذلک ہو ثقۃ کما فی التقریب)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے (رات کو) اپنے بستر پر ٹھکانا پکڑ کر تین بار یہ پڑھا،

---

[1] (ترجمہ) میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جو بڑا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے، اور میں اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔ ۱۲

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّاھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ٥ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کے گناہ معاف فرمادیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں، اگرچہ درختوں کے پتوں کے برابر ہوں، اگرچہ مقام عالج کی ریت کے برابر ہوں (اخرجہ الترمذی فی الدعوات وقال حسن غریبٌ)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے دو یا تین بار یوں کہا: ہائے میرے گناہ، ہائے میرے گناہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو یوں کہہ اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ (ترجمہ) "اے اللہ آپ کی مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ بڑی ہے، اور آپ کی رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے بڑھ کر امید دلانے والی ہے"۔

اس نے یہ الفاظ کہے، آپؐ نے فرمایا پھر کہو، انھوں نے پھر دُہرائے، آپؐ نے فرمایا پھر کہو، انھوں نے پھر اُن کو دُہرایا، آپؐ نے فرمایا کھڑا ہوجا، اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت فرمادی (اخرجہ الحاکم ص ۵۴۴ ج ۱، وقال رواتہ من آخرہم مدنیون فمن لایعرف واحد منہم بجرح واقرہ الذہبی)

(۴) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سُنا ہے کہ:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ (اَخْرَجَہُ الحاکم ص ۵۱۱ ج ۱، وقال صحیح علیٰ شرط الشیخین وَاقرہ الذہبیؒ)

"اے اللہ! میں آپ سے ان سب گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں جو میں نے پہلے کئے اور بعد میں کئے اور جو ظاہر میں کئے اور جو پوشیدہ طریقے پر کئے، آپ آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ پیچھے ہٹانے والے ہیں، اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔"

(۵) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سیّد الاستغفار یوں ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ

اے اللہ تو میرا رب ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھ کو پیدا فرمایا ہے، اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد پر

وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔

اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں، جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں نے جو گناہ کئے اُن کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں لہٰذا مجھے بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا ہے۔"

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دن کو یقین کے ساتھ سید الاستغفار پڑھے اور شام سے پہلے مرجائے تو جنتی ہوگا اور جو شخص رات کو یقین کے ساتھ سید الاستغفار پڑھے اور صبح سے پہلے مرجائے تو جنتی ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص۲۰۴ من البخاری)

استغفار دل حاضر کر کے ہو تو بہت ہی عمدہ بات ہے، اگر حضوری قلب نہ ہو تب بھی زبان پر تو استغفار جاری رہنا ہی چاہئے، یہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کام دے گا۔ استغفار میں کبھی کوتاہی نہ کی جائے، اور مواقع نکال کر حضورِ قلب اور پوری ندامت کے ساتھ توبہ بھی کرتے رہا کریں، تاکہ ہمیشہ غفلت والا ہی استغفار نہ رہے، ہر وقت حضورِ قلب نہیں ہو سکتا، تو کبھی کبھی تو اس پر قابو پایا جا سکتا ہے، مثلاً یہ کہ رات کو سوتے وقت خوب دل حاضر کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر خوب گڑگڑا کر توبہ واستغفار کر لیا کرے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ مومن بندہ اپنے گناہوں کو (خوفِ خدا کی وجہ سے) ایسا سمجھتا ہے جیسے کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے، اور ڈر رہا ہے کہ اس پر گر نہ پڑے، اور بدکار آدمی اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے جیسے اس کی ناک پر کوئی مکھی گذرنے لگی اور اس نے ہاتھ ہلا کر ہٹادی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

آج کل جیسا ہر عبادت میں غفلت اور بے دھیانی اور کوتاہی نے جگہ پکڑ لی ہے توبہ واستغفار بھی غفلت کے ساتھ ہوتے ہیں، اور کچی توبہ جس میں دل حاضر ہو اور جس میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہو، اور جس کے بعد حقوق کی تلافی کی جاتی ہو اس کا خیال بھی نہیں آتا، اسی غفلت والے استغفار کے بارے میں حضرت رابعہ[1] بصریہ نے فرمایا:-

اِسْتِغْفَارُنَا يَحْتَاجُ اِلَى اِسْتِغْفَارٍ كَثِيْرٍ ، "یعنی ہمارا استغفار بھی ایک طرح کی معصیت ہے، اس کے لئے بھی

---

[1] قول رابعۃ قول الربیع ذکرھا ابن الجزری فی الحصین ۱۲

استغفار کی ضرورت ہے؟

اور حضرت ربیع بن خُثَیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ مت کہو، اس کے معنی یہ ہیں کہ "میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اُس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں" یہ ایک طرح کا دعویٰ ہے، زبان سے توبہ اور استغفار کا لفظ نکالا اور دل اس کی طرف متوجہ نہ تھا اس لئے مذکورہ دعویٰ ایک طرح کا جھوٹ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد حضرت ربیع بن خُثَیم ؒ نے فرمایا کہ بجائے مذکورہ بالا الفاظ کے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ کہتا رہے، کیونکہ اس میں کوئی دعویٰ نہیں ہے بلکہ سوال ہے، اور گو سوال بھی غفلت کے ساتھ مناسب نہیں، کیونکہ یہ بھی بے ادبی ہے، لیکن اللہ جل شانہٗ کا کرم ہے کہ اس پر مواخذہ نہیں فرماتے، جب کوئی شخص برابر رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ کہتا رہے گا تو کسی مقبولیت کی گھڑی میں انشاء اللہ تعالیٰ دُعا قبول ہو ہی جائے گی کیونکہ جو شخص برابر دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا کبھی اس کے لئے دروازہ کُھل ہی جائے گا، اور داخل ہونے کا موقع مل ہی جائے گا۔ اپنے لئے اور والدین کے لئے اور آل و اولاد کے لئے اور اساتذہ و مشائخ کے لئے احباب و اصحاب کے لئے مُردہ ہوں یا زندہ مرد ہوں یا عورت سب کے لئے استغفار کرتے رہنا چاہئے خصوصًا ان لوگوں کے لئے برابر استغفار کرتے رہیں، جن کا کبھی دل دکھایا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو، یا کسی کی غیبت سُنی ہو، یا کسی پر تہمت لگی ہو، ان لوگوں کے لئے اتنا استغفار کریں کہ دل گواہی دے کہ اُن کو اگر استغفار کا پتہ چلے تو وہ ضرور خوش ہو جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ (ایسا بھی ہوتا ہے) کہ کسی بندہ کے ماں باپ وفات پا جاتے ہیں۔ یا دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے اور حال یہ تھا کہ یہ شخص ان کی زندگی میں ان کی نافرمانی کرتا رہا اور ستاتا رہا اب موت کے بعد ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہے اور ان کے لئے استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ جل شانہٗ اس کو ماں باپ کے ساتھ حُسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۱ از بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ اللہ جل شانہٗ جنت میں نیک

بندہ کا درجہ بلند فرمادیتے ہیں وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے! اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے مغفرت کی دعا کی یہ اس وجہ سے ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۰۵، از احمد)

مؤمن بندوں کو چاہئے کہ دیگر اذکار و اوراد کے ساتھ استغفار کی کثرت کو بھی معمول بنائیں کم از کم صبح و شام سو سو مرتبہ تو استغفار پڑھ ہی لیا کریں، اس کے علاوہ جس قدر ممکن ہو استغفار کی کثرت کریں۔

استغفار کے الفاظ روایات حدیث میں گذر چکے ہیں ان کو اختیار کریں اور کچھ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ہی کثرت سے پڑھتے رہیں۔

حضرت لقمان حکیم نے فرمایا کہ تو اپنی زبان کو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ کہتے رہنے کی عادت ڈال دے کیونکہ بعض گھڑیاں ایسی ہوتی ہیں جن میں اللہ پاک سائل کا سوال رد نہیں فرماتے، لے

ایک حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اس کا نامۂ اعمال اس کو خوش کرے تو چاہئے کہ استغفار کی کثرت کرے۔

(الترغیب والترہیب للمنذری؎)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَارْحَمْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

لے: ذکرہ ابن الجزریؒ فی الحصن الحصین

؎: مؤلف کی کتاب "فضائل توبہ واستغفار" کا بھی مطالعہ کیا جائے۔

فضائلُ الصّلوٰۃ والسّلام علٰی سیّد الانام

(علیہ افضلُ الصّلوٰۃِ والسّلام)

اذکار میں درود شریف کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے، قرآن مجید میں صلوٰۃ وسلام کا حکم وارد ہوا ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

سورۃ الاحزاب میں فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

جب کوئی بندہ بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کرتا ہے کہ "اے اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج" تو اس میں اوّل تو اس بات کا اقرار ہے کہ مجھ پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے احسانات ہیں، اور میں آپ کے لئے کوئی تحفہ نہیں بھیج سکتا جو لائق کمال تشکر ہو پھر اللہ جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تو ہی اُن پر اپنی رحمت کی بارشیں برسا اور اُن کو مزید اکرام و اعزاز اور توصیف و ثنا سے نوازدے اللہ جل شانہٗ تو خود ہی اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں پھر بندوں میں سے جو شخص اللہ پاک سے آپ کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی صاحبِ اولاد سے کہے کہ آپ اپنے بچوں کے لئے عید پر عمدہ کپڑے بنائیے، بچوں والا تو خود ہی اپنے بچوں کے لئے لباس و پوشاک کا انتظام کرتا ہے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے لیکن اس شخص کے کہنے سے اس کے دل میں قدر ہوگی کہ دیکھو ہماری اولاد کے لئے فکرمند ہے، اسی طرح سمجھ لو کہ جب کوئی شخص محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے خدائے پاک کی جنابِ عالی میں رحمت کی

کی دُعا پیش کرے گا تو اللہ کا مقبول اور محبوب بندہ بنے گا، اللہ جل شانہٗ خود اپنے نبی پاک (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر رحمت بھیجتے ہیں اس کے باوجود بندہ کا یہ سوال کرنا کہ اے اللہ پاک اپنے نبیؐ پر رحمت بھیجتے رہیں، بارگاہِ خداوندی میں اس کی حیثیت بڑھنے کا سبب ہوگا اور مقبولین بارگاہ میں شمار ہوگا۔ پھر یہ دعائے غائب للغائب میں بھی آتا ہے اور حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دُعا کرتا ہے تو فرشتہ آمین کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ تجھے بھی ایسا انعام ملے جیسا تو نے اپنے بھائی کے لئے طلب کیا ہے۔ پس درود شریف کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرنے میں دعا مانگنے والے کے لئے بارگاہِ خداوندی کی مقبولیت اور محبوبیت بھی ہے اور فرشتہ کی دعا کا استحقاق بھی ہے جو باعثِ رحمت ہے، پس جو بندہ جس قدر درود شریف پڑھے گا محبوب بارگاہ خداوندی ہوگا اور مستحق رحمت ہوگا، ساتھ ہی اس کے درجات بلند ہوں گے اور گناہ معاف ہوں گے، ایسی صورت میں یہ ارشاد بالکل سمجھ میں آجاتا ہے کہ تمام اوقات درود ہی میں خرچ کرو گے تو تمہارے فکروں کی کفایت کی جائے اور گناہوں کی بخشش ہوجائے گی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں پوری کرانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت زیادہ درود پڑھے اور اس قدر پڑھے کہ دوسرے کسی وظیفہ کی فرصت ہی نہ ملے۔

چند احادیث مبارکہ بابت فضائل درود شریف لکھی جاتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ایک بار مجھ پر درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف ہوں گے، اور اس کے دس درجات بلند کر دیئے جائیں گے (نسائی شریف) اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی، اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ (کمافی الترغیب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا۔

(ترمذی)

حضرت رُوَیفع بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ پر درود پڑھا اور یوں کہا اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (اے اللہ! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے روز اپنے نزدیک مقام میں نازل کیجیو) تو اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہو گی۔ (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے فرشتے زمین میں گشت لگاتے پھرتے ہیں، اور ان کا کام یہ ہے کہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ عن النسائی والدارمی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (صحابہ کے مجمع میں) اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے چہرۂ انور پر خوشی ظاہر ہو رہی تھی (مجمع میں پہنچ کر) فرمایا کہ جبریلؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ کیا تم کو یہ بات خوش نہ کرے گی کہ تمہاری اُمّت میں سے جو شخص تم پر درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا، اور جو شخص تمہاری اُمّت میں سے تم پر سلام بھیجے گا تو میں اس پر دس سلام بھیجوں گا۔ (مشکوٰۃ) لہٰذا اگر کوئی شخص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے صلوٰۃ وسلام دونوں کو ملائے تو اس پر خدائے تعالیٰ کی بیس عنایتیں ہوں گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر مرتبہ رحمت بھیجیں گے۔

(کذا فی المشکوٰۃ من احمد وھو فی حکم المرفوع)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ (یعنی ستر رحمتیں ایک مرتبہ درود کے صلہ میں مل جانا) جمعہ کے روز کے ساتھ مخصوص ہو، (اس روز کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اور بجائے دس کے ستر رحمتیں نازل ہوتی ہوں) واللہ اعلم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کامل بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ (رواہ الترمذی... وقال حسن غریب صحیح)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ظلم کی بات ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر

درود نہ بھیجے۔ (کنزالعمال عن عبدالرزاق وہو عن محمد بن علی مرسلاً)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ دعا، آسمان وزمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے ذرا بھی آگے نہیں چڑھتی جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دعا اٹکی ہوتی ہے، جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ بھیجے۔ (کنزالعمال عن البیہقی فی شعب الایمان)

ان روایات سے درود شریف کی چند فضیلتیں معلوم ہوئیں، مؤمن بندوں کو چاہیئے کہ صلوٰۃ وسلام کی بھی خوب کثرت کریں۔ [1]

فائدہ:-

یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی تلاوت میں تمام اوقات خرچ کرنے پر اللہ جل شانہٗ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو وہ کچھ دوں گا جو سوال کرنے والوں کی عطا یا سے بڑھ کر ہوگا اور درود شریف کے بارے میں یہ فرمایا کہ جو شخص تمام اوقات کا وظیفہ درود ہی کو بنائے اس کے افکار دور ہوں گے اور گناہ معاف ہوں گے اور استغفار کے بارے میں بھی فرمایا کہ جو شخص اس کو لازم پکڑے گا یعنی اسی میں لگا رہے اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادیں گے اور ہر فکر سے چھٹکارہ نصیب فرمائیں گے اور اس کو وہاں سے رزق دیں گے جہاں سے ملنے کا اس کو خیال بھی نہ ہوگا اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ننانوے مرضوں کی دواء ہے جن میں سب سے سہل (یعنی کمتر) تفکرات ہیں کوئی ناسمجھ آدمی شاید ان باتوں میں تعارض (یعنی ایک دوسرے کی مخالفت) سمجھ لے لیکن درحقیقت یہ کوئی تعارض نہیں کیونکہ ان چیزوں کے بلاشبہ وہ اثرات اور نتائج اور فوائد ضرور ہیں جن کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ عمل کرنے والا جس کو بھی اختیار کرے گا مالامال ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان چیزوں کے فوائد بتادیئے جو بالکل حق ہیں اور عمل آپ کا یہ تھا کہ آپ تلاوت بھی فرماتے تھے، استغفار بھی کرتے تھے دعا بھی کرتے تھے دیگر اذکار بھی پڑھتے تھے، اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے کہ ان سب چیزوں میں لگے تو یہ بہت ہی مبارک ہے اور بندوں کے مختلف احوال کے اعتبار سے بھی اعمال کی کثرت وقلت میں فرق ہوسکتا ہے، مثلاً حافظ

---

[1] "فضائل صلوٰۃ وسلام" کے نام سے ہم نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے اس کا مطالعہ بھی کرلیا جائے۔

قرآن کو کثرتِ تلاوت کی توفیق زیادہ ہے، چلتے پھرتے، آتے جاتے، سفر و حضر میں اس کے لئے تلاوت کا موقعہ بہت ہے اور جس نے زندگی میں گناہ بہت کئے ہوں اس کو استغفار کی کثرت کی ضرورت ہے اور جمعہ کے دن کثرت درود کی فضیلت اور ترغیب آئی ہے اس دن اس پر عمل کیا جائے، مشائخ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ مدینہ منورہ کے سفر اور قیام مدینہ منورہ میں درود شریف کی کثرت کے لئے تاکید فرماتے تھے، بات اصل یہ ہے کہ لگا رہے جو کچھ ملے گا کرنے سے ملے گا غفلت سے کچھ نہیں ملتا، خوب سمجھ لو تلاوت میں لگا رہے یا درود میں مشغول رہے یہ سب دُعا ہی ہے۔

تلاوت اور ذکر کے بارے میں چند احکام

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پائخانہ سے نکل کر (وضو کئے بغیر ہی) ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے اور ہمارے ساتھ گوشت کھا لیتے تھے اور قرآن مجید (کی تلاوت) سے آپ کو غسل فرض ہونے والی حالت کے علاوہ کوئی چیز روکنے والی نہ تھی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۹، بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر (تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزمؓ کے لئے مضمون تحریر فرمایا اس میں یہ بات (بھی) تھی کہ قرآن شریف کو صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۰ بحوالہ مالک و دارقطنی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان گھروں کو (جن کے دروازوں میں مسجد سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے) مسجد کے رُخ سے پھیر دو (یعنی دروازوں کے رُخ بدل دو) کیونکہ میں مسجد (کے داخل ہونے) کو ماہواری کے حال والی عورت کے لئے اور جس پر غسل فرض ہو اس کے لئے حلال نہیں قرار دیتا ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۰، بحوالہ ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیض والی عورت (جو ماہواری سے ہو) اور جس پر غسل فرض ہو (مرد ہو یا عورت) کچھ بھی قرآن شریف

نہ پڑھے۔

ان حدیثوں میں جُنُب اور حائض اور مُحدِث کے بعض شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں جس پر غسل فرض ہو اُسے جُنُب کہتے ہیں اور جو عورت ایام سے ہو اُسے حائض کہتے ہیں اور جس کا وضو نہ ہو اُسے مُحدِث کہتے ہیں۔ ان تینوں کے متعلق کچھ مسائل ہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ: جُنُب اور محدث نماز نہیں پڑھ سکتے جب فرض نماز پڑھنے کا وقت آجائے تو جُنُب پر غسل کرنا اور مُحدِث پر وضو کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: حائض عورت پر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے، جب ماہواری کے دن ختم ہو جائیں تو نماز کے لئے غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے، اگر ایام ختم ہونے سے پہلے کسی وجہ سے غسل کرے تو اس غسل سے پاک نہ ہوگی۔ اور پاک عورت کے احکام اس پر جاری نہ ہوں گے۔

مسئلہ: مُحدِث مرد ہو یا عورت قرآن شریف نہیں چھُو سکتے البتہ حفظِ قرآن شریف پڑھ سکتے ہیں۔ جب کوئی شخص پیشاب پاخانہ کرنے یا اور کسی وجہ سے بے وضو ہو جائے تو وہ کھانا بھی کھا سکتا ہے اور قرآن شریف بھی پڑھ سکتا ہے اور کلمہ درود شریف و استغفار بھی پڑھ سکتا ہے البتہ قرآن شریف نہیں چھُو سکتا، اور نہ وضو کئے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے، فرض نماز ہو یا نفل۔

مسئلہ: جُنُب اور حائض کو قرآن شریف پڑھنے کی اجازت ہے نہ چھونے کی۔

مسئلہ: قرآن شریف کے علاوہ پڑھنے کی جو چیزیں ہیں، جیسے پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا کلمہ اور درود شریف اور استغفار ان کو جُنُب اور حائض سب پڑھ سکتے ہیں۔ بلکہ اگر کسی آیت کو بطورِ دُعا جُنُب اور حائض پڑھیں تو اس کے پڑھنے کی بھی اجازت ہے جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا (آخر تک) البتہ بطور تلاوت پڑھنے کی اجازت نہیں۔

مسئلہ: جس شخص پر غسل فرض ہو اور جو عورت ماہواری سے ہو اسے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

دستور العمل

تلاوت اور ذکر اور صلوٰۃ وسلام کے فضائل معلوم ہوئے، اب ہر شخص اپنے اپنے حالات اور اپنی اپنی فرصت کے اعتبار سے اپنے لئے کوئی ایسا دستور العمل بنالے جس پر عمل کرتا رہے، ہم ایک ایسا دستور العمل لکھ رہے ہیں جس پر بآسانی ہر شخص عمل کر سکتا ہے۔

صبح وشام (۱) صبح کو سورہ یٰسین پڑھیں اور اس کے ساتھ حسبِ فرصت پارہ دو پارہ پڑھیں، (۲) صبح شام سو مرتبہ کلمہ سوم یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھیں،
(۳) سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھیں،
(۴) سو مرتبہ درود شریف پڑھیں (نماز میں جو درود پڑھتے ہیں وہ بہتر ہے) (۵) سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۶) سو مرتبہ درود شریف (۷) سید الاستغفار ایک مرتبہ (۸) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ (۳ بار) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ زِنَۃَ عَرْشِہٖ (۳ بار) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ رِضَا نَفْسِہٖ (۳ بار) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ (۳ بار)

اگر نمازِ فجر باجماعت پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے بیٹھے یہ چیزیں پڑھ لیں (جو تھوڑا سا ہی وقت ہوتا ہے) تو بآسانی یہ سب چیزیں ایک ہی مجلس میں پڑھی جاسکتی ہیں، اور ان کے پڑھنے کے لئے بیٹھنا نماز اشراق پڑھنے کا بھی ذریعہ بن جائے گا، اور اس طرح سے (ان چیزوں کے فضائل کے علاوہ) ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب مزید ملے گا۔ (کما اخرجہ الترمذی)

شام کو عصر کے بعد ان چیزوں کو پڑھ لیں، عصر سے مغرب تک ذکر کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے، اس وقت نہ ہوسکے تو مغرب کے بعد پڑھ لیں، اس وقت بھی نہ ہوسکے تو عشاء پڑھ کر پڑھ لیں، ایک ساتھ نہ ہوسکے تو کچھ عصر کے بعد، کچھ مغرب، کچھ عشاء کے بعد پڑھ لیں، لایعنی باتوں سے بچنے کا فکر کریں گے تو بہت وقت نکل آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ،

رات کو سورہ یٰسین، سورہ واقعہ، سورہ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ، سورہ الٓمّٓ السجدہ، پڑھیں کچھ بھی نہ ہوسکے تو سورہ تَبَارَکَ الَّذِیْ تو ضرور پڑھ لیں۔

سوتے وقت:- سونے کی دعا، بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی پڑھیں (۲) سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ بار، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار (۳) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورۃ تک ایک بار، چاروں قُل، سورہ فاتحہ ایک ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (تین بار)

فرض نمازوں کے بعد

سُبْحَانَ اللہِ، اَلْحَمْدُ للہِ ۳۳، ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار، آیت الکرسی ایک بار، چاروں قُلْ ایک ایک بار،

یہ مختصر سا دستور العمل نماز کے بعد کا اور صبح وشام اور رات کا ہم نے لکھ دیا ہے، اس کے علاوہ مختلف حالات کی مسنون دعاؤں کا بھی اہتمام کریں جو ان شاء اللہ آگے آرہی ہیں اور ان کے علاوہ ہر وقت اپنی زبان اللہ کی یاد میں تر رکھیں۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

كتابُ فضائلِ الدُّعاءِ وبركاته

(دُعا کے فضائل اور برکات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فضائلِ دُعا

دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز بزرگ اور برتر نہیں اور دُعا عبادت کا مغز ہے، اور جو اللہ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دُعا سے بڑھ کر بزرگ و برتر نہیں۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُعا عبادت کا مغز ہے۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ شانہٗ اس پر غصہ ہوتے ہیں۔ [3]

ان احادیث شریفہ میں دُعا کی فضیلت واہمیت بیان فرمائی ہے، پہلی حدیث میں فرمایا کہ عبادات میں اللہ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز بزرگ و برتر نہیں ہے، اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ دُعا عبادت کا مغز ہے چھلکے کے اندر جو اصل چیز ہوتی ہے اس کو مغز کہتے ہیں اور اسی مغز کے دام ہوتے ہیں، بادام کو اگر پھوڑا تو اس میں سے گری نکلتی ہے، اسی گری کی قیمت ہوتی ہے اور اسی

---

[1] رواہ الترمذی [2] رواہ الترمذی [3] رواہ الترمذی

گری کے لئے بادام خریدے جاتے ہیں، اگر چھلکوں کے اندر گری نہ ہو تو بادام، بے دام ہو جاتے ہیں عبادتیں بہت سی ہیں اور دُعا بھی ایک عبادت ہے جو بہت بڑی عبادت ہے عبادت ہی نہیں عبادت کا مغز ہے اور اصل عبادت ہے، کیونکہ عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے حضور میں بندہ اپنی عاجزی اور ذلت پیش کرے اور خشوع و خضوع یعنی ظاہر و باطن کے جھکاؤ کے ساتھ بارگاہ بے نیاز میں نیازمندی کے ساتھ حاضر ہو چونکہ یہ عاجزی والی حضوری دُعا میں سب عبادتوں سے زیادہ پائی جاتی ہے، اس لئے دُعا کو عبادت کا مغز فرمایا اور تیسری حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہو جاتے ہیں، اس ناراضگی کی وجہ بندہ کا تکبر ہے جو شخص عاجز محض ہے وہ خالق و مالک کے حضور میں نہیں جھکتا اور اس سے مانگنے سے سرکشی کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا طرز عمل ہی غصہ اور ناراضگی کے قابل ہے۔

دُعا سراپا عبادت ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُعا عبادت ہی ہے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (آخر تک) تلاوت فرمائی[1] جس کا ترجمہ یہ ہے اور فرمایا تمہارے پروردگار نے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری درخواست قبول کروں گا بیشک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

گذشتہ حدیث میں فرمایا کہ جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ جل شانہٗ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس حدیث میں فرمایا کہ دُعا عبادت ہی ہے، یعنی صحیح طریقہ پر دُعا کی جائے تو دُعا عبادت ہی ہوگی دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ دُعا سراپا عبادت ہے، دُعا میں بندہ اپنی عاجزی اور حاجتمندی کا اقرار کرتا ہے اور سراپا نیاز ہو کر بارگاہِ خداوندی میں اپنی حاجت پیش کر کے للچاتا اور للکتا ہے۔ اور یقین رکھتا ہے کہ صرف اللہ ہی دینے والا ہے وہ داتا ہے اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے وہ قادر ہے کریم

---

[1] رواہ الترمذی وابوداؤد

ہے، جتنا چاہے دے سکتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے وہ بے نیاز ہے اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے اور مخلوق سراسر عاجز اور محتاج ہے جب اپنے اس یقین کے ساتھ قادر وقیوم کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا ہے تو اس کا یہ شغل سراپا عبادت بن جاتا ہے اور یہ دُعا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا سبب بن جاتی ہے، اس کے برعکس جو شخص دُعا سے گریز کرتا ہے وہ اپنی حاجتمندی کے اقرار کو خلاف شان سمجھتا ہے چونکہ اُس کے اس طرز عمل میں تکبر ہے اور اپنی بے نیازی کا دعویٰ ہے اس لئے اللہ جل شانہٗ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے داخل دوزخ ہونے کی وعید آیت میں مذکور ہے۔

دُعا سے عاجز نہ ہو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دُعا (کے بارے) میں عاجز نہ ہو کیونکہ دُعا کا ساتھ ہوتے ہوئے ہرگز کوئی شخص ہلاک نہ ہوگا۔[1]

انسان بھلائی اور بہتری کے لئے جتنی تدبیریں کرتا ہے اور دُکھ تکلیف سے بچنے کے لئے جتنے طریقے سوچتا ہے ان میں سب سے زیادہ کامیاب اور آسان اور مؤثر طریقہ دُعا کرنا ہے اس میں نہ ہلدی لگے نہ پھٹکری نہ ہاتھی گھوڑے جوڑنے پڑیں نہ ہاتھ پاؤں کی محنت، نہ مال کا خرچ، بس دل کو حاضر کر کے دُعا کرنی پڑتی ہے، غریب اور مالدار، صحت مند اور بیمار، مسافر اور مقیم دیسی اور پردیسی بوڑھا جوان مجمع میں ہو یا کیسی ہی تنہائی میں ہر شخص دُعا کر سکتا ہے اسی لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ سب بخیلوں سے بڑھ کر وہ بخیل ہے جو سلام میں بخل کرے اور بلاشبہ سب عاجزوں سے بڑھ کر وہ عاجز ہے جو دُعا سے بھی عاجز ہو۔[2] درحقیقت دُعا میں سستی کرنا بڑی محرومی ہے۔ دشمنوں سے نجات کے لئے اور طرح طرح کی مصیبتوں کے دُور ہونے کے لئے بہت سی تدبیریں کرتے ہیں مگر دُعا نہیں کرتے جو ہر تدبیر سے آسان ہے اور ہر تدبیر سے بڑھ کر مُفید ہے۔ یہ سمجھ لیں کہ جائز تدبیروں کے چھوڑنے کی ترغیب نہیں دی جا رہی ہے۔ بلکہ سب سے بڑی تدبیر (یعنی دُعا) کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے جو دنیا میں بھی

---

[1] الترغیب والترہیب للحافظ المنذری [2] قال الہیثمی رواہ ابو یعلیٰ موقوفاً ورجالہ رجال الصحیح ۱۲

نافع ہے اور آخرت میں بھی اجر و ثواب دلانے والی ہے۔ ہدایت اللہ سے مانگے دین و دنیا کی کامیابی اللہ سے طلب کرے۔ قرضوں کی ادائیگی کے لئے اور ہر چھوٹی بڑی حاجت پوری کرنے کے لئے اللہ جل شانہٗ کے حضور میں درخواست کرے دنیا و آخرت کی ہر خیر اللہ ہی سے مانگے دُعا میں لگا رہے گا تو ان شاء اللہ خیر ہی خیر سامنے آتے گی اگر کسی دُعا کے بارے میں خدائے پاک کی حکمت ہو کہ اس کا نتیجہ دنیا میں ظاہر نہ ہو تب بھی آخرت میں تو ضرور ہی کام آئے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ بلاشبہ دُعا اس مصیبت کے (دفعیہ کے) لئے نفع دیتی ہے جو مصیبت نازل ہو چکی اور اُس مصیبت کے (روکنے کے) لئے (بھی) نفع دیتی ہے۔ جو نازل نہیں ہوتی پس اے اللہ کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔ [1]

مؤمن بندوں کو دُعا کرتے ہی رہنا چاہئے، جو مصیبت آچکی اس کے دفع کرنے کے لئے دُعا لازم ہے اور جن ہزاروں مصیبتوں سے محفوظ ہیں ان کے نازل ہونے کا ہر وقت خطرہ ہے ان سے بچے رہنے کے لئے بھی دُعا فائدہ دیتی ہے، ہر قسم کی بلا اور مصیبت سے اللہ کی پناہ مانگتے رہیں اور ہر طرح کی عافیت کا سوال کرتے رہیں۔

دُعا مؤمن کا ہتھیار ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دُعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی روشنی ہے [2]

اس حدیث میں اول تو یہ ارشاد فرمایا کہ دُعا مؤمن کا ہتھیار ہے چونکہ دُعا سے بڑی بڑی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، شیطانی حملوں سے بچاؤ ہوتا ہے انسانی دشمنوں پر فتحیابی حاصل ہوتی ہے ظالموں سے نجات ہوتی ہے اس لئے اس کو مؤمن کا ہتھیار بتایا، پھر فرمایا کہ دُعا دین کا ستون ہے، ایک حدیث میں نماز کو دین کا ستون بتایا ہے، اسلام کا سب سے بڑا رکن توحید ہے اور موحد ہونے کا عملی ثبوت نماز اور دعا میں سب سے زیادہ ہے کیونکہ دونوں میں اظہار بندگی ہے اور عجز و انکساری کا مظاہرہ ہے اس لئے دونوں کو دین کا ستون بتایا، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ دُعا آسمانوں کی اور زمینوں کی روشنی ہے،

---

[1] رواہ الترمذی، [2] رواہ الحاکم فی المستدرک

اس کا یہ مطلب ہے کہ مؤمن بندہ جب تک دُنیا میں رہے اس کے لئے دعا روشنی کا کام دے گی اور اس کے لئے تمام مطلوبہ راستوں میں چلنے کے لئے راہ کھل ملے گی اور موت کے بعد جب دوسرے عالم کے حالات سامنے آئیں گے تو وہاں بھی دُعا کام آئے گی، اور اس کی وجہ سے روشنی نصیب ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ہی مل سکتا ہے اور اُس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آسکتی

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو اے میرے بندو! تم سب راہ بھٹکے ہوئے ہو سوائے ان کے جن کو میں ہدایت دوں۔ لہٰذا تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اُن کے جن کو میں کھلا دوں لہٰذا تم مجھ سے کھانے کو مانگو میں تم کو کھانے کے لئے دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اُن کے جن کو میں پہنا دوں، لہٰذا تم مجھ سے پہننے کے لئے طلب کرو۔ میں تم کو پہننے کو دوں گا۔ اے میرے بندو! بلاشبہ تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخش سکتا ہوں، لہٰذا تم مجھ سے مغفرت چاہو میں تم کو بخش دوں گا، اے میرے بندو! یقین جانو کہ تم مجھے ضرر پہنچانے کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ جس کی وجہ سے مجھے ضرر پہنچا سکو۔ اور (اس کا بھی) یقین جانو کہ تم مجھے نفع پہنچانے کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے مجھے نفع پہنچا سکو، اے میرے بندو! اس میں شک نہیں کہ اگر تم سب اولین و آخرین انسان و جنات تم میں سب سے زیادہ متقی آدمی کے موافق اپنے دل بنا لو تو (تم سب کا) یہ تقویٰ میرے ملک میں ذرا اضافہ نہ کر سکے گا۔

اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین انسان و جنات تم میں سب سے زیادہ گنہگار آدمی کے دل کے موافق اپنا دل بنا لو۔ تو (اُن کا) یہ گنہگار ہونا میرے ملک میں سے ذرا بھی کمی نہیں کر سکتا اے میرے بندو! اگر تم اولین و آخرین انسان و جنات سب مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے

سوال کرو، اور میں ہر شخص کا سوال پورا کر دوں۔ تو (سب کا سوال پورا کرنے پر) میرے خزانوں میں سے صرف اتنی سی کمی آئے گی جتنا سوئی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے (اور ذرا سی تری سوئی میں لگی رہ جائے) اے میرے بندو! (تمہاری جزا و سزا آخرت میں جو ہوگی سو) وہ صرف تمہارے اعمال (کے نتائج) ہوں گے میں تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتا ہوں پھر پوری طرح تم کو ان کے بدلے دے دوں گا سو تم میں سے جو شخص (اپنے عمل میں) خیر پائے تو اُسے چاہئیے کہ اللہ کی حمد کرے اور جو شخص اس کے علاوہ (یعنی اپنے عمل میں بُرائی پائے سو چاہئیے کہ اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے [1]

یہ حدیث قدسی ہے اس میں اللہ جل شانہٗ کی ملکیت اور ربوبیت اور بندوں کی عاجزی و محتاجگی بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر ظلم کو حرام فرمالیا ہے

حدیث کے شروع میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اُوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے یعنی جو شخص جیسا کرے گا، اُسے ویسا ہی پھل ملے گا۔ قبر میں یا حشر میں جن کو عذاب ہوگا اور جو لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے وہ اپنے بُرے اعمال کی سزا بھگتیں گے، ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ غیر مستحق کو سزا دیں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ یہ اعلان فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اُس کے عمل کا بدلہ ملے گا، جو کچھ کیا تھا سب وہاں موجود پائیں گے اور اُس کے موافق عذاب و ثواب ملے گا۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کریں گے جیسا کہ اس حدیث کے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں بھی وارد ہوا ہے چنانچہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا اور ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور فرمایا وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ اور فرمایا ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ اور فرمایا وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ پھر اس اعلان کے بعد کہ میں نے اپنے اُوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے، بندوں سے فرمایا وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا (یعنی میں نے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے، لہٰذا تم آپس میں ظلم نہ کرو

---

[1] رواہ مسلم

کیونکہ انسان اللہ کا خلیفہ ہے اور زمین میں اُس کا نائب ہے اس میں رحم اور عدل ہونا چاہیئے، ظلم اور بے انصافی سے ہمیشہ دُور رہے، جس ذاتِ پاک کو اس کی خلافت ملی ہے اس کی صفت رحم و عدل کو اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور بندوں کی سب حاجتیں پوری فرماتا ہے

اس کے بعد یہ بتایا کہ سب کو اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتے ہیں اور سب کو وہی کھلاتے ہیں اور سب کو وہی پہناتے ہیں کسی کو کہیں سے بھی کچھ نہیں ملتا۔ بس اللہ جل شانہٗ ہی سب کو عطا فرماتے ہیں اور حاجتیں پوری فرماتے ہیں۔ دین و دُنیا کی بھلائی اور کامیابی اور اُن کے اسباب سب اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اور وہی سب کو دینے والا ہے۔ وہ جسے محروم کردیں اُسے کہیں سے کچھ بھی نہیں مل سکتا، جسے وہ ہدایت دیں وہی راہ یاب ہے اور جسے وہ راہِ حق سے بھٹکا دے وہ گمراہ ہے (مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝) جب بندہ سراسر محتاج ہے تو اُسے چاہیئے کہ دنیا و آخرت کی ہر چیز صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے، اس حدیث میں بندوں کی محتاجگی کے بیان کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ہدایت چاہو اور مجھ سے کھانے کو مانگو اور مجھ سے پہننے کو طلب کرو۔

صرف اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرسکتا ہے

گناہوں کا بخشنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، سورہ آل عمران میں فرمایا:

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اور کون ہے جو بخشے گناہوں کو اللہ کے سوا۔

اور سورۂ زمر میں فرمایا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

آپ (میری طرف سے) فرمادیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرمادے

الرَّحِيْمُ ٥ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ٥

گا بے شک وہ غفور الرحیم ہے۔ اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کی بارگاہ میں اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آجائے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔

یہ آیت کریمہ اہل ایمان کے لئے بہت بڑی ڈھارس ہے اور اس میں مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، کروڑوں گناہ بھی اللہ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ سورۂ یوسف میں ارشاد ہے۔

وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ٥

اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

اور سورۂ حجر میں ارشاد ہے۔

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ٥

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے گفتگو فرماتے ہوئے) کہا کہ گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم و کریم ہے، وہ ارحم الراحمین ہے، مشرک اور کافر کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دے گا۔ جس قدر بھی گناہ سرزد ہو جائیں اس کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں۔ اور برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں۔ توبہ بار بار ٹوٹتی رہے پھر بھی برابر توبہ میں لگے رہیں کسی دن انشاء اللہ سچی توبہ بھی ہو جائے گی۔

صغیرہ گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ تو اعمال صالحہ سے بھی ہوتا رہتا ہے لیکن کبیرہ گناہوں کی یقینی طور پر مغفرت ہو جانا توبہ کے ساتھ مشروط ہے، اگر توبہ نہ کی اور اسی طرح موت آگئی تو بشرطِ ایمان مغفرت تو پھر بھی ہو جائے گی لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ بلا عذاب کے مغفرت ہو جائے اللہ تعالیٰ یوں بھی مغفرت فرما سکتا ہے اور اسے یوں بھی اختیار ہے کہ گناہوں کی سزا دینے کے لئے دوزخ میں ڈال دے پھر عذاب کے ذریعہ پاک و صاف کر کے جنت میں بھیجے، چونکہ عذاب کا خطرہ بھی لگا ہوا ہے اس لئے ہمیشہ سچی توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کی امید رکھیں اس کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں تاکہ اس حال میں موت آئے کہ توبہ کے ذریعہ سب کچھ معاف ہو چکا ہو۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے ربّ! مجھے آپ کی عزت کی قسم ہے، میں آپ کے بندوں کو بہکاتا ہی رہوں گا۔ جب تک اُن کی رُوحیں اُن کے جسموں میں رہیں گی، اس کے جواب میں ربّ العزت تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال اور رفعتِ شان کی جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں اُن کو بخشتا ہی رہوں گا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان! بے شک تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رہے گا میں تجھ کو بخشوں گا تیرے گناہ جو بھی ہوں اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں، اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں کو پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا، اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا ہوں، اے انسان! اگر تو اتنے گناہ لے کر میرے پاس آئے جس سے ساری زمین بھر جائے پھر مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہوں میں اتنی ہی بڑی مغفرت سے تجھے نواز دوں گا جس سے زمین بھر جائے۔ [2]

بندوں سے گناہ ہو جاتے ہیں اللہ پاک نے اپنے بندوں کی مغفرت کے لئے یہ نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں مضبوط امید رکھتے ہوئے مغفرت کا سوال کرو، دل میں شرمندہ اور پشیمان ہو کہ ہائے مجھ ذلیل و حقیر سے مولائے کائنات خالقِ موجودات تبارک و تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگئی۔ اور آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرے اس پر اللہ جلّ شانہٗ مغفرت فرما دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لَا اُبَالِیْ (یعنی بخشنے میں مجھ پر کوئی بوجھ نہیں مجھے کسی قسم کی کوئی پرواہ نہیں ہے نہ بڑے گناہ بخشنے میں کوئی مشکل ہے نہ چھوٹا معاف کرنے میں کوئی مانع ہے اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ۔

گناہوں کی کثرت کی دو مثالیں ارشاد فرماتے ہوئے مومنین کو مزید تسلی دی اور فرمایا کہ اگر تیرے گناہ اس قدر ہوں کہ اُن کو جسم بنایا جائے اور زمین سے آسمان تک پہنچ جائیں اور ساری فضا (آسمان و زمین کے درمیان) کو بھر دیں تب بھی مغفرت مانگنے پر میں مغفرت کر دوں گا اور اگر تیرے گناہ

---

[1] رواہ احمد والحاکم کما فی الترغیب، [2] رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات

اس قدر ہوں کہ ساری زمین ان سے بھر جائے تب بھی میں بخشنے پر قادر ہوں اور سب کو بخشتا ہوں تیرے گناہ زمین کو بھر سکتے ہیں تو میری مغفرت بھی زمین کو بھر سکتی ہے۔ بلکہ اس کی مغفرت تو بے انتہا ہے آسمان وزمین کی وسعت اور ظرفیت اس کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے البتہ کافر ومشرک کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ حدیث شریف کے آخر میں بطور شرط کے فرمایا ہے: "لَا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا" اور قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (سورہ نساء)	بے شک اللہ نہیں بخشے گا اس کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا دوسرے جتنے گناہ ہیں جس کے لئے وہ چاہے گا بخش دے گا۔

کافر اور مشرک کی کبھی بھی مغفرت نہ ہوگی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

مؤمن بندہ سے جتنے بھی گناہ ہوجائیں خواہ تعداد میں بہت زیادہ بڑھ جائیں، اللہ کی رحمت اور مغفرت سے کبھی ناامید نہ ہوں، توبہ واستغفار میں لگا رہے اور مغفرت کی پختہ امید باندھے رہے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مغفرتوں کی خوش خبری سن کر گناہوں پر جرأت کرنا اور اس گھمنڈ میں گناہ کرتے چلا جانا کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلیں گے، بہت بڑی نادانی ہے، کیونکہ آئندہ کا حال معلوم نہیں کیا پتہ توبہ سے پہلے موت آجائے، پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ موت سے پہلے توبہ واستغفار کی دولت ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا دھیان رکھتے ہیں اور کبھی کبھار گناہ ہوجاتا ہے تو توبہ کر لیتے ہیں اور جو لوگ مغفرت کی خوش خبریوں کو سامنے رکھ کر گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں ان کو توبہ واستغفار کا خیال تک نہیں آتا۔

وفادار بندوں کا یہ شعار نہیں کہ مغفرت کا وعدہ سن کر بے خوف ہوجائیں بلکہ مغفرتوں کی بشارتوں کے بعد اور زیادہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کے لئے بشارتیں نہیں ہیں، اللہ جلّ شانہٗ نے آپؐ کی سب کچھ (چھوٹی موٹی لغزش) کی مغفرت فرمادی جس کا اعلان سورۃ الفتح کے شروع میں فرمادیا، اس کے باوجود آپ راتوں رات نمازیں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے قدم شریف سوج گئے

تھے جب کسی نے عرض کیا کہ آپ عبادت میں اتنی محنت فرماتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے آپ کا سب کچھ اگلا پچھلا (لغزش والا جو کچھ عمل ہے) معاف فرما دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا "کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں"

(بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اتنی بڑی مہربانی فرمائی کہ میرا سب کچھ معاف فرما دیا تو اس کی شکر گذاری کا تقاضا یہ ہے کہ میں مزید طاعت اور عبادت کے ذریعہ اللہ کے قرب میں ترقی کرتا چلا جاؤں۔

بندوں کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کو فائدہ نہیں

اس کے بعد اللہ جل شانہٗ کی بے نیازی کا ذکر فرمایا ہے کہ مخلوق کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کو کچھ نفع نہیں ہوتا۔ اور نافرمانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا، اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ عبادت گذاروں کی عبادت سے اس کے ملک میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوتا اور نافرمانوں کی نافرمانی سے اس کے ملک میں کچھ کمی نہیں آتی،

اللہ کے خزانے بے انتہا ہیں

اپنی خالقیت اور مالکیت میں وہ تنہا ہے کسی کا محتاج نہیں اُس کے وہ بے انتہا خزانوں کا اندازہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس مثال سے سمجھ لو کہ تم اولین و آخرین انسان و جنات زندے اور مرے ہوئے خشک مخلوق اور تر مخلوق سب بیک وقت ایک میدان میں کھڑے ہو کر اللہ سے سوال کرو، اور ہر ایک اتنا مانگے جہاں تک وہ اپنی (فہم کی رسائی سے) انتہائی آرزو کر سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر سائل کا سوال اسی وقت پورا فرما دیں گے تو اس کے خزانوں میں سے صرف اتنا خرچ ہوگا جیسے سوئی سمندر میں ڈال کر نکال لی جائے اور پورے سمندر میں سے ذرا سی تری اسی سوئی پر لگ جاوے (یہ بھی سمجھانے کے لئے ہے ورنہ غیر متناہی کے سامنے متناہی کو یہ بھی نسبت نہیں ہے)

بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

يَدُ اللّٰهِ مَلْأَى لَا تَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَدِهٖ

اللہ کا ہاتھ (ہر وقت) بھرا ہوا ہے، وہ کتنا ہی خرچ فرمادیں کم نہیں ہوتا رات دن خرچ فرماتے ہیں تم ہی بتاؤ جب سے اس نے آسمان وزمین پیدا فرمائے ہیں کتنا خرچ فرمادیا، اور جو اس کے ہاتھ میں تھا اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا۔

بس انسان کو چاہیئے کہ اپنی آخرت سنوارنے کے لئے نیک اعمال میں لگا رہے جو نیکی ہوجائے اس پر اللہ کا شکر کرے کہ اس کی توفیق سے ہوئی اور جو گناہ ہوجائے تو اس پر اپنے نفس کو ملامت کرے۔ اور توبہ و استغفار میں کوتاہی نہ کرے، قیامت کے میدان میں اور دوزخ میں اپنے آپ کو ملامت کرنے سے کچھ نفع نہ ہوگا، وہاں شرمندگی اور پشیمانی کام نہ آئے گی موت سے پہلے ہی توبہ و استغفار کرکے گناہ معاف کرالو۔ گناہوں کو اپنے نفس ہی کی طرف منسوب کرو اور گناہ ہوجائے تو اپنے ہی کو ملامت کرو۔

چپل کا تسمہ اور نمک بھی اللہ ہی سے مانگو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے رب سے ضرور اپنی ہر حاجت کا سوال کرے، یہاں تک کہ جب چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اسی سے مانگے اور نمک کی حاجت ہو تو وہ بھی اسی سے طلب کرے۔[1]

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ بندہ کو اپنے رب سے سب کچھ مانگنا چاہیئے، چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی سے معمولی چیز بھی اللہ ہی سے مانگے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ سے ہر چیز مانگو یہاں تک کہ (جوتے اور چپل کا تسمہ) بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو کیونکہ اللہ جل شانہٗ اس کے ملنے کے لئے آسانی نہ فرمائے تو میسر نہیں ہوسکتا (مجمع الزوائد) درحقیقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سچ فرمایا، جب ساری مخلوق اللہ کی ملکیت ہے اور اسی کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے اور اس کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا اور کوئی چیز کسی بھی شخص کو نصیب نہیں ہوسکتی تو اس کے سوا کون ہے

---

[1] مجمع الزوائد

جس سے بڑی چھوٹی ضرورت کا سوال کیا جائے۔ مسلمانو! ہر ضرورت کے لئے اللہ کی طرف رجوع ہو اور اسی سے سچے دل سے مانگو۔

صرف اللہ سے مدد مانگو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے (چل رہا) تھا، آپ نے فرمایا اے لڑکے اللہ کا دھیان رکھ، اللہ تیری حفاظت فرمائے گا اللہ کا دھیان رکھ تو اُسے اپنے آگے پائے گا اور جب تو سوال کرے تو بس اللہ سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ سے درخواست کر اور اس کا یقین رکھ کہ اگر ساری امت اس مقصد کے لئے جمع ہو جائے کہ تجھے کچھ نفع پہنچائے تو اس کے سوا تجھے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر ساری امت اس مقصد کے لئے جمع ہو جائے کہ تجھے کچھ ضرر (جانی مالی نقصان) پہنچائے تو اس کے سوا تجھے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ (پھر فرمایا کہ فیصلے لکھنے والے) قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے سوکھ چکے (جو ہونا تھا لکھ دیا گیا اب اس میں رد و بدل نہیں ہوگا۔ [1]

یہ حدیث بڑی اہم اور جامع تین نصیحتوں پر مشتمل ہے، ہم ہر نصیحت کے مطالب علیحدہ علیحدہ لکھتے ہیں۔

احکام الٰہیہ کی نگہداشت سے بندہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے

اوّل یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ کا دھیان رکھ وہ تیری حفاظت فرمائے گا اللہ کا دھیان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے حکموں پر چلنے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کا خاص دھیان رکھ اور اس کی مقرر کردہ حدود سے آگے بڑھنے سے گریز کرتا رہ، ایسا کرنے سے اللہ تیری حفاظت فرمائے گا جب انسان اللہ کے حکموں پر چلنے کا دھیان رکھتا ہے اللہ کی مرضی

---

[1] رواہ احمد والترمذی

کے موافق چلنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کو دونوں جہاں کی آفات وبلیات اور مصیبتوں سے محفوظ فرماتے ہیں۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص نوعمری اور تن درستی اور طاقت کے زمانہ میں اللہ کا دھیان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بڑھاپے اور ضعیفی کے زمانہ میں اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور آخری سانس تک اُس کی عقل وسمجھ، بینائی اور کانوں کی طاقت کو محفوظ رکھتے ہیں۔
ایک عالم کے متعلق لکھا ہے کہ سو برس کی عمر میں انہوں نے بڑے زور سے چھلانگ لگائی اور پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے ان اعضاء کو نوعمری میں گناہوں سے محفوظ رکھا تھا لہٰذا اس کے صلہ میں اب اللہ نے ان کو ضعف سے محفوظ فرمادیا۔ ایک بزرگ نے ایک بوڑھے کو سوال کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ

اِنَّ هٰذَا ضَعِيْفٌ ضَيَّعَ اللّٰهَ فِىْ صِغَرِهٖ فَضَيَّعَهُ اللّٰهُ فِىْ كِبَرِهٖ۔	اس شخص نے نئی عمر میں اللہ کے حقوق ضائع کردئے اب بڑھاپے میں اللہ نے اس کو ضائع فرمادیا۔

اللہ کی حفاظت میں بندہ یہاں تک آجاتا ہے کہ نقصان پہنچانے والی چیزوں کو بھی اللہ جل شانہٗ اس کی حفاظت اور اس کے نفع کا ذریعہ بنادیتے ہیں جس کی بے شمار مثالیں حضرات صحابہ کرام اور دیگر اولیاء امت کی تاریخ وسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جو بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے ان کی اپنی چیزیں بھی ان کی اطاعت نہیں کرتیں جیسا کہ بعض سلف نے فرمایا ہے۔

اِنِّىْ لَاَعْصِى اللّٰهَ فَاَعْرِفُ ذٰلِكَ فِىْ خُلُقِ خَادِمِىْ وَدَابَّتِىْ۔	میں اللہ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہوں تو اس کا اثر اپنے خادم اور اپنی سواری کے جانور کی خصلت اور عادت کے بگڑجانے میں محسوس کرتا ہوں۔

؎ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اللہ کے حقوق کا دھیان رکھنے سے جو اللہ تعالیٰ بندے کی حفاظت فرماتے ہیں وہ صرف دنیاوی اور جسمانی حفاظت تک محدود نہیں ہے بلکہ اللہ اس کے دین وایمان کی حفاظت فرماتے ہیں، اس کو ایمان واعمال صالحہ کے ماحول میں رکھتے ہیں، دین متین کا خادم اور دین کا داعی بنادیتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کی آیت۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ۔	اور جان رکھے کہ بندہ اور اُس کے قلب کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہوجاتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرمایا یَحُوْلُ بَیْنَ الْمُؤْمِنِ وَبَیْنَ الْمَعْصِیَۃِ الَّتِیْ تَجُرُّہٗ اِلَی النَّارِ یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کے گناہ کے درمیان آڑے آجاتے ہیں جس کے ذریعہ وہ دوزخ میں چلا جاتا اس کو گناہ سے محفوظ فرما لیتے ہیں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو رخصت فرماتے تو دُعاء دیتے ہوئے ارشاد فرماتے۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ۔ (ترمذی)

میں تیرا دین اور تیری صفت امانت اور تیرے اعمال کا انجام اللہ کے سُپرد کرتا ہوں۔

اس سُپرد کرنے میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کی دینی زندگی کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں اور جو یہ فرمایا کہ تو اللہ کا دھیان رکھ تو اسے اپنے آگے پائے گا یہ پچھلے مضمون کو دوسرے لفظوں میں دُہرادیا ہے" تو اللہ کا دھیان رکھے گا تو اللہ کو اپنے آگے آگے پائے گا" یعنی تیرا ہر کام بنتا چلا جائے گا اور تیری صلاح وفلاح کی غیب سے شکلیں نکلتی چلی آئیں گی، تو جہاں بھی ہوگا یہ محسوس کرے گا کہ میرا محافظ اور نگران اور ناصر ومددگار میرے ساتھ ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غار ثور میں اپنے رفیق سفر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (غم نہ کر و اللہ ہمارے ساتھ ہے) ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ تنہائی میں آپ کا دل نہیں گھبراتا تو انہوں نے فرمایا میرے ساتھ وہ ہوتا ہے جس نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (میں اس کے پاس ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرے) پھر کیسی تنہائی اور کیسا دل گھبرانا، اسی طرح ایک اور بزرگ کا قصہ ہے ان سے کسی نے کہا کہ ہم آپ کو جب دیکھتے ہیں آپ تنہا ہی ہوتے ہیں یہ سُن کر فرمایا مَنْ یَّکُنِ اللّٰہُ مَعَہٗ کَیْفَ یَکُوْنُ وَحْدَہٗ جس کے ساتھ اللہ ہو وہ کیسے تنہا ہوگا؟

صرف اللہ سے سوال کرو

دوم یہ نصیحت فرمائی کہ جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر اور جب مانگے تو صرف اللہ ہی سے مانگ، انسان سراسر محتاج ہے طرح طرح کی ضرورتیں اس کے ساتھ لگی ہوتی ہیں۔ حرج مرض کے بغیر یہ دنیاوی زندگی گذرہی نہیں سکتی، اس لئے ہر انسان اپنی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اس عالم اسباب میں سعی کرنے اور ہاتھ پاؤں مارنے سے بعض ضرورتیں پوری ہو

بھی جاتی ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ پر یقین نہیں ہے اور جو اللہ کو نہیں مانتے یا اس کی صفات سے باخبر نہیں ہیں وہ اپنی ان ظاہری آنکھوں سے خاص خاص ظاہری اسباب کے باعث دنیا کی چیزوں کو بنتا بگڑتا دیکھتے ہیں لہٰذا اپنی ضرورتوں کے لئے انسانوں سے سوال کرتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں اور رشوت دے دلا کر حکام کے دلوں کو پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں کسی اٹکے ہوئے کام کو چلانے کے لئے خاندان و برادری کے پنچوں کی چاپلوسی کرتے ہیں اور اُن کے علاوہ دیگر اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہیں لیکن جو بندے اللہ ہی کو حاجت روا مشکل کشا اور ناصر و مددگار مانتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہی سب کچھ کرنے والا اور غیب و شہادت کا جاننے والا اور ہر ظاہر و پوشیدہ حال کا دیکھنے والا اور ہر آہستہ اور زور کی آواز کا سننے والا ہے اور نفع نقصان اسی کے قبضہ میں ہے پنچوں اور حاکموں کے قلوب کو وہی پلٹنے والا ہے ایسے بندے ہر حال اور ہر مقام میں اللہ ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور حاجت روائی کے لئے اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور دستِ دُعا اُسی کے سامنے پھیلاتے ہیں۔ شفا چاہتے ہیں تو اللہ ہی سے اور آڑے وقت میں پکارتے ہیں تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں نماز میں بار بار۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؁ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

کا اقرار کرتے ہیں اور اس میں جس بات کا اقرار ہے اس کو ہر موقع اور ہر مقام میں سچا کر دکھاتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تشریف لا کر عرض کیا کہ میری ضرورت ہو تو مدد کر دوں؟ اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ والسلام نے فرمایا اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا وَاَمَّا مِنَ اللّٰهِ فَبَلٰى (مجھے تمہاری مدد کی حاجت نہیں، ہاں اللہ کی طرف سے جو مدد ہو اس کا محتاج ہوں[1])

مومن کا حقیقی مقام یہی ہے کہ مخلوق کو کسی درجہ میں بھی کچھ کرنے والا نہ سمجھے۔

؎ موحد چہ بر پائے ریزی زرش | چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس | بریں است بنیاد توحید و بس

---

[1] حکاہ ابن کثیر فی تفسیرہ عن بعض السلف ۱۲

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ کو یہاں تک نصیحت فرمائی تھی کہ اگر سواری سے تمہارا کوڑا گر جائے تو کسی سے یہ سوال بھی مت کرو کہ ذرا یہ کوڑا اٹھا دو (کیونکہ یہ بھی غیر اللہ سے سوال ہے) بلکہ خود اترو اور کوڑا اٹھا کر دوبارہ سوار ہو جاؤ۔ ؎

بندہ کو چاہئے کہ اللہ سے مانگے اور اسی سے مدد کی درخواست کرے اس سے بڑھ کر کوئی سخی اور داتا اور مہربان نہیں ہے، اسے سب قدرت ہے، اور ہر چیز کے خزانے اُسی کے ملک میں مشہور ہے کہ ایک دیہاتی اپنی کسی ضرورت کے سلسلہ میں مغلیہ حکومت کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس مدد کے لئے آیا، جب بادشاہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر اللہ سے سوال کر رہا ہے یہ دیکھتے ہی وہ شخص فوراً واپس ہوا اور یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ جس سے یہ مانگ رہا ہے میں بھی اُسی سے مانگ لوں گا۔

اللہ کے سوا کوئی کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا

سوم یہ نصیحت فرمائی کہ ساری اُمت کے لوگ اگر آپس میں مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو بس اسی قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اسی طرح اگر ساری اُمت تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہے تو بس اسی قدر نفع پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اس میں بتایا ہے کہ مخلوق کو کسی بات کا اختیار نہیں ہے مختار کل صرف اللہ ہی ہے، اُس کے فیصلے کو کوئی اُلٹ نہیں سکتا، اُس کی لکھی ہوئی تقدیر کو کوئی پھیر نہیں سکتا، اس کی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا، اُس کی بھیجی ہوئی مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا، جو اُس نے لکھ دیا ہے وہی ہوگا، لکھنے والے قلم اُٹھا لئے گئے اور جن صحیفوں میں تقدیر لکھی گئی تھی وہ سوکھ چکے۔ اب کچھ ادل بدل نہ ہوگا، سورۂ حدید میں فرمایا:۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝	کوئی مصیبت نہ زمین میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں ایک کتاب میں لکھی ہے بے شک یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔

سورۂ فاطر میں فرمایا:۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا	اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے سو اُس کا کوئی بند

مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

کرنے والا نہیں، اور جس کو وہ بند کرے سو اُس کے بعد اُس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

سورہ یونس کے آخر میں فرمایا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

اور خدا کو چھوڑ کر اس کو مت پکار جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے نہ کوئی ضرر، سو اگر تو نے ایسا کیا تو تو ظالموں میں شمار ہوگا۔ اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اُسے دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تجھ کو کوئی خیر پہنچائے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں جسے چاہے پہنچا دے اور وہ غفور الرحیم ہے۔

سورۂ رعد میں ارشاد ہے:۔

وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ۔

اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔

افسوس کے ان آیات واحادیث کو چھوڑ کر مسلمان کہلانے والے سینکڑوں ہزاروں افراد قبروں اور تعزیوں کا طواف کرتے نظر آتے ہیں۔ اللہ سے منہ موڑ کر پیروں فقیروں مزاروں اور کاغذ کے تعزیوں سے مُرادیں مانگتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ تمام شرکیہ افعال سے محفوظ فرمائیں۔

قبولیت کا اثر معلوم ہو یا نہ ہو دُعا کبھی نہ چھوڑے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دُعا نہ کرے اس وقت تک اس کی دُعا قبول ہوتی ہے بشرطیکہ جلدی نہ مچائے، عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ جلدی مچانے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جلدی مچانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے کہ میں نے دُعا کی اور دُعا کی (لیکن) مجھے قبول ہوتی معلوم نہیں ہوتی یہ کہہ کر وہ تھک کر رہ جاتا ہے اور ناامیدی کے اس مقام پر پہنچ کر) دُعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ [1]

---

[1] رواہ مسلم

معلوم ہوا کہ ہمیشہ دُعا کرتے رہنا چاہئے، دُعا کرنا کبھی نہ چھوڑے، یہ نہ دیکھے کہ اتنے دن ہوگئے دُعا کر رہا ہوں قبول نہیں ہوتی اور نہ یہ کہے کہ قبول ہوتی معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ بندہ کا کام مانگنا ہے عاجزی ظاہر کرنا ہے، اپنے اس کام کو نہ چھوڑے۔ خدائے پاک کی جب اور جیسی حکمت ہوگی اس کے مطابق دُعا کا اثر دُنیا یا آخرت میں ظاہر ہوگا اور بالفرض کچھ بھی فائدہ نہ ہو تو یہ کیا کم ہے کہ دُعا خود عبادت ہے، بلکہ عبادت کا مغز ہے، جب تک بندہ دُعا میں مشغول رہے گا عبادت میں رہے گا، پس دُعا سے کبھی غافل نہ ہوں، بہت سے لوگ جہالت کی وجہ سے کہہ اُٹھتے ہیں کہ ہم برسوں سے دُعا کر رہے ہیں تسبیح کے دانے بھی گھس گئے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا، یہ سب باتیں غلط ہیں، اگر یہاں دُعا کا نتیجہ ظاہر نہیں ہوا تو آخرت میں انشاءاللہ ضرور اس کے بدلے انعامات ملیں گے جو یہاں کی فانی چیزوں سے کہیں بڑھ کر ہونگے۔

قبولیت دُعا کا مطلب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دُعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرما دیتے ہیں (۱) یا تو اس کی وہ دُعا قبول فرما لیتے ہیں (اور جو کچھ اس نے طلب کیا وہ اس کو یہیں اس دنیا میں مل جاتا ہے اور قبولیت کا نتیجہ سامنے آجاتا ہے) (۲) یا دعا کرنے والے کو اس کی مطلوبہ شے کی برابر (اس طرح عطیہ عنایت فردیتے ہیں کہ اس جیسی) آنے والی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں (۳) یا اس دُعا کے بعد اس کا اجر (آخرت کا) ذخیرہ بنا کر رکھ لیتے ہیں (جو وہاں آخرت میں مل جائے گا) یہ سن کر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ اس صورت میں تو ہم بہت زیادہ (کمائی) کرلیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اس کے جواب میں) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (کی عطا اور بخشش اس سے) بہت زیادہ ہے (جس قدر تم دُعا کروگے)۔ [1]

اس حدیث مبارک میں بتایا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ہر مسلمان کی دُعا قبول فرما لیتے ہیں بشرطیکہ

---

[1] رواہ احمد

کسی گناہ کی دُعا نہ کرے، یعنی یہ سوال نہ کرے کہ گناہ کا فلاں کام کرنے میں کامیاب ہو جاؤں اور قطع رحمی کی بھی دُعا نہ کرے، اپنے عزیز واقارب سے اچھے تعلقات رکھنے اور حُسنِ سلوک سے پیش آنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں اور اس کے برخلاف عزیز واقربا سے تعلقات بگاڑنے اور بدسلوکی سے پیش آنے کو قطع رحمی کہتے ہیں قطع رحمی بھی گناہوں میں سے ایک گناہ ہے لیکن اس کو خصوصیت کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا تاکہ اس کی شناعت اور قباحت خوب اچھی طرح ظاہر ہو جائے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا (بخاری) چونکہ قطع رحمی اللہ جل شانہٗ کے نزدیک بہت ہی بُری چیز ہے اس لئے قبولیت کی شرط میں یہ فرمایا کہ قطع رحمی کی دُعا نہ کی ہو اور اس کے علاوہ اور بھی کسی گناہ کا سوال نہ کیا ہو تب دُعا قبول ہوتی ہے۔

پھر دُعا قبول ہونے کا مطلب بتایا کہ قبول ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جو مانگا وہی مل جائے بلکہ کبھی تو منہ مانگی مراد پوری ہو جاتی ہے اور کبھی یہ ہوتی ہے کہ منہ مانگی مراد پوری نہ ہوئی بلکہ اس پر جو کوئی مصیبت آنے والی تھی وہ ٹل گئی، اللہ جل شانہٗ سے سو روپے کا سوال کیا، سو روپے بظاہر نہ ملے لیکن اپنے کسی بچہ کو شدید مرض لاحق ہونے والا تھا وہ رک گیا اس کے علاج میں سو روپے خرچ ہو جاتے وہ خرچ نہ ہوئے سو روپے بچ گئے اور بچہ مرض سے محفوظ ہو گیا، بعض مرتبہ سو روپے کا سوال کرنے کی وجہ سے ہزاروں روپے خرچ ہونے والی مصیبت ٹل جاتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ مثلاً سو روپے کا سوال کیا مگر بظاہر روپے نہ ملے لیکن کسی طرح سے اور کوئی حلال مال مل گیا جس کی قیمت سو روپے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

قبولیتِ دُعا کی تیسری صورت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ دنیا میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا نہ منہ مانگی مراد ملتی ہے نہ اس کی وجہ سے کوئی آنے والی مصیبت ٹلتی ہے لیکن اس دُعا کو اللہ جل شانہٗ آخرت میں ثواب دینے کے لئے محفوظ فرما لیتے ہیں جب قیامت کے دن اعمال صالحہ کے بدلے ملنے لگیں گے تو جن دُعاؤں کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوا تھا ان دعاؤں کے عوض بڑے بڑے انعامات ملیں گے اس وقت بندہ کی تمنا ہوگی کہ کاش میری کسی دُعا کا اثر دنیا میں ظاہر نہ ہوا ہوتا تو اچھا تھا آج سب کے بدلے بڑے بڑے انعامات سے نوازا جاتا۔

دُعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لینا درحقیقت اللہ جل شانہٗ کی بہت بڑی مہربانی ہے

فانی دنیا دکھ سکھ کے ساتھ کسی طرح گذر ہی جائے گی اور آخرت باقی رہنے والی ہے اور دائمی ہے اور وہاں جو کچھ ملے گا بے انتہا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو بندے سمجھتے نہیں اور اس کی رحمتوں کی وسعتوں کو جانتے نہیں، دُعا کے منافع دنیا و آخرت میں بے شمار ہیں، جو لوگ دُعاؤں میں لگے رہتے ہیں اُن پر اللہ کی بڑی رحمتیں ہوتی ہیں۔ برکتوں کا نزول ہوتا ہے دل میں سکون اور اطمینان رہتا ہے اُن پر تو اوّل مصیبتیں آتی ہی نہیں اگر آتی ہیں تو معمولی ہوتی ہیں، پھر وہ جلدی چلی جاتی ہیں، دُعا والے دونوں جہاں میں کامیاب و بامراد ہوتے ہیں، جب قبولیت دُعا کا مطلب معلوم ہوگیا تو یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ میری دُعا قبول نہیں ہوتی، قبولیت ہوتی ہے مگر قبولیت کی کونسی صورت دُعا کرنے والے کے لئے حکمت کے موافق ہے اس کو اللہ جلّ شانہٗ ہی جانتے ہیں بندہ کا کام تو مانگنے کا ہے، بس مانگے جا اور دُنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا رہ۔

دُعا کی قبولیت کا یقین رکھو اور دل کو حاضر کر کے دُعا کرو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (انسانوں کے) دل برتن ہیں (ان کو خیر یا شر سے پُر کیا جا سکتا ہے) اور اُن میں بعض قلوب دوسرے قلوب سے (مشابہت رکھتے) ہیں۔ پس اے لوگو! جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو دُعا کی قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے مانگو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی ایسی دُعا قبول نہیں فرماتے جو اس نے غفلت والے دل کے ساتھ کی ہو[1]

اس حدیث میں دُعا کا ایک بہت ضروری ادب بتایا ہے اور وہ یہ کہ دُعا کرتے ہوئے اس امر کا پختہ یقین رکھنا چاہئے کہ میری دُعا قبول ہوگی، اس یقین میں ذرا سا بھی ڈھیلا پن نہ ہو، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ غفلت کے ساتھ جو دُعا کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی، اگر زبان سے دُعا نکل رہی ہو اور دل اِدھر اُدھر کے خیالات میں لگا ہوا ہو تو ایسی دُعا لائق قبول نہیں ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد للحافظ الہیثمی

غفلت کے ساتھ دُعا کرنا بے ادبی ہے

آج کل ہم لوگ جو دُعائیں کرتے ہیں اُن میں طرح طرح کی کوتاہیاں ہوتی ہیں اور سب سے بڑی کوتاہی یہی ہے کہ دُعا کرتے وقت دل حاضر نہیں ہوتا، دل کہاں سے کہاں پہنچا ہوا ہوتا ہے اور کیسے کیسے خیالات میں گم ہوتا ہے اور زبان سے دُعا کے الفاظ نکلتے رہتے ہیں، ہماری عجیب حالت ہے اگر کوئی شخص کسی معمولی افسر کو کوئی درخواست پیش کرتا ہے تو بہت باادب کھڑا ہوتا ہے اور خوب سوچ سمجھ کر بات کرتا ہے اور پوری طرح اپنے ظاہر اور باطن سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر زبان سے درخواست کرے یا لکھی ہوئی درخواست ہاتھ میں تھمادے اور حاکم کی طرف پیٹھ پھیر کر کھڑا ہو جائے یا اس موقع پر کمرہ کی چیزوں کو شمار کرنے لگے یا اور کوئی ایسا کام کرنے لگے جس سے یہ واضح ہو جائے کہ یہ شخص اپنے دل سے درخواست پیش نہیں کر رہا ہے تو اس کو بڑا بے ادب سمجھا جائے گا۔ اس کو وہاں سے ذلت کے ساتھ دھکے دے کر نکال دیا جائے گا۔ اور اس کی درخواست پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دی جائے گی اور اوپر سے سزا بھی ملے گی۔

اللہ جل شانہٗ احکم الحاکمین ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں درخواست پیش کرتے ہوئے دل کا غافل رہنا اور دنیاوی دھندوں کے خیالات دل میں بساتے ہوئے زبان سے دُعا کے الفاظ نکالنا بہت بڑی بے ادبی ہے بندوں کی یہ حرکت ہے تو قابلِ سزا لیکن اللہ جل شانہٗ رحیم و کریم ہیں اس پر سزا نہیں دیتے البتہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی یہ اعلان فرما دیا ہے کہ ایسی غفلت والی دُعا قبول نہ ہوگی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی اتنے برس دُعا کرتے ہوگئے۔ ان کو چاہئے کہ اپنی حالت پر غور کریں اور دیکھیں کہ دُعا کے وقت دل کہاں ہوتا ہے۔ ذرا دُعا کی طرح دُعا کرو پھر اس کے ثمرات دیکھو۔ دُعا مانگی اور پتہ نہیں کہ کیا مانگا۔ ایسی دُعا کیوں کر قبول ہو؟ خوب سوچو اور سمجھو!

خوب مضبوطی کے ساتھ دُعا کریں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص دُعا کرے تو یوں نہ کہے کہ اے اللہ تو چاہے تو مجھے تو بخش دے

بلکہ مضبوطی اور پختگی کے ساتھ سوال کرے اور (جو کچھ مانگ رہا ہو) پوری رغبت سے مانگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی چیز کا عطا فرما دینا مشکل نہیں ہے۔ ؎

یہ بات کہنا کہ اے اللہ تو چاہے تو مغفرت فرمادے اور تو چاہے تو دیدے بالکل بیجا بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ دے گا اپنی مشیت اور ارادہ ہی سے دے گا اس کے ارادہ کے بغیر کچھ ہو ہی نہیں سکتا ہر چیز کا وجود محض اس کے ارادہ سے ہے وہ جو چاہے کرے اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے، دُعا کرنے والے کو تو اپنی رغبت پوری طرح ظاہر کرنا چاہئے اور مضبوطی سے سوال کرنا چاہئے کہ اے اللہ مجھے ضرور دے میرا مقصد پورا فرمادے خوب الحاح وزاری کے ساتھ بلک بلک کر دُعا کرے یہ کہنا کہ تو چاہے تو دے دے اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مانگنے والا اپنے کو واقعی محتاج نہیں سمجھتا اللہ سے مانگنے میں بھی بے نیازی برت رہا ہے جو تکبر کی شان ہے حالانکہ دُعا میں ظاہر و باطن سے عاجزی اور حاجتمندی اور اپنی ذلت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں۔ آسمان و زمین اور ان کے اندر کے سب خزانے اور اُن کے باہر کے سب خزانے اسی کے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے پل بھر میں سب کچھ ہو سکتا ہے صرف کُن (ہوجا) فرمادینے سے سب کچھ ہوجاتا ہے اس کے لئے کسی چیز کا دینا اور کسی بھی چیز کا پیدا کر دینا ذرا بھی بھاری نہیں ہے، لہٰذا پوری رغبت اور اس یقین کے ساتھ دُعا کرو کہ میرا مقصد ضرور پورا ہوگا اور وہ جب دے گا اپنی مشیت اور ارادہ ہی سے دے گا اس سے زبردستی کوئی کچھ نہیں لے سکتا۔

وردفی روایۃ اُخریٰ انہ یفعل ما یشاء ولا مکرہ لہ۔

سختی کے زمانے میں دُعا کیسے قبول ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ خوشی ہو کہ سختیوں کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول فرمائے اس کو چاہئے کہ خوشحالی کے زمانے میں کثرت سے دُعا کیا کرے۔ ؎

؎ رواہ مسلم، ؎ رواہ الترمذی

اس حدیث پاک میں دُعا قبول ہونے کا ایک بہت بڑا گر بتایا گیا اور وہ یہ کہ آرام و راحت اور مال و دولت اور صحت و تندرستی کے زمانے میں برابر دُعا کرتے رہنا چاہیے، جو شخص اس پر عمل پیرا ہوگا اس کے لئے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ انعام ہوگا کہ جب کبھی کسی پریشانی میں مبتلا یا کسی مصیبت سے دوچار ہوگا یا کسی مرض میں مبتلا ہوگا اور اس وقت دُعا کرے گا تو اللہ جل شانہٗ ضرور اس کی دُعا قبول فرمائیں گے۔ اس میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو آرام و راحت اور مال و دولت یا عہدہ کی برتری کی وجہ سے خدائے پاک کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں اور دُعا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور جب مصیبت آگھیرتی ہے تو دُعا کرنی شروع کر دیتے ہیں، پھر جب دُعا قبول ہونے میں دیر لگتی ہے تو نا اُمید ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری دُعا قبول نہیں ہوئی، حالانکہ اگر اس وقت دُعا کرتے جبکہ خوشی میں مست تھے اور دولت کا گھمنڈ تھا تو ان کا اس زمانہ کا دُعا کرنا آج کی دُعا مقبول ہونے کا ذریعہ بن جاتا، غفلت اور دنیاوی مستی کے سبب اللہ کو بھول جانے کی وجہ سے بہت سخت حاجتمندی کے وقت دُعا کی قبولیت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

انسان کی بے رُخی اور بے غیرتی

انسان کا جو یہ طرز عمل ہے کہ مصیبت میں اللہ پاک کو بہت یاد کرتا ہے لمبی چوڑی دُعائیں کرتے ہوتے اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتا ہے اور چین و آرام کے زمانے میں خدائے پاک کو بھول جاتا ہے بلکہ ذکر و دُعا کے بجائے بغاوت اور سرکشی پر کمربستہ ہو جاتا ہے، یہ طرز عمل نہایت بے غیرتی کا ہے۔ بندہ جس طرح دُکھ تکلیف کے زمانہ میں اللہ کا محتاج ہے اس طرح آرام و راحت کے زمانہ میں بھی اُسی کا محتاج ہے دُکھ تکلیف چلے جانے پر جو خدائے پاک کو بھول جاتے ہیں اس خصلتِ بد کا قرآن مجید میں جگہ جگہ تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَأَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ إِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۚ	اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی اور بیٹھے بھی کھڑے بھی پھر جب اس کی وہ تکلیف ہم ہٹا دیتے ہیں تو پھر (اپنی حالت پر) آجاتا ہے اور اس طرح) گذر جاتا ہے گویا اس نے ہم کو (اس سے پہلے) اُس تکلیف کے ہٹانے کے لئے پکارا ہی نہ تھا جو اُسے پہنچی۔ (سورۂ یونس)

اور فرمایا:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ[1]	اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہوئے اُسے پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو جس کے لئے پہلے پکار رہا تھا اس کو بھول جاتا ہے اور

خدا کے لئے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) گمراہ کرے۔

حضرت سلمانؓ کا ارشاد

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دُعا کرتا ہے اور کوئی مشکل درپیش ہو تو اس وقت بھی دُعا کرتا ہے تو فرشتے اس کی سفارش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جانی پہچانی آواز ہے ہمیشہ یہاں پہنچتی رہتی ہے اور جب بندہ چین اور خوشی کے زمانہ میں دُعا نہیں کرتا اور مُصیبت آنے پر دستِ دُعا پھیلاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس آواز کو ہم تو نہیں پہچانتے پہلے تو سُنی نہیں یہ بات کہہ کر اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں اور دُعا قبول ہونے کی سفارش نہیں کرتے۔

مؤمن کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے اسی سے مانگے اور اسی سے حاجت پوری کرنے کی درخواست کرے اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع میں مرمٹے، دنیا داروں جاہلوں بے وقوفوں کی باتوں اور ان کے طعنوں کا کوئی اثر نہ لے، وباللہ التوفیق

دوسروں سے دُعا کی درخواست کرنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرہ کو جانے کے لئے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے بھیا اپنی

---

[1] سورۃ زمر

دُعاؤں میں ہم کو مت بھولنا دوسری روایت میں ہے کہ یوں فرمایا ہم کو اپنی دُعا میں شریک رکھنا اور مت بھولنا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کلمہ فرمایا کہ اس کے عوض ساری دنیا مل جانے سے بھی مجھے خوشی نہ ہو گی۔ (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "اے میرے بھیا ہم کو اپنے دُعاؤں میں مت بھولنا" اس کی لذت کے سامنے ساری دنیا بھی میرے لئے ہیچ ہے)۔[۱]

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ دوسروں سے اپنے لئے دُعا کرانا بھی محمود اور مستحسن فعل ہے، کوئی ضروری نہیں ہے جس سے دُعا کے لئے کہا جائے وہ دُعا کی درخواست کرنے والے سے افضل ہو، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دُعا کے لئے فرمایا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اکابر کو بھی اپنے چھوٹوں سے دُعا کے لئے کہنا چاہئے جب کوئی شخص دُعا کی درخواست کرے اس وقت بھی اس کے لئے دُعا کر دے اور پیٹھ پیچھے اس کے لئے دُعا کرے، بہت سے لوگوں سے جب دُعا کے لئے کہا جاتا ہے تو جہالت کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ تم خود دُعا کر لو اللہ تمہاری بھی سُنے گا، بعض لوگ کہتے ہیں ہم کسی سے دُعا کے لئے کیوں کہیں ہم خود دُعا کر لیں گے یہ لوگ روایات حدیث سے ناواقف ہیں، اپنی رائے اور قیاس چھوڑیں، سُنّت کا اتباع کریں۔

بعض مرتبہ ایسے حال یا اشغال میں ہوتا ہے جن میں دُعا کرنا باعثِ قبولیت ہوتا ہے جیسے حج یا عمرہ کرنے والے سے یا مسافر سے یا مریض سے دُعا کے لئے کہا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے بھی دُعا کرنے کو فرمایا اور دوسروں سے دُعا کرنے کی مستقل ترغیب دی، صحیح مُسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن سے جہاد کے لئے آنے والی جماعتوں میں قبیلہ بنی مراد سے ایک شخص اُویس نامی آئے گا اس کے بدن میں برص کا مرض تھا اس سے وہ شفایاب ہو گیا صرف ایک درہم کے برابر نشان باقی ہے اس کی ایک والدہ ہے جس کے ساتھ وہ حُسن سلوک کرتا ہے (اللہ کے یہاں اس کا وہ مرتبہ ہے کہ) اگر اللہ پر (کسی بات کی) قسم کھالے (یعنی یوں کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ایسا کرے گا) تو اللہ اس کی قسم میں اس کو ضرور سچا

---

[۱] رواہ ابو داؤد

کر دے (یعنی اس کے کہنے کے مطابق اللہ کے حکم سے اس بات کا ظہور ہو جائے جس کی وہ قسم کھالے) اگر تم سے ہو سکے کہ وہ تمہارے لئے استغفار کرے تو تم ایسا کر لینا (یعنی اُن سے دُعائے مغفرت کرا لینا) چنانچہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُویس قرنیؒ سے ملاقات کی اور اپنے لئے دُعائے مغفرت کرائی۔[۱]

جس سے دُعا کے لئے کہا جائے اُسے چاہیئے کہ تکلیف نہ کرے اور تواضع کو آڑ بنا کر دُعا کرنے سے انکار نہ کرے دُعا قبول فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے ذرا سی زبان ہلانے میں دُعا کرنے والے پر کیا بوجھ پڑتا ہے، دُعا سے انکار کر کے اپنا ثواب بھی کھوتے ہیں اور درخواست کرنے والے کی دل شکنی بھی کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے دُعا کرنے کو فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُویس قرنیؒ سے اپنے لئے مغفرت کی دُعا کرانا، ما وشما کی تو حقیقت ہی کیا ہے ہم تو دُعا کے بہت ہی زیادہ محتاج ہیں نیک بندوں سے دُعا کے لئے عرض کرتے رہنا چاہیئے کیا پتہ کہ مجھ کی دُعا سے ہی بیڑہ پار ہو جائے۔

مسلمان کے لئے پیٹھ پیچھے دُعا کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام دُعاؤں سے جلدی قبول ہونے والی دُعا وہ ہے جو غائب کی غائب کے لئے ہو، اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کی دُعا جو اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے ہو قبول ہوتی ہے۔ اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر رہتا ہے جب وہ اپنے بھائی کے لئے خیر کی دُعا کرتا ہے تو فرشتہ آمین کہتا ہے اور یوں بھی کہتا ہے کہ خدا تجھ کو بھی یہ خیر عطا کرے جو تو نے اپنے بھائی کے لئے طلب کی ہے۔[۲]

دُعا سوچ سمجھ کر مانگنی چاہیئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک

---

[۱] رواہ مسلم [۲] مشکوٰۃ المصابیح

مسلمان کی عیادت فرمائی (یعنی بیماری کی وجہ سے ان کی مزاج پُرسی فرمائی) ان کی آواز بہت پست ہو چکی تھی اور کمزوری کے باعث چوزے کی طرح ہو گئے تھے۔ ان کا حال دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دُعا کرتے رہے ہو یا کسی بات کا سوال کرتے رہے ہو، انھوں نے کہا ہاں میں یہ دُعا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے آپ آخرت میں جو سزا دینے والے ہیں وہ سزا ابھی مجھے دنیا میں دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ تمہیں اس (عذاب) کے سہنے کی طاقت نہیں ہے۔ تم نے یہ دُعا کیوں نہ کی اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (یا اللہ ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی دے، اور آخرت میں بھی بھلائی دے (یعنی دونوں جہانوں میں اچھی حالت رہے) اور عذابِ دوزخ سے بچا۔ اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے اُن صاحب کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تو اللہ جل شانہ نے اُن کو شِفا عطا فرمادی۔ [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ (ایک دن) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دُعا کرتے ہوئے سنا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ النِّعْمَةِ (اے اللہ میں آپ سے نعمت کے پورا کرنے کا سوال کرتا ہوں) اس کی یہ دُعا سُن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (کیا تم کو معلوم ہے) نعمت کا پورا ہونا کیا ہے؟ عرض کیا (مطلب تو مجھے معلوم نہیں ہے بس) ان الفاظ کے ذریعہ دُعا کر کے (اللہ تعالیٰ سے) خیر کی اُمید رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ نعمت کا پورا ہونا یہ ہے کہ جنت میں داخلہ ہو جائے اور دوزخ سے بچنے میں کامیابی ہو جائے ایک اور شخص کو آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (اے بزرگی اور احسان والے) اس کو سُن کر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ تیری دُعا قبول ہو چکی بس اب تو مانگ لے، (کیونکہ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے تو ضرور دُعا قبول فرمالیتے ہیں) راوی کا بیان ہے کہ ایک اور شخص کو آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دُعا کرتے ہوئے سُنا کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصَّبْرَ (اے اللہ میں آپ سے صبر کا سوال کرتا ہوں) آپ

---

[1] رواہ مسلم

نے فرمایا کہ تو نے اللہ سے مُصیبت کا سوال کیا اب عافیت کا بھی سوال کرلے۔[3]

ان دونوں حدیثوں سے ایک اہم نصیحت معلوم ہوئی اور وہ یہ کہ دُعا سوچ سمجھ کر مانگنی چاہیئے بہتر تو یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جو دُعائیں وارد ہوتی ہیں وہ دُعائیں مانگا کرے، یہ تمام دُعائیں سراسر مفید ہیں اور ان کے قبول ہوجانے سے کسی قسم کے کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں ہے اور اگر اپنے لفظوں میں اور اپنی سمجھ سے دُعا مانگے تو اس کا پس وپیش اور نتیجہ سوچ لے کہ یہ دُعا قبول ہوئی تو اپنے حق میں کوئی نقصان والی بات تو نہ ہوگی؟ دیکھو ایک صحابیؓ نے یہ دُعا کی کہ یا اللہ مجھے آخرت میں جو عذاب دینا ہے وہ دُنیا ہی میں دیدے، بظاہر کیسی اچھی دُعا ہے کہ آخرت کے عذاب سے بالکل چھٹکارہ ہوجائے، انھوں نے جو دُعا کی اللہ پاک نے قبول فرمائی اور اس کا اثر ہونا شروع ہوا، اس قدر بیمار اور نحیف ہوگئے کہ ذرا بہت آواز مشکل سے نکلتی تھی اور بالکل چوزہ کی طرح معلوم ہوتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو جب انھوں نے بتایا کہ میں اس طرح دُعا کرتا تھا جس کا ابھی اوپر ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا سُبحان اللہ تم سے عذاب کی برداشت نہ دنیا میں ہوسکتی ہے نہ آخرت میں، جب اللہ سے مانگنا ہی تھا تو دونوں جہان کی خوبی اور بہتری کی دُعا کیوں نہ مانگی، خدائے پاک کو سب کچھ قدرت ہے وہ دنیا وآخرت دونوں میں امن وعافیت سے رکھ سکتا ہے گناہوں کو معاف فرما سکتا ہے۔ حلیم وکریم جل مجدہ سے یہ عرض کرنا کہ دُنیا میں عذاب دے کر آخرت میں عذاب سے محفوظ فرمادے ٹھیک بات نہیں ہے، مذکورہ دُعا کے بجائے یہ دُعا کرنا چاہیئے اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (اے اللہ ہم کو دُنیا میں بھی خوبی کے ساتھ رکھ، اور آخرت میں بھی، اور ہم کو عذاب دوزخ سے محفوظ فرما۔)

ایک شخص نے اللہ جلّ شانہٗ سے صبر کا سوال کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس سے فرمایا کہ تو نے اللہ سے مصیبت مانگی لہٰذا اب عافیت کا سوال کر۔

دیکھو صبر کتنی اچھی چیز ہے اور قرآن وحدیث میں اس کی بڑی تعریف آئی ہے لیکن صبر کرنے کے سوال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس صحابیؓ کو روک دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی دُکھ

---

[1] رواہ الترمذی

تکلیف آجائے تو اس پر صبر کرے اور عافیت کا سوال بھی کرتا رہے جب تک وہ تکلیف رہے گی اور صبر کرتا رہے گا اور صبر کا ثواب ملے گا اور عافیت ہو جانے پر شکر کرے گا تو شکر کا ثواب پائے گا۔

صبر مانگنے کی چیز نہیں ہے کوئی دُکھ تکلیف نہ ہو اور خواہ مخواہ صبر کا سوال کرے تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ مجھے تکلیف پہنچے پھر صبر کرنا نصیب ہو، حالانکہ دُکھ تکلیف کا سوال کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے عافیت دی ہے اور وہ ہمیشہ عافیت سے رکھ سکتا ہے اس سے ہمیشہ عافیت اور آرام و راحت کا سوال کیا جائے، اللہ کا بے انتہا درود وسلام ہو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اپنی اُمت کو خیر کی سب باتیں بتادیں اور برائی بھلائی اچھی طرح سمجھادی، دُعا کرنا بتایا۔ مانگنے کے طریقے بتائے۔ بندگی کے آداب سکھائے فصلی اللہ علیہ وصحبہ وآلہ بقدر کمالہ وجمالہ۔

جان و مال اور آل اولاد کے لئے کسی وقت بھی بد دُعا نہ کرو

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں اور اپنی اولاد اور اپنے مالوں کے لئے بد دُعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی مقبولیت کی گھڑی میں اللہ جل شانہٗ سے سوال کر بیٹھو اور وہ تمہاری بد دُعا قبول فرمائے۔ [۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دُعا ہمیشہ خیر کی کرنی چاہئے، دُکھ تکلیف اور شر اور ضرر کی دُعا کبھی نہ مانگے کیسی بھی کوئی تکلیف ہو اپنے لئے یا اولاد کے لئے اور جان و مال کے لئے بد دُعا کے الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالے، خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو اس نصیحت کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ کوسنے پیٹنے میں اُن کی زبان بہت چلتی ہے، بات بات میں شوہر کو بچوں کو جانوروں کو حتیٰ کہ گھر کی ہر چیز کو اپنی بد دُعا کا نشانہ بناتی رہتی ہیں، جہاں کسی بچے نے کوئی شرارت کی کہہ دیا تجھے ڈھائی گھڑی کی

---

[۱] رواہ مسلم

آئے، کسی کو کہہ دیا لوٹنی لیا۔ کسی کو ہیضہ کی بدُدعا دیدی۔ کسی کو اللہ مارا بتادیا۔ اور کوئی سامنے نہ آیا تو بکری ہی کو کوس بیٹھیں۔ مرغی کا ناس کھو دیا۔ کپڑے کو آگ لگنے کی بددُعا دے دی۔ لڑکے کو کہہ دیا کہ تو مرجاتا، لڑکی کو کہہ دیا کہ تیرا بُرا ہو وغیرہ وغیرہ۔ عورتوں کی بے لگام زبان چلتی رہتی ہے۔ اور بددُعا کا ڈھیر لگا دیتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتیں کہ ان میں سے اگر کوئی بددُعا اللہ جل شانہٗ کے یہاں مقبول ہوگئی اور کوئی بچہ مرگیا یا مال کو آگ لگ گئی یا کسی طرح کا اور کوئی نقصان ہوگیا تو کیا ہوگا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مقبولیت کی گھڑی میں بددُعا کے الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں اور یہ دُعا قبول ہو جاتی ہے اور جب کسی طرح کا کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو یہی بددُعا کرنے والی عورتیں رُونے اور آنسو بہانے بیٹھ جاتی ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتیں کہ یہ اپنی ہی بددُعا کا نتیجہ ہے، اب رنج کرنے اور رونے سے کیا ہوتا ہے اللہ سے جو مانگا مل گیا۔ پہلے سے زبان پر قابو کیوں نہ رکھا۔ بہت سے مرد بھی ایسی جاہلانہ حرکت کرتے ہیں کہ اپنے لئے یا اولاد کے لئے یا کاروبار کے لئے بددُعا کے الفاظ زبان سے نکال بیٹھتے ہیں مرد ہوں یا عورت سب کو اس حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ اپنے لئے اور مال و اولاد کے لئے بددُعا نہ کریں جب اللہ جل شانہٗ سے مانگنا ہی ہے تو مصیبت اور نقصان اور موت کی دُعا کیوں مانگیں نفع اور خیر کی دُعا کیوں نہ مانگیں اور موت کے بجائے درازئ عمر کا سوال کیوں نہ کریں۔

اللہ جل شانہٗ نفع بھی دے سکتا ہے اور نقصان بھی پہنچا سکتا ہے موت بھی دے سکتا ہے اور زندگی بھی جب ایسے قادرِ مطلق سے مانگنا ہے تو بدحالی اور ضرر اور شر کی دُعا کیوں مانگیں اس سے ہمیشہ خیر کی دُعا ہی مانگنا لازم ہے۔

عافیت کا سوال کرتے رہنا چاہیئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کچھ ایسے لوگوں پر گذر ہوا جو تکلیفوں میں مبتلا تھے، ان کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کیا یہ لوگ اللہ سے عافیت کا سوال نہیں کرتے تھے؟ (یعنی عافیت کا سوال کرتے تو اس دُکھ تکلیف کی حالت میں نہ ہوتے۔[1]

---

[1] مجمع الزوائد

عافیت بہت جامع لفظ ہے، صحت، تندرستی، سلامتی، آرام، چین، سکون، اطمینان، ان سب کو یہ لفظ شامل ہے، احادیث شریفہ میں بڑی اہمیت کے ساتھ عافیت کی دُعا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اللہ جلّ شانہٗ سے دونوں جہان میں عافیت نصیب ہونے کا سوال کرتے رہنا چاہیئے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کونسی دُعا افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا تو اپنے ربّ سے دنیا و آخرت میں عافیت اور معافات (یعنی گناہوں سے درگذر) کا سوال کر، وہ دوسرے دن پھر آیا اور وہی سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ کونسی دُعا افضل ہے؟ آپ نے پھر وہی پہلا جواب عنایت فرمایا، وہ شخص تیسرے دن پھر حاضر خدمت ہوا اور (اس نے وہی سوال کیا) آپ نے اس کو وہی پہلا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ جب تجھے دنیا و آخرت میں عافیت اور معافات نصیب ہو گئی تو تو کامیاب ہو گیا[۱] (لہٰذا اس دُعا کو معمولی نہ سمجھ) دُنیا و آخرت کی حاجتوں اور ضرورتوں کے پورا ہونے کے لئے اجمالی طور پر جامع دُعا کے اعتبار سے یہ دُعا سب دُعاؤں سے افضل ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے پھر (اس وقت کے بعض ظاہری و باطنی حالات و کیفیات کی وجہ سے) رونے لگے، اس کے بعد فرمایا کہ (اے لوگو!) اللہ جلّ شانہٗ سے معافی کا اور عافیت کا سوال کرو کیونکہ کسی شخص کو یقین (یعنی ایمان کی دولت) کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں ملی۔[۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اَکْثِرِ الدُّعَاءَ بِالْعَافِیَۃِ کہ عافیت کی دُعا زیادہ کیا کرو۔[۳]

جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا تو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو نماز سکھاتے تھے پھر حکم فرماتے تھے کہ یہ دُعا کیا کرو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، اور مجھے ہدایت پر رکھ، اور مجھے عافیت دے اور مجھے

---

[۱] رواہ الترمذی [۲] رواہ الترمذی [۳] حصن حصین عن الطبرانی

رزق عطا فرما۔ [1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جامع دُعائیں بہت پسند تھیں، جامع اُس کو کہا جاتا ہے جس کے الفاظ مختصر ہوں اور معنی و مفہوم کے اعتبار سے خیر و برکت کی بہت سی قسموں کو شامل ہوں، چونکہ عافیت میں دنیا و آخرت کی ہر چیز آجاتی ہے اس لئے عافیت کی دُعا کرنا آپ کو بہت پسند تھا جس کی تفصیل ابھی اوپر گذر چکی ہے

عافیت کے بارے میں ایک جامع دعا

ذیل میں ایک دُعا لکھی جاتی ہے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ۔ [2]	اے اللہ میں آپ سے دُنیا و آخرت میں عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں اور اپنے دین اور دُنیا اور اہل اور مال کے بارے میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

دُعا کے قبول ہونے کے اوقات [3]

"جن اوقات میں دُعا قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہے وہ یہ ہیں۔"

(۱) شب قدر (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

(۲) عرفہ کا دن [4] (ترمذی عن عمرو بن شعیب)

---

[1] رواہ مسلم [2] رواہ ابوداؤد [3] دُعا قبول ہونے کے اوقات اور مقامات اور احوال، یہ مضمون علامہ جزری کی کتاب حصن حصین سے لیا گیا ہے اور انہوں نے جو حوالجات دیتے ہیں ان کو باقی رکھا ہے، [4] ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو جس وقت حجاج کرام احرام باندھے ہوئے عرفات میں حاضر ہوتے ہیں یہ وقت بھی بہت زیادہ مقبولیت کا ہوتا ہے اس میں دُعا ہی کرتے رہنا چاہئے مستحب ہے کہ غروب آفتاب تک پورے وقت میں کھڑے ہو کر دُعا کرے اگر اتنا زیادہ کھڑا نہ ہو سکے تو جس قدر زیادہ کھڑا ہو سکے اس کا اہتمام کرے۔ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس مبارک وقت کو کھانے پکانے اور بہت سے لایعنی کاموں میں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) رمضان المبارک کا مہینہ (بزاز) عن عبادہ بن الصامتؓ)

(۴) شب جمعہ (ترمذی) حاکم عن ابن عباسؓ)

(۵) جمعہ کا دن (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، عن ابی ہریرۃؓ)

(۶) آدھی رات[1]، (طبرانی) اور بعض روایات میں رات کا نصف آخر مذکور ہے (احمد ابویعلی)

(۷) پہلی تہائی رات (احمد ابویعلی)

(۸) پچھلی تہائی رات (مسند احمد) اور

(۹) پچھلی تہائی رات کا درمیانی وقت (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، طبرانی، بزار عن عمرو بن عبسہؓ)

(۱۰) سحر کا وقت (صحاح ستہ عن ابی ہریرۃؓ)

(۱۱) اور ساعت جمعہ[2] ان سب اوقات میں سب سے زیادہ بڑھ کر قبولیت کی امید رکھنے کے لائق ہے۔

(بقیہ صفحہ پچھلا) گذار دیتے ہیں بلکہ بہت سے لوگ تو گناہوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ایک گناہ کبیرہ آج کل یہ رواج پا گیا ہے کہ حجاج کرام پیسے دے کر اپنی تصویریں کھنچواتے ہیں اور بعض لوگ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ گانا بھی سنتے ہیں اور بعض طالب دنیا اس مبارک موقعہ پر غیر اللہ سے سوال کرتے رہتے ہیں جو بہت بڑی محرومی ہے۔ مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۱۶۳ میں ہے کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس موقعہ پر ایک شخص کو دیکھا کہ لوگوں سے سوال کر رہا ہے آپؓ نے اس سے فرمایا کہ آج کے دن اور اس جگہ میں اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے مانگ رہا ہے، یہ فرما کر اس کو ایک دُرّہ رسید فرمایا۔ ۱۲

[1] آدھی رات اور آدھی رات کے بعد صبح صادق ہونے تک نماز اور قبولیت دُعا کے لئے بہت مبارک وقت ہے جب بھی آنکھ کھل جائے اللہ پاک سے کچھ نہ کچھ ضرور دعا مانگ لیں اور نفلیں پڑھ لیں تو بہت ہی بڑے ثواب کے مستحق ہوں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا رب تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی ہے جو مجھ سے دُعا کرے پس میں اسے دیدوں، کوئی ہے جو مغفرت طلب کرے پس میں اس کی مغفرت کر دوں (بخاری و مسلم)

[2] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں کوئی مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عطا فرما دے گا (مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم)۔۔ یہ گھڑی کونسی ہے اس کے بارے میں روایات اور اقوال مختلف ہیں صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گھڑی امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ ختم ہونے تک ہے، چونکہ خود ارشاد نبوی ہے اور صحیح سند سے ثابت ہے اس لئے علامہ نووی نے اسی کو صحیح ترین قول قرار دیا ہے، اور سنن ترمذی وغیرہ میں یوں بھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دُعا قبول ہونے کے مقامات

(یعنی جن مواقع کا بیان جن میں دُعا قبول ہونے کی زیادہ تر امید کی جاتی ہے اب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مواضع شریفہ یعنی متبرک مقامات میں دُعا قبول ہوتی ہے۔

علامہ جزری حصن حصین میں فرماتے ہیں کہ :۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں مکہ والوں کو لکھا تھا کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ مواقع میں دُعا قبول ہوتی ہے۔

(۱) طواف کرتے ہوئے۔

(۲) ملتزم پر چمٹ[۱] کر۔

(۳) میزاب کے نیچے (کعبہ شریف کی چھت سے پانی بہہ کر نیچے آنے کا جو پرنالہ ہے میزاب سے وہ مراد ہے اسے میزابِ رحمت بھی کہتے ہیں اور یہ حطیم میں گرتا ہے اس کے نیچے دُعا قبول ہوتی ہے۔)

(۴) کعبہ شریف کے اندر

(حاشیہ بقیہ صفحہ پچھلا) ارشاد نبوی نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن جس گھڑی میں قبولیت دُعا کی امید کی جاتے اس کو عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک تلاش کرو لیکن امام ترمذی نے اس کی تضعیف کی ہے۔

واضح رہے کہ خطبہ کے دوران زبان سے کوئی ذکر کرنا یا دُعا کرنا جائز نہیں نماز میں درود شریف کے بعد جو دُعا کرتے ہیں وہ دُعا اسی وقت میں ہو جاتی ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت میں بیان ہوا بعض حضرات اکابر ترمذی کی روایت کے مطابق عمل کرتے تھے اور نماز عصر کے بعد مسجد سے نہیں نکلتے تھے وہیں بیٹھے ہوئے غروب آفتاب تک دُعا کرتے رہتے تھے۔ ذوق اور شوق اور تڑپ اور طلب کی بات ہے جس سے جتنا ہو سکے اللہ سے مانگے مگر اب تو صحیح معنی میں مانگنے والے ہی نہیں رہے۔

[۱] ملتزم اس جگہ کو کہتے ہیں جو حجر اسود اور کعبہ شریف کے دروازہ کے درمیان ہے۔ عربی میں ملتزم چمٹنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس جگہ چمٹ کر دُعا کی جاتی ہے اس لئے اس کو ملتزم کہتے ہیں، اس پر پیشانی لگائے اور کبھی داہنا رخسار اور کبھی بایاں رخسار لگائے اور ایک ہاتھ کعبہ شریف کے دروازہ کی طرف پھیلا کر دیوار سے لگا دے اور دوسرا ہاتھ حجر اسود کی طرف پھیلا کر دیوار سے لگا دے اور خوب اچھی طرح رو رو کر بلک بلک کر دُعا مانگے، ملتزم پر جو دُعا کی جاتے وہ قبول ہوتی ہے اس کا بہت تجربہ کیا گیا ہے۔

(۵) زمزم کے قریب

(۶) صفا پر

(۷) مروہ پر

(۸) صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے۔

(۹) مقام ابراہیم کے پیچھے۔

(۱۰) عرفات میں

(۱۱) مزدلفہ میں

(۱۲) منیٰ میں

(۱۳)(۱۴)(۱۵) تینوں جمرات[۲] کے قریب

حضرت حسن بصریؒ کے ذکر فرمودہ پندرہ مواقع لکھنے کے بعد الحصن الحصین کے مصنف علامہ جزریؒ فرماتے ہیں وان لم یجب الدعاء عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی ای موضع یجاب یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یعنی مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر دعا قبول نہ ہوگی تو پھر کہاں ہوگی۔ (یعنی روضۂ اقدس پر جب سلام عرض کرنے کے لئے حاضری دیں تو وہاں اللہ پاک سے دعا بھی کریں۔

---

[۱] (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قبولیت دعا کے مواقع کی تعداد پندرہ میں منحصر نہیں ہے، رکن یمانی پر اور رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ نیز غار ثور اور غار حرا کو بھی ملا علی قاری نے اجابت دعا کے مقامات میں شمار کرایا ہے)۔

[۲] تینوں جمرات سے وہ مواقع مراد ہیں جہاں حج کے دنوں میں کنکریاں ماری جاتی ہیں ان تینوں جگہوں میں ایک ایک مینارہ سا بنا دیا گیا ہے اور ان تینوں کو جمرات کہتے ہیں۔

مسجد خیف سے چل کر مکہ معظمہ کو آگے بڑھے تو پہلے جمرۂ اُولیٰ آئے گا اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ آئے گا۔ اور اس کے بعد جمرۂ اُخریٰ آئے گا، جسے جمرۂ عقبہ اور جمرۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں جمرۂ اُولیٰ کی رمی کرنے کے بعد وہاں سے ہٹ کر ذرا سا ٹھہر کر دُعا کرے اسی طرح جمرۂ وسطیٰ کی رمی کرنے کے بعد آگے بڑھ کر دُعا کرے، البتہ جمرۂ آخری کی رمی کرکے نہ ٹھہرے بلکہ چلتے ہوئے دُعا کرے۔

دُعا کے قبول ہونے کی حالتیں

(یعنی جن حالات میں دُعا زیادہ لائق قبول ہوتی ہے ان کو بیان کیا جاتا ہے)

(۱) جس وقت نماز کے لئے اذان دی جائے (ابوداؤد، حاکم عن سہل بن سعدؓ)

(۲) اذان اور اقامت کے درمیان کی (ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن حبان عن انسؓ)

(۳) مصیبت دغمزدہ شخص کی دُعا حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے بعد جب کہ مؤذن اذان دے رہا ہو (حاکم عن ابی امامہؓ)

(۴) اور میدان جہاد میں جب صف باندھے ہوتے ہوں (ابن حبان، طبرانی، مرفوعاً عن سہل ابن سعدؓ)

(۵) اور جنگ کے وقت (جب مؤمن و کافر) ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں (ابوداؤد، عن سہلؓ)

(۶) اور فرض نمازوں کے بعد (ترمذی، نسائی، عن ابی امامہؓ)

(۷) اور سجدہ کی حالت میں[1] (مسلم، ابوداؤد، نسائی، عن ابی ہریرۃؓ)

(۸) اور تلاوت قرآن شریف کے بعد (ترمذی عن عمران بن حصینؓ)

(۹) خصوصاً ختم قرآن کے بعد (مرفوعاً عن عمران وابن ابی شیبۃ موقوفاً علی ابی لبابہ)
اور خاص کر قرآن مجید ختم کرنے والے کی دُعا (ترمذی، طبرانی عن عمران بن حصینؓ)

(۱۰) اور زمزم کا پانی پیتے وقت[2] (حاکم عن ابن عباسؓ)

(۱۱) میت کے پاس حاضر ہونے کے وقت (مسلم، سنن اربعہ، عن ام سلمہؓ)

(۱۲) مرغ کی آواز کے وقت (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی عن ابی ہریرۃؓ)

(۱۳) اور مسلمانوں کے جمع ہونے کے وقت (صحاح ستہ عن ام عطیۃ الانصاریۃؓ)

(۱۴) اور ذکر کی مجلسوں میں (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، عن ابی ہریرۃؓ)

(۱۵) اور امام کے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہنے کے وقت (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ عن ابی ہریرۃؓ)

---

[1] سجدہ میں دُعا کی جاتے تو خوب زیادہ قابل قبول ہوتی ہے کیونکہ اس حالت میں بندہ اللہ سے بہت زیادہ قریب ہوتا
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۱۶) اور میت کی آنکھ بند کرتے وقت (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، عن ام سلمہ رض)

(۱۷) اور نماز کی اقامت کے وقت (طبرانی، ابن مردویہ عن سہل رض)

(۱۸) اور بارش ہوتے وقت (ابوداؤد، طبرانی، ابن مردویہ عن سہل)

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں اس کو مرسلاً روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے نزول باراں کے وقت دُعا کا قبول ہونا بہت سے علماء سے سُنا ہے اور یاد کیا ہے۔

(۱۹) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ پر نظر پڑتے وقت بھی دُعا قبول ہوتی ہے (ترمذی، طبرانی عن ابی ہریرہ رض)

(۲۰) سورہ انعام میں جو ایک ساتھ دو مرتبہ لفظ اللہ[۱] آیا ہے ان دونوں کے بیچ میں دُعا قبول ہونا مجرب ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت سے علماء سے اس آیت کریمہ میں دونوں اسم جلالہ کے درمیان دُعا کی قبولیت کا آزمودہ ہونا سُنا ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہے اور ایسا قرب اور کسی وقت حاصل نہیں ہوتا علماء نے فرمایا ہے کہ سجدہ میں انسان انتہائی عاجزی اور تذلل اختیار کر لیتا ہے کیونکہ اشرف الاعضاء یعنی سر کو ارذل العناصر یعنی زمین پر رکھ دیتا ہے اپنی ذلت اور عاجزی ظاہر کرنے کے لئے اس کے پاس اس سے بڑھ کر اور کوئی صورت نہیں ہے جب سجدہ میں جاتا ہے تو اپنی ذلت اور عاجزی ظاہر کرتے ہوئے خداوند قدوس وحدہٗ لاشریک کی بڑائی اور برتری اور ربوبیت کا اقرار کرتا ہے جس کی وجہ سے دُعا کو قبولیت کا حاصل ہو جاتا ہے اس موقعہ پر جو دُعا کرے گا۔ انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

واضح رہے کہ یہ دُعا نفل نمازمیں ہو فرضوں میں نہ ہو اور عربی زبان میں ہو اردو وغیرہ میں نہ ہو جب دُعا مانگنا ہو نفلوں کی نیت کر کے سجدہ میں دُعا مانگے امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ سجدہ دُعا (جو صرف سجدہ ہی ہو) منقول نہیں ہے جو سجدہ نماز کا جزو ہو اسی میں دُعا کرے ۱۲ (والاجتهاد فی الدعاء فی السجود محمول علی الندب قال النووی واما عندنا فمحمول علی النوافل (بذل المجهود)

[۱] لفظ اللہ کو اسم الجلالہ کہتے ہیں سورہ انعام کی آیت وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ میں لفظ اللہ اکٹھا دو جگہ آیا ہے ان دونوں لفظ اللہ کے درمیان دُعا قبول ہوتی ہے یعنی پہلے لفظ اللہ پر وقف کر کے دُعا کرے پھر دوسرے لفظ اللہ سے قرأت کی ابتداء کرے لیکن دُعا مختصر سی ہو اور جامع ہو تاکہ ایک ہی آیت کے درمیان لمبا وقفہ نہ ہو جائے علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ متعدد اہل علم سے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جن کی دُعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے

(۱) بے چین اور مصیبت زدہ مجبور حال (بخاری، مسلم، ابوداؤد عن ابن عمرؓ)

(۲) مظلوم (جس پر ظلم کیا گیا ہو) (صحاح ستہ عن ابن عباسؓ) مسند احمد، مسند بزار اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مظلوم کی دُعا (یعنی جس پر ظلم کیا گیا ہو اس کی بددُعا ظالم کے حق میں ضرور قبول ہوگی) اگرچہ مظلوم بڑا گناہ گار ہی کیوں نہ ہو (عن ابی ہریرہؓ) اور صحیح ابن حبان اور مسند احمد میں ہے کہ ظالم کے حق میں مظلوم کی بددُعا ضرور قبول ہوگی اگرچہ مظلوم کافر ہی ہو (عن ابی ذرؓ) ۱۱

(۳) والد کی دُعا اولاد کے لئے (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

(۴) امام عادل کی دُعا (ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان عن ابی ہریرہؓ)

(۵) نیک آدمی کی دُعا (بخاری و مسلم، ابن ماجہ، عن ابن عمرؓ)

(۶) والدین کے ساتھ حُسن سلوک کرنے والا (مسلم عن عمرؓ)

(۷) مسافر (ابوداؤد، بزار، ابن ماجہ)

(۸) روزہ دار جس وقت افطار کرے (ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان)

(۹) مسلمان کی دُعا اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے (مسلم، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ عن ابی ہریرۃ رضؓ و ابی سعیدؓ)

(۱۰) اور مسلمان کی دُعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک کہ ظلم کی یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے یا یوں نہ کہے کہ میں نے دُعا تو کی لیکن قبول نہ ہوئی (مصنف ابن ابی شیبہ عن ابی ہریرہؓ)

جو شخص حج کے لئے روانہ ہو یا عمرہ کے سفر میں نکلا ہو اس کی دُعا قبول ہونے کا وعدہ بھی ہے۔

(نسائی عن ابی ہریرہؓ)

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس جگہ دُعا کرنے سے قبول ہوتی ہے اور یہ مجرب ہے۔

آدابِ دُعا، ایک نظر میں

علامہ جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الحصن الحصین میں تفصیل کے ساتھ دُعا کے آداب جمع کئے ہیں، جو مختلف احادیث میں وارد ہوئے ہیں، ہم ایک نظر میں آدابِ دُعا نیچے لکھ رہے ہیں۔ تاکہ بالاجمال ایک جگہ جمع شدہ ناظرین کے سامنے آجائیں۔

(۱) پاک وصاف ہونا (۲) باوضو ہونا (۳) پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا اور اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کا واسطہ دینا (۴) پھر درود شریف پڑھنا (۵) قبلہ رُخ ہونا (۶) خلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور یہ یقین رکھنا کہ صرف اللہ جل شانہٗ ہی دُعا قبول کرسکتا ہے (۷) کوئی نیک عمل دُعا سے پہلے کرنا یا دو چار رکعت نماز پڑھ کر دُعا کرنا (۸) دُعا کے لئے دو زانو ہوکر بیٹھنا (۹) دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا (دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوں (۱۰) خشوع وخضوع کے ساتھ باادب ہوکر دُعا کرنا (پورے جسم سے ادب ظاہر ہو اور سارا جسم سراپا دُعا اور طلب بن جائے (۱۱) دُعا کرتے وقت عاجزی اور تذلّل ظاہر کرنا (۱۲) دُعا کرتے وقت حال اور قال سے (یعنی جسم اور جان سے اور زبان سے) مسکینی ظاہر کرنا اور آواز میں پستی ہونا (۱۳) آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا (۱۴) شاعرانہ تک بندی سے اور گانے کے طرز سے بچنا (۱۵) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام وصالحین کرام اور اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دُعا کرنا (۱۶) گناہوں کا اقرار کرنا (۱۷) خوب رغبت و امید اور مضبوطی کے ساتھ جم کر اس یقین کے ساتھ دُعا کرنا کہ ضرور قبول ہوگی (۱۸) دل حاضر کرکے دل کی گہرائی سے دُعا کرنا (۱۹) بار بار سوال کرنا جو کم از کم تین بار ہو (۲۰) الحاح کے ساتھ یعنی خوب گڑگڑا کر لپٹ کر اصرار کے ساتھ اللہ سے مانگنا (۲۱) کسی امرِ محال کی اور گناہ اور قطع رحمی کی دُعا نہ کرے (۲۲) جب کسی کے لئے دُعا کرے تو پہلے اپنے لئے دُعا کرے پھر دوسرے کے لئے (۲۳) جامع دُعا ہونا یعنی ایسی دُعا کو اختیار کرنا جس کے الفاظ کم ہوں لیکن الفاظ کا معنوی عموم زیادہ ہو یعنی ایک دو لفظ میں چند الفاظ میں دُنیا وآخرت کی بہت سی حاجتوں کا سوال ہوجائے (۲۴) قرآن وحدیث میں جو دُعائیں آتی ہیں ان کے ذریعہ دُعائیں کرے ان کے الفاظ جامع بھی ہیں اور مبارک بھی (۲۵) اپنی

ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرے اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کا بھی اللہ سے سوال کرے (۲۶) امام ہو تو صرف اپنے ہی لئے دُعا نہ کرے بلکہ مقتدیوں کو بھی دُعا میں شریک کرے (واحد کے لفظ کے بجائے جمع کے الفاظ سے دُعا کرے) (۲۷) دُعا کے ختم سے پہلے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے (۲۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے (۲۹) اور ختم پر آمین کہے (۳۰) اور بالکل آخر میں منہ پر ہاتھ پھیرے۔

یہ وہ آداب ہیں جن کا عین دُعا کرتے وقت لحاظ رکھنا چاہیئے یوں تو اللہ کی بڑی شان ہے وہ بغیر رعایت آداب کے بھی دُعا قبول فرما سکتا ہے اور ایک بہت بڑا ادب بلکہ قبولیت کی شرط یہ ہے کہ خوراک اور پوشاک میں حلال مال استعمال کرتا ہو، جو حرام مال استعمال کرتا ہو اس کی دُعا قبول نہیں ہوتی، اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک کی دُعا قبول نہیں ہوتی، نیز قبولیت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ناامید ہو کر دُعا کو چھوڑ نہ بیٹھے بہر حال دُعا کرتا رہے اور تنگی ترشی اور سختی میں دُعا قبول کرانا ہو تو آرام و راحت اور خوشی کے زمانے میں کثرت سے دُعا کیا کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے[۲]، ذکر میں وہ دُعائیں بھی شامل ہیں جن کا موقعہ بموقعہ پڑھنا آپؐ سے مروی ہے ان کا اہتمام کرنے سے کثرت ذکر کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے، ان کے مضامین میں غور و خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں توحید کی بڑی اہم تعلیمات ہیں اور ان کے پڑھنے اور سمجھنے سے اللہ جلّ شانہٗ کی ربوبیت کا بار بار اقرار ہوتا ہے اور دل و زبان پر بار بار یہ بات آتی ہے کہ اللہ ہی نے پیدا فرمایا اُسی نے زندہ رکھا، اُسی نے سُلایا، اسی نے سونے سے جگایا، اسی نے کھلایا اور اسی نے پہنایا اسی کے حکم سے صبح شام ہوتی ہے، سفر اور حضر میں وُہی محافظ ہے، دشمنوں کے شر سے وہی بچاتا ہے، شیطان سے وہی محفوظ رکھتا ہے۔ ہر دکھ درد کا دُور کرنے والا وہی ہے، بارش اسی کے حکم سے آتی ہے ہوائیں اسی کے حکم سے چلتی ہیں، ہر مجلس میں اور ہر موقعہ اور ہر مقام میں اسی کو یاد کرنا لازم ہے، اور ہر نعمت حاصل ہونے پر اور ہر دکھ تکلیف کے چلے

---

[۱] ترجمہ و شرح حصن حصین از احقر مؤلف عفا اللہ عنہ کا مطالعہ فرمائیں [۲] رواہ مسلم

جانے پر اسی کا شکر کرنا واجب ہے ہر خیر کا اسی سے سوال کریں اور ہر شر سے محفوظ ہونے کے لئے اسی کو پکاریں۔

بظاہر انسان اپنی محنت سے کماتا ہے پھر پکا کر کھاتا ہے اور یہی بات زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق ہے۔ مثلاً اپنی کمائی سے کپڑا خرید کر پہنتا ہے اور اپنے تعمیر کردہ مکان میں ٹھکانہ پکڑتا ہے اور ان دُعاؤں میں بار بار یہ بتایا گیا ہے کہ باوجود کوشش اور محنت کے بندہ کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا کھلانے کی نسبت اللہ ہی کی طرف ہے اور پہنانے کی نسبت بھی اسی کی طرف ہے، پیٹ بھی وہی بھرتا ہے۔ پیاس بھی وہی بجھاتا ہے اور ہر طرح کا آرام و راحت وہی پہنچاتا ہے، اگر اس کی مشیت نہ ہوتی تو باوجود محنت اور مشقت اور کد و کاوش کے پیسہ نہیں ملتا اور تجارت میں نفع کی بجائے پورا سرمایہ ہی ڈوب جاتا ہے اگر پیسہ مل بھی جائے تو ضروری نہیں کہ اس کے ذریعہ کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزیں میسر ہو جائیں اگر چیزیں میسر بھی آجائیں تو ضروری نہیں کہ ان کا استعمال کرنا بھی نصیب ہو جائے اور اگر استعمال کر بھی لیں تو یہ ضروری بھی نہیں کہ ان سے حاجت پوری ہو جائے، بہت سے لوگ کھاتے ہیں مگر ہضم نہیں ہوتا اور بہت سے لوگ کھاتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا اور بہت سے لوگ پیتے ہی چلے جاتے ہیں مگر پیاس نہیں بجھتی، وہ لوگ بھی ہیں جن کے پاس لاکھوں کا سرمایہ ہے لیکن کھانے سے عاجز ہیں کیونکہ معدہ کچھ قبول نہیں کرتا، بہترین مکانات ہیں ایر کنڈیشنڈ ہیں، نرم نرم بستر ہیں اور راحت کا ہر سامان موجود ہے لیکن نیند نہیں آتی، نیند کا لانا اور پھر زندہ اُٹھا دینا، کھلانا پلانا اور پیٹ بھرنا اور سیراب کرنا اور معدہ میں پہنچا دینا اور پچا دینا اور خون بنا کر جسم میں رواں دواں کر دینا اور قوت دینا یہ سب اللہ ہی کی مشیت اور قوت سے ہوتا ہے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر موقعہ پر اللہ کی وحدانیت اور مالکیت کا اقرار اور اپنی عاجزی اور ضعف کا اعتراف کرتے تھے اور اپنی اُمت کو بھی اس طرف متوجہ فرماتے تھے اور اس کی تعلیم دیتے تھے، چونکہ سب اللہ ہی کے بندے ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اور جن اسباب سے بندے آرام و راحت پاتے ہیں وہ بھی خدا ہی کی مخلوق ہیں اس لئے انسان پر لازم ہے کہ ہر حرکت و سکون کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھے اور ان کے ملنے پر اللہ ہی کا شکر ادا کرے اور ہر وقت اور ہر موقعہ پر اللہ ہی کو یاد کریں اور بار بار اپنی غلامی اور عاجزی اور بے بسی کا اقرار و اعتراف کرے۔

مسنون دُعاؤں کو بڑے اہتمام سے پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کے پڑھنے میں اوّل تو آنحضرت سرور

عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اتباع ہے جو خداوند تعالیٰ شانہٗ تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے۔ دوسرے چونکہ ان دُعاؤں کے الفاظ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو الہام فرمائے ہیں، اس لئے اپنی زبان میں شکر ادا کرنے یا عربی میں کسی دوسرے کی بنائی ہوئی دُعا کے پڑھنے کی بجائے ان کا ورد رکھنا اور موقع بموقع پڑھنا بہت زیادہ اہم ہے۔

مؤمن بندوں کو محبوبِ حقیقی کے ذکر میں مزا آتا ہے اور اس سے قلب میں لذت محسوس ہوتی ہے اور جو لوگ دنیا کی محبت میں پھنسے ہوئے ہیں وہ فرض نماز تک سے جان چراتے ہیں اور دس پانچ مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے بھی گھبراتے ہیں ایسے لوگ ذاکرین کو دیوانہ اور بے وقوف کہتے ہیں اور شیطان کے بہکانے اور نفس کے ورغلانے سے کثرت ذکر کے عمدہ ترین مشغلہ میں لگنے والوں کو رہبانیت کا طعنہ دیتے ہیں، قرآن مجید میں کثرتِ ذکر کا حکم ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس پر عمل کر کے دکھایا اور اپنی اُمت کو اس کی ترغیب دی اور زندگی بھر کے احوال اور اوقات کے مطابق دُعائیں سکھائیں۔ اگر یہ رہبانیت ہوتی تو آپؐ کثرتِ ذکر میں خود کیوں لگتے اور اپنی اُمت کو اس میں کیوں لگاتے۔

تقریباً چالیس سال پہلے جب احقر نے کتاب "مسنون دُعائیں" لکھی تھی اس وقت ایک شخص کا غضبناک خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ اس مشغولیت کے دور میں لوگوں کو اتنی دُعائیں پڑھنے کی فرصت کہاں ہے، اس خط سے اندازہ ہوا اور کچھ سیاسی مزاج لوگوں کے قول وفعل اور رنگ ڈھنگ سے پتہ چلا کہ مسنون دُعائیں پڑھنا اور اذکار ماثورہ میں لگنا گویا اُن کے نزدیک کارخانوں کے تباہ کرنے اور سیاست میں رخنہ پیدا کرنے اور تجارتوں کے برباد ہونے کے مرادف ہے۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اگر ان کی زبان یا قلم سے ایسی باتیں نکلتیں تو محلِ تعجب نہ تھا لیکن افسوس یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں وہ بھی ایسی باتیں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اذکار وادعیہ میں لگنے والوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے خلاف زہر اُگلتے ہیں فیا اسفی علیھم۔ بات اصل یہ ہے کہ اپنا مقصدِ تخلیق یاد نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[1] میں بیان فرمایا ہے اور ایسے لوگوں کو قرآن وحدیث کی تصریحات بھی

---

[1] ترجمہ: نہیں پیدا کیا میں نے جنات کو اور انسان کو مگر عبادت کے لئے ۱۲

معلوم نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا[1] اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[2] اور اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ[3] کو پڑھتے اور دل وجان سے مانتے تو ایسی باتیں ہرگز نہ کرتے۔ اگر اللہ کے نام میں مشغول ہونے سے فانی دنیا کا نقصان ہوجائے جو اللہ کے نزدیک بکری کے کان کٹے ہوئے مُردہ بچہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے (کما فی المشکوٰۃ ص۴۳۹ عن صحیح مسلم) تو یہ کوئی رنج کی بات نہیں ہے۔ بالفرض اگر اذکار وادعیہ میں لگنے سے فانی دنیا کا کچھ نقصان ہو بھی جائے تو اس عظیم فائدہ کو بھی تو دیکھنا چاہئیے کہ اذکار وادعیہ میں لگنے سے زندگی نورانی بنتی ہے اور مال ومتاع میں بہت بڑی برکت ہوتی ہے، اور قلبی سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ پھر یہ نقصان کا وسوسہ بھی تو غلط ہے کیونکہ بظاہر نقصان کا امکان اس وقت تھا جبکہ ہر وقت ادعیہ واذکار میں لگے رہتے۔ (جیسا کہ ان میں لگنے کا حق ہے) لیکن اگر مختلف اوقات کی مختلف دُعائیں پڑھی جائیں تو ان میں مشاغل دنیوی کو چھوڑنے کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی اور ان کے مستقل وقت نہیں نکالنا پڑتا، کام کاج میں لگے ہوئے چلتے پھرتے سب دُعائیں ادا ہوجاتی ہیں بات اصل وہی ہے کہ جو لوگ مُردار دنیا اور اہلِ دنیا سے محبت اور شغف رکھتے ہیں، وہ اللہ کے نام کی لذت سے آشنا ہیں اور آخرت کی نعمتوں سے بے خبر ہیں ایسے ہی لوگ اپنی جہالت سے ذاکرین کی مخالفت کرتے ہیں۔ نہ ان کو خود ذکراللہ سے انس والفت ہے اور نہ دوسروں کے لئے اس مبارک مشغلہ کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو علم وفہم عطا فرمائے۔

---

[1] (ترجمہ) اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو ۱۲

[2] (ترجمہ) تیری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہے۔ رواہ الترمذی عن عبداللہ بن بسر وحسنہ کما فی المشکوٰۃ ص۱۹۸

[3] (ترجمہ) اللہ کے ذکر کی کثرت کرو یہاں تک کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔ رواہ احمد وابویعلیٰ وابن حبان والحاکم وقال صحیح الاسناد کما فی الترغیب جلد ۲ ص۳۹۹ ۱۲

بَابُ الادعیّۃ فِی الاوقات

(مختلف اوقات میں پڑھنے کی دعائیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مختلف اوقات میں پڑھنے کی دعائیں

اللہ جل شانہٗ نے بنی نوع انسان کو پیدا فرمایا تو اُس کو مجموعہ حاجات بنا دیا لہٰذا وہ ہر وقت حاجت مند ہے اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کے ساتھ مصیبتیں بھی پیدا فرمائیں، انسان نعمتوں سے مالا مال ہوتا ہے اور مصیبتوں میں بھی پھنسا رہتا ہے اور قدم قدم پر چھوٹی بڑی حاجتیں بھی اسے گھیرے رہتی ہیں جنہیں اللہ جل شانہٗ پورا فرماتے ہیں، پھر جس طرح دنیا میں حاجات ہیں موت کے بعد بھی حاجتیں ہیں، برزخ میں اور اس کے بعد کے حالات میں راحت بھی ہے اور تکالیف بھی ہیں ہر حاجت کے پورے ہونے کے اور ہر ضرورت کا انتظام ہونے اور ہر دُکھ تکلیف سے حفاظت پانے اور آتی ہوئی مصیبت کے ٹلنے کے لئے صرف اللہ پاک کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اسی نے حاجتیں پیدا فرمائیں اور دُکھ تکلیف اسی کی مخلوق ہے مصائب بھی اُسی کی بھیجی ہوتی ہیں دنیا ہو یا آخرت ہر عالم کا اللہ ہی خالق و مالک ہے اور وہی دینے والا ہے لہٰذا ہر بڑی چیز کا سوال اسی سے کرنا چاہیئے اور ہر دُکھ درد سے محفوظ رہنے اور آئی بلا کو ٹالنے کے لئے اسی کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلانا چاہیئے اس نے اپنی کتاب مبین میں اعلان فرمایا ہے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (تم مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا) نیز ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۳)	اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں منظور کرلیتا ہوں درخواست کرنے والے کی دُعا جبکہ وہ میرے حضور میں دے سو ان کو چاہیئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد حاصل کرسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا درود و سلام نازل ہو اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے دُعا کرنا بتایا اور دُعا کرنا سکھایا، دُعا کے الفاظ بتائے اس کے آداب سکھائے، جامع دُعاؤں کی تعلیم

دی، زندگی کے ہر موقعہ کی دُعائیں بتائیں اور اللہ جل شانہٗ کی ملکیت اور خالقیت کی طرف متوجہ ہونے کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ کی داد و دہش اور انعام واکرام کی طرف متوجہ فرمایا اور بتایا کہ جو کچھ ملا اللہ کے دینے سے ملا ہے اور جو نہیں ملا اس کے عطا فرمائے بغیر نہیں مل سکتا۔

جو دُعائیں آپ نے تعلیم فرمائی ہیں ان میں اللہ کی نعمتوں کا اقرار ہے اور اس بات پر اظہار شکر ہے کہ اللہ نے ہم کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ بہت سی نعمتوں کے حاصل ہونے میں بظاہر بندوں کے کسب کو بھی دخل ہے لیکن دُعاؤں میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس کسب اور محنت کی کوئی حقیقت نہیں اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کسی کی کوئی محنت بار آور نہیں ہو سکتی مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ میں اسی کی طرف متوجہ فرمایا ہے ان دُعاؤں میں توحید کی بہت بڑی تعلیم ہے اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کی طرف ہر حال اور ہر حال میں اور ہر مقام میں سچے دل سے متوجہ ہونے کی تلقین ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدائے پاک کے حضور میں دُعائیں کرتے تھے اور اُمت کو بھی دُعائیں سکھاتے تھے، دُعاؤں کے فضائل آپ نے بتلائے اور دُعا نہ کرنے کی وعیدوں سے بھی آگاہ فرمایا فصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

جب صبح ہو تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰ وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ؕ

اے اللہ تیری قدرت سے ہم صبح کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے ہم شام کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے ہم جیتے مرتے ہیں اور تیری ہی طرف جانا ہے۔

جب سورج نکلے تو یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَقَالَنَا يَوْمَنَا هٰذَا وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوْبِنَا۔

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آج کے دن ہمیں معاف رکھا اور گناہوں کے سبب ہمیں ہلاک نہ فرمایا۔

جب شام ہو تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ۔

اے اللہ ہم تیری قدرت سے شام کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے صبح کے وقت میں داخل ہوئے اور تیری قدرت سے جیتے اور مرتے ہیں اور مرے پیچھے جی اُٹھ کر تیری ہی طرف جانا ہے۔

جب مغرب کی اذان ہو تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَ اِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ فَاغْفِرْلِیْ۔

اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے کا وقت ہے اور تیرے پکارنے والوں کی آوازیں ہیں سو تو مجھے بخش دے۔

صبح شام پڑھنے کی چند اور چیزیں

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ ہر صبح و شام تین مرتبہ یہ کلمات:

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اللہ کے نام سے ہم نے صبح کی یا شام کی، جس کے نام کے ساتھ آسمان یا زمین میں کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پڑھ لیا کرے تو اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی (ترمذی) اور ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ صبح کو اس کے پڑھ لینے سے شام تک اور شام کو پڑھ لینے سے صبح تک اسے کوئی ناگہانی بلا نہ پہنچے گی۔ (مشکوٰۃ)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو (سورۂ روم کی) یہ تین آیات:

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿﴾	سو تم اللہ کی پاکی بیان کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے حمد ہے اور بعد زوال بھی اور ظہر کے وقت بھی، وہ جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ فرماتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

پڑھ لے تو اس دن جو (ورد وغیرہ) چھوٹ جائے گا اس کا ثواب پالے گا اور جو شخص شام کو یہ آیات پڑھ لے تو اس رات کو جو (ورد وغیرہ) چھوٹ جائے گا اس کا ثواب پالے گا۔ (ابوداؤد شریف)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو سورۂ مؤمن کی ابتدائی آیات اور آیۃ الکرسی پڑھ لیوے تو ان کی وجہ سے شام تک (آفات ومکروہات) سے محفوظ رہے گا اور جو شخص ان کو شام کے وقت پڑھ لے تو صبح تک (آفات ومکروہات سے) محفوظ رہے گا۔ (ترمذی)

سورۂ مؤمن کی ابتدائی آیات یہ ہیں:۔

حٰمٓ ﴿﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ﴿﴾ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴿﴾ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿﴾	حٰمٓ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے اور ہر چیز کا جاننے والا ہے، گناہوں کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے صاحب قدرت ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کی طرف جانا ہے۔

آیۃ الکرسی یہ ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴿﴾ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿﴾ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴿﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ	اللہ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے عالم کو قائم رکھنے والا ہے نہ اس کو اونگھ دبا سکتی ہے نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے کون ہے جو اس کی جناب میں بغیر اس کی اجازت کے سفارش کر سکے، وہ جانتا ہے ان کے تمام حاضر وغائب حالات کو

اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

اور اس کی معلومات میں سے کسی بھی چیز کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لا سکتے ہیں مگر جس قدر وہ چاہے اور اس کی کرسی نے تمام آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے، اور ان دونوں کی حفاظت اس پر گراں نہیں ہے اور وہ بلند اور عظیم ہے۔

(۴) فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح کو یہ پڑھ لیوے۔

اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ ۝

اے اللہ اس صبح کے وقت جو بھی کوئی نعمت مجھ پر یا کسی بھی دوسری مخلوق پر ہے وہ صرف تیری ہی طرف سے ہے تو تنہا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں تیرے ہی لئے حمد ہے اور تیرے ہی لئے شکر ہے۔

تو اُس نے اُس دن (کے انعاماتِ خداوندی) کا شکریہ ادا کیا۔ اور اگر وہ شام کو کہہ لیوے تو اس رات (کے انعاماتِ خداوندی) کا شکریہ ادا کر دیا (ابوداؤد۔ نسائی)

فائدہ: اگر شام کو پڑھے تو مَا اَصْبَحَ بِیْ کی جگہ مَا اَمْسٰی بِیْ کہے۔

(۵) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بندہ صبح و شام تین مرتبہ یہ کلمات:

رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا ۝

میں اللہ کو رب ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر اور محمدؐ کو نبیؐ ماننے پر راضی ہوں۔

پڑھے تو اللہ کے ذمہ ہوگا کہ اسے قیامت کے دن راضی کرے (ترمذی)

(۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر سورۂ حشر کی یہ آخری تین آیات:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

وہ اللہ (ایسا ہے) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غیب کا اور پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے وہ رحمٰن اور رحیم ہے وہ اللہ (ایسا ہے) کہ اس کے سوا کوئی معبود

هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ۝ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

نہیں. وہ بادشاہ ہے. پاک ہے. سلامتی والا ہے امن دینے والا ہے. نگہبانی کرنے والا ہے، عزت ہے، جبار ہے. باعظمت ہے. اللہ اس شرک سے پاک ہے جو وہ کرتے ہیں. وہ اللہ پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والے ہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں جو بھی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

پڑھ لے تو اس کے لئے خداوند تعالیٰ شانہٗ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو شام تک اس پر رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس دن مرجائے گا تو شہید مرے گا اور جو شخص شام کو یہ عمل کرے تو اس کے لئے خداوند تعالیٰ شانہٗ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادے گا جو اس پر صبح تک رحمت بھیجتے رہیں گے اور اگر اس رات کو مرجائے گا تو شہید مرے گا۔ (ترمذی)

(۷) حضرت عطاء بن ابی رباح تابعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علی الصبح سورۂ یٰسین پڑھے (شام تک کی) اس کی حاجتیں پوری کردی جائیں گی۔ (مشکوٰۃ)

(۸) صبح شام تین تین بار سورۂ اخلاص اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ بھی پڑھنا چاہئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صبح شام تین تین بار ان کو پڑھ لوگے تو تمہارے لئے ہر (تکلیف دینے والی) چیز سے کافی ہوں گی۔ (یعنی کوئی تکلیف نہ پہنچے گی) (ترمذی)

(۹) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ دُعا صبح شام پڑھنے کے لئے تلقین فرمائی۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ ۝

اے وہ ذات جو زندہ ہے اور سب کو قائم کئے ہوئے ہے میں آپ کی رحمت کے واسطہ سے آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ آپ میرے سب حالات سُدھار دیں اور مجھے پلک

جھپکنے کی برابر بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرمائے۔

(۱۰) دُعائے سیدالاستغفار:۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سید الاستغفار یوں ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد پر اور تیرے وعدہ پر قائم ہوں جہاں تک مجھ سے ہوسکے میں نے جو گناہ کئے ان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا (بھی) اقرار کرتا ہوں لہٰذا مجھے بخش دے کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا ہے۔

جس نے صدق دل سے دن میں یہ الفاظ کہے اور پھر اسی روز شام ہونے سے پہلے مرگیا تو اہلِ جنت سے ہوگا اور جس نے صدق دل سے رات کو یہ الفاظ کہے اور پھر صبح ہونے سے پہلے مرگیا تو اہلِ جنت سے ہوگا۔ (مشکوٰۃ باب الاستغفار عن البخاری)

رات کو پڑھنے کی چیزیں

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر رات میں سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا (بیہقی فی الایمان)

(۲) اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آل عمران کی آخری دس آیتیں (اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے آخر سورت تک) کسی رات کو پڑھ لے گا اسے رات بھر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ) وھو فی حکم المرفوع

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب تک سورۃ الٓمٓ سجدہ جو (اکیسویں پارہ میں ہے) اور سورۃ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ نہ پڑھ لیتے تھے

اس وقت تک نہ سوتے تھے (ترمذی وغیرہ) اور اسی سورہ تَبَارَكَ الَّذِي کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کو سفارش کر کے) اس نے بخشوا دیا (مشکوٰۃ شریف)

(۵) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورۃ تک) جو شخص کسی رات کو پڑھے گا تو یہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہوں گی (بخاری و مسلم) یعنی وہ ہر شر اور مکروہ سے محفوظ رہے گا، اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ اگر اس رات کے وظیفے اور ورد رہ جائیں گے تو ان کی جانب سے کافی ہوں گی۔

سوتے وقت پڑھنے کی چیزیں

جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرے اور اپنے بستر کو تین بار جھاڑ لے، پھر داہنی کروٹ پر لیٹ کر سر یا رخسار کے نیچے داہنا ہاتھ رکھ کر تین بار یہ دُعا پڑھے۔[1]

اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ۝ اے اللہ تو مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو (قبروں سے) اٹھائے گا

یا یہ دُعا پڑھے

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ [1]

اے میرے پروردگار میں نے تیرا نام لے کر اپنا پہلو رکھا اور تیری قدرت سے اس کو اٹھاؤں گا اگر تو (سوتے میں) میرے نفس کو روک لے یعنی مجھے موت دیدے تو میرے نفس پر رحم کر دے اور اگر تو اس کو (زندہ) چھوڑ دے تو اپنی قدرت کے ذریعہ اس کی حفاظت کر جس کے ذریعہ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

[2] یا یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى ۝ اے اللہ میں تیرا نام لے کر مرتا اور جیتا ہوں۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح عن البخاری و مسلم ۱۲ [2] مشکوٰۃ المصابیح عن البخاری و مسلم ۱۲

یا یہ پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ۔

اے اللہ میں نے اپنی جان تیرے سپرد کی اور تیری طرف اپنا رُخ کیا اور تجھی کو اپنا کام سونپا اور میں نے تیرا ہی سہارا لیا۔ تیری (نعمتوں کی) طرف رغبت رکھتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے علاوہ کوئی پناہ کی جگہ اور جائے نجات نہیں ہے میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی ہے اور تیرے رسول کو میں نے مانا جسے تو نے بھیجا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دُعا بتائی اور ارشاد فرمایا کہ اس کو سوتے وقت سب سے آخر میں پڑھو اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پڑھ لینے کے بعد اگر اسی رات کو تمہاری موت آجائے گی تو (دین فطرت) پر مروگے اور اگر صبح کو زندہ اُٹھوگے تو تم کو خیر نصیب ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو نے اپنے بستر پر پہلو رکھا اور سورۃ فاتحہ اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی تو موت کے علاوہ ہر چیز سے بے خوف ہوگیا۔ (حصن عن البزار)

ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے کچھ بتایئے۔ جسے (سوتے وقت) پڑھ لوں جبکہ اپنے بستر پر لیٹوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (سورہ) قُلْ يَاۤ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھو کیونکہ اس میں شرک سے بیزاری (کا اعلان) ہے (مشکوٰۃ عن الترمذی)

بعض روایات میں ہے کہ اس کو پڑھ کر سوجائے یعنی اس کے پڑھنے کے بعد کوئی دنیاوی بات نہ کرے (حصن حصین)

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو جب (سونے کے لئے) بستر پر تشریف لاتے تو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں پر اس طرح دم کرتے کہ کچھ تھوک کے

ذرات بھی نکل جاتے، اس کے بعد جہاں تک ممکن ہوتا پورے بدن پر دونوں ہاتھوں کو پھیرتے تھے، تین مرتبہ ایسا ہی کرتے تھے اور ہاتھ پھیرتے وقت سر اور چہرہ اور سامنے کے حصہ سے شروع فرماتے تھے۔ نیز اس کے علاوہ سوتے وقت ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ بھی پڑھے اور سوتے وقت آیۃ الکرسی بھی پڑھے۔ اس کے پڑھنے والے کے لئے اللہ کی جانب سے رات بھر ایک محافظ فرشتہ مقرر رہے گا۔ اور کوئی شیطان اس کے پاس نہ آئے گا۔ (بخاری)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (رات کو) اپنے بستر پر ٹھکانہ لیتے وقت تین بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ — میں اللہ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور جو زندہ ہے اور سب کو قائم رکھنے والا ہے اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

کہہ دے تو اس کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگوں کی برابر ہوں یا عالج[عہ] کی ریت کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے برابر ہوں یا دنیا کے (تمام) دنوں کی برابر ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

فائدہ:- رات کو بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر برتنوں کو ڈھک دو اور بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کے منہ بند کر دو اور سوتے وقت چراغ بجھا دو یعنی جلتا چھوڑ کر مت سو جاؤ (مشکوٰۃ شریف)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان اپنے بستر پر (سونے کے لئے) پہنچتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان اس کی طرف لپکتا ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ (اپنی بیداری کو) برائی پر ختم کر اور فرشتہ کہتا ہے کہ خیر پر ختم کر، سو اگر اللہ کے ذکر میں مشغول ہونے کے بعد سوتا ہے

عہ عالج ایک جگہ کا نام ہے جہاں ریت بہت زیادہ تھی۔ ۱۲

[۱] مشکوٰۃ المصابیح عن البخاری و مسلم۔ ۱۲۔

توراۃ بھر فرشتہ اس کی حفاظت کرتا ہے، (حصن)

جب سونے لگے اور نیند نہ آئے تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَھَدَاَتِ الْعُیُوْنُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَاتَاْخُذُکَ سِنَۃٌ وَّلَانَوْمٌ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ اَھْدِاُ لَیْلِیْ وَاَنِمْ عَیْنِیْ۔

اے اللہ ستارے دور چلے گئے اور آنکھوں نے آرام لیا اور تو زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے تجھے نہ اُونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے اے زندہ اور قائم رکھنے والے اس رات کو مجھے آرام دے اور میری آنکھ کو سُلا دے۔

جب سوتے سوتے ڈر جائے یا گھبراہٹ ہو جائے تو یہ دُعا پڑھے

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ ہ

اللہ کے پورے کلمات کے واسطے سے میں اللہ کے غضب سے اور اس کے عذاب سے اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور میرے پاس ان کے آنے سے پناہ چاہتا ہوں۔

فائدہ: جب خواب میں اچھی بات دیکھے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اسے بیان کر دے مگر اسی سے کہے جس سے اچھے تعلقات ہوں اور آدمی سمجھدار ہو (تاکہ بری تعبیر نہ دیوے) اور اگر بُرا خواب دیکھے تو اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور کروٹ بدل دیوے یا کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے اور تین مرتبہ یوں بھی کہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤْیَا۔

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، شیطان مردود سے اور اس خواب کی بُرائی سے۔

بُرے خواب کو کسی سے ذکر نہ کرے۔ یہ سب عمل کرنے سے وہ خواب انشاءاللہ تعالیٰ اسے کچھ ضرر نہ پہنچائے گا (مشکوٰۃ وحصن حصین)

فائدہ: اپنی طرف سے بنا کر جھوٹا خواب بیان کرنا سخت گناہ ہے (بخاری)

فائدہ: جب سونے کو لیٹے تو باوضو لیٹے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوتے یا قرآن کی

کوئی سورت پڑھتے ہوئے سوجائے پھر جب رات کو کسی وقت بھی کروٹ لے تو اللہ سے دنیا و آخرت کی خیر طلب کرے اللہ جلّ شانہٗ اس کو مطلوبہ خیر ضرور عطا فرمائیں گے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (رات کو سونے کے بعد) جب اس حال میں کسی کی آنکھ کھل کر وہ ذکر و تسبیح کے ساتھ کچھ آواز نکال رہا ہو پھر اس نے یہ پڑھا۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ	کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے۔

اور اس کے بعد کہا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ (اے اللہ مجھے بخش دے) یا (اور کوئی) دُعا کی تو اس کی دعا قبول کی جائے گی، پس اگر وضو کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔ (بخاری)

جب سو کر اُٹھے تو یہ دُعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَحْيَانَا بَعْدَ مَاۤ اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ؕ	سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی بخشی اور ہم کو اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔

عہ حدیث شریف میں لفظ تَعَارَّ وارد ہوا ہے، علماء نے بتایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سوتے سوتے آنکھ کھل جائے تو زبان پر کچھ کلمات ہوں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ آنکھ کھلتے ہی زبان پر، تسبیح، استغفار یا کوئی بھی اللہ کا ذکر جاری ہو جائے اور یہ حالت اسی شخص کی ہوگی جسے ذکر اللہ سے خصوصی لگاؤ ہو اور ذکر اس کی طبیعت ثانیہ بن چکا ہو، جب آنکھ کھلے گی اپنی عادت کی وجہ سے فوراً زبان پر ذکر جاری ہو جائے گا۔ من المؤلف عفا اللہ عنہ ۱۲

لہ صحیح بخاری ۱۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝[1]	سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو مردوں کو زندہ فرماتا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جب تہجد کے لئے اُٹھے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَّ قَوْلُكَ حَقٌّ ــــــ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّ النَّارُ حَقٌّ وَّالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَّمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْكَ اَنَبْتُ وَ بِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ ۝[2]	اے اللہ تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اُن سب کا قائم رکھنے والا ہے اور تیرے لئے ہی حمد ہے تو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اُن سب کا روشن رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اُن کا بادشاہ ہے اور تیرے ہی لئے حمد ہے تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے اور تیری بات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور سب نبی حق ہیں اور محمدؐ حق ہیں اور قیامت حق ہے اے اللہ میں نے تیری اطاعت کے لئے سر جھکایا اور میں نے تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور میں تیری طرف رجوع ہوا اور تیری قوت سے میں نے دشمنوں سے جھگڑا کیا اور تجھی کو میں نے حاکم بنایا سو تو بخشدے جو میرے اگلے پچھلے گناہ ہیں اور جو گناہ میں نے چھپا کر یا ظاہر اً کئے ہیں اور جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے بڑھانے

والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے، معبود صرف تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

---

[1] حصن من المستدرک ۱۲ [2] صحیح البخاری و مسلم ۱۲

اور[عہ] آسمان کی طرف منہ اٹھا کر سورۂ آل عمران کا پورا آخری رکوع بھی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے ختم سورت تک پڑھے۔

اور دس بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور دس بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور دس بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ، اور دس بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اور دس بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، پڑھے اور دس بار یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔[۱] — اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا کی تنگی سے اور قیامت کے دن کی تنگی سے۔

جب پاخانے جائے تو داخل ہونے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ کہے اور یہ پڑھے......

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ۔[۲] — اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت۔

جب پاخانہ سے نکلے تو غُفْرَانَكَ[عہ] کہے اور یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ[۳] — سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھ سے ایذا دینے والی چیز دور کی اور مجھے آرام دیا۔

عہ وقعد الثلث الاخیر من اللیل فنظر الی السماء فقال ان فی خلق السمٰوٰت والارض الخ (الحصن الحصین)

[۱] اخرجه الترمذی قبیل ابواب الزکوٰۃ وقال اسناده لیس بذالك وغلطه الحافظ مغلطائی وقال جمیع من فی سنده غیر مطعون لو قال قائل اسناد صحیح لکان مصیبا کذا فی تحفۃ الذاکرین ۱۲

[۲] اخرجه البخاری ومسلم وغیرهما ۱۲ عہ اے اللہ میں آپ سے مغفرت طلب کرتا ہوں مہ مشکوٰۃ وحصن ۱۲

[۳] یہ دُعا سنن ابن ماجہ میں ہے اور غُفْرَانَكَ سنن ترمذی ہے ۱۲

جب وضو کرنا شروع کرے تو یہ پڑھے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؏ — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت نہایت رحم والا ہے۔

وضو کے درمیان یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ ذَنۡبِیۡ وَوَسِّعۡ لِیۡ فِیۡ دَارِیۡ وَبَارِكۡ لِیۡ فِیۡ رِزۡقِیۡ ؎ — اے اللہ میرے گناہ بخش دے اور میرے (گھر کے) گھر کو وسیع فرما اور میرے رزق میں برکت دے۔

جب وضو کر چکے تو آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر یہ پڑھے

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِیۡكَ لَهٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ ۔ — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص وضو میں اچھی طرح پانی پہنچائے پھر وضو کے بعد اوپر لکھے ہوئے کلمات پڑھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو (صحیح مسلم) بعض روایات میں ان کلمات کو وضو کے بعد تین بار پڑھنا وارد ہوا ہے (حصن حصین) اور آسمان کو منہ اٹھا کر پڑھنے کا ذکر سنن ابو داؤد میں ہے۔

؏ روایات حدیث (ترمذی وغیرہ) میں اللہ کا نام لے کر وضو شروع کرنا وارد ہوا ہے لیکن اس کے الفاظ وارد نہیں ہوتے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھے ۱۲ ؎ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کا پانی حاضر کیا آپ نے وضو فرمایا میں نے اس موقع پر آپ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ الخ رواہ النسائی وابن السنی) شیخ ابن السنی رحمہ اللہ نے اس پر وضو کے درمیان پڑھنے کا باب قائم کیا ہے اور امام نسائی نے وضو سے فارغ ہو کر پڑھنے کے باب میں درج کیا ہے اور روایت میں دونوں احتمال ہیں (کتاب الاذکار للنووی)

پھر یہ پڑھے:[1]

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں اور بہت پاک رہنے والوں میں شامل فرما دے۔

[2] اور یہ بھی پڑھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

اے اللہ تو پاک ہے اور میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف تو ہی معبود ہے اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

[3] جب صبح کی نماز کے لئے نکلے تو یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِيْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا ۝

اے اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میری زبان میں نور کر دے اور میرے سننے کی قوت میں نور کر دے اور میری بینائی میں نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے، اے اللہ مجھے نور عطا فرما۔

جب مسجد میں داخل ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج کر یہ پڑھے

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

یا یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

---

[1] سنن ترمذی ۱۲ [2] حصن حصین من المستدرک والنسائی ۱۲ [3] صحیح مسلم ۱۲

خارج نماز مسجد میں یہ پڑھتا رہے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔

اللہ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

جب مسجد سے نکلے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیج کر یہ پڑھے

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَفْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ۔

اے میرے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

یا یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

جب اذان کی آواز سنے تو یہ پڑھے

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں میں اللہ کو رب ماننے پر اور محمدؐ کو رسول ماننے پر اور اسلام کو دین ماننے پر راضی ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اذان کی آواز سن کر جو شخص اس کو پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم) اور حدیث شریف میں ہے جو شخص موذن کا جواب دے اس کے لئے جنت ہے (حصن) لہٰذا موذن کا جواب دیوے یعنی جو موذن کہے وہی کہتا جائے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ۔ کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ کہے (مشکوٰۃ)

لہ مشکوٰۃ عن المسلم ۱۲

آذان ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ مہ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ؕ	اے اللہ اس پوری پکار کے رب اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ عطا فرما (جو جنت کا ایک درجہ ہے) اور ان کو فضیلت عطا فرما اور ان کو مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے

ان سے وعدہ فرمایا ہے بے شک تو وعدہ خلاف نہیں فرماتا ہے۔

اس کو پڑھ لینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے (مشکوٰۃ)

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ جو اذان کے جواب میں کہے وہی اقامت کے جواب میں کہے اور جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ سنے تو یوں کہے اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا اللّٰه اے (یعنی نماز کو) قائم اور ہمیشہ رکھے۔

فرض نماز کا سلام پھیر کر سر پر داہنا ہاتھ رکھ کر یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ؕ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ ؕ	میں نے اللہ کے نام کے ساتھ نماز ختم کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) جو رحمٰن و رحیم ہے اے اللہ تو مجھ سے فکر اور رنج کو دور کر دے۔

اور تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ؕ کہے اور یہ دعا پڑھے۔

مہ وَعَدْتَّہٗ تک بخاری کی روایت میں ہے اس کے بعد والے الفاظ بیہقی نے روایت کئے ہیں اور لفظ والدرجۃ الرفیعۃ جو اس دعا میں مشہور ہے کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے ۱۲

لہ مشکوٰۃ عن البخاری ۱۲ ؎ مشکوٰۃ المصابیح عن ابی داؤد وفی سندہ مجہول ۱۲ ؎ حصن حصین ۱۲

مہ فرض نماز کا سلام پھیر کر تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہنا صحیح مسلم میں مروی ہے ۱۲

(۱) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ[1]

اے اللہ تو سلامت رہنے والا ہے اور تجھ سے ہی سلامتی مل سکتی ہے تو بابرکت ہے اے بزرگی اور عظمت والے۔

اور ان دُعاؤں میں سے کسی ایک کو یا سب کو پڑھ لے۔

(۲) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ[2]

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ جو تو دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی مالدار کو تیرے عذاب سے مالداری نہیں بچا سکتی۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ[3]

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی سے اور کنجوسی سے اور نکمی عمر سے اور دنیا کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے۔

(۴) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ[4]

اے اللہ میں کفر سے اور تنگدستی سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۵) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ[5]

اے اللہ میرے اگلے پچھلے گناہ اور وہ گناہ جو میں نے پوشیدہ طور پر کئے اور ظاہراً کئے سب کو بخش دے اور میرے حد سے بڑھ جانے کو بھی معاف کر دے اور ان گناہوں کو بخشدے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

---

[1] صحیح مسلم ۱۲ [2] بخاری و مسلم ۱۲ [3] مشکوٰۃ من البخاری ۱۲ [4] حصن من المستدرک ۱۲ [5] اخرجہ ابوداؤد والنسائی ۱۲

[6] اخرجہ مسلم عن البراء

(۶) اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۝ — اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔

(۷) رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ۝ — اے میرے رب مجھے اپنے عذاب سے بچائیو جس دن تو اپنے بندوں کو (قبروں سے) اٹھائے گا۔

نماز فجر کے بعد اس دُعا کو بھی پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ عَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا ۝ — اے اللہ میں آپ سے علم نافع اور مقبول عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں۔

فائدہ : ہر فرض نماز کے بعد جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرے اس کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ایسے شخص کو جنت کے داخلہ سے صرف موت ہی روکے ہوئے ہے (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ہر فرض نماز کے بعد مُعَوِّذَات (یعنی سورۃ قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ[۲]) پڑھا کروں۔ (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ :- ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے پڑھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں کو ۳۳، ۳۳ بار پڑھے اور پورا سو کرنے کے لئے ایک بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۳] پڑھ لے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ۲۵۔۲۵ بار سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور ۲۵ بار ان کے ساتھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیوے (یہ سب روایات مشکوٰۃ شریف میں ہیں۔)

---

[۱] اخرجہ ابوداؤد والنسائی ۱۲ [۲] اخرجہ مسلم من البراء [۳] عزاہ فی المشکوٰۃ ص ۲۲۰ الی احمد وابن ماجہ والبیہقی فی الدعوات الکبیر ۱۲

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسی دُعا ایسی ہے جو سب دعاؤں سے بڑھ کر زیادہ لائق قبول ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو دُعا رات کے پچھلے حصہ میں (یعنی تہجد کے وقت) ہو اور فرض نمازوں کے بعد ہو (ترمذی شریف)

نماز وتر کا سلام پھیرنے سے پہلے دُعا کے بعد یہ پڑھے اور وتر کا سلام پھیر کر تین بار یوں کہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ط

پاک بیان کرتا ہوں بادشاہ کی (یعنی اللہ کی) جو پاک ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

تیسری بار قدرے بآواز بلند کہے اور قُدُّوسٌ کی دال کو خوب کھینچے۔

(حصن حصین)

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ط

اے اللہ میں آپ کی رضا کے واسطے سے آپ کی ناراضگی سے اور آپ کی معافی کے واسطے سے آپ کی سزا سے پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی (بھیجی ہوئی مصیبتوں اور عذابوں) سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، میں آپ کی تعریف نہیں کر سکتا جیسی اپنی تعریف خود آپ نے کی ہے۔

(حصن حصین)

چاشت کی نماز پڑھ کر یہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ اُحَاوِلُ وَبِكَ اُصَاوِلُ وَ بِكَ اُقَاتِلُ.

اے اللہ میں تجھی سے اپنے مقاصد کی کامیابی طلب کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے جنگ کرتا ہوں۔

(حصن)

نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد پڑھنے کے لئے

حضرت مسلم تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب سے فارغ ہو کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ط

اے اللہ مجھے دوزخ سے محفوظ رکھیو۔

کہو! جب تم اس کو کہہ لوگے اور پھر اسی رات کو تمہاری موت آجائے گی تو دوزخ سے محفوظ رہوگے اور اگر اس دُعا کو سات مرتبہ نماز فجر کے بعد کسی سے بات کئے بغیر کہہ لوگے اور اس دن مر جاؤ گے تو دوزخ سے محفوظ رہوگے (مشکوٰۃ عن ابی داؤد)

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز فجر اور نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد اُسی طرف بحالت تشہد بیٹھے ہوئے جو شخص دس مرتبہ یہ پڑھ لیوے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی
الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ	شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے سب
يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	تعریف ہے، اسی کے ہاتھ خیر ہے وہ زندہ کرتا اور مارتا
	ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو اس کے لئے ہر مرتبہ کے بدلہ دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں اور ہر بُری چیز سے اور شیطان مردود سے محفوظ رہے گا اور شرک کے سوا کوئی گناہ اسے ہلاک نہ کر سکے گا اور عمل کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل رہے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص اس سے زیادہ پڑھ کر آگے بڑھ جائے تو پھر وہی آگے بڑھ جائیگا۔

(مشکوٰۃ عن احمد)

فجر اور عصر پڑھ کر ذکر کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی پھر (اسی جگہ) بیٹھا ہوا سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لی تو اس کو پورے پورے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن الترمذی) نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

البتہ نماز فجر سے لے کر سورج نکلنے تک ایسے لوگوں کے ساتھ میرا بیٹھ جانا جو اللہ کا ذکر کرتے ہوں اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے چار غلام آزاد کروں،

البتہ نماز عصر سے لے آفتاب غروب ہونے تک ایسے لوگوں کے ساتھ میرا بیٹھ جانا جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوں اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلام آزاد کردوں۔ (مشکوٰۃ)

جب گھر میں داخل ہو تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ خَیۡرَ الۡمَوۡلِجِ وَخَیۡرَ الۡمَخۡرَجِ بِسۡمِ اللّٰہِ وَلَجۡنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلۡنَا۔ (مشکوٰۃ عن ابی داؤد)

اے اللہ میں تجھ سے اچھا داخل ہونا اور اچھا باہر جانا مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کا نام لے کر داخل ہوئے اور ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا جو ہمارا رب ہے۔

اس کے بعد اپنے گھر والوں کو سلام کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان اپنے گھر میں داخل ہو کر اللہ کا ذکر کرے اور کھانے کے وقت بھی) اللہ کا ذکر کرے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں نہ رات کو رہ سکتے ہو اور نہ ان لوگوں کے رات کے کھانے میں سے کچھ پا سکتے ہو اور اگر گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں تمہیں رات کو رہنے کا موقع مل گیا اور اگر کھانے کے وقت (بھی) اللہ کا ذکر نہیں کیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تم کو یہاں رات کے رہنے کے ساتھ کھانا بھی مل گیا۔ (مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ)

جب گھر سے نکلے تو یہ دُعا پڑھے

بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

میں اللہ کا نام لے کر نکلا میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ گناہوں سے بچانا اور نیکیوں کی قوت دینا اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص گھر سے نکل کر اس کو پڑھے تو اسے غائبانہ ندا دی جاتی ہے کہ تیری ضرورتیں پوری ہوں گی اور تو (ضرر اور نقصان) سے محفوظ رہے گا۔ اور ان کلمات کو سن کر شیطان وہاں سے ہٹ جاتا ہے۔ (یعنی اس کے بہکانے اور ایذا دینے سے باز رہتا ہے (ترمذی شریف)

گھر سے باہر نکلنے کی دوسری دُعا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ جب کبھی بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر سے نکلے تو آسمان کی طرف اٹھا کر یہ کلمات ضرور پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ (ابوداؤد)

اے اللہ میں اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ گمراہ ہوجاؤں یا گمراہ کر دیا جاؤں یا لغزش کھاجاؤں یا لغزش میں ڈالدیا جاؤں یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم ہو یا جہالت کا کام کروں یا مجھ پر جہالت کی جائے۔

جب بازار میں داخل ہو تو یہ پڑھے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بازار میں اس کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس لاکھ نیکیاں لکھ دیں گے اور دس لاکھ گناہ معاف فرمادیں گے اور دس لاکھ درجے بلند فرمادیں گے اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادیں گے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

عہ واخرجه الحاكم ايضاً قال الشوكاني في تحفة الذاكرين بعد ذكر مخرجيه و الكلام على رواته والحديث اقل احواله ان يكون حسنا وان كان في ذكر العدد على هذه الصفة نكارة اه قلت ثبت ذكر العدد بتلك الاسانيد فاقل احواله ان يكون ثابتا على صفة الحسن ۱۲

اور یہ بھی پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْهَا یَمِیْنًا فَاجِرَةً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً ؕ

(حصن)

میں اللہ کا نام لے کر داخل ہوا اے اللہ میں تجھ سے اس بازار کی اور جو کچھ اس بازار میں ہے اس کی خیر طلب کرتا ہوں اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بازار کے شر سے اور جو کچھ اس بازار میں ہے اس کے شر سے، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ یہاں جھوٹی قسم کھاؤں یا معاملہ میں ٹوٹا اٹھاؤں۔

فائدہ:- بازار سے واپس آنے کے بعد قرآن شریف کی دس آیات کہیں سے پڑھے۔

(حصن عن الطبرانی)

جب کھانا شروع کرے تو یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَتِ اللّٰہِ ۔[1]

میں نے اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت پر کھانا شروع کیا۔

اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو یاد آنے پر یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ۔[2]

میں نے اس کے اول و آخر میں اللہ کا نام لیا۔

فائدہ:- کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو شیطان کو اس میں سے کھانے کا موقع مل جاتا ہے (مشکوٰۃ)

جب کھانا کھا چکے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا

سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور

---

[1] حصن عن المستدرک ۱۲ [2] سنن ابی داؤد و مستدرک ۱۲ [3] ابوداؤد و ترمذی ۱۲

وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ پلایا اور مسلمان بنایا۔

یا یہ پڑھے :۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ ۔ اے اللہ تو ہمیں اس میں برکت عنایت فرما اور اس سے بہتر نصیب فرما۔

یا یہ پڑھے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ ۔ سب تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے نصیب کیا بغیر میری قوت اور کوشش کے۔

کھانے کے بعد اس کے پڑھ لینے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

جب دسترخوان اُٹھنے لگے تو یہ دُعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا ۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے ایسی تعریف جو بہت ہو اور پاکیزہ ہو اور بابرکت ہو اے ہمارے رب ہم اس کھانے کو کافی سمجھ کر یا بالکل رخصت کر کے یا اس سے غیر محتاج ہو کر نہیں اُٹھا رہے ہیں۔

دودھ پی کر یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ۔ اے اللہ تو اس میں ہمیں برکت دے اور ہم کو اور زیادہ دے۔

جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ ۔ اے اللہ جس نے مجھے کھلایا تو اُسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اُسے پلا۔

۱؎ ترمذی ۱۲ ۲؎ صحیح بخاری ۱۲ ۳؎ ترمذی ۱۲ ۵؎ صحیح مسلم باب اکرام الضیف ۱۲ ۔

یا یہ پڑھے :-

١- اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ ه

نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں اور روزہ دار تمہارے پاس افطار کریں۔

اور ان کے ساتھ وہ دُعائیں بھی پڑھے جو پہلے گذر چکی ہیں جن میں اللہ کا شکر اور حمد ہے۔

جب میزبان کے گھر سے چلنے لگے تو اسے یہ دعا دے

٢- اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ ه

اے اللہ ان کے رزق میں برکت دے اور ان کو بخشدے اور ان پر رحم فرما

فائدہ :- پانی یا اور کوئی پینے کی چیز بیٹھ کر پیتے اور اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیتے بلکہ دو یا تین سانسوں میں پیے اور برتن میں سانس نہ لے، نہ پھونک مارے اور جب پینے لگے تو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھے، اور جب پی چکے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے (مشکوٰۃ)

جب روزہ افطار کرنے لگے تو یہ پڑھے

٣- اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔

اے اللہ میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیتے ہوئے رزق پر روزہ کھولا۔

افطار کے بعد یہ پڑھے

٤- ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ه

پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور انشاءاللہ ثواب ثابت ہو گیا۔

---

١ عزاہ فی المشکوٰۃ الی شرح السنۃ ١٢ ٢ صحیح مسلم ١٢ ٣ اخرجہ ابوداؤد فی المراسیل عن معاذ بن زہرۃ ١٢ ٤ اخرجہ ابوداؤد فی کتاب الصوم (باب القول عند الافطار) وسیاق لفظ الدعا یدل علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقولہ بعد شرب الماء واللبن مما یذہب الظمأ ١٢

اگر کسی کے یہاں افطار کرے تو ان کو یہ دعا دے

أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ[1]

تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں اور نیک بندے تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں۔

جب کپڑا پہنے تو یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ[2]

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے یہ کپڑا مجھے پہنایا اور نصیب کیا بغیر میری کوشش اور قوت کے۔

کپڑا پہن کر اس کو پڑھ لینے سے اگلے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں (مشکوٰۃ)

جب نیا کپڑا پہنے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ أَسْئَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ[3]

اے اللہ تیرے ہی لئے سب تعریف ہے جیسا کہ تو نے یہ کپڑا مجھے پہنایا۔ میں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔

نیا کپڑا پہننے کی دوسری دعا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا أُوَارِيْ بِهِ عَوْرَتِيْ وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِيْ حَيَاتِيْ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرم کی چیز چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی

---

[1] حصن من ابن ماجہ ۱۲ [2] اخرجہ ابو داؤد وھو اول حدیث من کتاب اللباس ۱۲

میں اس کے ذریعہ خوبصورتی حاصل کرتا ہوں۔

اور پھر پرانے کپڑے کو صدقہ کر دے تو زندگی میں اور مرنے کے بعد خدا کی حفاظت اور خدا کے چھپانے میں رہے گا (یعنی خدا اسے مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا اور اس کے گناہوں کو پوشیدہ رکھے گا۔

فائدہ:۔ جب کپڑا اتارے بِسْمِ اللّٰهِ کہہ کر اتارے کیونکہ بسم اللہ کی وجہ سے شیطان اس کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھ سکے گا۔ (حصن حصین)

جب کسی مسلمان کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو یوں دُعا دے

تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللّٰهُ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ تم اس کپڑے کو پُرانا کرو اور اس کے بعد خدا تمہیں اور کپڑا دیوے (یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں ترقی دے اور اس کپڑے کو پہننا اور استعمال کرنا اور بوسیدہ کرنا نصیب کرے)

یہ الفاظ مردوں کو اور لڑکوں کو دُعا دینے کے لئے ہیں، اگر کسی عورت یا لڑکی کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو یہ الفاظ کہے أَبْلِي وَأَخْلِقِي ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي (یعنی اسے بوسیدہ کرو اور پُرانا کرو پھر بوسیدہ کرو اور پُرانا کرو)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دُعا حضرت ام خالدؓ کو دی تھیں جبکہ وہ بچی تھیں۔

(مشکوٰۃ ص۳۷۶ من البخاری)

جب کسی عورت کو نکاح کر کے گھر میں لائے یا کوئی جانور خریدے تو یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ ط	اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس کے عادات واخلاق کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور اس کے اخلاق وعادات کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

فائدہ:۔ اس کو پڑھ کر بیوی کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دُعا کرے اور اگر اونٹ خریدا ہو تو اوپر سے اس کا کوہان پکڑ کر یہ دُعا پڑھے (مشکوٰۃ عن ابی داؤد وابن ماجہ)

دُولہا کو یوں مُبارک بادی دے

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ ۝ اللہ تجھے برکت دے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کا خوب نباہ کرے۔

جب بیوی سے ہمبستری کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ۝ میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو دے اس سے (بھی) شیطان کو دُور رکھ۔

اس دُعا کے پڑھ لینے کے بعد اس وقت کی ہمبستری سے جو اولاد پیدا ہوگی شیطان اسے کبھی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ:۔ اس کو ضرور پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ ہمبستری کے وقت اللہ کا نام نہ لینے سے شیطان کا نطفہ بھی مرد کے نطفہ کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے (کذافی حاشیۃ الحصن)

فائدہ:۔ ساتویں روز بچہ کا نام رکھے اور عقیقہ کرے[2]۔

فائدہ:۔ جب بچہ پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کے کسی نیک بندے کے پاس لے جائے اور اس سے برکت کی دعا کرائے اور کھجور یا چھوہارے (یا اور کوئی چیز) اس سے چبوا کر بچے کے منہ میں ڈلوائیے[3] اس کو تحنیک کہتے ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ عن احمد و ترمذی ۱۲ [2] سنن ترمذی (باب ماجاء فی تعجیل اسم المولود)

[2] اگر ساتویں دن سے پہلے ہی بلکہ پیدا ہوتے ہی نام رکھ دے تو یہ بھی درست ہے البتہ ساتویں دن سے زیادہ نام رکھنے میں تاخیر نہ کرے (حاشیہ ترمذی)

[3] حضرات صحابہ کرامؓ کی عادت تھی کہ بچوں کو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاتے اور برکت کی دُعا کراتے تھے اور تحنیک بھی کراتے تھے۔ (مسلم)

فائدہ :- جب بچہ بولنے لگے تو اسے پہلے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سکھادے اور یہ آیت بھی یاد کرا دے وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا۔ (حصن)

جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ[1] فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ — اے اللہ جیسے تونے میری صورت اچھی بنائی میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

جب کسی مسلمان کو ہنستا دیکھے تو یوں دُعا دیوے

اَضْحَکَ اللّٰهُ سِنَّکَ[2]۔ — خدا تجھے ہنساتا رہے۔

جب دشمنوں کا خوف ہو تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ[3] وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ — اے اللہ ہم تجھے ان (دشمنوں) کے سینوں میں (تصرف کرنے والا) بناتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

اگر دشمن گھیر لیں تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِنَا[4]۔ — اے اللہ! ہماری آبرو کی حفاظت فرما اور خوف ہٹا کر ہمیں امن سے رکھ۔

سے یہ سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت ہے (ترجمہ یہ ہے) اور آپ فرما دیجئے کہ سب تعریف اس کے لئے جس نے کسی کو اپنی اولاد بنایا اور نہ ملک میں اس کا کوئی شریک اور عجز سے کوئی اس کا مددگار ہے اور تو اللہ کی بڑائی بیان کر اچھی طرح سے ۱۲

[1] حصن عن ابن حبان والدارمی ۱۲ [2] بخاری ومسلم ۱۲ [3] سنن ابی داؤد ۱۲ [4] حصن حصین ۱۲

مجلس سے اُٹھنے سے پہلے یہ پڑھے

سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ ۔

اے اللہ تو پاک ہے، اور میں تیری حمد بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

اگر مجلس میں اچھی باتیں کی ہوں گی تو یہ کلمات اُن پر مُہر بن جائیں گے اور اگر فضول اور لغو باتیں کی ہوں گی تو یہ کلمات ان کا کفارہ ہوجائیں گے۔ (ترمذی و ترغیب) بعض روایات میں ہے کہ اس کو تین بار پڑھے۔ (حصن)

شب قدر کی یہ دُعا ہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔[1]

اے اللہ! بے شک تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہٰذا تو مجھے معاف فرمادے۔

اپنے ساتھ احسان کرنے والے کو یہ دُعا دے

جَزَاكَ اللّٰہُ خَيْرًا ۔[2]

تجھے اللہ (اس کی) جزائے خیر دے۔

جب قرضدار قرضہ ادا کردے تو اس کو یہ دُعا دے

اَوْفَيْتَنِیْ اَوْفَی اللّٰہُ بِكَ ۔[3]

تو نے میرا قرضہ ادا کردیا، اللہ تجھے (دنیا و آخرت) میں بہت دے۔

---

[1] ترمذی وغیرہ [2] مشکوٰۃ ص۲٦۱ عن الترمذی ۱۲ [3] حصن حصین ۱۲

جب اپنی کوئی محبوب چیز دیکھے تو یہ پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ ۝[1]

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس کی نعمت سے اچھی چیزیں مکمل ہوتی ہیں۔

اور جب کبھی دل برا کرنے والی چیز پیش آئے تو یوں کہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ۝[2]

ہر حال میں اللہ تعریف کا مستحق ہے۔

جب کوئی چیز گم ہو جائے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ رَادَّ الضَّآلَّةِ وَهَادِیَ الضَّآلَّةِ اَنْتَ تَهْدِیْ مِنَ الضَّلَالَةِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَآلَّتِیْ بِقُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ فَاِنَّهَا مِنْ عَطَائِكَ وَفَضْلِكَ ۝[3]

اے اللہ! اے گم شدہ کو واپس کرنے والے اور راہ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانے والے تو ہی گم شدہ کو لوٹاتا ہے، اپنی قدرت اور غالبیت کے ذریعہ میری گمشدہ چیز کو واپس فرما دے کیونکہ وہ بے شک تیری عطا اور تیرے فضل سے مجھے ملی تھی۔

جب نیا پھل پاس آئے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا۔[4]

اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت دے ہمارے شہر میں برکت دے اور ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مد میں برکت دے۔

---

[1] و [2] حصن من ابن ماجہ وغیرہ ۱۲ [3] حصن حصین ۱۲ [4] صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضرات صحابہ کرامؓ موسم کا پہلا پھل آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے تھے تو آپ دعا پڑھتے تھے اس کے بعد اپنے سب سے چھوٹے بچہ کو عنایت فرما دیتے تھے، صاع اور مد اس زمانہ کے پیمانے تھے جن سے ناپ کر دیتے اور لین دین کرتے تھے۔

اس کے بعد اس پھل کو اپنے سب سے چھوٹے بچے کو دیدے (مسلم) یا اس وقت اس مجلس میں جو سب سے چھوٹا بچہ ہو اس کو دیدے۔ (حصن)

جب قربانی کا ارادہ کرے تو جانور کو قبلہ رُخ لٹا کر یہ پڑھے

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ ط

میں نے اس ذات کی طرف اپنا رُخ موڑا جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اس حال میں کہ میں ابراہیم حنیف کے دین پر ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری عبادت اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں اے اللہ یہ قربانی تیری توفیق سے ہے اور تیرے ہی لئے ہے۔

عَنْ کے بعد اس کا نام لے جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہو اور اگر اپنی ہی طرف سے ذبح کر رہا ہو تو اپنا نام لیوے۔ اس کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کر دے۔[1]

جب کسی کو مُصیبت یا پریشانی یا بُرے حال میں دیکھے تو یہ دُعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ط

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس حال سے بچایا جس میں تجھے مبتلا فرمایا اور اس نے اپنی بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت دی۔

اس کی فضیلت یہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے سے وہ مصیبت یا پریشانی پڑھنے والے کو نہ پہنچے گی جس میں وہ مبتلا تھا جسے دیکھ کر یہ دُعا پڑھی گئی (مشکوٰۃ شریف)

فائدہ:۔ اگر وہ شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو اس دُعا کو آہستہ پڑھے تاکہ اسے رنج نہ ہو اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہو تو زور سے پڑھے تاکہ اُسے عبرت ہو۔

بارش کے لئے تین بار یہ دُعا مانگے

۱ اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا۔ اے اللہ! ہماری فریاد رسی فرما۔

۲ یا یہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلٰی اَرْضِنَا زِیْنَتَھَا وَسَکَنَھَا۔ اے اللہ ہماری زمین پر زینت (یعنی پھول بوٹے) اور اس کا چین نازل فرما۔

فائدہ:- اللہ کا بارگاہ میں توبہ واستغفار کرنے کو بارش ہونے میں بڑا دخل ہے اور بستی سے باہر جاکر صلوٰۃ الاستسقا بھی پڑھنی چاہئے۔

جب بادل آتا ہوا نظر پڑے تو یہ پڑھے

۳ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ اَللّٰھُمَّ سَیْبًا نَافِعًا۔ اے اللہ! ہم اس چیز کی برائی سے تیری پناہ چاہتے ہیں جسے کہ یہ بادل بھیجا گیا۔ اے اللہ! نفع دینے والی بارش برسا

اگر بادل برسے بغیر کھل جائے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ پاک نے اس کو کسی مصیبت کا ذریعہ نہیں بنایا (حصن)

جب بارش ہونے لگے تو یہ دُعا پڑھے

۴ اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا۔ اے اللہ! اس کو بہت برسنے والی اور نفع بخش بنا۔

اور جب بارش حد سے زیادہ ہونے لگے تو یہ پڑھے

۵ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْاٰجَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَةِ۔ اے اللہ! ہمارے آس پاس اس کو برسا اور ہم پر نہ برسا اے اللہ ٹیلوں پر اور جنگلوں میں اور پہاڑوں اور نالوں

---

۱ حصن من صحیح مسلم ۱۲ ۲ حصن من ابی عوانہ ۱۲ ۳ حصن حصین من ابی داؤد وغیرہ ۴ بخاری ۱۲

۵ حصن حصین من البخاری ومسلم ۱۲۔

وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ ٥ — میں اور درخت پیدا ہونے کی جگہوں میں برسا۔

جب کڑکنے اور گرجنے کی آواز سُنے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ[1] لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ ٥ — اے اللہ! ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ فرما اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں چین دے۔

جب آندھی آئے تو اس کی طرف منہ کرے اور دوزانو یعنی حالت تشہد کی طرح بیٹھ کر یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ[2] اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ ٥ — اے اللہ میں اس ہوا کی خیر کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا اور جو کچھ یہ لے کر بھیجی گئی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ یہ لے کر بھیجی گئی ہے اس کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

یا یہ پڑھے:-

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا ٥ — اے اللہ اس کو نفع والی ہوا بنا دے اور اس کو نقصان دینے والی مت بنا اے اللہ اس کو رحمت بنا اور اس کو عذاب مت بنا۔

فائدہ:- اگر آندھی کے ساتھ اندھیرا بھی ہو (جسے کالی آندھی کہتے ہیں) تو قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ٥ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٥ (دونوں پوری سورتیں پڑھے (مشکوٰۃ)

ادائے قرض کے لئے یوں دُعا کیا کرے

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ — اے اللہ حرام سے بچاتے ہوئے تو اپنے حلال کے ذریعہ

---

[1] ترمذی ۱۲ [2] اخرجه مسلم فی صحيحه الا ان استقبالها والجثو على الركب اخرجه الطبرانی كما فی الحصن ۱۲ [3] اخرجه الطبرانی كما فی الحصن ۱۲

وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَنْ مَّنْ سِوَاكَ ط — میری کفایت فرما اور اپنے حلال کے ذریعہ تو مجھ اپنے غیر سے بے نیاز فرما دے۔

ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنی مالی مجبوریوں کی شکایت کی تو فرمایا کیا میں تم کو وہ کلمات نہ بتادوں جو مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے، اگر بڑے پہاڑ کے برابر بھی تم پر قرض ہو گا (ان کے ذریعہ دُعا کرنے سے) اللہ جل شانہ ادا فرمادیں گے اس کے بعد وہ کلمات بتائے جو اوپر گذرے (مشکوٰۃ عن الترمذی وغیرہ)

ادائے قرض کی دوسری دُعا

اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ ط

اے اللہ! اے مالک الملک، تو ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہے، اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور تو ذلت دیتا ہے جس کو چاہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے دنیا و آخرت میں مہربانی فرمانے والے تو دنیا و آخرت جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے، تو مجھ پر ایسی رحمت فرما کہ اس کی وجہ سے تیرے علاوہ ہر کسی کی رحمت سے بے نیاز ہو جاؤں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے قرض کے لئے یہ کلمات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتائے اور فرمایا کہ اگر تم پر اُحد پہاڑ کی برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ ادا فرمادے گا۔

(رواہ الطبرانی فی الصغیر ورجالہ ثقات کما فی مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۶)

ادائے قرض کی تیسری دُعا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بڑے بڑے تفکرات نے اور بڑے بڑے قرضوں نے پکڑ لیا ہے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ایسے الفاظ نہ بتادوں جن کے کہنے سے اللہ تمہارے تفکرات دُور اور تمہارے قرض کو ادا فرمادے، اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح شام یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ ؕ

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکرمندی سے اور رنج سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بے بس ہوجانے سے اور سستی کے آنے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں کنجوسی سے اور بزدلی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کی زور آوری سے۔

اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس پر عمل کیا تو اللہ پاک نے میری فکرمندی بھی دُور فرمادی اور قرض بھی ادا فرمادیا (ابوداؤد)

جب اللہ کے لئے کسی سے محبت ہو

تو اس کو بتلادے اور جب محبت ظاہر کردے تو جس سے محبت ظاہر کی ہے یہ دُعا دے۔

اَحَبَّكَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ۔

(مشکوٰۃ عن البیہقی فی شعب الایمان)

تجھ سے وہ ذات پاک محبت کرے جس کے لئے تو نے مجھ سے محبت کی ہے۔

جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو یوں سلام کرے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔

اس کے جواب میں دوسرا مسلمان یوں کہے

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ؕ

اور تم پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔

اگر لفظ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ؕ نہ بڑھایا جائے تو سلام اور جوابِ سلام ادا ہوجاتا ہے مگر جب مناسب الفاظ بڑھادیئے جاتے ہیں تو ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اگر وَبَرَكَاتُهٗ بڑھادیا جائے تو اور بہتر

ہوگا اسی طرح وَمَغْفِرَتُہٗ بڑھانے سے ثواب بڑھ جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

اگر کوئی مسلمان سلام بھیجے تو جواب میں یوں کہے

وَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔[1] اس پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

یا سلام لانے والے کو خطاب کر کے یوں کہے

وَعَلَیْكَ وَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ط[2] تم پر اور اس پر سلامتی ہو۔

فائدہ:- سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرے۔ حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو مسلمان آپس میں ملاقات کر کے مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی)

ابو داؤد شریف کی روایت میں یوں ہے کہ جب دو مسلمان ملاقات کے وقت مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد بیان کریں اور مغفرت کی دعا کریں تو ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ) عورتیں بھی آپس میں مصافحہ کریں انہوں نے یہ سُنت ترک کر رکھی ہے۔

جب چھینک آئے تو یوں کہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط[3] سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔

اس کو سن کر دوسرا مسلمان یوں کہے

یَرْحَمُكَ اللّٰہُ ط[4] اللہ تم پر رحم کرے۔

---

[1] و [2] حصن حصین، [3] و [4] مشکوٰۃ عن البخاری ۱۲

اس کے جواب میں چھینکنے والا یوں کہے

يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ ۝ اللہ تم کو ہدایت پر رکھے اور تمہارا حال سنوار دے۔

فائدہ:- چھینکنے والی اگر وہ عورت ہو تو جواب دینے والا يَرْحَمُكِ اللّٰهُ کاف کے زیر کے ساتھ کہے۔

فائدہ:- اگر چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نہ کہے تو اس کے لئے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا واجب نہیں ہے اور اگر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے تو جواب دینا واجب ہے۔

فائدہ:- چھینکنے والے کو زکام ہو یا اور کوئی تکلیف ہو جس سے چھینکیں آتی ہی چلی جائیں تو تین دفعہ کے بعد جواب دینا ضروری نہیں۔ (مشکوٰۃ)

بدفالی لینا

کسی چیز یا کسی حالت کو دیکھ کر ہرگز بدفالی نہ لیوے۔ اس کو حدیث شریف میں شرک فرمایا گیا ہے اگر خواہ مخواہ بلا اختیار بدفالی کا خیال آجاتے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ [۲]

اے اللہ! بھلائیوں کو آپ ہی وجود دیتے ہیں اور برائیوں کو صرف آپ ہی دور کرتے ہیں، برائی سے بچانے اور نیکی پر لگانے کی طاقت صرف آپ ہی کو ہے۔

جب آگ لگتی دیکھے

تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۝ کے ذریعہ بجھائے یعنی اللہ اکبر ۝ پڑھے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ بجھ جائے گی (حصن) صاحب حصن حصین فرماتے ہیں کہ یہ مجرب ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ عن البخاری ۱۲ [۲] رواہ ابوداؤد مرسلا کما فی المشکوٰۃ ۱۲

جب کسی مریض کی مزاج پرسی کو جائے تو یوں کہے

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ۔ کچھ حرج نہیں انشاء اللہ یہ بیماری تم کو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔

اور سات مرتبہ اس کے شفایاب ہونے کی یوں دُعا کرے۔

اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ۔ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں جو بڑا ہے اور بڑے عرش کا رب ہے کہ تجھے شفا دیوے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات مرتبہ اس کے پڑھنے سے مریض کو ضرور شفا ہو گی ہاں اگر اس کی موت ہی آ گئی ہو تو دوسری بات ہے۔ (مشکوٰۃ)

جب چاند پر نظر پڑے تو یہ پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا ۔[2] میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کے شر سے

نیا چاند دیکھے تو یہ دُعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ۔[3] اے اللہ! اس چاند کو ہمارے اوپر برکت اور ایمان اور سلامتی اور اسلام اور ان اعمال کے توفیق کے ساتھ نکلا ہوا رکھ جو تجھے پسند ہیں، اے چاند میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

جب کسی کو رخصت کرے تو یہ پڑھے

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَ[4] اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرا دین اور تیری امانت داری

---

[1] مشکوٰۃ ۱۲ [2] اخرجہ الترمذی فی آخر کتاب التفسیر ۱۲ [3] حصن حصین عن ابن حبان ۱۲ [4] اخرجہ الترمذی فی الدعوات ۱۲

خَوَاتِيمَ عَمَلِكَ ۔ کی صفت اور تیرے عمل کا انجام۔

اور اگر وہ سفر کو جا رہا ہے تو یہ دُعا بھی اس کو دے

زَوَّدَكَ اللهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ ۔[۱]

خدا پرہیزگاری کو تیرے سفر کا سامان بنائے اور تیرے گناہ بخشے اور جہاں تو جائے وہاں تیرے لئے خیر آسان کرے

پھر جب وہ روانہ ہو جائے تو یہ دعا دے

اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ ۔[۲]

اے اللہ اس کے سفر کا راستہ جلدی طے کرا دے اور اس پر سفر آسان کر دے۔

جو رخصت ہو رہا ہو وہ رخصت کرنے والے کو یوں دُعا دے

اَسْتَوْدِعُكُمُ اللهَ الَّذِيْ لَا تَضِيْعُ وَدَائِعُهٗ ۔[۳]

تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی حفاظت میں دی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں۔

جب سفر کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَسِيْرُ ۔[۴]

اے اللہ! میں تیری ہی مدد سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے چلتا ہوں۔

جب سوار ہونے لگے

اور رکاب یا پائیدان پر قدم رکھے تو بِسْمِ اللّٰهِ ۔ کہے اور جب جانور کی پشت یا سیٹ

---

۱ اخرجہ الترمذی فی الدعوات ۱۲ ۲ اخرجہ الترمذی فی الدعوات ۳ حصن حصین ۱۲ ۴ حصن حصین ۱۲

پر بیٹھ جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے پھر یہ آیت پڑھے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝[عه]

اللہ پاک ہے جس نے اس کو ہمارے قبضہ میں دیدیا۔ اور اس کی قدرت کے بغیر ہم اسے قبضہ میں کرنے والے نہ تھے اور بلاشبہ ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے۔

اس کے بعد تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تین بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہے پھر یہ دُعا پڑھے۔

سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے خدا تو پاک ہے۔ بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخشدے کیونکہ صرف تو ہی گناہ بخشتا ہے۔

اس کو پڑھ کر مُسکرانا بھی مستحب ہے[عه]۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ[۱] مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

اے اللہ ہم تجھ سے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان اعمال کا سوال کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہوں۔ اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان فرمادے اور اس کا راستہ جلدی جلدی طے کرادے، اے اللہ! تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور ہمارے پیچھے گھر بار کا کارساز ہے اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت اور گھر بار میں بُری واپسی سے اور بُری حالت کے دیکھنے سے اور بنے کے بعد بگڑنے سے اور مظلوم کی بد دُعا سے۔

فائدہ: سفر کو روانہ ہونے سے قبل اپنے گھر میں دو رکعت نماز نفل پڑھنا بھی مستحب ہے۔

(کتاب الاذکار للنووی)

فائدہ: جب بلندی پر چڑھے تو اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہے اور جب بلندی سے نیچے اترے تو

عه یہ سورۂ زخرف پ۲۵ کے پہلے رکوع کی ایک آیت ہے۔ عه کما مروی هذا لك عن علیؓ اخرجه الترمذی فی الدعوات ۱۲

[۱] من صحیح مسلم بجمع الروایتین ۱۲

سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے اور جب کسی وادی میں گذرے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔
اگر سواری کا پیر پھسل جائے (یا ایکسیڈنٹ ہو جائے تو بِسْمِ اللّٰہِ[1] کہے۔ (حصن)

بحری جہاز یا کشتی میں سوار ہو تو یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ٥ [3]

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بیشک میرا پروردگار ضرور بخشنے والا مہربان ہے اور کافروں نے خدا کو نہ پہچانا جیسا کہ اسے پہچاننا چاہئے حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی[2] میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوتے ہوں گے وہ پاک ہے اور اس عقیدے سے برتر ہے جو مشرک عقیدے رکھتے ہیں۔

جب کسی منزل یا ریلوے اسٹیشن یا موٹر اسٹینڈ پر اترے تو پڑھے

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ٥

اللہ کے پورے کلمات کے واسطے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی مخلوق کے شر سے۔

اس کے پڑھ لینے سے کوئی چیز کوچ کرنے تک ضرر نہ پہنچائے گی (مسلم)

فائدہ: جب کسی منزل پر ٹھہر کر روانہ ہونے لگے تو دو رکعت پڑھ کر روانہ ہونا چاہئے۔ (دارمی)

جب وہ بستی نظر آئے جس میں جانا ہے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ

اے اللہ جو ساتوں آسمانوں اور ان سب چیزوں کا

---

[1] حصن حصین

[2] مٹھی اور داہنے ہاتھ کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں ۱۲

[3] اس کے پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ غرق ہونے سے حفاظت رہے گی۔ [4] حصن حصین

وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ
وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ
الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَنَعُوْذُبِكَ
مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا ؕ

رب ہے جو آسمانوں کے نیچے ہیں اور جو ساتوں زمینوں کا اور ان سب چیزوں کا رب ہے جو ان کے اوپر ہیں اور جو شیطانوں کا اور ان سب کا رب ہے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے اور جو ہواؤں کا اور ان چیزوں کا رب ہے جنہیں ہواؤں نے اڑایا ہے سو ہم تجھ سے اس آبادی کی اور اس کے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور اس کے شر سے اور اس کی آبادی کے شر سے اور ان چیزوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو اس کے اندر ہیں۔

جب کسی شہر یا بستی میں داخل ہونے لگے تو تین بار یہ پڑھے

[1] اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا ۔

اے اللہ تو ہمیں اس میں برکت دے۔

پھر یہ پڑھے :-

[2] اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى
اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا ؕ

اے اللہ تو ہمیں اس کے میوے نصیب فرما اور یہاں کے باشندوں کے دلوں میں ہماری محبت اور یہاں کے نیک لوگوں کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما۔

جب سفر میں رات ہو جائے تو یہ پڑھے

[3] يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ
فِيْكِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ
وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِي الْبَلَدِ

اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے اور اس چیز کے شر سے جو تیرے اندر ہے اور ان چیزوں کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی گئی ہیں۔ اور تجھ پر چلتی ہیں اور اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیر سے اور اژدہے سے اور سانپ سے اور بچھو سے اور اس شہر

---

۱ و ۲ حصن حصین ۱۲ ۳ اخرجہ ابوداؤد فی کتاب الجہاد ۱۲

وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ط کے رہنے والوں سے اور ہر باپ اور ہر اولاد سے۔

سفر میں جب سحر کا وقت ہو تو یہ پڑھے

سَمَّعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَ نِعْمَتِهٖ وَ حُسْنِ بَلَآئِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَآئِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ ط

سننے والے نے (ہم سے) اللہ کی تعریف بیان کرنا اور اس کی نعمت کا اور ہم کو اچھے حال میں رکھنے کا اقرار جو ہم نے کیا وہ بھی سنا اے ہمارے رب تو ہمارے ساتھ رہ، اور ہم پر فضل فرما۔ یہ دُعا کرتے ہوئے دوزخ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بعض روایات میں ہے کہ اس کو بلند آواز سے تین بار پڑھے۔ (حصن حصین عن ابی عوانہ و مستدرک الحاکم)

فائدہ:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو سوار اپنے سفر میں دنیاوی باتوں سے دل ہٹا کر اللہ کی طرف دھیان رکھے اور اس کی یاد میں لگا رہے تو اس کے ساتھ فرشتہ رہتا ہے اور جو شخص واہیات شعروں میں یا کسی اور بیہودہ شغل میں لگا رہتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان رہتا ہے۔ (حصن)

اگر سفر میں دشمن کا خوف ہو تو سورہ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ پڑھے بعض بزرگوں نے اس کو مجرب بتایا ہے (حصن)

سفر سے واپس ہونے کے آداب

جب سفر سے واپس ہونے لگے تو سواری پر بیٹھ کر سواری کی دُعا پڑھنے کے بعد وہ دُعا پڑھے جو سفر کو روانہ ہوتے وقت پڑھی تھی یعنی اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی (آخر تک) اور جب روانہ ہو جائے تو سفر کی دیگر دُعاؤں اور مسنون آداب کا خیال رکھتے ہوئے ہر بلندی پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ تین بار کہے اور یہ پڑھے۔

ؔ اخرجہ مسلم

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ (مشکوٰۃ شریف)

کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں (اللہ) کی بندگی کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اپنے بندے کی مدد کی اور مخالف لشکر کو شکست دی۔

سفر سے واپس ہو کر اپنے شہر یا بستی میں داخل ہوتے ہوئے یہ پڑھے

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۝

ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں (اللہ) کی بندگی کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنیوالے ہیں۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کے لئے روانہ ہونے کو پسند فرماتے تھے (بخاری)

اور جب سفر سے واپس ہوتے تھے تو چاشت کے وقت شہر میں پہنچتے تھے۔ اوّلاً مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھتے تھے پھر (کچھ دیر) مسجد میں تشریف رکھتے تھے اس کے بعد گھروں میں ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

سفر سے واپس ہو کر جب گھر میں داخل ہو تو یہ پڑھے

اَوْبًا اَوْبًا لِرَبِّنَا تَوْبًا لَا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْبًا۔ (حصن)

میں واپس آیا ہوں میں واپس آیا ہوں اپنے رب کے سامنے ایسی توبہ کرتا ہوں جو ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ سفر میں ان پانچ سورتوں کو پڑھیں (۱) قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ (۲) اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ ۝ (۳) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (۴) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ (۵) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ ہر سورت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، سے شروع کی جائے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، کے ختم پر بھی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی جائے اس طرح بِسْمِ اللّٰہِ چھ مرتبہ پڑھی جائے گی حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب کبھی میں سفر میں نکلتا تھا تو باوجود مالدار ہونے کے بھی زادِ راہ ساتھیوں سے کم رہ جاتا تھا اور میرا حال برا ہو جاتا تھا لیکن جب میں نے یہ سورتیں پڑھنا شروع کیں اس وقت سے میں واپس ہونے تک اپنے تمام رفقائے سفر سے اچھی حالت میں رہتا ہوں اور زادِ راہ بھی ان سب سے زیادہ میرے پاس ہوتا ہے۔ (حصن حصین)

جب کوئی پریشانی ہو تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ[1] رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ وَّ اَصْلِحْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید کرتا ہوں تو مجھے پل بھر بھی میرے سپرد نہ کر اور میرا سارا حال درست فرما دے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

یا یہ پڑھے:

حَسْبُنَا[2] اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔

اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔

یا یہ پڑھے:

اَللّٰهُ[3] اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا۔

اللہ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں بناتا۔

فائدہ: اس کو تین بار پڑھے (حصن)

یا یہ پڑھے:

یَا[4] حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔

اے زندہ اور اے قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کے واسطے سے فریاد کرتا ہوں۔

یا یہ پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ

اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک

---

[1] مشکوٰۃ عن ابی داؤد [2] سورہ آل عمران پ۴ ۱۲ [3] حصن حصین ۱۲ [4] حصن حصین عن المستدرک ۱۲

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ میں (گناہ کرکے اپنی جان پر) ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

پہلے گذر چکا ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو پکارا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی تھی۔

بے چینی کے وقت پڑھنے کی ایک اور دعا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ۝

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظمت والا ہے بردبار ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے اور عرش کا رب ہے، کریم ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۹۹ مرضوں کی دوا ہے جن میں سب سے کم مرتبہ رنج کا ہے[2] (یعنی یہ کلمہ بڑے بڑے دکھ درد کے لئے نافع اور مفید ہے اور رنج وغم کی تو اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں) استغفار کے فوائد میں بھی اس طرح کا مضمون گذر چکا ہے۔

جب بُرے وسوسے آئیں یا غصہ آئے یا گدھے یا کتے کی آواز سنے تو یہ پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارے پاس آئے گا اور سوال کرتے ہوئے کہے گا کہ اس کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ (سوال اٹھاتے اٹھاتے) یوں کہے گا کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا۔ پس جب ایسا موقعہ ہو تو اللہ کی پناہ مانگے (شیطان مردود سے) اور وہیں رُک جائے (یعنی وسوسہ کو آگے نہ بڑھائے) (بخاری ومسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگ یہ سوال اٹھائیں کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا تو یہ کہو اَللّٰہُ

---

[1] اخرجہ البخاری فی الدعوات ۱۲ [2] عزاہ فی المشکوٰۃ الی البیہقی فی الدعوات الکبیر ۱۲

اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے، اس نے (کسی کو) نہیں جنا اور نہ وہ (کسی سے) جنا گیا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے (جو ان صفات کا مالک ہو وہ سب کا خالق ہے اس کو کس نے پیدا کیا یہ سوال ہی لغو ہے اور جہالت ہے) یہ الفاظ پڑھ کر تین بار بائیں طرف کو تھتکار دے اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے (ابوداؤد) اور ایک شخص کو بہت غصہ آگیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دیکھ کر فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جسے یہ شخص کہہ لے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے وہ کلمہ یہ ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (ابوداؤد کتاب الادب من سلیمان بن صرد واخرجہ عنہ الشیخان ایضاً کما فی المشکوٰۃ) جب گدھے کی آواز سنے تو اس وقت بھی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے کیونکہ وہ شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تم کتوں اور گدھوں کی رات کو آواز سنو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جو تم کو نظر نہیں آتی ہیں۔

ہر قسم کی مالی ترقی کے لئے یہ درود شریف پڑھے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ۝

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور تمام مومنین و مومنات پر اور مسلمین و مسلمات پر (بھی) رحمت نازل فرما۔

جب کوئی مصیبت پہنچے (اگرچہ کانٹا ہی لگ جائے) تو یہ پڑھے

اِنَّا[1] لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا۔

بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اس سے اچھا بدل عنایت فرما۔

---

[1] صحیح مسلم ۱۲

جب بدن میں کسی جگہ زخم ہو یا پھوڑا پھنسی ہو

تو شہادت کی اُنگلی کو منہ کے لعاب میں بھر کر زمین پر رکھ دے اور پھر اٹھا کر تکلیف کی جگہ پر پھیرتے ہوئے یہ پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ [1]

میں اللہ کا نام لے کر شفا چاہتا ہوں یہ ہماری زمین کی مٹی ہے جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں مل ہوتی ہے تاکہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا ہو۔

اگر کوئی چوپایہ (بیل بھینس وغیرہ) مریض ہو تو یہ پڑھے

لَا بَأْسَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا يَكْشِفُ الضُّرَّ اِلَّا اَنْتَ۔

کچھ ڈر نہیں اے لوگوں کے رب تکلیف دور فرما (اور) شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔

اس کو پڑھ کر چار مرتبہ چوپایہ کے داہنے نتھنے میں اور تین مرتبہ اس کے بائیں نتھنے میں دم کرے (حصن حصین عن ابن ابی شیبہ موقوفاً علی ابن مسعودؓ)

جس کی آنکھ میں کوئی درد یا تکلیف ہو تو یہ پڑھ کر دم کرے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا۔

میں اللہ کا نام لے کر تا ہوں اے اللہ اس کی گرمی اور اس کی ٹھنڈک اور مرض کو دور فرما۔

اس کے بعد یوں کہے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو)

بعض عالموں نے فرمایا ہے کہ جس کو نظر بد لگ جائے اس کے لئے اس کو پڑھے۔

---

[1] حصن عن المسلم ۱۲

آنکھ دُکھنے آجائے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّیْ وَاَرِنِیْ فِی الْعَدُوِّ ثَارِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ۔[1]

اے اللہ! میری بینائی سے مجھے نفع پہنچا اور میرے مرتے دم تک اسے باقی رکھ اور دشمن میں میرا انتقام مجھے دکھلا اور جس نے مجھ پر ظلم کیا اس کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔

جس کسی کا پیشاب بند ہو جائے یا پتھری کا مرض ہو، یا اور کوئی تکلیف ہو تو یہ پڑھ کر دم کرے

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی الْاَرْضِ وَاغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ فَاَنْزِلْ شِفَآءً مِّنْ شِفَآءِكَ وَرَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِكَ عَلٰی هٰذَا الْوَجَعِ۔[2]

ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں (معبود) ہے تیرا حکم آسمان اور زمین میں جاری ہے، جیسا کہ تیری رحمت آسمان میں ہے سو تو زمین میں بھی اپنی رحمت بھیج اور ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں بخش دے تو پاکیزہ لوگوں کا رب ہے سو تو اپنی شفاؤں میں سے ایک شفا اور اپنی رحمتوں سے ایک رحمت اس درد پر اتار دے۔

فائدہ:۔ کسی کو زہریلا جانور ڈس لے دے تو سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کریں۔

(حصن عن الترمذی)

فائدہ:۔ جس کی عقل میں فتور ہو تین روز تک صبح شام سورۃ فاتحہ پڑھ کر اور منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر تھتکار دے۔ (حصن عن ابی داؤد والنسائی)

---

[1] حصن عن المستدرک ۱۲ [2] مشکوٰۃ المصابیح ص۱۳۵ والحصن الحصین عن النسائی وابی داؤد و مستدرک الحاکم ۱۲

جسے بخار چڑھ آوے یا کسی طرح کا کہیں درد ہو تو یہ دُعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ ۞[1]

اللہ کا نام لے کر شفا چاہتا ہوں جو بڑا ہے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو عظیم ہے جوش مارتی ہوئی رگ کے شر سے اور آگ کی گرمی کے شر سے۔

فائدہ:۔ بخار کو بُرا کہنا منع ہے، حضرت اُمّ سائب صحابیہؓ نے جب بخار کو بُرا کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار کو بُرا مت کہو کیونکہ وہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے سے زنگ کو دور کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

بچھو کا زہر اُتارنے کے لئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ نماز ایک مرتبہ بچھو نے ڈس لیا، آپ نے اس کو جوتے سے مار دیا اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ بچھو پر اللہ کی لعنت ہو نہ نماز پڑھنے والے کو چھوڑتا ہے نہ کسی دوسرے کو یا فرمایا نبی کو چھوڑتا ہے نہ کسی دوسرے کو اس کے بعد پانی اور نمک منگایا اور نمک کو پانی میں گھول کر اس جگہ پر ڈالتے رہے اور مسح کرتے رہے جس جگہ بچھو نے ڈسا تھا اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے رہے۔

(مشکوٰۃ عن البیہقی فی شعب الایمان) حصن حصین میں بھی اس قصہ کا ذکر ہے اس میں سورہ قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھنا بھی مذکور ہے۔

جلے ہوئے پر یہ پڑھ کر دم کرے

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ ۔[2]

اے سب انسانوں کے رب تکلیف کو دور فرما تو شفا دے (کیونکہ) تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح و حصن حصین ۱۲ [2] حصن حصین عن النسائی و احمد ۱۲

دم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہونٹوں کو ملا کر ذرا قریب کر کے اس طرح پھونک مارے کہ تھوک کے کچھ ذرات نکل جائیں جہاں دم کرنے کا ذکر ہے یہی مطلب سمجھئے۔

اگر بدن میں کسی جگہ درد ہو یا کوئی اور تکلیف ہو تو تکلیف کی جگہ داہنا ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ کہے پھر سات بار یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ ۔ [1]

اللہ کی ذات اور اس کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کی تکلیف پا رہا ہوں اور جس سے ڈر رہا ہوں۔

ہر مرض کو دور کرنے کے لئے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ہم میں سے جب کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کی جگہ پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ پڑھتے تھے۔

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سُقْمًا ۔ [2]

اے لوگوں کے رب تکلیف دور فرما اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے ایسی شفا دے جو ذرا مرض نہ چھوڑے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب علیل ہوتے تھے تو معوذات پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم فرماتے اور پھر (آگے پیچھے) سارے بدن پر ہاتھ پھیرتے تھے اور جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی ہے اس میں مُعَوِّذَات پڑھ کر میں آپ کے ہاتھ پر دم کرتی تھی پھر آپ کے اس ہاتھ کو آپ کے تمام بدن پر پھیرتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپ اس پر معوذات[3] پڑھ کر دم فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

---

[1] مشکوٰۃ عن صحیح مسلم ۱۲ [2] مشکوٰۃ عن البخاری و مسلم ۱۲ [3] قل یایھا الکفرون، قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس ان چاروں کو معوذات کہتے ہیں۔ ۱۲

بچہ کو مرض یا اور کسی شر سے بچانے کے لئے

اُعِیْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ ؕ

میں اللہ کے پورے کلموں کے واسطے سے ہر شیطان اور زہریلے جانور اور ضرر پہنچانے والی ہر آنکھ کی شر سے تجھ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان مرض کی حالت میں (اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں) چالیس مرتبہ پکارے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ؕ اور پھر اسی مرض میں مر جائے تو اسے شہید کا ثواب دیا جاتا ہے اور اگر اچھا ہو گیا تو اس حال میں اچھا ہوگا کہ اس کے سب گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ (حصن حصین عن المستدرک)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے مرض میں یہ پڑھا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہوں سے بچانے اور نیکیوں پر لگانے کی طاقت اللہ ہی کو ہے۔

اور پھر اسی مرض میں اس کی موت آگئی تو دوزخ کی آگ اُسے نہ جلائے گی۔

(حصن حصین عن الترمذی وغیرہ)

---

[1] رواہ البخاریؒ انہ علیہ السلام کان یعوذ بہا الحسن والحسین ۱۲

اگر زندگی سے عاجز آجائے

اور تکلیف کی وجہ سے جینا بُرا معلوم ہو تو موت کی تمنا اور دُعا ہرگز نہ کرے اگر دُعا مانگنا ہی ہو تو یوں مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ[1]	اے اللہ! تو مجھے زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے
وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ۔	لئے بہتر ہو اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے اُٹھا لیجیو۔

جب موت قریب معلوم ہونے لگے تو یوں دُعا کرے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ[2]	اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے اوپر
بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔	والے ساتھیوں میں پہنچا دے۔

اپنی جان کنی کے وقت یہ دُعا کرے

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ[3]	اے اللہ موت کی سختیوں کے (اس موقع) میں میری
وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ ۝	مدد فرما۔

فائدہ:۔ موت کے وقت مرنے والے کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جاوے اور جو کوئی مسلمان وہاں موجود ہو وہ مرنے والے کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرے، یعنی اس کے سامنے بلند آواز کلمہ پڑھے تاکہ وہ سُن کر کلمہ پڑھ لیوے۔ (خود اس سے نہ کہیں کہ کلمہ پڑھ، فقہاء نے ایسا ہی لکھا ہے)

حدیث شریف میں ہے کہ جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ داخل جنت ہوگا (حصن حصین)، یعنی گناہوں کی وجہ سے سزا پانے سے انشاء اللہ تعالیٰ بچ جائے گا اور داخلہ جنت میں رکاوٹ نہ رہے گی۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح عن البخاری ومسلم ۱۲ [2] حصن حصین عن البخاری ومسلم ۱۲

[3] حصن عن الترمذی ۱۲

جانکنی کے وقت حاضرین میں سے کوئی شخص سورۂ یٰسین شریف پڑھے۔ (اس سے جانکنی میں آسانی ہو جاتی ہے۔

روح پرواز ہو جانے پر میت کی آنکھیں بند کر کے یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانٍ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ ط	اے اللہ اس کو بخشدے اور ہدایت یافتہ بندوں میں شامل فرما اور اس کے پسماندگان میں تو ان کا خلیفہ ہو جا اور اے رب العالمین ہمیں اور اسے بخشدے اور اس کی قبر کو کشادہ اور منور فرما دے۔

یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے بعد ان کی آنکھیں بند فرما کر پڑھی تھی اور فُلَانٍ کی جگہ اُن کا نام لیا[۲] تھا۔ جب کوئی شخص کسی دوسرے مسلمان کے لئے یہ دُعا پڑھے تو فُلَانٍ کی جگہ اس کا نام لیوے اور نام سے پہلے زیر والا لام لگا دیوے۔

میت کے گھرانے کا ہر آدمی اپنے لئے یوں دُعا کرے

[۳] اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَهٗ وَاَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً ط	اے اللہ مجھے اور اسے بخشدے اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما۔

فائدہ: کسی کا بچہ فوت ہو جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ[۵] پڑھے۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بَيْتُ الْحَمْدِ رکھ دو۔ (حصن عن الترمذی)

---

[۱] حصن حصین عن المسلم وابی داؤد وغیرہ ۱۲ [۲] مشکوٰۃ المصابیح ص۱۴۲ عن المسلم ۱۲ [۳] حصن عن المسلم وغیرہ ۱۲

[۵] یہ دُعا ہر مصیبت کے وقت پڑھنے کے لئے ہے، ترجمہ یہ ہے، بلاشبہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۱۲

میت کو تخت پر رکھتے ہوئے یا جنازہ اٹھاتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہِ کہے[۱]

میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ پڑھے

[۲] بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ؕ — میں اس کو اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملت پر (قبر میں) رکھتا ہوں۔

فائدہ :- دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات (تا اَلْمُفْلِحُوْنَ) پڑھی جائیں اور پیروں کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیات (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے) ختم سورت تک پڑھی جائیں (مشکوٰۃ شریف موقوفاً علی ابن عمرؓ) اور تھوڑی دیر قبر کے پاس ٹھہر کر میت کے پاس استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دُعا کریں کہ اسے اللہ تعالیٰ (فرشتوں کے سوال وجواب میں) ثابت قدم رکھے۔

جب قبرستان میں جائے تو یہ پڑھے

[۳] اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ؕ — اے قبر والو! تم پر سلام ہو، ہمیں اور تمہیں اللہ بخشے تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم بعد میں آنے والے ہیں۔

یا یہ پڑھے :-

[۴] اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ ؕ — اے یہاں کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلام ہو اور ہم (بھی) انشاء اللہ تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

---

[۱] حصن عن ابن ابی شیبۃ واشار الی وقفہ ۱۲ [۲] حصن عن مستدرک الحاکم ۱۲ [۳] مشکوٰۃ عن الترمذی وغیرہ ۱۲ [۴] مشکوٰۃ عن المسلم ۱۲

جب کسی کی تعزیت کرے تو سلام کے بعد اسے یوں سمجھاوے

إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ۔[۱]

بے شک جو اللہ نے لیا وہ اسی کا ہے اور جو اس نے دیا وہ اسی کا ہے اور ہر ایک کا اس کے پاس وقت مقرر ہے (جو بے صبری سے یا کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا) لہٰذا صبر کرنا چاہیئے اور ثواب کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

(وھذا اٰخر الادعیۃ من ھٰذا الباب)

---

[۱] ان الفاظ کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے ایک بچہ کے بارے میں تسلی دی کما فی المشکوٰۃ ص۱۵۰ عن البخاری و مسلم ۱۲

تحفۃ المسلمین کامل

جلدِ دوم

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا

كِتَابُ النِّكَاحِ وَالطَّلَاقِ

وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا

(نکاح اور طلاق کا بیان اور

اُن سے متعلقہ احکام و مسائل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نکاح اور اس کے مُتعلّقات کا بیان

لڑکا ہو یا لڑکی بالغ ہوتے ہی اس کی شادی کردی جائے.

حضرت ابو سعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے کوئی اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے پھر جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے، اگر اولاد بالغ ہوئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے کوئی گناہ کر لیا تو باپ ہی پر اس کا گناہ ہوگا[1]۔

حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توراۃ شریف میں یہ مضمون لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی بیٹی بارہ سال کو پہنچ گئی اور اس نے (موقعہ مناسب ہوتے ہوئے) اس کا نکاح نہ کیا پھر اس نے کوئی گناہ کر لیا تو اس کا گناہ اسی شخص پر یعنی اس کے باپ پر ہوگا[2]

ان دونوں حدیثوں میں بہت اہم نصیحتیں فرمائیں

اچھا نام رکھنے کا حکم

اولاً تو یہ فرمایا کہ جب کسی کے اولاد ہو تو اس کا نام اچھا رکھے، بچوں کا اچھا نام رکھنا بھی ماں باپ کی اہم ذمہ داری ہے اور بچوں کا یہ حق ہے کہ ان کا اچھا نام رکھا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے روز تم اپنے ناموں اور باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔ (ابو داؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب فرشتے مومن کی روح لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان

[2] رواہ البیہقی فی شعب الایمان

تو فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتے ہیں ہر جماعت یہ پوچھتی ہے کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے اس روح کو لے جانے والے فرشتے اس کا وہ اچھے سے اچھا نام لے کر جواب دیتے ہیں، جس کے ذریعہ دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے۔ اور جب کافر کی روح کو اوپر لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتے ہیں ہر جماعت پوچھتی ہے کہ یہ کون خبیث روح ہے تو روح کو لے جانے والے فرشتے اس کا وہ برے سے برا نام لیکر جس کے ذریعہ دنیا میں پکارا جاتا تھا جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔[1]

برا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الِاسْمَ الْقَبِیْحَ (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برے نام کو بدل دیا کرتے تھے)۔[2]

ماں باپ پر لازم ہے کہ بچوں کے نام اچھے رکھیں اور اچھے نام وہ ہیں جس سے اللہ کا بندہ ہونا معلوم ہوتا ہو، اسلام اور ایمان کی صفات ظاہر ہوتی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں کے ناموں پر نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے اور سب سے برا نام حَرْب اور مُرَّة ہے۔[3]

حرب لڑائی اور مُرّہ کڑوے کو کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ناموں کو بدترین نام فرمایا۔ انسان اُنس اور ہمدردی کے لیے پیدا ہوا ہے۔ دین اسلام سراسر صلح اور سلامتی سکھاتا ہے۔ پھر کسی کا نام حَرْب یعنی جنگ رکھنا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے۔ اور مؤمن خوش اخلاق، پاکیزہ صفات، محبت کا پیکر اور الفت کا مجسمہ ہوتا ہے بھلا وہ کڑوا کیوں ہونے لگا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ، عبدالرحمن نام رکھنے کو بہت پسند فرمایا۔ اور انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ زمانہ ہائے گذشتہ میں ماں باپ اسلامی نام رکھتے تھے۔ عبداللہ، عبدالرحمن، عبدالرحیم، عبدالکریم وغیرہ جن سے بندگی ٹپکتی تھی اور مالک و خالق سے خالص تعلق کا اظہار ہوتا تھا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ناموں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح [2] رواہ الترمذی [3] رواہ ابوداؤد۔

پر بھی نام رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان جلیل القدر ہستیوں کے ناموں سے اور ناموں کے ذریعہ ان کے کاموں سے ذہن مانوس رہتا تھا۔ کچھ لوگ آج بھی ایسے ہیں جو بچوں کے نام رکھنے میں احادیث شریفہ کے بتائے ہوئے اصولوں کی پابندی کرتے ہیں لیکن اکثر لوگوں میں نئے نئے نام رواج پا گئے ہیں۔ اب تو پروین اور پرویز، غزالہ اور شاہین نے بہت رواج پالیا ہے۔ حالانکہ پرویز فارس کے اس بادشاہ کا نام تھا جس نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوبِ گرامی چاک کر دیا تھا جو آپ نے تبلیغ کے لیے لکھا تھا۔ ایسے دشمن کے نام پر نام رکھنا بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔ شاہین باز کو کہتے ہیں، غزالہ ہرن کو کہتے ہیں۔ کیا نام نکالے ہیں؟ اچھے نام چھوڑ کر جانوروں کے نام اختیار کر لئے۔ اس سلسلہ میں ہم نے ایک رسالہ لکھا ہے جو اسلامی نام کے عنوان سے چھپا ہوا ہے، اس کا مطالعہ کیا جائے۔[1]

بعض عورتیں ٹوٹکہ، ٹونہ کرتی ہیں اور بچوں کے نام اسی عنوان سے رکھ دیتی ہیں۔ مثلاً کسی بچے کے کان میں ٹوٹکے کے لیے بُندہ ڈالا تو وہ بُندہ ہو گیا اور اسی طرح بہت سی حرکتیں کر کے نام رکھتی ہیں۔ یہ سب شرک ہے، بہت سے خراب نام .... احقر نے خود سُنے ہیں اور ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جن کے بُرے نام تھے۔ ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جس کا نام کوڑا تھا بعض لوگوں نے بتایا کہ بعض عورتیں یہ سمجھ کر ایسا نام رکھتی ہیں کہ اس سے بچہ زندہ رہے گا۔ یہ بھی شرک ہے۔ اور اب ایک مصیبت اور چلی ہے وہ یہ کہ بچوں کے انگریزی نام رکھے جاتے ہیں۔ اور بچوں کو سکھایا جاتا ہے کہ باپ کو ابّا کے بجائے ڈیڈی کہا جائے۔ اور نام رکھنے کا ایک اصول یہ بنا رکھا ہے کہ جو نالائق، بے شرم، بے حیا، بے دین مرد اور عورت سینما کی فلموں میں کام کرتے ہیں ان کے ناموں پر بچوں کے نام رکھے جاتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ والے بزرگوں کی یادگار باقی رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بے حیا، بے شرم لوگوں کے ناموں کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بچوں کو دینی زندگی پر ڈالنے کا حکم

دوسری نصیحت اولاد کو ادب سکھانے کے بارے میں فرمائی۔ پسندیدہ اعمال اور بلند

[1] ادارۃ المعارف کراچی ۱۴ سے طلب فرمائیں۔

اخلاق یہ سب ادب کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ فرائض کا اہتمام کرنا اور ممنوعات سے بچنا، آدابِ عبودیت میں سے ہے اور انسانوں کے ساتھ اس طریقہ سے پیش آنا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو یہ آدابِ معاشرت میں سے ہے۔ آج کل لوگ اپنی اولاد کو نہ اللہ کی راہ پر لگاتے ہیں نہ آدابِ عبودیت سکھاتے ہیں اور نہ اسلامی معاشرت کے آداب۔ البتہ یورپ اور امریکہ کی بے حیا قوموں کے طرزِ زندگی کو اپناتے ہیں اور بچوں کو انہیں کے طور طریق سکھاتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا بچہ کلمۂ طیبہ اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ نہیں سُنا سکتا لیکن پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کے آداب سے واقف ہوتا ہے۔ آہ!! ماں باپ اپنی اولاد کا کیسے کیسے خون کر رہے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بھی مدعی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ طور طریق، سج، دھج، رنگ ڈھنگ، رفتار گفتار اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں بے شرم انگریزوں کے مقتدی اور متبع بنے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ دے۔

نکاحوں میں تاخیر کرنے کے اسباب

تیسری نصیحت حدیثِ بالا میں یہ فرمائی کہ جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دیا جائے آج کل اس نصیحت سے بہت غفلت ہو رہی ہے۔ انگریزی پڑھنے اور امتحان دینے کی جو مصیبت سوار ہو گئی ہے اُس نے اس نصیحت کو پسِ پشت ڈلوا دیا ہے۔ تیس پینتیس سال کی لڑکیاں ہو جاتی ہیں ان کی شادیاں نہیں ہوتیں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ لڑکیاں بھی ڈگریوں کی دوڑ دھوپ میں لڑکوں کے ساتھ شریک ہیں۔ شادی کریں تو کالج اور یونیورسٹی کیسے جائیں۔ شادی شدہ ہو کر تو گھر لے بیٹھنا پڑتا ہے۔ دوسرے جب ڈگریاں حاصل کر لیتی ہیں تو اپنی برابر کا جوڑ (جسے اسی طرح کی ڈگریاں حاصل ہوں) نہیں ملتا۔ اگر ملتا ہے تو وہ یورپ اور امریکہ کی لیڈی پر نظر ڈالتا ہے مشرق کی عورت کو پوچھتا ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ڈگریاں لینے سے نفسِ امارہ نہیں مر جاتا۔ شرعی نکاح ہوتا نہیں اور فلمیں دیکھ دیکھ کر خواہشات کو اُبھار ہوتا رہتا ہے پھر ان خواہشات کو پورا کرنے کے لیے حلال نہ ہونے پر حرام ہی کو اختیار کیا جاتا ہے اور غیر شادی شدہ عورتیں مائیں بن جاتی ہیں۔ اور بے باپ کی اولاد سڑکوں پر پڑی ملتی ہے۔ اس گناہ کا وبال کرنے والوں پر تو ہے ہی، ماں باپ

بھی اس گناہ میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ وہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی مؤخر کرتے ہیں۔ ماں باپ شادی کرنا چاہتے ہیں اور لڑکا لڑکی شادی پر راضی نہیں اور گناہ کرتے ہیں تو ماں باپ گناہ سے بچ جاتے ہیں وہی تنہا گناہ کے ذمہ دار ہوں گے۔

عورتوں کو بی۔ اے۔ ایم اے، پی ایچ ڈی اور ڈاکٹر بننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام نے بیوی کا خرچ مرد پر رکھ دیا ہے۔ بالغ ہونے پر شادی کرے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں گھومنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ گھر میں پردہ کے ساتھ قرآن مجید، دینی تعلیم اور حساب و کتاب بقدر ضرورت پڑھ لینا کافی ہے۔

حدیث میں جو یہ فرمایا کہ جس کی لڑکی بارہ سال کو پہنچ گئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے وہ گناہ کر بیٹھی تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا اس میں بارہ سال کی عمر اس لئے ذکر فرمائی کہ لڑکیاں عموماً اس عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں۔ اگر دین دار خوش خلق جوڑا ملنے میں کچھ دیر لگ جائے تو وہ اور بات ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! تین چیزیں ایسی ہیں جن میں دیر نہ لگائی جائے۔ اول نماز جب اس کا وقت ہو جائے۔ دوسرے جنازہ جب وہ حاضر ہو جائے (تو نماز اور کفن دفن میں دیر نہ کی جائے۔) تیسرے اس عورت کا نکاح جس کا شوہر نہ ہو جب تجھے اس کے لئے اس کے میل کا آدمی مل جائے[1]

معلوم ہوا کہ میل کا آدمی دیکھنا بھی شریعت کی بات ہے۔ دینداری اور خوش خلقی تو دیکھنا ہی چاہیئے۔ اگر عمر کی مناسبت دیکھی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ یہ شخص کھلا پلا سکے گا یا نہیں اور مہر بھی ادا کر سکے گا یا نہیں تو یہ بات بھی اصولِ شریعت سے باہر نہیں ہے۔

محبّت کے لئے نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ

---

[1] رواہ الترمذی

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بڑھ کر تم نے کوئی چیز نہیں دیکھی لے

دُنیا میں محبّت کی ادائیں بھی ہیں اور بغض کی فضائیں بھی، ان کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبّت کا جوڑ لگانے والی چیزوں میں نکاح کا جوڑ سب سے زیادہ مضبوط ہے اور محبّت کے بڑھانے اور باقی رکھنے میں نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، کس خاندان کا مرد اور کس خاندان کی عورت، ایک عربی دوسرا عجمی، ایک ایشیائی دوسرا افریقی، جب شرعی نکاح ہوجاتا ہے تو ایک دوسرے پر نثار ہوتے ہیں اور الفت و محبت وہ رنگ لاتی ہے کہ عمر بھر ساتھ نہیں چھوٹتا۔ نکاح کے علاوہ بھی بعض مرد و عورت نفسانیت کے لئے نام نہاد محبّت کر لیتے ہیں مگر یہ محبت نہیں ہوتی بلکہ نفس کی مطلب برآری کے لئے ایک جوڑ ہوتا ہے جس کا نام محبت رکھ دیا جاتا ہے۔ جب مطلب نکل جاتا ہے یا مقصد میں ناکامی ہوجاتی ہے تو پھر یہ کہاں اور وہ کہاں؟ کیسی محبّت اور کیسی الفت؟ سب بھاڑ میں ڈال دی جاتی ہے۔ نکاح کے ذریعہ جو تعلق پیدا ہوتا ہے وقتی نہیں ہوتا بلکہ زندگی بھر نباہنے کی نیت سے ایجاب و قبول ہوتا ہے۔ اسی لئے طلاق کو حدیث شریف میں بغض والی چیز بتایا ہے۔ نکاح کا مقصد خواہش نفس کا تقاضا پورا کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعہ مرد کی حیثیت بڑھ جاتی ہے۔ وہ آل اولاد اور گھر بار والا ہوجاتا ہے۔ لوگ اُسے بھاری بھرکم آدمی سمجھتے ہیں، عورت بھی ایک گھر کی ملکہ بن جاتی ہے۔ عورت مرد دونوں زندگی بھر کے لئے ایک دوسرے کے ہمدرد اور دکھ سکھ کے ساتھی اور آرام و تکلیف کے شریک ہوجاتے ہیں۔ یہ بات بے نکاحی جھوٹی محبّت میں کہاں؟ پھر مزید یہ کہ شوہر و بیوی کئی خاندانوں میں محبّت و الفت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ جن خاندانوں میں کبھی کوئی جوڑ نہ تھا، ایسے خاندان ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں سمدھی دوسرے سمدھی کی زیارت کے لئے جارہا ہے اور عورت کا بھائی اپنی ہمشیرہ کے شوہر کی تیمارداری میں لگا ہوا ہے۔ داماد ساس کو حج کے لئے لے جارہا ہے۔ خسر داماد کو دکان کرنے کے لئے رقم دے رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ محبتیں اور خدمتیں ایک شرعی نکاح

رواہ ابن ماجہ

ہی کی وجہ سے ہوئیں۔

وہ نکاح سب سے زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوئے ہوں [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور بیاہ شادی میں کم سے کم اخراجات کرنا چاہیے نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے وہ نکاح اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا۔ اس کے منافع جانبین کو ہمیشہ پہنچتے رہیں گے اور یہ نکاح دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہوگا۔

ہمارے پیارے رسول سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں بھی کیں اور اپنی لڑکیاں بھی بیاہیں۔ یہ شادیاں نہایت سادگی کے ساتھ انجام پاگئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں ان سے نکاح تو مکہ معظمہ ہی میں ہوگیا۔ پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اور کس شان سے رخصتی ہوئی؟ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پڑوس کے ایک گھر میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں، اُن کی والدہ نے آواز دے کر بلایا اور کچھ عورتوں سے انہوں نے حضرت عائشہ رضہ کا سنگھار کرادیا اور ایک کمرے میں چھوڑ کر چلی گئیں۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے آئے۔ لیجئے رخصتی ہوگئی۔ نہ دُلہن پالکی میں بیٹھی نہ دولہا گھوڑے پر چڑھا، نہ اور کسی طرح کے اخراجات ہوئے۔

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں، حضرت زینب، حضرت اُمّ کلثوم، حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ آپ نے ان چاروں کی شادیاں کیں اور نہایت سادگی کے ساتھ سب کے نکاح اور رخصتیاں ہوگئیں۔

خاتونِ جنّت کی رخصتی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں۔ اُن کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنّت کی عورتوں کی سردار بتایا۔ سب کو معلوم ہے کہ اُن کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوا تھا جس وقت شادی ہوئی حضرت علیؓ کے پاس کوئی مکان بھی نہ تھا۔ ایک صحابیؓ سے مکان لے کر رخصتی کردی گئی۔ اور رخصتی کس شان سے ہوئی۔ حضرت اُمّ ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔ دولہا خود لینے نہیں آیا اور دلہن کسی سواری میں بھی نہیں بیٹھی۔

اب جہیز کی بات بھی سن لیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا کے جہیز میں ایک چادر اور ایک تکیہ اور دو چکیاں اور دو مشکیزے دیئے۔ تکیہ کا غلاف چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی[۱] اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ، ایک پیالہ، چاندی کے دو بازو بند دینے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کا مہر

رہا مہر کا معاملہ تو اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ½ اوقیہ سے زیادہ اپنی کسی بیوی یا اپنی کسی بیٹی کا مہر مقرر کیا ہو۔ (مشکوٰۃ)

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ ۱۲ ½ اوقیہ کے ۵۰۰ درہم ہوتے ہیں۔ ایک درہم ۳ ماشہ ایک رتی اور ⅕ رتی چاندی کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ۵۰۰ درہم کی چاندی ۱۳۱ تولہ سے

ع چاروں صاحبزادیوںؓ کے حالات جاننے کے لیے مؤلف کی کتاب "رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں" طلب کریں۔ [۱] الاصابہ ۱۲۔

کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ چاندی کی یہ مقدار[1] موجودہ نرخ کے اعتبار سے ہزار روپے کے قریب ہوتی ہے اور اس مہنگائی کے دور میں اتنی قیمت ہو گئی ورنہ ۵ سال پہلے بہت ہی کم قیمت تھی۔ آج کل ہزاروں روپے مہر مقرر کرتے ہیں، مجلس نکاح میں تو نام ہو ہی جاتا ہے مگر زندگی بھر ادا نہیں کر پاتے اور بیوی کے قرض دار ہو کر مرتے ہیں۔

لوگوں کی حالتِ زار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں کیں اور اپنی صاحبزادیوں کو بھی سادہ طریقے پر بیاہ دیا۔ دونوں جہاں کے سردار تھے۔ اگر چاہتے تو دھوم دھام سے شادیاں کرتے لیکن آپؐ نے اپنے عمل سے سادگی اختیار کر کے دکھائی اور مستقل طریقہ پر یہ فرمادیا کہ نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا۔ ہم نے بیاہ شادی کو مصیبت بنا رکھا ہے۔ غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی بُری بُری رسمیں جاری کر رکھی ہیں اور یہ رسمیں غرور اور شہرت کے لئے اختیار کی جاتی ہیں۔ سودی قرض لے لے کر شادیاں کرتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ سود کا لینا دینا باعثِ لعنت ہے۔ دکھاوے کے لئے جہیز دیئے جاتے ہیں۔ سینکڑوں روپے دعوت نامے کے کارڈ پر خرچ ہوتے ہیں۔ ان اخراجات کی وجہ سے بعض مرتبہ جوان لڑکیاں برسوں بیٹھی رہتی ہیں۔ ولیمے ہوتے ہیں جن میں سراپا ریاکاری ہوتی ہے۔ نام سنّت کا اور کام دکھاوے کا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سفر میں نکاح اور ولیمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں نکاح کیا اور وہیں رخصتی ہوئی اور ولیمہ ہوا نہ بکری ذبح ہوئی نہ قورمہ پکا نہ اور کسی طرح کا اہتمام ہوا بلکہ دسترخوان بچھا دیئے گئے ان پر کچھ گھی، کچھ کھجوریں، کچھ پنیر کے ٹکڑے ڈال دیئے گئے۔ حاضرین نے اس میں سے کھالیا یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ ہے[2]۔

---

[1] جب کبھی مہر مقرر کرنا ہو تو سناروں سے معلوم کر لیا کریں کیونکہ چاندی کی قیمت کم و بیش ہوتی رہتی ہے ۱۲

[2] مؤلف کی دوسری کتاب "اُمّتِ مسلمہ کی مائیں" کا مطالعہ کریں۔

ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ

ہم لوگ بھی اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پہ چلنے کا ارادہ کرلیں تو کسی طرح کی کوئی رسم اختیار نہ کرنی پڑے۔ سادگی کے ساتھ ایک مرد و عورت کا رشتہ شرعی ایجاب و قبول کے ذریعہ جوڑ دینا کافی ہے۔ اتنے سے کام میں کوئی مصیبت اور بکھیڑا نہیں، جو پابندیاں خود اپنے سر لگائی ہیں اُن کی وجہ سے مصیبتوں میں گرفتار ہیں منگنی کی رسموں سے شادی کے دن اور اس کے بعد کھلانے پلانے، آنے جانے کی رسموں تک ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں اور سینکڑوں ناجائز کام کیئے جاتے ہیں۔ یہ رسمیں تفصیل کے ساتھ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور حصہ ششم میں لکھ دی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اُن کی شرعی مذمت سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔

بیاہ شادی کے متعلق عورتوں کی جاہلانہ رسمیں

عورتوں نے شادی بیاہ کی خود ساختہ رسموں کو شرعی فرائض کا درجہ دے رکھا ہے۔ نماز نہیں پڑھتیں جو سب سے زیادہ فرض چیز ہے لیکن بیاہ شادی کی رسموں کو فرض واجب سے بڑھ کر انجام دیتی ہیں اور ان رسموں کو جو نہ برتے اُسے بُرے لفظوں میں یاد کرتی ہیں۔

گانے بجانے کا گناہ

شادیوں میں سینکڑوں روپے گانے بجانے اور رنڈیاں نچوانے اور ڈومنیاں گوانے پر خرچ کیئے جاتے ہیں جس کی شادی میں گانا بجانا نہ ہو، گراموفون نہ بجے، باجے والے نہ آئیں اُسے پھیکا اور بے مزہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔ یعنی مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں گانے بجانے کے سامان مٹادوں اور بُتوں اور (عیسائیوں کی) صلیب (سُولی) کو اور جاہلیت کی چیزوں کو ختم کردوں (مشکوٰۃ المصابیح) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کے مٹانے کو اپنی بعثت کے مقصد میں شامل

فرمایا۔ افسوس ہے کہ اسلام کے مدّعی ان چیزوں سے اپنی شادیوں کو سجاتے ہیں اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ مسجدوں میں نمازیں ہوتی رہتی ہیں اور مائک سے گانے نشر ہوتے رہتے ہیں اور سارے محلے میں گانوں کی ایک مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے۔ شور شار میں مریض بھی عافیت سے آرام نہیں کر سکتا۔

ایک زمانہ تھا جب مسلمان ہندؤوں سے بھڑ جاتے تھے اور مسجد کے سامنے باجا بجانے پر جان دینے اور جان لینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ آج مسلمان خود ہی مسجد کے سامنے باجا بجاتا ہے اور عین نماز کے وقت گانے کی آوازیں نمازیوں کے کانوں میں ٹھونستا ہے۔

ایک عام رشوت

بعض لوگ ہزاروں روپے لے کر لڑکی دیتے ہیں اور اس کے برعکس بعض علاقوں میں اس شرط پر لڑکی لیتے ہیں کہ لڑکی کے ساتھ اتنی رقم اور اتنا سامان دیں۔ ان رقموں اور مالوں کا لینا دینا رشوت ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور ساتھ ہی حدیث بالا کے بھی خلاف ہے۔ رقموں کے لین دین کی بُری رسم کی وجہ سے بیاہ شادی میں کم سے کم اخراجات کیسے ہو سکتے ہیں۔ رقم اور سامان کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بعض مرتبہ تیس چالیس سال کی عمر ہونے تک کہیں جوڑ نہیں بیٹھتا، خدا تعالیٰ اتباعِ سُنّت کی توفیق دے۔

بالغ لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا ایک بار نکاح ہو چکا ہو (اور پھر شوہر کی موت یا طلاق مل جانے کی وجہ سے عدّت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنا ہو) تو اس کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے وضاحت کے ساتھ زبان سے اجازت نہ لے لی جائے اور جس (بالغ لڑکی) کا نکاح پہلے نہیں ہوا ہے اس کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہؐ اس کی اجازت کیسے ہو گی (وہ تو شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکے گی) آپؐ نے فرمایا اس کی جانب سے یہی اجازت سمجھی جائے گی

کہ جب اس سے اجازت لی جائے تو خاموش رہ جائے [1]

نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی اپنے اختیار سے کر سکتا ہے۔ نابالغ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ انکار کر دے اور ولی نکاح پڑھا دے تب بھی نکاح ہو جائے گا اور ولی کو شریعت نے یہ اختیار اس لئے دیا ہے کہ بعض اوقات اچھے خاندان میں مناسب رشتہ مل جاتا ہے اور بلوغ کا انتظار کرنے میں اس رشتہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے لڑکے اور لڑکی کی بھلائی اور بہتری کے لئے اگر نابالغی میں ان کا نکاح کر دیا جائے جو اصولِ شریعت کے مطابق ہو تو درست ہے۔ ہاں اگر لڑکی کا فائدہ ملحوظ نہ ہو بلکہ ولی (خواہ باپ دادا ہی ہو) اپنی ذاتی مصلحت یا دنیاوی منفعت کے لئے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ درست نہیں ہے۔ بعض حالات میں یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور بعض حالات میں منعقد تو ہو جاتا ہے مگر لڑکے اور لڑکی کو مسلم حاکم کے یہاں درخواست دے کر نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں عوام و خواص بڑی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا، یہ قانون بالکل خلاف شرع ہے۔ جب شریعت نے نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کو ولی کے ایجاب و قبول سے جائز رکھا تو اب اس جائز کو بدل کر ناجائز قرار دینے والا کون ہے؟ یہ تو دین میں مداخلت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے خود اپنے عمل سے جائز قرار دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس وقت نکاح فرمایا۔ جب اُن کی عمر چھ سال کی تھی۔ گو رخصتی بعد میں ہوئی اس شرعی جائز کے خلاف قانون بنانا شریعت سے باغی ہونا ہے۔

کنواری سے جب باپ نکاح کی اجازت لے تو اس کی خاموشی ہی اجازت ہو گی

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ بالغ لڑکی جس کا نکاح پہلے کسی سے نہ ہوا ہو اس کا اس سے اجازت لے کر کیا جائے۔ اُسے بتا دیں کہ فلاں لڑکا فلاں خاندان کا اور فلاں پیشہ والا ہے اور

---

[1] رواہ البخاری و مسلم۔

اس کی مالی حیثیت ایسی ہے اس سے تیرا نکاح کرنا مناسب ہوتا ہے، تیری اجازت ہے تو اس سے نکاح کردیں. جب اس سے یہ بات کہہ دی گئی اور اس نے خاموشی اختیار کرلی تو یہ اس کی اجازت سمجھی جائے گی اور اگر زبان سے صاف طور پر اجازت دے دے تب تو یہ اجازت بطریق اولیٰ معتبر ہوگی۔ اگر اس نے انکار کردیا تو اس کا نکاح کردینا درست نہیں۔ بالغ لڑکی کا ناراض ہوتے ہوئے کسی ولی نے نکاح کردیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ بعض لوگوں پر ایسی جہالت سوار ہوتی ہے کہ بالغ لڑکی کے انکار کے باوجود اپنا وعدہ نباہنے کے لئے اس کا نکاح کردیتے ہیں اور لڑکی کو مار کوٹ کر اور گھر سے دھکیل کر نام نہاد شوہر کے ساتھ چلتی کر دیتے ہیں۔ یہ بدترین ظلم ہے اور سخت حرام ہے، چونکہ لڑکی نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی اسلئے نکاح ہی نہیں ہوا۔ میاں بیوی والے تعلقات بھی زنا ہوں گے۔ یہ کیا چودھراہٹ ہے کہ باپ کی ناک اونچی ہوجائے۔ لڑکی خواہ زندگی بھر زنا میں مبتلا رہے جہالت بُری بلا ہے۔

کنواری کا اجازت لینے کے وقت مسکرانا اور رونا بھی اجازت میں شمار ہے

یہ جو کہا کہ جس بالغ لڑکی کا نکاح پہلے نہ ہوا ہو اس کا ولی جب نکاح کی اجازت لے تو اس کی خاموشی اجازت سمجھی جائے گی۔ اس کے ساتھ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وہ ہنس پڑی یا مسکرا کر رہ گئی یا رو پڑی اور انکار نہ کیا تو یہ بھی اجازت شمار ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ہنسنا اور رونا انکار کے انداز کا نہ ہو وللعول اعتبار قرائن الاحوال فی البکاء والضحک فان تعارضت او اشکل احتیط۔ (الشامی عن الفتح)

زبان سے صاف طور پر کس لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے؟

اور جس لڑکی کا نکاح ایک بار پہلے ہوچکا ہو اور اب شوہر کی موت یا وقوع طلاق کے بعد عدّت گزار کر دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس کا ولی جب لڑکے کی صفات اور حالات بیان کرکے اجازت لے تو اس کا خاموش رہ جانا اجازت میں شمار نہ ہوگا بلکہ جب تک زبان سے

صاف لفظوں میں اجازت نہ دے، اجازت نہ سمجھی جائے گی اور بالغہ کنواری کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ اس کی خاموشی بھی اجازت میں شمار ہو گی۔ یہ اس وقت ہے جب کہ وہ ولی اجازت طلب کرے جو قریب تر ہے۔ اگر قریب تر ولی کے علاوہ کوئی دوسرا ولی اجازت لے تو بالغہ کنواری لڑکی کی اجازت بھی وہی معتبر ہو گی جو زبان سے ہو اور صاف لفظوں میں ہو۔ اس تفصیل کو خوب سمجھ لیں۔

شریعت کا اعتدال

شریعت نے کیسے اعتدال کی تعلیم دی ہے۔ ایک طرف تو بالغ لڑکی کو اپنی ذات کا اختیار دے دیا کہ جب تک وہ اجازت نہ دے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف اس کی شرم کا لحاظ رکھا اور ولی کے اجازت لینے پر اس کی خاموشی یعنی انکار نہ کرنے کو اجازت شمار کر لیا۔ اگر وہ انکار کرے تو ولی اس کا نکاح نہیں کر سکتا اور جب بالغ لڑکی کا پہلے نکاح ہو چکا ہے اس کے دوسرے نکاح کے لئے اس کی زبانی اجازت لازم قرار دی گئی جس کی وجہ یہ ہے کہ جس عورت کا نکاح ایک بار ہو چکا ہے اس کی شرم ٹوٹ چکی ہے۔ اس کی خاموشی کو اجازت قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں اور قریب تر ولی کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ولی اجازت لے تو بالغہ کنواری کی خاموشی بھی معتبر نہیں کیونکہ اندیشہ یہ ہے کہ غیر اقرب جہاں نکاح کرنا چاہتا ہے اس میں پوری ہمدردی کی رعایت نہ رکھی ہو۔ لہٰذا لڑکی جب صاف لفظوں میں اجازت دے تب معتبر ہو گی۔

نابالغ کا نکاح

بعض خاندانوں اور علاقوں میں یہ مستقل طریقہ بنا رکھا ہے کہ نابالغی میں لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ نابالغ کا نکاح کر دینا ایک جائز امر ہے۔ کوئی فرض و واجب نہیں ہے۔ خواہ مخواہ نابالغی میں بچوں کا نکاح کر دینا کوئی ضروری کام نہیں ہے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نابالغی میں نکاح کر دینے کے بعد لڑکا اور لڑکی بالغ ہو کر منکر ہو جاتے ہیں اور اس شادی کو پسند نہیں کرتے۔ ان کا انکار اور والدین کا اسی جگہ رخصتی کرنے پر اصرار مصیبت بن جاتا ہے۔ دورِ حاضر کی اولاد کی خود رائی کے پیشِ نظر اگر بات پہلے سے پکی

کر کے رکھیں اور آخری فیصلہ اور نکاح لڑکا لڑکی کے بالغ ہونے پر اُن سے اجازت لے کر کریں تو مذکورہ پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ نیز بعض مرتبہ لڑکا بالغ ہو کر شریر بدمعاش نکل جاتا ہے۔ رخصتی کریں تو لڑکی کی جان مصیبت میں پھنسے اور لڑکے سے طلاق کو کہیں تو طلاق نہیں دیتا۔ یہ پریشانیاں پیش آتی رہتی ہیں۔ ان سے بچنے کا یہی علاج ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

لڑکیوں کے نکاح میں ان کی مصلحت پیش نظر رہے

یہ جو ہم نے عرض کیا کہ باپ دادا وغیرہ اپنی ذاتی منفعت اور خود غرضی کی وجہ سے نابالغ اولاد کا نکاح کر دیتے ہیں۔ اس کی تفصیل بہت دردناک ہے جو دارالافتاء میں آنے والے سوالات سے معلوم ہوتی رہتی ہے۔ بہت سے علاقوں میں بدلہ میں لڑکی دیئے بغیر لڑکے کو لڑکی نہیں ملتی۔ اب لڑکے کو بیاہنے کے لئے اس کی بہن کو دار پر چڑھا دیتے ہیں۔ لڑکی کی مصلحت بالکل نہیں دیکھتے۔ جس کو لڑکی دے کر لڑکے کے لئے لڑکی لے رہے ہیں اس کی عمر خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اور خواہ رنگ روپ کے اعتبار سے کیسا ہی ہو اور اس کی مالی حالت کیسی ہی خراب و خستہ ہو سب پر پردہ ڈال کر لڑکی کو خس و خاشاک کی طرح بہا دیتے ہیں۔ لڑکیوں کی شریعت میں ایک حیثیت ہے۔ وہ کوئی بھیڑ بکریاں نہیں ہیں کہ ولی وارث جہاں چاہے پٹک دے اور جہاں چاہے داؤ پر چڑھا دے۔

لڑکی پر رقم لینا حرام ہے

بعض لوگ لڑکی پر ہزاروں روپے لیتے ہیں۔ یہ رشوتِ محض ہے جو سراسر حرام ہے۔ مگر رقم لینے والے باز نہیں آتے۔ اُن میں دینداری کے مدّعی اور لمبی پگڑی اور ڈھیلے کُرتے والے بھی ہوتے ہیں جو لباس اور نماز روزہ کو دینداری سمجھتے ہیں مگر حرام سے بچنے کی اُن کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ پھر جب سودا ہی کرنا ٹھیرا تو جہاں زیادہ ملے لڑکی وہاں دے دیتے ہیں اور رقم کو دیکھتے ہیں لڑکی کی مصلحت کو نہیں دیکھتے۔ یہ ظلم بھی ہوتا ہے کہ وہ انکار کرتی رہتی ہیں کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، بے جیختی اور شور مچاتی ہے مگر ابا جان ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ لڑکی کو زبردستی گاڑی میں ڈال کر رخصت کر دیتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

لڑکیوں پر ایک بڑا ظلم

بعض علاقوں میں مارکاٹ، قتل و غارت کے واقعات بہت ہوتے رہتے ہیں، کسی آدمی کو چند آدمیوں نے مل کر قتل کر دیا۔ جب گرفتار ہوئے اور مقدمہ چلا تو صلح پر آمادہ ہو گئے۔ مقتول کے ورثاء نے کہا کہ اس قدر رقم دو اور چار لڑکیوں کا نکاح ہمارے خاندان کے چار آدمیوں سے کر دو تو صلح ہو سکتی ہے۔ اس پر راضی ہو جاتے ہیں اور اپنی جان کو چھڑانے کے لئے لڑکیوں کو تکے بے تکے بڑی عمر والے لوگوں کے پلے باندھ دیتے ہیں اس میں بچیوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کا خیال نہیں کیا جاتا۔ صرف اپنی مصلحت اور منفعت دیکھی جاتی ہے جس میں سراسر ظلم ہوتا ہے قتل تو کرے چچا اور زندگی بھر مصیبتیں بھگتیں چار بھتیجیاں۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح خود اُن کے اپنے ایجاب و قبول سے نہیں ہوتا۔ البتہ ولی کے ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے اور ولی کو لڑکے اور لڑکی کی مصلحت سے اُن کا نکاح کر دینا بھی جائز ہے مگر خود رقم بٹورنے کے لئے یا دوسری کسی ذاتی منفعت کے لئے بالغ یا نابالغ لڑکا اور لڑکی شرعاً خود مختار ہوتے ہیں۔ ولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کو کسی جگہ نکاح کرنے پر مجبور کرے۔ ہاں بالغ لڑکا یا لڑکی اگر ولی کو وکیل بنا دے کہ فلاں جگہ میرا نکاح کر دو تو ولی وکیل ہو کر ایجاب و قبول کر سکتا ہے اور اگر مطلق نکاح کا وکیل بنایا ہو کوئی جگہ مقرر نہ کی ہو تو اُن کی مصلحت اور خیر خواہی پر نظر رکھنا لازم ہے۔

اور پہلی صورت میں بھی ولی اُن کی خیر خواہی ملحوظ رکھے اگر لڑکا لڑکی کسی ایسی جگہ نکاح کے لئے وکیل بناتے ہوں۔ جہاں ان کا نکاح خلافِ مصلحت ہو تو اُن کو سمجھا دیں اور دوسری اچھی جگہ رشتہ نکالنے کی کوشش کریں لیکن اگر انہوں نے ولی کی بات کے بغیر نکاح کر لیا (جس میں شرعی جواز کی گنجائش ہو)، تو نکاح بہرحال ہو جائے گا۔

لڑکیوں کے لئے دیندار خوش خلق شوہر کو ترجیح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو (جس لڑکی کے تم ولی ہو) اس لڑکی کا نکاح اس شخص سے کردو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر بڑا فتنہ اور (لمبا) چوڑا فساد ہوگا۔[1]

توالد و تناسل کے لئے نکاح کی ضرورت ہے۔ نکاح کے بارے میں قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں بہت سے احکام و مسائل وارد ہوئے ہیں۔ جوڑا کیسا تلاش کیا جائے۔ اس حدیث میں اس کے متعلق ایک نصیحت فرمائی ہے اور اس نصیحت کی خلاف ورزی کرنے پر بڑے فتنہ اور بڑے فساد کی خبر دی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے پاس کسی لڑکی سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں پیغام بھیجے اور وہ شخص دینی زندگی کے اعتبار سے ٹھیک ہے اور اس کے اخلاق بھی درست ہیں تو اس سے نکاح کردو۔

دیندار عورت سے نکاح کرو

مال و جمال اور دنیوی حیثیت کو نہ دیکھو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اس کی حیثیت کی وجہ سے (۳) اس کی خوبصورتی کی وجہ سے (۴) اس کی دینداری کی وجہ سے۔ پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لاکر کامیاب ہوجا تیرا بھلا ہو۔[2]

پہلی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ لڑکیوں کے لئے دیندار اور خوش خلق شوہر تلاش کریں۔ اور اس حدیث میں فرمایا کہ مرد اپنے نکاح میں لانے کے لئے دیندار عورت تلاش کریں اور

---

[1] رواہ الترمذی۔ [2] رواہ البخاری و مسلم۔

جب دیندار عورت مل جائے تو اسے نکاح میں لاکر کامیاب ہو جائیں (نیک عورت سے نکاح ہو جانے کو کامیابی سے تعبیر فرمایا)۔

اگر لڑکے میں دینداری نہیں ہے تو وہ لڑکی کو بھی دین پر چلنے نہ دے گا۔ بے نمازی نہ نماز پڑھے نہ پڑھنے دے۔ حرام کمائے گا حرام کھلائے گا دونوں میاں بیوی آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اگر تم نے دیندار کو لڑکی نہ دی کوٹھی، بنگلہ والے کو دیکھا، مال و دولت کو ترجیح دی تو دنیا شاید آرام سے گذر جائے مگر آخرت برباد ہوگی۔ کیا کوئی شخص یہ گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی لڑکی آگ میں جلے؟ ایسا تو کسی کو منظور نہیں تو پھر دیکھتی آنکھوں اپنی بچی کو دہکتی آگ میں کیوں ڈالتے ہیں۔ جب یہ جانتے ہوں کہ فلاں گھر میں جا کر بچی فرائض ترک کر دے گی نماز روزہ چھوڑ دے گی حرام حلال کی فکر سے نہیں رہے گی جس کا نتیجہ عذاب آخرت ہے تو دیندار جوڑا چھوڑ کر بے چاری بے زبان کو فاسق و فاجر بدعمل اور بے دین کے حوالے کیوں کریں؟

دیکھنے میں سب انسان گوشت پوست سے بنے ہوئے ہیں۔ عموماً سب کے اعضاء و جوارح یکساں ہیں البتہ ایمان اور اخلاق حسنہ و اعمال صالحہ کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ کالا گورا ہونا یا کسی خاص ملک کا باشندہ ہونا موٹا تازہ ہونا یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں اگر آدمی حسن و جمال میں بڑھ کر ہو رنگ روپ کے اعتبار سے بہتر ہو لیکن اس میں کسی کی ہمدردی نہ ہو تو اس کی خوبصورتی اسے انسانیت کے شرف سے متصف نہیں کر سکتی، اسی طرح کسی شخص کو اگر دنیوی حیثیت سے کوئی بڑائی حاصل ہے، عہدہ دار ہے یا کسی منصب پر فائز ہے مگر اخلاق کے اعتبار سے پھاڑ کھانے والا بھیڑیا یا لوٹ لینے والا غنڈہ ہے تو اسے عہدہ و منصب کی وجہ سے کوئی پسندیدہ انسان نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس دولت بہت ہے مگر بداخلاق ہے، حریص اور کنجوس ہے تو محض مال کی وجہ سے اسے کوئی تفوق اور امتیازی شان حاصل نہیں، ہاں اگر کوئی شخص (مرد ہو یا عورت) دیندار ہے یعنی صاحب خلق عظیم، خاتم النبیین تاج دار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع ہے، آپ کے اخلاق کا پیرو ہے تو وہ باکمال انسان ہے وہ انسانیت کی شرف سے مالا مال ہے اس کا نفس مہذب ہے وہ اُنس و الفت کا مجسم اور محبت و اخوت کا پتلا ہے دوسروں کی خاطر تکلیف برداشت کر سکتا ہے، احباب و اصحاب سے نباہ کرنے کا خوگر ہے اس سے جو قریب ہوگا خوش رہے گا۔

اس کی الفت و محبّت سفر کے ساتھیوں کو اور گھر کے پڑوسیوں کو گرویدہ کرلے گی اگر ایسے شخص سے کسی عورت کا نکاح ہو گیا تو وہ عورت اس کے اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے زندگی بھر خوش رہے گی۔ اگر اس کا خیال نہ رکھا گیا تو دنیاوی زندگی سراپا مصیبت بن جائے گی۔ اسی لئے تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے جس کے اخلاق اور دینداری سے تم خوش ہو تو اس کا پیغام رد نہ کرو بلکہ جس عورت سے نکاح کرنے کا پیغام دیا ہے اس سے نکاح کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ و فساد ہوگا۔ اگر پیغام دینے والے مرد میں دینداری اور حسن خلق نہ دیکھی بلکہ صرف مال یا حسن و جمال یا دنیوی منصب و مرتبہ دیکھ لیا اور ان چیزوں کے پیش نظر کسی عورت کا نکاح کر دیا تو اس عورت کی دینداری تو تباہ ہو ہی جائے گی جس کی وجہ سے آخرت برباد ہو گی مگر اس کی دنیا بھی آرام سے نہ گذرے گی جو خدا کو جانتا ہے چونکہ وہ احکامِ شریعت کو سمجھتا ہے اس لئے وہ مخلوق کے حقوق بھی ادا کرے گا اور ایذا و تکلیف سے باز رہے گا جو خدا کا نہیں وہ کسی کا نہیں، جس نے اپنے خالق و مالک کے احکام کی پرواہ نہ کی وہ اپنی ماتحت مخلوق کے حقوق ادا کرنے اور آرام پہنچانے کے لئے کیونکر فکرمند ہو سکتا ہے۔

آج کل دین کو نہیں دیکھتے دوسری چیزیں دیکھ کر لڑکی بیاہ دیتے ہیں۔ کوئی دنیوی تعلیم دیکھ کر اور کوئی مال دیکھ کر رشتہ کر دیتا ہے اور کوئی دنیوی عہدہ و ملازمت دیکھ کر اپنی لڑکی دے دیتا ہے۔ پھر اس کے نتیجے بھگتتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ مسائل نہ جاننے کی وجہ سے تین طلاق دے کر بھی عورت کو رکھے رہتے ہیں اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو سال دو سال تعلقات ٹھیک رکھ کر عورت کو اُدھر میں چھوڑ دیتے ہیں نہ اُسے طلاق دیتے ہیں نہ خرچہ پانی دیتے ہیں اور بعض بداخلاق لوگ بیجا مار پیٹ کر کے عورت کا ڈھیر کر دیتے ہیں اب لڑکی کے اولیا مفتی کے پاس آتے ہیں کہ بڑے ظالم سے پالا پڑا، وہ تو ایسا ہے ویسا ہے کوئی چھٹکارہ کا راستہ نکالئے حالانکہ جب اس سے نکاح کیا تھا وہ اس وقت بھی ایسا ہی تھا۔ جو لوگ خداترس دیندار ہیں ان کی ڈاڑھیوں سے ڈرتے ہیں اگر ان کو لڑکی دے دیں گے تو گویا لڑکی ڈاڑھی کے دو تولہ بوجھ میں دب جائے گی اور گویا لڑکی کے ماں باپ معاشرہ میں بے عزت ہو جائیں گے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جب دیندار ناپسند ہے تو لامحالہ بے دینوں اور ٹیڈیوں نیز ہپیوں کو لڑکیاں دیتے ہیں پھر یہ لوگ مندرجہ بالا طریقوں سے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ دیندار لڑکی بھی بے دین کے پلّے باندھ دیتے ہیں جو اس بے چاری کو نہ نماز پڑھنے دے نہ روزہ رکھنے دے بے پردہ ہونے پر مجبور کرتا ہے اور سینما ساتھ لے جانے کے لئے ضد کرتا ہے۔ یہ وہی فتنہ و فساد ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایسے شخص سے لڑکی کا نکاح نہ کروگے جس کی دینداری اور خوش خلقی سے اطمینان ہو تو زمین میں بڑا فتنہ اور (لمبا) چوڑا فساد ہوگا البتہ بعض ظاہری دینداروں سے بھی تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ مگر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو حقیقی دیندار نہیں ہوتے۔ باطن کی اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے مصیبت بنتے ہیں۔ دین دار وہ ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں اخلاق حسنہ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ ہوں۔

جس طرح سے شوہر دیندار خدا ترس تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عورت دیندار تلاش کی جائے جو اعمالِ صالح کی خوگر ہو، مذکورہ بالا حدیث میں اسی کو بتایا ہے کہ عورت کی دینداری دیکھ کر نکاح کرلو۔ اس کا مال و جمال نیز مرتبہ وحیثیت نہ دیکھو اگر عورت دیندار نہ ہوگی تو نہ شوہر کے حقوق ادا کرے گی نہ اولاد کو دیندار بنائے گی۔ شوہر کا مال بیجا اڑائے گی، نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہوکر آئے گی اور اس سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں گی۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ[1] یعنی دنیا میں نفع حاصل کرنے کی جو چیزیں ہیں ان میں سب سے بہتر نیک عورت ہے۔

بہت سے لوگ خوبصورت عورت پر ریجھ جاتے ہیں، اس کی سفید کھال تو دیکھ لیتے ہیں لیکن سیاہ قلب کو نہیں دیکھتے۔ وہ ہے تو خوبصورت لیکن نہ روزہ رکھتی ہے نہ نماز پڑھتی ہے دن بھر غیبتوں میں مبتلا اور ساس نندوں سے لڑنے میں مشغول رہتی ہے۔ شوہر کی پوری آمدنی پر قبضہ کرلیتی ہے۔ اگر شوہر والدہ کو کوئی پیسہ دے دے تو ناراض، والد کی خدمت کرے تو غصہ، بہنوں کو کچھ دے دے تو خفگی، پہلی بیوی کی اولاد پر خرچ کردے تو لڑتے لڑتے جان تباہ کردے۔ رات دن لڑائی اور شوہر کے لئے ایک عذاب۔ صرف خوبصورتی دیکھ کر شادی کرنے

---

[1] رواہ مسلم۔

سے ایسی آفتیں آجاتی ہیں۔

اور ایک مصیبت یہ ہے کہ آج کل شوہر ایکٹرس بیوی سے اور عورتیں فلم کار اور موسیقار شوہر سے شادی کرنے کو کمال سمجھتی ہیں۔ کہاں کی دینداری اور کیسی شرافت سب کو بالائے طاق رکھ چکے ہیں۔ دینداری، خداترسی عیب بن چکی ہے اور اس سب کے باوجود دامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وابستگی کے دعویدار ہیں، کیا یہ حماقت اور جہالت نہیں ہے؟

شاید بعض لوگ یہ جواب دیں کہ آج کل لڑکیاں اپنا جوڑا خود تجویز کرلیتی ہیں اور دیندار کو پسند نہیں کرتیں اس لئے مجبوراً فاسق ہی سے بیاہ دیتے ہیں۔ میں ان حضرات سے پوچھتا ہوں کہ لڑکی کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اپنا جوڑا خود تلاش کرے اور دیندار سے گھبرائے، فاسق فاجر کو صالح مرد پر ترجیح دے؟ بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے گھر کا ماحول خود ہی خراب کررکھا ہے۔ بچوں کو دین پر نہیں ڈالتے، دینی کتابیں نہیں پڑھاتے۔ جو بچہ (لڑکی ہو یا لڑکا) ہوش سنبھالتا ہے اسکول کی گود میں چلا جاتا ہے، اسکول سے فارغ ہوکر کالج کی راہ لیتا ہے۔ دین سکھانے اور حیا، شرم کے تقاضے سمجھانے کا تو ماں باپ کو خیال ہی نہیں۔

لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ہونا اور ناولوں افسانوں کا پڑھنا، ٹی وی دیکھنا، سینما جانا، پارکوں میں تفریحیں کرنا، بغیر محرم کے سفر کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو لڑکیوں کو بے شرم بنارہے ہیں اور دین سے دور کررہے ہیں اور دینداروں سے بیزار کررہے ہیں۔ اللہ سمجھ دے۔

دُوسرے کی منگنی پر منگنی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے یہاں تک (انتظار کرے) کہ وہ نکاح کرلے یا چھوڑ دے [1]

اسلام نے ایک دوسرے کو جسمانی یا روحانی تکلیف دینے کو حرام قرار دیا ہے اور مسلمانوں کے آپس کے جو حقوق بتائے ہیں ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ یَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ (یعنی مسلمان مسلمان کی ہمدردی اور خیرخواہی کرے، سامنے بھی اور پیٹھ پیچھے بھی۔

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی جگہ کسی مسلمان مرد یا عورت کے نکاح کا کہیں پیغام گیا ہو تو دوسرا کوئی مسلمان اس کے حق میں اس جگہ کو بگاڑ نہ دے۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے کسی مرد کا پیغام پہنچا ہوا ہے اور بات چیت چل رہی ہے تو دوسرا کوئی شخص مرد یا عورت ایسی کہیں نہ کہے کہ ان کا ہوتا ہوا رشتہ کٹ جائے' ان تدبیروں میں جہاں یہ بات ہے کہ لڑکے یا لڑکی میں کوئی عیب بتا دیا جائے وہاں یہ صورت بھی رشتہ کاٹنے کے لئے اختیار کر لیتے ہیں کہ کوئی دوسرا رشتہ تجویز کر کے کسی فریق کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور ترکیب یہ کرتے ہیں کہ اپنا یا اپنے کسی عزیز کا پیغام بھیج دیتے ہیں. لڑکے یا لڑکی کا ولی فکر میں پڑ جاتا ہے اور بعض مرتبہ پہلے پیغام بھیجنے والے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب کسی کے نکاح کی بات چل رہی ہو تو اس جگہ اپنا پیغام نہ بھیجو بلکہ انتظار کرتے رہو اور دیکھو کہ بات کس طرح ختم ہوتی ہے. اگر آپس میں ان کا نکاح ہو جائے تب تو دوسرے پیغام کی گنجائش ہی ختم ہو گئی اور اگر بات چلتے چلتے کٹ جائے اور دونوں فریق میں سے ایک فریق قطعی طور پر نفی میں جواب دے کر بات ختم کر دے تو اب تم اپنا پیغام دے سکتے ہو۔

کون کون سے رشتے حرام ہیں ؟

شریعت مطہرہ نے نکاح کے بارے میں بہت سے احکام بتائے ہیں ان احکام میں یہ تفصیلات بھی ہیں کہ کون سی عورت کس مرد کے لئے حلال ہے اور کون سا مرد کس عورت کے حلال ہے. ہر مسلمان کو ان تفصیلات کا جاننا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں سورہ نساء کے چوتھے رکوع میں یہ احکام مذکور ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان احکامات کی تشریح فرمائی ہے اور تفصیلات بتائی ہیں .

اسلام نے انسان کو حلال حرام کا پابند بنایا ہے۔ جیسے کھانے پینے میں ہر چیز کھانے پینے کی اجازت نہیں دی جاتی ایسے ہی شادی کرنے میں آزادی نہیں بلکہ اس کے بارے میں قوانین کا پابند بنایا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ قوانین ناگوار معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ روک ٹوک شرافت کی دلیل ہے جانور غیر مکلف ہیں بے عقل ہیں جہاں چاہتے ہیں منہ مارتے ہیں جیسے چاہیں خواہش پوری کر لیتے ہیں اگر انسان کو بھی کھلی چھٹی مل جائے تو وہ انسان کہاں رہے گا ؟ وہ تو جانور بلکہ جانور سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

پہلے سورۃ کی آیت پڑھیے پھر اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔

تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہتی ہیں ان بیبیوں سے جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو اور اگر تم نے ان بیبیوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہاری ان بیٹوں کی بیبیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا، بے شک اللہ تعالےٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں ۔

احادیث شریفہ میں بھی محرمات کی تفصیل وارد ہوئی ہے اور فقہائے اس بارے میں قواعد اور جزئیات کی تفصیل لکھی ہے ۔

کون سی عورت کس کے لئے حرام ہے اس کے تفصیلی قوانین کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے ۔

(۱) نسبی قرابت (۲) دودھ کا رشتہ (۳) سسرالی رشتہ (اس رشتے کی وجہ سے جو حرمت ہوتی ہے اُسے حرمت مصاہرت کہتے ہیں)۔ (۴) کسی عورت کا دوسرے مرد کے نکاح یا اس کی عدت میں مشغول ہونا۔ (۵) کسی مرد کے نکاح میں پہلے سے کسی عورت کا ہونا۔
(۶) تعداد مقررہ سے زیادہ نکاح کرنا ان باتوں کی تفصیلات قدرے ذکر کی جاتی ہیں ۔

نسبی قرابت کے رشتے

اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد سے اور ماں باپ، دادا دادی یا نانا نانی سے نکاح کرنا درست نہیں

اور بہن بھائی کا بھی آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا خواہ حقیقی بہن بھائی ہوں خواہ باپ شریک ہوں خواہ ماں شریک۔ چچا بھتیجی کا اور ماموں بھانجی کا بھی آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ نیز پھوپھی بھتیجے اور خالہ بھانجے کا بھی آپس میں نکاح درست نہیں۔

دودھ کے رشتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کرنے کی رغبت ہے؟ (رغبت ہو تو بات چلائی جائے) کیونکہ قریش کی عورتوں میں وہ سب سے زیادہ حسین لڑکی ہے آپ نے فرمایا کہ (میرا نکاح اس سے کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو میرے دودھ شریک بھائی کی لڑکی ہے) کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں۔

اور اللہ جل شانہ نے نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام قرار دیئے ہیں وہ دودھ کی وجہ سے بھی حرام قرار دیئے ہیں (حمزہ رضی اللہ عنہ گو چچا ہیں اور چچا کی لڑکی سے نکاح درست ہے، لیکن چچا کے ہوتے ہوئے چونکہ وہ دودھ شریک بھائی بھی ہیں اسلئے ان کی لڑکی سے نکاح درست نہیں ہو سکتا۔[1]

اس حدیث سے قاعدہ کلیہ معلوم ہو گیا کہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں، دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہیں۔ اگر کسی لڑکے اور لڑکی نے دودھ پینے کے زمانہ میں (یعنی دو سال کی عمر کے اندر) کسی عورت کا دودھ پی لیا تو یہ دونوں آپس میں دودھ شریک بہن بھائی ہو گئے۔ اب آپس میں ان کا نکاح نہیں ہو سکتا جس لڑکے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے وہ اس عورت کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایک ساتھ دودھ نہ پیا ہو بلکہ ایک نے دس سال پہلے اور دوسرے نے دس سال بعد پیا ہو۔ نیز دودھ پینے والا اس عورت کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا جس کا دودھ پیا ہو کیونکہ وہ اس کی خالہ ہو گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو نکاح نسبی قرابت کی وجہ سے حرام ہیں دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں جو فقہ کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں۔)

واضح رہے کہ شرعاً دودھ پلانے کا زمانہ مقرر ہے یعنی دو سال کی عمر کے اندر اندر بچہ اور

---

[1] رواہ مسلم۔

بچی کو دودھ پلایا جاسکتا ہے اس عمر میں جس نے دودھ پیا اس کا دودھ پینا حرمت رضاعت کا سبب ہے۔ اگر کسی نے اس عمر کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لیا ہے تو اس سے وہ کسی کا نہ محرم بنے گا نہ اس عورت کی ماں بہن اور اولاد سے اس کا نکاح حرام ہوگا، چونکہ دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے عورتوں پر بہت احتیاط لازم ہے۔ اپنی اولاد کے سوا بلا ضرورت دوسروں کے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔

فائدہ: بچہ یا بچی کی عمر چاند کے حساب سے دو سال پورے ہونے کے اندر اندر جو کسی عورت کا دودھ پلا دیا جائے تو سب اماموں کے نزدیک حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے یعنی اس کی وجہ سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو دودھ کی وجہ سے حرام ہیں! البتہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ڈھائی سال کے اندر اندر دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، احتیاط کا تقاضہ ہے کہ امام صاحب کے قول پر عمل کیا جائے۔ دو سال پورے ہو جائیں تو کسی بچّہ یا بچی کو دودھ ہرگز نہ پلائیں لیکن اگر کسی نے پلانے کی غلطی کر دی تو ڈھائی سال کے اندر جو دودھ پلایا ہو اس کو حرمت رضاع میں مؤثر مانا جائے۔ البتہ اس کے بعد جو دودھ دیا ہو حرمت رضاع میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اس کی وجہ سے رشتے حرام نہ ہوں گے۔

حرمت مصاہرت

کسی مرد کا کسی عورت سے یا کسی عورت کا کسی مرد سے نکاح ہو جانے کی وجہ سے جو حرمت ہو جاتی ہے اُسے حرمت مصاہرت کہا جاتا ہے۔ مثلاً جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرلے تو اب اس عورت کی والدہ سے نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح یہ عورت اس مرد کے کسی بھی لڑکے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ کسی عورت کا اس کے شوہر کے باپ سے نکاح نہیں ہو سکتا پہلے شوہر کی لڑکیاں اگر کوئی عورت ساتھ لے آئی تو اس کا نیا شوہر ان لڑکیوں میں سے کسی سے بھی نکاح نہیں کر سکتا ہے بشرطیکہ ان لڑکیوں کی والدہ اور نئے شوہر کے درمیان شوہر اور بیوی والا کام ہو چکا ہو اور اگر ان کی والدہ کو صرف نکاح کر کے طلاق دے دی تو ان میں سے کسی بھی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ اپنے باپ کی کسی بھی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ قرآنِ مجید میں

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآءُ كُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اور وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ اور وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ جو فرمایا ہے اس میں یہی مسائل بتائے ہیں ۔اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرلے تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے ۔جس عورت سے زنا کرے اب اس عورت کی والدہ سے اور اس کی لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

شوہر والی اور عدّت والی عورت کے نکاح کا حکم

کسی عورت کا کسی مرد کے نکاح یا اس کی عدّت میں مشغول ہونا بھی حرمت نکاح کا باعث ہو جاتا ہے ۔ ایک مرد کے نکاح میں دو یا تین یا چار عورتیں تو رہ سکتی ہیں مگر ایک عورت دو مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتی ۔جب ایک عورت سے کسی نے نکاح کرلیا تو اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس مرد کے نکاح سے بالکل نہ نکل جائے ۔لفظ بالکل اس لئے استعمال کیا کہ شوہر کے مرجانے یا طلاق بائن یا طلاق مغلظ دے دینے سے گو رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے مگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت عورت کو جب ہوتی ہے جب عدّت گذر جائے ،عدّت کے احکام آگے بیان ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ فرما کر یہی بات بتائی ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس کا نکاح دوسرے مرد سے نہیں ہو سکتا۔

کون کون سی عورتیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں

کسی مرد کے نکاح میں پہلے سے کسی عورت کا ہونا بھی بعض دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کے لئے مانع ہو جاتا ہے ۔مثلاً کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تو اب جب تک یہ عورت اس کے نکاح میں رہے بلکہ اگر اس نے طلاق دے دی تو طلاق کے بعد جب تک عدّت کے اندر رہے گی اس عورت کی بہن سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا ۔اگر نکاح کرلیا تو شرعاً اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں ۔قرآن مجید میں وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ فرما کر یہی مسئلہ بتایا گیا ہے

جس طرح دو بہنیں آپس میں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں اسی طرح پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی بھی ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتی ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو تو جب تک یہ اس مرد کے نکاح میں رہے گی اس کی بہن اور اس کی خالہ سے اور بھانجی سے اور پھوپھی سے اور بھتیجی سے اس مرد کا نکاح درست نہ ہوگا اگر نکاح کر لیا تو شرعاً معتبر نہ ہوگا۔ نیز ان میں سے اگر ایک کو طلاق دے دی تو دوسری سے نکاح اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک کہ طلاق پانے والی کی عدت نہ گذر جائے۔

مرد کے لئے مقررہ تعداد سے زائد نکاح درست نہیں

مرد کے لئے شریعت نے بیویوں کی تعداد مقرر کی ہے۔ بیک وقت چار عورتوں سے ایک مرد کو نکاح کرنا درست ہے مگر اس کی اجازت اس وقت ہے جب کہ ہر بیوی کے حقوق شریعت کے مطابق برابری کے ساتھ ادا کرے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کوئی مرد نکاح نہیں کر سکتا حتیٰ کہ اگر چار میں سے ایک کو طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت نہ گذر جائے اس کے بدلہ کسی اور عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ غیلان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں قبولِ اسلام سے پہلے دس بیویاں تھیں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو سب بیویاں بھی مسلمان ہوگئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ چار رکھ لو باقی چھوڑ دو۔ (مشکوٰۃ)

یہ سب نکاح چونکہ زمانۂ جاہلیت میں ہوئے تھے اس لئے ایسا فیصلہ صادر فرمایا۔ مسلمان ہوتے ہوئے کوئی شخص اگر چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرے تو پانچواں نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح نہیں ہو سکتا، قادیانی کافر ہیں کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: شیعہ (روافض) قرآن مجید کو نہیں مانتے جیسا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے (اگر بطور تقیہ اپنے اس عقیدہ سے منکر ہو جاتے ہیں) اس لئے ان سے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح نہیں

ہو سکتا۔

مسئلہ: یہودی نصرانی عورت سے مسلمان مرد کا نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن آج کل اس سے پرہیز لازم ہے کیونکہ یہ عورتیں مرد کو اور اولاد کو نصرانی بنالیتی ہیں۔ چرچ کی طرف سے ان کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے نکاح کریں اور انہیں اپنے دین پر ڈالیں۔

حسنِ معاشرت کا حکم

مرد عورت کے حقوق اور دلداری اور خوبی کا برتاؤ کرنے کا دھیان رکھے اور عورت بھی مرد کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے اور مل جل کر ناگواریوں سے درگذر کرتے ہوئے زندگی گذارتے رہیں اس طرح آخر عمر تک نباہ ہو سکتا ہے۔ ہر فریق مزاج کی تیزی پر قابو پائے اور شریعت اسلامیہ نے جس فریق پر جو ذمہ داری عائد کی ہے وہ پوری کرے اور دوسرے فریق سے اس سے زائد کا مطالبہ نہ کرے جو اس کے ذمہ ہے یہ وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے دل جڑے رہتے ہیں۔ نیز ہر فریق شریعت کو دیکھے دنیا کے رواج کو نہ دیکھے۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔

اور عورتوں سے خوبی کے ساتھ گزارا کیا کرو اور اگر وہ تمہیں ناگوار ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالےٰ اس میں بڑی خیر رکھ دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو[۱] اور ارشاد فرمایا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ وہ کسی طرح تیرے لئے سیدھی نہیں ہوگی سو اگر تو اس سے نفع حاصل کرے تو اس طرح نفع حاصل کر سکتا ہے کہ اس میں کجی (یعنی ٹیڑھا پن موجود رہے گا اور اگر تو اسے سیدھی کرنے لگے گا تو توڑ دے گا اور اس کا توڑنا طلاق دے دینا ہے[۱] (جو بہت زیادہ بری حرکت ہے)۔

---

[۱] رواہما مسلم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی عادتیں صحیح نہیں ہوسکتی ہیں کچھ نہ کچھ دل دکھانے والی باتیں، تکلیف دینے والی حرکتیں اس کی طرف سے سرزد ہوتی ہی رہیں گی۔ یہ مرد کی سمجھ اور دینداری کی دلیل ہے کہ عورت سے نباہ کرتا رہے اور اس کی اذیتوں کو سہتا رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کامل ایمان والوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اچھے سے اچھے اخلاق والے ہوں اور اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم طبیعت ہوں [1]

جب عورت سے فائدے بہت سے حاصل ہوتے ہیں تو اس کی تکلیفوں پر بھی صبر کرنا چاہیئے۔ یہ تو نہیں ہے کہ وہ سراسر تکلیف ہی پہنچاتی ہیں ——— ان سے نفع بھی پہنچتا ہے۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن مرد مومن عورت (یعنی اپنی بیوی) سے بغض نہیں رکھ سکتا۔ اگر اسکی ایک خصلت بُری لگے گی تو دوسری پسند آجائے گی [2]

رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کے حقوق کی نگہداشت اور اس کی ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ حجۃ الوداع میں آپؐ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ کے عہد کے ساتھ (اپنے قبضہ میں) لی ہیں اور اللہ کی شریعت کے سبب ان سے نفع حاصل کرنے کے مستحق ہوئے ہو" [3]

حضرت حکیم بن معویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کھائے تو اس کو بھی کھلا اور جب تو پہنے تو اس کو بھی پہنا اور (کسی شرعی ضرورت سے) اس کو مارے تو چہرے پر مت مار اور اس کو گالی گفتار سے پیش نہ آ۔ اور اگر کسی مصلحت سے اس کے پاس لیٹنا، بیٹھنا یا بول چال رکھنا چھوڑے تو صرف گھر ہی میں اسے چھوڑے (اور خود گھر آنا جانا بند نہ کر) [4]

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے جس طرح غلام کو مارتے ہیں۔ پھر آخر

---

[1] رواہ الترمذی عن عائشہؓ۔ [2] رواہ مسلم عن ابوہریرہؓ۔ [3] خطبۃ حجۃ الوداع فی صحیح مسلم۔
[4] رواہ ابوداؤد۔

شام کو اس کے پاس بیٹھے اُٹھے گا (تو شرم آئے گی) [۱]

فائدہ : اگر عورت کو کسی ضرورت سے سزا دینی ہو (جب کہ شرعاً اس کو سزا دینا درست ہو) تو اس طرح نہ مارو جس سے ہڈی پسلی ٹوٹ جائے [۲]

مسئلہ : جس کی دو بیویاں یا دو سے زیادہ ہوں اس پر فرض ہے کہ اُن کے ساتھ انصاف کا سلوک کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس دو بیویاں ہوں اور ان کے درمیان اس نے برابری نہیں کی تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا [۳] (جسے دیکھنے والے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ شخص ایک بیوی کی طرف جھکتا تھا اور دوسری سے اس کا سلوک ظالمانہ تھا)

بہت سے لوگوں کو دوسری شادی کا شوق تو ہوتا ہے لیکن برابری اور عدل و انصاف نہیں کرتے۔ کسی بیوی کی طرف زیادہ جھکتے ہیں اور کسی کے حقوق پامال کرتے ہیں، دکھ دیتے ہیں گالی گلوچ سے پیش آتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں نہ چھوڑتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ خود ظلم کرتے ہیں بلکہ دوسری بیوی اور اس کے بچوں تک سے اسے بُرا بھلا کہلواتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں، حشر کے دن کا بالکل خیال نہیں کرتے۔

مسئلہ : ضروری اخراجات تو ہر بیوی کے ادا کرنے ہی ہیں اس کے علاوہ عورتوں کا حق ہے کہ ہر ایک کے پاس راتیں گذارنے میں برابری کا دھیان رکھے۔ ایک کے پاس جتنی راتیں گذارے دوسری، تیسری، چوتھی کے پاس بھی اتنی ہی راتیں گذارے، برابری صرف راتیں گذارنے میں واجب ہے جماع کرنے میں برابری لازم نہیں، کیونکہ شہوت ہمیشہ نہیں ہوتی اور طبیعت کی ناسازی بھی ساتھ لگی رہتی ہے۔ ضروری نہیں کہ روزانہ طبیعت ٹھیک ہو اور جماع کے لئے حاضر ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی بیوی اپنی باری کسی سوتن کو دے دے تو یہ بھی درست ہے۔

فائدہ : راتوں کی تقسیم چونکہ اختیاری امر ہے اس لئے یہی واجب ہے، طبعی میلان اگر کسی ایک کی طرف زیادہ ہو تو چونکہ یہ بے اختیاری ہے اس لئے اس پر کوئی پابندی نہیں۔

---

[۱] رواہ البخاری و مسلم۔ [۲] و فی خطبۃ حجۃ الوداع فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح ۱۲۔ [۳] رواہ الترمذی۔

فائدہ: اگر سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانا ہو تو بہتر ہے کہ قرعہ ڈال لے پھر جس کا نام نکلے اسے ہمراہ لے جائے۔ اب وہ ہدایات سن لیں جو عورتوں سے متعلق ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت پنج وقتہ نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عصمت محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے تو جنّت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی عورت بہتر ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو عورت شوہر کو خوش کرے جب شوہر اس کی طرف دیکھے، اور اس کا کہا مانے جب وہ حکم دے اور اس کی مرضی کے خلاف اپنے جان و مال میں اس کی مخالفت نہ کرے[۲] یعنی جب وہ اپنی حاجت کے لئے بلائے تو اس کی تعمیل کرے۔ جہاں جانے سے روکے وہاں نہ جائے وغیرہ، اور مال فضول خرچی سے نہ اٹھائے اور بے دردی سے نہ اڑائے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو اس کو چاہیئے کہ آجائے اگرچہ تنور پر کام کر رہی ہو[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے پھر شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں[۴]

ایک حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور ان کی کوئی نیکی آسمان تک نہیں چڑھتی ان میں ایک وہ عورت بھی ہے جس کا شوہر اس پر ناراض ہو[۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو چار چیزیں مل گئیں اس کو دُنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی، وہ چار چیزیں یہ ہیں۔

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح از ابو نعیم۔ [۲] رواہ النسائی والبیہقی فی شعب الایمان۔ [۳] رواہ الترمذی۔
[۴] رواہ البخاری و مسلم۔ [۵] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

(۱) شکر گذار دل (۲) خدا کا ذکر کرنے والی زبان (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (۴) ایسی بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں شوہر کی خیانت نہ کرے۔

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بقرعید یا عید کے دن عید گاہ تشریف لے جا رہے تھے کہ عورتوں پر آپؐ کا گذر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے اکثر تم کو دوزخی دیکھا ہے۔ عورتوں نے عرض کیا کہ کیوں یا رسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔

"لعنت بہت کرتی ہو" یعنی بات بات میں دوسروں پر پھٹکار بھیجتی رہتی ہو اور موت کی بددعا دیتی ہو اور بُرے الفاظ زبان سے نکالتی ہو جیسے اکثر کہتی ہیں کہ آگ لگو، موت آ جائے، ستیاناس ہو، تجھے ڈھائی گھڑی کی آجائے، وہ لوٹنی لیا ہے فلاں کمبختی ماری ہے وغیرہ وغیرہ۔

• شوہر کی ناشکری" الخ یعنی شوہر کے احسانات کی قدر نہیں کرتیں ذراسی بددلی ہوئی اور کہنے لگیں کہ جب سے اُتّے کے گھر میں آئی ہوں میں نے تو دو چیتھڑوں، دولیتڑوں دو ٹھیکروں کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔

مسئلہ: شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال خرچ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: شوہر گھر پہ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔

مسئلہ: شوہر کے کہنے سے کوئی بھی گناہ کرنا بے پردہ ہو کر نامحرموں کے سامنے آنا جائز نہیں ہے پردہ شریعت کا حق ہے، شوہر کا حق نہیں ہے جسے وہ ختم کر سکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے (یعنی جماعت مسلمین میں سے) نہیں ہے جو کسی عورت کو فریب دے کر شوہر کی مخالف بنا دے یا کسی غلام کو دھوکہ دے کر اُسے آقا کا مخالف بنا دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۸۲ بحوالہ ابوداؤد)

تشریح:- اس حدیث میں اس بات کی نصیحت فرمائی ہے کہ کوئی مرد و عورت کسی عورت کو ورغلا کر اور سمجھا بجھا کر اس کے شوہر کی مخالفت پر آمادہ نہ کردے۔ اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا تو وہ ایسا سخت مجرم ہوگا کہ اس کے بارے میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہماری امت سے نہیں ہے۔ بہت سے مرد و عورت اس میں مزہ لیتے ہیں کہ کسی کا گھر بگاڑ دیں۔ شوھر کو بیوی

کے خلاف یا بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانے کو کمال سمجھتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر میاں بیوی میں کوئی رنجش ہوگئی اور کسی نے شوہر کو چڑھایا، کسی نے بیوی کو اُکسایا اور دونوں میں صلح کرانے کے بجائے معمولی سی رنجش کو ناقابلِ عبور سمندر بنا دیا تو ایسے لوگوں کی حرکتِ بد سے میاں بیوی قریب تر آنے کے بجائے دُور ہوتے چلے جائیں گے۔ ایسی حرکت کرنے والے اجنبی ہی نہیں ہوتے بلکہ فریقین کے رشتہ دار ہی ایسا کام زیادہ کرتے ہیں۔ بہت سے ماں باپ یا بہن بھائی مرد کو اس کی بیوی کے خلاف اُبھار دیتے ہیں۔ عورت کی ماں بہن یا محلّہ کی عورتیں عورت کو شوہر کے خلاف ابھارتی ہیں دیکھ تجھے ایسا ایسا کہا ہے، تو کوئی گرے پڑے گھر کی تھوڑا ہی ہے جو ایسی باتیں سُنے گی۔ تیرا زیور بھی بیچ کھایا اور تجھے زیور کی ایک کیل بھی بنا کر نہیں دی۔ کپڑے بھی وہی تیرے ماں باپ کے گھر کے چل رہے ہیں۔ کیسے شوہر کے پلّے بندھی ہے۔ ان باتوں سے اس کا دل کھٹّا ہو جاتا ہے۔ شوہر سے لڑائی رہتی ہے۔ وہ بھی بُری طرح پیش آتا ہے اور بدمزگی بڑھتے بڑھتے طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

جب طلاق ہو جاتی ہے تو اب شوہر بھی دوسری شادی کے لئے پریشان ہے مگر کسی جگہ شادی کا موقع نہیں لگتا اور بیوی کے اقرباء اولیاء بھی چاہتے کہ رشتہ ہو جائے مگر لوگ اس کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اسے طلاق ہو چکی ہے۔ عادت و خصلت خراب ہوگی تب ہی تو ایسا ہوا۔ بہرحال جن کا گھر بگڑا وہ مصیبت جھیلتے ہیں اور یہ بھڑکانے اور اکسانے والے تماشہ دیکھتے ہیں۔ شیطان اپنی حرکتیں انسانوں سے بھی کرالیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ شیطان کے کاموں سے سب کو بچائے۔ آمین۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ[1] (اور عورتوں کے لئے اس جیسا حق ہے جو اُن کے اوپر ہے اچھے طریقہ پر) اس میں یہ بتایا ہے کہ صرف یہی بات نہیں ہے کہ مردوں ہی کے حقوق عورتوں پر ہوں بلکہ جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق ہیں۔ عورت سے نفع حاصل کرنا اور اس کے حقوق

---

[1] سورۃ البقرہ

اور حاجات کا دھیان نہ رکھنا شریعتِ اسلامیہ کے سراسر خلاف ہے۔

زمانۂ اسلام سے پہلے دنیا کی اقوام میں عورت کی بہت بُری گت بنائی جاتی تھی اب باوجودیکہ زمانہ کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ پھر بھی اسلام کے علاوہ کسی دین یا قانون میں عورت کو وہ مقام حاصل نہیں جو شریعتِ اسلامیہ نے اس کو دیا ہے۔ ہندوستان کے مشرکین میں تو یہ دستور تھا کہ مرد مرجاتا تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ جلنا پڑتا تھا اور عورتوں کا میراث میں کسی بھی مذہب اور قانون میں حصّہ نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیّت میں یہ دستور تھا کہ عورت کی حیثیت ایک استعمال چیز سے زیادہ نہ تھی۔ عورت مردوں کی ملکیت تصور کی جاتی تھی۔ عورت کسی چیز کی مالک نہ تھی، جب اس کا شوہر مرجاتا تو شوہر کے خاندان والے ہی اس پر قابض ہوجاتے تھے اور اس کی اجازت کے بغیر جہاں چاہتے جبراً نکاح کردیتے تھے بلکہ شوہر کی اولاد ہی اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرلیتی تھی۔ عرب کے جاہل لڑکیوں کو زندہ درگور بھی کردیتے تھے اور پیدا ہوتے ہی قتل کردیتے تھے اسلام نے عورت کو اس کا صحیح مقام عطا فرمایا جو اس کی شان کے لائق ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ اس کو عورت پنے سے نکال کر مردوں کی صف میں کھڑا کردیا ہو، اور ایسا بھی نہیں کہ وہ محض ایک استعمال کی چیز بن کر رہ جائے نہ اس کا کوئی حق تسلیم کیا جائے اور نہ اس کی کوئی حیثیت مانی جائے۔

اسلام میں عورت گھر کی ملکہ ہے اپنی اولاد کی محترم والدہ ہے اپنے شوہر کی چہیتی بیوی ہے، باپ، ماں، شوہر اور اولاد کے مال کی حسبِ قوانین وارث ہے اور اپنے مال میں تصرف کرنے کا اسے پورا اختیار ہے جس میں شوہر کو ممانعت کا کوئی حق نہیں ہے بشرطیکہ خلافِ شرع کاموں میں خرچ نہ کرے۔ عورت کا ایک طرف میراث میں حصّہ ہے دوسری طرف شوہروں پر مہر لازم ہوتا ہے اور یہ مہر عورتوں کی مرضی سے مقرر ہوتا ہے۔ کمی بیشی کرنا ان کا اپنا حق ہے۔ وہ چاہیں اپنی مرضی سے معاف کریں اور چاہیں تو پُورا وصول کریں۔ اسلام نے صلہ رحمی کی بھی تعلیم دی ہے ایک عورت کسی کی والدہ ہے کسی کی بہن ہے۔ کسی کی خالہ ہے کسی کی پھوپھی ہے صلہ رحمی کے اصول پر سب کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ شوہر بھی حُسنِ معاشرت سے پیش آئے۔ نان نفقہ کا خیال کرے اور اس کی حاجات پوری کرے۔ اولاد بھی اکرام و احترام سے پیش آئے۔ عورت کی برتری ظاہر ہوگی اور معاشرہ میں اس کا مرتبہ اونچا ہوگا اور عزت و اکرام کے ساتھ اس کی زندگی گزرے گی۔

یورپین اقوام میں عورت کی بے آبروئی

یورپین اقوام نے عورت کو بالکل ہی بے آبرو کر کے چھوڑ دیا ہے، ان کے یہاں عورت مرد کی نفسانی خواہش پوری کرنے کا محض ایک آلہ ہے۔ اُن کے معاشرہ میں اس سے زیادہ عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ میراث میں اُسے کوئی حصّہ نہیں ملتا۔ مہر کا بھی کوئی معاملہ نہیں بلکہ سرے سے نکاح ہی کو ان کے یہاں عیب سمجھا جاتا ہے۔ دوستانہ طریقہ پر برسوں زندگی گزارتے ہیں اور نفسانی خواہشات پوری کرتے ہیں۔ بعد میں کبھی رسمی نکاح بھی کرلیتے ہیں۔ اس لئے ان میں اولاد بھی ثابت النسب نہیں ہے۔ اولاد کی ولدیت میں ماؤں کے نام لکھے جاتے ہیں اور عورتوں کے اخراجات کی ذمّہ داری عموماً چونکہ کسی پر نہیں ہے۔ اس لئے انہیں اپنی آبرو دھو کر ملازمتیں کرنی پڑتی ہیں، راہ گیر کے جوتوں پر پالش کرتی ہیں۔ دوکانوں میں مال فروخت کرنے پر ملازمت کرتی ہیں، ننگا لباس پہن کر شوروموں کے پاس کھڑی رہتی ہیں تاکہ گاہک متوجہ ہو اور آنے والوں کا نفس ان کی طرف مائل ہو جس سے زیادہ خریداری ہوسکے۔

اس آزادیٔ نسواں کو دیکھ کر بہت سے نام نہاد مسلمان بھی اپنی عورتوں کو یورپین اقوام کی عورتوں کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ عورتیں بازاروں میں کاروبار کریں۔ بے پردہ ہو کر رہیں۔ عورتیں ناقص العقل تو ہیں ہی۔ وہ سمجھتی ہیں کہ ہمیں حق دلائے جارہے ہیں اور بے پردہ گھومنے اور ننگا لباس پہننے اور دوست تلاش کرنے کی آزادی کو اپنے لئے ہنر اور فخر کی بات سمجھتی ہیں۔ افسوس کہ دورِ حاضر میں عورت کو یہ گوارا نہیں کہ گھر کی ملکہ بن کر گھر میں بیٹھے، گھر کے سب لوگ اس کا احترام و اکرام کریں اسے شوہر سے بھی مال ملے۔ میراث میں بھی حصّے ملیں اور نفس و نظر کا تعلق صرف شوہر سے رہے اور اپنے مال میں جیسے چاہے تصرف کرے، وہ شیطانوں اور ملعونوں اور ملحدوں اور زندیقوں سے متاثر ہو کر گھر سے باہر نکلنے اور خود کما کر اپنا خرچ اٹھانے پر اپنے حقوق کی ادائیگی سمجھتی ہیں۔

یورپ کے رواجی طریقوں میں جب عورت کا کسی پر کوئی حق ہی نہیں ہے تو کوئی شخص ان کا کیا حق ادا کرے گا؟ درحقیقت عورت کی یہ کوئی زندگی نہیں ہے جو مذہب اسلام کے علاوہ دوسرے

مذاہب اور قوانین میں ہے۔ دنیا میں ایسے ممالک بھی ہیں جہاں زنا کی کثرت ہے اکثر اولاد ایسی ہے جو حلال نہیں ہے نہ کوئی باپ ہے نہ چچا ہے نہ پھوپھی نہ دادا، نہ پوتا، نہ صلہ رحمی ہے نہ نکاح نہ مہر، نہ میراث۔ اس سے زیادہ انسانیت کی مٹی اور کیا پلید ہوگی ان لوگوں کی ناسمجھی کی کہاں تک داد دی جائے جو انسانیت و نسوانیت کا خون کر رہے ہیں اور دعویٰ ان کا یہ ہے کہ وہ حقوق انسانی کے محافظ ہیں اور عورتوں کو ان کے حقوق دلا رہے ہیں۔

مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے

پھر فرمایا: وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے) اس میں یہ بتایا کہ اگرچہ میاں بیوی کے آپس میں ایک دوسرے پر حق ہیں (اور ہر ایک دوسرے کا حق ادا کرے) لیکن مردوں کو عورتوں پر ایک طرح کی برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ سورۃ النساء میں فرمایا ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔

(مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ذمہ عورتوں کا خرچہ مقرر فرمایا ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت دی ہے وہ ان پر حکمران ہیں۔ امور خانہ داری میں اور دینی پابندی کرانے میں اور عورت کو اس کے ماں باپ کے یہاں آنے جانے میں اور بہت سے امور میں مرد کے حکموں کی فرمانبرداری کرنا لازم ہے اس کے بغیر گھر کا نظام ٹھیک نہیں بیٹھتا، اگر مرد کی برتری عورتوں پر بالکل ہی نہ رہے تو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق زندگی کا نظام نہیں چل سکتا، البتہ مردوں کے لئے بھی اس کی اجازت نہیں ہے کہ سردار بن گئے تو ظلم کیا کریں اور اس کے حقوق ادا نہ کریں اور اس کا مال برباد کردیں۔ عورت یہ سمجھ کر چلے کہ یہ میرا سردار ہے اور مرد یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ضروریات پورا کرنے کے لئے یہ نعمت مجھے عطا فرمائی ہے مجھے خیر و خوبی کے ساتھ نباہنا چاہیئے۔ ایسا کریں گے تو ماں باپ اور اولاد سب کی زندگی انشاء اللہ عمدہ طریقہ پر گذرے گی۔ سورۃ النساء میں فرمایا: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور خوش اسلوبی کے ساتھ عورتوں کے ساتھ زندگی گزارو) اس میں ہر طرح کی خیر و خوبی ہمدردی اور حقوق کی ادائیگی اور مراعات کا حکم فرما دیا۔

طلاق کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بغض والی چیز طلاق ہے [۱]

نکاح زندگی بھر نباہنے کے لئے ہوتا ہے

جب کسی مسلمان مرد کا کسی مسلمان عورت سے نکاح ہو جائے تو اس کے بعد زندگی بھر ایک دوسرے کو چاہنے اور نباہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کبھی کبھار فریقین میں سے کسی کو طبعی طور پر ایک دوسرے کی جانب سے کچھ ناگواری ہو جائے تو نفس کو سمجھا بجھا کر درگذر کر دینا نباہنے کے لئے ایک ضروری امر ہے۔ جب کہیں دو چار برتن ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹکتے ضرور ہیں، ایسے ہی جب دو آدمی ایک ساتھ رہتے ہیں تو کبھی کچھ نہ کچھ ناگواری کی صورت سامنے آ ہی جاتی ہے۔ اگر صبر نہ کیا جائے اور ناگواری کے سہنے کا مزاج نہ بنایا جائے تو آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا اور آئے دن چھوٹ چھٹاؤ کا سوال ہوتا رہے گا۔ پھر طلاق کے بعد بچے ویران ہوں گے۔ ہر ایک کو اپنے لئے الگ جوڑا تلاش کرنا ہوگا، بچے ماں سے یا باپ سے یا دونوں سے علیحدہ ہوں گے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو زندگی بھر نباہ کرتے ہوئے چلتے رہنا چاہیئے۔

بہت سی عورتیں مزاج کی تیز ہوتی ہیں بات بات میں مرد سے لڑ پڑتی ہیں جو حقوق واجب نہیں ان کا شوہر سے مطالبہ کرتی ہیں وہ پورا نہیں کرتا تو منہ پھلاتی ہیں اور اکڑ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ شوہر کی ناشکری کرتی رہتی ہیں، شوہر کوئی بات کہے تو طلاق کی بات سامنے لے آتی ہیں۔ عورتوں کے اسی مزاج کے پیش نظر شریعت نے عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہیں دیا ورنہ ایک ایک دن میں کئی بار طلاق دیا کرتیں، نکاح طلاق دینے کے لئے نہیں ہوتا زندگی بھر نباہنے کے لئے ہوتا ہے۔ مرد اگر طلاق دے دے تو طلاق ہو تو جاتی ہے لیکن طلاق دینا اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ جب نباہنا اسلام کا مزاج ٹھہرا تو عورت کی جانب سے طلاق کا سوال اٹھانا

---

[۱] رواہ ابوداؤد۔

سراسر غیر اسلامی فعل ہوا۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شوہر سے علیحدگی چاہنے والی اور خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نفاق والی عورتیں ہیں[1]۔

اور فرمایا ہے کہ جس کسی عورت نے بغیر مجبوری کے طلاق کا سوال کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے[2]۔

اسلام کے تقاضوں پر نہ چلنا اور اسلام کا مدعی ہونا یہ دوغلے پن کی بات ہے۔ منافق دوغلا ہوتا ہے اندر کچھ ظاہر کچھ، اور سب سے بڑا منافق وہ ہے جو دل سے منافق ہو اور زبان سے اسلام کا مدعی ہو، جو شخص اسلام کا دعویدار ہے اور دل سے بھی دین اسلام کے حق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن عمل میں ایمانی تقاضوں پر پورا نہیں اترتا اسے عمل کے اعتبار سے منافق کہا گیا ہے۔ اسی لئے ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے عورت کی جانب سے طلاق کے سوال کو منافقت بتایا کیونکہ یہ بھی عمل کے اعتبار سے منافقت ہے۔

البتہ بعض مرتبہ ایسی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں کہ نباہ کے راستے ہی ختم ہو جاتے ہیں گو ایسا کم ہوتا ہے لیکن اسلام نے اس کی بھی رعایت رکھی ہے۔ ایسے حالات میں مرد اگر طلاق دے دے یا عورت طلاق مانگے تو یہ وعید میں شامل نہیں۔

طلاق زبان سے نکلتے ہی واقع ہو جاتی ہے

آج کل عورتیں شوہر کے ساتھ نباہ کرنے کا مزاج گویا ختم کر چکی ہیں، جہاں تھوڑی سی اَن بَن ہوئی شوہر سے کہا کہ اگر تو اصل ماں باپ کا جنا ہے تو مجھے ابھی طلاق دے دے حالانکہ عورت کا کام یہ تھا کہ شوہر کے بدلے ہوئے تیور دیکھتی تو ہٹ جاتی زبان بند کر لیتی تاکہ وہ غصہ میں آکر طلاق کا لفظ منہ سے نہ نکالتا۔ جب شوہر عورت کے مطالبہ پر طلاق کے الفاظ نکال دیتا ہے تو جہالت کی وجہ سے وہ بھی طلاق کی مشین گن چالو کر دیتا ہے تین سے کم پر تو خاموش ہوتا ہی نہیں۔

طلاق کے بعد جب فریقین کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے طلاق کی نیت سے طلاق نہیں دی اور بہت زیادہ غصہ میں تھا یا عورت حمل سے تھی یا اس کی ناپاکی کا زمانہ تھا اور یہ بات اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک غصہ میں یا حالت حمل وحیض میں طلاق

---

[1] رواہ النسائی عن ابی ہریرہؓ۔ [2] رواہ احمد والترمذی عن ثوبانؓ۔

نہیں ہوتی حالانکہ طلاق کا تعلق زبان سے ہے جب زبان سے طلاق نکلے گی واقع ہو جائے گی، شوہر غصہ میں ہو یا رضامندی میں اور عورت حمل سے ہو یا ناپاکی کے ایام میں ہو بہر حال طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

مذاق میں بھی طلاق ہو جاتی ہے

طلاق وہ چیز ہے کہ جو شوہر کی زبان سے مذاقاً نکل جانے سے بھی اثر کر جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ[1] یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن میں اصل نیت اور مذاق دونوں برابر ہیں یعنی بلا نیت کے مذاقاً زبان سے نکالنے سے بھی کام کر جاتی ہیں۔

(۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجوع کر لینا (طلاق رجعی کے بعد)

جب طلاق دے بیٹھتے ہیں اور عورتیں شوہر کو غصہ دلا کر طلاق لے چھوڑتی ہیں تو مفتی کے پاس سوال لے کر آتے ہیں اور مفتی کو موم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے پر عاشق ہیں۔ بیوی خودکشی کر لے گی اگر اسی شوہر کے پاس رہنے کا راستہ نہ نکلا تو بچے ویران ہوں گے اور یہ تکلیف ہو گی اور وہ مصیبت آجائے گی۔ دیکھئے مولوی صاحب کوئی راستہ نکالئے۔ بھلا مولوی کیا راستہ نکال سکتا ہے۔ دینِ اسلام اللہ کا قانون ہے۔ مولوی مفتی کے بس میں نہیں کہ شریعت کے قانون کو بدل دے۔ مفتی مولوی قانون بتانے والے ہیں قانون بنانے والے نہیں قانون اللہ پاک کا ہے۔

رجعی طلاق

آپس کے نباہ کا کوئی راستہ نہ رہا ہو اور طلاق دینی ہی ہو تو ایسا کرے کہ جس زمانہ میں عورت پاک ہو یعنی حیض سے نہ ہو اس زمانے میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دے دے اس طرح سے ایک رجعی طلاق ہو جائے گی۔ جس کا معنی یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجوع کرنے یعنی لوٹا لینے کا حق رہتا ہے۔ ایک طلاق رجعی دینے کے بعد پھر چاہے تو رجوع کر لے اور رجوع کے لئے عورت کی

---

[1] رواہ ابوداؤد والترمذی۔

رضامندی بھی ضروری نہیں ہے، عورت چاہے نہ چاہے مرد رجوع کرسکتا ہے۔ زبان سے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے اپنی بیوی کو لوٹالیا اس سے رجوع صحیح ہوجاتا ہے اگر دوگواہوں کے سامنے ایسا کہے تو بہتر ہے تاکہ رجوع کرنے نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو گواہوں کے ذریعہ رجوع کا ثبوت دیا جاسکے۔ اگر کسی نے طلاق رجعی کے بعد عدّت کے اندر کوئی شہوت والا کام کرلیا جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے تو اس طرح بھی رجوع ہوجائے گا۔ اس کو رجوع بالفعل کہتے ہیں اور زبان سے لوٹا لینے کو رجوع بالقول کہتے ہیں۔

عدّت کے بعد رجعی طلاق بائن ہوجاتی ہے

اگر کسی نے طلاق رجعی دینے کے بعد عدّت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہی رجعی طلاق بائن طلاق ہوجائے گی، بائن طلاق میں رجوع کا حق نہیں رہتا ہاں اگر دونوں پھر میاں بیوی بننا چاہیں تو آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔ چاہیئے تو یہی کہ عندالضرورت صرف ایک طلاق سے کام چلالیا جائے۔ اگر طلاق کے بعد پچھتاوا ہو تو عدّت کے اندر رجوع کرنے کا حق باقی ہونے کی وجہ سے شوہر رجوع کرسکے گا اور اگر جلدی ہوش نہ آیا اور عدّت گذر گئی تو آپس میں دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔

شریعت کی آسانی

شریعت نے کتنی آسانی رکھی ہے۔ اوّل تو طلاق دینے ہی سے منع فرمایا، پھر اگر کوئی طلاق دینا ضروری ہی سمجھے تو اسے بتایا کہ ایک طلاق عورت کے پاکی کے زمانے میں دے دے اس میں غصّہ ٹھنڈا ہونے اور سوچ بچار کرنے کا خوب اچھی طرح موقع مل جاتا ہے اگر کسی نے صاف لفظوں میں ایک ساتھ دو طلاقیں دے دیں تو بھی یہ رجعی ہوں گی اور اگر غیر حاملہ عورت کو پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دی اور رجوع نہ کیا اور اس کے بعد جو پاکی کا زمانہ آئے اس میں ایک طلاق اور دے دی تو وہ دوسری طلاق بھی رجعی ہوگی اور اس کا حکم بھی وہ ہوگا جو پہلی طلاق کا تھا، پھر اگر تیسری بار تیسری پاکی کے زمانہ میں ایک اور طلاق دے دی تو طلاق مغلظہ ہوگی۔ عدت طلاق تین حیض ہے اور حیض نہ آتا ہو (بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے) تو عدت تین ماہ

ہے اور حاملہ ہو تو حمل ختم ہونے پر عدت ختم ہو گی۔ عدت کے اندر اندر جو طلاقیں شوہر دے گا واقع ہوتی رہیں گی۔

بیک وقت تین طلاق

لوگ اپنی جان پر زیادتی کرتے ہیں کہ ایک ساتھ طلاق کی تینوں گولیاں چھوڑ دیتے ہیں۔ شریعت طلاق ہی کی مخالف ہے پھر وہ ایک ساتھ تینوں طلاق دینے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے تاہم اگر کوئی شخص ایک ساتھ تین طلاق دے ہی دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عدت گذرنے سے پہلے مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے دے یا ہر پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دیا کرے تو اس طرح سے تین طلاقیں ہو جاتی ہیں، تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا بلکہ آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ تین طلاق پانے والی عورت اس طلاق دینے والے شوہر کے نکاح میں دوبارہ اسی صورت میں جا سکتی ہے کہ عدت گذار کر کسی دوسرے مسلمان سے اس کا نکاح ہو۔ پھر وہ اس سے میاں بیوی والا کام کرنے کے بعد طلاق دے دے یا مر جائے اس کے بعد عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے اس کو "حلالہ" کہتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی۔

تین طلاق کے بارے میں چاروں اماموں کا مذہب

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق مانی جاتی ہے اور رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور اسے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ کا مذہب بتاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ چاروں اماموں کا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے یا الگ الگ کرکے ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے۔ بہرحال تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بغیر حلالہ کے آپس میں دونوں کا نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: ایک یا دو رجعی طلاق دے کر اگر عدت کے اندر رجوع کر لیا تو اس طرح سے بیوی بنا کر رکھنا تو جائز ہو جائے گا مگر طلاق ختم نہ ہو گی کیونکہ اگر کبھی ایک طلاق کے بعد دو طلاقیں اور دے دیں یا دو کے بعد ایک طلاق اور دے دی تو پہلی طلاق حساب میں لگ کر تینوں طلاقیں مل کر

مغلظہ طلاق ہو جائے گی اور جو تین طلاقوں کا حکم ہے وہی عائد ہو جائے کا خوب سمجھ لیں ۔ واللہ اعلم ۔

تین طلاق کے بعد حلالہ کے بغیر دوبارہ آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی کی (سابقہ) بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا میں (پہلے) رفاعہ کے پاس تھی (یعنی ان کے نکاح میں تھی) انہوں نے مجھے پکی طلاق دے دی (یعنی تین طلاقیں دے کر جدا کر دی ان کی عدت گذرنے کے بعد) میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیرؓ سے نکاح کیا (ان کو ازدواجی حقوق ادا کرنے کے قابل نہ پایا) ان کے پاس ایسی چیز ہے جیسے کپڑے کا پلو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خاتون کی بات سن کر سوال فرمایا کیا تم یہ چاہتی ہو کہ (اس سے طلاق لے کر عدت گذرنے کے بعد) رفاعہؓ سے دوبارہ نکاح کر لو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں یہی چاہتی ہوں! آپ نے فرمایا نہیں! (ایسا نہیں ہو سکتا، رفاعہ کے نکاح میں دوبارہ جانے کا کوئی راستہ نہیں) جب تک کہ تم اس دوسرے شوہر سے تھوڑی لذت حاصل نہ کر لو اور وہ تم سے تھوڑی لذت حاصل نہ کر لے [1]

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے لیکن تین طلاقیں دینا بہتر نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ نباہ کا کوئی راستہ ہی نہ رہے تو عورت کے پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اگر پچھتاوا ہو تو عدت کے اندر رجوع کر لے۔ اگر عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہ رجعی طلاق بائن ہو جائے اس کے بعد ہوش آ جائے تو آپس میں باہمی رضامندی سے دوبارہ نئے مہر پر نکاح کر لیں یہ ایسی بات ہے کہ جس پر عمل کرنے سے دقت اور مصیبت پیش نہیں آئے گی لیکن اس کے برخلاف لوگ یہ کرتے ہیں کہ بیک وقت ایک زبان میں اور ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں ایسا کرنے سے شرعاً تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور رجوع کا راستہ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ تین طلاقوں کے بعد آپس میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا لہٰذا مرد کو چاہیئے کہ کسی مسلمان عورت سے نکاح کرلے جس سے نباہ ہو سکے اور عورت کسی

---

[1] رواہ البخاری ومسلم ۔

دوسرے مسلمان سے نکاح کرلے جس کے ساتھ گذارہ کی صورت بن سکے جب تین طلاق ملنے والی عورت نے عدّت گذار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا اور اس شوہر نے میاں بیوی والا کام بھی کرلیا۔ پھر طلاق دے دی یا وفات پاگیا تو عدّت گذار کر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (یعنی اگر شوہر نے تین طلاق دے دی تو ان کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے) اگر دوسرے شوہر سے صرف نکاح ہوجائے اور نکاح کرکے طلاق دے دے یا مرجائے تو پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔ تین طلاقوں کے بعد پہلے شوہر کے لئے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت سے میاں بیوی والا خاص کام بھی کرلے اس کے بعد طلاق دے دے یا وفات پاجائے اور عدّت بھی گذر جائے۔ اسی شرط کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے جس میں حضرت رفاعہؓ اور ان کی بیوی کا قصہ مذکور ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت یا مرد کو یہ ترغیب دی جارہی ہے کہ کسی مسلمان سے خواہی نہ خواہی ضرور اس عورت کا نکاح کیا جائے پھر اس سے طلاق لی جائے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح ہوکر میاں بیوی والا کام ہوجانے کے بعد طلاق ہوجائے یا وہ مرجائے تو عدت گذار کر آپس کی رضامندی سے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر دوبارہ نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے چونکہ مرد نے تین طلاق دے کر قانونِ شریعت کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے عورت کے دوبارہ حاصل ہونے کے لئے بطورِ سزا یہ شرط عائد کی ہے اس شرط میں جو ترکیب اور تفصیل مذکور ہے اس کو "حلالہ" کہتے ہیں۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص تین طلاقیں دے کر پچھتاتا ہے اور مفتی سے معلوم کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ دوبارہ نکاح کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں رہا۔ اِلّا یہ کہ کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح ہو اور حلالہ کی سب شرطیں پوری ہوں تو عورت سے ضد کرتا ہے کہ تو فلاں مرد سے نکاح کرلے حالانکہ وہ اب پہلے شوہر کی پابند نہیں رہی جس مسلمان مرد سے چاہے نکاح کرے اور جتنے مہر پہ کرے اُسے اختیار ہے بلکہ اگر اس نے کسی مرد سے نکاح کرلیا اور اس نے طلاق دے دی یا مرگیا تب بھی عورت کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ پہلے شوہر سے نکاح کرلے۔

بالفرض اگر عورت عدّت گذارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرلے پھر حلالہ کی شرطیں

پوری کرنے کے بعد شوہر اوّل سے نکاح کرنے پر رضامندی کا اظہار کردے تب بھی یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شخص سے یہ معاہدہ کیا جائے کہ تم اس عورت سے نکاح کرلو اور حلالہ کی شرط پوری کرکے چھوڑ دینا تاکہ شوہر اوّل سے نکاح ہو سکے ایسا معاملہ اور معاہدہ شرعاً ممنوع ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُحِلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی مُحَلِّل پر اور مُحَلَّل لَہٗ پر۔

مُحَلِّل وہ ہے جو حلال کرکے دے یعنی جو اس شرط کو منظور کرلے کہ وہ حلالہ کی شرط پوری کرکے چھوڑ دے گا اور مُحَلَّل لَہٗ وہ ہے جس نے تین طلاقیں دی تھیں یعنی شوہر اوّل جو یہ شرط لگا کر کسی سے اپنی طلاق دی ہوئی بیوی کا نکاح کراتا ہے کہ تم اس کو ایک دو رات رکھ کر چھوڑ دینا۔ دیکھیے دونوں پر لعنت فرمائی۔ اس لئے حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا اور کرانا گناہ ہے لیکن اس طرح شرط لگا کر کسی نے نکاح کرا دیا اور حلالہ کی شرطیں پوری ہوگئیں تو شوہر اوّل کے لئے حلال ہو جائے گی یعنی وہ اس سے نکاح کر سکے گا جو عورت کی مرضی سے ہوگا۔ بات کو خوب سمجھ لیں۔

خلع کرنے کا طریقہ اور اس کے مسائل اور شرائط و نتائج

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی (جمیلہ یا حبیبہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یارسول ثابت بن قیس جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت و خصلت اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے (کیونکہ وہ دیندار بھی ہیں اور اخلاق بھی اچھے ہیں اس سب کے باوجود میری طبیعت کا ان سے جوڑ نہیں کھاتا اور ان کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا اس صورت میں اگر میں ان کے ساتھ رہوں تو ان کے حقوق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے ایک اچھے آدمی کے ساتھ رہوں اور وہ اخراجات برداشت کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو۔ یہ ناشکری کی بات ہے) لیکن میں مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں (لہٰذا میری اور ان کی جدائی ہو جائے تو بہتر ہے) یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تم اس کا باغیچہ واپس کردو گی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں میں واپس کردوں گی۔ آپ نے یہ سن کر حضرت

---

[1] رواہ الدارمی۔

ثابت بن قیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کہ تم باغیچہ قبول کرلو اور اس کے عوض، اس کو ایک طلاق دے دو[1]

اسلامی تعلیمات کا اصل رُخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ جُدائی کا اثر فریقین ہی پر نہیں پڑتا بلکہ اس کی وجہ سے نسل و اولاد کی تباہی و بربادی ہوتی ہے اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت آجاتی ہے اسی لئے جو اسباب اور وجوہ اس معاملہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں اسلامی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ شوہر اور بیوی کو جو ہدایتیں قرآن و سنت میں دی گئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ رشتۂ ازدواج ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے اور ٹوٹنے نہ پائے۔ ناموافقت کی صورت میں اوّل افہام و تفہیم کی پھر زجر و تنبیہ کی ہدایتیں دی گئیں اور اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو دونوں خاندانوں کے بعض افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی۔ آیت سورۂ نساء فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا میں دونوں طرف کے افراد کو ثالث بنانے کا حکم دیا ہے جو بہت حکیمانہ ہے کیونکہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جائے گی اور دلوں میں زیادہ بُعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو جائے گا۔

لیکن بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ اصلاح حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور نکاح سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے فریقین کا آپس میں مل کر رہنا عذاب بن جاتا ہے ایسی حالت میں تعلق کا ختم کر دینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کا باعث ہو جاتا ہے اس لئے شریعتِ اسلام نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کیا کہ رشتۂ ازدواج بہر حال ناقابل فسخ ہی رہے بلکہ طلاق اور فسخ نکاح کا قانون بنایا۔ طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو دیا جس میں عادۃً فکر و تدبّر اور تحمّل کا مادہ عورت سے زائد ہوتا ہے، عورت کے ہاتھ میں یہ اختیار نہیں تاکہ وقتی تاثرات سے مغلوب ہو کر (جو عورت میں بہ نسبت مرد کے زیادہ ہے) طلاق نہ دے ڈالے لیکن عورت کو بھی اس حق سے محروم نہیں رکھا کہ وہ شوہر کے ظلم و ستم سہنے پر مجبور ہی ہو بلکہ اس کو یہ حق دیا کہ اگر اپنے شوہر کو کسی وجہ سے اتنا ناپسند کرتی ہو کہ اس کے ساتھ کسی قیمت پر نباہ کرنا ممکن ہی نہ رہا ہو تو اس کا بہترین طریقہ تو یہی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھا بجھا کر طلاق دینے پر آمادہ

---

[1] رواہ البخاری

کرلے ایسی صورت میں شوہر کو بھی یہی چاہیئے کہ جب وہ نکاح کے رشتہ کو خوشگواری کے ساتھ نبھتا نہ دیکھے اور یہ محسوس کرلے کہ اب یہ رشتہ دونوں کے لئے ناقابلِ برداشت بوجھ کے سوا کچھ نہیں رہا تو وہ شرافت کے ساتھ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے تاکہ عدت گذرنے کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کرسکے۔

لیکن اگر شوہر طلاق نہیں دیتا اور عورت محسوس کرتی ہے کہ نباہ کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے ساتھ رہ کر شریعت کے مطابق زندگی نہیں گذار سکتی تو شوہر کو کچھ مالی معاوضہ پیش کرکے اس سے چھٹکارہ حاصل کرلے۔ اس کو فقہاء کی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے۔ عموماً اس غرض کے لئے عورت مہر معاف کردیتی ہے اور شوہر اسے قبول کرکے عورت کو آزاد کردیتا ہے۔ نکاح اور دوسرے شرعی معاملات کی طرح خلع بھی ایجاب وقبول کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ لیکن اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر کے لئے معاوضہ لینا جائز نہیں اسے چاہیئے کہ معاوضہ کے بغیر عورت کو طلاق دے دے ایسی صورت میں اگر مرد معاوضہ لے گا تو مرتکب گناہ ہوگا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کا جو واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اس میں یہی بات ہے کہ شوہر بیوی سے خوش تھا اور بیوی بھی اس کی خوش خلقی اور دینداری کا اقرار کررہی تھی لیکن شوہر سے اس کا دل نہیں لگتا تھا اور اس سے طبیعت مانوس نہ ہوتی تھی جس کی وجہ سے چھٹکارا چاہتی تھی چونکہ مذکورہ واقعہ میں شوہر کا کوئی قصور نہ تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو باغ واپس کردینے کی ہدایت فرمائی۔ اس صورت میں طلاق کے عوض شوہر کو وہ باغ بلاکراہت واپس لے لینا درست ہوگیا، اگر کوئی عورت مال کے بدلے طلاق مانگے تو شوہر پر واجب نہیں ہے کہ اس کی بات قبول کرلے۔ اسی لئے حدیث کی شرح لکھنے والے علمائنے بتایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ طلاق دے دو درجۂ وجوب میں نہ تھا بلکہ یہ ایک امر استحبابی تھا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو باغ قبول کرکے ایک طلاق دینے کو فرمایا۔ مال کے بدلہ جو طلاق دی جائے وہ بائن ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک یا دو طلاق ہو اور صریح لفظوں میں ہو بائن طلاق کے بعد اگر پھر آپس میں مصالحت ہوجائے اور دونوں نرم گرم سہنے پر آمادہ ہوجائیں تو آپس میں دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔ تین طلاق دینے کے بعد حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تین طلاق سے

منع فرمایا۔ اگر مال لے کر طلاق دی جائے تو وہ رجعی اس لئے نہیں ہوتی کہ بالفرض شوہر رجوع کرے گا تو عورت کی جان نہ چھوٹے گی اور اس کا مال ضائع ہو جائے گا۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ناگواری کے پیشِ نظر نکاح فسخ نہیں فرما دیا بلکہ شوہر کو مہر میں دیا ہوا باغیچہ واپس دلا کر طلاق دلائی (کیونکہ ثابتؓ خوبی کے ساتھ بیوی کو رکھنے کے لئے تیار تھے۔)

مسئلہ: جب عورت نے شوہر سے کہا کہ جو میرا مہر واجب ہے اس کے بدلہ خلع کرتی ہوں۔ پھر اس کے جواب میں مرد نے اسی مجلس میں کہہ دیا کہ میں اس خلع کو منظور کرتا ہوں تو اس سے ایک بائن طلاق واقع ہو گئی اور مرد کو رجوع کا حق نہیں رہا۔ صورت مذکورہ میں مرد و عورت کا سوال و جواب دونوں ایک ہی مجلس میں ہونے چاہئیں۔ اگر عورت نے اپنی بات کہی اور مرد کے جواب دینے سے پہلے دونوں میں سے کوئی وہاں سے اُٹھ گیا تو بات ختم ہو گئی۔ اب اگر مرد کہے کہ طلاق دیتا ہوں تو طلاق ہو جائے گی مگر عورت پر کچھ واجب نہ ہو گا اور قانون طلاق کے مطابق صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دے تو رجعی ہو گی اور تین طلاقیں دے گا تو مغلظہ طلاق ہو جائے گی۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ عورت نے پہلے پیش کش کی ہو۔

مسئلہ: اور اگر مرد نے بات کہنے میں پیش قدمی کی اور اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے اتنی رقم پر یا مہر کے عوض خلع کیا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا جو طلاق بائن کے حکم میں ہو گا اگر عورت نے اسی جگہ جواب نہ دیا اور وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئی اس کے بعد منظوری دی یا قبول ہی نہیں کیا مثلاً بالکل خاموش رہ گئی یا مرد کی پیش کش کو رد کر دیا تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہو گی اور اگر مرد کی پیش کش کے بعد عورت اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد اپنی بات کہہ کر چلتا بنا اور عورت نے اس کے اُٹھ جانے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔

مسئلہ: اگر مخصوص رقم کے عوض خلع کیا مثلاً یوں کہا کہ ہزار روپے کے عوض خلع کرتا ہوں اور عورت نے قبول کیا تو یہ ہزار روپے عورت پر واجب ہو گئے اور عورت پر لازم ہو گا کہ شوہر کو طے شدہ ہزار روپے ادا کرے۔

طلاق بالمال

اگر عورت نے یوں کہا کہ ہزار روپے کے عوض مجھے طلاق دے دے تو اس کو خلع نہ کہا جائے گا اس کو طلاق بالمال کہتے ہیں۔ اگر شوہر نے ہزار روپے کے عوض طلاق دے دی تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ طلاق بالمال ایک معاملہ ہے جو دونوں کی منظوری سے ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر مرد نے زبردستی کر کے مار پیٹ کر عورت کو خلع کرنے پر مجبور کر دیا اور اس کی زبان سے خلع کرنے کا لفظ کہلوا لیا یا لکھے ہوئے خلع نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا یا دستخط کروا لیا اور کہا کہ خلع کرتا ہوں تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی لیکن عورت پر مال واجب نہ ہو گا۔

مسئلہ: اگر کسی شوہر نے عورت کی جانب سے کاغذ لکھ لیا کہ میں نے مہر یا اپنے دیگر حقوق کے عوض طلاق لینا منظور کر لیا اور اسے دکھائے بغیر کچھ اور بات سمجھا کر دستخط کرا لیا یا انگوٹھا لگوا لیا تو کچھ معاف نہ ہو گا۔ البتہ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے طلاق دی ہے یا خلع کیا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر شوہر نے کورٹ میں کاغذ پیش کر کے دنیا والے حاکموں کے یہاں معافی کا فیصلہ کرا لیا تو وہ معتبر نہ ہو گا اور قاضی روز جزاء کے حضور میں جب پیشی ہو گی تو اس مال کے عوض نیکیاں دینی ہوں گی یا عورت کے گناہ اپنے سر پر لینے ہوں گے۔

یہ سب تفصیل ہم نے یہ بتانے کے لئے لکھی ہے کہ خلع دونوں کے درمیان طے ہونے والا معاملہ ہے کوئی ایک فریق خود سے فیصلہ نہیں کر سکتا۔

دورِ حاضر کے حکام کا خلع اور فسخ نکاح کے بارے میں غیر شرعی طریق کار

آج کل کے حکام نے جو یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں عورت نے استغاثہ کیا نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ دے دیا اور اس کا نام خلع رکھ دیا یہ سراسر غیر شرعی طریقہ ہے۔ بعض مرتبہ شوہر تک سمن پہنچتا بھی نہیں یا وہ حاضرِ عدالت ہوتا ہے اور بیوی کو بیوی کی طرح ادائیگی حقوق کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے پھر بھی بعض حکام نکاح فسخ کر دیتے ہیں اور عورت کی ناپسندیدگی ہی کو حق خلع استعمال

کرنے کی دلیل بنا کر جُدائی کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ یہ طریق کار یورپ کے قوانین سے توڑ جوڑ کھاتا ہے۔ مگر شریعت کے بالکل خلاف ہے یہ نہ تو شرعی خلع ہے (کیونکہ فیصلہ مرد کی مرضی کے بغیر کر دیا جاتا ہے) اور نہ اس طرح فسخ کر دینے سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور ایسے فیصلہ کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں ہوتا۔

بعض حالات میں حاکم مسلم کو نکاح فسخ کر دینے کا حق ہے مگر مخصوص اسباب اور مخصوص طریق کار کے بغیر فسخ کر دینے سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا جن اسباب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے وہ یہ ہیں۔ شوہر کا پاگل ہونا، متعنت ہونا (جو نان نفقہ نہ دے) نامرد ہونا، مفقود الخبر (گمشدہ) ہونا جس کی موت و حیات کا پتہ نہ ہو غائب غیر مفقود ہونا جس کی زندگی کا علم تو ہو مگر پتہ نہیں کہ کہاں ہے ان اسباب کی بنیاد پر مخصوص شرائط اور حدود و قیود کے ساتھ مسلم حاکم نکاح فسخ کر سکتا ہے جو کتاب "الحیلۃ الناجزہ" میں لکھی ہیں۔ واضح رہے کہ کافر جج (قادیانی، رافضی یا عیسائی وغیرہ) کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ نہ ہوگا اگرچہ اسباب و شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے فسخ کرے)۔

عدّتِ طلاق اور عدّتِ وفات کے مسائل

حضرت مسور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابیہ سُبَیعہؓ کے بطن سے ان کی شوہر کی وفات کے چند دن کے بعد بچہ تولد ہو گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور (چونکہ تولد ہو جانے کی وجہ سے عدت ختم ہو چکی تھی) اس لئے انہوں نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کی اجازت چاہی چنانچہ آپؐ نے اجازت دے دی اور انہوں نے نکاح کر لیا۔[1]

جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا مر جائے تو عورت پر عدت گذارنا لازمی ہوتا ہے یعنی شریعت کے اصول کے مطابق مخصوص و مقررہ ایام گذر جانے تک اسے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ بھی عدت کے دوران کچھ اور پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں۔ حدیث بالا میں عدت سے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا ہے جس کی تشریح ابھی آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] رواہ البخاری۔

جب کسی عورت کو طلاق ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ یہ شوہر کے یہاں گئی ہے یا نہیں گئی ہے اگر شوہر کے یہاں نہیں گئی یعنی میاں بیوی میں یکجائی نہیں ہوئی اور صرف نکاح کے بعد طلاق ہو گئی تو ایسی عورت پر کوئی عدت لازم نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا[1]	اے ایمان والو تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرو، سو ان کو کچھ متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو۔

اور اگر نکاح کے بعد میاں بیوی میں یکجائی ہو چکی ہے تو دیکھا جائے گا کہ عورت کو حمل ہے یا نہیں اگر عورت کو حمل ہو تو اس کی عدت وضع حمل پر ختم ہو گی یعنی جب تک ولادت نہ ہو جائے اس وقت تک عدت میں رہے گی ولادت ہوتے ہی عدت ختم ہو جائے گی خواہ طلاق کے ایک دن بعد ہی وضع حمل ہو جائے۔ خواہ کئی مہینے لگ جائیں یا سال ڈیڑھ سال یا اس سے بھی زیادہ لگ جائے (واضح رہے کہ شریعت میں حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے) اور اگر اسے حمل نہ ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ تین ماہواری گزر جائے اس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے، جتنے دن میں تین حیض گذریں اتنے دن تک عدت میں رہنا ہوگا۔ عورتوں میں جو یہ مشہور ہے کہ تین مہینے تیرہ دن یا تین مہینے دس دن عدت ہے شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں، عدت کا مدار حمل ہونے کی صورت میں وضع حمل پر اور حمل نہ ہونے کی صورت میں تین حیض گزر جانے پر ہے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو ایسی حالت میں طلاق ہوئی کہ اسے اب تک حیض نہیں آیا یا زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ یہ تین ماہ چاند کے حساب سے شمار ہوں گے۔ قرآن مجید نے ان مسائل کو سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق میں بیان فرمایا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے۔ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ۔ (یعنی جن عورتوں کو طلاق دے دی جائے وہ تین حیض تک اپنے کو نکاح سے روکے رکھیں)۔

اور سورۂ طلاق میں فرمایا ہے کہ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ (یعنی جو عورتیں حیض سے ناامید

---

[1] سورۂ الاحزاب

ہو چکی ہیں (بڑھاپے کی وجہ سے) اگر تم کو (ان کی عدّت مقرر کرنے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ ایسے ہی ان عورتوں کی عدّت تین ماہ ہے جن کو اب تک حیض نہیں آیا۔)

اب رہی وہ عورت جس کا شوہر وفات پا چکا ہو اس کی عدّت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ حمل سے ہے تو جب بھی وضع حمل ہو جائے اس وقت اس کی عدت ختم ہو جائے گی خواہ شوہر کی موت کے ایک گھنٹہ بعد ہی ولادت ہو جائے۔ حدیث بالا میں یہی مسئلہ بتایا ہے اور اگر حمل کی مدت بڑھ جائے تو اس کے بقدر عدّت کے ایام بڑھ جائیں گے اور اگر یہ عورت حمل سے نہیں ہے تو اس کی عدت چاند کے اعتبار سے چار مہینہ دس دن ہے۔ حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ؕ	اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔

مسئلہ: جس عورت کا نکاح اصُولِ شریعت کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فسخ کیا ہو اس پر بھی عدّت لازم ہے اور اسے عدّت طلاق پوری کرنی ہوگی۔

مسئلہ: جس عورت نے شوہر سے خلع کر لی ہو اسے بھی عدّت طلاق گزارنی ہوگی۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق دے دی گئی ہو اس کے عدّت کے زمانہ کا نان نفقہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر ہی کے ذمّہ ہے بشرطیکہ عورت شوہر کے دیئے ہوئے اس گھر میں عدّت گذارے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، اگر ماں باپ کے یہاں چلی جائے تو شوہر پہ ایام عدّت کا نان نفقہ واجب نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ ایام عدت شوہر ہی کے گھر پہ گذارنا لازم ہے جہاں رہتے ہوئے طلاق ہوئی اور طلاق بائن یا مغلظہ ہو تو شوہر سے پردہ کرکے رہے۔

مسئلہ: اگر عورت ایام عدّت کا نان نفقہ معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا۔

مسئلہ: جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس عورت کے لئے شوہر کے مال میں میراث تو ہے لیکن عدّت کا نان نفقہ نہیں ہے اور اگر مہر وصول نہ ہوا ہو اور معاف بھی نہ کیا ہو تو حصّہ میراث سے پہلے مہر وصول کرے گی۔

مسئلہ: اگر کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ مہر نہ ملے گا یا نکاح کے وقت مہر کا کوئی تذکرہ نہ ہوا ہو اور پھر میاں بیوی والی یکجائی ہونے سے پہلے طلاق دے دی تو شوہر پر لازم

ہے کہ اس عورت کو چار کپڑوں کا ایک جوڑا اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ کپڑے یہ ہیں۔ ایک کرتہ، ایک پاجامہ، ایک دوپٹہ اور ایک بڑی چادر جس میں سر سے پاؤں تک لپٹ سکے۔ سورۂ احزاب میں جو مَتِّعُوْهُنَّ (ان کو کچھ متاع دے دو) فرمایا ہے اس سے اور اگر مہر مقرر کئے بغیر نکاح کرنے کے بعد شوہر کو میاں بیوی والی تنہائی بھی حاصل ہوگئی یا وہ مرگیا تو مہر مثل دینا ہوگا۔

یعنی اتنا مہر دینا ہوگا جتنا اس عورت کے میکے کی اس جیسی عورتوں کا مہر ہوا کرتا ہے۔ اس جیسی حسن و جمال اور عمر اور دینداری اور سلیقہ مندی وغیرہ میں دیکھی جائے گی۔ یہ مسئلہ مہر کے باب سے متعلق ہے، لیکن ہم نے نان نفقہ کے ذیل میں اس لئے لکھ دیا ہے کہ کپڑے کا جوڑا جس صورت میں دینا پڑتا ہے وہ سامنے آجائے اور جس صورت میں کپڑوں کے علاوہ ادائیگی کرنی پڑتی ہے اس کا بھی علم ہوجائے۔

مسئلہ: جب کسی عورت کو طلاق ہوجائے یا شوہر وفات پاجائے اس کی عدت اسی وقت سے شروع ہوجاتی ہے۔ اگر ایام عدت گذرنے کے بعد عورت کو طلاق یا شوہر کی موت کا پتہ چلا تو شرعاً عدت گذرگئی، مزید عدت گذارنا لازم نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی ایسی عورت کو طلاق ہوئی جسے حیض آنا شروع نہ ہوا تھا اس کی وجہ سے مہینوں کے حساب سے عدت گذارنے لگی پھر تین ماہ گذارنے سے پہلے حیض آگیا تو اب اس کی عدت تین حیض ہوگی مہینوں کا حساب ختم ہوجائے گا۔ جب تین حیض پورے ہوجائیں گے اس وقت عدت ختم ہوگی۔

مسئلہ: حیض کے زمانہ میں طلاق دینا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے شریعت کا خیال نہ کیا اور حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو واقع ہوجائے گی اور اس کی عدت بھی تین حیض ہوگی اور یہ تین حیض اس حیض کے علاوہ ہوں گے جس میں اس نے طلاق دی ہے یعنی جس حیض میں طلاق دی گئی ہے وہ حیض عدت میں شمار نہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیماری کے زمانہ میں طلاق بائن دے دی اور طلاق کی عدت ابھی پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ مرگیا تو دیکھا جائے گا کہ طلاق کی عدت کی مدت زیادہ ہے یا موت کی عدت کی مدت زیادہ ہے جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی عدت طلاق کی نہ گذری تھی کہ شوہر مرگیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔

عدت کے ایام میں سوگ کرنا بھی واجب ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا شوہر وفات پاگیا وہ (عدت گذرنے تک) عصفر سے رنگا ہوا اور خوشبو والی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور زیور بھی نہ پہنے اور خضاب بھی نہ لگائے اور سُرمہ نہ لگائے۔

جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر وفات پا جائے تو عدت ختم ہونے تک اس کو اسی گھر میں رہنا ضروری ہے جس میں شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے آخر وقت تک رہا کرتی تھی۔ اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں جانا جائز نہیں ہے۔ بہت سی عورتیں شوہر کی موت ہوتے ہی یا طلاق ہوتے ہی میکہ چلی جاتی ہیں یہ خلافِ شریعت ہے اور گناہ ہے نہ اسکو جانا جائز ہے نہ سسرال والوں کو اس کا نکالنا درست ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ البتہ جو عورت بیوہ ہوگئی ہو اور اس کے نان نفقہ کا کچھ انتظام نہ ہو تو کسی جگہ کام کاج کر کے روزی حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن سورج چھپنے سے پہلے پہلے اس گھر میں آجائے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ عدت کے دوران گھر میں رہتے ہوئے کسی ایک ہی کوٹھڑی یا کمرے میں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے نہ یہ کوئی مسئلہ ہے جیسا کہ عورتیں سمجھتی ہیں (بلکہ گھر میں رہتے ہوئے پورے گھر میں چلے پھرے اس پر کچھ پابندی نہیں)

جس عورت کو رجعی طلاق ملی ہو عدت کے ایام میں اس کو بھی گھر سے نکلنا درست نہیں ہے۔ وہ بھی شوہر کے گھر میں عدت گذارے جو عورت عدت میں ہو گھر سے نکلنے کی پابندی کے ساتھ اس پر شرعًا سوگ کرنے کی پابندی بھی عائد کی گئی ہے۔ زیب و زینت اور بناؤ سنگھار ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں۔ حدیث بالا میں سوگ کے بعض مسائل بتائے گئے ہیں۔ جس عورت کا شوہر وفات پاگیا ہو اور جسے ایسی طلاق ملی ہو جس کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا اس پر عدت کے دوران سوگ کرنا بھی لازم ہے۔ جب عدت ختم ہو جائے سوگ ختم کر دے۔ چونکہ عدت کے زمانہ میں کسی دوسرے

لہ رواہ ابوداؤد

مرد سے نکاح کرنا درست نہیں اور بناؤ سنگھار کی ضرورت شوہر کے لئے ہوتی ہے اس لئے زمانہ عدت میں سوگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسا لباس اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے اس کی طرف مردوں کی طبیعت راغب ہو لہٰذا عدت گذارنے والی کے لئے (جس پر سوگ واجب ہو) یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ بھڑکدار کپڑے نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے، خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے زیور استعمال نہ کرے۔ باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سلجھائے اور سر میں تیل نہ ڈالے اور سُرمہ نہ لگائے ہاں اگر آنکھیں دکھ آئیں تو علاج کے لئے سرمہ لگانا درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو پونچھ ڈالے۔ سر دھونا اور غسل کرنا درست ہے لیکن خوشبودار صابن وغیرہ استعمال نہ کرے اگر سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بے خوشبو کا تیل ڈال دے لیکن مانگ پٹی نہ نکالے۔"

جس عورت پر سوگ کرنا واجب ہے اسے پان کھا کر منہ لال کرنا اور دانتوں پر مسّی ملنا، پھول پہننا، مہندی لگانا درست نہیں۔

مسئلہ: سوگ کرنا حکم شرعی ہے۔ شوہر کے مرنے یا طلاق و خلع کے ذریعہ اس سے چھٹکارا حاصل ہونے سے۔ اگر عورت کو طبعی طور پر خوشی بھی ہوئی ہو تب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کورٹ کے ذریعہ نکاح فسخ کردیا ہو (اور وہ شرعی اصول کے مطابق فسخ ہوگیا ہو) تو ایسی عورت پر بھی عدت اور سوگ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی یا اس کا شوہر مر گیا تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ ملی ہو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ زمانۂ عدت میں طلاق دینے والے شوہر کے گھر پر رہتے ہوئے اس سے پردہ کرے اور جس کو طلاق رجعی ملی ہو وہ زیب و زینت سے رہے سوگ نہ کرے۔

شوہر کی موت کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر سوگ کرنے کا کیا حکم ہے؟

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ کسی عورت کے لئے حلال نہیں ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ کسی میت پر تین رات سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے اس کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے لہ

آج کل ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ عمل کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال کو سامنے نہیں رکھا جاتا بلکہ رواج اور طبیعت کے تقاضوں پر چلتے ہیں۔ رنج وغم سوگ وغیرہ کے سلسلہ میں بھی خدا اور رسولؐ کی نافرمانیاں ہوتی ہیں، شوہر کی موت پر سوگ کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کو بُرا مانتی ہیں بلکہ عدت کے زمانہ میں گھر میں رہنے کی شرعی پابندی کی بھی خلاف ورزی کرتی ہیں۔ اور خود سے سوگ کرنے میں آئیں تو شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر ہفتوں سوگ کرلیں، دینی احکام کو پس پشت ڈالنے کا یہ مزاج بہت بُرا ہے، اس کی وجہ سے گناہوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اللہ جل شانہٗ ہم سب کو اسلام کے حکموں پر چلنے اور مرمٹنے کی توفیق دے۔

یہ سوگ کا سلسلہ محرم کے مہینے میں بڑا زور پکڑ لیتا ہے شیعوں کی دیکھا دیکھی بہت سے سُنّی ہونے کے دعویدار بھی محرم میں سوگوار بن جاتے ہیں اس ماہ میں اور خصوصًا شروع کے دس دنوں میں میاں بیوی والی محبت ترک کردیتے ہیں، کالے کپڑے پہنتے ہیں بچّوں کو بھی سیاہ کپڑے پہناتے ہیں جس کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں۔ یہ سب جہالت اور گمراہی کے طریقے ہیں محرم کے مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت ہوئی تھی اس شہادت کو یاد کرکے لوگ روتے ہیں، سینے پیٹتے ہیں، چاقو چھُری سے گھائل ہوجاتے ہیں، جھوٹے واقعات بنا بنا کر شعر بناتے ہیں، مرثیے پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ثواب کا کام کررہے ہیں حالانکہ ان چیزوں میں ہرگز ثواب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں سراسر گناہ ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبّت کیوں ہے؟ اسی لئے تو ہے کہ وہ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے نواسے ہیں (جب محبّت کا باعث حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا جان کی ذاتِ گرامی ہے کہ آپ سے محبت ہونے کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی محبت ہے) تو اس محبّت کے اظہار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی کیوں خلاف ورزی کی جاتی ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ

لہ رواہ البخاری و مسلم۔

شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے اور یہ اجازت بھی صرف عورت کے لئے ہے مرد کے لئے سوگ کرنے کی کسی موقعہ پر بھی اجازت نہیں۔ پھر یہ ۱۳ سو سال گذر جانے کے بعد کیسا سوگ ہو رہا ہے؟ کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف چلنے والوں سے خوش ہوں گے؟ کیا ایسے نافرمانوں کے لئے جنہوں نے دینِ محمدیؐ میں اپنی طرف سے احکام کا اضافہ کر دیا۔ حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفارش کریں گے؟ حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ جن لوگوں نے دین محمدیؐ میں ادل بدل کر دیا ان کو حوضِ کوثر سے ہٹا دیا جائے گا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ (دور ہوں دور ہوں جنہوں نے میرے دین کو بدلا[1])

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ الموضوعات الکبیر میں لکھتے ہیں کہ:

وقد اشتهر عن الروافض فی بلاد العجم من الخراسان والعراق بل فی بلاد ماوراء النهر منکرات عظیمة من لبس السواد والدوران فی البلاد وجرح رؤسهم وابدانهم بانواع من الجراحة ویدعون انهم محبوا اهل البیت وهم بریئون منهم (مشا مجتبائی)

اور رافضیوں میں بلاد عجم کے اندر مثلاً خراسان عراق اور ماوراء النہر کے شہروں میں بڑے بڑے گناہوں کے کام رواج پائے ہوئے ہیں مثلاً کالے کپڑے پہنتے ہیں اور شہروں میں گھومتے ہیں اور اپنے سروں اور جسموں کو مختلف طریقوں سے زخمی کرتے ہیں اور اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ حضرات اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کرنے والے ہیں حالانکہ وہ ان سے بیزار ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اسلام میں مرد کے لئے سوگ کسی موقعہ پر بھی مشروع نہیں

ویکرہ للرجال تسوید الثیاب وتمزیقها للتعزیه۔ (عالمگیری طبع مصر ص ۱۶۷)

یعنی تسل کے عنوان سے مردوں کو کالے کپڑے پہننا اور ان کو پھاڑنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۸ ج ۲

ایک حدیث میں ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵۰ ج ۱)	میں اس سے بیزار ہوں جو کسی کی وفات پر اظہار رنج کے لئے سر منڈائے اور شور مچائے اور کپڑے پھاڑے۔

کپڑے پھاڑنا مرد و عورت ہر ایک کے لئے حرام ہے۔

سب جانتے ہیں کہ خدائے پاک کے آخری رسول سرورِ عالم سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کامل دین دے کر دنیا سے تشریف لے گئے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ)	آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

چونکہ اسلام دین کامل ہے اس لئے اس میں حرام حلال کی مکمل تفصیلات موجود ہیں اور ثواب و عذاب کے کاموں سے پوری طرح آگاہ فرما دیا گیا ہے اور زندگی گذارنے کے پورے طریقے بتا دیئے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہدایات دے دی گئی ہیں اب کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دین میں اضافہ کر دے یا حلال کو حرام قرار دے دے یا حرام کو حلال کر دے۔ خدا کی شریعت میں مردوں کیلئے سوگ نہیں اور عورتوں کیلئے شوہر کے علاوہ وفات پر صرف تین دن اور شوہر کی موت پر چار ماہ دس دن تک عورت کو سوگ کرنا جائز ہے پھر حکم شرعی سے آگے بڑھ کر مردوں کو سوگ کرنا اور سوگ کے کپڑے پہننا یا عورت کو مندرجہ بالا تفصیل کے خلاف سوگ کرنا دین میں کہاں سے داخل ہو گیا؟ شریعتِ اسلامیہ نے محرم میں میاں بیوی کے ملاپ پر یا اچھے کپڑے پہننے، یا مہندی لگانے یا اور کسی طرح کی زیب و زینت اختیار کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی تو یہ پابندی اپنی طرف سے کیوں لگائی، اللہ پاک نے جو کچھ حلال قرار دیا اس کو کیوں حرام کیا؟ قرآن و حدیث کی ہدایت چھوڑ کر گمراہی میں کیوں لگے؟

نومولود بچّہ کے کان میں اذان دینا
اور اکابر کی خدمت میں لے جاکر تحنیک کرانا

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو آپ نے ان کے کان میں اذان دی جو اذان نماز کے لئے دی جاتی ہے[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ (میرے بچہ) عبداللہؓ کا استقرار حمل مکہ ہی کے زمانۂ قیام میں ہوگیا تھا پھر اس کی پیدائش (ہجرت کے بعد) قباء میں ہوئی (جو مدینہ کا ایک محلہ ہے) پیدائش کے بعد میں اس کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کو میں نے آپ کی گود میں رکھ دیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک چھوارہ منگایا اور اس کو چبا کر بچہ کے منہ میں اپنے منہ سے ڈال دیا اور پھر اس کے تالو سے مل دیا، اس کے بعد اس کے لئے دعا فرمائی اور برکت کی دُعا دی[2]

یہ اسلامی طریقہ ہے کہ بچّہ پیدا ہو تو اسے نہلا دھلا کر اس کے داہنے کان میں اذان دی جائے جیسے پنج وقتہ نمازوں کے لئے اذان دیتے ہیں اور بعض روایات میں اقامت کہنے کا بھی ذکر ہے اور امت میں اسی طرح معمول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں اذان دی تھی جیسا کہ حدیث بالا میں مذکور ہے۔ بچہ کے کان میں اذان اقامت کہنے میں بہت بڑی حکمت ہے۔ بچہ کیونکہ ابھی دنیا میں آیا ہے اس لئے سب سے پہلے اس کے کان میں اللہ کا نام پکارا جاتا ہے اور ایمان اور نماز کی دعوت دی جاتی ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ تو دینِ توحید پر ہے تجھے اسی پر جینا اور مرنا ہے۔

---

[1] رواہ الترمذی۔ [2] رواہ البخاری و مسلم۔

تحنیکِ مسنون

تحنیک بھی سنّت طریقہ ہے یہ لفظ حنک سے لیا گیا ہے، حنک عربی میں تالو کو کہتے ہیں۔ جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اسے کسی نیک آدمی کے پاس لے جائے تاکہ چھوارہ وغیرہ کوئی چیز منہ میں لے کر بچہ کے منہ میں ڈال دے اور اس کے تالو سے مل دے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے تو آپؐ نے یہی عمل فرمایا۔ اس میں اوّل تو صالحین سے تعلق رکھنے اور ان کے پاس آنے جانے کی تعلیم ہے اور یہ حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ بچے کو آج ہی سے صالحین کی گود میں دیں گے اور ان کا لعاب اس کے منہ میں ڈلوائیں گے تو بچے کا تعلق اللہ کے نیک بندوں سے رہے گا۔ آج کل ماں باپ خود بھی نیک آدمیوں سے دور بھاگتے ہیں اور بچہ کو بھی صالحین سے دور رکھتے ہیں کہ خدانخواستہ کہیں ہمارا بچہ مُلّا نہ بن جائے۔ اب تو سب سے پہلے بچے کے لئے یورپین ڈریس تیار کرنے کی کوشش رہتی ہے۔ نیک بنانے کا ارادہ ہو تو نیک بندوں کی تلاش ہو، نیک آدمیوں کے پاس لے جا کر تحنیک کرائیں اور برکت کی دُعا لیں۔ اب تو برکت کی دُعا کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ ان باتوں کو مُلّا کی بڑ سمجھا جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

عقیقہ کا بیان

حضرت اُمِ کُرز رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ پرندوں کو ان کی جگہوں پر رہنے دو (اور ان کو اڑا کر بدفالی نہ لو) اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سُنا کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے اور اس میں تمہارے نقصان کی کوئی بات نہیں کہ عقیقہ میں ذبح کئے جانے والے جانور نر ہوں یا مادہ ہوں[1]

اس حدیث میں اوّل تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدفالی سے منع فرمایا جو مخصوص طریقہ پر زمانۂ نبوت سے پہلے عرب میں رواج پائے ہوئے تھی۔

---

[1] رواہ ابوداؤد

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب جانور اڑا کر بدفالی لیتے تھے

زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی کام کے لئے نکلتے تھے تو درخت پر بیٹھے ہوئے جانوروں کو اڑا دیتے تھے اور دیکھتے تھے کہ جانور کدھر کو اڑا۔ اگر دائیں جانب کو اڑ گیا تو اس کو مبارک اور سعد جانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جس کام کے لئے ہم نکلے ہیں وہ ہو جائے گا اور اگر جانور بائیں جانب کو اڑ جاتا تو اس کو منحوس اور نامبارک سمجھتے تھے اور یہ سمجھ کر کہ ہمارا کام نہیں ہوگا اس کام سے رُک جاتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو ان کی جگہوں پر بیٹھا رہنے دو اور فال کے لئے ان کو مت اڑاؤ۔

دورِ حاضر کی بدفالی پر ایک نظر

عرب کے جاہلوں کی طرح آج کل بھی نام نہاد مسلمان طرح طرح کی بدفالیوں میں مبتلا ہیں۔ خصوصاً عورتوں میں اس طرح کی باتیں بہت مشہور ہیں۔ اگر کوئی شخص کام کو نکلا اور بلی سامنے سے گذر گئی یا کسی کو چھینک آگئی تو سمجھتے ہیں کہ کام نہیں ہوگا، جوتی پر جوتی چڑھ گئی تو کہتے ہیں کہ سفر درپیش ہوگا، آنکھ پھڑکنے لگی تو فلاں بات ہوگی یا کسی کے گھر میں گھونگھیاں ڈال دیں یا سیہ کا کانٹا ڈال دیا تو گھر والوں میں لڑائی ہوگی یا مرغے نے اذان دے دی تو گویا مصیبت آگئی بس اسے ذبح کرنے کو دوڑ پڑتے ہیں اور مختلف علاقوں میں اور مختلف قوموں میں اس طرح بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ یہ سب جاہلانہ خرافات اور غیر اسلامی کام ہیں جو کچھ ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے اور اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے۔ موحد بندہ خام خیالیوں میں کبھی نہیں پڑتا اور وہم کی دنیا کو کبھی نہیں بساتا۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے الطیرۃ شرك بدفال لینا شرک ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اگر کسی مسلمان کو کوئی ایسی چیز پیش آجائے کہ جس سے خواہ مخواہ ذہن میں بدفالی کا خیال ہو جائے تو جس کام کے لئے نکلا ہے اس سے نہ رکے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ [1]	اے اللہ اچھائیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور بُری چیزوں کو تیرے سوا کوئی دور نہیں کرتا اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔

[1] رواہ ابو داؤد

آج کل بھی جانوروں کو استعمال کرنے کا سلسلہ جاری ہے بہت سے لوگ لفافوں میں کاغذ بھرے ہوئے کسی جانور دڈ پر بیٹھے رہتے ہیں اور طوطا یا مینا یا کوئی اور چڑیا پنجرے میں بند رکھتے ہیں۔ گذرنے والے جاہل ان سے پوچھتے ہیں کہ آئندہ ہم کس حال سے گذریں گے اور ہمارا فلاں کام ہوگا یا نہیں۔ اس پر جانور رکھنے والا آدمی پرندے کے منہ میں کوئی دانہ وغیرہ دے دیتا ہے اور وہ پرندہ کوئی سا ایک لفافہ کھینچ لاتا ہے۔ پرندہ والا آدمی اس میں سے کاغذ نکال کر پڑھتا ہے اور دریافت کرنے والے کی قسمت کا فیصلہ سناتا ہے۔ یہ سراسر جہالت اور گمراہی کا طریقہ ہے۔ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا طوطا مینا لے کر بیٹھنے والے کو خود پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ ایک کو دوسرے کے بارے میں کچھ علم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا۔ یعنی کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کرے گا۔ نیز ارشادِ خداوندی ہے۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (اے نبی آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ آسمان اور زمین میں ہیں وہ غیب کو نہیں جانتے غیب کو صرف اللہ ہی جانتا ہے) یہ عجیب بات ہے کہ آدمی خود تو اپنا حال نہ جانے اور غیر عاقل جانور کو پتہ چل جائے کہ اس کی قسمت میں کیا ہے وہ پرچہ نکال کر دے دے تو اس کو غیب دانی کا ذریعہ بنالیں۔ جہالت بڑی بری بلا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کے پاس گیا جو غیب کی بات بتاتا ہو پھر اس سے کچھ بات پوچھ لی تو اس کی کوئی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی [1]۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ایسے شخص کے پاس گیا جو غیب کی خبریں بتاتا ہو اور اس کے غیب کی تصدیق کر دی تو اس چیز سے بری ہو گیا جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی [2]۔ ٹونہ ٹوٹکہ اور بدفالی سے بہت سختی سے پرہیز کرو اور کسی ایسے شخص کے پاس ہرگز نہ جاؤ جو غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ کرتا ہو۔

عقیقہ کے مسائل

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا کی حدیث میں دوسری بات یہ بتائی کہ عقیقہ میں لڑکے کی جانب سے دو بکریاں ذبح کی جائیں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے نر و مادہ

---

[1] رواہ مسلم۔ [2] رواہ ابوداؤد

ہونے سے عقیقہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگر لڑکے کے لئے بکریاں اور لڑکی کے لئے بکرا ذبح ہو جائے تو اس میں نہ کوئی ضرر ہے نہ کوئی حرج۔

عقیقہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس میں اللہ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے۔ ایک جانور میں قربانی اور عقیقہ دونوں کے حصے ہو سکتے ہیں مثلاً اگر پانچ آدمی ایک گائے میں ایک ایک حصہ قربانی کا لے لیں اور ایک شخص دو حصے اپنے لڑکے کے عقیقہ کے لئے لے لے اور کل سات حصے ہو جائیں تو ایسا کرنا درست ہے لیکن قربانی صرف اپنے مخصوص دنوں میں ہی ہو سکتی ہے۔ عقیقہ بچّہ کی پیدائش سے ساتویں دن ہونا چاہیئے۔ مثلاً اگر کوئی جمعرات کو پیدا ہوا تو اس کا عقیقہ بدھ کے دن کریں۔ عقیقہ میں دو کام کرنے ہوتے ہیں۔ ایک تو جانور اللہ کی رضا کے لئے ذبح کرنا دوسرے بچّہ کے سر کے بال مونڈ دینا۔ بال مونڈ کر ایک جگہ جمع کرلیں اور ان کا وزن کرکے اس قدر چاندی صدقہ کردیں جس قدر بالوں کا وزن ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی جانب سے ایک بکری کا عقیقہ کیا اور اپنی صاحبزادی سے فرمایا (جو حضرت حسن کی والدہ تھیں) کہ اے فاطمہؓ اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کردو۔ جب بالوں کو وزن کیا تو ایک درم یا اس سے کم وزن اترا اور اس قدر چاندی صدقہ کردی۔ (کما فی الموطا)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکے کا عقیقہ ہونا چاہیئے لہٰذا اسکی جانب سے خون بہاؤ (یعنی جانور ذبح کرو) اور ناگوار چیز دُور کرو[2] (یعنی پیٹ کے اندر جو بال نکل آئے تھے ان کو مونڈ ڈالو)۔

زمانۂ جاہلیت میں بچّہ کا سر مونڈ کر اس کے سر پہ ذبح شدہ جانور کا خون مل دیتے تھے۔ یہ طریقہ اسلام میں نہیں ہے۔ البتہ بعض روایات حدیث میں بچہ کے سر پر (مونڈنے کے بعد) زعفران ملنا وارد ہوا ہے۔ اگر اس پر عمل کرنا چاہیں تو زعفران ترکرکے پورے سر پر مل دیں۔ (مرقاۃ)

مسئلہ: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ کے جانور کا گوشت بناتے وقت اس کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں اور حضرت عطاء نے اس کی حکمت عملی بھی بتائی ہے لیکن اگر ہڈیاں توڑ دی جائیں جیسا کہ گوشت بنانے میں ایسا ہوتا ہے تو یہ بھی جائز ہے اور اس سے عقیقہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

---

[1] رواہ الترمذی۔ [2] رواہ البخاری۔

مسئلہ: اگر بچہ کا نام پہلے سے نہ رکھا ہو تو ساتویں دن اس کا اچھا سا نام بھی تجویز کر دیں۔

مسئلہ: لڑکے کے لئے دو بکریاں اور لڑکی کے لئے ایک بکری ہونی چاہیے۔ اگر مقدور ہو تو اسی پر عمل کریں لیکن اگر کوئی شخص لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک بکری یا ایک بکرا کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر ساتویں دن عقیقہ نہیں ہوا تو اس کے بعد بھی عقیقہ ہو سکتا ہے لیکن ساتویں دن کا خیال رہنا بہتر ہے جس کا مطلب پہلے گذر چکا ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کرے اور ایسا کرنا ایک امر استحبابی ہے۔ اگر اس کے خلاف ہو جائے تو کچھ حرج نہیں بلکہ خود عقیقہ ہی مستحب ہے۔ اس کے چھوڑنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ: یہ جو دستور ہے کہ جس وقت بچہ کے سر پر استرا رکھا جائے اور نائی سر مونڈنا شروع کرے فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو، شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں محض ایک جاہلانہ رسم ہے۔ شرعاً سب جائز ہے چاہے سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا ذبح کر لے تب مونڈے۔

مسئلہ: جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔ جانور کیسا ہو اس کی تفصیل قربانی کے بیان میں گذر چکی ہے۔

مسئلہ: بہتر ہے کہ عقیقہ کا گوشت ایک تہائی صدقہ کر دے اور باقی خود کھائے، رشتہ داروں اور دوستوں کو دے اور دائی کو پوری ایک ٹانگ دینا بہتر ہے۔

مسئلہ: عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، نانا، نانی، دادی وغیرہ سب کو کھانا درست ہے۔ عقیقہ کے دن بچہ کا سر مونڈنے میں یہ مصلحت ہے کہ پیٹ کے اندر جو بال اُگتے ہیں وہ کمزور ہوتے ہیں اور مونڈنے کے بعد جو بال نکلتے ہیں وہ طاقتور ہوتے ہیں لہٰذا کمزور بالوں کا دور کر دینا مناسب ہوا۔ نیز ایک نفع اور بھی ہے وہ یہ کہ بال مونڈے جانے سے سر کے مسامات کھل جاتے ہیں ان کے ذریعہ اندر کی حرارت باآسانی باہر آجائے گی۔ نیز اس سے سننے اور سونگھنے اور دیکھنے کی طاقت بھی بڑھتی ہے۔ یہ حکمت تحفۃ الودود میں لکھی ہے۔

طلاق ہو جائے تو بچوں کی پرورش کون کرے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بے شک یہ جو میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کے لئے برتن رہ چکا ہے اور میری چھاتی اس کے لئے

مشکیزہ رہی ہے (جس سے یہ دودھ پیتا رہا ہے) اور میری گود اس کے لئے حفاظت کی جگہ رہی ہے اور اب ماجرا یہ ہے کہ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اس کو مجھ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی پرورش کی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو نکاح نہ کرلے [1]

بچے ناتواں، نا سمجھ اور ضعیف البنیان پیدا ہوتے ہیں ان کی پرورش اور پرداخت ماں باپ کے ذمہ کردی گئی ہے وہ شرعاً بھی ان کی پرورش کے مکلف ہیں اور طبعی طور پر ماما ہونے کی وجہ سے خود بھی پرورش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں عموماً یہی ہوتا ہے کہ بچے ماں باپ کے سایہ میں پلتے بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہیں لیکن کبھی شریعتِ اسلامیہ کے مزاج کے خلاف میاں بیوی جُدائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یعنی علیحدگی چاہنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے طلاق یا خلع کی نوبت آجاتی ہے یا شوہر اپنی ناسمجھی سے طلاق دے بیٹھتا ہے اور بعض مرتبہ حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکنے کی وجہ سے طلاق دے دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اگر ایسا ہو جائے تو اس میں جہاں اور کئی قسم کی مشکلات سامنے آتی ہیں ان میں بچوں کی پرورش کا مسئلہ بھی ایک مصیبت بن جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس کے بارے میں بھی ہدایات دی ہیں اور احکام بتائے ہیں۔

اوپر کی حدیث میں اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک عورت نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب وہ میرے بچے کو چھیننا چاہتا ہے۔ جس کے لئے میں نے بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ ایک عرصہ تک اسے پیٹ میں رکھا اور بہت دن تک اُسے دودھ پلایا اور گودی میں لیا اس کی پرورش کی اور تکلیفوں سے بچایا میرا دل نہیں چاہتا کہ اسے اپنے سے جُدا کردوں لیکن اس کا باپ (طلاق دے دینے کے بعد اُسے) میرے پاس رکھنے کو تیار نہیں۔ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی پرورش کی تو ہی زیادہ مستحق ہے جب تک کہ تو نکاح نہ کرلے۔

جب میاں بیوی میں جدائی ہو جائے اور رجوع کی کوئی صورت نہ بن سکے یا ایسی طلاق ہو جائے جس میں شرعاً رجوع نہیں ہو سکتا یا دوبارہ نکاح کرنے پر فریقین راضی نہ ہوں یا شرعاً دوبارہ نکاح نہ ہو سکتا ہو تو لامحالہ میاں بیوی علیحدہ ہو جائیں گے۔ اس صورت میں اولاد کی پرورش کے

---

[1] رواہ ابوداؤد۔

لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضابطہ بتلایا ہے کہ بچےؔ کی ماں پرورش کی زیادہ مستحق ہے بشرطیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتلایا ہے کہ اگر عورت بالکل کسی سے نکاح نہ کرے تو اسے حق پرورش ملے گا اور اگر کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو بچہؔ کا محرم ہو مثلاً بچہؔ کا چچا تب بھی ماں کا حقِ پرورش ساقط نہ ہوگا۔ کیونکہ بچہ کا محرم خود اس کو پیار محبت سے رکھے گا اور اس کے نکاح میں جانے کے بعد بچہؔ کی ماں اس کی دیکھ بھال میں لگے گی تو نئے شوہر کو ناگواری نہ ہو گی۔ البتہ اگر بچہؔ کی ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو بچہؔ کا محرم نہ ہو تو اس کا حقِ پرورش ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ شخص اس کی پرورش میں لگنے پر معترض ہوگا اور یہ کہہ سکتا ہے کہ تو میرے حقوق ادا نہیں کرتی یا میرے حقوق میں اس کی پرورش کی وجہ سے فرق آتا ہے ممکن ہے کہ وہ بچہؔ کو ٹیڑھی نظر سے دیکھے اور بچہؔ کو ڈانٹ ڈپٹ کرے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پہلی بیوی سے جو اولاد ہو یا اس بیوی سے جو اولاد ہو جائے اس کی محبت کے سامنے اس بچہؔ سے کسی قسم کی کلفت محسوس کرے ان جیسی حکمتوں کی وجہ سے ماں کا حقِ پرورش اس صورت میں ساقط کر دیا گیا جبکہ وہ بچہؔ کے نامحرم سے نکاح کرلے۔

ماں کا جو حقِ پرورش دیا جاتا ہے وہ اس کا حق ہے اگر وہ اپنا حق استعمال نہ کرنا چاہے تو اس کو مجبور نہیں کر سکتے کہ ضرور پرورش کرے ہاں اگر کوئی اور عورت پرورش کرنے والی نہ ملے تو اس کی ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کی پرورش کرے اور اگر ماں نے حقِ پرورش ساقط کر دیا تو شرعاً جتنی مدت پرورش کرنے کا حق رکھا گیا (جس کی تفصیل آگے آئے گی) اس مدت کے اندر اندر پھر اپنا حق لے سکتی ہے۔ یعنی پرورش کا مطالبہ کر سکتی ہے اسی طرح جب بچے کے نامحرم سے نکاح کرنے کی وجہ سے حقِ پرورش ساقط ہو گیا اور اس کے بعد اس دوسرے شوہر سے جدائی ہو جائے تو پھر حقِ پرورش کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

مسئلہ :۔ جس زمانہ میں بچہ کی ماں طلاق کے بعد عدت گذار رہی ہو اس زمانے میں جو بچہؔ اس کی پرورش میں ہو اس کے دودھ پلانے کی اجرت نہ لے البتہ عدت گذرنے تک شوہر پر معتدہ (عدت گذارنے والی) ہونے کی وجہ سے اس کا نان نفقہ واجب ہے۔

مسئلہ : اگر طلاق کے بعد عدت گذر گئی تو بچہ کی ماں کو اس کے باپ سے دودھ پلانے کی اجرت طلب کرنے کا حق ہے اور اس صورت میں باپ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یوں کہے کہ جب

اجرت دینا ہی ہے تو میں کسی دوسری عورت سے اُجرت پر دودھ پلواؤں گا (چونکہ جو شفقت ماں کو ہو سکتی ہے دوسری عورت کو نہیں ہو سکتی) ہاں اگر دوسری عورت ماں سے کم اُجرت پر راضی ہو تو ماں کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ بچہ کو خود دودھ پلاوے اور اجرت زیادہ لے البتہ ماں کو اتنا حق ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو اپنے پاس رکھے تاکہ بچہ سے جُدائی نہ ہو اور اگر ماں دودھ پلانے پر رضامند ہو لیکن اس کا دودھ بچہ کے لئے مضر ہو تو باپ دوسری عورت سے دودھ پلوا سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر ماں کہے کہ میں اسے دودھ نہیں پلاتی تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا ہاں اگر بچہ کسی اور عورت کا دودھ قبول ہی نہ کرے تو ماں پر واجب ہوگا کہ اسے دودھ پلائے۔

مسئلہ: جو ماں بدکردار ہو جس کے فسق و فجور کا اثر بچے پر پڑ سکتا ہو تو بچے کو جب تک سمجھ نہ آئے اس کو ماں کے پاس رکھا جا سکتا ہے اس کے بعد اس سے لے لیا جائے گا اور اگر کوئی ماں ایسی ہے کہ بچہ کو چھوڑ کر اکثر اوقات گھر سے باہر رہتی ہے اور بچے کی دیکھ بھال نہیں کرتی جس سے اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو اس صورت میں اسے حقِ پرورش نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر بچہ کی ماں مرجائے یا حقِ پرورش استعمال نہ کرنا چاہے یعنی بچہ کو اپنی پرورش میں لینے سے انکار کردے یا کسی وجہ سے اس کا حقِ پرورش ساقط ہو جائے تو اس صورت میں پرورش کا حق نانی کو پہنچتا ہے اگر نانی نہ ہو یا موجود تو ہو لیکن پرورش سے انکار کردے تو پھر پرنانی کو حق پرورش ملے گا اگر وہ بھی نہ ہو یا پرورش میں لینے سے انکار کردے تو دادی کو اور اس کے بعد پردادی کو اور اس کے بعد سگی بہنوں کو اور ان کے بعد ماں شریک بہنوں کو اور ان کے بعد باپ شریک بہنوں کو اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا حق پرورش استعمال کرنے سے منکر ہو تو پھر خالہ کو اور اس کے بعد پھوپھی کو حق پرورش ملے گا۔ وہ بھی نہ ہو یا حق پرورش استعمال کرنا نہ چاہے تو ماں کی خالہ کو پھر باپ کی خالہ کو حق پرورش پہنچے گا۔ واضح رہے کہ بچہ خواہ کسی کی بھی پرورش میں ہو بچہ کے اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے۔

مسئلہ: بچے کے رشتہ داروں میں اگر کوئی عورت پرورش کے لئے نہ ملے تو اب باپ اس کی پرورش کرنے کا مستحق ہے وہ بھی نہ ہو تو پھر دادا کو حق پرورش پہنچتا ہے وہ بھی نہ ہو تو پردادا کو۔ ان میں سے کوئی نہ ہو تو سگے بھائی کو وہ نہ ہو تو باپ شریک بھائی کو حق پہنچتا ہے وہ بھی نہ ہو تو جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تو معتبر عالموں سے معلوم کر لیا جائے۔

مسئلہ: جسے بچے کی پرورش کا حق پہنچا ہو اسے لڑکے کو سات سال کی عمر ہو جانے تک اور لڑکی کو ۹ (نو) سال کی عمر ہو جانے تک پرورش کا حق ملے گا یعنی اتنی مدت تک اپنے پاس رکھ کر پرورش کرنے کا حق ہے اس کے بعد بچہ کو لے سکتا ہے۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

کتاب

تَرْبِيَةُ الْاَوْلَادِ

وَ

اِصْلَاحُ حَالِھِمْ

(اولاد کی تعلیم و تربیت کا بیان، احکام شرعیہ بتانے اور سمجھانے کی اہمیت اور ضرورت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تعلیم وتربیّت کا بیان

اسلام علم وعمل کا نام ہے

اسلام سراپا عمل کا نام ہے اور ہر انسان کی زندگی سے متعلق اسلام نے احکام بتائے ہیں. مرد ہو یا عورت ان احکام پر عمل کرنے سے ہی صحیح مسلمان بنتا ہے. وہ تمام احکام جو سب پر فرض ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ ان سب کا سیکھنا اور جاننا تو ہر ایک پر فرض ہے اور —— —— ہر فرد اپنی متعلقہ صنعت کے احکام کی تعلیم حاصل کرے غرض کہ ہر پیشے والا اپنے پیشہ کے احکام کو سیکھے، عورتیں اپنے متعلقہ احکام کو معلوم کریں. میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں، ماں، باپ اولاد کے حقوق اور اولاد ماں باپ کے حقوق جانیں، مویشی والے جانوروں کے حقوق معلوم کریں۔

غفلت اور جہالت کو دور کرنا فرض ہے

آج کل غفلت کا دور دورہ ہے. بے راہ روی کا عالم ہے' بہت سے مردوں اور عورتوں کو کچھ خبر نہیں کہ ان کے ذمّہ اسلام کے کیا احکام عائد ہوتے ہیں' ہر شخص اپنی طبیعت کا پابند اور خواہش کا بندہ نظر آتا ہے. یہ بہت افسوس ناک صورت حال ہے. مسلمان دین سے جاہل اور غافل ہو یہ اس کے لئے بڑی شرم کی بات ہے، غفلت اور جہالت کو دور کرنا فرض ہے.

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج آپس کے معاملات، رہن سہن اور کھانے، پینے، اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے اور ان کے علاوہ زندگی کی تمام حالتوں کے حکموں کو معلوم کریں جو قرآن اور حدیث میں بتائے گئے ہیں. بہت سے مرد وعورت بچپن میں دین سیکھتے نہیں اور بڑے ہو کر لحاظ کی وجہ سے نہیں پوچھتے اور عمر بھر جاہل رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف چلتے ہیں یہ بڑی محرومی ہے

اولاد کے بارے میں دور حاضر کے لوگوں کی بدحالی

ماں باپ کا یہ حال ہے کہ بچوں کی خوشی کے لئے ان کو غیر ضروری لباس بھی پہناتے ہیں۔ ان کے لئے تصویریں، مورتیاں خرید کر لاتے ہیں اور اپنے گھروں کو ان کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے محروم رکھتے ہیں، ادھار قرض کر کے ان کی جائز ناجائز ضرورتوں اور شوقیہ زیب و زینت اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن ان کو دین پر ڈالنے کی فکر نہیں کرتے، یہ بچوں کے ساتھ بہت بڑی دشمنی ہے۔ اگر دین نہیں تو آخرت کی تباہی ہو گی۔ وہاں کی تباہی کے سامنے دنیا کی ذراسی چمک دمک اور چہل پہل کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اپنی اولاد کے سب سے بڑے محسن وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی علم پڑھاتے ہیں اور دینی اعمال پر ڈالتے ہیں۔ یہ علم نہ صرف اولاد کے لئے بلکہ خود ان کے والدین کے لئے بھی قبر میں اور آخرت میں نفع مند ہو گا۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ النَّاسَ نِيَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا یعنی لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

آخرت سے بے فکری کی زندگی گذارنے میں انسان کا نفس خوش رہتا ہے اور یہی حال بال بچوں اور دوسرے متعلقین کا ہے۔ اگر آخرت کی باتیں نہ بتاؤ اور کھلائے پلائے جاؤ دنیا کا نفع پہنچائے جاؤ تو ہشاش بشاش رہتے ہیں اور اس تغافل کو باعث نقصان نہیں سمجھتے لیکن جب آنکھیں بند ہوں گی اور قبر کی گود میں جائیں گے اور موت کے بعد کے حالات دیکھیں گے تو حیرانی سے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ عالم آخرت کی ضرورتیں اور حاجتیں جب سامنے ہوں گی تو اس غفلت پر رنج ہو گا اور حسرت ہو گی کہ کاش آج کے دن کے لئے خود بھی عمل کرتے اور اولاد کو بھی یہاں کی کامیابی کی راہ پر ڈالتے مگر اس وقت حسرت بے فائدہ ہو گی۔

بچوں کی تعلیم و تربیت یعنی ان کو دین کا علم سکھانے اور دین کا عمل کر کے دکھانے اور عمل کا شوق پیدا کرنے کا سب سے پہلا مدرسہ ان کا اپنا گھر اور ماں باپ کی گود ہے۔ ماں باپ، عزیز قریب، بچوں کو جس سانچے میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں اور جس رنگ میں چاہیں رنگ سکتے ہیں۔ بچہ کا سنوار اور بگاڑ دونوں گھر سے چلتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے اصل ذمہ دار ماں باپ ہی ہیں۔ بچپن میں ماں باپ ان کو جس راستہ پر ڈال دیں گے اور جو طریقہ بھلا یا برا سکھا دیں گے وہی ان کی ساری زندگی کی بنیاد بن جائے گی۔

بچوں کو عقائدِ اسلامیہ بتانے کی ضرورت

حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ میں نے اپنے دادا کی کتاب میں (جس میں انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کی تھیں) یہ لکھا ہوا پایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سکھاؤ۔ پھر ان کی موت آنے تک فکر مت کرو، اور جب ان کے دودھ کے دانت گرنے لگیں تو ان کو نماز کا حکم دو۔[1]

نیز حضرت عمرو بن شعیب سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں جب کوئی بچہ بولنے لگتا تھا تو اُسے یہ آیت سکھاتے تھے۔
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا[2][3]۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اسلام کا کلمہ ہے، یہ اسلام کے تمام عقائد کو شامل ہے اور عقائد ہی اصل دین ہیں، اگر عقائد صحیح نہ ہوں تو اسلام کا دعویدار ہونا بالکل بیکار ہے، محض دعویٰ کرنے سے یا مسلمان کی اولاد ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا۔ اسلام کے عقائد کا جاننا اور ماننا فرض ہے۔ پہلی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ چھوٹے بچے کی جب زبان چلنے لگے اور زبان سے کچھ نہ کچھ کلمات ادا کرنے لگے تو اس کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سکھائیں۔ دیکھئے بچہ ابھی ناسمجھ ہے لیکن اسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یاد کرایا جا رہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بچپن ہی سے اگر دینی عقائد سے مانوس نہ کیا تو بڑا ہو کر دوسرے راستہ پر چلنے لگے گا۔ جب بچہ بولنے لگے تو یہی نہیں کہ صرف لفظ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سکھائیں بلکہ اس کا ترجمہ بھی یاد کرائیں اور اس کا مطلب بھی سمجھائیں جیسے جیسے بچہ ہوش سنبھالے اسے اسلام کے عقیدے سکھاتے چلے جائیں۔ حدیث شریف میں یہ جو فرمایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سکھا دو پھر ان کی موت آنے تک فکر مت کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شروع میں جب عقیدہ ٹھیک کر دیا اور اسلام کا عقیدہ

---

[1] رواہ الإمام ابن السنیؒ فی عمل الیوم واللیلۃ۔ [2] رواہ الإمام ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ۔

[3] یہ سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "اور آپ فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور خوب اس کی بڑائی بیان کیجئے۔"

سکھا دیا تو اب کوئی ڈر نہیں اس کے ایمان کی پختگی ایمان ہی پر زندہ رہنے دے گی اور اسی پر موت آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری حدیث میں بچہ کو آیت وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ (آخر تک) جس کے بچے کو سکھانے کی تعلیم دی اس میں بھی توحید خالص بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جو عقائد ہونے چاہئیں وہ بتائے گئے ہیں۔ بچے کو بالکل شروع سے اس آیت کو یاد کرانے کی تعلیم دینا اسی لئے ہے کہ مسلمان کا کوئی بچہ خدائے پاک کی ذات وصفات کے متعلقہ عقائد سے جاہل وغافل نہ رہے اور موت آنے تک صحیح مسلمان بنا رہے۔ عقائد اسلامیہ تفصیل کے ساتھ شروع کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

اسلام کے بنیادی تین عقیدے ہیں۔ اوّل عقیدہ توحید یعنی اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننا اور اس کی ذات وصفات کے بارے میں ان سب عقیدوں کو تسلیم کرنا جو قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ دوم عقیدہ رسالت یعنی سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی ماننا اور آپ جو دین اللہ کی طرف سے لائے ہیں اسے پورا پورا سچے دل سے تسلیم کرنا۔ سوم عقیدۂ آخرت یعنی موت کے بعد زندہ ہونے کا عقیدہ رکھنا اور اس بات کو ماننا کہ قیامت قائم ہوگی اور اعمال کا حساب ہوگا اور سزا کے فیصلے ہوں گے دوزخ میں عذاب اور جنّت میں آرام وراحت ہوگا، ان تین بنیادی عقائد کے ذیل میں اور بہت سے عقائد ہیں جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ ان کا ماننا بھی فرض ہے۔

اسلامی عقائد جاننے کی ضرورت اور اہمیّت

بہت سے ماں باپ بچوں کو اسلام کے عقیدے نہیں سکھاتے بلکہ خود بھی اسلامی عقیدے نہیں جانتے، گریجویٹ ہو جاتے ہیں، پی ایچ ڈی کر لیتے ہیں لیکن توحید ورسالت اور آخرت کے بارے میں جو عقائد ہیں ان سے بے خبر ہوتے ہیں اور اسی ناواقفی کی وجہ سے ہر مدعی اسلام کو مسلمان سمجھتے ہیں چاہے اسلامی عقیدوں کا منکر ہی ہو۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لیا تو اللہ کی کتابوں اور اس کے فرشتوں اور اس کے تمام رسولوں کے بارے میں اور حشر ونشر یعنی قیامت وغیرہ کے بارے میں جو کچھ آپ نے بتایا ہے ان سب کا ماننا فرض

ہو گیا۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اسلام کے عقیدوں کا مذاق بناتے ہیں اور اللہ و رسولؐ پر اعتراض کرتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں حالانکہ ایسے لوگ شرعاً مسلمان نہیں ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے یہ لوگ بے دینوں، ملحدوں، دہریوں کو بھی مسلمان سمجھتے ہیں کہ وہ زبان سے کلمہ کا اقرار کرتے ہیں یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے اس کلمہ کی تشریح جو قرآن و حدیث میں آئی ہے اس کو دل سے ماننے سے مسلمان ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں اور ایسے بھی لوگ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے اور آپ کے بعد بھی بعض مدعیان نبوت کو نبی مانتے ہیں یہ سب لوگ کافر ہیں اور ان کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے۔

عقائد کا معاملہ بہت نازک ہے۔ عقائد کی صحت پر دوزخ کے ہمیشہ والے عذاب سے نجات پانے اور جنت کی ابدی نعمتوں سے نوازا جانا موقوف ہے، جس کا عقیدہ کفریہ ہو وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اس لئے اپنے عقیدے درست کرنا اور بچوں کو صحیح عقائد سکھانا اس زندگی کا سب سے بڑا فریضہ ہے اور اولاد کی سب سے بڑی ہمدردی ہے۔

بچوں کو نماز سکھانے اور پڑھانے کی ذمّہ داری والدین پر ہے

حضرت سبرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ جب وہ سات سال کے ہوں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کرو جبکہ وہ دس سال کے ہوں۔ اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز سکھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ سات سال کا بچہ ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم کرو اور دس سال کی عمر ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اس کی پٹائی کرو۔ بات یہ ہے کہ دونوں چیزوں کی ضرورت ہے نماز سکھانا بھی ضروری ہے اور نماز پڑھوانا بھی، بچے کو جب نماز سکھائیں گے نہیں کیسے پڑھے گا؟

لہ رواہ الترمذی۔

کیونکہ نماز ایمان کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے اس لئے نماز کا سکھانا اور تعلیم دینا سب سے زیادہ ضروری ہوا۔ لوگ اپنی اولاد کو صنعت کاری میں ڈالتے ہیں، تجارت کے گر سکھاتے ہیں۔ معاشرہ میں رہنے کے آداب بتاتے ہیں مگر نماز سیکھنے سکھانے سے غفلت برتتے ہیں۔ یہ زندگی بہت شرم کی زندگی ہے۔

اے مسلمانو! اپنے بچوں کو نمازیں سکھاؤ اور نماز پڑھنے کی تاکید کرو۔ دس برس کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کی پٹائی کرو یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بہت سے مرد و عورت خود تو نمازی ہوتے ہیں مگر اولاد کو نمازی بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتے یہ ان کی بربادی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جب بچہ کو اسکول کے سپرد کر دیا اور نماز میں پڑھنے کی چیزیں نہ سکھائیں، رکعتوں کی تعداد نہ بتائی، فرائض و واجبات سے واقف نہ کرایا اور بچہ اسکول و کالج میں پڑھتے پڑھتے ایسی عمر کو پہنچ گیا کہ اُسے دنیا کا ذوق لگ گیا اور ماں باپ کی گرفت سے آزاد ہو گیا تو اب اسے صحیح راہ چلنا نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ شروع ہی سے دینی ذہن بنایا جائے اور آخرت کے کاموں پر لگایا جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اولاد کو نماز کے لئے کہتے ہیں مگر کوئی پڑھتا ہی نہیں ان کا یہ کہنا بالکل عذرِ لنگ ہے۔ اوّل تو کہنے کی طرح کہتے نہیں صرف منہ چھوتے ہیں حالانکہ حدیث میں ارشاد ہے کہ بچے دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر ان کی پٹائی کرو۔ اگر بچہ سے ایک آدھ روپیہ کا نقصان ہو جائے تو ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، دو چار لگا کر دم لیتے ہیں لیکن نماز کے لئے صرف ہلکے سے لہجے میں کہہ دیتے ہیں اس بارے میں ڈانٹ ڈپٹ کو بھول جاتے ہیں۔ اگر آخرت کی اہمیت ہوتی تو نماز کے ناغہ کرنے کو دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے نقصان کے مقابلے میں بہت بڑا نقصان سمجھتے اور اس کے لئے فکرمند ہوتے۔

اگر تمہارا لڑکا دین کے طریقہ پر چل کر دوزخ سے بچ گیا اور دنیا میں بھوکا رہا تو یہ بڑی کامیابی ہے اور اگر اس نے لاکھوں روپے کمایا اور بڑی بلڈنگیں بنائیں مگر خدا سے دور رہ کر اور گناہوں میں پڑ کر دوزخ مول لی تو اس کے لئے جائیداد بے کار بلکہ وبال ہے۔

ماں باپ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی اولاد کو دیندار بنا دیں اور دوزخ سے بچا دیں، ہر بچہ کم از کم نو دس سال تو اپنی ماں کے پاس ہی رہتا ہے، مائیں اس پر خاص توجہ دیں

اس عمر میں اُسے دین کی باتیں سکھا دیں اور دیندار بنا دیں اگر اولاد دیندار ہوگی تو تمہارے لئے دُعا کرے گی اور جو دینی علم تم نے سکھایا تھا اس پر عمل کرے گی تو تم کو بھی اجر و ثواب ملے گا۔

جب کہا جاتا ہے کہ اولاد کو قرآن پڑھاؤ، دین سکھاؤ اور نماز روزہ پر ڈالو تو بعض ماں باپ کہہ دیتے ہیں کہ اپنے بچے کو مُلا تھوڑا ہی بنانا ہے، یہ تو افسر بنے گا افسر! اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیندار ہونا اور نماز کا پابند ہونا بے فائدہ چیز ہے اور دیندار ہونا کوئی گھٹیا کام ہے جو لائق حقارت ہے۔ العیاذ باللہ۔ اسلام کے نام لیوا کیسی کیسی جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔ کیا قبر میں انگریزی فیشن، انگریزی طور طریق کام آئیں گے؟ اور کیا دنیا کی افسری اور کوٹھی بنگلے کی رہائش نجات دلادے گی؟ ہرگز نہیں! وہاں تو ایمان اور نیک اعمال، نماز روزہ، ذکر، تلاوت سے کام چلے گا۔ اگر آخرت حق ہے جیسا کہ سب مسلمان مانتے ہیں تو اس کے لئے دوڑ دھوپ کیوں نہیں اور اولاد کو وہاں کے لئے فکرمند کیوں نہیں بناتے اور اعمال صالحہ پر کیوں نہیں ڈالتے؟ حقیقت میں ایمان و یقین کی کمی ایک بہت بڑا مرض ہے جس نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے۔

جہالت کی وجہ سے بیٹے پوتے باپ دادا کا جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتے

جب باپ دادا کی موت ہو جاتی ہے تو اول تو بیٹے پوتے جنازے کو ہاتھ لگانے سے گھبراتے ہیں، کوئی غسل دینے کو تیار نہیں ہوتا آخر غیر لوگ نہلاتے ہیں اور بعض جگہ تو کرایہ کے لوگ آکر غسل دیتے ہیں، گھر کے لوگ کفن دینا بھی نہیں جانتے کہ کتنے کپڑے ہوں اور کیسے پہنائے جائیں۔ پھر جب دوسرے لوگوں نے (جو عموماً نمازی اور دیندار ہوتے ہیں) نہلا دُھلا کر کفن دے دیا تو مسجد کی طرف جنازہ لے کر چلتے ہیں وہاں امام صاحب سے جنازہ پڑھوا لیتے ہیں حالانکہ شرعاً جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑا حقدار میت کا ولی ہے لیکن یہ ولی مرنے والے کا بیٹا یا پوتا نماز پڑھانے سے عاجز ہے کیونکہ نماز جنازہ یاد نہیں ہوتی بعض مرتبہ تو جگ ہنسائی سے بچنے کے لئے میت کے رشتہ دار جنازے کی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پڑھنا کیا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نماز سے دور علیحدہ کھڑے رہتے ہیں وجہ کیا ہے کہ اپنے خاص لوگ نماز جنازہ

پڑھنے اور پڑھانے سے عاجز ہیں؟ کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مرنے والے نے ان لوگوں کو دینی تعلیم نہیں دی ان کو دین پر نہیں ڈالا، نماز روزہ نہیں سکھایا۔ بڑی بڑی جائیدادیں خرید کر اولاد کے نام کر دیں مگر اس قابل بنا کے نہ چھوڑا کہ باپ کا جنازہ ہی صحیح طور پر پڑھ لیتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بچوں کی تعلیم و تادیب مالی صدقہ سے افضل ہے اور

اچھے ادب سے بڑھ کر اولاد کے لئے کوئی عطیہ نہیں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچّے کو ادب سکھائے تو یہ بلاشبہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع (غلّہ وغیرہ) صدقہ کرے [1]

حضرت عمرو بن سعید سے روایت ہے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو [3]

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔ بات یہ ہے کہ بچّے بالکل سادہ لوح ہوتے ہیں اگر ان کی تربیت نہ کی جائے اور علم و عمل سے آراستہ نہ کیا جائے تو صرف دیکھنے میں وہ انسان نظر آتے ہیں اور ان کے اخلاق و عادات وحشیانہ اور طور طریق بہیمانہ ہو جاتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں، والدین اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ بچوں کے لئے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں لیکن ان کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جن کا ان کے اپنے ماں باپ نے ناس کھویا تھا انہیں پتہ ہی نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے، بچوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں اور اس عظیم غفلت میں ان لوگوں کا بھی بڑا حصّہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق و آداب سے بھی واقف ہیں لیکن ملازمت اور تجارت میں کچھ اس طرح اپنے آپ کو پھنسا دیا ہے کہ بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے ان کے پاس گویا وقت

---

[1] رواہ الترمذی۔ [2] ھو جد ایوب بن موسیٰ۔ [3] رواہ الترمذی۔

ی نہیں حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کے لئے ہوتی ہے۔ جب زیادہ کمانے کی وجہ سے خود اولاد ہی کے اعمال واخلاق کا خون ہوجائے تو ایسا کمانا کس کام کا؟

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اچھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں مصلح بھی ہیں اور مرشد بھی ہیں، دنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں، سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں، کبھی یہاں وعظ کیا کبھی وہاں تقریر کی، کبھی کوئی رسالہ لکھا، کبھی کتاب تالیف کی لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل رہتے ہیں حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اولاد کی جانب سے جب چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور ان کی عمر دس بارہ سال ہوجاتی ہے تو اب ان کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہوجاتا ہے

اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں توجہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم اور حقیقی ادب سے بالکل محروم رکھتے ہیں یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے۔ بیس بیس سال کی اولاد ہوجاتی ہے جنہیں کلمہ تک یاد نہیں ہوتا، یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں، نہ اس کے فرائض نہ واجبات، نہ اسلام کے عقائد پہچانیں، نہ دین کو جانیں، اس قسم کے لڑکوں اور لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں، کوٹ پتلون پہننا بتاتے ہیں اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں عورتیں بیاہ شادی کی رسمیں بتاتی ہیں، شرکیہ باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح سے ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کردیتے ہیں اور طرّہ یہ ہے کہ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی موڈرن ہیں، انگریز بن رہے ہیں، ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی آخرت برباد ہوگئی۔ اعمال صالحہ سے خالی ہیں۔ اخلاق حسنہ سے کورے ہیں، آداب اسلامیہ سے نابلد ہیں اور عقائد بھی صحیح نہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ موت کے بعد کی ابدی زندگی کی بہتری اور وہاں کی نجات صحیح عقائد اور صحیح اعمال پر ہی منحصر ہے۔

صحیح عقائد اور صحیح اعمال اور صحیح آداب وہ ہیں جو ہادیٔ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائے اور اللہ کی کتاب قرآنِ حکیم نے بتلائے جو ان سے خالی ہے۔ اس کے لئے آخرت میں عذاب ہے، دنیا کی چند دن کی جھوٹی بہار آخرت کے ابدی عذاب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

ادب کا معنی اور مطلب

ادب بہت جامع کلمہ ہے. انسانی زندگی کے طور طریق کو ادب کہا جاتا ہے، زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں، بندہ اللہ جل شانہ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لئے ضروری ہیں، فرائض واجبات سنن اور مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں ان احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہیں ان میں بھی واجبات اور مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل و تشریح بھی شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہے. یہ وہ آداب ہیں جن کا برتنا مخلوق کے لئے باعثِ راحت و رحمت ہے. خلاصہ یہ کہ لفظ ادب کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے. یہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچّہ کو کوئی بخشش نہیں دی. اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے کیونکہ دین اسلام اچھے ادب کی مکمل تشریح ہے. بہت سے لوگ لفظ ادب کے معروف معنی لے کر اس کا رواجی مطلب لے لیتے ہیں اور انہوں نے اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی ادب کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔

بہت سے لوگ سخی ہیں مگر اولاد سے غافل ہیں

حدیث میں جو فرمایا کہ انسان اپنے بچّہ کو ادب سکھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع[1] (غلہ وغیرہ) صدقہ کرے، اس میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ صدقہ خیرات اگرچہ فی نفسہٖ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کے لئے ہو) لیکن اس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجہ دینے سے زیادہ نہیں ہے. بہت سے لوگوں کو اللہ جل شانہ نے مال دیا ہے اس میں سے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں مسکین آرہے ہیں گھر پر کھا رہے ہیں، غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے، مدرسہ اور مسجدوں میں چندہ جارہا ہے، لیکن

[1] ایک صاع ۳½ سیر کا ہوتا ہے۔

اولاد بے ادب، بداخلاق، بے دین بلکہ بددین بنتی چلی جا رہی ہے، صدقہ خیرات کرنے پر خوش ہیں، اور خوش ہونا بھی چاہیئے، لیکن اس سے بڑھ کر عمل جو ہے جس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا ہے اس کے لئے فکرمند ہونا لازمی امر ہے۔ اس غفلت سے نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

اولاد کو ادب سکھانا سب سے بڑا عطیہ ہے

حدیث میں اچھے ادب کو اولاد کے حق میں جو سب سے بڑی بخشش قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ادب کی وجہ سے انسان میں انسانیت جلوہ گر ہوتی ہے۔ اللہ کے حقوق کو پہچانتا ہے اور بندوں کے حقوق بھی سمجھتا ہے اور اس کی وجہ سے حقیقی انسان بنتا ہے اگر اولاد کو مال دے دیا، بنگلہ بنا کر ہبہ کر دیا۔ دھن دولت سے نواز دیا اور زندگی گزارنے کے وہ طریقے نہ بتائے جس سے اللہ راضی ہو اور مخلوق کو راحت پہنچے تو جو کچھ مال و دولت اولاد کو دیا جائے گا یہ سب گناہوں میں اور اللہ کی نافرمانیوں میں اور ماں باپ کی ایذا رسانیوں میں خرچ ہوگا۔ ادب سے خالی اولاد ماں باپ کو دکھ دے گی خود ان کے سینہ پر مونگ دلے گی، جیسا کہ یہ سب چیزیں روز روشن کی طرح واضح ہیں آئے دن ان کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

غیر اسلامی طور طریق آداب نہیں ہیں

بہت سے لوگ اولاد کو ادب تو سکھاتے ہیں لیکن دشمنان اسلام نے جو زندگی کے آداب بتا رکھے ہیں انہی کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں، اسلام کے خلاف جو چیزیں ہیں وہ آداب نہیں ہیں، وہ تو انسانیت کا خون کرنے والی چیزیں ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں اسلامی آداب ختم ہو چکے ہیں، شرم و حیا ناپید ہو چکی ہے، بڑوں کی عزت کی کوئی پرواہ نہیں رہی، حلال و حرام کا کوئی دھیان نہیں رہا۔ ان سب چیزوں کے نتیجے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں، لڑکیاں اغواء ہو رہی ہیں، بے بیاہی لڑکیاں صاحب اولاد بن رہی ہیں، ماں باپ کو ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے بلکہ مال پر قبضہ کرنے کے لئے باپ کے سینہ پر پستول رکھ کر چیک بک پر دستخط کرانے کے واقعات

سُنے گئے ہیں اور طرح طرح کے عیوب جڑ پکڑ چکے ہیں۔ بے شرمی اختیار کرکے پھولے نہیں سماتے۔ خوش ہیں کہ میں موڈرن ہوگیا۔ میری اولاد نے یورپ والوں کا لباس پہن لیا، امریکہ والوں کی نقل اتار لی، ایسے لوگ برائی کو برائی تک نہیں سمجھتے ان کو چھوڑنے اور چھڑانے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

اللہ جل شانہٗ امتِ محمدیہ پر رحم فرمائے اور دینی سمجھ دے اور اسلامی اخلاق و آداب سے آراستہ ہونے کی فکر نصیب فرمائے۔ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّ هُوَ الْمُيَسِّرُ لِكُلِّ عَسِيْرٍ۔

اہل وعیال کو اللہ سے ڈراتے رہو

وَعَنْ مُعَاذٍؓ قَالَ اَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَاْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَاِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ وَاِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَاِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَّاَنْتَ فِيْهِمْ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَّاَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی (۱) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنا اگرچہ تو قتل کردیا جائے اور تجھے جلا دیا جائے (۲) اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا اگرچہ تجھے حکم دیں کہ اپنے گھر والوں کو اور مال و دولت کو چھوڑ کر نکل جاؤ (۳) فرض نماز ہرگز قصداً نہ چھوڑ کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہوگیا (۴) شراب ہرگز مت پی کیونکہ وہ بے حیائی کی جڑ ہے۔ (۵) گناہ سے بچ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی نازل ہوجاتی ہے (۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگ اگرچہ (دوسرے) لوگ (تیرے ساتھی) ہلاک ہوجائیں (۷) جب لوگوں میں (وبائی) موت پھیل جائے اور تو وہاں موجود ہو تو وہاں جم کر رہنا (اس جگہ کو چھوڑ کر مت جانا) (۸) اور جن کا خرچہ تجھ پر لازم

ہے (بیوی بچے وغیرہ) ان پر اپنا اچھا مال خرچ کرنا ⑨ اور ان کو ادب سکھانے کے پیش نظران سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا ⑩ اور ان کو (اللہ کے احکام و قوانین) کے بارے میں ڈراتا رہنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص بحوالہ مسند احمد)

تشریح: اس حدیث میں جن باتوں کی نصیحت فرمائی ہے بہت اہم ہیں وردِ زبان اور حرزِ جان بنانے کے قابل ہیں آب زر سے لکھی جائیں تب بھی ان کا حق ادا نہیں ہوگا۔ ہم نے نصیحت ۹ اور ۱۰ کے جوڑ سے تعلیم و تربیت کے ذیل میں اس کو لیا ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان نصیحتوں پر عمل کرے۔

پہلی نصیحت

یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنانا، اگر تجھے قتل کر دیا جائے۔ اس میں شرک کی اور مشرک کی مذمت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شرک سے اس قدر پرہیز لازم ہے کہ اگر شرک سے پرہیز کرنے کی وجہ سے قتل کیا جانے لگے یا آگ میں ڈالا جانے لگے تب بھی زبان سے شرک کا کوئی کلمہ نہ نکالے اور نہ شرکیہ عمل کرے: اس میں افضل اور اعلیٰ مرتبہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جان جاتی ہے تو چلی جائے لیکن کفر و شرک کا کلمہ کسی بھی دباؤ اور خوف سے نہ کہے اور اس بارے میں کسی بھی طاقت کے سامنے نہ جھکے یہ ایمان کا اونچا مرتبہ ہے۔ اگرچہ اس بات کی بھی اجازت دی گئی ہے کہ جان جانے کا واقعی خطرہ ہو تو صرف زبان سے کفر و شرک کا کلمہ کہہ کر جان بچالے لیکن دل سے مومن ہی رہے۔ اعتقاد قلبی نہ بدلے۔ کما قال اللہ تعالیٰ شانہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ۔

دوسری نصیحت

یہ فرمائی کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کر۔ یعنی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے ان کو تکلیف پہنچے۔ اولاد پر واجب ہے کہ والدین کی فرمانبرداری کریں۔ وہ جو کچھ کہیں اس کو مانیں

---

[1] کذا فی المشکوٰۃ عن معاذ من غیر انتساب و اخرجہ الامام احمد فی المسند ص ۲۳۸ ج ۵ فی مسند معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ۔

(بشرطیکہ گناہ کرنے کو نہ کہیں کیونکہ گناہ کرنے میں کسی کی فرمانبرداری نہیں) ماں باپ کی بات نہ ماننا، ان کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف دینا یہ سب عقوق میں داخل ہیں جس سے حدیث شریف میں سختی سے منع فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں یہاں تک فرمادیا کہ اگر ماں باپ یوں کہیں کہ اپنے گھر بار سے نکل جا، تب بھی ان کی فرمانبرداری کے لئے یہاں تک تیار رہنا چاہیئے۔ یہ بات الگ ہے کہ ماں باپ خود ہی کوئی ایسا حکم نہ دیں گے جس سے ان کی اپنی اولاد کو یا اولاد کی اولاد کو تکلیف پہنچے یا بیٹے کی بیوی کسی تکلیف میں مبتلا ہو یا بیٹی کا شوہر کسی مصیبت سے دوچار ہو۔

تیسری نصیحت

یہ فرمائی کہ فرض نماز ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بری ہوگیا، یعنی نماز کی پابندی کرتے ہوئے یہ شخص اللہ کے یہاں باعزت تھا ثواب کا مستحق تھا۔ امن وامان میں تھا، نماز فرض چھوڑنے سے اللہ کی کوئی ذمہ داری نہیں رہی کہ اس کو امن وامان اور عزت سے رکھے اور مصائب دنیا اور عذاب آخرت سے بچائے۔ بہنو دیکھو کتنی بڑی بات ہے فرض نماز کبھی نہ چھوڑنا۔ نہ گھر پر نہ سفر میں نہ دکھ درد میں نہ بیماری میں نہ مالداری میں۔

چوتھی نصیحت

یہ فرمائی کہ شراب ہرگز نہ پی، کیونکہ وہ ہر بے حیائی کی جڑ ہے جس طرح سے نماز اُم العبادات ہے یعنی سب عبادتوں کی جڑ ہے جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے اور طرح طرح کی عبادات نماز کی پابندی کی وجہ سے ادا ہوتی رہتی ہیں مثلاً تسبیح، درود، استغفار، تلاوت، نفلیں، دعائیں یہ سب چیزیں نماز کی برکت سے عمل میں آتی رہتی ہیں اور ان کے علاوہ بہت سی نیکیاں نماز کے جوڑ اور تعلق سے ادا ہوجاتی ہیں۔ بالکل اس برعکس شراب ہے جو اُمّ الخبائث ہے یعنی جو شراب پی لے وہ ہر طرح کی بے ہودگی، بے حیائی، بدمعاشی اور حیوانیت میں مبتلا ہوجاتا ہے عقل انسان کو برائیوں سے روکتی ہے اور شراب پی کر عقل پر پردہ چھاجاتا ہے جس کی وجہ سے نشہ میں انسان ہر وہ حرکت کر گزرتا ہے جس کی اجازت نہ مذہب دیتا ہے، نہ انسانیت دیتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔

یعنی شراب نہ پی کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ سچ فرمایا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قومیں شراب پیتی ہیں ان کی ذلت نظروں کے سامنے ہے یہ لوگ ہر بڑے سے بڑا گندہ کام کر گزرتے ہیں جو نام کے مسلمان اس ناپاک چیز کے پینے کو اختیار کر لیتے ہیں وہ بھی یورپ اور امریکہ کے گندے لوگوں کی طرح بے حیائی اور بے شرمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پانچویں نصیحت

یہ فرمائی کہ گناہ مت کرنا کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ جو انسان خداوند قدوس کی فرمانبرداری میں لگا رہے اور گناہوں سے پرہیز کرتا رہے اسے اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ اُسے مصائبِ دُنیا اور عذابِ آخرت سے بچاتے ہیں اور جیسے ہی گناہ کر لیا تو بس اللہ تعالیٰ کے غصہ اور نزولِ عذاب کا مستحق ہو گیا۔ گناہ مصیبت کا سبب ہے اس کی وجہ سے طرح طرح کی وبائیں نازل ہوتی ہیں۔ آج کل ہمارا معاشرہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے۔ مرد عورت، بوڑھے جوان حاکم محکوم امیر غریب سب گناہوں میں لت پت ہیں خال خال کوئی شخص ہے جس کے گناہ کم ہوں ورنہ سب ہی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں اور عذابِ خداوندی کو ہر وقت دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

اور لطف یہ ہے کہ سب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مصیبتیں اور آفتیں، زلزلے، سیلاب ہماری بداعمالی کا نتیجہ ہیں لیکن اس اقرار کے باوجود گناہ چھوڑنے کو تیار نہیں، مصیبتیں اقرار گناہ سے نہیں ٹلیں گی ترکِ گناہ سے دفع ہوں گی۔ اس بارے میں احقر کا مفصل رسالہ "ہماری مصیبتوں کے اسباب اور ان کا علاج" ملاحظہ فرمائیں[1]

چھٹی نصیحت

یہ فرمائی کہ میدانِ جہاد سے مت بھاگنا۔ اگرچہ دوسرے لوگ یعنی تیرے ساتھی ہلاک ہو جائیں جب کسی جگہ کافروں سے مقابلہ ہو تو جم کر جنگ کرنا چاہیئے جو مسلمانوں کی خاص امتیازی شان ہے۔ بعض حالات میں میدان سے چلا جانا بھی جائز ہے لیکن بہت سے حالات میں ضروری ہو

[1] ادارۃ المعارف کراچی ۱۴ سے طلب فرمائیں۔

جاتا ہے کہ میدان ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اگر ایک ہی شخص باقی رہ جائے تو وہ تنہا ہی لڑ لڑ کر جان دے دے۔ اس حدیث میں یہی بات بتائی ہے اور آیت قرآنی وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ میں بھی اس کے احکام بتائے ہیں۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

ساتویں نصیحت

یہ فرمائی کہ جب کسی جگہ ایسی وبا پھیلی ہوئی ہو جس سے موتیں ہو رہی ہوں تو وہاں سے کسی اور جگہ مت جانا بلکہ وہیں رہنا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فاذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه۔ (رواہ البخاری ومسلم) یعنی جب تمہیں معلوم ہو کہ فلاں سرزمین میں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ طاعون پھیل جائے جہاں تم پہلے سے ہو تو طاعون سے بھاگ جانے کی نیت سے وہاں سے نہ نکلو بڑے بڑے عالموں نے اس کی حکمت یہ بتائی ہے کہ جس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہو، اگر صحت مند لوگ وہاں سے بھاگ جائیں گے تو بیماروں کی تیمارداری اور خدمت نیز مرنے والوں کی تجہیز و تکفین یعنی غسل اور کفن دفن کرنے والے اور نماز جنازہ ادا کرنے والے نہ رہیں گے اور پھر زندہ بیماروں اور مُردہ لاشوں کا بُرا حال ہو گا، رہا یہ خیال کہ جو لوگ رہیں گے انہیں بھی وبائی مرض لگ جائے گا تو اس کے بارے میں سمجھ لینا چاہیئے کہ خدائے پاک کی مشیت اور ارادہ کے بغیر کسی کو مرض نہیں لگ سکتا اور نہ موت آسکتی ہے۔ جب اللہ پاک کی قضاء و قدر کے مطابق مرض لگنا ہو گا یا موت آئی ہو گی تو کوئی نہ بچا سکے گا اور یہ جو فرمایا کہ جس جگہ تمہیں پتہ چلے کہ وہاں وبائی مرض ہے وہاں نہ جاؤ اس میں بھی بہت بڑی حکمت ہے کیونکہ وہاں جا کر کوئی شخص وبائی مرض میں مبتلا ہو گیا تو خواہ مخواہ یہی خیال ہو گا کہ یہاں آنے کی وجہ سے مرض لگا اور اللہ پاک کی قضاء و قدر کی طرف ذہن نہیں جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ (اگر مرض متعدی نہیں ہے تو) یہ کیا بات ہے کہ اچھے خاصے اونٹوں میں کھجلی والا اونٹ مل جاتا ہے تو یہ کھجلی والا اونٹ ان کو بھی کھجلی والا بنا دیتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ سب سے پہلے اونٹ کے جسم میں جو کھجلی پیدا ہوئی وہ کھجلی کس نے لگائی (رواہ البخاری) یعنی جس ذات پاک نے سب سے پہلے اونٹ میں کھجلی لگادی اسی کی مشیت و ارادہ سے بعد میں دوسرے اونٹوں میں کھجلی پیدا ہو جاتی ہے، اکثر لوگ اسی خام خیالی میں رہتے ہیں کہ مریض سے دوسرے کو مرض لگ گیا اور اللہ جل شانہ کی مشیت و ارادہ کی طرف ذہن بھی نہیں لے جاتے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جب کسی جگہ طاعون ہو تو تم وہاں نہ جاؤ کیونکہ مرض پیدا ہوگا خدائے پاک کی مشیت سے اور تم یہ سمجھو گے کہ طاعون والوں کے ساتھ رہنے سہنے سے یہ مرض ہم کو بھی لگ گیا، نہ وہاں جاؤ گے اور نہ ایسی خام خیالی میں مبتلا ہو گے۔

آٹھویں نصیحت

یہ فرمائی کہ اپنی بیوی بچوں پر اپنے اچھے اور عمدہ مال سے خرچ کرو۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو نصیحت ہے جو اہل وعیال کے ضروری اخراجات میں تنگی برتتے ہیں۔ حرام مال تو حاصل کرنا ہی حرام ہے لہٰذا اس کو اہل وعیال پر خرچ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جسے اللہ پاک حلال مال نصیب فرمائے اس کو بیوی بچوں میں اچھی طرح خرچ کرے البتہ فضول خرچی سے پرہیز کرے اور گناہوں میں خرچ نہ کرے۔ بہت سے لوگ بچوں کی خوشنودی کے لئے گڑیاں اور تصویریں خرید لاتے ہیں اور بعض لوگ سب بیوی بچوں کو لے جاکر سینما دکھاتے ہیں، یہ سب گناہ ہے بس اللہ کی ہی رضا پیش نظر رہنی چاہیئے اس کی رضامندی کی فکر میں رہتے ہوئے جو راضی ہو جائے بہتر ہے اور جو ناراض ہو ہمارے ذمہ اس کا راضی کرنا نہیں۔

ہمارے ذمہ صرف اللہ کو راضی کرنا ہے جو خالق و مالک ہے اسی کے فرمان سے اسی کے قانون کے مطابق بیوی بچوں پر خرچ کرنا چاہیئے۔

نویں نصیحت

یہ فرمائی کہ اپنے گھر والوں کو ادب سکھانے میں کوتاہی نہ کرنا اور لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دینا جس کی وجہ سے وہ مطمئن ہو کر احکام خداوندی کو فراموش کر دیں۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر لگانے کی ہر وقت فکر رکھو۔ دین کے معاملہ میں ان کا خیال رکھنا ان کو گوارا ہو یا ناگوار

نمازیں پابندی سے پڑھواؤ اور رمضان کے روزے رکھواؤ، حرام کاموں سے بچاؤ، گناہوں سے پرہیز کراؤ، اخلاق و آداب سکھاؤ، اس بارے میں مارپیٹ کرنی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو۔ ان کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ اگر ہم نے دین کے خلاف کام کیا تو پٹائی ہو گی، مقصد یہ نہیں کہ مار ہی بجاتے رہا کرو بلکہ مقصد یہ ہے کہ دین پر ڈالنے سے غافل نہ ہو اور گھر والوں کو دین پر چلانا اپنی ذمہ داری سمجھو اگر ذرا سی غفلت کرو گے تو وہ دلیر ہو جائیں گے جب نافرمانی پر اتر آئیں گے تو کوئی بات نہیں مانیں گے بہت سے لوگ دنیا کے کام اپنے اہل وعیال سے بڑی سختی سے لیتے ہیں ان سے دنیا کا کوئی معمولی نقصان بھی ہو جائے تو سخت دارو گیر کرتے ہیں اور مار پٹائی سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن دینی معاملات میں بالکل ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا اور نہیں کچھ پتہ ہی نہیں ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

بہت سے لوگ اپنی نماز مسجد میں جاکر پڑھنے کا اہتمام کر لیتے ہیں مگر گھر میں کس نے نماز پڑھی کون سوتا رہ گیا اس کی کوئی فکر نہیں کرتے یہ بڑی نادانی اور غفلت شعاری ہے۔ دنیا والے جن چیزوں کو ادب تہذیب سمجھتے ہیں اگرچہ وہ گناہ ہی ہوں بعض لوگ اپنی اولاد کو ان چیزوں کے سکھانے میں بہت پیش پیش ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑا ادب جو انسان میں ہونا چاہیے کہ اپنے خالق و مالک سے غافل نہ ہو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرہ میں سب سے زیادہ کمزور دین ہی ہے اور نزلہ عضو ضعیف پر گرتا ہے۔ بچوں کو انگریزی پڑھاتے ہیں، یورپ اور امریکہ کے طرز پر زندگی گذارنے کے طور طریقے سکھاتے ہیں، کوٹ پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کا ڈھنگ پوری توجہ سے بتاتے ہیں لیکن بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے اُسے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ تک بھی یاد نہیں ہوتا یہ اپنے نفس پر بھی ظلم ہے اور اپنے اہل وعیال پر بھی۔ وفقنا الله لما یحب و یرضیٰ۔

دسویں نصیحت

یہ فرمائی کہ اپنے اہل وعیال کو اللہ کے احکام و قوانین کے بارے میں ڈراتے رہو یہ نویں نصیحت کا تکملہ ہے مطلب یہ ہے کہ محض ڈنڈے ہی کے زور سے کام نہ چلاؤ اس میں تو گھر والے صرف تم سے ڈریں گے۔ فکر یہ کرو کہ خدا سے ڈریں، ان کے دل میں خدائے پاک کا خوف بٹھانے کی کوشش کرو۔

اگر خدا کا خوف بیوی بچوں کے دل میں بٹھا دیا تو فرائض کی ادائیگی میں اور گناہ چھوڑنے میں اور نوافل واذکار کے لگنے میں انہیں تکلیف محسوس نہ ہوگی جس کے سامنے قبر کے حالات بیان ہوتے رہتے ہوں میدانِ حشر کی نفسی نفسی کا عالم بیان کیا جاتا ہو، دوزخ کے سخت عذاب کی کیفیت سنائی جاتی ہو وہ شخص کیسے گناہوں کی جرأت کرے گا اور کیونکر خدائے پاک کی رضا کا اور ہمیشہ کے آرام و راحت کی جگہ یعنی جنت کا طالب نہ ہوگا۔

ان نصیحتوں میں آخری دو نصیحتیں ایسی ہیں کہ ان کی طرف عورتوں کو زیادہ توجہ دینا لازم ہے کیونکہ مرد عموماً کمانے کے لئے نکل جاتے ہیں بعض لوگ تو مہینوں بلکہ برسوں میں نوکری سے واپس آتے ہیں اس زمانہ میں بچوں کی دیکھ بھال اور ان کے دین و ایمان کی نگرانی ماؤں ہی کے ذمّہ ہوتی ہے اور یہ تو عموماً روزانہ ہوتا ہے کہ مرد گھنٹوں کے لئے ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں پیچھے بچے ماؤں کے حوالے رہتے ہیں اور سات آٹھ سال تک بچہ ماں ہی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے ماں اگر اس زمانہ میں اپنا رنگ ڈھنگ دینی بنائے رہے اور بچوں کو دین کے احکام پر ڈالے، نماز روزہ سکھائے اور بتائے کفر و شرک اور بدعت اور خدائے پاک کی نافرمانی سے بچائے اور دنیا و آخرت میں جو اس کے نقصانات ہیں ان سے آگاہ کرتی رہے تو پوری نسل کا اٹھان نیک اور صالح ہو کیونکہ سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہی ہے۔ افسوس ہے آج کل کی مائیں اپنے بچہ کا ناس خود کھوتی ہیں ان کو دین پر کیا لگائیں بے دینی پر لگا دیتی ہیں، اس میں بچوں پر بھی ظلم ہوتا ہے اور اپنے آپ پر بھی۔

لوگ آجکل اپنی اولاد کے لئے زیادہ پیسے والی ملازمت چاہتے ہیں اس سلسلہ میں حرام و حلال کا بھی خیال نہیں کرتے اور اولاد کو یورپ اور امریکہ کے بے شرم لوگوں کی پوشاک میں دیکھنا چاہتے ہیں اور دنیا ہی کو ان کی زندگی کا مقصد بنا دیتے ہیں، یہ مسلمان کا طریقہ نہیں، اگر بچے زیادہ پیسے والی نوکری میں لگ گئے اور بنگلہ کوٹھی بنا کر رہنے لگے اور نمازیں غارت کرنے اور زکوٰتیں برباد کرنے کی وجہ سے دوزخ میں چلے گئے جس کی آگ دنیا کی اس آگ سے انہتّر[۶۹] درجہ زیادہ گرم ہے تو اس پیسے کوٹھی اور بنگلہ سے کیا نفع ہوا؟ باتیں تو ہماری خشک ہیں اور پرانی ہیں مگر ہیں صحیح جو بُرا مانے گا اپنا بُرا کرے گا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

كتابُ بِرِّ الوالدين
و
صِلَةُ الرَّحم

(والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم اور
تمام رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی تاکید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

والدین کی تعظیم وتکریم اور راحت رسانی کا حکم

والدین کی راحت رسانی اور ان کے اعزاز و اکرام کی قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں بہت تاکید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۔

اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اگر تیری موجودگی میں وہ بوڑھے ہو جائیں یا اُن میں سے ایک بوڑھا ہو جائے تو اُن کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے تعظیم کے ساتھ بات کرو اور جھکا دو ان کے آگے عاجزی کا بازو رحمت کے ساتھ اور ان کے حق میں یوں دعا کرو کہ اے میرے پروردگار ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا پالا ہے۔

اس آیت کریمہ میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اوّل تو یہ حکم فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، شرائع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا یہی حکم ہے اور اسی کی تعمیل کرانے کے لئے اللہ جل شانہٗ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور کتابیں نازل فرمائیں اور صحیفے اتارے اللہ جل شانہٗ کو عقیدہ سے ایک ماننا اور صرف اسی کی عبادت کرنا اور کسی بھی چیز کو اس کی ذات و صفات اور تعظیم و عبادت میں شریک نہ کرنا خداوند قدوس کا سب سے بڑا حکم ہے۔

دوم یہ فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اللہ جل شانہٗ خالق ہے، اسی نے سب کو وجود بخشا ہے، اس کی عبادت اور شکر گذاری بہر حال فرض اور لازم ہے اور اس نے چونکہ انسانوں کو وجود بخشنے کا ذریعہ ان کے ماں باپ کو بنایا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا بھی حکم فرمایا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے کر چند نصیحتیں فرمائیں۔

اوّل یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو اُن کو اُف بھی نہ کہو، مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ اُن کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو، یا جس کلمہ سے اُن کے دل کو رنج پہنچتا ہو۔

لفظ اُف بطور مثال کے فرمایا ہے، بیان القرآن میں اردو کے محاورہ کے مطابق اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "ان کو ہوں بھی مت کہو" دوسری زبانوں میں اُن کے مطابق ترجمہ ہوگا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کے علم میں کلمہ اُف سے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ جل شانہٗ اُس کو بھی ضرور حرام قرار دے دیتے۔ (درمنثور)

ماں باپ کی تعظیم و تکریم اور فرمانبرداری ہمیشہ واجب ہے، بوڑھے ہوں یا جوان ہوں جیسا کہ آیات اور احادیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ اس عمر میں ماں باپ بھی بعض مرتبہ چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور ان کو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں، اولاد کو ان کا اُگالدان صاف کرنا پڑتا ہے، میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے اور تنگدل ہو کر زبان سے اُلٹے سیدھے الفاظ بھی نکلنے لگتے ہیں، اس موقع پر صبر اور برداشت سے کام لینا اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے ذرا سے لفظ سے بھی پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہوتی ہے، اگرچہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ تُو جو اُن کے کپڑے وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف کرتا ہے، تو اس موقع پر اُف بھی نہ کہہ جیسا کہ وہ بھی اُف نہ کہتے تھے جب تیرے بچپن میں تیرا پیشاب پاخانہ وغیرہ دھوتے تھے۔ (درمنثور)

اُف کہنے کی ممانعت کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اُن کو مت جھڑکو، جھڑکنا اُف کہنے سے بھی زیادہ بُرا ہے، جب اُف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لئے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور صریح لفظوں میں ممانعت فرما دی۔

دوم: یہ حکم فرمایا کہ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ؕ یعنی ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی باتیں کرنا، لب و لہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر و تکریم کا خیال رکھنا یہ سب قولاً کریمًا میں داخل ہے۔

حضرت زہیر بن محمدؒ نے قولاً کریماً کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:
کہ اِذَا دَعَوَاكَ فَقُلْ لَبَّیْکُمَا وَ سَعْدَیْکُمَا: "یعنی جب ماں باپ تجھے بلائیں تو کہنا کہ میں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لئے موجود ہوں"
حضرت قتادہؒ نے قولاً کریماً کی تفسیر میں فرمایا قَوْلًا لَیِّنًا سَهْلًا کہ نرم لب ولہجہ میں سہل طریقہ پر بات کرو" حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ خطا کار، زر خرید غلام جس کا آقا بہت سخت مزاج ہو، جس طرح اُس غلام کی گفتگو اس کے آقا کے ساتھ ہوگی اسی طرح ماں باپ سے بات کی جائے تو قولاً کریماً پر عمل ہو سکتا ہے۔ (ان اکابر کے یہ اقوال تفسیر درمنثور، ص ۱۷۱ ج ۴ پر لکھے ہوئے ہیں۔)
سوم: یہ ارشاد فرمایا کہ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ "یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا" اس کی تفسیر میں حضرت عُروہؒ نے فرمایا کہ تُو ان کے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ ان کی جو دل رغبت ہو اس کے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے، اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت نیچے اوپر ہاتھ مت اٹھانا (جیسے برابر والوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے اٹھاتے ہیں) اور حضرت زہیر بن محمدؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ماں باپ اگر تجھے گالیاں دیں اور بُرا بھلا کہیں تو تُو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ (درمنثور)
چوتھی: نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کے لئے یہ دعا کرتے رہا کرو: رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۝ "کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اور پرورش کیا" بات یہ ہے کہ کبھی اولاد حاجت مند تھی جو بالکل ناسمجھ اور ناتواں تھی، اس وقت ماں باپ نے ہر طرح کی تکلیف سہی اور دُکھ سُکھ میں خدمت کر کے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس ساٹھ کے بعد صورت حال اُلٹ گئی، کہ ماں باپ خرچ اور خدمت کے محتاج ہیں، اور اولاد کمانے والی، روپیہ پیسہ، اور گھر بار اور کاروبار والی ہے، اولاد کو چاہیئے کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور ان پر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان و دل سے ان کی خدمت کرے اور اپنے چھُٹ پنے کا وقت یاد کرے، اور اس وقت انہوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں ان کو سلنے

رکھے اور بارگاہِ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے پن میں پالا اور پرورش کیا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا تھا، اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح خدمت کرکے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۵، ج ۳)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے الادب المفرد میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر میں رہتے تھے اور ان کی والدہ علیحدہ دوسرے گھر میں رہتی تھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے گھر سے نکل کر کہیں جانا چاہتے تھے تو والدہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُمَّتَاهُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ (اے امی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں) وہ جواب میں فرماتی تھیں وَعَلَيْكَ يَا بُنَيَّ میرے بیٹے! تجھ پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں) اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے تھے رَحِمَكِ اللهُ كَمَا رَبَّيْتِنِيْ صَغِيْرًا (اللہ کی آپ پر رحمت ہو جیسا کہ آپ نے مجھے چھوٹے سے کو پالا) وہ اس کے جواب میں فرماتی تھیں رَحِمَكَ اللهُ كَمَا بَرِرْتَنِيْ كَبِيْرًا (اللہ تم پر بھی رحم فرمائے جیسا کہ تم نے بڑے ہو کر میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

"اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے قول و اقرار لیا، کہ (کسی کی) عبادت مت کرنا بجز اللہ کے اور ماں باپ کی اچھی طرح خدمت گزاری کرنا۔

اور سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

"اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

اور سورۂ انعام میں ارشاد ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ

"آپ فرما دیجئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر

رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج

سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

تنبیہ: اگر ماں باپ کے اکرام واحترام میں کبھی کوئی لغزش اور کوتاہی ہو جائے تو فوراً معافی مانگ کر اور کوتاہی کی تلافی کرکے اُن کو راضی کرلے، نیز اللہ جل شانہ سے بھی مغفرت طلب کرے۔ تفسیر درمنثور میں رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ الایۃ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعید بن جبیرؒ سے نقل کیا ہے کہ اولاد کی جانب سے ماں باپ کے حق میں غفلت سے کوتاہی ہو جائے اور دل سے فرمانبردار ہو تو اللہ جل شانہٗ توبہ کرنے والوں کو معاف فرمانے والا ہے۔

فائدہ: کافر ماں باپ کے لئے مغفرت کی دُعاء جائز نہیں ہے، ہاں اگر وہ زندہ ہوں تو ان کے لئے ہدایت کی دُعا کرے۔

سورہ لقمان میں ارشاد ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ج وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ج ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؛

"اور انسان کو ہم نے ماں باپ کے متعلق تاکید کی (کہ ان کی خدمت اور اطاعت کرے، کیونکہ انہوں نے بالخصوص اس کی ماں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں چنانچہ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھاکر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے (ان دنوں میں بھی ماں اس کی ہر طرح کی خدمت کرتی ہے، اور باپ بھی اپنی حالت کے موافق مشقت اٹھاتا ہے، اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کا بھی حکم فرمایا) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کیا کر، میری طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تُو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا اور اس شخص کی راہ

پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو، پھر تم سب کو میری طرف آنا ہے، پھر میں تم کو جتلادوں گا جو کچھ تم کرتے تھے:
(از بیان القرآن)

اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسانوں کو ماں باپ کے متعلق تاکید کی اور ساتھ ہی ماں باپ کے دکھ اور تکلیف کا تذکرہ بھی فرمایا جو وہ اولاد کے لئے برداشت کرتے ہیں، سب سے زیادہ محنت اور مشقت ماں پر پڑتی ہے جو زمانۂ حمل میں کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اور ضعف پر ضعف برداشت کرتی ہے، پھر پیدائش کا وقت بھی بہت کٹھن ہوتا ہے اور اس وقت ماں کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے (جس کو سورۂ احقاف میں فرمایا ہے: (حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا) حمل اور وضعِ حمل کے بعد پرورش کا مسئلہ سامنے آتا ہے، باپ کما کر لاتا ہے، ماں گھر کے اندر پرورش میں لگی رہتی ہے، دودھ پلاتی ہے، گرمی سردی اور دکھ درد میں کلیجہ سے لگائے رہتی ہے، بچہ بیمار ہو جاتا ہے تو ماں باپ کی نیند حرام ہو جاتی ہے، گود میں لئے بیٹھے رہتے ہیں ڈاکٹروں اور حکیموں کے یہاں چکر لگاتے ہیں، مُنّے جان ماں باپ کی گود میں پیشاب کر رہے ہیں اور وہ بشاشت سے برداشت کرتے ہیں، صاحبزادے کو دست ہو گئے ہیں بستر پہ پاخانہ کر رہے ہیں۔ ماں باپ کے کپڑے ناپاکی سے بھرے ہوئے ہیں، بے چارے دھوتے ہیں، سب کچھ برداشت کرتے ہیں اس محنت اور مشقت کا صلہ ظاہر ہے شکر گذاری ہونا چاہیئے۔

سب سے بڑا شکر اللہ جل شانہٗ کا جس نے وجود بخشا، اس کے بعد شکر ماں باپ کا جنہوں نے پرورش کے لئے مصیبتیں جھیلیں اور تکلیفیں اٹھائیں، اسی کو فرمایا اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گذاری کر)۔

جس طرح اللہ جل شانہٗ کا شکر صرف زبان سے شکر کے کلمات نکالنے سے ادا نہیں ہو جاتا بلکہ پوری زندگی میں ظاہر و باطن سے احکام کی تعمیل کا نام شکر ہے اسی طرح ماں باپ کی شکر گذاری ان کے حق میں اچھے بول بول دینے سے اور ان کی تعریف کر دینے سے اور ان کی تکلیفوں کا اقرار کر لینے سے ادا نہیں ہوتی، بلکہ ماں باپ کی فرمانبرداری اور جان و مال سے ان کی خدمت گذاری اور ان کی نافرمانی سے بچنے سے ان کی شکر گذاری ہوتی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کس طرح کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا کہ تو ان پر اپنا مال خرچ کر اور تجھے جو حکم دیں اس کی تعمیل کر، ہاں اگر گناہ

کا حکم دیں تو اس کو مت مان۔ (درمنثور)

سورۂ لقمان میں ماں باپ کی شکر گذاری کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کیسے ہی محسن سہی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر نہیں ہیں، اگر ماں باپ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنانے کا حکم دیں اور نہ صرف معمولی حکم دیں بلکہ اس پر زور ڈالیں تب بھی اس بارے میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری مت کرنا، سورۂ لقمان میں اس امر کو واضح فرمایا۔ پھر سورۂ عنکبوت میں بھی اس کو دُہرایا۔

اگر ماں باپ کفر و شرک کے لئے نہ کہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کی کسی اور نافرمانی کا حکم دیں، مثلاً فرض نماز، روزہ سے یا فرض حج کے ادا کرنے سے روکیں یا شادی میں باجے گاجے لانے کا حکم دیں، یا حرام کمانے کے لئے کہیں تو ان کا حکم ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ[1] (یعنی کسی مخلوق کی کوئی فرمانبرداری پیدا کرنے والے کی نافرمانی میں نہیں ہے) ماں باپ ہوں یا پیر و مرشد، استاد ہو یا کسی بھی درجہ کا کوئی حاکم ہو ان کی فرمانبرداری صرف اسی صورت میں ہے جس صورت میں خالق کائنات جلّ مجدُہٗ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، کسی بھی مخلوق کا وہ حکم ماننا جس کے ماننے میں اللہ جل شانہٗ کی نافرمانی ہوتی ہو کسی حال میں درست نہیں ہے۔

سورۂ لقمان میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا یعنی دُنیا میں ماں باپ کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا۔" مطلب یہ ہے کہ ماں باپ صحیح راستہ پر نہ ہوں، کافر ہوں یا فاسق ہوں، اور تجھ کو بھی اپنے راستہ پر ڈالنا چاہتے ہوں تو ان کی فرمانبرداری اور موافقت تو نہ کرنا لیکن ان سے قطع تعلق بھی نہ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتے رہنا، ان کی خدمت کرتے رہنا اور خدمت میں فرق نہ آنے دینا، آخرت میں ہر ایک اپنے عمل اور عقیدہ کا پھل پالے گا۔

دنیا میں اچھا برتاؤ کرنا اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ ماں باپ مسلمان ہوں اور متقی پرہیزگار ہوں۔ حضرت اسماء بنتِ ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے صلح کر رکھی تھی (یعنی صلح حدیبیہ) اس زمانہ میں میری والدہ میرے پاس (مدینہ منورہ میں) آئیں اس وقت وہ مشرک تھیں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۱

آئی ہوئی ہیں اور اُن کی خواہش ہے کہ میں مال سے ان کی خدمت کروں (اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے ؟) آپؐ نے فرمایا کہ ہاں تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو ۔ (بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی اور خدمت گذاری میں کوتاہی نہ کرے اگرچہ ماں باپ مشرک ہوں، البتہ ان کی غلط راہ اور باطل مذہب اُن کے کہنے سے یا کہے بغیر اختیار نہ کرے۔ حضرت ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ آیت کریمہ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا میرے بارے میں نازل ہوئی، جس کا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتا تھا، جب میں مسلمان ہوگیا تو وہ کہنے لگیں کہ اے سعدؓ! یہ کیا نیا دین تونے اختیار کر رکھا ہے، تو اس نئے دین یعنی اسلام کو چھوڑ دے ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی، حتیٰ کہ یوں ہی مر جاؤں گی اور لوگ تجھے عار دلایا کریں گے، اور کہا کریں گے کہ او اپنی ماں کو قتل کرنے والے! میں نے کہا اے امّی جان! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ میں اپنے دین (اسلام) کو کسی بھی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا ہوں، اس کے بعد میری والدہ نے ایک دن ایک رات کھانا نہیں کھایا جس کی وجہ سے (بھوک، پیاس اور ضعف کی) تکلیف کا احساس ہونے لگا، اس کے بعد اور ایک دن ایک رات نہ کھایا جس کی وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہوگئی، اس کے بعد پھر ایک دن ایک رات کچھ نہ کھایا اور بہت ہی زیادہ تکلیف محسوس کرنے لگیں، جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو عرض کیا کہ اے امّی جان! آپ کو معلوم ہے، اللہ کی قسم! اگر آپ کی سَو جانیں بھی ہوں اور ہر ایک جان ایک ایک کر کے نکل جائے تب بھی اپنے دین (اسلام) کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، آپ کا جی چاہے کھائیں، جی چاہے نہ کھائیں، میرے اس کہنے پر انہوں نے کھانا شروع کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۴ ج ۳ واخرجہ مسلم فی فضائل الصحابۃ عن سعد مختصراً)

سورۂ احقاف میں ارشاد ہے :۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ

"اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا (اور بالخصوص ماں کے ساتھ اور زیادہ کیونکہ) اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت سے پیٹ میں رکھا اور پھر بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کا پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس ۳۰ مہینے میں (ہوتا) ہے، (اس کے بعد نشوونما پاتا ہے) یہاں

اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝

تک کہ جب اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور (پھر بلوغ کے بعد ایک زمانہ میں) چالیس سال کو پہنچ جاتا ہے تو (جو سعادت مند ہو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے یعنی ہمیشہ اس حال پر رکھیئے) کہ آپ کی نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں، اور (یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ کو اس پر بھی مداومت نصیب کیجئے کہ) میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ راضی ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے (نفع کے) لئے صلاحیت پیدا فرما دیجئے نفع دنیاوی یہ کہ اُن کو دیکھ کر راحت ہو، اور نفع دینی یہ کہ اولاد ذریعۂ اجر و ثواب بنے) میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں، اور میں (آپ کا) فرمانبردار ہوں، یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے کاموں کو قبول کرلیں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر کردیں گے، اس طور پر کہ یہ اہل جنّت سے ہوں گے، (یہ سب) اس وعدۂ صادقہ کی وجہ سے ہوا جس کا ان سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا۔

(ماخوذ از بیان القرآن)

سعادت مند آدمی اللہ جل شانہٗ کے حقوق بھی ادا کرتا ہے اور والدین کے حقوق بھی، اور اللہ جل شانہٗ نے جو نعمتیں اس کو دی ہیں ان کے شکر کے ساتھ ان نعمتوں کا بھی شکر ادا کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے ان کے والدین کو دی گئیں، کیونکہ والدین کے واسطہ سے بھی اس پر نعمتیں ہوتی ہیں اور بہت سی نعمتیں والدین سے منتقل ہو کر اولاد کو مل جاتی ہیں۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا کیا مرتبہ ہے

آیاتِ کریمہ کے مضامین کے بعد اب حقوق الوالدین کے بارے میں چند احادیث شریفہ کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب کاموں میں اللہ جل شانہٗ کو کون سا کام زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا بروقت نماز پڑھنا (جو اس کا وقت مستحب ہو) میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل اللہ کو سب اعمال

سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرنا، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب اعمال سے زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (سوال و جواب نقل کرکے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (میرے سوالات کے جوابات میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ باتیں بیان فرمائیں اور اگر میں اور زیادہ دریافت کرتا تو آپ برابر جواب دیتے رہتے لہ

اس حدیث پاک میں یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل بروقت نماز پڑھنا ہے اور اس کے بعد سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے، پھر تیسرے نمبر پر جہاد فی سبیل اللہ کو فرمایا، معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی مقدم ہے۔

احادیث شریفہ میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کو بِرّ سے اور بُرے برتاؤ کو عقوق سے تعبیر فرمایا ہے اور دونوں لفظ والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں سے تعلق رکھنے کے بارے میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ بِر حسنِ سلوک کو اور "عقوق" بدسلوکی اور ایذا رسانی کے لئے بولا جاتا ہے۔

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ بِرّ احسان (یعنی اچھی طرح سے پیش آنے) کو کہتے ہیں، جو والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کی ضد عقوق ہے، والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بُری طرح پیش آنے اور ان کے حقوق ضائع کرنے کو عقوق کہا جاتا ہے۔

بِرّ اور عقوق کے علاوہ دو لفظ اور ہیں، اول صلۃ الرَّحم، دوم قطیعۃ الرحم۔ مُلا علی قاری ان کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صلہ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ نسب اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے، ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ ہو اور ان کے احوال کی رعایت ہو اور قطع رحمی اس کی ضد ہے، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے وہ اس تعلق کو جوڑتا ہے جو اس کے اور اس کے رشتہ داروں کے درمیان ہے اسی لئے لفظ صلہ استعمال کیا گیا ہے جو وصل سے لیا گیا ہے اور جو شخص بدسلوکی کرتا ہے وہ اس تعلق کو کاٹ دیتا ہے جو اس کے اور رشتہ داروں کے درمیان ہے، اس لئے اس کو قطع رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لہ رواہ البخاری و مسلم۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنت اور تیری جہنم ہیں [1]

اس حدیث سے ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی، جب ایک شخص نے ماں باپ کے حقوق کے بارے میں سوال کیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (مختصر طریقہ پر یہ سمجھ لے کہ) وہ دونوں تیری جنت ہیں اور تیری دوزخ ہیں، یعنی ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے رہو اور ان کی خدمت کرتے رہو اور ان کی فرمانبرداری میں لگے رہو، تمہارا یہ عمل جنّت میں جانے کا سبب بنے گا۔

اور اگر تم نے ان کو ستایا، تکلیف دی، نافرمانی کی تو تمہارا یہ عمل دوزخ میں جانے کا سبب بنے گا۔ اس سے سمجھ لو کہ ان کا حق کس قدر ہے اور ان کے ساتھ کس طرح زندگی گزارنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے والدین کی طرف ایک مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھے خدا اس کے لئے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج لکھ دے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر کوئی سو مرتبہ دیکھے تب بھی یہی بات ہے؟ آپ نے فرمایا (ہاں اس میں اشکال ہی کیا ہے) خدا بہت بڑا ہے اور ہر عیب سے پاک ہے [3]

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ باپ جنّت کے دروازوں میں سے سب سے اچھا دروازہ ہے اب تجھ کو اختیار ہے کہ اس دروازہ کی حفاظت کرے یا ضائع کردے [4]

مطلب یہ ہے اب آگے تجھے اختیار ہے کہ باپ کی خدمت کرکے اس دروازہ کی حفاظت کرے یا اس کی نافرمانی کرکے اسے ضائع کردے۔

حضرت جاہمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے اور آپ سے مشورہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں! آپ نے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا بس تو اسی کی خدمت میں لگے رہو۔ کیونکہ جنت اس کے پیر کے پاس ہے [5]

---

[1] رواہ ابن ماجہ۔ [2] رواہ الترمذی۔ [3] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ [4] رواہ الترمذی۔ [5] رواہ احمد۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین کے حقوق کے بارے میں اللہ کا فرمانبردار ہوجاتا ہے تو اس کے لئے جنّت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر فقط ماں یا فقط باپ ہو اس کی خدمت کی ہو تو اس شخص کے لئے جنّت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جس نے والدین کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کی یعنی ان کے حقوق ادا نہ کیے تو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر فقط ماں یا فقط باپ ہو اور اس کی حق تلفی ہو تو اس شخص کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر ماں باپ ظلم کریں تب بھی یہی بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں [1]

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماں باپ کو ظلم کرنے کی اجازت دے دی گئی جو ظلم کرے گا اس کا وبال اس پر ہوگا البتہ اولاد کو نصیحت ہے کہ ماں باپ کی طرف سے ظلم ہوتے ہوئے بھی ان کے حقوق ادا کریں اور انہیں تکلیف نہ پہنچائیں۔

ان آیات اور احادیث سے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اُن کی خدمت کرنے کا حکم واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے، شادی ہونے کے بعد بہت سے لڑکے اور لڑکیاں ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں اور بہت سے لڑکے شادی سے پہلے ہی آوارہ گردی اختیار کرنے کی وجہ سے ماں باپ سے منہ موڑ لیتے ہیں، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور ماں باپ کی خدمت کی طرف متوجہ ہوں۔

حُسنِ سلوک میں ماں کا زیادہ خیال رکھا جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ (رشتہ داروں میں) میرے حُسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ اس کے جواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری والدہ حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہیں، سائل نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری والدہ، اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری والدہ، سوال کرنے والے نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہارا باپ" اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے والدہ کے بارے میں تین بار فرمایا کہ تیرے حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر باپ کا ذکر فرمایا کہ وہ ماں کے بعد سلوک کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا کہ باپ

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

کے بعد رشتہ داروں میں جو سب سے زیادہ قریب تر ہو، اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور اس قریب تر رشتہ والے کے بعد جو رشتہ میں سب سے زیادہ قریب تر ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ۔

اس حدیث پاک میں حسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ماں کو بتایا ہے کیونکہ وہ حمل اور وضع حمل اور پرورش کرنے اور بچہ کی خدمت میں لگے رہنے کی وجہ سے سب سے زیادہ مشقت برداشت کرتی ہے اور ضعیف ہونے کی وجہ سے بھی حسنِ سلوک کی زیادہ مستحق ہے کیونکہ اپنی حاجتوں کے لئے وہ کسبِ معاش نہیں کرسکتی، باپ تو باہر نکل کر کچھ نہ کچھ کر بھی سکتا ہے' لہٰذا حسنِ سلوک میں ماں کا حق باپ سے مقدم رکھا گیا، ماں کے بعد باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا درجہ بتایا اور باپ کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا اور اس میں رشتہ داری کی حیثیت کو معیار بنایا کہ جس کی رشتہ داری جس قدر مزید تر ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا اسی قدر اہتمام کیا جائے ۔

"فضائلِ صدقات" میں ہے کہ اس حدیث شریف میں بعض علماء نے استنباط کیا ہے کہ حسنِ سلوک اور احسان میں ماں کا حق تین حصے ہے اور باپ کا ایک حصہ، اس لئے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا، اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کے لئے ماں تین مشقتیں برداشت کرتی ہے، حمل کی، جننے کی، دودھ پلانے کی ۔

اسی وجہ سے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے، اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کرسکتا تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے' البتہ اعزاز اور ادب و تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے ۔

ماں باپ کو ستانے کا گناہ اور دنیا میں وبال

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کے ستانے کے علاوہ تمام گناہ ایسے ہیں جن میں سے اللہ تعالیٰ شانہ جس کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ماں باپ کو ستانے کا گناہ ایسا ہے کہ اس گناہ کے کرنے والے کو اللہ جل شانہ موت سے پہلے دنیا والی زندگی میں ہی سزا دے دیتے ہیں [1]

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ظلم اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا ارتکاب

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۔

کرنے والا دنیا میں سزا پانے کا زیادہ مستحق ہو، ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو دنیا میں سزا دے دی جاتی ہے (لیکن اس سے آخرت کی سزا ختم تو نہیں ہو جاتی، بلکہ اس کے لئے آخرت کی سزا بھی بطور ذخیرہ رکھ لی جاتی ہے، جب آخرت میں پہنچے گا تو وہاں بھی سزا پائے گا)[1]

معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ستانے کی سزا دنیا اور آخرت دونوں جہان میں ملتی ہے۔ آج کل مصیبتیں دفع کرنے اور بلائیں دور کرنے کے لئے بہت سی ظاہری تدبیریں کرتے ہیں لیکن ان اعمال کو نہیں چھوڑتے جن کی وجہ سے مصیبتیں آتی ہیں اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۳) کسی جان کو قتل کر دینا (جس کا قتل کرنا شرعاً قاتل کے لئے حلال نہ ہو) جھوٹی قسم کھانا[2]

کبیرہ گناہوں کی فہرست طویل ہے، اس حدیث میں ان گناہوں کا ذکر ہے جو بہت بڑے ہیں، ان میں سے شرک کے بعد ہی عقوق الوالدین کو ذکر فرمایا ہے، لفظ عقوق میں بہت عموم ہے، ماں باپ کو کسی بھی طرح سے ستانا، قول سے یا فعل سے ان کو ایذاء دینا، دل دکھانا، نافرمانی کرنا، حاجت ہوتے ہوئے ان پر خرچ نہ کرنا یہ سب عقوق میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو محبوب ترین اعمال ہیں ان میں بروقت نماز پڑھنے کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا درجہ بتایا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کی فہرست میں شرک کے بعد ماں باپ کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کو شمار فرمایا ہے۔ ماں باپ کو تکلیف دینا کس درجہ کا گناہ ہے اس سے صاف واضح ہے۔

ماں باپ کی موت کے بعد حسنِ سلوک اور ادائیگی حقوق کا اہتمام کس طرح کیا جائے؟

حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا میرے ماں باپ کی وفات کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے جس کے ذریعہ میں اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں

---

[1] رواہ الترمذی و ابو داؤد۔ [2] رواہ البخاری۔

دیہ چیزیں باقی ہیں (۱) اُن کے لئے رحمت کی دُعا کرنا (جس میں نماز جنازہ بھی شامل ہے) (۲) اُن کے لئے مغفرت کی دعا کرنا (۳) ان کے بعد اس عہد کو نافذ کرنا جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے (۴) وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق سے ہو، اور ان کی رضا کے لئے ہو (۵) ان سے محبّت اور میل جول رکھنے والوں کا اکرام کرنا :[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی موت کے بعد بھی اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کرتے رہنا چاہیئے، یعنی ایسے کام کرے جن سے ان کو نفع پہنچے اور اطلاع ہو تو ان کی روح خوش ہو۔

سائل کے سوال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ کام ایسے بتائے جن کو ماں باپ کے بعد انجام دیا جائے تو ان کے ساتھ حُسنِ سلوک میں شمار ہوں گے۔

اوّل یہ کہ ان کے لئے رحمت کی دعا کی جائے۔

دوم: ان کے لئے مغفرت کی دُعا کی جائے، مثلاً یہ دعا کیا کرے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وغیرہ

سوم: ان کے اُس عہد کو نافذ کرے جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے، اس کا مفہوم وسیع ہے، خصوصیت کے ساتھ اُن کی وصیّت نافذ کی جائے جو انہوں نے موافق شریعت اپنے ترکہ سے حج بدل یا صدقہ خیرات کے لئے کی ہو، یا کسی غیر وارث کو کچھ دینے کو کہا ہو اس میں ہرگز کوتاہی نہ کی جائے، مرنے والے کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے مصارف اور ادائے قرضہ جات کے بعد جو مال بچے اس کے ⅓ میں میّت کو وصیّت کرنے کا پورا پورا حق ہے، اگر کسی نے وصیّت کی ہو تو وارثوں پر واجب ہے کہ اس کو پورا کریں، البتہ اگر کسی گناہ میں مال خرچ کرنے کی وصیّت کی ہو تو اس کا پورا کرنا گناہ ہے۔

بہت سے لوگ ماں باپ کی وصیّت پوری نہیں کرتے، اُن کی وصیّت کے مطابق جس قدر مال خرچ کرنا چاہیئے یا تو اس پورے مال کو دبا لیتے ہیں، یا تھوڑا بہت خرچ کرکے دکھلاوا کرتے ہیں کہ ہم نے وصیّت پوری کردی، یہ سراسر ظلم اور زیادتی ہے، وصیّت کے مال کو دبانا حرام ہے اور اس کو اپنے کام میں لانا بھی حرام ہے، جب شریعتِ مطہّرہ نے ⅔ وارثوں کو دلایا تو ⅓ میں وصیّت نافذ کرتے ہوئے دل چھوٹا کرنا اور کنجوسی کا مظاہرہ کرنا وصیّت کرنے والے پر بھی ظلم ہے اور اپنی ذات پر بھی، چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر ماں باپ وصیّت نہ کرتے اور ترکہ میں کچھ بھی نہ چھوڑتے تب بھی شریعت کے مطابق ان کے لئے اپنے پیسہ سے ایصالِ ثواب کرتے، لیکن جب انہوں نے مال چھوڑا اور وصیّت

---

[1] رواہ ابوداؤد۔

بھی کی تو اس صورت میں وصیّت نافذ نہ کرنا یا وصیّت کے مطابق پورا مال خرچ نہ کرنا بہت بڑی قطع رحمی ہے۔

حدیث میں الفاظ اِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا وارد ہوا ہے، عہد وصیّتِ مالی کے علاوہ دوسری وصیتوں کو بھی شامل ہے، مثلاً انہوں نے کہا کہ میرے فلاں بچّہ کو حفظِ قرآن کرا دینا اور فلاں بچّہ جس نے حفظ کرلیا ہے اس کو عالمِ دین بنا دینا، یا فلاں لڑکی کی شادی فلاں دیندار سے کردینا، یا یہ وصیّت کی کہ ہمارے فلاں بہن یا بھائی کے لڑکے یا لڑکی سے شادی کرلینا، یا چھوٹے بہن بھائی کو ان کے یہاں بیاہ دینا اس سب کے مطابق عمل کیا جائے، بلکہ اگر کسی بات کی وصیّت نہیں کی مگر اندازہ ہے کہ ان کی خواہش تھی یہ کام اس طرح ہو جائے تب بھی کر دینا چاہیئے، البتہ خلافِ شرع کوئی کام جائز نہیں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چند کام ایسے بتائے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ماں باپ کی موت کے بعد حسنِ سلوک کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے اُن میں چوتھے نمبر پر فرمایا کہ وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا، یعنی وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق کی وجہ سے ہو، اور اُن کی رضا کے لئے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اصل رشتہ دار تو ماں باپ ہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوا ہے، اور دوسری رشتہ داریاں انہی کے رشتہ کی وجہ سے پیدا ہوئیں، ماں کا بھائی ماموں ہے اور اس کی بہن خالہ ہے اور باپ کا بھائی چچا ہے اور اس کی بہن پھوپھی، اور باپ کے ماں باپ دادی دادا اور ماں کے ماں باپ نانی نانا ہیں، اور ان رشتہ داروں کے ذریعہ قریب اور دُور تک بہت سے رشتے نکلتے چلے جاتے ہیں، ان سب رشتوں کا واسطہ ماں باپ ہی ہیں، ان سب رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ اور حسبِ قوّت و قدرت حسنِ سلوک کرنا دینی کاموں میں بہت اہم کام اور افضل عمل ہے، رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرے، اس میں والدین کے تعلق کا خیال رکھے، کہ یہ لوگ میرے ماں باپ کے رشتہ دار ہیں، میں اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کروں گا تو اُن کو خوشی ہوگی اور وہ مجھ سے راضی ہوں گے، حُسنِ سلوک تو انسان بہت سی مخلوق کے ساتھ کرتا ہے لیکن ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ خصوصیّت کے ساتھ ماں باپ کے رشتہ کے پیشِ نظر حُسنِ سلوک کرے۔

پانچویں نمبر پر فرمایا "وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا" یعنی ماں باپ سے میل جول رکھنے

والوں کا اکرام کیا جائے، یعنی حسبِ توفیق ان کی مالی مدد کرے، اُن سے ملا جلا کرے، مالی مدد کے علاوہ ان کو کسی دوسری خدمت کی ضرورت ہو جو شرعاً جائز ہو تو وہ بھی انجام دے اور یہ نیّت کرے کہ یہ میرے ماں باپ سے میل محبت رکھتے تھے، ان کے تعلقات کو برقرار رکھنا اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کا برتاؤ کرنا میرے ماں باپ کی خوشی کا باعث ہوگا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ[۱] "یعنی سب سے بڑے حُسنِ سلوک میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ باپ کی غیر حاضری میں (خواہ وہ وفات پا گیا ہو خواہ کہیں سفر میں چلا گیا ہو) اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔

رشتہ داروں کی صلہ رحمی کا ذکر فرمانے کے بعد وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا فرمایا اس میں یہ بتایا ہے کہ رشتہ داروں کے علاوہ جو لوگ ماں باپ سے میل محبّت رکھتے تھے ان کے ساتھ اکرام واحترام کا معاملہ کیا جائے اور خدمت وحسنِ سلوک کا برتاؤ کیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں تک خیال فرماتے تھے کہ جب کوئی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی سہیلیوں کو پورے پورے اعضاء مثلاً پوری ران پورا دست بھجوایا کرتے تھے، اجبکہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کو برسوں گذر چکے تھے[۲]

چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت ہی غمگساری کے ساتھ ساتھ دیا تھا اس لئے آپؐ کو ان کا بہت خیال رہتا تھا، اگر وہ نہیں ہیں تو اُن کی سہیلیوں ہی کے ساتھ حسنِ سلوک کر دیا، یہ محبّت کی نباہ اور وفاداری کی بہت بڑی مثال ہے کہ موت کے بعد بھی دلداری کا خیال رکھا، عالمِ برزخ میں جب اطلاع ہوگی کہ میری نسبت سے کسی کو ہدیہ دیا تو روح کو بڑی خوشی ہوگی۔

ایک سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قریب سے ایک اعرابی یعنی دیہات کا رہنے والا گذرا، اس اعرابی کا والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا اس کو پہچان کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سواری کا ایک گدھا دے دیا اور سر سے پگڑی اتار کر عنایت فرما دی بعض ساتھیوں نے عرض کیا کہ کیا اس کو دو درہم دے دینا کافی نہ تھا؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا (اعرابی کی حیثیت دیکھنا نہیں ہے، اپنے والد کی پاسداری منظور ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کی دوستی کا خیال رکھنا، اس کو مت کاٹنا، ورنہ اللہ تعالےٰ تیرا نور بجھا دے گا[۳]

---

[۱] رواہ مسلم۔ [۲] رواہ البخاری ومسلم۔ [۳] الادب المفرد۔

ماں باپ کے لئے دُعا کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہوجاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع پہنچتا رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو۔[1]

جب تک آدمی زندہ رہتا ہے خود نیکیاں کماتا ہے اور اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے، لیکن جب موت آجاتی ہے تو اعمال ختم ہوجاتے ہیں اور ثواب جاری رہنے کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا ہے البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس کے عمل کا نتیجہ ہیں اور ان کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

اوّل: صدقہ جاریہ کا ثواب برابر جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ اُس کو کہتے ہیں جس کا نفع وقتی طور پر ختم نہ ہوجائے بلکہ اس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں، اور صدقہ کرنے والے کو ثواب ملتا رہے، مثلاً کوئی مسجد بنوادی، دینی مدرسہ کی تعمیر میں حصہ لے لیا، کسی دار العلوم میں تفسیر و حدیث اور فقہ و فتاویٰ کی کتابیں وقف کردیں، کہیں کنواں کھدوا دیا، مسافر خانہ بنوادیا، یا کوئی ایسا کام کردیا جس سے عوام و خواص کو نفع ہوتا رہے، ایک آدمی اس طرح کے کسی کام میں پیسہ خرچ کرکے جن کا ذکر اوپر ہوا قبر میں چلا گیا، لوگ اس کے صدقہ و خیرات سے منتفع ہورہے ہیں اور اس کے نامۂ اعمال میں برابر ثواب لکھا جارہا ہے اور درجات بلند ہورہے ہیں جہاں تک ہو زندگی میں کوئی ایسا کام ضرور کرنا چاہیئے۔

دوم: وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو، یہ بھی وہ چیز ہے جس کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے، کسی کو قرآن مجید حفظ یا ناظرہ پڑھادیا، کسی کو نماز سکھادی، کسی کو مولوی بنادیا، کوئی دینی کتاب لکھ دی، یا اپنے پیسہ سے شائع کردی، یہ علمی صدقہ جاریہ ہے۔ قرآن پڑھنے والا جب تک قرآن مجید پڑھے گا یا پڑھائے گا پھر اس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پڑھائیں گے، مولوی صاحب تفسیر و حدیث پڑھائیں گے مسئلہ بتائیں گے، لوگ اُن سے مستفید ہوں گے اور آگے اُن کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد علم پھیلائیں گے جس کو نماز سکھادی وہ نماز پڑھتا رہے گا اور دوسروں کو سکھائے گا تو اس کا ثواب صدیوں تک اس شخص کو ملتا رہے گا، جس نے دینی علم کو آگے بڑھایا یا آگے بڑھانے کا ذریعہ بن گیا

---

[1] رواہ مسلم۔

جتنے لوگ اس کا ذریعہ اور واسطہ بنتے جائیں گے اُن سب کو ثواب ملتا رہے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

سوم: نیک اولاد جو دعا کرتی ہو اس کی دُعا کا فائدہ بھی والدین کو پہنچتا رہتا ہے، دعا میں تو کچھ جان مال خرچ نہیں ہوتا، وقتاً فوقتاً اگر والدین کے لئے دعاءِ مغفرت اور دعاءِ رفع درجات کر دی جائے تو والدین کو بہت بڑا نفع پہنچتا رہے گا اور اولاد کا کچھ بھی خرچ نہ ہوگا، اولاد کی پیدائش کا ذریعہ بننا اور اس کو پالنا پوسنا چونکہ والدین کا عمل ہے اور والدین کی پرورش کے بعد اولاد دُعا کے قابل ہوئی، اس لئے اولاد کی دعا کو بھی مرنے والے کے اعمال میں شمار کر لیا گیا اور صدقہ جاریہ قرار دے دیا گیا، اگر اولاد کو محنت اور کوشش کر کے نیکی پر ڈال دے تو وہ جو نیک اعمال کرے گی ان کا ثواب بھی ماں باپ کو ملے گا اور اولاد کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی، اولاد کے علاوہ جو بھی کوئی شخص کسی کے لئے دعا کرے گا اس کا نفع پہنچے گا، لیکن اولاد کا خصوصی ذکر اس لئے فرمایا کہ اولاد کو اس قابل بنانے میں ماں باپ کی محنت اور کوشش کو دخل ہے اس لئے اولاد کی دعا انہی کے اعمال میں شمار کی گئی۔

ماں باپ کے لئے دُعائے مغفرت کرنے سے اُن کے درجات بلند ہوتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ اللہ جل شانہ جنت میں نیک بندہ کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے مغفرت کی دعا کی یہ اس کی وجہ سے ہے [1]

ماں باپ کے لئے دعا کرنا بہت بڑا حُسنِ سلوک ہے اور یہ حسن سلوک ایسا ہے کہ جو موت کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے، کم سے کم ہر فرض نماز کے بعد ماں باپ کے لئے دعا کر دیا کرے اس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا، اور ان کو بہت فائدہ پہنچ جاتا ہے۔

استغفار یعنی گناہوں کی بخشش کی دعا بہت مبارک اور مفید عمل ہے اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور عبادات میں جو کوتاہی ہو جائے اس کی بھی تلافی ہوتی رہتی ہے، دینی و دنیاوی

---

[1] رواہ احمد۔

مشکلات حل ہوتی ہیں اور پریشانیاں دُور ہوتی ہیں، والدین اور اساتذہ اور مشائخ جو دنیا سے چلے گئے ان کے لئے استغفار کیا جائے تو ان کے لئے نفع عظیم کا باعث ہے۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہٗ نیک بندہ کا جنّت میں درجہ بلند فرما دیتے ہیں تو وہ تعجب سے پوچھتا ہے کہ اے رب یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو تیرے لئے استغفار کیا اس کی وجہ سے تیرا درجہ بلند ہوا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلا شبہ اللہ جل شانہٗ قبر والوں پر زمین والوں کی دُعا کی وجہ سے پہاڑوں کی برابر (رحمت و مغفرت) داخل فرماتے ہیں اور بے شک مُردوں کے لئے زندہ کا ہدیہ یہ ہے کہ اُن کے لئے استغفار کریں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۶، از بیہقی فی شعب الایمان)

ماں باپ کے لئے استغفار کرتے رہنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر زندگی میں اُن کو ستاتا رہا تو استغفار کرتے رہنے کی وجہ سے حُسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا اور اگر اُن کے حقوق میں کوتاہی اور غفلت ہوگئی ہوگی تو اس کی تلافی ہو جائے گی، رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝

تنبیہ: ماں باپ کی قبر پر بھی جاتے رہنا چاہیئے، وہاں جا کر عبرت حاصل کرے اور موت کو یاد کرے اور قبر کے حالات کا مراقبہ کرے اور والدین کے لئے کچھ نہ کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرے، البتہ عورت کو قبرستان میں جانے سے روکنا چاہیئے اور مرد بھی بدعتوں اور شرکیہ کاموں سے بالکل پرہیز کریں۔

ماں باپ کے لئے دُعاء اور استغفار کرنے کی وجہ سے نافرمان اولاد کو فرماں بردار لکھ دیا جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ (ایسا بھی ہوتا ہے) کہ بندہ کے ماں باپ وفات پا جاتے ہیں یا دونوں میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے اس حال میں کہ یہ شخص اُن کی زندگی میں اُن کی نافرمانی کرتا رہا اور ستاتا رہا، اب موت کے بعد ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ جل شانہٗ اس کو ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتے ہیں [1]

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

ماں باپ کی طرف سے صدقہ کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ بے شک میری والدہ کی وفات ہوگئی ہے اور اس نے (صدقہ وخیرات کی) وصیت نہیں کی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اس کو نفع دے گا؟ آپ ؐ نے فرمایا ہاں [1]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ میری والدہ کی وفات ہوگئی (ان کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو ارشاد فرمائیے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا پانی (کا صدقہ کردینا افضل ہے) لہٰذا حضرت سعد ؓ نے ایک کنواں کھود دیا اور ایصال ثواب کے لئے وقف کرکے فرمایا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا اور میرا خیال ہے کہ اگر (اس کو بولنے کا موقع ملتا اور) بات کرتی تو صدقہ کردیتی، تو کیا اس کو ثواب ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپ ؐ نے فرمایا ہاں (اس کو ثواب ملے گا) [3]

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ والدین کی طرف سے صدقہ کرکے ثواب پہنچاتے رہنا چاہئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ مستقل طور پر پانی کا انتظام کردینا افضل ہے کیونکہ پانی ساری مخلوق کے کام آتا ہے اور اس سے طرح طرح کی دنیاوی حاجتیں اور دینی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، اس لئے حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کنواں کھود کر والدہ کے ایصال ثواب کے لئے وقف کردیا اور اپنی والدہ کے لئے صدقہ جاریہ کا مستقل انتظام کرکے ثوابِ عظیم کا ذریعہ بن گئے، پہلے زمانہ میں کنویں کی اہمیت بہت تھی اور دیہات وقصبات اور جنگلوں میں اب بھی اس کی بہت ضرورت رہتی ہے اور شہروں میں سرکاری نلوں سے پانی ملتا ہے پس اگر کوئی شخص کسی مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ میں پانی کی ٹنکی بنوا دے یا نل لگوا دے یا پانی کا بل ادا کرنے کا انتظام کردے تو یہ بھی پانی کے صدقہ میں شمار ہوگا اور بہت بڑے ثواب کا باعث ہوگا، بلکہ شہروں میں بھی خصوصًا

---

[1] الادب المفرد۔ [2] رواہ ابوداؤد۔ [3] رواہ البخاری ومسلم۔

مساجد و مدارس میں اب بھی کنواں کھدوا دینا مناسب ہے، سرکاری نل خراب ہو جاتے ہیں یا پانی کی قلت ہو جاتی ہے تو ان کنوؤں سے کام چلتا ہے، اگر مساجد و مدارس اور عام گذرگاہوں پر ہاتھ سے پانی نکالنے والا نل لگوا دیا جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ اس سے پانی لینے کے لئے ڈول رسی کی ضرورت نہیں ہوتی) اور ایک بہت بڑا ثواب کا کام یہ ہے کہ دینی مدارس میں تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتابیں اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے وقف کر دی جائیں۔

تنبیہ: اگر ماں باپ پر قرض ہو اور انہوں نے اس کے لئے مال جائیداد چھوڑی ہو تو ان کا قرضہ ادا کرنا فرض ہے، اگرچہ وارثوں کے لئے ایک پیسہ بھی نہ بچے، قرضدار نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، اگر وصیت کی ہو تو اس کی فرضیت اور زیادہ مؤکد ہو جائے گی، اگر ماں باپ نے مال نہ چھوڑا ہو تب بھی اولاد کو چاہیئے کہ ماں باپ کا قرضہ ادا کر دے، یہ بہت بڑا حسن سلوک ہے کہ آخرت کے مواخذہ سے ان کی جان چھڑا دی جائے بلکہ ان کی طرف سے قرضہ ادا کر دینا ان کی طرف سے صدقہ کر دینے سے افضل ہے۔

حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس نے زندگی میں اپنے ماں باپ کو ستایا، پھر ان کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا جو اُن کے ذمہ تھا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی اور اُن کی طرفداری کرتے ہوئے کسی کو گالی نہ دی تو اس کو حسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا اور جس نے زندگی میں ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کیا، پھر وہ قرض ادا نہ کیا جو اُن کے ذمہ تھا، اور ان کے لئے استغفار نہ کیا اور ان کی طرفداری میں گالی گلوچ کا کام کیا تو والدین کو ستانے والا لکھ دیا جائے گا۔ (درمنثور، ص ۱۷۴، ج ۴)

ماں باپ کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! بلاشبہ میرے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں، جو حج یا عمرہ کی طاقت اور قوت نہیں رکھتے اور نہ سفر کر سکتے ہیں، (اگر میں اُن کی جانب سے حج کر لوں تو اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنے باپ کی طرف سے حج کر دو اور عمرہ کر دو۔[1]

[1] رواہ الترمذی والبوداؤد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ جو اس کے بندوں پر حج سے متعلق ہے اس نے میرے والد کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہیں جو سواری پر پوری طرح نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا ہاں (ان کی طرف سے حج کرلو) یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے؟ لہ

ان دونوں حدیثوں سے ماں باپ کی طرف سے حج بدل کرنے کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح دوسرے کی جانب سے حج بدل کیا جاسکتا ہے اسی طرح عمرہ بھی بدلہ میں ادا ہوسکتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے (اور جب عورت مرد کی طرف سے حج کرسکتی ہے جو ضعیف ہے تو مرد بطریق اولیٰ عورت کی طرف سے حج کرسکتا ہے) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کی طرف سے حج یا عمرہ کیا جائے اس کا میّت ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ زندہ کی طرف سے بھی حج اور عمرہ ہوسکتا ہے، بدلہ میں جو حج یا عمرہ کیا جائے اس میں صرف اتنی بات زیادہ ہوتی ہے کہ احرام باندھتے وقت اس کی جانب سے حج یا عمرہ ادا کرنے کی نیت کرلیتے ہیں جس کی طرف سے حج یا عمرہ کرنا ہے، باقی سب اعمال اسی طرح ادا کئے جاتے ہیں جیسے اپنی طرف سے حج یا عمرہ ادا کرنے میں ادا ہوتے ہیں، جن حضرات کو بار بار سرزمین حجاز میں آنا ہوتا ہے یا مستقل طور پر یہاں مقیم ہیں اُن کے لئے تو بہت آسانی ہے کہ اپنا حج فرض ادا کرکے والدین کی طرف سے حج کریں بلکہ متعدد بار اُن کی طرف سے حج بدل کرسکتے ہیں، اسی طرح اُن کی طرف سے بہت سے عمرے بھی ادا کرسکتے ہیں نفل طور پر کسی کی طرف سے حج یا عمرہ کرنے کے لئے نہ وکیل بنانے کی ضرورت ہے، نہ اجازت لینے کی، نہ ان کو اطلاع دینے کی، البتہ اگر زندہ ہوں تو ان کو اطلاع دینا بہتر ہے تاکہ ان کا دل خوش ہو اور دعائیں دیں۔

اگر ماں باپ میں سے کسی پر حج فرض ہوا تھا جو کسی وجہ سے زندگی میں ادا نہ کرسکے اور اولاد کو وصیت کی کہ ہمارے مال سے ہماری طرف سے حج کرلینا یا کسی سے حج کرادینا تو اولاد پر یا جس کے قبضہ میں مال ہو اس پر فرض ہوگا کہ ان کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے حج بدل کرادیں، لیکن یہ وصیت میّت کے کفن دفن کے اخراجات اور ادائے قرضہ جات کے بعد جو مال بچے اس کے تہائی حصہ میں نافذ

لہ رواہ البخاری ومسلم۔

ہوگی، باقی دو تہائی وارثوں پر تقسیم ہوگا، اگر تہائی حصّہ میں اخراجات پورے نہ ہوسکیں اور بالغ وارث اپنے میراث کے حصّہ سے مزید دے کر حج بدل کرادیں تو بہت بڑی سعادت کی بات ہے اگر یہ لوگ مزید مال نہ ملائیں تو اصول کے مطابق وصیت نافذ کرنے کے لئے جس قدر رقم میّت کے مال سے علیحدہ کی جاسکتی ہے (جس کا اوپر ذکر ہوا) اس رقم کو خرچ کرنے سے جہاں سے آدمی بھیج کر حج ہوسکتا ہو وہاں سے حج کرادیں۔

میراث پانے والے رشتہ دار یا وہ لوگ جن کے قبضہ میں وصیت کرنے والے کا مال ہو اگر اس کا ⅓ وصیت کے مطابق خرچ نہ کریں گے اور مال کو خود دبالیں گے یا وصیّت کے خلاف کسی کام میں خرچ کردیں گے تو ان کا یہ فعل حرام ہوگا اور حرام کھانے اور حرام مال اپنے کام میں لانے کے گنہگار ہوں گے۔

بہت سے لوگ ماں باپ کی وصیت کے باوجود ان کی طرف سے حج نہیں کراتے اور سارا مال سمیٹ لیتے ہیں یہ بالکل حرام ہے اور بعض لوگ مکّہ میں کسی معلّم کو حج بدل کے نام سے مختصر سی رقم دے کر اپنے نفس کو فریب میں مبتلا کردیتے ہیں کہ ہم نے ماں باپ کی طرف سے وصیّت کے مطابق حج فرض ادا کردیا۔ ایسا کرنے سے وصیّت پوری نہیں ہوتی اور یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ میّت کی طرف سے کسی نے حج کیا ہی نہ ہو۔ اہلِ تجربہ نے بتایا ہے کہ معلّمین چند سو ریال میں تنہا ایک شخص کی جانب سے حج نہیں کراتے بلکہ بہت سے لوگ جو تھوڑی بہت رقم حج بدل کے نام سے دیتے ہیں، اس سب کو جمع کرکے کسی ایک شخص سے حج کرادیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ ان سب کو ثواب پہنچادے، اس طرح کسی کا بھی حج فرض ادا نہیں ہوتا، خوب سمجھ لیں۔

جس شخص پر حج فرض ہو اور وہ زندگی میں حج نہ کرسکا اور اس نے حج بدل کی وصیّت کی تو اس کی جانب سے اس کے شہر یا بستی سے جس میں وہ رہتا تھا کسی کو حج بدل کے لئے روانہ کرنا ضروری ہے یعنی سفر کی ابتداء وہیں سے ہو جہاں سے مرحوم حج کے لئے روانہ ہوتا اور اسی میقات سے حج کرایا جائے جو مرحوم کے سفر کی میقات ہوتی، جب ترکہ کا ⅔ شریعت نے وارثوں کے لئے اس طرح مخصوص کردیا کہ ⅓ سے زائد کی وصیّت بھی مرحوم کی نافذ نہیں ہوسکتی (اِلّا یہ کہ ورثہ اجازت دیں) تو انصاف کا تقاضا ہے کہ جس نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اس کی وصیت سے زیادہ خرچ نہیں کرتے تو ⅓ کے اندر تو اس کی وصیّت نافذ کرہی دیں، اگر ماں باپ پر حج فرض تھا لیکن کسی وجہ سے انہوں نے حج نہیں کیا اور حج بدل کی وصیّت بھی نہیں کی تب بھی ان کی طرف سے اولاد کو اپنا حج فرض ادا

کرنے کے بعد خود حج کرلینا چاہیئے یا کسی دوسرے کو بھیج کر حج کرادیں، اللہ جل شانہٗ سے امید ہے کہ ایسا کرنے سے ان کا حجِ فرض قبول فرمالیں گے اور یہ اولاد کا ماں باپ کے ساتھ بہت بڑا حسنِ سلوک ہوگا. اور بہترین صلۂ رحمی ہوگی، اگر ماں باپ پر حج فرض نہ ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اولاد کو مال دے دیا تب بھی اپنا حجِ فرض ادا کر کے ماں باپ کی طرف سے حجِ بدل کرلینا یا کسی دوسرے سے حج کرادینا افضل ہے. دنیا چند روزہ ہے، اور مال بھی ہمیشہ پاس نہیں رہتا، نیکی کا جو موقعہ ہاتھ آئے کرگذریں، آخرت کے معاملہ میں کنجوسی کرنا بڑی بے وقوفی ہے. ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایک حج (بدل) کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں (۱) میّت (جس کی طرف سے حج کرایا جائے. (۲) میّت کی طرف سے حج کرنے والا (۳) حج کرانے والا (جو میّت کے مال سے اس کی وصیّت کے مطابق یا اپنے مال سے اس کی طرف سے حج کرا رہا ہے.)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے ان کی موت کے بعد حج کرے اس کے لئے جہنم کی آگ سے خلاصی ہے اور والدین کے لئے پورا حج لکھا جاتا ہے اور اس کے ثواب میں کمی نہیں آتی، اور کسی اپنے قریبی رشتہ دار کے لئے اس سے بڑھ کر صلۂ رحمی نہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج کر کے اس کی قبر میں ثواب پہنچائے.

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کی طرف سے حج کرے اس حج کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس شخص کو ملتا ہے جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے.

(یہ سب روایات فضائلِ حج میں کنز العمال سے نقل کی ہیں)

ماں باپ کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے (خاندانی) نسبوں کو معلوم کرو جن (کے جاننے) سے تم اپنے عزیزوں کے ساتھ صلۂ رحمی کرسکو گے کیونکہ صلۂ رحمی خاندان میں محبّت کا ذریعہ بنتی ہے اور صلۂ رحمی مال بڑھنے کا سبب ہے اور اس کی وجہ سے عمر زیادہ ہوجاتی ہے [1]

اس حدیث پاک میں اوّل تو یہ حکم فرمایا کہ اپنے والدین کے خاندان کے نسبوں کو معلوم کرلینی

---

[1] رواہ الترمذی۔

یہ جاننے کی کوشش کرو کہ رشتہ داری کی شاخیں کہاں کہاں تک ہیں؟ اور کون کون شخص دور یا قریب کے واسطہ سے ہمارا کیا لگتا ہے پھر اس نسب کے جاننے کی ضرورت بتائی اور وہ یہ کہ صلہ رحمی کا اسلام میں چونکہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور صلہ رحمی ہر رشتہ دار کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنے مقدور کے مطابق کرنی چاہیئے اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کس سے کیا رشتہ ہے؟ اس کے بعد صلہ رحمی کے تین فائدے بتائے۔

اوّل، یہ کہ اس سے کنبہ اور خاندان میں محبت رہتی ہے، جب ہم رشتہ داروں کے یہاں آئیں گے جائیں گے، اُن کے دُکھ سُکھ کے ساتھی ہوں گے، روپے پیسے سے یا کسی اور طرح سے ان کی خدمت کریں گے تو ظاہر ہے کہ ان کو ہم سے محبت ہوگی اور وہ بھی ایسے ہی برتاؤ کی فکر کریں گے، اگر ہر فرد صلہ رحمی کرنے لگے تو پورا خاندان حسد اور کینہ سے پاک ہو جائے اور سب راحت و سکون کے ساتھ زندگی گزاریں۔

دوم، یہ کہ صلہ رحمی کی وجہ سے مال بڑھتا ہے۔

سوم، یہ کہ اس کی وجہ سے عمر بڑھتی ہے، ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کے فضائل میں بھی یہ دونوں باتیں گزر چکی ہیں اور دونوں بہت اہم ہیں۔

صلہ رحمی کی وجہ سے اللہ جل شانہ راضی ہوتے ہیں (اگر کوئی شخص اس کو اسلامی کام سمجھ کر انجام دے) اور دنیاوی فائدہ بھی پہنچتا ہے، اگر مال بڑھانا ہو تو اس کے لئے جہاں دوسری تدبیریں کرتے ہیں ان کے ساتھ اس کو بھی آزما کر دیکھیں۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے صلہ رحمی اختیار کرنے پر مال بڑھانے کا وعدہ ہے، نیز عمر زیادہ ہونے کے لئے بھی صلہ رحمی نسخۂ اکسیر ہے، اللہ جل شانہ کی طرف سے اس کا بھی وعدہ ہے۔

اچھے اعمال سے آخرت میں کامیابی اور بُرے اعمال سے آخرت میں ناکامی ایسا کھلا ہوا مسئلہ ہے جس کو سب ہی جانتے ہیں، لیکن اعمال سے دنیا میں جو منافع اور فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ جو مصائب دور ہوتے ہیں اور بُرے اعمال کی وجہ سے جو موت سے پہلے آفات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بہت سے لوگ اُن سے واقف نہیں، اگر واقف ہیں بھی تو اس کو اہمیت نہیں دیتے اور دنیاوی تدبیروں ہی کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور چونکہ بداعمالی میں بھی مبتلا رہتے ہیں اس لئے دنیاوی تدبیریں ناکام ہوتی ہیں اور نہ صرف یہ کہ مصیبتیں دور نہیں ہوتیں بلکہ نئی نئی آفتیں اور مصیبتیں کھڑی ہوتی رہتی ہیں، پس جس طرح والدین کا ستانا اور قطع رحمی کرنا دنیا و آخرت کے وبال اور عذاب کا باعث ہے اسی طرح والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی

کرنا مال اور عمر بڑھنے کا ذریعہ ہے جن اعمال کی جو خاصیت اللہ پاک نے رکھی ہے وہ اپنا رنگ ضرور لاتی ہے، اگرچہ صاحبِ اعمال مقبول بندہ بھی نہ ہو اور اس کے عمل کا آخرت میں ثواب بھی نہ مل سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاندان کے لوگ جب آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر رزق جاری فرماتے ہیں اور یہ لوگ رحمٰن کی حفاظت میں رہتے ہیں۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن طاعات کا بدلہ جلد دے دیا جاتا ہے ان میں سب سے زیادہ جلدی بدلہ دلانے والا عمل صلہ رحمی ہے اور اس عمل کا یہ نفع یہاں تک ہے کہ ایک خاندان کے لوگ فاجر یعنی بدکار ہوتے ہیں پھر بھی ان کے مالوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے (یہ بھی فرمایا کہ) جلد سے جلد عذاب لانے والی چیز ظلم اور جھوٹی قسم ہے، پھر فرمایا کہ جھوٹی قسم مال کو ختم کر دیتی ہے اور آباد شہروں کو کھنڈر بنا دیتی ہے [1]

رشتہ داروں سے حسبِ مراتب حُسنِ سلوک کیا جائے

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تُو اپنی ماں کے ساتھ اور اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن کے ساتھ اور اپنے بھائی کے ساتھ حُسنِ سلوک کر، ان کے بعد جو رشتہ دار زیادہ قریب ہوں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کر [2]

اس حدیث پاک میں ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم فرمانے کے بعد بہن بھائی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ثُمَّ اَدْنَاکَ وَ اَدْنَاکَ یعنی ان کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور ان میں قریب تر پھر قریب تر کا دھیان کرو۔ مطلب یہ ہے کہ سب رشتے برابر نہیں ہوتے، کسی سے رشتہ قریب کا ہے کسی سے دور کا اور قریبی رشتہ داروں میں بھی کوئی زیادہ قریب ہوتا ہے، کوئی کم قریب ہوتا ہے اور یہی حال دور کے رشتوں کا ہے، تم حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی میں رشتہ کے قریب ہر بُعد کے اعتبار سے

---

[1] یہ روایات درمنثور ص ۱۷۰ ج ۴ میں مذکور ہیں۔ [2] رواہ الحاکم فی المستدرک۔

حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرو، قریب تر کو ترجیح دو، پھر جو اس سے قریب ہو اس کو دیکھو، اور اسی طرح خیال کرتے رہو، یہ فرق مال کے خرچ کرنے میں ہے، السلام علیکم میں تو کسی سے بھی دریغ نہ کریں، قطع تعلق تو عام مسلمانوں سے بھی حرام ہے، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے کیسے درست ہو سکتا ہے؟ عام حالات میں اپنے عزیزوں پر جو کچھ خرچ کرے گا ثواب پائے گا لیکن بعض حالات میں ان رشتہ داروں کا خرچ واجب ہو جاتا ہے جو محرم ہوں جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے اور علماء سے معلوم ہو سکتی ہے۔

بہت سے لوگ بہن بھائی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتے ہیں، یہ حدیث ان کے لئے نصیحت ہے، بہن بھائی کا رشتہ ماں باپ کے رشتہ کے سبب سے ہے اس کی رعایت بہت ضروری ہے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا خاص خیال رکھنا چاہیئے لیکن برعکس دیکھتے ہیں کبھی بڑے بہن بھائی چھوٹے بہن بھائی پر اور کبھی چھوٹے بہن بھائی بڑے بھائی بہن پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں، اپنے پاس سے ان پر خرچ کرنے کے بجائے خود ان کا مال دبا لیتے ہیں، ماں باپ کی میراث سے جو حصّہ نکلتا ہے اس کو ہضم کر جاتے ہیں، والد کی وفات ہو گئی اور بڑے بھائی کے قبضہ میں سارا مال اور جائیداد ہے اب اس کو اپنی ذات پر اور اپنے بیوی بچوں پر میراث تقسیم کئے بغیر خوب خرچ کرتا ہے اور چھوٹے یتیم بہن بھائی کو دو چار سال کھلا پلا کر پوری جائیداد سے محروم کر دیا جاتا ہے بچے جب ہوش سنبھالتے ہیں تو پورا مال خرچ ہو چکا ہوتا ہے اور جائیداد بڑے بھائی یا بڑے بھائی کی اولاد کے نام منتقل ہو چکی ہوتی ہے

بڑے بھائی کا مرتبہ

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر ایسا ہے جیسے والد کا حق اولاد پر ہے[۱]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے بھائی کا درجہ ایسا ہی ہے جیسے باپ کا درجہ ہے لہٰذا اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کریں اور ادب سے پیش آئیں۔ بڑے بھائی کو بھی ایسی شفقت رکھنی چاہیئے جیسے والد اپنی اولاد کے ساتھ رکھتا ہے۔

---

[۱] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

بہنوں اور بیٹیوں کی پرورش کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں ساتھ لگا لیا ضرور اس کے لئے جنّت کا فیصلہ فرما دے گا ہاں اگر ایسا کوئی گناہ کرے جو بخشا ہی نہیں جاتا (یعنی کفر اور شرک تو یہ اور بات ہے)۔ اور جس نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی پرورش کی اور ان کو ادب سکھایا اور ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو (اس کی دیکھ بھال سے) بے نیاز کر دیا تو اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ جنّت واجب فرما دیں گے۔ یہ سن کر ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر دو بیٹیوں یا دو بہنوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہو تو اس کے لئے کیا فضیلت ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس کے لئے یہی فضیلت ہے۔ اگر ایک بیٹی یا بہن کی پرورش کے بارے میں دریافت کرتے تو آپؐ ایک کی پرورش کا بھی یہی جواب بتا دیتے، آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے جس کی آنکھیں ختم کر دیں اس کے لئے جنّت واجب ہو گئی[1]

اس حدیث میں بیٹیوں اور بہنوں کی پرورش اور دیکھ بھال اور تعلیم تادیب کی فضیلت بیان فرمائی ہے، باپ زندہ نہ ہو تو بھائی بہنوں کی پرورش کریں اور اسے بوجھ نہ سمجھیں۔

جو بدلہ اتار دے وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بدلہ اتار دے وہ صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے تو وہ صلہ رحمی کا برتاؤ کرے[2]

اس حدیث پاک میں ان لوگوں کو نصیحت فرمائی جو صلہ رحمی کی ترغیب دینے پر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمیں کون پوچھتا ہے جو ہم صلہ رحمی کریں، ہم فلاں کے پاس جاتے ہیں تو چھوٹے منہ سے بات بھی نہیں کرتا، چچا نے یہ ظلم کر رکھا ہے اور بھتیجے نے یہ زیادتی کر رکھی ہے، پھر ہم کیسے مل سکتے ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھائی، بہن، خالہ، ماموں وغیرہ تم سے اچھی طرح ملتے ہیں، صلہ رحمی اور حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور اس کے بدلہ میں تم بھی میل جول رکھتے ہو اور صلہ رحمی

---

[1] رواہ فی شرح السنۃ کما فی المشکوٰۃ (باب الرحمۃ والشفقۃ علی الخلق) [2] رواہ البخاری۔

کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ ہم نے صلہ رحمی کر دی تو یہ حقیقی صلہ رحمی نہیں ہے جو شرعاً مطلوب ہے کیونکہ یہ تو بدلہ اتار دینا ہوا، تعلق جوڑ دینا اور صلہ رحمی کرنا نہ ہوا، ثواب تو اس کا بھی ملتا ہے لیکن اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے وہ قطع رحمی کے باوجود صلہ رحمی کرتا رہے جو قطع رحمی کرے اس سے ملا کرے، سلام کیا کرے کبھی کبھی ہدیہ بھی دے' اس میں نفس پر زور تو پڑے گا لیکن انشاء اللہ ثواب بہت ملے گا اور جس نے قطع رحمی کر رکھی ہے وہ بھی اپنے تغافل سے انشاء اللہ باز آجائے گا، اگر ہر فریق اس نصیحت پر عمل کرے تو پورا خاندان رحمت ہی رحمت بن جائے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے جلدی سے آپؐ کا دستِ مبارک پکڑ لیا اور آپؐ نے (بھی) جلدی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا، پھر فرمایا کہ اے عقبہ! کیا میں تجھے دنیا اور آخرت والوں کے افضل اخلاق نہ بتادوں؟ پھر خود ہی فرمایا کہ جو شخص تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے تعلق جوڑے رکھ' اور جو شخص تجھے محروم کردے تو اُس کو دیا کر اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیا کر' پھر فرمایا کہ خبردار! جو یہ چاہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور رزق میں وسعت ہو اس کو چاہیئے کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا برتاؤ کرے۔ (مستدرک حاکم ص ۱۶۲ ج ۴)

قطع رحمی کا وبال

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا موجود ہو[1]

جس طرح صلہ رحمی سے اللہ پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اسی طرح قطع رحمی کی وجہ سے اللہ پاک جل شانہٗ اپنی رحمت روک لیتے ہیں اور یہی نہیں کہ صرف قطع رحمی کرنے والے سے بلکہ اس کی پوری قوم سے رحمت روک لی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص قطع رحمی کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو صلہ رحمی پر آمادہ نہیں کرتے بلکہ خود بھی اس کے جواب میں قطع رحمی کا برتاؤ کرنے لگتے ہیں۔

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لفظ رحم لیا گیا ہے لفظ رحمٰن سے (جو اللہ جل شانہ کا نام ہے) پس اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ (اے رحم) جس نے تجھے جوڑے رکھا (یعنی تیرے حقوق ادا کئے) میں اس کو رحمت کے ساتھ (اپنے سے) ملاؤں گا اور جس نے تجھے کاٹ دیا میں اس کو (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا۔ (یعنی رحمت کے دائرے سے الگ کر دوں گا)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ یعنی قطع رحمی کرنے والا جنّت میں داخل نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ قطع رحمی کی سزا دنیا و آخرت دونوں میں بھگتنی پڑتی ہے، بہت سے خاندانوں میں برسہا برس گزر جاتے ہیں اور آپس کے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے آپس میں قتل و خون تک ہو جاتے ہیں اور مقدمہ بازی تو روزانہ کا مشغلہ بن جاتا ہے، بھائی بھائی کچہری میں دشمن بنے کھڑے ہوتے ہیں، کہیں چچا بھتیجے دست و گریبان ہو رہے ہیں کہیں بھائی بھائی میں نفاق ہے۔ ایک نے سکنائی جائیداد دبا لی ہے دوسرے نے زرعی زمین پر قبضہ کر لیا ہے، لڑ رہے ہیں، مر رہے ہیں، نہ سلام ہے نہ کلام ہے، آمنا سامنا ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں بھلا ان چیزوں کا اسلام میں کہاں گذر ہے؟ اگر صلہ رحمی کے اصول پر زندگی گذاریں تو خاندانوں کی ہر لڑائی فوراً ختم ہو جائے، جو لوگ قطع رحمی کو اپنا لیتے ہیں ان کی آنے والی نسلوں کو قطع رحمی کے نتائج برسہا برس بھگتنے پڑتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اصلح اعمالنا واحوالنا وانجح اٰمالنا۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

کتاب

التجارة واحکامها

و

ذکر ما یلزم التاجر المسلم

تجارت کے ضروری احکام

اور کسبِ مال کے بارے میں ضروری ہدایات و تنبیہات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مال کی اہمیت اور ضرورت

اور تجارت کے اسلامی اصول

جب اللہ تعالیٰ شانہ نے دنیا میں انسان کو بھیجا تو وہ اپنی ضروریات اور حاجات لے کر آیا۔ یہ حاجات اور ضروریات اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔ اور پھر ان حاجات کو پورا کرنے کے لئے اسباب بھی پیدا فرمائے۔ عموماً یہ حاجات مال کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں قرآن مجید میں مال کے بارے میں جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْهَا قِيَامًا فرمایا ہے۔ اور اسراف اور تبذیر یعنی فضول خرچی سے سختی سے منع فرمایا ہے اور سورۃ الاعراف میں فرمایا:۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔	کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو بلاشبہ اللہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا	بلاشبہ فضول مال اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

ان آیتوں سے مال کی اہمیت اور ضرورت معلوم ہوئی اور حدیث شریف میں مال ضائع کرنے سے منع فرمایا، جو لوگ مال کی قدر نہیں کرتے اور حلال مال فضول خرچیوں میں اڑا دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں وہ غلطی پر ہیں جو حلال مال میراث میں ملا یا بطور ہبہ کسی نے دیا یا خود کمایا ہو، اسے سوچ سمجھ کر صحیح مواقع پر خرچ کیا جائے حلال مال کمانے اور اپنے نفس اور اپنے ماں باپ پر اور بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

حلال کمانا فرض ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال کا طلب کرنا (نماز روزہ وغیرہ) کے فریضے کے بعد فرض ہے، ظاہر ہے کہ

جو چیز فرض ہوگی اس میں ثواب بھی ہوگا۔ شریعت اسلامیہ میں حرام مال کمانے کی ممانعت ہے حلال کمانے کی ترغیب ہے اور حرام طریقوں کی نشاندہی کردی ہے کہ ان کے ذریعے مال نہ کمائیں پھر جو مال کمایا جائے اسے گناہوں میں نہ لگائیں۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی رعایت کریں اگر حلال مال کے لئے کوشش کی جائے تو ضرور ملتا ہے واجبی ضرورت کے لئے حلال ملازمت چھوٹا موٹا کاروبار تقریباً ہر جگہ میسر ہوتا ہے زیادہ مال کی طلب میں سیٹھ بننے اور بینک بیلنس بڑھانے کے لئے حرام طریقوں سے کمانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور زیادہ مال کا طالب ہی عموماً گناہوں کے ذریعے مال کماتا ہے اور اس کے لئے اپنے خیال میں اپنے کو مجبور پاتا ہے۔ اور یہ اپنی خود ساختہ مجبوری ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جبرائیل امین نے میرے دل میں یہ بات پھونک دی ہے کہ بلاشبہ کسی جان کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے خبردار اللہ سے ڈرو اور (رزق) طلب کرنے میں خوبی کو اختیار کرو اور رزق کا دیر میں ملنا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ اللہ کی نافرمانیوں کے ذریعے طلب کرو۔ کیونکہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے (اجر و ثواب اور برکت) وہ صرف اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے۔[1]

اہل وعیال پر خرچ کرنے کا ثواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص کا (مجلسِ نبوی کے قریب سے) گذر ہوا، جس کا جسم دُبلا پتلا تھا اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا کہ کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) دُبلا ہوتا، یہ سُن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید وہ اپنے بوڑھے ماں باپ پر محنت کرتا ہو۔ (اور ان کی خدمت میں لگنے اور ان کے لئے روزی کمانے کی وجہ سے دُبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے (پھر فرمایا کہ شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو (یعنی ان کی خدمت اور پرورش اور اس کے لئے رزق مہیا کرنے میں دُبلا ہوگیا ہو) اگر ایسا ہے تو فی سبیل اللہ ہے۔ (پھر فرمایا کہ) شاید وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہو۔ (اور اپنی جان کے لئے محنت

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح از شرح السنۃ والبیہقی فی الشعب۔

کر کے روزی کماتا ہو) تاکہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کردے (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ تم جو بھی خرچ اللہ کی رضا کے لئے کروگے تو اس کا تمہیں ثواب دیا جائے گا یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں دینے کے لئے لقمہ اُٹھاؤ گے تو اس کا ثواب ملے گا[2]

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ثواب سمجھتے ہوئے کوئی مسلمان آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے یعنی اس میں بھی ثواب ہے[3]

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو دینار تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے وہ ثواب میں سب سے بڑھ کر ہے[4]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حلال مال مسلمان کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کو خود اپنی جان پر اور ماں باپ اور اہل وعیال تک خرچ کرنا بھی بڑے ثواب کی بات ہے بس یہی بات ہے کہ حرام کے ذریعے نہ کمائے۔ جو بھی پیشہ اختیار کرے اس کے احکام اور مسائل معلوم کرکے اس میں مشغول ہو اور برابر مسائل معلوم کرتا رہے تاکہ غیر شرعی طریقے پر مال کمانے کے گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔

کونسا کسب افضل ہے

اللہ تعالیٰ شانہ نے تکوینی طور پر ایسی صورت پیدا فرمائی ہے کہ حاجات سے حاجات پوری ہوتی ہیں ایک شخص نے اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے کپڑے کا کارخانہ لگایا اور دوسرا شخص جوتے بناتا ہے تیسرا باغ لگاتا ہے چوتھا کھیتی کرتا ہے۔ کوئی ملازمت کا پیشہ اختیار کرتا ہے اور اسی کو اپنے لئے مناسب جانتا ہے اور کوئی شخص تجارت کی طرف راغب ہوتا ہے۔ پھر تجارت کرنے والے بھی مختلف اشیاء کی تجارت کرتے ہیں اس طرح سے ایک کی ضرورت دوسرے کے عمل

---

[1] در منثور ص ۱۷۳ ج ۱ از بیہقی۔ [2] رواہ البخاری۔ [3] رواہ البخاری ومسلم۔ [4] رواہ مسلم۔

سے پوری ہوتی ہے۔ کپڑا بیچنے والا جوتا خریدتا ہے اور جوتا بیچنے والا کپڑا خریدتا ہے اسی طرح سے حاجات پوری ہونے کا ایک سلسلہ جاری ہے۔

عموماً اصولی طور پر کسب مال کے لئے دنیا میں چار طریقے ہیں۔ تجارت۔ زراعت (جس میں شجر کاری بھی داخل ہے) ملازمت ،صنعت ان میں تجارت کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ تھوڑا سا مال لے کر بیٹھو تو شدہ شدہ بڑی تجارت ہو جاتی ہے اور اپنے ہاتھ کی دستکاری سے جو حاصل کیا جائے وہ بھی بہت مبارک ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا کسب افضل ہے؟ آپ نے فرمایا انسان کا اپنے ہاتھ سے عمل کرنا (یعنی ضرورت کی چیزیں بنانا) اور ہر وہ بیع جو مبرور ہو[1] (جس میں حرام طریقوں سے پرہیز کیا گیا ہو اور حلال طریقوں کو اختیار کیا گیا ہو)۔

نیز حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا کہ کسی شخص نے اس کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا جو اس کے اپنے ہاتھ کے عمل سے ہو۔ اور بلاشبہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے عمل سے حاصل کیا ہوا رزق کھاتے تھے[2]

حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنایا کرتے تھے اور انہیں فروخت فرماتے تھے۔

تجارت کے اسلامی اصول

تجارت جو تحصیل مال کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے شریعت اسلامیہ میں اس کے بھی احکام ہیں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ روزی کمانے میں کوئی قانون نہیں جیسے چاہیں کمالیں ان لوگوں میں یہ جہالت کی بات ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا — اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا

اس میں ہر اس بیع اور ہر اس معاملے کو حرام قرار دے دیا جو سودی طریقۂ کار پر مشتمل ہو۔ نیز قمار یعنی جوئے کے طریقے پر جو کوئی معاملہ کیا جائے اس کو بھی حرام قرار دیدیا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا یعنی شراب اور جوئے میں جو گناہ ہے وہ ان کے نفع

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط ورواتہ ثقات کما فی الترغیب ص ۵۲۳ ج ۲۔ [2] رواہ البخاری۔

سے بڑا ہے اس لئے بتا دیا کہ کسی چیز کا نفع مند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حلال ہو، بہت سے لوگ صرف نفع کو دیکھتے ہیں حرام حلال ہونے کی بحثوں میں نہیں پڑتے یہ ایمان کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے:۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا۔	اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی تجارت آپس کی رضامندی سے ہو اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو۔ بے شک اللہ تم پر بہت بڑا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں اوّل تو یہ ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے پر نہ کھاؤ۔ صاحب معالم التنزیل ص ۴۱۷ ج ۱ پر لکھتے ہیں:۔

بالباطل یعنی بالربوا والقمار والغصب والسرقة والخیانة ونحوها وقیل هو العقود الفاسدة۔	یعنی باطل سے مراد یہ ہے کہ حرام طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ مثلاً سود لیکر جوئے بازی کے طریقے سے چھین کر، چوری کرکے خیانت کرکے اور اسی طرح کے دوسرے غیر شرعی طریقوں سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ، اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے عقودِ فاسدہ مراد ہے۔

یعنی خرید و فروخت اور اجارہ وغیرہ کے وہ طریقے جو شرعاً فاسد ہیں ان کے ذریعہ ایک دوسرے کا مال حاصل نہ کرو۔ لفظ باطل بہت عام ہے۔

مال حاصل کرنے کا ہر وہ طریقہ جو شرعاً جائز نہ ہو وہ سب باطل کے عموم میں داخل ہے۔

عَنْ تَرَاضٍ کی جو قید لگائی ہے اس میں بتایا ہے کہ تجارت کے ذریعہ بھی وہ مال حاصل کرنا حلال ہے جو آپس کی رضامندی سے ہو۔ خریدار یا صاحبِ مال دونوں کسی معاملہ پر راضی ہو جائیں اور یہ رضامندی خوش دلی سے ہو تو لین دین جائز ہے کسی فریق کو خریدنے یا بیچنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کسی کی چیز اُٹھا کر چل دیتے ہیں یہ غصب یا لوٹ مار ہے اور بعض لوگ صاحبِ مال کو کچھ پیسے دیکر مال لیکر چل دیتے ہیں۔ اوّل تو وہ بیچنے پر راضی نہیں

ہوتا اور اگر راضی ہوجائے تو اتنی قیمت نہیں دیتے جس پر وہ خوش دلی سے راضی ہو۔ زبردستی کسی کی چیز لے لینا یا اپنے پاس سے خود قیمت تجویز کرکے دیدینا۔ صاحبِ مال راضی ہو یا نہ ہو یہ سب حرام ہے۔ جس تجارت سے حلال مال حاصل کیا جائے اس کے چند اصول ہیں۔ تجارت میں ان کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ معاملہ سود اور قمار یعنی جوئے کے طریقے پر نہ ہو۔

دوسری یہ کہ جو چیزیں شرعاً حرام ہیں ان کی خرید وفروخت نہ ہو۔

تیسری یہ کہ جو چیز صرف گناہ ہی کے لئے تیار کی گئی ہو اس کی بھی خرید وفروخت نہ ہو۔

چوتھی یہ کہ گاہک سے جھوٹ نہ بولا جائے اور کسی بھی قسم کا دھوکہ نہ دیا جائے عیب چھُپا کر نہ بیچا جائے۔

پانچویں یہ کہ کوئی شریک ایک دوسرے کی خیانت نہ کرے۔

چھٹی چیز یہ کہ جو مال اپنے پاس موجود نہ ہو اس کی بیع نہ کی جائے (اس میں یہ بھی داخل ہے کہ مال باہر سے آرہا ہے اس کو پہنچنے سے پہلے ہی بیچ دیا یا شکار کرنے سے پہلے پرندے کی یا مچھلی کی بیع کی جائے یا جو بچہ جانور کے پیٹ میں ہو اس کو بیچ دیا جائے۔ یا باغ میں پھل آنے سے پہلے پھل بیچ دیا جائے)۔

ساتویں بات یہ ہے کہ کوئی مجبور حال اپنی چیز بیچنے لگے تو مجبوری کی وجہ سے اسے نہ دبایا جائے بلکہ اسے اُس کی اصل قیمت پر دیا جائے۔

آٹھویں یہ ہے کہ ایک بیع کو دوسری بیع کے ساتھ مشروط نہ کردے۔ مثلاً یوں نہ کہے کہ اپنا مال اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تم اپنا مال میرے ہاتھ اتنے پیسوں میں بیچو۔

نویں چیز یہ ہے کہ بیع میں قرض کی شرط نہ لگائی جائے مثلاً یوں نہ کہے کہ میں اس شرط پر مال بیچتا ہوں کہ تم مجھے اتنی رقم قرض دے دو۔

دسواں اصول یہ ہے کہ بیع دونوں طرف کی رضامندی سے ہو۔

یہ ضروری اصول ہم نے لکھ دیئے ہیں ان کے علاوہ خرید وفروخت کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی ہدایات اور تنبیہات ہیں جو احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہیں۔

چند احادیث مع ضروری تشریحات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

بیع باطل کی چند صورتیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ نے اور اس کے رسول نے شراب بیچنا اور مردار کا بیچنا اور خنزیر کا بیچنا اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دیا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ مردار کی چربی کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ وہ کشتیوں میں ملی جاتی ہے اور اس کو چمڑوں میں لگایا جاتا ہے اور لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ کام نہ کئے جائیں چربی بھی حرام ہے پھر فرمایا اللہ کی لعنت ہو یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر چربیوں کو حرام فرمادیا تھا پھر بھی انہوں نے چربی کو اچھی صورت میں بنا لیا۔ پھر اُسے بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت سے اور کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور حرام کاری کی اُجرت سے بھی منع فرمایا اور سود کھانے اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی اور جو عورت گودنے والی ہو اور وہ جو گدوانے والی ہو ان پر اور تصویر بنانے والے پر بھی لعنت بھیجی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ شراب کی بیع، اور مردار کی بیع اور خنزیر کی بیع اور بتوں کی بیع (جس میں ہر طرح کے مجسمے اور تصویریں داخل ہیں) کے حرام ہونے کی تصریح ہے اور جو لوگ یورپ امریکہ اور آسٹریلیا کے ملکوں میں رہتے ہیں وہاں محلوں میں دُکانیں کھول لیتے ہیں۔ شراب مردار خنزیر فروخت کرتے ہیں ان چیزوں کا بیچنا بھی حرام ہے اور ان کی قیمت بھی حرام ہے، مردار ہر وہ جانور ہے جو شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو، جس جانور کو قصداً بسم اللہ ترک کر کے ذبح کیا ہو، وہ بھی مردار ہے اگرچہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور خنزیر ذبح کرنے سے بھی پاک اور حلال نہیں ہوتا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حرام جانور کی چربی کے بارے میں دریافت کیا اور اس کے استعمال کی ضرورت ظاہر کی تو آپ نے اس کو بھی حرام قرار دیدیا پھر فرمایا کہ یہودیوں پر چربیاں حرام کر دی گئی تھیں انہوں نے ان کو دوسری شکل دیکر بیچ دیا اور ان کے پیسے کھا گئے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی حرام چیز شکل بدلنے یا اچھا لیبل لگانے سے یا کیمیکل

طریقہ پر اس کو ظاہری طور پر حسین بنا دینے سے (چاہے خوشبو ڈال کر چاہے رنگ بدل کر) حلال نہیں ہو جائے گی۔ بہت سے لوگ حرام چیزوں کی شکلیں بدل کر یا نام بدل کر بیچ دیتے ہیں اس طرح سے حرام حلال نہیں ہو جاتا، جیسا کہ سود کا نام ہدیہ رکھ دینے سے حرام حلال نہیں ہو جاتا۔

تجارت میں سچائی اور امانتداری اختیار کرنیکا حکم

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(رواہ الترمذی)

یہ تاجروں کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے، سچائی اور امانت داری کا خیال رکھیں تو کسب معاش کے عمل میں ثوابِ عظیم پا سکتے ہیں۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تاجروں کا حشر قیامت کے دن بدکاروں کے ساتھ ہوگا سوائے اس تاجر کے جو پرہیزگار رہا اور (اپنے اعمال میں) نیکی اختیار کی اور باتوں میں سچا رہا۔ (رواہ الترمذی)

پہلی حدیث میں سچے اور امانت دار تاجروں کی فضیلت بیان فرمائی اور اس حدیث میں فرمایا کہ عموماً تاجروں کا حشر بدکاروں میں ہوگا، چونکہ تاجر عام طور سے جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں اور گاہک ہموار کرنے کے لئے جھوٹ کہدیتے ہیں کہ مثلاً ہم نے مال اتنے کا خریدا ہے اور اتنے کا بک رہا تھا ہم نے نہیں بیچا اور بازاروں میں اس کے یہ دام ہیں اس لئے وہ قیامت کے دن بدکاروں میں شمار ہوں گے، ہاں ان میں جو سچے اور نیکوکار رہوں گے وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

تاجر لوگ کئی طرح سے جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں، اس میں ایک طریقہ یہ ہے کہ جس سے مال خریدتے ہیں اس سے قیمت خرید سے زیادہ بنوا لیتے ہیں پھر گاہک کو وہ بل دکھا کر کہتے ہیں کہ دیکھو یہ چیز اتنے کی تو ہماری خرید ہے۔ پھر تمہیں اس سے کم میں کیسے دیدیں؟ اور اس کو مارکیٹ سے لانے پر کرایہ بھی خرچ ہوا ہے۔ اس بات سے گاہک دھوکہ کھا کر مال خرید لیتا ہے اور یہ صریح دھوکہ ہے کسی دکاندار کو ایسا کرنا حلال نہیں ہے اور جس نے جھوٹا بل بنا کر دیا ہے وہ بھی اس گناہ میں شریک ہے

پرانے مال کو نیا بتانا یا نئے مال کو پرانا بتانا یا یوں کہنا یہ مال فلاں ملک کا بنا ہوا ہے (حالانکہ اس ملک کا نہیں ہے) یا ایک ملک کے تیار کردہ مال پر دوسرے ملک کے نام کی چھاپ مار دینا یا لیبل لگا دینا یہ سب جھوٹ ہے فریب ہے اور حرام ہے۔

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال بیچنے کی مذمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم مالِ تجارت کو تو بکوا دیتی ہے (لیکن) برکت کو ختم کر دیتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ بات نہیں کرے گا اور ان کی طرف (نظرِ رحمت سے) نہیں دیکھے گا اور انہیں پاک نہیں کرے گا۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ان کا برا ہو اور نقصان میں پڑیں یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو وہ جو (ٹخنوں سے نیچے) کپڑا لٹکانے والا ہو دوسرا وہ شخص جو (کچھ دے کر) احسان جتانے والا ہو تیسرا وہ شخص جو اپنے تجارتی سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعے فروخت کرتا ہو۔ (رواہ مسلم)

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے تاجروں کی جماعت! بے شک بیع میں قسم اور لایعنی باتیں موجود ہو جاتی ہیں لہٰذا صدقہ کی آمیزش رکھو۔ (رواہ ابوداؤد) یعنی تاجر کو بہت احتیاط والا ہونا چاہیئے۔ قسم کھانے سے بچے اور اپنے مال کی تعریف کرنے میں مبالغہ نہ کرے اور وہ بات بیان نہ کرے جو مال میں نہ ہو لیکن جو لوگ احتیاط کرتے ہیں کبھی ان کی زبان سے بھی قسم اور لایعنی بات نکل جاتی ہے لہٰذا صدقہ دیتے رہنا چاہیئے تاکہ بے دھیانی سے جو لغزش ہو گئی ہے اس کے مقابلے میں کچھ نہ کچھ نیکی بھی ہو جائے۔

دھوکہ دہی، مال میں ملاوٹ اور خیانت کرنے کی مذمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلّہ کے ڈھیر پر گذر ہوا آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو آپ کی مبارک انگلیوں میں کچھ تری لگ گئی

آپ نے غلہ والے سے فرمایا کہ یہ کیا ہے (یعنی یہ غلہ بھیگا ہوا کیوں ہے) انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کو بارش کا پانی پہنچ گیا تھا (جس کی وجہ سے اوپر سے سوکھ گیا اور اندر تری باقی رہ گئی) آپ نے فرمایا تم نے اندر کے حصے کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے (پھر فرمایا) جو شخص خیانت کا کام کرے وہ مجھ سے نہیں ہے (رواہ مسلم) یعنی مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں اور میں اسے اپنے آدمیوں میں شمار نہیں کرتا۔

حدیث کے آخر میں لفظ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ وارد ہوا ہے۔ لفظ غش، خیانت، دھوکہ دہی، فریب کاری کا معنی دیتا ہے۔ مال میں ملاوٹ کرنا۔ عیب چھپا کر بیچ دینا اور کوئی بھی ایسا کام کرنا جس میں گاہک کو دھوکہ دیا جائے یا اس کی خیانت کی جائے وہ سب اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جس کسی نے عیب والی چیز کو بیچ دیا (اور) اُسے بیان نہیں کیا یعنی گاہک کو نہیں بتایا تو وہ ہمیشہ اللہ کے غصہ میں رہے گا یا یوں فرمایا کہ فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں دو ساجھیوں کا تیسرا ہوں جب تک کہ ان میں کا ایک اپنے ساتھی سے خیانت نہ کرے، پس جب ایک خیانت کرلیتا ہے تو میں دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (رواہ ابو داؤد)

مطلب یہ کہ دو آدمی ساجھے میں کاروبار کریں تو وہ صرف دو ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کا تیسرا ساتھی خداوندِ عالم ہوتا ہے جو ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کے مال میں برکت دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ساتھ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک دونوں میں سے کوئی خیانت نہ کرے، اور اگر خیانت کرلی تو اللہ تعالیٰ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں (اور بیچ میں شیطان کود پڑتا ہے) امانداری کے خلاف کرنے کو خیانت کہتے ہیں۔

قمار کی سب صورتیں حرام ہیں

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے کے ذریعے خرید وفروخت کرنے سے اور دھوکہ دینے والی بیع سے منع فرمایا۔ (رواہ مسلم)

کنکر پھینکنے والی بیع کا مطلب یہ ہے کہ خریدار دکاندار کی دکان میں کنکری پھینک دیتا تھا جس چیز پر بھی پڑجائے وہ خریدار کی ہوگئی کم پیسوں کی ہو یا زیادہ پیسوں کی خریدار بہرحال اتنے پیسے دے گا جو چیز متعین کئے بغیر آپس میں طے ہوگئے۔ درحقیقت یہ ایک قسم کا جوا ہے۔ اہل عرب ایسا کرتے تھے اب اس کی جگہ جوئے کی اور بہت سی صورتیں نکل آئی ہیں جن میں خریدار کو یا بیچنے والے کو نقصان ہوتا ہے اس کو فقہاء کی اصطلاح میں مخاطرہ کہتے ہیں کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا مال ملے گا اور کتنا مال ملے گا کسی نہ کسی فریق کو نقصان کا اندیشہ رہتا ہے آجکل بہت سی صورتیں اسطرح کی نکل آئی ہیں۔ قمار کی سب صورتیں حرام ہیں اور قمار زیادہ رواج پکڑتا جارہا ہے۔

پھلوں کی بیع کا حکم

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور آدمی کی چیز خریدنے سے اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی منع فرمایا کہ درختوں کا پھل قابل انتفاع ہونے سے پہلے فروخت کیا جائے۔ (رواہ ابوداؤد)

اس حدیث میں مجبور ومضطر آدمی کی چیز خریدنے سے منع فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص پریشان حال سفر میں ہے اس کی چوری ہوگئی اس کے پاس خرچہ نہیں ہے مجبوری میں کوئی چیز بیچنا چاہتا ہے اول تو اس کی مدد کردینا چاہیئے اور اگر اس کی چیز خریدنا ہی ہے تو اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھائیں اور کم قیمت پر نہ لیں مجبوری کی وجہ سے اسے نہ دبائیں اس کی چیز کی اصلی اور واقعی جتنی قیمت ہو کم ازکم اتنی قیمت دیدیں۔

درختوں میں جو پھل آتے ہیں ان کو جب بیچو جب پھل کام میں آنے کے لائق ہوجائیں۔ اس سے پہلے خرید وفروخت نہ کی جائے یہ جو رواج ہے کہ درختوں میں پھول دیکھ کر معاملہ کرلیتے ہیں اور

پھل آنے سے پہلے ہی یا ذرا بہت پھل ظاہر ہونے پر خرید و فروخت کر لیتے ہیں یہ ممنوع ہے۔

جو چیز اپنے قبضہ میں نہ ہو اس کا بیچنا ممنوع ہے

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے اور وہ میرے پاس موجود نہیں ہوتی میں (اس سے معاملہ کر لیتا ہوں پھر) اس کے لئے بازار سے خرید لیتا ہوں آپ نے فرمایا جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اُسے نہ بیچو۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع)

اس حدیث سے خرید و فروخت کا ایک بہت بڑا اصول معلوم ہوا اور وہ یہ کہ جو چیز اپنے پاس نہ ہو وہ نہ بیچی جائے یہ جو ہوتا ہے کہ باہر سے پانی کے جہاز مال لے کر آتے ہیں اور ابھی تاجر کے دکان میں تو کیا بندرگاہ پر بھی پہنچنے نہیں پاتے اور وہ کئی بار فروخت ہو چکے ہوتے ہیں اسی طرح کئی کئی سال جو باغوں کے پھل بیچ دئے جاتے ہیں اور صرف بیچک آنے پر مال فروخت کر دیا جاتا ہے یہ سب ممنوع ہے اور خلافِ شریعت ہے جو چیز اپنے مِلک میں نہ ہو اس کی بیع باطل ہے۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں جال بچھاتا ہوں اس مرتبہ جال بچھانے میں جتنے پرندے آئیں گے وہ میں نے اتنی قیمت میں تم کو بیچ دیئے یا مچھلی کا شکار کرنے والا یوں کہے کہ میں جال ڈالتا ہوں ایک مرتبہ میں جتنی مچھلی آئے وہ تم کو میں نے اتنی رقم میں بیچی، یہ سب ممنوع ہے اور اسطرح کی بیع باطل ہے۔

اسی طرح حکومتوں کا جو یہ طریقہ ہے کہ دریا کے مخصوص حصے کا ٹھیکہ دیتے ہیں کہ ایک سال تک ٹھیکیدار اس میں سے جتنی بھی مچھلی پکڑے اس کی اتنی رقم پیشگی ادا کرے اس میں خلافِ شرع ہے یہ بات کہ سمندر یا دریا میں جو مچھلی ہے وہ کسی کی ملکیت نہیں اس کا فروخت کرنا اور اس کی قیمت کھانا حلال نہیں۔

خریدے ہوئے مال پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہ کیا جائے

جو چیز خریدی اور اس پر ابھی قبضہ نہیں کیا قبضہ کرنے سے پہلے اس کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ لوگ ایسا کرتے تھے بازار کے اوپر والے حصہ میں

وہ غلہ خریدلیتے تھے پھر اُسی جگہ بیچ دیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ جو شخص کوئی غلہ خریدے تو اسے نہ فروخت کرے جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ غلہ کے علاوہ ہر چیز کا یہی حکم ہے[1]۔

جو چیزیں ناپ کر یا تول کر بکتی ہیں انکی خرید و فروخت کا طریقہ

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے کو سونے کا بدلہ اور گیہوں کو گیہوں کے بدلہ اور جو کو جو کے بدلہ اور کھجور کو کھجور کے بدلہ اور نمک کو نمک کے بدلہ برابر سرابر بیچو۔

اور اس طرح سے بیچو کہ ساتھ کے ساتھ ایک ہاتھ سے دو اور دوسرے ہاتھ سے لو۔ اور جب یہ اجناس آپس میں مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچو (یعنی کمی بیشی کرکے بیچ سکتے ہو) بشرطیکہ لینا دینا ہاتھ در ہاتھ اسی وقت ہو جائے[2]۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جس نے (دونوں طرف ایک جنس ہوتے ہوئے) زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اس نے سودی کاروبار کیا[3]۔

حدیث بالا میں چھ چیزوں کا ذکر ہے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان چھ چیزوں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض وہ ہیں جو زمانہ نبوت میں تول کر بکتی تھیں اور بعض وہ ہیں جو ناپ کر بکتی تھیں لہٰذا جو چیزیں ناپ تول کر بکتی ہوں اگرچہ ان چھ چیزوں کے علاوہ ہوں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ دو مال اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو ان کا برابر ہونا ضروری ہے کمی بیشی جائز نہیں اور یہ بھی جائز نہیں کہ ایک شخص مال اب دیدے اور دوسرا شخص بعد میں دے ہاں اگر جنس بدل جائے تو کمی بیشی جائز ہے لیکن یہ پھر بھی جائز نہیں کہ ایک طرف کا عوض اب دے اور ایک طرف کا بعد میں دے۔

مسئلہ: ایک جنس کی جن چیزوں کو کمی بیشی کرکے بیچنا جائز نہیں ہے ان میں عمدہ اور

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب المنہی عنہا من البیوع [2] رواہ مسلم [3] رواہ مسلم۔

گھٹیا کا ایک ہی حکم ہے یعنی پرانا سونا نئے سونے سے بیچنا ہو یا پرانی چاندی نئی چاندی سے بیچنی ہو یا خراب گیہوں اچھے گیہوں سے بیچنے ہوں تب بھی دونوں طرف برابر ہونا ضروری ہے اگر کسی کو کھوٹ اور خرابی کی وجہ سے کمی بیشی کر کے بیچنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک جانب کی چیز پیسوں کے ذریعہ بیچ دی جائے پھر پیسوں کے عوض دوسری چیز خریدی جائے۔

ناپ تول میں کمی کرنے کا وبال

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

ہلاکت ہے کمی کرنے والوں کے لئے جو لوگوں سے لینے میں ناپتے ہیں تو پورا لے لیتے ہیں اور جب لوگوں کو تول کر یا ناپ کر دیتے ہیں تو کم کرتے ہیں کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یہ ایک بڑے دن کیلئے اٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العالمین کے لئے کھڑے ہوں گے۔

اس آیتِ شریفہ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگوں کے ہاتھ مال بیچتے ہیں تو کم ناپتے اور تولتے ہیں تولتے وقت ڈنڈی مار دیتے ہیں اور ایک طرف تو کسی ترکیب سے پلڑا جھکا دیتے ہیں ان لوگوں کو قیامت کے دن کی پیشی یاد دلائی اور فرمایا کہ جس دن رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے اس دن اس خیانت کا کیا وبال ہوگا اس کو غور کرنا چاہیئے ذرا سی حقیر دنیا کے لئے اپنے ذمہ حقوق العباد لازم کرتے ہیں اور دھوکہ فریب دے کر تجارت کرتے ہیں اسکا وبال آخرت میں بھی ہے اور دنیا میں بھی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں ان دونوں کے بارے میں گذشتہ امتیں ہلاک ہو چکی ہیں[1]۔

ناپ تول میں کمی کرنے کا رواج حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں تھا۔ انہوں نے انکو

---

[1] رواہ الترمذی۔

بار ہا سمجھایا وہ نہ مانے بالآخر عذاب آیا اور ہلاک ہوگئے۔ جیسا کہ سورۂ شعراء میں اسکا ذکر موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا[1] یعنی ان کے رزق میں کمی کردی جائیگی۔ یا رزق کی برکت اٹھالی جائے گی۔ ناپ تول میں کمی کرکے دینا تو حرام ہے ایسا کرنے کی تو گنجائش ہی نہیں۔ برخلاف اس کے جھکا کر تولنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے ایک ایسے شخص پر گذر ہوا جو مزدوری پر تول رہا تھا (یعنی بیچنے والے کا مال زیادہ مقدار میں تھا۔ ایک شخص اس کی طرف سے تول رہا تھا اور اس نے اپنے اس عمل کی مزدوری طے کرلی تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زِنْ وَارْجِحْ" کہ تم تولو اور جھکا کر تولو[2]

ضرورت کے وقت غلّہ روکنے کی مذمت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا باہر سے مال لانے والا مرزوق ہے (یعنی ہر مال لانے والے جو اپنے شہر یا بستی میں مال لاکر فروخت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ ان کو رزق نصیب فرمائے گا) اور احتکار کرنے والا ملعون ہے[3]

احتکار اس کو کہتے ہیں کہ مہنگائی کے انتظار میں غلّہ روک کے رکھے لوگوں کو حاجت ہے اور جس کے پاس غلّہ رکھا ہوا ہے اور اسے بیچنا ہی ہے لیکن بیچنے سے گریز کرتا ہے۔ تاکہ اور زیادہ مہنگا ہو ایسے کرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ملعون ہے (اپنا مال بڑھانا چاہتا ہے اور لوگوں کو غلّہ کی حاجت ہوتے ہوئے فروخت پر ترس نہیں آتا اس لئے اسے ملعون قرار دیا)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے مسلمانوں کی ضرورت کا غلّہ روکا اللہ تعالیٰ اس کو کوڑھ اور مفلسی کی سزا دے گا[4]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

---

[1] رواہ مالک فی المؤطا [2] رواہ ابوداؤد والترمذی [3] رواہ ابن ماجہ والدارمی [4] رواہ ابن ماجہ۔

فرمایا بُرا شخص ہے وہ بندہ جو (ضرورت کے وقت) غلہ روک کر رکھ لے (اور اسکا یہ مزاج ہو) کہ اللہ تعالیٰ بھاؤ سستا کردے تو رنجیدہ ہو اور مہنگا کردے تو خوش ہو[1]

ضروری تنبیہات

جو قرض دیا ہو اس سے زیادہ وصول کرنا سود ہے

جب کسی کو قرضہ دے تو جتنا قرض دیا ہے اسی قدر وصول کرنا جائز ہے یہ طے کرنا کہ زیادہ لوں گا زبانوں سے ہو یا دلوں میں یا لکھا پڑھی کر کے ہو یہ سود ہے جس کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے بلکہ قرضدار کے مال سے کسی طرح بھی انتفاع کرنا بھی سود میں داخل ہے۔ فقہائے نے قاعدۂ کلیہ لکھا ہے:۔

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبٰوا قرض جو نفع لے کر آئے وہ سود ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کوئی شخص کسی کو کچھ قرض دیدے پھر قرضدار اُسے کچھ ھدیہ دے یا اپنی سواری پر بٹھائے تو اس پر سوار نہ ہو اور ہدیہ قبول نہ کرے ہاں اگر پہلے سے دونوں کے درمیان اس طرح لینا دینا ہوتا ہے تو پھر اس کی گنجائش ہے[2]

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الاحتکار [2] رواہ ابن ماجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی سرزمین میں رہتے ہو جہاں سود کا رواج ہے سو جب تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تمہیں بھوسہ یا جو یا (جانوروں کے) چارہ کی گٹھری دے تو اسے نہ لینا کیونکہ یہ سود ہے[1]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب قرضدار سے تقاضا کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو اس کی دیوار کے سائے میں کھڑے نہ ہوتے تھے تاکہ یہ انتفاع سود نہ ہو جائے۔

رہن کی چیز سے نفع حاصل کرنا سود ہے

مسئلہ: کسی قرضہ کی وجہ سے جو رہن رکھا جاتا ہے یہ رہن شرعاً صرف اعتماد اور بھروسہ کے لئے ہے تاکہ قرضدار قرضہ نہ مارلے اور ادائیگی کے لئے متفکر رہے۔ اگر وہ ادا نہ کرے تو اس کے مال کو فروخت کر کے قرضہ کی ادائیگی کر دی جائے اور جو زائد ہو وہ قرضدار کو واپس دے دیا جائے۔

جس کی تفصیلات کتب فقہ میں لکھی ہیں۔

جس نے قرض دیا ہے اس کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ رہن کی چیز سے منتفع ہو کیونکہ یہ سود ہے بعض علاقوں میں یہ جو رواج ہے کہ کسی کا مکان رہن پر لے لیتے ہیں اور اس میں رہتے بھی ہیں اور اپنا قرضہ پورا وصول کرتے ہیں یہ حلال نہیں ہے اس طرح کے مکان میں رہنا بھی سود ہی ہے۔

مسئلہ: رہن میں یہ شرط ٹھہرانا کہ اگر اتنی مدت تک قرض کی ادائیگی نہ ہوئی تو اس معاملے کو بیع سمجھا جائے گا یہ باطل ہے۔ مدت مقررہ گذر جانے پر بھی شرعاً اس کو بیع نہیں سمجھا جائے گا۔

---

[1] رواہ البخاری۔

نیلام کا حکم

نیلام کے طریقے پر بیع کرنا جائز ہے جس کو فقہاء بیع من یزید سے تعبیر کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ملاکر فرمایا کہ ان دونوں کو کون خریدتا ہے ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں ان دونوں کو ایک درہم میں لیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے اس کے بعد ایک آدمی نے دو درہم دینے کی پیش کش کردی آپ نے وہ دونوں اسی کو بیچ دیئے[۱] لیکن اس میں عام طور سے جو یہ رواج ہے کہ آخری بولی پر بیچنے والے کو دینا ہی پڑیگا شرعاً یہ صحیح نہیں۔ آخری بولی پر بھی اسے اختیار ہے کہ دے یا نہ دے اور یہ جو رواج ہے کہ صاحب مال جب آخری بولی پر مال فروخت کرنا نہیں چاہتا تو جس نے سب سے آخر میں دام لگائے اس کو اپنے پاس سے کچھ پیسے دے دیتا ہے یہ پیسے لینا حرام ہے۔

جانوروں کی جفتی کرانیکی اجرت کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا۔ ہمارے پاس جانور نہیں ہوتا۔ دوسرے آدمی کی مادہ ہے اس کو گابھن کرانے کے لئے اپنے جانور کو کرائے پر دینے کے بارے میں کیا ارشاد ہے آپ نے اس سے منع فرمایا پھر اس نے کہا یا رسول اللہ! ہم اپنے جانور سے جفتی کرا دیتے ہیں پھر لوگ ہمیں بطور ہدیہ کچھ دیدیتے ہیں آیا اس کی گنجائش ہے آپ نے اس مال کے لینے کی اجازت دے دی[۲]

معلوم ہوا کسی کا جانور گابھن کرانے کے لئے یا جانور اجرت پر استعمال کرانا جائز نہیں ہے ہاں اگر بکری گائے اونٹنی والا آدمی اپنے طور پر کچھ دیدے جو دلوں میں یا زبان سے طے نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

---

[۱] رواہ ابوداؤد والترمذی [۲] رواہ الترمذی۔

پشیمان کی بیع فسخ کر دینے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کی بیع توڑ دی تو اللہ تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کی لغزشوں کو معاف فرما دیں گے۔[1] مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے مجبوری میں یا بھولے پن میں کچھ بیچ دیا اور پھر پریشان اور پشیمان ہو کر اپنی چیز لے کر دام واپس کرنا چاہے تو اگرچہ قانونی طور پر خریدار کے ذمہ بیع توڑنا واجب نہیں ہے لیکن اگر بیع توڑ کر اس کی چیز واپس کر دے تو یہ عمل قیامت کے دن کام آئے گا اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خرید کر پشیمان ہو تو مال لے کر دام واپس کرنے کی یہی فضیلت ہے۔

ایک ضروری مشورہ

حضرت نافع نے بیان کیا کہ میں اپنا مال تجارت شام اور مصر بھیجا کرتا تھا، ایک مرتبہ عراق لے جانے کا ارادہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مشورہ لینے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ تم میں سے کسی کے رزق کا کوئی سبب کسی طریقہ پر بنا دے تو اس کو نہ چھوڑے جب تک کہ وہ (خود ہی) نہ بدل جائے۔[2]

مطلب یہ ہے کہ جس سبب سے روزی ملتی ہے اسے مت چھوڑو ہاں اگر وہ خود ہی بدل جائے مثلاً حالات سازگار نہ رہیں۔ مال میں نقصان ہونے لگے یا کوئی مجبوری پیش آجائے تو اور بات ہے۔

---

[1] رواہ ابوداود وابن ماجہ، کما فی الترغیب ص۵٦٦ ج ۲۔ [2] رواہ احمد وابن ماجہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ
مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

كتابُ بيانِ الحلالِ والحرام

حلال کھانے اور حرام سے پرہیز کرنے کا حکم
حرام کا وبال اور مال حرام کی تفصیلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حلال کھانے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ	اے ایمان والو! کھاؤ اُن پاکیزہ چیزوں
طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا	میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں اور شکر کرو
لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ	اللہ کا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس آیت شریفہ میں بھی پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم فرمایا اور اللہ پاک نے جو نعمتیں دی ہیں ان کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر کرو کیونکہ جو عبادت اس کی عظمت و کبریائی کی شایان شان ہے وہ شکر کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے جو رزق عطا فرمایا ہے اُسے کھاؤ پیو اور شکر کرو۔

سورۂ سبا میں فرمایا كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ (اپنے رب کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو) نعمتوں کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت اور عبادت میں مشغول ہوں اور اس کی نعمتوں کو گناہوں میں خرچ نہ کریں۔ مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ میں یہ بھی نکتہ ہے کہ دوسروں کا مال چھین کر یا چرا کر یا خیانت کر کے استعمال نہ کیا جائے کہ اللہ نے جو مال جس کسی کو دیا ہے وہ اگرچہ فی نفسہٖ اصولِ شریعت کے مطابق حلال اور طیب ہے لیکن دوسروں کے لئے اسی وقت حلال اور طیب ہوگا جبکہ حلال طریقہ سے صاحب مال سے حاصل کیا ہو۔

حرام مال کا وبال

حرام کھانے سے دُعا قبول نہ ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ پاک ہے، پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو حکم

دیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے:

یَاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۔	اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ۔	اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دیا اس میں سے طیب چیزیں کھاؤ۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر میں ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں، بدن پر غبار لگا ہوا ہو، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر "یارب یارب" کہتا ہو اور اس کا کھانا حرام ہو اور پینا حرام ہو اور لباس حرام ہو اور اس کی غذا بھی حرام ہو (فرمایا) ان سب چیزوں کے باوجود اس کی دُعا کیسے قبول ہو۔ (مسلم شریف)

اس حدیث میں حرام سے پرہیز کرنے اور حلال کھانے کی اہمیت پر زور دیا ہے اور بتایا ہے کہ جو صدقہ حلال سے ہوگا وہی قبول ہوگا۔ اللہ پاک ہے اور اس کی بارگاہ میں پاک چیز ہی قبول ہو سکتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔ پہلی آیت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا ہے کہ پاک چیزیں کھائیں اور نیک عمل کریں اور دوسری آیت میں ایمان والوں کو حکم ہے کہ اللہ پاک کی عطا کردہ چیزوں میں سے پاک چیزیں کھائیں۔ اللہ جل شانہٗ نے جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے کہ حلال کھائیں، وہی حکم اپنے مؤمن بندوں کو دیا ہے۔ حلال کی اہمیت اور ضرورت ظاہر کرنے کے بعد آپؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبے سفر میں ہو اور بدحالی کی وجہ سے اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں جسم پر غبار پڑا ہو اور وہ اپنی اسی بدحالی میں آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے یارب یارب کہہ کر خدائے پاک کو پکار رہا ہو اور چاہتا ہو کہ میری دُعا قبول ہو جائے اس کی دعا قبول نہ ہوگی کیونکہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے اور لباس حرام ہے اور اس کو غذا حرام دی گئی ہے، مسافر کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کی دُعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے اور مضطر و پریشان حال شخص کی بھی دُعا مقبول ہوتی ہے لیکن مسافر اور پریشان حال ہونے کے باوجود ایسے شخص کی دُعا قبول نہیں ہوتی جس کا کھانا پینا اور پہننا حرام ہو۔ آج کل بہت سی دُعائیں کی جاتی ہیں لیکن دُعائیں

قبول نہیں ہوتیں۔ لوگ شکایتیں کرتے پھرتے ہیں کہ دعاؤں کا اس قدر اہتمام کیا اور اتنی بار دعا کی لیکن دعا قبول نہیں ہوتی۔ شکایت کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنا حال دیکھیں اور اپنی زندگی کا جائزہ لیں۔ ہر شخص غور کرے کہ میں حلال کتنا کھاتا ہوں اور حرام کتنا، اور کپڑے جو پہنتا ہوں وہ حلال آمدنی سے ہیں یا حرام سے اگر روزی حرام ہے یا لباس حرام ہے تو اس کو ترک کر دیں خوراک اور پوشاک کو حدیث شریف میں بطور مثال ذکر فرمایا ہے۔ اوڑھنا بچھونا رہائش کا مکان آسائش کی چیزیں اگر حرام کی ہوں تو وہ بھی لباس کے حکم میں ہیں ان کا استعمال بھی حرام ہے۔

حرام استعمال کرنے کی وجہ سے نماز قبول نہ ہونا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہو کہ "جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ اس کی نماز قبول نہ فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۳)

جب کپڑے میں دسواں حصہ حرام کا ہونے سے نماز قبول نہیں ہوتی تو جس کے سارے کپڑے اور کھانا پینا حرام کا ہو اس کی نماز کیسے قبول ہوگی؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتے جس کے پیٹ میں حرام ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم)

حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "بغیر پاک ہوئے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور حرام مال سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ (مسلم عن ابی مالک اشعری)

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حرام آمدنی سے صدقہ کر دیا جائے تو باقی سب مال حلال ہو جاتا ہے۔ حرام سے صدقہ کرنا تو اور گناہ ہے وہ مقبول ہی نہیں ہوتا۔ جو صدقہ خود قبول نہیں اس کے ذریعہ باقی مال کیسے حلال ہو جائے گا جو صدقہ دیا وہ بھی وبال ہے اور جو باقی مال ہے وہ بھی وبال ہے اور آخرت کے عذاب کا ذریعہ ہے۔

حرام مال دوزخ میں لے جائے گا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

جو بھی کوئی بندہ حرام مال سے کسب کرے گا پھر اس میں سے صدقہ کرے گا تو وہ قبول نہ ہوگا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس کے لئے اس میں برکت نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو وہ اس کے لئے دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتے لیکن برائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتے ہیں۔ بے شک خبیث، خبیث کو نہیں مٹاتا۔ (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ ص ۲۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہوگا جو حرام سے پلا بڑھا اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پلا بڑھا ہو دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ (ایضاً)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام سے غذا دی گئی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۳)

حرام کی کمائی کی چند صورتیں

رشوت آج کل بہت عام ہے سب کو معلوم ہے کہ رشوت کا مال حرام ہے۔ رشوت کا نام ہدیہ یا تحفہ رکھ لیا جائے تب بھی حرام ہی رہتی ہے جو لوگ حکومت کے کسی جائز شعبے میں کام کرتے ہیں اور رشوت لیتے ہیں ان کی رشوت تو حرام ہے ہی تنخواہ بھی حلال نہیں اس لئے کہ جس کام کے لئے حکومت نے ان کو دفتر میں بٹھایا ہے وہ کام انہوں نے نہیں کیا رشوت لینے کے لئے اُن اصول و قواعد کے خلاف کام کرتے ہیں جو کام کرنے والے کے لئے مقرر کئے ہیں سُود کم ہو یا زیادہ عوام سے لیا جائے یا کسی بھی ادارہ سے وہ سب حرام ہے اگرچہ اس کا نام نفع رکھ لیا جائے، ہر وہ ملازمت حرام ہے جس میں گناہ کیا جاتا ہو، چونکہ گناہ کرنا اور گناہ کی مدد کرنا دونوں حرام ہیں اس لئے گناہ کی اُجرت بھی حرام ہے اور گناہ پر مدد کرنے کی اُجرت بھی حرام ہے۔ حرام چیزوں کی تجارت حرام ہے اور اس پر نفع بھی حرام ہے۔ شراب، خنزیر خون مردار گوشت، تصویریں، مورتیاں، ان سب چیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے اور ان کی قیمت اور نفع بھی حرام ہے جتنے بھی ٹیکس ہیں سب کا وصول کرنا حرام ہے اور اس سلسلہ کی تمام ملازمتیں بھی حرام ہیں اور ان کی تنخواہ بھی حرام ہے۔ بیمہ پالیسی سراسر قمار ہے یعنی جوا ہے زندگی کا بیمہ ہو یا اموالِ تجارت کا کارخانوں کا یا گاڑیوں کا یہ سب حرام ہے اور ان میں اپنی جمع کردہ رقم سے زائد جو کچھ ملے وہ سب حرام ہے۔ جتنے بھی قمار کے طریقے ہیں گھوڑ دوڑ وغیرہ ان سب کی آمدنی سب حرام ہے۔ غصب، چوری اور

ڈاکہ زنی کے ذریعہ جو کچھ حاصل کیا جائے وہ سب حرام ہے، لوگوں کو اغوا کرکے جو اُن پر رقم حاصل کی جائے وہ بھی حرام ہے. جو لوگ پیری مریدی کا کاروبار کرتے ہیں ان کو اہل حق اور اہل ارشاد سمجھ کر جو کچھ دیا جاتا ہے (حالانکہ وہ درحقیقت میں ایسے نہیں ہیں) ان کے لئے وہ سب حرام ہے. میراث، شریعت کے مطابق تقسیم نہیں کی جاتی. جس وارث کے قبضہ میں جو مال آجاتا ہے وہی اپنا بنا کر بیٹھ جاتا ہے. مرنے والے کے بیٹے اپنی بہنوں کو اور ماؤں کو میراث نہیں دیتے. اور چونکہ میراث تقسیم نہیں ہوتی اس لئے یتیموں کے حصّہ کا مال بھی خورد بُرد کر دیا جاتا ہے. شرعاً جو دوسروں کا مال ہے اس کو اپنی ملکیت اور کام میں لانا حرام ہے اور نفس کی خوشی سے جو مال نہ دیا گیا ہو اگرچہ دینے والے نے بظاہر کسی دباؤ میں خاموشی اختیار کر لی ہو وہ مال بھی حرام ہے. یہ تھوڑی سی تفصیل زیرِ قلم آگئی ہے. حرام کے شعبے بہت ہیں. ہر شخص اپنی آمدنی اور اخراجات کا فکر کرے.

گناہوں کے ذریعہ جو پیسہ حاصل کیا جائے وہ بھی حرام ہے

جس نوکری یا جس عہدہ کی وجہ سے گناہ کرنا پڑتا ہو ایسی نوکری اور ایسا عہدہ قبول کرنا حرام ہے گناہ کا قانون بنانا بھی حرام ہے. کیونکہ اس سب میں گناہ کی مدد ہے گناہ کی اُجرت بھی حرام ہے. اگر کوئی شخص شراب کے کارخانے میں کام کرے یا بنک میں کام کرے (کوئی بھی چھوٹا بڑا کام ہو) سٹے بازوں کے ہاں ملازم ہو یا کسی بھی طرح ان کا تعاون کرتا ہو، پولیس میں ملازم ہو جو غیر شرعی امور میں دوسروں کی مدد کرتا ہو یا رشوت لیتا ہو یا رشوت دینے دلانے کا واسطہ بنتا ہو یا جو شخص کسی ایسے محکمے کا ملازم ہو جس میں ٹیکس وصول کرنا پڑتا ہو تو یہ ملازمتیں حرام ہیں اور ان کی تنخواہیں بھی حرام ہیں. چوروں کی مدد، ڈاکوؤں کی مدد، لوٹنے والوں کی مدد، غصب کرنے والوں کی مدد، ظالمانہ مار پیٹ کرنے والوں کی مدد یہ سب حرام ہے. کسی بھی گناہ کے ذریعہ جو پیسہ کمایا جائے وہ بھی حرام ہے.

مقبول عبادت نہیں بے اکلِ حلال
ہے حکمِ خُدا کہ کھاؤ تم طیب مال

دیگر

گو آدمی کے جامے میں پیوند ہو لگا
ماتھے پر اس کے گٹا ہو اور ساق پر ازار
ان باتوں سے فریب میں اس کے نہ آئیو
جب تک کہ مال سے نہ کرو اس کا اعتبار

ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ کمانے میں حرام و حلال کا دھیان رکھے اور فقہ کی کتابوں سے حلال پیشے معلوم کرے، جو تجارت یا ملازمت کرنا چاہے پہلے اس کا شرعی حکم علمائے کرام سے دریافت کرلے۔ اختصار کے خیال سے ہم نے اس رسالہ میں حرام مال کے طریقوں کو نہیں لکھا اور چنداں لکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ عموماً مسلمان جانتے ہیں کہ یہ حرام کمائی ہے اور یہ حلال ہے۔ کمی ہے تو صرف عمل کی ہے۔

افسوس ہے کہ بہت سے لوگ بیوی بچوں کے لئے اور فضول خرچیوں کے لئے حرام کماتے ہیں اور اپنے لئے دوزخ تیار کرتے ہیں حالانکہ قیامت کے روز بیوی بچے اور ماں باپ سب علیحدہ ہو جائیں گے اور اپنے حرام کمانے کا خود حساب دینا ہوگا۔ پہلے زمانہ کی عورتوں اور بچوں کی یہ عادت تھی کہ وہ صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ خبردار حرام کمائی مت کرنا کیونکہ ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کریں گے مگر دوزخ کی آگ پر صبر نہیں کر سکتے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل حلال ملتا ہی نہیں ہے، پھر حرام سے کیونکر بچیں؟ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جو بندے حلال ہی کمانا چاہتے ہیں ان کو خدا حلال ہی دیتا ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ حلال مال عموماً تھوڑا ملتا ہے۔ مزے اڑانے اور فضول خرچی کرنے کے لئے نہیں ملتا مگر بڑے مبارک ہیں وہ لوگ جو دنیا کی لذتوں کو دوزخ کے عذاب سے بچنے کی خاطر چھوڑتے ہیں اور تھوڑے پر صبر کر لیتے ہیں۔

مشتبہ مال سے بھی بچو

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات یاد رکھی ہے اور وہ یہ کہ جو چیز شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر اس چیز کی طرف بڑھ جو شک میں نہ ڈالے کیونکہ صحیح چیز میں اطمینان ہوتا ہے اور نادرست میں شک ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مطلب یہ ہے کہ جب کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے میں شک ہو تو اسے چھوڑ دو کیونکہ اگر اسے دل قبول کرتا تو واقع میں بھی ٹھیک ہوتی لیکن جبکہ دل میں کھٹکا ہے تو سمجھ لو کہ اس میں کھوٹ ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے نفس سے فتویٰ لے اپنے دل سے فتویٰ لے (اسے تین بار فرمایا اور پھر فرمایا) کہ نیکی وہ ہے جس سے نفس مطمئن ہو جائے اور جسے دل مان جائے اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور سینہ میں گھٹے اگرچہ لوگ تجھے (اس کے حلال ہونے کا) فتویٰ دے دیں۔

(احمد دارمی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے جائز و ناجائز اور حلال و حرام ہونے میں سب سے اچھا مفتی خود انسان کا دل ہے اگر دل قبول نہ کرے تو اسے چھوڑ دے بشرطیکہ گناہوں کی وجہ سے دل کا ستیاناس نہ ہو گیا ہو اور خدا کا خوف دل میں موجود ہو ورنہ حرام کھاتے کھاتے اور گناہ کرتے کرتے آج دلوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ قطعی حرام کاموں کو بھی اس جرأت سے کرتے ہیں کہ گویا فرض ادا کر رہے ہیں اور گویا ان سے کچھ حساب بھی نہ ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کسی مفتی کے فتویٰ دینے سے کوئی چیز حلال نہیں ہو جاتی بلکہ فتویٰ کے ساتھ اپنے دل بھی کرید کر دیکھنا چاہیئے بہت سے لوگ یہ حرکت کرتے ہیں کہ ناجائز اور حرام چیز کے بارے میں لوگوں کا منہ بند کر لینے کے لئے ہیر پھیر کے لفظوں میں سوال لکھ کر مفتی کے سامنے مسئلہ پیش کر دیتے ہیں اور مفتی ان لفظوں پر خیال کر کے جائز اور حلال ہونے کا فتویٰ لکھ دیتا ہے اور ان سوال کے لفظوں اور حرفوں کے سوا اس کے پاس اور کوئی تفصیل اور حقیقت حال موجود نہیں ہوتی تو اس کا فتویٰ دینے سے کوئی حرام چیز جائز اور حلال نہیں ہو جاتی۔ اسے خوب سمجھ لو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ جائے جیسے کوئی چرواہا اپنا ریوڑ

کسی کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہو گا کہ کھیت میں بھی چرالے گا (پھر ارشاد فرمایا کہ) خبردار! بلاشبہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

(بخاری و مسلم)

یعنی دل ہی کے بگڑنے اور سنورنے پر پرہیزگاری اور گنہگاری کا مدار ہے اگر دل میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر ہے اور اللہ رب العزت مالک یوم الدین کے سامنے جواب دینے کا دھیان ہے تو ہاتھ پاؤں، ناک، آنکھ اور سب چیزیں گناہوں سے بچ سکتی ہیں۔ اگر دل میں خدا کا خوف ہو تو لوگوں کے سامنے بھی گناہوں سے بچے اور جب کوئی نہ دیکھتا ہو اس وقت بھی یہ سمجھ کر گناہ سے رُکے کہ اللہ دیکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

مگر یہ کیفیت گھر بیٹھے حاصل نہیں ہوتی بلکہ دل کو رگڑ کر صاف کرنے اور مانجھنے سے دل صاف ہوتا ہے ـــــ کسی متبع سنّت بزرگ کی خدمت میں رہ کر کثرت ذکر اور فکر آخرت باندھنے سے دل سنورتا ہے۔

علی بن معبد ایک بزرگ ہیں وہ فرماتے تھے کہ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ تحریر لکھی اور خشک کرنے کے لئے اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت ہوئی۔ میرے دل میں آیا کہ اس مکان کی دیوار سے کھرچ کر اس تحریر پر ڈال دوں پھر خیال آیا کہ یہ تو کرایہ کا مکان ہے میری ذاتی ملکیت کا تو نہیں ہے پھر کیسے جائز ہو گا کہ اس کی مٹی سے تحریر سکھاؤں پھر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ ذرا سی مٹی میں کیا حرج ہے؟ لہٰذا تھوڑی سی مٹی کھرچ کر میں نے اس تحریر پر ڈال لی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کے دن یوں کہنے کا پتہ چلے گا کہ "ذرا سی مٹی میں کیا حرج ہے۔"

حضرت عمرؓ کا ارشاد

حضرت عمرؓ نے ایک بات بڑی کام کی یہ بتائی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور آپؐ نے سود کی آیت کی پوری تشریح نہ فرمائی تھی لہٰذا تم سود سے بھی بچو اور سود کے شبہ اور احتمال سے بھی بچو۔ (مشکوٰۃ شریف)

اگر انسان کھلے حرام اور ناجائز کے ساتھ شبہات سے بھی بچے تو واقعتاً پرہیزگار ہو سکتا ہے

ورنہ اگر شبہات سے نہ بچا تو قطعی حرام میں پڑ جائے گا جیسا کہ حدیث میں گزرا۔

متقی بننے کا طریقہ

حضرت عطیہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "بندہ متقی ہونے کی حد تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک حرام سے بچنے کی خاطر حلال سے بھی نہ بچے۔" (ترمذی)

یعنی جب حلال کو چھوڑتے چھوڑتے نفس کو مزے اور لذتیں چھوڑنے کا عادی بنائے گا اس وقت نفس کو حرام چھوڑنے پر مجبور کیا جا سکے گا۔

مشتبہ مال کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے کسی بیوی نے یہ حال دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آج نیند کیوں نہیں آتی ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی میں نے وہ اٹھا کر کھالی کہ ضائع نہ ہو اب مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔" (حکایات صحابہؓ)

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے دو قصے

حضرت ابو بکرؓ کا ایک غلام تھا جو ان کو روزانہ مقررہ آمدنی دیا کرتا تھا جو اس سے طے کر لی گئی تھی، ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے ایک لقمہ کھالیا، غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا ہے مگر آج نہیں پوچھا۔ آپ نے فرمایا بھوک بہت زیادہ لگ رہی تھی اس لئے پوچھنے کا دھیان نہ رہا اب بتاؤ اس نے کہا کہ جاہلیت میں میں نے ایک قوم پر منتر پڑھا تھا یہ اس کے بدلہ میں ملا ہے۔ یہ سن کر فرمایا کہ تو نے مجھے ہلاک ہی کر دیا اور اس کے بعد فوراً قے کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ لقمہ میری جان کے ساتھ نکلتا تو بھی میں اسے نکالتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بدن حرام سے پرورش پائے دوزخ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ (منتخب کنز الاعمال)

اسی کے قریب قریب ایک واقعہ حضرت عمرؓ کا ہے کہ ان کو ایک مرتبہ دودھ پلایا گیا تو اس کا عجیب سا مزہ معلوم ہوا۔ سوال کرنے سے پتہ چلا کہ صدقہ کے اونٹوں کا دودھ ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنے منہ میں ہاتھ ڈال کر سارا دودھ قے کر دیا۔

(موطا امام مالکؒ)

حرام وحلال کے بارے میں حضرات اہل اللہ کے ارشادات

(۱) حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جس کا نام حرام سے بچنا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہو جاؤ تو جب تک حرام سے نہ بچو گے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال قبول نہ فرمائے گا۔

(۳) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے تھے کہ (جس کو جو کچھ واحوال باطنہ وغیرہ) ملا ہے تو اسی طرح ملا ہے کہ جو پیٹ میں ڈالا سمجھ کر ڈالا۔

(۴) حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے تھے کہ اطاعت اللہ کا ایک خزانہ ہے اور اس کی کنجی دُعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہیں۔

(۵) حضرت سہل تستریؒ فرماتے تھے کہ جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے اعضاء خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہیں اس کو خبر ہو یا نہ ہو اور جس کی غذا حلال ہوتی ہے اس کے اعضاء اطاعت کرتے ہیں اور اس کو نیکیوں کی توفیق ہوتی ہے۔

جن جانوروں کا کھانا حرام ہے ان کی تفصیلات

سورۂ مائدہ میں ارشادِ ربانی ہے:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ

ترجمہ: حرام کیا گیا تم پر مُردہ جانور اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا، اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مر جائے اور وہ جانور جو کسی ضرب سے مر جائے اور وہ جانور جسے کسی درندہ نے کھالیا مگر وہ جسے تم ذبح کر لو، اور حرام کیا گیا وہ جانور جو ذبح کیا گیا پرستش گاہوں پر اور یہ بھی حرام کیا گیا کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعہ، یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

اس آیت میں چند چیزوں کی کھانے کی حرمت بیان فرمائی جنہیں علی الترتیب بیان کیا جاتا ہے۔

مَیْتَۃ (مُردار) ان میں سے اوّل میتۃ کی حرمت کا ذکر فرمایا، میتۃ ہر وہ جانور ہے جو شرعی طریقے پر ذبح کئے بغیر مرجائے خواہ یوں ہی اس کی جان نکل جائے خواہ کسی کے مار دینے سے مرجائے، اگائے بیل، بھینس اونٹ اونٹنی بکرا بکری ہرن نیل گائے اور تمام وہ جانور جن کا کھانا حلال ہے اگر وہ ذبح شرعی کے بغیر مرجائیں تو ان کا کھانا حرام ہو جاتا ہے البتہ مچھلی چونکہ ذبح کئے بغیر ہی حلال ہے اس لئے اگر خشکی میں آنے کے بعد اپنی موت مر جائے تو اس کا کھانا جائز ہے اور خشکی کے جانوروں میں سے ٹڈی بھی بغیر ذبح کئے ہوئے حلال ہے اگر وہ اپنی موت مرجائے تو اس کا کھانا بھی حلال ہے۔

مسئلہ: ذبح شرعی سے پہلے زندہ جانور سے جو کوئی جسم کا حصّہ کاٹ لیا جائے تو وہ بھی مَیتۃ (مُردار) کے حکم میں ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

حضرت ابو واقدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وصحبہ وسلم مدینہ منوّرہ میں تشریف لائے اور اس سے پہلے اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ زندہ اونٹوں کے کوہان اور دُنبوں کی چکتیاں کاٹ لیتے تھے اور ان کو کھاجاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زندہ جانور سے جو حصّہ کاٹ لیا جائے وہ مَیتۃ ہے یعنی مُردار ہے۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد)

جس طرح مردار جانور کا کھانا حرام ہے اسی طرح اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے سال ارشاد فرمایا جبکہ آپ مکہ معظمہ ہی میں تشریف فرما تھے کہ بلاشبہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے شراب اور میتۃ (مُردار جانور) اور خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ مردہ جانور کی چربیوں کے بارے میں ارشاد فرمائیے (کیا ان کا بیچنا بھی حرام ہے؟) اُن سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے اور چمڑوں میں بطور تیل کے استعمال کی جاتی ہیں اور اُن کے ذریعہ لوگ چراغ جلاتے ہیں آپؐ نے فرمایا چربی بھی حلال نہیں ہے وہ بھی حرام ہے پھر فرمایا اللہ لعنت فرمائے یہودیوں پر بلاشبہ اللہ نے اُن پر مُردہ جانور کی چربی حرام فرمائی تھی انہوں

نے اُسے خوب صُورت چیز بنا دی (یعنی اُسے پگھلا کر اس میں کچھ اور چیز ملا کر اپنے خیال میں اُسے اچھی شکل دے دی) پھر اُسے بیچ کر اس کی قیمت کھا گئے (رواہ البخاری ومسلم)

معلوم ہوا کہ مردار جانور کا گوشت اور چربی دونوں حرام ہیں ان کا کھانا بھی حرام ہے اور ان کا بیچنا بھی حرام ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حرام چیز کو خوب صورت بنا دینے سے اس میں کچھ ملا دینے سے اس کا نام بدل دینے سے اُسے خوب صورت پیکٹوں میں پیک کر دینے سے حلال نہیں ہو جاتی اس کا بیچنا اس کی قیمت کھانا حسب سابق حرام ہی رہتا ہے۔ جو جانور بغیر ذبح شرعی کے مرجائے اس کی کھال بھی ناپاک ہے۔

خُون کھانے کی حُرمت

دوسرے نمبر پر الدّم یعنی خون کا ذکر ہے اس سے دمِ مسفوح (بہتا ہوا خون) مراد ہے جس کی تصریح سورۂ انعام کی آیت میں کر دی گئی ہے اور فرمایا ہے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا (الآیۃ) مَسْفُوْحًا کی قید لگانے سے تلّی اور جگر کھانے کی حلت معلوم ہوگئی وہ دونوں بھی خون ہیں لیکن جمے ہوئے خون ہیں بہتا ہوا خون نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو ایسے جانور ہمارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں جو اپنی موت مرجائیں۔ مچھلی اور ٹڈی۔ اور دو خون ہمارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں جگر اور تلّی۔

(رواہ احمد وابن ماجہ والدار قطنی مشکوۃ المصابیح ص ۳۶۱)

مسئلہ:۔ شرعی ذبح کے بعد گلے کی رگوں سے دمِ مسفوح نکل جاتا ہے اس کے بعد جو خون بوٹیوں میں رہ جاتا ہے وہ پاک ہے اس کا کھانا جائز ہے کیونکہ وہ دمِ مسفوح نہیں ہے البتہ ذبح کے وقت جو خون نکلا ہے وہ کھال یا گوشت یا پردوں میں لگ جائے وہ ناپاک ہے۔

ہمارے دیار میں خون کھانے کا رواج نہیں ہے قرآن کریم سارے عالم کے لئے ہدایت ہے نزول قرآن کے وقت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک جس علاقے میں جہاں بھی جس طرح سے بھی لوگ خون کھائیں اُن سب کے لئے قرآن نے حُرمت کی تصریح کر دی۔

بعض اکابر سے سُنا ہے کہ اہل عرب خُون کو آنتوں میں بھر کر تیل میں تل لیا کرتے تھے۔

پھر اُسے کباب کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتے تھے۔

مسئلہ: خون کا کھانا پینا بھی حرام ہے اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ اس کے ذریعے جو آمدنی ہو وہ بھی حرام ہے۔ بعض لوگ ہسپتالوں میں خون فروخت کرتے ہیں وہ حرام ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے۔

خنزیر کا گوشت

تیسرے نمبر پر لحم الخنزیر یعنی سوّر کا گوشت حرام ہونے کی تصریح فرمائی۔ سوّر کا ہر ہر جزو ناپاک اور نجس العین ہے اس کا گوشت ہو یا چربی یا کوئی بھی جزو ہو اس کا کھانا حرام ہے اور بیچنا خریدنا بھی حرام ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (بلاشبہ وہ ناپاک ہے) نجس العین ہونے کی وجہ سے اس کی کھال بھی دباغت سے پاک نہیں ہو سکتی۔ اس جانور کے کھانے سے انسانوں میں بے حیائی پیدا ہوتی ہے جو قومیں اسے کھاتی ہیں ان کی بے حیائی کا جو حال ہے ساری دُنیا کو معلوم ہے۔ یورپ امریکہ آسٹریلیا وغیرہ میں بعض مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے محلوں میں دکانیں کھول رکھی ہیں وہ سوّر کا گوشت اور دوسرا حرام گوشت بھی فروخت کرتے ہیں یہ سب حرام ہے اور اس کی قیمت بھی حرام ہے جو لوگ ان کی دکانوں میں کام کرتے ہیں وہ چونکہ گناہ کے مددگار ہیں اس لئے ان کا سیل مین بننا اور خریداروں کو یہ چیزیں اٹھا کر دینا بھی حرام ہے۔

مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

چوتھی چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ہے لفظ اُهِلَّ اَهَلَّ يُهِلُّ اِهْلَالاً سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے اہلال کا معنیٰ ہے آواز بلند کرنا۔ یہاں جانور کو ذبح کرتے وقت جو کسی کا نام پکارا جاتا ہے اس کے لئے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے جو جانور حلال ہو اور اُسے اللہ کا نام لے کر ذبح کر دیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے اور اگر اللہ کے نام کے علاوہ کسی دوسرے کا نام لے لیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے جو مَيْتَة یعنی مُردار کے حکم میں ہے۔

مشرکین بتوں کا اور دیوی دیوتا کا نام لے کر جانور کو ذبح کرتے ہیں ایسے جانور کا کھانا حرام ہے۔ جو لوگ کتابی یعنی یہودی یا نصرانی نہیں ہیں (جیسے ہندوستان کے ہندو) وہ

اللہ کا نام لے کر ذبح کریں تب بھی جانور مُردار کے حکم میں ہوگا، جس جانور کو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا جائے لیکن ذبح کیا گیا اللہ کا نام لے کر اس کے بارے میں چند صفحات کے بعد وضاحت کی جائے گی انشاء اللہ العزیز!

مُنْخَنِقَة پانچویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی ہے وہ المنخنقۃ ہے انخناق سے اسم فاعل کا صیغہ ہے خنق یخنق گلا گھونٹنا اور انخنق ینخنق گلا گھٹ جانا۔ اگر کسی جانور کا گلا گھونٹ کر مار دیا جائے اگرچہ اس پر اللہ کا نام لیا جائے یا جانور گلا گھٹنے سے مر جائے (مثلاً جانور کے گلے میں جو رسّی بندھی ہوتی ہے وہ کس جائے جس سے جانور مر جائے) تو یہ جانور حرام ہے۔

موقوذہ چھٹی چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ موقوذہ ہے۔ یہ وَقَذَ یَقِذُ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس جانور کو لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مار کر ہلاک کر دیا جائے وہ موقوذہ ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اس میں وہ جانور بھی داخل ہے جس کو شکاری نے تیر مارا لیکن اس کے تیر کی دھار جانور کے نہ لگی بلکہ لمباؤ میں تیر جا کر لگا اور اس کی ضرب سے جانور مر گیا۔ ایسے جانور کا کھانا بھی حرام ہے اگرچہ شکاری نے بسم اللہ پڑھ کر تیر پھینکا ہو۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسے تیر سے شکار کرتا ہوں جس میں پر نہیں ہوتے (تو کیا اس کا کھانا حلال ہے؟) آپ نے فرمایا جس جانور کو تیرا تیر زخمی کر دے اس کو کھالے اور جس جانور کو تیرے مذکورہ تیر کا چوڑائی والا حصہ قتل کر دے تو وہ موقوذہ ہے اس کو مت کھاؤ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

بندوق کا شکار بندوق کی گولی سے جو شکار ہلاک ہو جائے وہ بھی حرام ہے اگرچہ بسم اللہ پڑھ کر گولی ماری گئی ہو ہاں اگر گولی لگنے کے بعد میں اتنی جان باقی ہے جس کا ذبح کے وقت ہونا شرط ہے اور بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا جائے تو حلال ہو جائے گا۔

مُتَرَدِّیَہ ساتویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ مُتَرَدِّیَہ ہے یعنی وہ جانور جو کسی پہاڑ یا ٹیلہ یا کسی بھی اونچی جگہ سے گر کر مر جائے اس جانور کا کھانا بھی حرام ہے۔

نَطِيحَۃ آٹھویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ نطیحہ ہے یہ لفظ فعیلۃ کے وزن پر ہے جو نطح ینطح سے ماخوذ ہے جو جانور کسی تصادم سے مرگیا مثلاً دو جانوروں میں لڑائی ہوئی ایک نے دوسرے کو مار دیا کسی جانور کو دیوار میں ٹکر لگی اس سے مرگیا ریل گاڑی کی زد میں آکر مرگیا یا کسی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوگیا جس سے موت واقع ہوگئی۔ یہ سب نطیحہ کی صورتیں ہیں اگر ان سب صورتوں میں جانور کی موت واقع ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

درندہ کا کھایا ہوا جانور نویں چیز جس کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ جانور ہے جس کو کوئی درندہ کھا جائے، شیر بھیڑیئے نے کسی جانور کو پکڑا اور اس کو قتل کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہوگیا وہ بھی مردار ہے کیونکہ ذبح شرعی سے اس کو موت نہیں آئی۔

حرام چیزوں کی مذکورہ نو قسمیں بیان فرمانے کے بعد اِلَّا مَا ذَکَّیۡتُمۡ فرمایا یہ استثناء منخنقہ، موقوذہ، متردیہ، نطیحہ اور مَآ اَکَلَ السَّبُعُ سے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ جس جانور کا گلا گھٹ گیا یا اوپر سے گر پڑا یا کسی کے لاٹھی مارنے سے مرنے لگا یا ٹکر لگنے سے مرنے لگا یا کسی درندہ سے چھڑا لیا اور اس میں ابھی تک اتنی زندگی باقی ہے جو ذبح کے وقت ہوتی ہے تو یہ جانور ذبح شرعی کرنے کی وجہ سے حلال ہو جائے گا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو اپنے دانت سے پکڑ لیا (پھر وہ کسی طرح سے چھوٹ گئی جسے) اس کے مالکوں نے دھار دار پتھر سے ذبح کر دیا۔ پھر آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے اس کے کھانے کی اجازت دے دی۔

(رواہ النسائی ص ۲۰۰ ج ۲)

بتوں کے استھانوں پر ذبح کئے ہوئے جانور پھر فرمایا وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (اور جو نصب پر ذبح کیا جائے اس کا کھانا بھی حرام ہے) اصنام وہ مورتیاں جن کی اہل عرب عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے علاوہ جن دوسرے پتھروں کی عبادت کرتے تھے ان کو نُصب اور انصاب کہا جاتا تھا ان کو کہیں کھڑا کر کے عبادت گاہ اور استھان بنا لیتے تھے اگر مطلق کھڑی کی ہوئی چیز کے معنی لئے جائیں تو بُت بھی نُصُب کے عموم میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بھی پتھر ہوتے ہیں اور

ان کو مختلف جگہوں میں نصب کر دیا جاتا ہے۔ اصنام و انصاب کے پاس جو کچھ ذبح کیا جاتا ہے چونکہ وہ ذبح لغیر اللہ ہے اس لئے وہ بھی مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

جُوا کھیلنے کی حُرمت پھر فرمایا وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ (اور یہ بھی حرام کیا گیا کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعہ) اہل عرب کا طریقہ تھا کہ تیروں کے ذریعہ اونٹ کا گوشت تقسیم کیا کرتے تھے اور یہ ان کا ایک قسم کا قمار یعنی جوا تھا جس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک اونٹ میں دس آدمی برابر کے شریک ہوتے تھے۔ پھر اس اونٹ کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے تھے یہ دس تیر ہوتے تھے سات تیروں پر حصے لکھے رہتے تھے اور تین تیر ایسے ہوتے تھے جن کا کوئی حصہ مقرر نہ تھا۔ پھر اُن دس تیروں کو کسی تھیلہ میں ڈالتے تھے اور شرکاء کے نام سے ایک ایک تیر نکالتے تھے جن تین تیروں کا کوئی حصہ مقرر نہ تھا جس کے نام پر ان تیروں میں سے کوئی تیر نکل آتا تھا اُسے کوئی حصہ نہ ملتا تھا حالانکہ اُونٹ کی قیمت میں وہ بھی شریک تھا اس کا حصہ دوسروں کو مل جاتا تھا اور اس طرح سے یہ شخص جوئے میں ہار جاتا تھا اور دوسرے لوگ جیت جاتے تھے۔

مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں

ہم نے چند صفحات پہلے لکھا ہے کہ اہلال کا معنی یہ ہے کہ ذبح کے وقت کسی کا نام پکارا جائے، اب سمجھنا چاہیئے کہ جس جانور کا کھانا حلال ہو اللہ کا نام لے کر اس کو ذبح کیا جائے اور اس کا ذبح کرنے والا مسلم غیر محرم ہو یا کتابی ہو اور اس کے ذبح کرنے سے تقرب الی غیر اللہ مقصود نہ ہو تو اس کا کھانا حلال ہے اور جو جانور حلال ہو لیکن اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے خواہ کوئی مدعی اسلام ذبح کرے خواہ کوئی دوسرا شخص ذبح کرنے والا ہو اور خواہ اس پر کسی بُت کا نام لیا جائے یا کسی نبی یا ولی یا پیر فقیر کا اور اس کی حرمت نص صریح سے ثابت ہے اور باجماع الامۃ حرام ہے اور یہ جانور میتہ کے حکم میں ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو تقرب الی غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے یعنی اس کا خون بہانے سے غیر اللہ کی خوشنودی مقصود ہو اور بوقت ذبح اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے جیسا کہ قبروں پر اس طرح کے ذبیحے ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بھی وہ جانور حرام ہے اور مذبوحہ میتہ کے حکم میں

ہے۔ اس کی حرمت کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ یہ مَاذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ کے عموم میں داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرے اشتراک علت یعنی تقرب الی غیر اللہ کی وجہ سے مآاُہل بہ لغیر اللہ کے ساتھ ملحق ہے۔

درمختار میں ہے ذبح لقدوم الامیر و نحوہ کو احد من العظام یحرم لانہ اُھلّ بہٖ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ (درمختار ص ۱۹۶ ج ۵ بر حاشیہ شامی)

قبروں پر جو چیزیں لے جاتے ہیں اُن کا حکم اب رہی وہ مٹھائی اور دوسری چیزیں جو لوگ قبروں پر یا تعزیوں پر چڑھاتے ہیں اور اس کی نذریں مانتے ہیں۔ سو یہ مآاُہل بہ لغیر اللہ کے مفہوم صریح میں داخل نہیں لیکن چونکہ قبروں پر یہ چیزیں لے جانے والوں کا مقصد صرف فقراء کو بانٹنا نہیں ہوتا بلکہ اوّل صاحب قبر یا تعزیہ کی خوشنودی کے لئے نذریں مانتے ہیں پھر یہ چیزیں وہاں لے جاتے ہیں اس لئے ان کا لینا اور کھانا مجاوروں اور سجادہ نشینوں کو ان کے مہمانوں کو اور ہر مسلمان کے لئے حرام ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔	اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جن کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔

اس آیت شریفہ میں مردہ جانور (جو اپنی موت سے بغیر ذبح کئے مرجائے) اور خون اور خنزیر کا گوشت کھانے کی اور ان جانوروں کے کھانے کی حرمت بیان فرمائی ہے جن پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ ان چیزوں کے کھانے کا عرب کے مشرکوں میں رواج تھا۔ یہاں سورہ بقرہ میں اور سورہ مائدہ میں ان کو بیان فرمایا ہے۔

یہاں یہ جو فرمایا کہ: فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اس کا

مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھوک سے ایسا دوچار ہو رہا ہو کہ جان پر بن رہی ہو اور اس کے پاس حلال چیزوں میں سے کھانے کو کچھ بھی نہ ہو تو وہ حرام چیزوں میں سے اپنی جان بچانے کے لئے اتنا سا کھالے جس سے موت سے بچ جائے۔ اس سے آگے نہ بڑھے اور لذت کا طالب بھی نہ ہو۔ مثلاً اگر بھوک سے جان جارہی ہو تو شراب پینے اور سوٗر کھانے کی اجازت کو بہانہ بنا کر یہ نہ سوچے کہ آج اجازت مل گئی ہے خوب مزے سے کھاؤں پیوں گا۔ خم کے خم چڑھالوں گا۔ اور پیٹ بھر کے خنزیر کا گوشت کھالوں گا۔ پھر کبھی موقعہ ملے یا نہ ملے' ایسا آدمی باغی اور عادی یعنی حد سے بڑھنے والا ہے۔ اگر طلب لذت کے لئے کھائے گا یا ضروری مقدار سے زیادہ کھائے گا تو گنہگار ہوگا اور لَآ اِثْمَ عَلَيْهِ فرما کر یہ بتایا کہ جان بچانے کی مجبوری میں تھوڑا سا کھانے کی جو اجازت ہے وہ درجہ معافی میں ہے یوں نہ کہا جائے گا کہ وہ چیز حلال ہوگئی۔ یوں کہیں گے کہ اس کا کھانا حلال ہوگیا۔ حرام اپنی جگہ حرام ہی ہے۔ بہت سے لوگ یورپ' امریکہ اور آسٹریلیا میں بلا تکلف شراب پیتے ہیں اور خنزیر کھاتے ہیں اور ان جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جو شرعی طریقے پر حلال نہیں کئے گئے اور جب اُن سے بات ہوتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں اور لفظ فَمَنِ اضْطُرَّ کا سہارا لیتے ہیں حالانکہ اضطرار اور مجبوری ان کو کہیں سے کہیں تک بھی نہیں ہے۔ ان ملکوں میں سینکڑوں قسم کی چیزیں ملتی ہیں' مچھلی بھی ہے انڈے بھی ہیں' دودھ بھی ہے اور انتظام کرنے سے حلال گوشت بھی مل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں حرام کھانا پینا کسی بھی طرح حلال نہیں ہے اور بالفرض واقعی کوئی شخص مجبور ہو جس کی جان ہی جارہی ہو کھانے کو کچھ بھی نہ مل رہا ہو وہ جان بچانے کے لئے ذرا سا کھا سکتا ہے۔ یہ پیٹ بھر بھر کر روزانہ حرام کھانا اور پینا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں بعض لوگوں نے بتایا کہ ہم تو سوٗر کا گوشت بسم اللہ پڑھ کر کھالیتے ہیں' العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ' بسم اللہ پڑھنے سے حرام حلال نہیں ہوجاتا بلکہ حرام پر بسم اللہ پڑھنے سے ایمان سلب ہوجانے کا خطرہ ہے۔ پھر یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ مسلمان کو کسی ایسے ملک میں رہنے کی کیا مصیبت ہے جہاں حلال نہ ملتا ہو۔ حرام ہی کھانا پڑتا ہو۔ طلبِ دُنیا کے جذبات ہی ایسے ملکوں میں لے جاتے ہیں اور حرام کھلاتے ہیں۔

قرآن مجید میں جن چیزوں کو کھانے کی حرمت ہے اس کے علاوہ بھی حرام چیزیں ہیں۔

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ	وہ انہیں اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ	برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ	پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور
عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ	خبیث چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے
الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ	ہیں اور وہ طوق ہٹاتے ہیں جو ان پر تھے۔

اس آیت میں یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیبات یعنی پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے تھے اور خبیث چیزوں کی حرمت بیان فرماتے تھے۔ پاکیزہ چیزیں شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ میں حلال ہیں اور خبیث وگندی چیزیں حرام ان کی تفصیلات بہت ہیں جس شخص کا ذوق صحیح ہو وہ طبعی طور پر ان چیزوں کو پاکیزہ سمجھتا ہے جو حلال قرار دی گئی ہیں اور ان چیزوں کو گندی اور خبیث سمجھتا ہے جو شریعت اسلامیہ میں حرام قرار دی گئی ہیں۔

جن جانوروں کا کھانا حلال بتلایا ہے سب جانتے ہیں کہ وہ پاکیزہ چیزیں ہیں پھر ان میں بھی یہ شرط لگادی ہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کئے گئے ہوں، خون نکل گیا ہو، جانور اپنی موت نہ مرا ہو۔ یہ سب شرطیں اسی لئے لگائی گئی ہیں کہ پاکیزہ چیز کھائیں۔ خنزیر، مردہ جانور، خون، شراب اور ان جانوروں کو حرام قرار دیا گیا جو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کئے گئے ہوں کیوں کہ یہ سب خبیث اور ناپاک ہیں نیز وہ جانور جو ناپاکی ہی کھاتے ہیں اور درندے ہیں ان کے کھانے سے بھی منع فرمایا جیسے شیر، چیتا، کتا، بلی، شکرہ، باز، گدھ، بندر، بجو بجو، بھیڑیا، گدھا، خچر، بھڑ۔ کیونکہ ان کے کھانے سے انسانوں میں خبیث طبیعت اور درندگی کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔ جو جانور پاکیزہ ہیں ان کے کھانے کی اجازت دی گئی ہے پالتو ہوں یا جنگلی ہوں۔ جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، دنبہ، گھوڑا، طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، خرگوش، ہرن، بطخ، مرغی، مرغا، مچھلی، ٹڈی۔

مسئلہ: جو مچھلی پانی میں مرکر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگی اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: اوجھڑی کھانا حلال ہے بشرطیکہ گوبر، لید وغیرہ نکال کر اچھی طرح دھو

لی جائے اور صاف کرلی جائے۔

مسئلہ: کسی چیز میں چیونٹیاں مرگئیں تو بغیر نکالے کھانا جائز نہیں اگر ایک آدھ چیونٹی حلق میں چلی گئی تو مُردار کھانے کا گناہ ہوا۔ بعضے بچے بلکہ بڑے بھی گولر کے اندر کے بھُنگے سمیت گولر کھا جاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس کے کھانے سے آنکھیں نہیں آتیں یہ حرام ہے۔ مردار کھانے کا گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: جو گوشت ہندو بیچتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے اس سے مول لے کر کھانا درست نہیں البتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا وہ جانے لگا تو دوسرا کوئی اس کی جگہ بیٹھ گیا تب درست ہے۔

مسئلہ: جو مرغی گندی چیزیں کھاتی پھرتی ہو اور یہی اس کی غذا ہو اس کو تین دن بند رکھ کر ذبح کرنا چاہیئے بغیر بند کئے کھانا مکروہ ہے۔

ذبح کرنے کا طریقہ

مسئلہ: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرکے تیز چھُری ہاتھ میں لے کر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرْ کہہ کے اس کے گلے کو کاٹے یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جائیں۔ ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو شہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ اگران چار میں سے تین ہی رگیں کٹیں تب بھی ذبح درست ہے اس کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مُردار ہو گیا اس کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: جو چیز دھار دار ہو جیسے دھار دار پتھر گنّے یا بانس کا چھلکا سب سے ذبح کرنا درست ہے۔

مسئلہ: ذبح کے وقت بسم اللہ قصداً نہیں کہا تو وہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول جائے تو کھانا درست ہے۔

مسئلہ: کند چھُری سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور منع ہے کہ اس میں جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا ہاتھ پاؤں توڑنا کاٹنا اور ان چاروں

رگوں کے کٹ جانے کے بعد مزید کاٹنا یہ سب مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔ ذبح کرنے میں مرغی کا گلا کٹ گیا تو اس کا کھانا درست ہے مکروہ بھی نہیں، البتہ اتنا زیادہ ذبح کرنا مکروہ ہے۔
مسئلہ:۔ مسلمان کا ذبح کرنا بہرحال درست ہے چاہے عورت ذبح کرے یا مرد اور چاہے پاک ہو یا ناپاک چاہے بے ختنہ والا مرد ہو ہر حال میں اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا حلال ہے۔ اگر مسلمان لڑکا یا لڑکی ابھی بالغ نہیں ہوئے مگر سمجھدار ہیں ذبح کرنا اور بسم اللہ پڑھنا جانتے ہیں تو ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔
مسئلہ:۔ یہودی اور نصرانی کے علاوہ کسی کافر کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور یہودی اور نصرانی کا ذبیحہ اسی وقت حلال ہے جبکہ اسی یہودیت اور نصرانیت پر باقی ہو جو زمانہ نزول قرآن میں تھی، نام کے یہودی نصرانی نہ ہوں (جو دہریہ ہوں مذہب سے بیزار ہوں) اور ان کے ذبیحہ حلال ہونے میں بھی وہی شرط ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر ذبح کیا ہو اور جانور بھی جس کا کھانا حلال ہے۔ آج کل جو یہود و نصاریٰ یورپ، امریکہ اور افریقہ میں رہتے ہیں مشینوں سے ذبح کرتے ہیں اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کا بھی اُن کے یہاں دستور نہیں ہے اس لئے ان کے ذبیحہ سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ مسلمان خود اپنے ذبیحہ کا اہتمام اور انتظام کریں۔
شراب اور اس کے علاوہ نشہ لانے والی ہر چیز کھانے کی ہو یا پینے کی اس کا کھانا پینا حرام ہے تھوڑی ہو یا بہت۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے وہ تھوڑی بھی حرام ہے)[1]

---

[1] رواہ الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ عن جابر رضی اللہ عنہ از مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۷

باطل طریقوں سے مال کھانے کی ممانعت

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل ذریعہ سے مت کھاؤ اور نہ لے جاؤ ان کو حاکموں کی طرف تاکہ کھا جاؤ ایک حصہ لوگوں کے مالوں میں سے گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو۔

تفسیر: اس آیت میں باطل طریقہ پر کسی کا مال حاصل کرنے اور اپنے استعمال میں لانے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ حرام کبھی نہ کھاؤ۔

لفظ "بالباطل" بڑھا کر یہ بتا دیا کہ جو مال شرعاً جائز ہو مثلاً طیب نفس کے ساتھ کوئی حلال مال والا آدمی ہدیہ دے دے یا شریعت کے مطابق تجارت کرنے سے نفع کی صورت میں کچھ مال مل جائے یا میراث میں حلال مال مل جائے تو یہ حلال ہے۔ باطل کے ذریعہ مال حاصل کرنے کی بہت صورتیں ہیں جن میں سے متعدد صورتیں آیت کریمہ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا کے ذیل میں بیان کر دی گئی ہیں۔ یہاں قرآن کریم نے ایک خاص صورت کا ذکر کیا ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے مالوں پر باطل طریقہ سے قبضہ کر لیا جاتا ہے حکام وقت کو ذریعہ بنا کر لوگوں کے مالوں کو اپنا مال بنا لیتے ہیں، اس کی کئی صورتیں ہیں۔

حاکم کے فیصلہ کر دینے سے کسی کا مال حلال نہیں ہو جاتا: ایک صورت یہ ہے کہ کسی کے مال پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے اور حاکم کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا اور ایک طریقہ یہ ہے کہ جھوٹی تحریر لکھ کر یا جھوٹے گواہ بنا کر حاکم کے ہاں پیش کر کے کسی غیر کے مال اور جائیداد کے بارے میں اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا اور ایک طریقہ یہ ہے کہ شرعی قانون کے خلاف حکومت وقت کے رائج قوانین کے مطابق کسی کا مال دبا لیا۔ مثلاً کسی حکومت نے یہ قانون بنا دیا کہ مرنے والے کے مال میں صرف لڑکوں کا حصہ ہوگا اور اس قانون کے پیش نظر لڑکوں نے حاکم سے اپنے حق میں میراث تقسیم کرانے کا فیصلہ کرا لیا اور بہنوں کو محروم کر دیا۔ جیسے کسی حکومت نے قانون بنا دیا کہ فلاں فلاں اشخاص

کا مال زبردستی لے کر فلاں فلاں قسم کے آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان میں سے کسی بھی صورت میں کسی شخص کا مال ہرگز حلال نہیں ہوگا اور بھی اس کی بہت سی صورتیں ہیں جنہیں مقدمہ باز جانتے ہیں اور مکر و فریب کے ذریعہ حکام کو استعمال کر کے دوسروں کے مالوں پر قبضہ کرتے رہتے ہیں. حاکم سے فیصلہ کرا کر جو شخص کسی کا مال لے لے گا وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگا۔ دنیا و آخرت میں اس کا بہت بڑا وبال ہے اور سخت عذاب ہے دنیاوی حکام کے فیصلوں کے ذریعہ کسی کا مال اپنا بنا کر مطمئن نہ ہو جائیں. یہ یاد رکھیں کہ مالک یوم الدین قاضی روز جزا جل مجدہ کے حضور میں بھی پیشی ہونا ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں انسان ہی ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو اور ممکن ہے کہ تم میں سے ایک آدمی دوسرے کے مقابلہ میں اپنی حجت کو بڑھ چڑھ کر بیان کر دے اور میں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں جو کچھ میں نے اس سے سنا (اور یہ فیصلہ حقیقت میں غلط ہو) سو جس کے لئے میں اس کے بھائی کے مال میں کسی چیز کا کوئی فیصلہ کر دوں تو اُسے ہرگز نہ لے کیونکہ میں اس کے لئے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۶۲ ج ۲)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی پر جھوٹا مقدمہ دائر کیا اور جس کا حق نہیں ہے اس کے زور بیان پر میں نے اس کو دوسرے کا حق دلا دیا تو میرے دلانے سے وہ اس کے لئے حلال نہ ہو جائے گا وہ یہ نہ سمجھے کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے لہٰذا میرے لئے دوسرے کا مال حلال ہو گیا۔ باوجود فیصلہ کر دینے کے دوسرے کا مال مدعی کے لئے حلال نہ ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں ہے تو وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ (رواہ مسلم ص ۵۷ ج ۱)

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جھوٹی قسم کھائی جس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال اپنے حق میں کر لینا چاہتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہو گا (صحیح بخاری ص ۹۸۶ ج ۲، صحیح مسلم ص ۸۰ ج ۱)

لفظ فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ جو فرمایا ہے۔ اس میں یہ بتا دیا کہ صرف آپس میں مسلمانوں ہی کا مال ناحق لے لینا حرام نہیں ہے بلکہ غیروں کا مال ناحق لے لینا بھی حرام ہے جو کافر مسلمانوں کی عملداری میں رہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اُن کو ذمی کہا جاتا ہے تمام مسلمانوں پر ان کی جان و مال کی حفاظت لازم ہے۔ اور خیانت کر کے یا کسی بھی طرح سے ان کا مال ناحق رکھ لینا جائز نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا أَمٰنٰتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

كتابُ فضلُ الامانةُ

وبيانُ وزرِ الخيانةُ

(امانت اور خیانت کا بیان اور مروجہ خیانتوں کی نشاندہی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

امانت اور خیانت

اقسام و احکام

قرآن مجید کی متعدد آیات میں ادائے امانت کا حکم فرمایا ہے اور خیانت کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ۔

سو اگر تم میں سے ایک دوسرے پر اعتماد کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا وہ دوسرے کی امانت کو ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔

سورۂ نساء میں فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں دیدو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے وہ بہت اچھی ہے، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

سورۃ الانفال میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔

سورۂ معارج میں اچھے لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔

سورۂ یوسف میں فرمایا:

وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ۔ — اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو راہ نہیں دیتا۔

سورۂ انفال میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡخَآئِنِیۡنَ۔ — بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا۔

سورۂ حج میں فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوۡرٍ۔ — بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

امانتوں کی تفصیل

سورۂ نساء کی آیت بالا اور دیگر آیات جو ہم نے نقل کی ہیں ان سب سے عمومی طور پر ہر قسم کی امانتوں کی ادائیگی کا حکم اور ہر قسم کی خیانت کی مذمت معلوم ہوئی۔ اللہ کے حقوق جو بندوں پر ہیں، نماز، زکوٰۃ، روزے کفارات نذر اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں یہ سب امانتیں ہیں، جن کی ادائیگی یا اضاعت ہر شخص کو معلوم ہوتی ہے کہ میں نے کس حکم پر عمل کیا اور کس حکم کی حکم عدولی کی، دوسروں کو خبر بھی نہیں ہوتی، اس طرح سے آپس میں حقوق العباد جو ایک دوسرے پر واجب ہیں وہ بھی امانتیں ہیں ان کی ادائیگی فرض ہے، ہر شخص اپنے اپنے متعلقہ احکام میں امانتدار ہے چھوٹے بڑے حکام اور ملوک و رؤسا اور وزراء امانت دار ہیں انہوں نے جو عہدے اپنے ذمّے لئے ہیں وہ ان کی ذمہ داری شریعت اسلامیہ کے مطابق پوری کریں کسی بھی معاملے میں عوام کی خیانت نہ کریں۔ اسی طرح سے بائع اور مشتری اور سفر کے ساتھی اور پڑوسی، میاں بیوی اور ماں باپ اپنی اولاد سب ایک دوسرے کے مال کے اور دیگر متعلقہ امور کے امانتدار ہیں جو بھی کوئی کسی کی خیانت کرے گا۔ گناہگار ہوگا اور میدانِ آخرت میں پکڑا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ خبردار تم سب نگران ہو، ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا (جس چیز کی نگرانی سپرد کردی جائے اُسے رعیت کہا جاتا ہے) جو شخص امام ہے یعنی اقتدار اعلیٰ سنبھالے ہوئے ہے وہ سب لوگوں کا نگران ہے اور اُس سے اُس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی بارے میں نگران ہے اُس سے اُن کے بارے میں سوال ہوگا (پھر غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اُس سے اُن کے بارے میں سوال ہوگا پھر بطور تاکید بطور قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا) خبردار تم میں سے ہر شخص ذمّہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۰۔ از بخاری و مسلم)

اس حدیث میں سب کو نگران اور ذمّہ دار بتایا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ہر شخص سے اسکی نگرانی اور ذمّہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا امام المسلمین جس کے پاس اقتدار اعلیٰ ہو۔ اس سے پوری رعیت کے بارے میں سوال ہوگا کہ تیرے قلم رو میں جو لوگ رہتے اور بستے تھے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ انصاف کیا یا ظلم کیا؟ ان کی دینی زندگی کی خبر رکھی یا نہیں؟ ان کی دنیاوی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے کیا اقدام کیا؟ اور ان پر کیسے حاکم مقرر کئے جس طرح امام المسلمین پورے ملک کے رہنے والوں کا ذمّہ دار ہے اسی طرح ہر شخص اپنے گھر کے افراد کا ذمّہ دار ہے بیویوں کے اور اولاد کے حقوق ادا کرے کسی پر ظلم نہ کرے۔ دین کی تعلیم دے اور دین پر عمل کروائے، بیویوں کو اور اولاد کو گناہ گاری کے طریقے اختیار نہ کرنے دے جیسے اُن کے پیٹ اور تن کی خبر رکھتا ہے۔ ویسے ہی ان کے دین و ایمان کی بھی خبر رکھے اُن کا ذہن دینی بنائے آخرت کی فکر پر ڈالے عورت بھی اپنے شوہر کے گھر میں امانت داری کے ساتھ رہے اس کے مال کی بھی حفاظت کرے اور بے جا خرچ نہ کرے اور شوہر کی اولاد کی بھی خیر خبر رکھے ان کو دین سکھائے خاص کر شوہر کی دوسری بیوی کی اولاد کا خیال رکھے ان پر ظلم و زیادتی نہ کرے حد یہ ہے کہ جو شخص زر خرید غلام ہو وہ بھی اپنے آقا کے مال اور گھر بار کی حفاظت کرنے کا ذمّہ دار ہے آقا کے مال کو ضائع نہ کردے اور امانت داری کے ساتھ چلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم اور محکوم مرد اور عورت آقا اور غلام سب کو ذمّہ دار بنایا ہے اور ہر شخص سے ان سب ذمّہ داریوں کے بارے میں سوال ہوگا جو اس کو سپرد کی گئیں تھیں یہ ذمّہ داری بہت بڑی امانت ہے اس کی ادائیگی کے لئے سب کو فکرمند رہنا لازم ہے۔

امانت داری ایمانی تقاضوں میں سے ہے

حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا ہو اور یہ نہ ارشاد فرمایا ہو کہ:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ۔

اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہیں۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۱۵)

صحیح مسلم ص ۵۶ ج ۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور وہ خیال کرے کہ میں مسلمان ہوں۔

① جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔
② جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔
③ جب عہد کرے تو دھوکہ دے۔
④ جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔ (صحیح بخاری ص ۱۰ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو تجھے اس بات کا کوئی ضرر نہیں کہ دنیا کی باقی چیزیں تیرے پاس نہیں ہیں۔

① امانت کی حفاظت۔
② بات کی سچائی۔
③ اخلاق کی خوبی۔
④ لقمے کی پاکیزگی۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آپ علم و فضل کے اس مرتبے پر کیسے پہنچے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بات کی سچائی، امانت کی ادائیگی اور لایعنی سے پرہیز ان تینوں کی وجہ سے میں اس مرتبہ پر پہنچا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۴۵)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی طرف سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دیدو میں تمہارے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

① جب بات کرو سچ بولو۔
② جب وعدہ کرو تو پورا کرو۔
③ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرو۔
④ اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھو۔
⑤ اپنی نظروں کو پست رکھو (یعنی جہاں نظر ڈالنا شرعاً ممنوع ہے وہاں نظر نہ ڈالو)۔
⑥ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو (یعنی کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو)۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تیرے پاس امانت رکھے اس کی امانت ادا کر دے اور جو شخص تیری خیانت کرے تو اس کی خیانت مت کر۔ (رواہ الترمذی، ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ ص۲۵۴)

خیانت کا مزاج اور رواج

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر وہ لوگ سب سے بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ سب سے بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آجائیں گے جو گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی اور یہ لوگ خیانت کریں گے حالانکہ ان کے پاس امانت رکھی نہ جائے گی اور نذر مانیں گے اور نذر پوری نہ کریں گے اور وہ قسم کھائیں گے اور اُن سے قسم نہ لی جائے گی اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائیگا ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ یہ لوگ قسم کھلائے بغیر قسم کھائیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۳ از بخاری و مسلم)

اس حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہیں گواہی دینے میں جھوٹ سچ کا کوئی احساس نہیں کیونکہ گواہی اور قسم کی ذمہ داری کو نہیں سمجھتے اس لئے گواہی طلب کئے بغیر گواہی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں

جھوٹی اور سچی گواہی میں کچھ فرق نہیں کرتے اُن کا مزاج بھی خیانت کا ہوتا ہے اگر اُن کے پاس امانت رکھدی جائے تب تو خیانت کرتے ہی ہیں جو کوئی چیز ان کے پاس بغیر امانت رکھے ہوئے پہنچ جائے مثلاً کہیں کوئی چیز پڑی ہوئی مل جائے یا کوئی شخص اپنی ملکیت اور مالیت سے غافل بیٹھا ہے تو فوراً خیانت کر گزریں گے۔ حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا کہ ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔ جو لوگ فکر آخرت سے خالی ہوتے ہیں اُن کے موٹاپے کی مذمت کی گئی ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا مزاج خیانت کا بن جاتا ہے اپنے اس مزاج کی وجہ سے خیانت کرتے رہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں کی قسمیں بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا:۔

والخائن الذی لا یخفیٰ لہ طمعٌ وان دقّ الاخانہٗ ورجل لا یصبح ولا یمسی الا وھو یخادعك عن اھلك ومالك۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۲)

یعنی اہلِ دوزخ میں وہ شخص بھی ہے جس کے ہاتھ ذراسی لالچ کی چیز بھی لگ جائے تو خیانت کر گزرے اور اہلِ دوزخ میں وہ شخص بھی ہے جو صبح ہو یا شام ہو تیرے اہل ومال کے بارے میں دھوکہ دیدے گا۔

مالیات میں امانتداری ملحوظ رکھنا لازم ہے

اداروں اور یتیموں اور بیواؤں کے اموال کی حفاظت کی ذمہ داری

جن لوگوں کے ہاتھوں میں دوسروں کے اموال ہیں ان میں ملوک اور حکام بھی ہیں اور یتیموں کے اولیاء بھی ہیں اور مسجدوں کے متولی بھی ہیں اور مدارس کے مہتمم بھی ہیں۔ اور بیت المال کے نگران بھی ہیں اور کہیں پر پڑا ہوا مال اٹھانے والے بھی ہیں اور بہت سے عہدیدار ہیں جن پر دوسروں کے مالوں کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یہ سب لوگ اس بات کے مامور ہیں کہ مالوں کی حفاظت کریں اور ذراسی بھی خیانت نہ کریں۔ امانت کی حفاظت اور اس کی ادائیگی بہت بڑی ذمہ داری ہے یہ سارے عہدے جسے دنیا میں خوشی خوشی قبول کیا جاتا ہے۔ پھر اُن سے متعلقہ ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا جاتا۔ قیامت کے دن وبال بن جائیں گے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے کسی عمل پر نہیں لگاتے (یعنی مجھے کوئی عہدہ عنایت نہیں فرماتے) اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مونڈھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا اے ابوذر تو ضعیف ہے اور بلاشبہ یہ عہدہ امانت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا ذریعہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے حق کے ساتھ لیا اور متعلقہ ذمہ داری کو پورا کیا اور ایک روایت یوں ہے کہ آپ نے فرمایا اے ابوذر میں تمہیں ضعیف دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لئے وہ پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں دو آدمیوں کا امیر مت بننا اور یتیم کے مال کا متولی نہ ہونا۔ (رواہ مسلم ص ۱۲۱ ج ۲)

آپس میں ایک دوسرے کے اموال قبضہ میں آجاتے ہیں اُن کی حفاظت کرنا اور پھر صاحبِ حق کو ان کا حق پہنچانا بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے، اس میں ایک بہت بڑی امانت داری کی خلاف ورزی میراث کے اموال میں کرتے ہیں جب کوئی شخص اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے تو اپنے پیچھے بیوی بچے اور ماں باپ اور میراث کا مال چھوڑ جاتا ہے شرعاً وارثوں کے حصے مقرر ہیں جو مرنیوالے کے والدین کو بیٹوں کو اور بیٹیوں کو اور بیویوں کو اور دیگر ورثاء کو پہنچتے ہیں آجکل عموماً یہ ہوتا ہے کہ میراث شریعت کے مطابق تقسیم کرتے ہی نہیں جس کے پاس جو مال ہے اسی پر اپنا قبضہ برقرار رکھتا ہے یہ بالکل نہیں سوچتا کہ اس میں میرا کتنا حصہ ہے کہیں میرے پاس اپنے حصے سے زیادہ تو نہیں آگیا اگر میراث تقسیم کرنے لگتے ہیں تو مرنے والے کے بیٹے ہی بانٹ لیتے ہیں بیٹیوں کو حصہ نہیں دیتے یہ ظلم ہے امانت میں خیانت ہے اسی طرح مرنے والے کی بیوی اور ماں باپ کو میراث نہیں دیتے خاص کر سوتیلی ماں کو تو بالکل ہی محروم کر دیتے ہیں جس بیوی کی اولاد کے قبضہ میں جو مال آگیا اس پر قبضہ کر لیتے ہیں اور مرنے والے کی دوسری بیوی جو اپنی ماں کے علاوہ ہے اور نہ دوسری بیوی سے جو اولاد ہے اُسے ذرا سا بھی دینے کو روادار نہیں ہوتے، شرعی طریقے پر میراث جاری نہ کرنا اور خود ہی قبضہ کر کے بیٹھے رہنا خیانت ہے اور سخت حرام ہے اور اس کا عام رواج پڑا ہوا ہے بہت مرتبہ مرنے والے کی بیوی کا مہر واجب ہوتا ہے اوّل اُسے وہ دیا جائے پھر اُسے میراث کا حصہ دیا جائے اسی طرح بہنوں کو بھی ان کا مقررہ شرعی حصہ دیا جائے۔

جھوٹ موٹ کی اوپر کے دل سے جو معافی کرالی جاتی ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

مرنے والوں کی اولاد میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں چونکہ میراث تقسیم نہیں کی جاتی اس لئے ان کا حصّہ بھی الگ نہیں کیا جاتا، جس کے قبضہ میں مال ہو وہ تھوڑا بہت اُن پر خرچ کرتا رہتا ہے اور باقی بلاحساب اپنے اوپر خرچ کرتا چلا جاتا ہے اس میں بہت بڑی خیانت ہوتی ہے، ناسمجھ چھوٹا بچہ کیا کہہ سکتا ہے جس کے قبضہ میں مال ہو وہی امانت داری سے یتیم کا مال محفوظ رکھے اور بقدر ضرورت خرچ کرے اس کے برخلاف ہوتا یہ ہے کہ جس کا مال پر قبضہ ہو وہ یتیم بچوں کے بالغ ہونے سے پہلے انکا مال اپنے نام یا اپنی اولاد کے نام کر لیتا ہے جب یتیم بچہ بالغ ہوتا ہے تو وہ خالی ہاتھ رہ جاتا ہے قرآن مجید میں فرمایا ہے:-

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ۵ (سورۂ نساء)	اور یتیموں کو انکے مال دیدو (یعنی اُن پر خرچ کرتے رہو) اور تم (ان کے مال میں شامل کرنے کیلئے اُن کی) اچھی چیز سے بُری چیز کو مت بدلو (یعنی ایسا مت کرو کہ ان کی اچھی چیز تو نکال لیجائے اور بُری چیز ان کے مال میں ملا دیجائے) اور اپنے مالوں میں ملا کر مت کھا جاؤ بے شک ایسا کرنا بڑا گناہ ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں یہ بتایا ہے کہ یتیموں کا مال ان کو دیدو یعنی اُن پر خرچ کرتے رہو اور ایسا نہ کرو کہ بُرے مال کو اُن کے اچھے مال سے بدل لو اور یہ بھی نہ کرو کہ ان کے مال کو اپنے مال سمجھ کر کھا جاؤ اخیر میں فرمایا کہ یہ بڑا گناہ ہے۔

پھر دو آیات کے بعد فرمایا:-

وَلَا تَاْکُلُوْھَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّکْبَرُوْا۔	اور ان کے مالوں کو فضول اُڑاتے ہوئے اور خیال کرتے ہوئے کہ یہ بڑے ہو جائیں گے جلدی جلدی اڑا کر مت کھا جاؤ۔

اس میں یہ نصیحت فرمائی کہ یتیموں کے مال کو فضول خرچی کے طور پر مت اُڑا دو اور اس خیال سے کہ یہ بڑے ہو کر اپنا مال طلب کر لیں گے جلدی جلدی مت کھا جاؤ جو لوگ یتیموں کے اموال میں خیانت کرتے ہیں ان کے لئے اس میں بڑی تنبیہ ہے۔

پھر چند آیات کے بعد فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ	بے شک جو لوگ ظلم کے طریقے پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں بات

الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ یہی ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

اس آیت میں یہ فرمایا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا ہی سب کچھ ہے، کھایا پیا یہیں برابر ہو جائے گا خوب سمجھ لیں کہ آگے آنے والی گھاٹی بہت سخت ہے یوم آخرت میں حساب کتاب ہے، یتیموں کے مال کھا جانا آسان بات نہیں۔ یہاں وہ ضعیف ہیں معصوم بچے ہیں کچھ نہیں کہہ سکتے، لیکن بارگاہِ خداوندی میں جب پیشی ہوگی تو اس حرام خوری کی سزا بھگتنی ہوگی یتیم کا مال کھا رہے ہیں بظاہر روٹی سے پیٹ بھر رہے ہیں لیکن حقیقت میں اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن دوزخ کی دہکتی آگ میں داخل ہوں گے جو لوگ ورثہ کا مال تقسیم نہیں کرتے یتیموں کا حق نہیں دیتے اور جو لوگ یتیم خانے کھول کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ یتیموں کے نام سے چندے کرتے ہیں اور ان پر ذرا بہت خرچ کرکے خود ہی کھا جاتے ہیں آیت کے مضمون پر بار بار غور کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ میراث کے مال تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے گھر گھر یتیم کا مال کھایا جا رہا ہے اور کھانے والوں کو ذرا اس طرف توجہ نہیں۔

اموالِ عامہ میں خیانت کرنے کا وبال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ فئی کو (گھر کی) دولت بنا لیا جائے اور امانت کو مالِ غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوٰۃ کو تاوان بنا لیا جائے اور دین (دینی تعلیم) غیر کے لئے حاصل کیا جائے اور مرد اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے اور اپنی والدہ کا دل دُکھائے اور اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دُور کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند کی جانے لگیں اور قبیلے کے سردار فاسق لوگ بن جائیں اور قوم کا ذمہ دار وہ شخص بن جائے جو ان میں سب سے زیادہ رذیل ہو اور کسی شخص کی عزت اس لئے کی جائے کہ وہ کوئی شر نہ پھیلا دے اور گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان ظاہر ہو جائیں اور شرابیں پی جائیں اور اس امت میں بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں تو اس وقت سرخ آندھی اور زلزلہ اور زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کا اور دوسری نشانیوں کا انتظار

کرنا جو لگا تار پے در پے آئیں گی جیسے کہ کسی لڑی کا تاگہ ٹوٹ جائے اور برابر دانے گرنے لگیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۷ از ترمذی)

اس حدیث میں پندرہ ایسی چیزیں مذکور ہیں جن کے ظاہر ہونے پر طرح طرح کے عذاب آنے کی پیشن گوئی فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ان چیزوں کا ظہور ہو جائے تو سرخ آندھی کا اور زلزلے آنے اور زمین میں دھنسائے جانے کا اور صورتیں مسخ ہونے کا اور آسمان سے پتھر برسنے کا انتظار کرنا اور صرف عذاب کی یہی قسمیں نہیں اور دوسری قسم کے عذاب بھی آئیں گے اور ایسے جلدی جلدی آئیں گے کہ جیسے کسی لڑی میں موتی پروئے ہوئے ہوں اور وہ لڑی ٹوٹ جائے تو دمادم اس کے دانے گرنے لگیں، مطلب یہ ہے کہ مذکورہ عذابوں کے علاوہ دوسرے عذاب بھی جلدی جلدی آجائیں گے۔

اس حدیث میں ان پندرہ چیزوں کا ذکر ہے وہ سب ہی ظاہر ہو چکی ہیں اور جن عذابوں کا ذکر ہے اُن میں سے بعض عذاب آچکے ہیں اور آتے رہتے ہیں جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھ رہا ہے لوگوں میں بغاوت اور سرکشی بھی ترقی کر رہی ہے اور لوگ اپنے عمل سے ان عذابوں کو دعوت دے رہے ہیں جن کا حدیث بالا میں ذکر ہے۔

اہلِ فکر اہلِ نظر غور کریں تو عامۃ الناس میں ان چیزوں کو موجود پائیں گے جن کا حدیث شریف میں تذکرہ فرمایا ہے ہم نے اس حدیث کو اپنے اس مضمون میں اس لئے لیا ہے کہ اس میں امانت میں خیانت کا ذکر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ فئی کو گھر کی دولت بنالیا جائے (یعنی جو مال کافروں سے شرعی اصول کے مطابق وصول کیا جائے۔ خراج جزیہ، مالِ مصالحت وغیرہ اُسے رؤسا امراء اور وزراء آپس ہی میں بانٹ لیں) اور جس کے پاس کوئی امانت کا مال ہو اُسے مالِ غنیمت بنالیا جائے ایسا سمجھ کر کھالیا جائے جیسے جنگ کے موقع پر کافروں سے حاصل کیا ہوا مال مجاہدوں پر تقسیم کر دیتے ہیں جو اُن کے لئے حلال ہوتا ہے تو یہ دونوں عمل بھی عذاب لانے والی چیزیں ہیں۔

آجکل دیکھا جاتا ہے کہ لوگوں کے پاس امانت رکھ دی جاتی ہے تو کھا پی کر برابر کر دیتے ہیں بعضے تو امانت سے منکر ہی ہو جاتے ہیں اور بعض یہ سمجھ کر استعمال کر لیتے ہیں کہ ہم ادا کر دیں گے یہ دونوں صورتیں

حرام ہیں جس شخص نے کسی کے پاس امانت رکھی ہے اس نے امانت دار سمجھ کر رکھی تھی انکار کردینا یا کسی بھی نیت سے اس کو استعمال کرلینا امانت داری کے خلاف ہے اور سراسر خیانت ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرگیا کہ وہ تکبر سے اور غلول سے اور قرضہ سے بری ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہوگیا کہ اس میں نہ تکبر تھا نہ غلول تھا اور نہ اس پر قرضہ تھا تو یہ شخص جنت میں داخل ہوگا بڑا بننے اور حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام تکبر ہے اور قرضہ کے بارے میں بھی وعید آئی ہے بہت سے قرضہ لے لیتے ہیں پھر ادائیگی کا نام نہیں لیتے اور اسی حالت میں مرجاتے ہیں ان کا معاملہ بڑے خطرے میں ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں قتل کردیا جائے پھر زندہ ہوجائے پھر اللہ کی راہ میں قتل کردیا جائے پھر زندہ ہوجائے پھر اللہ کی راہ میں قتل کردیا جائے پھر زندہ ہوجائے اور (وہ اس حالت میں مرجائے کہ) اُس پر قرض ہو تو جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ کردیا جائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۵۴)

اوّل تو جہاں تک ممکن ہو قرض نہ لیا جائے اگر قرض لے لے تو جلد سے جلد ادا کرے اور اپنے پاس ادائیگی کا انتظام بھی رکھے کہ اچانک موت آجائے تو اس کے مال سے ادا کیا جاسکے۔

حدیث بالا میں غلول کا بھی ذکر ہے غلول خیانت کرنے کو کہتے ہیں اور بعض علمائے لغت نے لکھا ہے کہ غنیمت جنگ کے موقعہ پر جو کافروں سے حاصل ہو اس میں خیانت کرنا غلول ہے۔

مطلق خیانت بھی گناہ کبیرہ ہے سورۂ آلِ عمران میں فرمایا وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ جو شخص غلول کرے گا وہ اس چیز کو لے کر آئے گا جس کی اس نے خیانت کی۔

ایک مرتبہ ایک شخص بالوں کی ایک رسی لے کر حاضر خدمت ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ہمیں مالِ غنیمت میں مل گئی تھی آپ نے فرمایا کیا تو نے بلال کی آواز سنی تھی جب اس نے تین بار پکارا تھا (کہ جس کے پاس غنیمت کی کوئی چیز ہو وہ لے آئے) اُس نے کہا کہ جی ہاں! یہ منادی

سی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو اُسے کیوں لے کر نہ آیا اس پر اس شخص نے عذر پیش کیا (جو قابلِ قبول نہ تھا) آپ نے فرمایا کہ اب تو ہی اسے قیامت کے دن لے کر آنا۔ میں تجھ سے ہرگز قبول نہیں کروں گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۴۵ از ابوداؤد)

خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آنا رسوائی کے طور پر ہو گا لوگ دیکھ لیں گے اس نے یہ خیانت کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رسی قبول نہیں فرمائی کیونکہ اس میں تمام مجاہدین کا حق تھا اب جبکہ وہ منتشر ہو گئے تو ہر ایک کو پہنچانے کا موقعہ نہیں رہا۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر کے موقعے پر ایک شخص کی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی نمازِ جنازہ تم پڑھ لو یہ سُن کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے متغیر ہو گئے (کیونکہ وہ سوچنے لگے کہ جو شخص جہاد میں شریک ہوا ہے اس کے بارے میں آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما رہے ہیں اور ہمیں نماز پڑھنے کو حکم دے رہے ہیں) آپ نے (محسوس فرمایا اور) فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی نے اللہ کے راستے میں ہوتے ہوئے غلول کیا ہے اس کے بعد ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو یہودیوں سے جو مالِ غنیمت میں ملا تھا اس میں سے چند دانے موتیوں کے ملے جو دو درہم کے برابر بھی نہ تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۴۵ از ابوداؤد)

یوں تو ہر خیانت حرام ہے لیکن ایسے مالوں میں خیانت کرنا جس میں بہت سے لوگوں کا حق ہو، بہت سخت بات ہے اگر کسی ایک شخص کی خیانت کی جائے اس کو پہنچانا آسان ہے لیکن اجتماعی اموال میں خیانت کر لی جائے تو ان کی ادائیگی دنیا میں نہیں ہو سکتی کیونکہ بعض مرتبہ تو مستحقین معلوم ہی نہیں ہوتے اور بعض مرتبہ منتشر ہو جاتے ہیں اور دور دراز علاقوں میں چلے جانے کی وجہ سے ادائیگی دشوار ہو جاتی ہے جو لوگ اوقاف کے متولی ہیں مسلمانوں کے بیت المال کے ذمہ دار ہیں مدرسوں کے مہتمم ہیں انجمنوں کے سیکریٹری اور خزانچی ہیں ان لوگوں کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ نہ خود ناجائز طریقے پر خود کوئی چیز اپنے استعمال میں لائیں اور نہ کسی دوسرے پر خرچ کریں۔ حساب ٹھیک رکھیں۔ اپنی پارٹی اپنی قوم اپنے خاندان پر قانونِ شریعت کے خلاف خرچ کر کے گناہگار نہ بنیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ دھاگہ بھی لاکر دے دو اور سوئی بھی لاکر دیدو اور غلول سے بچو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے لوگوں کے لئے رسوائی کا سبب ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۵۱ از دارمی)

جب کسی علاقہ میں خدانخواستہ زلزلہ آجائے یا کوئی علاقہ سیلاب زدہ ہوجائے تو دیگر ممالک سے امداد آتی ہے اور عموماً اہلِ خیر بھی امدادی فنڈ میں چندہ دیتے ہیں کیا یہ پوری رقم مصیبت زدگان کو پہنچ جاتی ہے؟ جن ہاتھوں میں یہ رقم پہنچتی ہے چونکہ ان کے بارے میں عام طور سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ نہ اُن میں تقویٰ ہے نہ امانت داری ہے نہ فکرِ آخرت ہے اس لئے لوگ یہی کہتے ہیں کہ اجی تھوڑا بہت غریبوں کو پہنچا ہے اور باقی درمیان کے لوگ کھا گئے جن کے ہاتھوں سے تقسیم ہونا تھا جو لوگ ایسا کرتے ہیں درحقیقت بہت بڑے خائن ہیں جن کے لئے اموال دیئے گئے ہیں اُن تک نہیں پہنچائے یہ اجتماعی اموال میں خیانت ہے۔

شوہر کا مال بیوی کے پاس امانت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں جسے مل گئیں اُسے دنیا و آخرت کی خیر مل گئی ① شکر گزار دل ② ذکر کرنے والی زبان ③ مصیبت پر صبر کرنے والا بدن ④ ایسی بیوی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں شوہر کی خیانت نہ کرتی ہو۔ (مشکوٰۃ ص۲۸۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنی جان میں شوہر کی خیانت نہ کرے یعنی شوہر کے سوا کسی دوسرے سے آنکھیں نہ ملائے اور دوست نہ بنائے نہ زنا کرے نہ کسی سے وہ تعلق قائم کرے جو زنا کی طرف لیجاتا ہے۔ نیز عورت کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ شوہر نے جو مال اس کے سپرد کیا ہے اس میں خیانت نہ کرے اور اس میں جس قدر اور جس ضرورت میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے اس کی اجازت کے مطابق ہی خرچ کرے اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے خطبے میں یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کوئی عورت کوئی چیز اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا کھانا بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو نہ دے؟ فرمایا

یہ تو ہمارے مالوں میں سب سے افضل چیز ہے (یعنی شوہر کی اجازت کے بغیر کھانا بھی کسی کو نہ دے کیونکہ اس کی حاجت زیادہ ہوتی ہے۔ (رواہ الترمذی کمافی المشکوٰۃ ص۱۷۲)

معلوم ہوا کہ صدقہ دینے میں اپنے ماں باپ اور بہن بھائی اور دیگر رشتہ داروں پر بھی شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے البتہ شوہر کو چاہیئے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بیوی کو صدقہ کرنے اور اعزا و اقربا پر خرچ کرنے کی اجازت دیدے ایسا کرنے سے شوہر کو بھی ثواب ملے گا کیونکہ اس نے مال کمایا ہے اور عورت کو بھی ثواب ملے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے خرچ کرے جبکہ بے جا خرچ کرنے والی نہ ہو تو اُسے خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمائی کرنے کا ثواب ملے گا اور جو شخص خزانچی ہو اور (مالک کی اجازت سے اس کا مال فی سبیل اللہ خرچ کرے) تو اسے بھی ثواب ملے گا۔ ایک دوسرے کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۲، بخاری و مسلم)

امانت دار خازن کی فضیلت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان خزانچی جو امانت دار ہو جو مالک کے حکم کے مطابق پورا اپنے نفس کی خوشی کے ساتھ خرچ کرے تو یہ خزانچی بھی صدقہ کرنے والوں میں شمار ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷۲)

بہت سے لوگ اس کام پر مامور اور ملازم ہوتے ہیں کہ مال کی حفاظت کریں اور حساب درست رکھیں جو لوگ مالک ہوتے ہیں وہ اپنے خازن اور کیشیر سے کہدیتے ہیں کہ فلاں کو اتنا دیدو اور فلاں مدرسہ میں اتنی رقم بھیجدو، ان میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مالک حکم کی بنا پر خرچ کرنے پر مجبور کر دے تو دیدیتے ہیں لیکن اندر سے ان کا دل گھٹتا ہے نوٹ ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں تو ان کی انگلیوں سے چھوٹنا مشکل ہوتا ہے بالآخر بد دلی کے ساتھ دیدیتے ہیں مال دوسرے کا پھر خازن اور کیشیر کا دل کیوں دُکھتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انکی طبیعت کی کنجوسی یہ گوارا نہیں کرتی کسی کا مال اللہ کی راہ میں خرچ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

لوگوں کا مزاج معلوم تھا آپ نے فرمایا کہ جو مسلمان خزانچی امانت دار ہو جب اُسے کسی کارِخیر میں خرچ کرنے کا حکم دیا جائے پھر وہ اسے اپنے نفس کی خوشی کے ساتھ خرچ کر دے تو اُسے بھی صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا خزانچی کی دو صفات بیان فرمائیں۔

اوّل، امانت دار ہو۔ دوئم: یہ کہ جب اُس سے خرچ کرنے کے لئے کہا جائے تو خوش دلی کے ساتھ خرچ کرے ہر خزانچی کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

کاروبار میں امانت اور خیانت

تجارت میں سچائی اور امانتداری کی ضرورت

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(رواہ الترمذی)

یہ تاجروں کے لئے بڑی خوشخبری ہے، سچائی اور امانت داری کا خیال رکھیں تو کسب معاش کے عمل میں بھی ثوابِ عظیم پا سکتے ہیں۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تاجروں کا حشر قیامت کے دن بدکاروں میں ہوگا سوائے اس تاجر کے جو پرہیزگار رہا اور (اپنے اعمال میں) نیکی اختیار کی اور باتوں میں سچا رہا۔ (رواہ الترمذی)

پہلی حدیث میں سچے اور امانت دار تاجروں کی فضیلت بیان فرمائی اور اس حدیث میں فرمایا کہ عموماً تاجروں کا حشر بدکاروں میں ہوگا، چونکہ تاجر عام طور سے جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں اور گاہک ہموار کرنے کے لئے جھوٹ کہدیتے ہیں کہ مثلاً ہم نے یہ مال اتنے کا خریدا ہے اور اتنے کا بک رہا تھا ہم نے نہیں بیچا اور بازاروں میں اس کے یہ دام ہیں اس لئے وہ قیامت کے دن بدکاروں میں شمار ہوں گے، ہاں ان میں جو سچے اور نیکوکار رہوں گے وہ اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

تاجر لوگ کئی طرح سے جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں اس میں ایک طریقہ یہ ہے کہ جس سے

مال خریدتے ہیں اس سے قیمت خرید سے زیادہ بل بنوالیتے ہیں پھر گاہک کو وہ بل دکھا کر کہتے ہیں کہ دیکھو یہ چیز اتنے کی ہے، اس بات سے گاہک دھوکہ کھا کر مال خرید لیتا ہے اور یہ صریح دھوکہ ہے کسی دکاندار کو ایسا کرنا حلال نہیں ہے اور جس نے جھوٹا بل بنا کر دیا ہے وہ بھی اس گناہ میں شریک ہے، پرانے مال کو نیا بتانا یا نئے مال کو پرانا بتانا یا یوں کہنا یہ فلاں ملک کا بنا ہوا ہے (حالانکہ اس ملک نہیں ہے) یا ایک ملک کے تیار کردہ مال پر دوسرے (ملک کے نام کا) چھاپ مار دینا یا لیبل لگا دینا یہ سب جھوٹ ہے فریب ہے اور حرام ہے۔

دھوکہ دہی، مال میں ملاوٹ اور خیانت کرنے کی مذمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلہ کے ڈھیر پر گزر ہوا آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو آپ کی مبارک انگلیوں میں کچھ تری لگ گئی آپ نے غلہ والے سے فرمایا کہ یہ کیا ہے (یعنی یہ غلہ بھیگا ہوا کیوں ہے) انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کو بارش کا پانی پہنچ گیا تھا (جس کی وجہ سے اوپر سے سوکھ گیا اور اندر تری باقی رہ گئی) آپ نے فرمایا۔ تم نے اندر کے حصے کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے (پھر فرمایا) جو شخص خیانت کا کام کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (رواہ مسلم) یعنی مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں اور میں اُسے اپنے آدمیوں میں شمار نہیں کرتا۔

حدیث کے آخر میں لفظ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ وارد ہوا ہے۔ لفظ غش، خیانت، دھوکہ دہی فریب کاری کا معنی دیتا ہے۔ مال میں ملاوٹ کرنا۔ عیب چھپا کر بیچ دینا اور کوئی بھی ایسا کام کرنا جس میں گاہک کو دھوکہ دیا جائے یا اس کی خیانت کی جائے وہ سب اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

عیب چھپا کر مال بیچنے ہی پر کوئی منحصر نہیں ہے ہر قسم کی خیانت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا کہ جو شخص خیانت کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۰۵)

یہ فرمان ہر قسم کی خیانت کو شامل ہے جو بھی کوئی شخص خیانت کرے وہ سمجھ لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے آدمیوں میں شمار نہیں فرما رہے۔

عیب چھپاکر فروخت کرنے کا وبال

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس نے کسی (چیز کو) عیب کے ساتھ فروخت کر دیا جس سے خریدار کو آگاہ نہیں کیا تو برابر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا اور فرمایا کہ اس پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۹ از ابن ماجہ)

ناپ تول میں کمی کرنا خیانت ہے

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولٰٓئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ہلاکت ہے کمی کرنے والوں کے لئے جو لوگوں سے لینے سے ناپتے ہیں تو پورا لے لیتے ہیں اور جب لوگوں کو تول کر یا ناپ کر دیتے ہیں تو کم کرتے ہیں کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یہ ایک بڑے دن کے لئے اُٹھائے جائیں گے جس دن لوگ رب العالمین کے لئے کھڑے ہوں گے۔

اس آیتِ شریفہ میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے جو لوگوں کے ہاتھ میں مال بیچتے ہیں تو کم ناپتے ہیں اور تولتے ہیں تو تولتے وقت ڈنڈی مار دیتے ہیں اور ایک طرف کو کسی ترکیب سے پلڑا جھکا دیتے ہیں ان لوگوں کو قیامت کے دن کی پیشی یاد دلائی اور فرمایا کہ جس دن رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے اس دن اس خیانت کا کیا وبال ہوگا اس پر غور کرنا چاہیئے ذرا سی حقیر دنیا کے لئے اپنے ذمہ حقوق العباد لازم کرتے ہیں اور دھوکہ فریب دیکر تجارت کرتے ہیں اس کا وبال آخرت میں بھی ہے اور دنیا میں بھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپ تول کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں ان دونوں کے بارے

میں گذشتہ امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔

ناپ تول میں کمی کرنے کا رواج حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں تھا۔ انہوں نے انکو بار ہا سمجھایا وہ نہ مانے بالآخر عذاب آیا اور ہلاک ہو گئے جیسا کہ سورۂ شعراء میں اس کا ذکر موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق کاٹ دیا جائے گا۔ یعنی ان کے رزق میں کمی کر دی جائے گی۔ یا رزق کی برکت اُٹھالی جائیگی۔ ناپ تول میں کمی کر کے دینا تو حرام ہے ایسا کرنے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں برخلاف اس کے جُھکا کر تولنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے ایک ایسے شخص پر گزر ہوا۔ جو مزدوری پر تول رہا تھا (یعنی بیچنے والے کا مال زیادہ مقدار میں تھا۔ ایک شخص اس کی طرف سے تول رہا تھا۔ اور اس نے اپنے اس عمل کی اجرت طے کر رکھی تھی) آپ نے اس سے فرمایا زِنْ وَارْجِحْ (تو تول اور اور جُھکا کر تول۔ (رواہ احمد والترمذی کما فی المشکوٰۃ صـ۲۵۳)

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال فروخت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم مالِ تجارت کو تو بکوا دیتی ہے (لیکن) برکت کو ختم کر دیتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ بات نہیں کرے گا اور ان کی طرف (نظرِ رحمت سے) نہیں دیکھے گا اور انہیں پاک نہیں کرے گا۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کا بُرا ہو اور نقصان میں پڑیں یہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک تو وہ جو (ٹخنوں سے نیچے) کپڑا لٹکانے والا ہو دوسرا وہ شخص جو (کچھ دے کر) احسان جتانے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو اپنے تجارتی سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعے فروخت کرتا ہو۔ (رواہ مسلم)

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے تاجروں کی جماعت! بے شک بیع میں قسم اور لایعنی باتیں موجود ہو جاتی ہیں لہٰذا صدقہ کی آمیزش رکھو۔

(رواہ ابوداؤد)

یعنی تاجر کو بہت احتیاط والا ہونا چاہیئے۔ قسم کھانے سے بچے اور اپنے مال کی تعریف کرنے

میں مبالغہ نہ کرے اور وہ بات بیان نہ کرے جو مال میں نہ ہو لیکن جو لوگ احتیاط کرتے ہیں کبھی ان کی زبان سے بھی قسم اور لایعنی بات نکل جاتی ہے لہٰذا صدقہ دیتے رہنا چاہیئے تاکہ بے دھیانی سے جو لغزش ہوگئی ہے اس کے مقابلے میں کچھ نہ کچھ نیکی بھی ہو جائے۔

جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال حاصل کر لینا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال لے لیا (جو حقیقت میں اس کا نہ تھا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ واجب کردے گا اور اس پر جنت حرام فرما دے گا۔ یہ سن کر ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ذرا سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ پیلو کی لکڑی کی ایک چھڑی ہی کیوں نہ ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۷ از مسلم)

کسی صاحبِ حق کا حق دبانے کے لئے جو لوگ جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کریں۔

شریک خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ نہیں رہتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں دو ساجھیوں کا تیسرا ہوں جب تک کہ ان میں کا ایک اپنے ساتھی کی خیانت نہ کرے، پس جب ایک خیانت کر لیتا ہے تو میں دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

(رواہ ابوداؤد)

مطلب یہ کہ دو آدمی ساجھے میں کاروبار کریں تو وہ صرف دو ہی نہیں ہوتے بلکہ ان کا تیسرا ساتھی خداوند عالم ہوتا ہے جو ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کے مال میں برکت دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ساتھ اس وقت تک رہتا ہے جب تک دونوں میں سے کوئی خیانت نہ کرے اور اگر خیانت کر لی تو اللہ تعالیٰ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں (اور بیچ میں شیطان کود پڑتا ہے) امانت داری کے خلاف کرنے کو خیانت کہتے ہیں۔

مزدور کی مزدوری جلدی دو اور پوری دو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مزدور کی مزدوری، اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن پر میں قیامت کے دن دعویٰ کروں گا۔

(۱) جس شخص نے میرا نام لے کر عہد کیا پھر دھوکہ دیا۔
(۲) جس شخص نے آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھاگیا۔
(۳) جس نے کسی شخص کو مزدوری پر لیا پھر اس سے کام پورا لے لیا اور اس کی مزدوری نہ دی۔

(بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدور کی مزدوری جلد دی جائے اور پوری دی جائے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نام پر عہد کرنے کے بعد معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کا سخت وبال ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی ایسے مرد عورت بچے یا بچی کو بیچ دینا جو شرعی اصول کے مطابق مملوک نہ ہو حرام ہے اور اسکی قیمت بھی حرام ہے بہت سے لوگ اپنی لڑکیاں بیچ دیتے ہیں جس کا رواج بعض علاقوں میں ہے اور بہت سے لوگ قحط کے زمانہ میں اپنے بچوں یا دوسروں کے بچوں کو بیچ دیتے ہیں یہ سب حرام ہے۔

جس طرح مزدور سے کام لے کر اس کی مزدوری رکھ لینا یا پوری نہ دینا سخت گناہ ہے اور اس میں حقوق العباد مار لینے کی معصیت اپنے اوپر سوار کرلینا ہے۔ اسی طرح مزدور کے لئے بھی لازم ہے کہ کام پورا کرے اور وقت پورا دے بہت سے لوگ تنخواہ اور مزدوری تو پوری لے لیتے ہیں اور کام پورا نہیں کرتے یا صحیح نہیں کرتے یا وقت پورا نہیں دیتے اس میں بھی خیانت ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو حقوق العباد مار لینے کی معصیت میں مبتلا کرتے ہیں یہ لوگ خیانت کرنے کے بھی گناہگار ہوتے ہیں اور حقوق العباد کا بوجھ بھی اپنی گردن پر رکھتے ہیں معلوم ہوا کہ قیامت کے دن حقوق العباد کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعے ہوگی اور نیکیوں سے پورا نہ پڑا تو اصحابِ حقوق کے گناہ اپنے سر لینے پڑینگے

اور جو لوگ رشوت لیتے ہیں اور رشوت لینے کی وجہ سے کارِ مفروضہ انجام دینے کے بجائے رشوت دینے والے کے مرضی کے مطابق اس کا کام کر دیتے ہیں یہ لوگ بھی خیانت کرنے والے ہیں رشوت تو حرام ہے ہی ملازمت کی تنخواہ بھی حلال نہیں رہی کیونکہ جس کام کی تنخواہ دی جاتی ہے اس کے خلاف کام کرتے ہیں۔

ہر ملازم اور ہر مزدور پر لازم ہے کہ گناہگاری والا عمل نہ کرے اور جو کام سپرد کیا گیا ہو اسے صحیح طریقہ پر پورا انجام دے۔

مالیات کے علاوہ دیگر امور میں خیانت

درحقیقت امانت داری بہت بڑی صفت ہے اور اس کو پورا کرنا ایمان کا بہت بڑا مطالبہ ہے اور یہ ایسی عظیم صفت ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے یہ صفت صرف مالیات ہی سے متعلق نہیں دیگر امور میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت داری پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے۔

مؤذن امانتدار ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام ضَامِنٌ ہے اور مؤذن امانت دار ہے (پھر آپ نے اللہ کے حضور میں یوں عرض کیا کہ) اے اللہ! اماموں کو صحیح راہ پر رکھ۔ مؤذن کی مغفرت فرما۔ (رواہ احمد ابوداؤد کمافی المشکوٰۃ ص۶۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں مؤذنوں کی گردنوں میں لٹکی ہوئی ہیں یعنی مسلمانوں کے روزے اور ان کی نمازیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۶۶)

اذان دینے والے امانت دار ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کی نمازیں اور روزے ان کی اذانوں سے متعلق ہیں اگر کسی نے فجر کی اذان وقت سے پہلے دیدی تو جس نے اب تک سحری نہ کھائی ہوگی وہ یہ سوچ کر سحری نہ کرے کہ اذان ہوگئی سحری کا وقت ختم ہوگیا اور اگر وقت کے بعد اذان دی تو جو لوگ سحری کھا رہے ہیں وہ اذان کے انتظار میں سحری کھاتے رہیں گے اور اذان کی آواز تک سحری کھاتے رہیں گے اور ان کا روزہ جاتا رہے گا اور اگر مؤذن نے سورج غروب ہونے سے پہلے

اذان دیدی اور لوگوں نے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ مؤذن نے صحیح وقت پر اذان دی ہے تو اس کے روزے ٹوٹ جائیں گے جن کی قضا واجب ہوگی اسی طرح اگر کسی مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دیدی اور اس کی اذان سُن کر لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ان لوگوں نے جو نماز کے لئے مسجدوں میں نماز کے لئے نہیں آسکتے (مثلاً عورتیں اور ضعیف مرد) تو ان لوگوں کی نمازیں نہ ہوں گی کیونکہ وقت سے پہلے کوئی نماز نہیں ہوتی، لہٰذا مؤذن پر لازم ہے کہ اوقاتِ نماز کی ابتداء اور انتہاء کو بھی سمجھے، اور پھر اوقات کی نگرانی بھی کرے اور مقررہ اوقات کے مطابق اذان دے۔ اس میں تنخواہ دار اور بے تنخواہ کام کرنے والے سب کی ذمہ داری برابر ہے۔

امام کے بارے میں فرمایا کہ وہ ضامن ہے مقتدیوں کی نمازوں کی صحت امام کی طہارت پر موقوف ہے امام کے کپڑے ناپاک ہوں یا امام نے بے وضو یا غسل فرض ادا کئے بغیر نماز پڑھادی تو نہ اس کی نماز ہوگی اور نہ مقتدیوں کی، اسی طرح اگر قرأت غلط پڑھ دی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس کی نماز بھی گئی اور مقتدیوں کی بھی۔ لہٰذا امام پر لازم ہے کہ وہ صحت صلاۃ کی تمام شرائط کا لحاظ رکھے اور اپنی ذمہ داری محسوس کرے۔

مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا حدث الرجل الحدیث ثم التفت فھی امانۃ۔ کہ جب کسی شخص نے کوئی بات کہی پھر اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا (کہ کوئی سُن تو نہیں رہا) تو یہ امانت ہے (جس نے یہ بات سُن لی وہ اُسے آگے نہ بڑھائے کیونکہ وہ امانت ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص۴۲۳)

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں مگر تین مجلسیں ایسی ہیں جن کا راز فاش کر دینا چاہیئے۔ اوّل تو وہ مجلس جس میں کسی کا خون بہانے کا مشورہ کیا جائے جس کا قتل کرنا حرام ہو۔ دوسری وہ مجلس جس میں زناکاری کا مشورہ کیا گیا ہو۔ تیسری وہ مجلس جس میں کسی کا مال ناحق طریقے پر لینے کا مشورہ کیا گیا ہو۔

(رواہ ابوداؤد، فی کتاب الادب من سننہ)

مشورہ دینا امانت ہے

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان المستشار موتمن کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانتدار ہوتا ہے (رواہ الترمذی فی ابواب الزہد) مطلب یہ ہے کہ جس سے مشورہ لیا جائے اس پر واجب ہے کہ صحیح مشورہ دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے کے حق میں بہتر ہو۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کو کسی ایسی بات کا مشورہ دیا جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ مشورہ اس کی مصلحت کے خلاف ہے تو اس نے مشورہ لینے والے کی خیانت کی۔ (اخرجہ ابوداؤد فی کتاب العلم)

بلا اجازت کسی کے گھر میں نظر ڈالنا خیانت ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جن کا کرنا کسی کیلئے حلال نہیں۔

(۱) کوئی شخص کسی جماعت کا امام بنے پھر اُن کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے ہی دعا کرے ایسا کرنا حلال نہیں اگر ایسا کیا تو اس نے خیانت کی۔

(۲) اور کوئی شخص اجازت لئے بغیر کسی گھر میں نظر نہ ڈالے اگر اس نے ایسا کیا تو گھر والوں کی خیانت کی۔

(۳) اور کوئی شخص پیشاب پخانہ روکے ہوئے نماز نہ پڑھے جب تک ہلکا نہ ہو جائے (یعنی ان سے فارغ نہ ہو جائے) (مشکوٰۃ المصابیح ص۹۶)

میاں بیوی کا تعلق امانت ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے (جس کی لوگ خلاف ورزی کرتے ہیں) کہ کوئی شخص تنہائی میں اپنی بیوی کے پاس جائے اور آپس میں میل ملاپ کرے پھر یہ شخص خفیہ باتوں کو پھیلا دے۔ (رواہ مسلم ص۴۶۳)

اس میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو تنہائی میں اپنی بیوی سے میل جول کرتے ہیں اور پھر اپنی میل ملاپ کی باتوں کو دوستوں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں ایسی حرکت کرنا امانت داری کی صفت کے خلاف ہے میاں بیوی کے تنہائی کے حالات اور معاملات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑی امانت قرار دیا۔ اس امانت کی خلاف ورزی بڑی خیانت ہے۔

مسلم شریف کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ پیش آنے والے حالات اور معاملات کو بیان کر دے وہ قیامت کے دن بدترین لوگوں میں ہوگا۔

دوستی میں خیانت

حضرت سفیان بن اسد حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے جھوٹ بول رہا ہو اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہو۔ (رواہ ابوداؤد کما فی المشکوۃ ص۴۱۳)

اس میں ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو آپس میں دوستی کر لیتے ہیں اور خوب گھل مل کر رہتے ہیں حتیٰ کہ جب ایک دوسرے پر اعتماد ہو جاتا ہے تو کسی مفاد کی خاطر یا یوں ہی مذاق میں اپنے کسی دوست کے سامنے جھوٹ بول دیتے ہیں وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا دوست ہے مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا لہٰذا وہ تصدیق کرتا ہے۔ اور پوری بات کو سچی سمجھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بڑی خیانت ہے کہ جو تجھے سچا سمجھے تو اس سے جھوٹ بولے جھوٹ یوں بھی بدترین خصلت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے اس عمل کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص۴۱۳)

پھر جب اس بدترین عمل کے ساتھ خیانت بھی مل جائے اور وہ بھی بڑی خیانت گناہگاری میں اضافہ در اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

نااہلوں کو عہدے دینا خیانت ہے

بہت سے لوگ نااہلوں کو اپنی کوشش سے یا اپنے اقتدار کی وجہ سے چھوٹے بڑے عہدے

دیدیتے ہیں حالانکہ عہدۂ ایک امانت ہے اس کی ذمہ داری بہت بڑی ہے لیکن دنیاوی تعلقات اور دنیاوی منافع کے پیشِ نظر جو فاسقوں، تاجروں، ظالموں بے نمازیوں کو عہدے دیئے اور دلا دیئے جاتے ہیں، یہ سب امانت میں خیانت ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ جسے اقتدار سپرد کیا جا رہا ہے یہ شریعتِ اسلامیہ سے واقف ہے یا ناواقف ہے۔ اس کے عقائد اسلامی ہیں یا غیر اسلامی جسے اقتدارِ اعلیٰ سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جب وہ عہدے تقسیم کرنے لگتا ہے تو وہ یہ بھی نہیں دیکھتا کہ جس کو عہدہ دیا جا رہا ہے اس میں خدا ترسی کی شان ہے یا نہیں اور یہ دین پر چلے گا یا نہیں اور عوام کے ساتھ اس کا سلوک اچھا ہوگا یا بُرا۔ عہدہ سپرد کرنے میں رشتہ دار کو یا پارٹی کے آدمیوں کو اور ایسے لوگوں کو ترجیح دی جاتی ہے جنہوں نے الیکشن میں ووٹ دلوائے اور اپنی پارٹی کے آدمیوں کو سپورٹ کیا۔ اپنے آدمی کو نوازنا مقصود ہوتا ہے دینِ خداوندی پر چلنے اور چلانے اور امتِ مسلمہ کے ساتھ عدل و انصاف اور خیرخواہی اور ہمدردی کے جذبات کا کہیں سے کہیں تک بھی دھیان نہیں ہوتا۔ اسی لئے سارے فیصلے غیر شرعی ہوتے ہیں اور عوام عہدوں کے ظالمانہ فیصلوں کو بھگتتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان سے متعلقہ امور سے جو شخص کسی چیز کا والی بنا۔ پھر اس نے اُن پر کسی شخص کو (ذاتی) مروّت اور تعلقات کی بنا پر امیر بنا دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اُس سے کوئی فرض یا نفل قبول نہیں کیا جائیگا یہاں تک کہ اللہ اس کو دوزخ میں داخل فرما دے گا۔ (الترغیب والترہیب ص۱۷۱)

پھر عہدوں کے امیدوار سیاسی وعدے کرتے ہیں جب عہدہ مل جاتا ہے تو عوام پر ظلم بھی کرتے ہیں اور وعدہ فراموشی بھی کرتے ہیں اور غدر بھی کرتے ہیں اس بارے میں جو ارشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ ہیں۔ ان سب کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما من وال یلی رعیۃ من المسلمین فیموت وھو غاش لھم الا حرم اللہ علیہ الجنۃ (صحیح بخاری ص ۱۰۵۲ ج ۲) (جو بھی کوئی شخص مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کا والی بنا (یعنی ان کی دیکھ بھال اس کے ذمّہ کی گئی) پھر وہ اس حال میں مر گیا کہ وہ ان کے ساتھ خیانت کرنے والا تھا تو اللہ اس پر جنّت حرام فرما دے گا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔

ما من عبد یسترعیه رعیة فلم یحطها بنصیحة الالم یجد رائحة الجنة۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۵۹-۱۰۵۸ ج ۲)

جس کسی بندہ کو اللہ نے چند افراد کا نگہبان بنایا پھر اس نے ان لوگوں کی اچھی طرح خیر خواہی نہ کی تو جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔

رعیت کو دھوکہ دینے کے بارے میں حدیث ذیل پڑھئے:۔

وعن سعید رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل غادر لواء عند استہ یوم القیامة وفی روایة لکل غادر لواء یوم القیامة یرفع له بقدر غدرہ الا ولا غادر اعظم غدرا من امیر عامة۔ (رواہ مسلم کما فی المشکوٰة ص ۳۲۳)

حضرت سعیدؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن ہر دھوکہ دینے والے کے لئے ایک جھنڈا ہوگا جو اس کے پاخانہ کے مقام پر نصب کیا جائے گا وہ اس کے دھوکہ کے بقدر بلند کیا جائیگا (پھر فرمایا) کہ خبردار جو شخص عوام کا امیر ہو اس کے غدر یعنی دھوکہ سے بڑھ کر کسی کا غدر نہیں۔

جو لوگ نا اہل ہوں اور خیانت اور غدر کا مزاج رکھنے والے ہوں ان کو عہدہ دینا حرام ہے اور ان کے لئے عہدہ کی سفارش کرنا حرام ہے۔

سورۂ نساء میں فرمایا:۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا

جو کوئی شخص اچھی سفارش کرے اُسے اس میں سے حصہ ملے گا اور جو شخص بُری سفارش کرے اس کو اس میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح اچھی سفارش کرنے پر ثواب ہے اسی طرح بُری سفارش کرنے پر گرفت ہے اور بُری سفارش کرنا گناہ ہے۔ کوئی شخص کسی گناہ کے کام میں لگنا چاہتا ہے کسی ایسے محکمہ میں ملازمت چاہتا ہے جو شرعاً حرام ہے سود یا قمار کا کاروبار کرنا چاہتا ہے حرام چیزیں بیچنے کیلئے دکان کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے سفارش کرنا حرام ہے اور یہ اس کے گناہوں میں شرکت ہے جس کیلئے سفارش کی اور یہ شفاعت سیئہ یعنی بُری سفارش ہے بہت سے لوگ دیکھ لیتے ہیں کہ یہ ہمارا قریبی عزیز ہے یا کسی دوست کا لڑکا ہے یا رشوت کے لئے سفارش کر دیتے ہیں اس طرح ان گناہوں میں شریک ہو جاتے ہیں جن کا وہ شخص ارتکاب کرے گا جس کے لئے سفارش کی ہے۔

جس شخص کو جو کوئی چھوٹا بڑا منصب یا عہدہ یا ملازمت دلائی جائے اگر وہ اس کا اہل نہ ہو تو اس میں حکومت کی اور عوام کی خیانت ہے اور نا اہل کے لئے سفارش کر دینا غدر ہے اور فریب ہے سفارش کرنے میں صرف اپنے اور پرائے ہی کو نہ دیکھے بلکہ حلال و حرام کو بھی دیکھے اور اہل و نا اہل کو بھی دیکھ لیا کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے ایک اعرابی (دیہات کا رہنے والا) اُس نے سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس پر اُس شخص نے سوال کیا کہ امانت کیسے ضائع ہوگی آپ نے فرمایا جب نا اہلوں کو کام سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۶۹ از بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امانت داری کی صفت ضائع ہو جائے تو قیامت جلد آ جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت داری ضائع ہونے کی ایک صورت بتائی اور وہ یہ کہ دین اور دنیا سے متعلقہ امور نا اہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں مثلاً نا اہلوں کو صدر اور امیر یا وزیر بنا دیا جائے اوقاف اور عامۃ المسلمین کے اموال ان لوگوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں جو خائن ہوتے ہیں اور حفاظت کے اہل نہیں ہوتے۔ اس میں اوّلاً تو وہ لوگ خیانت کرتے ہیں جو ایسے لوگوں کو عہدے سپرد کرتے ہیں، پھر وہ لوگ امانت کی خلاف ورزی اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں جن کو عہدے سپرد کر دیئے جاتے ہیں، چونکہ یہ لوگ نا اہل ہوتے ہیں تقویٰ اور فکرِ آخرت سے دور ہوتے ہیں اس لئے خیانت ہی خیانت کرتے ہیں ایسی صورت میں قیامت جلد نہ آئے گی تو اور کیا ہوگا؟

خیانت سے پناہ

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دُعا نقل کی جاتی ہے جس میں خیانت سے پناہ مانگی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں دُعا کیا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوْعِ — اے اللہ میں آپ کی پناہ لیتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ

فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ ۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۱۷)

بُرا ساتھی ہے جو ساتھ لیٹتا ہے اور آپ کی پناہ لیتا ہوں خیانت سے کیونکہ وہ بُری صفت ہے جو جان کے ساتھ لگ جائے۔

امانت داری کے ساتھ ہر شخص زندگی گزارے اور ہر طرح کی خیانت سے پرہیز کرے اور مذکورہ بالا دُعا پڑھتا رہے۔ وباللہ التوفیق ۔

(البلاغ - ذی القعدہ ۱۴۱۳ھ)

خیانتوں کی کچھ تفصیل

گذشتہ اوراق میں جو آیات اور احادیث درج کی گئی ہیں ان سے خیانت کی قباحت اور شناعت معلوم ہوئی۔ مضمون لکھنے کے بعد خیال آیا کہ موجودہ دور میں جو لوگ خیانتیں کرتے ہیں، ان کی تفصیل لکھ دی جائے کیونکہ بعض لوگ خیانت کرتے ہیں لیکن اپنے کو خائن نہیں سمجھتے۔ بندہ تاجر نہیں ہے نہ کسی کا شریک ہے نہ حکومت کے اداروں سے تعلق ہے نہ کاروباری خیانتوں کا علم ہے۔ عام طور سے جو لوگ اس قسم کے مسائل پوچھتے رہتے ہیں۔ ان سے گفتگو کرنے سے جو خیانت کی صورتیں معلوم ہوئیں وہ ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) جو لوگ حکومت کے کسی بھی ادارہ میں یا کسی انجمن یا مدرسہ وغیرہ میں ملازم ہیں۔ انہوں نے معروف اصول و قواعد یا معاملہ اور معاہدہ کے مطابق جتنا وقت دینا طے کیا ہے اِس وقت میں کمی کرنا اور تنخواہ پوری لے لینا خیانت ہے۔

(۲) جو لوگ اُجرت پر کسی کے ہاں کام کرتے ہیں ان کے ذمّہ لازم ہے کہ جس کام پر لگادیا گیا ہے اسے صحیح کریں اور پورا کریں۔ اگر غلط کریں گے یا پورا نہ کریں گے تو خیانت ہوگی اور پُوری اُجرت لینا حرام ہوگی، یہ جو مزدوروں کا طریقہ ہے کہ کام لینے والا دیکھ رہا ہے تو ٹھیک طرح کام کر رہے ہیں اگر وہ کہیں چلا گیا تو سگریٹ سُلگالی یا حُقّہ پینے لگے یا باتیں پھوڑنے لگے یا عالمی خبروں پر تبصرہ کرنے لگے یہ سب خیانت ہے۔

(۳) جو شخص کسی کام پر مامور ہے اور اس کام کے کرنے کے لئے ملازمت کی ہے۔ اگر مقررہ

کام کے خلاف کام کرے گا اور رشوت لے گا تو یہ خیانت ہے۔ رشوت تو حرام ہے ہی تنخواہ بھی حرام ہوگی چونکہ جس کام کے لئے دفتر میں بٹھایا گیا وہ کام اس نے نہیں کیا۔ (پورے مہینہ میں کتنی خلاف ورزی کی اسی حساب سے تنخواہ حرام ہوگی)۔

(۴) جو لوگ میکنک ہیں لوگوں کی گھڑیاں یا گاڑیاں ٹھیک کرتے ہیں اور اس کی اُجرت لیتے ہیں یہ لوگ بہت زیادہ خیانت کرتے ہیں۔ ایک شخص گھڑی لے کر آیا، اس نے کہا کہ یہ بند ہوگئی بس جی واچ میکر نے فوراً کہہ دیا کہ اس میں فلاں پُرزہ پڑے گا۔ حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اس میں پُرزہ کی ضرورت نہیں۔ ذرا سی مرمت کی ضرورت تھی جو مختصر سے پیسوں میں درست ہوسکتی تھی، گھڑی ساز نے پُرزہ کے پیسے بھی لے لئے اور پُرزہ لگائی کی اُجرت بھی وصول کرلی۔

اسی طرح گاڑیوں کے ٹھیک کرنے والوں کی حالت ہے، کسی کی گاڑی بند ہوگئی اس نے لاکر دکھایا تو جو تھوڑی سی مرمت طلب بات تھی جس سے گاڑی ٹھیک ہوجاتی گاڑی والے کو وہ نہیں بتائیں گے بلکہ بہت زیادہ خرابی بتائیں گے اور یوں کہیں گے کہ اس میں فلاں ڈالا جائے گا۔ اور وہ اتنے سو میں آئے گا اگر پُرزہ کی ضرورت نہیں ہے تو یہ خیانت ہے، اور پُرزہ لگائی کے پیسہ لینا بھی حرام ہے اور اگر پُرزہ کی واقعی ضرورت ہے تو جتنی قیمت کا ہے اتنی قیمت لے سکتے ہیں۔ جتنے کا خریدا ہے اس سے زیادہ قیمت لگانا اور گاڑی والے کو بتانا اس میں جھوٹ بھی ہے خیانت بھی ہے۔

پھر ایک خیانت اور ہوتی ہے کہ گاڑی والے سے کہدیتے ہیں کہ فلاں پُرزہ خرید لاؤ اور فلاں دکان سے لانا، چونکہ اس میکنک کا دکاندار سے کمیشن مقرر ہوتا ہے اس لئے وہ کمیشن کی رقم بڑھا کر گاڑی والے کو قیمت بتاتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ بازار میں اس کی قیمت اتنی ہے اس طرح سے میکنک اور دکاندار دونوں خیانت کرتے ہیں۔

یہ ہم نے گھڑی اور گاڑی کی اصلاح کرنے والوں کا حال بطور مثال لکھ دیا ہے اب تو مشینری کا زمانہ ہے طرح طرح کی مشینیں استعمال ہوتی ہیں اور خراب ہوتی رہتی ہیں۔ مرمت کرنے والوں کے پاس جاتی ہیں وہ مشین کی تو مرمت کرتے ہی ہیں صاحبِ مشین کی بھی مرمت کردیتے ہیں۔

(۵) بعض لوگ مختلف اداروں اور کمپنیوں کے معتمد ہوتے ہیں۔ اداروں اور کمپنیوں کے مالکان انہیں ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ وہ جہاں سے خریداری کرتے ہیں،

ان سے اسّی کا مال خریدتے ہیں اور سّو روپے کی کیش میمو بنوا لیتے ہیں بیچ میں بیس روپے کھا جاتے ہیں۔ یہ بطورِ مثال ہے اب اسّی اور سّو کہاں ہے سینکڑوں اور ہزاروں کا ہیر پھیر ہوتا ہے۔ اس میں دونوں خیانت کرتے ہیں جو کمپنی کی طرف سے خرید نے گیا وہ بھی اور جس نے غلط کیش میمو بنایا وہ بھی۔

(۶) بعض ملازمین کو حکومت کی طرف سے یا دیگر اداروں کی طرف سے یہ سہولت دی جاتی ہے کہ وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا علاج متعلقہ اداروں کے خرچ پر کرا سکتے ہیں۔ یا کسی مخصوص دکان سے دوا لے سکتے ہیں۔ اب ہوتا یہ ہے کہ ڈاکٹر بھی بغیر مرض کے دوا کی پرچی لکھ دیتا ہے اور اس میں کمیشن کھاتا ہے اور جو فارمیسی لئے بیٹھا ہے وہ بھی کچھ پیسہ لے کر بکری دکھا دیتا ہے اور ڈاکٹر کی لکھی ہوئی پرچی پر مہر لگا دیتا ہے۔ حالانکہ نہ علاج کی ضرورت تھی نہ دوا کی اور تینوں اشخاص متعلقہ ادارہ سے رقم لے کر بانٹ لیتے ہیں۔ سب خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(۷) درزیوں کے ہاں لوگ کپڑا لے کر آتے ہیں۔ جو کپڑا ضرورت سے زائد ہو وہ رکھ لیتے ہیں۔ جو سلوانے کے لئے لایا تھا اسے نہ واپس کرتے ہیں نہ بتاتے ہیں یہ بھی خیانت ہے۔

(۸) بہت سے لوگ جھوٹ بول دیتے ہیں کہ مثلاً یہ کپڑا یا فلاں چیز جاپان کی یا چائنا کی یا امریکہ کی بنائی ہوئی ہے اور اس طرح پیسے زیادہ لے لیتے ہیں اس میں جھوٹ بھی ہے خیانت بھی ہے اور کارخانے والے بھی خیانت کرتے ہیں۔ مثلاً کپڑا پاکستان میں بناتے ہیں اور اس پر MADE IN JAPAN کی مہر لگا دیتے ہیں یہ بھی خیانت ہے۔

(۹) بہت سے لوگ خواہ مخواہ اپنے کو کسی ادارہ کا ذمہ دار ظاہر کرتے ہیں مہر اور پیڈ بنا لیتے ہیں اور اس طرح عوام سے اور حکومت کے اداروں سے رقم حاصل کر لیتے ہیں یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ حکومت کے اداروں یا انجمنوں کو جن لوگوں نے زکوٰۃ دی ہیں یا حکومت نے زبردستی وضع کر لی ہیں ان کی رقومِ زکوٰۃ کو شریعت کے اصول کے مطابق مصارفِ زکوٰۃ میں خرچ نہ کرنا قرآن کی بھی خیانت ہے جس میں مصارفِ زکوٰۃ بتایا ہے اور ان لوگوں کی بھی خیانت ہے جن سے زکوٰۃ کی رقوم وصول کی ہیں پھر ایک یہ بات سننے میں آئی ہے کہ جو لوگ زکوٰتیں تقسیم کرنے کے ذمہ دار بنائے جاتے ہیں وہ ایک لاکھ روپے پر دستخط لے لیتے ہیں اور مدرسہ والوں کو اسّی ہزار دیدیتے ہیں۔ غور کر لیا جائے اُس میں کتنی خیانتیں ہیں۔

(۱۰) حکومتوں کا یہ طریقہ ہے کہ محض اپنی پارٹی مضبوط کرنے کے لئے اور آئندہ الیکشن جیتنے کے لئے بلاضرورت اور خواہ مخواہ وزیر اور نائب وزیر اور مشیر اور بعض کمیٹیوں کا چیئرمین بناتی ہیں پھر ان لوگوں کے لئے کوٹھی، بنگلہ، گاڑی وغیرہ کا بندوبست ہوتا ہے اور ڈرائیور اور پٹرول کا انتظام کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی بھتہ بھی دیتے ہیں اور یہ سب متعلقہ ملک کے بیت المال سے خرچ ہوتا ہے جو بہت بڑی خیانت ہے۔

(۱۱) مریض، ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جاتا ہے، پیسے زائد لینے اور دوا بیچنے کے لئے مریض کو وہ مرض بھی بتا دیتے ہیں جو اس کو لاحق نہیں ہوتا۔ اور قصداً و ارادۃً اس مرض کا علاج نہیں کرتے جو مریض کا اصل مرض ہے تاکہ وہ برابر آتا رہے اور اس سے روزانہ پیسے وصول ہوتے رہیں۔

(۱۲) ڈاکٹروں کا یہ بھی طریقہ ہے کہ بلاضرورت انجکشن لگا دیتے ہیں اور اس کے پیسے لیتے ہیں یہ انجکشن کیلشیم وغیرہ کا ہوتا ہے جو مُضر نہیں ہوتا بلکہ کچھ مفید بھی ہوتا ہے لیکن مریض کے اصل مرض سے اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ محض پیسہ حاصل کرنے کے لئے یہ انجکشن لگا دیتے ہیں۔

(۱۳) ڈاکٹروں کا ایک اور بھی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ چند دوائیں پانی میں گھول کر رکھ لیتے ہیں اور یہ مکسچر ہر مریض کو پکڑاتے ہیں۔ جس کا مریض کے مرض سے کوئی تعلق نہیں ہوتا محض پیسے کمانا مقصود ہوتا ہے، یہ سب خیانت ہے۔

(۱۴) بہت سے لوگ عملیات کا کام کرتے ہیں جو مریض آیا اس پر خواہ مخواہ آسیب اور جن کا اثر بتا دیا۔ اور یہ بتا دیا کہ بہت بڑا جن سوار ہے اور اتنے جنّات باہر درخت پر بیٹھے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ مریض کے مرض کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کسی عورت کو حیض کے خون کا احتباس ہو جانے کی وجہ سے دورہ پڑ گیا۔ یا کوئی شخص دماغی کمزوری کی وجہ سے یا دماغی توازن خراب ہونے کی وجہ سے گر پڑا یا بے تکی باتیں کرنے لگا۔ یا کوئی بچہ زیادہ رونے لگا۔ بس عامل صاحب نے آسیب بتا دیا اور تعویذ یا پلیٹ لکھنے کا سلسلہ چلا دیا۔ روزانہ تگڑی فیس وصول کرتے ہیں اور مریض کو اور مریض کے اولیا کو بے وقوف بنا دیا پھر لطف یہ ہے کہ تعویذ لکھنے کے لئے زعفران منگواتے ہیں اور جو شخص زعفران لایا اس کا تھوڑا سا کام کر کے باقی سب رکھ لیتے ہیں۔ وہ لحاظ میں کچھ نہیں کہتا اور ہر شخص کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ سب خیانت ہے۔ بہت سے لوگ عملیات

جانتے ہی نہیں لیکن سستا کاروبار سمجھ کر دھندے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دھوکہ اور خیانت سے پیسے حاصل کرتے رہتے ہیں۔

(۱۵) دہلی کے ایک عامل کا ایک عجیب طریقہ کار معلوم ہوا۔ جب کوئی شخص اپنی مشکل دُکھ تکلیف کی وجہ سے حاضر ہوتا اس سے کہتے تھے کہ ایک اُلّو لے کر آؤ۔ اُلّو تو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ بازاروں میں بکتا نہیں۔ وہ بچارا ضرورت کا مارا دریافت کرتا کہ کہاں سے لاؤں؟ عامل صاحب بتادیتے کہ فلاں شخص سے لینا اس فلاں شخص کے پاس عامل صاحب نے ایک ہی اُلّو پکڑ کر رکھوا رکھا تھا ضرورت مند جاتا تو وہ قیمتاً تگڑے دام لے کر دیدیتا تھا۔ جب صاحب ضرورت عامل صاحب کے پاس اُلّو لے آتا تو یہ اسے اُلّو بنادیتے تھے۔ تعویذ لکھنے کے پیسے الگ لیتے تھے اور اُلّو کی جو قیمت وصول کی وہ اپنی جگہ رہی۔ یہ اُلّو واپس اسی شخص کے پاس چلا جاتا تھا جس کے پاس سے طلب کیا تھا۔ اور آئندہ ہر آنے والے شخص سے اُلّو طلب کیا جاتا اور اسی شخص کا پتہ بتادیا جاتا تھا۔ اُلّو سے تعویذ لکھنے کا کوئی تعلق نہ تھا۔ محض پیسے وصول کرنے کا ایک طریقہ بنا رکھا تھا۔

(۱۶) بعض لوگ دکانوں میں کام کرتے ہیں اپنے گھر والوں کو یا تعلقات کی وجہ سے اپنے جاننے والوں کو بلا قیمت یا کم قیمت میں بعض چیزیں دیدیتے ہیں یہ بھی خیانت ہے۔

(۱۷) بعض لوگ ڈرائیور یا کنڈیکٹر ہوتے ہیں یا ریل میں چیکنگ پر مامور ہوتے ہیں اور اپنے دوست احباب کو مفت گاڑی میں سوار کرا دیتے ہیں۔ یہ سب خیانت ہے۔ بعض ٹکٹ چیکر ایسا بھی کرتے ہیں کہ کسی بے ٹکٹ سوار کو پکڑ لیا تو اس سے پیسے پورے لے لیتے ہیں جہاں سے وہ چلا اور ٹکٹ تھوڑے سے پیسوں کا بنا دیتے ہیں اور باقی پیسے کھا جاتے ہیں۔

(۱۸) بعض اسکولوں میں یہ طریقہ ہے کہ باہمی مشورہ سے ایک ایک ماہ کے لئے ایک مدرس غیر حاضر ہوتا رہتا ہے، اور اس مہینے کی تنخواہ بھی لیتا ہے۔ کیونکہ ہیڈ ماسٹر بھی مشورہ میں شریک ہوتا ہے۔ اس لئے ہر غیر حاضر کی تنخواہ بھی برابر ملتی رہتی ہے، اور حاضری بھی لگتی ہے، اس طرح سب لوگ مل کر خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔

یہ چند باتیں زیر قلم آگئیں خیانت کے اور بہت سے طریقے رواج پذیر ہیں ہر شخص اپنی آخرت کی فکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد رکھیں۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ

وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (اے ایمان والو اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں خیانت نہ کرو) اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ (بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ (خبردار اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانتدار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہیں) اس کو بار بار سامنے رکھنا لازم ہے حقیقت میں بات یہ ہے کہ تقویٰ فکر آخرت ہی اصل چیز ہے یہ نہیں تو زندگی سراپا گنہ گاری بن جاتی ہے،

انما یتذکر اولو الالباب۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

كتاب بيان حُرْمَة الخمر والقمار وذكر الوعيد الوارد فيهما

(شراب اور جوئے کی حرمت اور اُن کے بارے میں وارد شدہ وعیدوں کا بیان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ

شراب اور جوئے کی حرمت

سورۃ المائدہ میں ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ ۔ وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۔

"اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جُوا اور بُت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں شیطان کے کاموں میں سے ہیں لہٰذا تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دُشمنی اور بغض واقع کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے سو کیا تم باز آنے والے ہو، اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور ڈرتے رہو۔ سو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔"

ان آیات میں شراب اور جوئے اور بُت اور جُوا کھیلنے کے تیروں کو گندی چیزیں بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ چیزیں شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ عرب کے لوگ بُت پوجا کرتے تھے اور بتوں کے پجاریوں کے پاس تیر رکھ دیتے تھے ان تیروں کے ذریعہ جُوا کھیلتے تھے۔

آیات بالا میں سات وجوہ سے شراب اور جوئے کی ممانعت فرمائی ہے۔

(۱) اوّل تو یہ فرمایا کہ شراب اور جُوا "رِجۡسٌ" یعنی گندی چیزیں ہیں (۲) پھر یہ فرمایا مِنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ، کہ یہ شیطانی کاموں میں سے ہیں۔ (۳) پھر فرمایا فَاجۡتَنِبُوۡہُ

کہ اس سے بچو (۴) فرمایا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ جوئے اور شراب میں مشغول ہونا ناکامی کا سبب ہے جو دنیا اور آخرت میں سامنے آئے گی۔
(۵) فرمایا اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ، کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے اندر دشمنی اور بغض ڈال دے (۶) فرمایا وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے (۷) آخر میں فرمایا فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ۔ کیا تم باز آنے والے ہو؟۔

غور کر لیں کہ کتنی وجوہ سے شراب اور جوئے سے منع فرمایا ہے ایسے صاف واضح بیان ہوتے ہوئے جو شخص شراب اور جوئے کو حلال کہے گا اس کی بدبختی اور بے دینی میں کیا شک ہے؟

احادیث شریفہ میں شراب کی حُرمت اور اس کے پینے پلانے والے پر لعنت اور آخرت کی سزا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے شراب کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں سے چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز خمر یعنی شراب ہے اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا اور اس حال میں مر گیا کہ شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو آخرت میں شراب نہیں پیئے گا (جنت کی شراب سے محروم ہوگا اگر جنت کا داخلہ نصیب ہو گیا)۔ (رواہ مسلم ص ۱۶۸ ج ۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص یمن سے آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقے میں ایک شراب ہے جو جوار سے بنائی جاتی ہے لوگ اسے پیتے ہیں، آپ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشہ لاتی ہے! آپ نے فرمایا "کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ" کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے۔ پھر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ عہد فرما

لیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والی چیز پیئے گا اللہ اُسے "طِیْنَۃُ الْخَبَال" سے پلائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) "طینۃ الخبال" کیا چیز ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ ہے۔ (رواہ مسلم ص ۱۶۷ ج ۲)۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۱۶۲ ج ۲)

مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نہ صرف شراب بلکہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے کھانے کی چیز ہو یا پینے کی چیز۔ آج کل نشہ لانے والی بہت سی چیزیں رواج میں آگئی ہیں جن میں سب سے زیادہ معروف ہیروئن ہے جس سے جانیں بھی تباہ ہوتی ہیں اور مال بھی برباد ہوتا ہے اور آخرت کی جو سزا ہے وہ مستقل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے اور اس کے خریدنے والے پر اور شراب بنانے والے پر اور بنوانے والے پر، اور جو شراب کو کسی کے پاس لے جائے اس پر اور جس کے پاس لے جائے اس پر بھی لعنت بھیجی ہے۔ (رواہ ابوداؤد ص ۱۶۱ ج ۲)

جو لوگ اپنی دکانوں میں شراب بیچتے ہیں اپنے ہوٹلوں میں شراب پلاتے ہیں اور ایسی دکانوں پر ملازمت کرتے ہیں وہ اپنے بارے میں غور کرلیں کہ روزانہ کتنی لعنتوں کے مستحق ہوتے ہیں، شراب کا بنانے والا تو مستحق لعنت ہے ہی، اس کا بیچنے والا، پینے والا، پلانے والا اور اس کا اٹھا کر لے جانے والا اور جس کی طرف شراب لے جائی جائے ان سب پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔ (رواہ البیہقی)

جو لوگ یورپ امریکہ وغیرہ میں رہتے ہیں اور نصرانیوں کے میل ملاپ کی وجہ سے

شراب پی لیتے ہیں غور کریں کہ ان کا ایمان باقی ہے یا نہیں ؟ ایک حدیث میں ارشاد ہے اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ کہ شراب تمام گناہوں کو جمع کیے ہوئے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۴)
اگر اس بات کا مصداق دیکھنا ہو تو یورپ امریکہ کے شراب خوروں کو دیکھ لیا جائے کیا کوئی برائی ان سے چھوٹی ہوئی ہے ؟ شراب خوری نے انہیں ہر گناہ پر آمادہ کر دیا ہے۔

شراب ہر برائی کی کنجی ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے میرے دوست سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ کسی بھی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا اگرچہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے اور قصداً نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا اور شراب مت پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۱ ج ۱)

تین شخصوں پر جنّت حرام ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔
(۱) جو شراب پیتا ہے (۲) جو والدین کو دکھ دیتا ہے (۳) دیوث جو اپنے گھر والوں میں بدکاری کو رہنے دیتا ہے۔ (رواہ احمد و ابوداؤد)

ایمان نکل گیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ اس سے ایمان کو نکال دے گا جیسے انسان کرتہ کو اپنے سر سے نکال دیتا ہے۔

(رواہ الحاکم فی المستدرک)

جواری اور شرابی کی جنت سے محرومی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کو تکلیف دینے والا اور جوا کھیلنے والا اور احسان جتانے والا اور جو شخص شراب پیا کرتا ہے یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

(رواہ الدارمی ص ۳۱ ج ۲)

شراب اور خنزیر اور بُتوں کی بیع کی حُرمت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فتح مکہ کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے۔ (رواہ البخاری ص ۲۹۸ ج ۱)

جو لوگ شراب نہ چھوڑیں اُن سے قتال کیا جائے

حضرت دیلم حمیری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کہ ہم ٹھنڈی سرزمین میں رہتے ہیں اور سخت محنت کرتے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ ہم گیہوں کی شراب بنا لیتے ہیں جسے استعمال کرکے ہم محنت کے کاموں پر اپنے شہروں کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں آپؐ نے سوال فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں وہ نشہ لاتی ہے! آپؐ نے فرمایا اس سے پرہیز کرو۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر اسے نہ چھوڑیں تو تم ان سے قتال کرو یعنی جنگ کرو۔ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الاشربۃ)

اللہ کے خوف سے شراب چھوڑنے پر انعام

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے سامان کو اور بُتوں کو اور صلیب کو (جس کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹا دوں اور میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ کوئی گھونٹ شراب کا پیئے گا تو میں اسے اسی قدر پیپ پلاؤں گا اور جو کوئی شخص میرے ڈر سے شراب کو چھوڑ دے گا میں اسے ضرور مقدس حوضوں میں سے پلاؤں گا۔ (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ ص ۳۱۸)

جو لوگ شراب یا کوئی بھی نشہ والی چیز ہیروئن وغیرہ بناتے ہیں یا بیچتے ہیں پیسہ کے لالچ میں خود بھی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ملعون بناتے ہیں اس

زمانہ میں لوگوں کے نزدیک ملعون ہوجانا کوئی خاص بات نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ملعون ہی تو ہوئے ہیں کوئی چھرا تو نہیں لگا اگر چھرا انہیں لگا تو لعنت میں گرفتار تو ہوئے اور اللہ جل شانہ کی پھٹکار میں زندگی گذاری اور اس کی رحمت سے دور رہے یہ کون سی سمجھداری کی بات ہے، پھر دنیا کسی طرح گزر گئی۔ آخرت کی پیشی تو سامنے ہے ہی وہاں کا عذاب بہت سخت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا والی آگ سے انہتر (۶۹) درجہ زیادہ گرم ہے اب خود ہی غور کرلو کہ گناہوں میں مبتلا رہنے اور دوسروں کو گناہوں پر ڈالنے کا کیا نتیجہ ہوگا۔

نام بدلنے سے حرام چیز حلال نہیں ہوجاتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جو اسلام کو الٹا جائے گا جیسے کہ برتن کو الٹ دیا جاتا ہے وہ اس طرح ہوگا کہ لوگ شراب کو (حلال کرکے) پینے لگیں گے، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا (کیا اسلام کا دعویٰ کرنے والے ایسا کریں گے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے شراب کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بیان فرما دیا ہے، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ لوگ اس کا دوسرا نام رکھ لیں گے اور اس طرح سے حلال کر دیں گے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ضرور ایسا ہوگا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا دوسرا نام رکھ لیں گے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ شراب کو بھی چھوڑے اور ہر نشہ لانے والی چیز کے کھانے پینے سے بچے۔ تھوڑی ہو یا بہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ لائے اس کا تھوڑا سا حصہ بھی حرام ہے)۔
جو لوگ نشہ کی چیزیں کھاتے پیتے ہیں وہ جلد توبہ کریں توبہ میں دیر نہ لگائیں اور اس بھروسہ پر نشہ والی چیزیں استعمال نہ کریں کہ بعد میں توبہ کرلیں گے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے آخرت میں جو اس کی سزا ہے وہ اوپر احادیث شریفہ میں معلوم ہو چکی ہے۔ نشہ والے کو

نشہ چھوڑنا مشکل تو ہوتا ہے لیکن ہمت کرنے سے چھوٹ ہی جاتا ہے آخرت کے عذاب کو سامنے رکھا جائے تو ہر گناہ کا چھوڑنا آسان ہے۔

بعض لوگ وہ ہیں جو شراب کو حلال کہتے ہیں قرآن کریم کی صریح مخالفت کرکے کافر ہو جاتے ہیں ان لوگوں نے شراب کو حلال کرنے کا یہ جو طریقہ نکالا ہے کہ اس کا نام بدل دیتے ہیں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی پیشین گوئی فرمادی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا تھا کہ یہ اسلام کا الٹا ہوگا یعنی نام بدلنے سے شراب تو حلال نہ ہو جائے گی البتہ ایسی حرکت کرنے والے اسلام کی تحریف کرنے والے بن جائیں گے۔

جس طرح شراب کا نام بدلنے سے شراب حلال نہیں ہو جاتی اسی طرح کوئی بھی گناہ نام بدلنے یا تاویل اور تحریف کرنے سے حلال نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ ربٰو یعنی سود کو نفع یا منافع یا انٹرسٹ نام رکھ کر حلال سمجھتے ہیں وہ لوگ کفر کے طریقہ پر چلے جاتے ہیں صریح حرام کو حلال قرار دے کر اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور حرام حرام ہی رہتا ہے فتفکروا یااُولی الالباب۔

دورِ حاضر میں جبکہ آزاد منش لوگ اسلامی احکام پر چلنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور دشمنان اسلام سے متاثر ہیں کہتے ہیں کہ حضرات علمار کرام جمع ہو کر میٹنگ کریں، اور اسلامی احکام کے بارے میں غور و فکر کریں اور فلاں فلاں احکام کو بدل دیں یا ہلکا کردیں اور فلاں فلاں حرام چیزوں کو حلال قرار دے دیں۔ یہ اُن لوگوں کی جہالت اور حماقت کی بات ہے۔ اگر علمار ایسا کرنے بیٹھیں گے تو کافر ہو جائیں گے اور اگر کسی حرام چیز کو حلال قرار دے دیں گے تو ان کے حلال کہہ دینے سے حلال نہ ہوگی۔ بعض اباحی[۱] قسم کے لوگ جو نام نہاد عالم کہلاتے ہیں انہوں نے سود، بیمہ اور تصویروں کو اور بعض دیگر محرمات کو حلال کہہ دیا ہے ان کے کہنے اور لکھنے سے وہ چیزیں حلال نہیں ہوگئیں خوب سمجھ لیا جائے۔

شراب اور جُوا دشمنی کا سبب ہیں اور ذکراللہ سے اور نماز سے روکتے ہیں

سورۂ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت میں شراب اور جوئے کے بارے میں فرمایا کہ شیطان

---

[۱] حرام چیزوں کو حلال قرار دینے والے مراد ہیں۔

اس کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور دشمنی ڈالنا چاہتا ہے اور ذکر و نماز سے روکنا چاہتا ہے۔

بغض اور دشمنی تو ظاہر ہی ہے جو کوئی شخص جوئے میں ہار جاتا ہے حالانکہ اپنی خوشی سے ہارتا ہے تو جلد سے جلد جیتنے والے سے بدلہ لینے کی فکر کرتا ہے اور شراب پی کر جب آدمی بدمست ہو جاتا ہے تو اول فول بکتا ہے دوسروں کو برا بھی کہتا ہے اور گالی گلوچ کرتا ہے اور کبھی کسی کو مار بھی دیتا ہے جس سے جڑے دل ٹوٹتے ہیں اور دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اللہ کی یاد اور نماز سے غافل ہونا تو ایسی ظاہر بات ہے جو نظروں کے سامنے ہے۔ جب کسی نے شراب پی لی تو نشہ میں بدمست ہو گیا اب نماز اور اللہ کے ذکر کا موقع کہاں رہا جن کو شراب کی عادت ہو جاتی ہے وہ تو اسی دُھن میں رہتے ہیں کہ نشہ کم ہو تو اور پئیں پھر کم ہو تو پھر پئیں اور جب کوئی شخص جوا کھیلنے میں لگ جاتا ہے تو گھنٹوں گذر جاتے ہیں جیتنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اللہ کے ذکر کا اور نماز کا اس کے ہاں کوئی موقع ہی نہیں ہوتا۔

حتیٰ کہ جو لوگ بغیر ہار جیت کے شطرنج کھیلتے رہتے ہیں وہ بھی گھنٹوں کھیلتے رہتے ہیں انہیں ذرا بھی اللہ کے ذکر کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ نماز کا پورا وقت اول سے اخیر تک گذر جاتا ہے لیکن نماز اور ذکر اللہ کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں ہوتا۔ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے لیکن اس کو علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ عام ذکر سے اس کی اہمیت زیادہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فرض ہے اور عام طور پر ذکر میں مشغول رہنا مستحب ہے اگرچہ اس عام ذکر کے بھی بڑے بڑے اجور و ثمرات ہیں۔

جُوئے کی تمام صُورتیں حرام ہیں

سورہ مائدہ کی آیت مذکورہ بالا میں شراب اور جوا دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور دونوں کو ناپاک بتایا اور سورہ بقرہ میں فرمایا ہے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا کہ ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔ جوئے کے لئے سورہ بقرہ میں اور سورہ مائدہ میں لفظ اَلْمَيْسِرُ استعمال فرمایا ہے۔ عربی میں اس کا دوسرا نام قمار ہے۔

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو شریعت میں اسے قمار کہا جاتا ہے مثلاً دو آدمی آپس میں بازی لگائیں کہ ہم دونوں دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے

سے کہتا ہے کہ تو آگے بڑھ گیا تو میں ایک ہزار روپیہ دوں گا اور اگر میں بڑھ گیا تو مجھے ایک ہزار روپے دینا ہوں گے یا مثلاً بند ڈبے ہیں وہ فی ڈبہ ایک روپے کے حساب سے فروخت ہوں گے لیکن کسی ڈبہ میں پانچ روپے کی چیزیں نکلیں گی اور کسی ڈبہ میں ۲۵ پیسے کا مال نکلے گا تو ان ڈبوں کی خرید و فروخت قمار یعنی جوئے میں داخل ہے اور ہر وہ معاملہ جو نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہو وہ معاملہ قمار ہی کی صورت ہے۔

اخباری معمّوں کے ذریعہ بھی قمار یعنی جوا کا سلسلہ جاری ہے بطور اشتہار اخباروں اور ماہوار رسالوں اور ہفت روزہ جریدوں میں معمہ کی مختلف صورتوں کا اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً پانچ روپے بھیجے تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان لوگوں میں سے جس کا قرعہ اندازی میں نام نکل آئے گا اسے انعام کے عنوان سے مقررہ رقم یا کوئی بھاری قیمت کی چیز مل جائے گی یہ سراسر قمار ہے یعنی جوا ہے اور حرام ہے کیونکہ جو شخص فیس کے نام سے کچھ پیسے بھیجتا ہے وہ اس موہوم نفع کے خیال سے بھیجتا ہے کہ یا تو یہ روپے گئے یا ہزاروں مل گئے فیس کے نام روپیہ بھیجنا اور اگر اس روپے پر کچھ زائد مل جائے اس کا لینا اور معمہ شائع کر کے لوگوں کی رقمیں لے لینا یہ سب حرام ہے اور ہر قسم کی لاٹری جس میں کچھ دے کر زائد ملنے کی امید پر مال جمع کیا جاتا ہے پھر اس پر مال ملے یا نہ ملے یہ سب حرام ہے۔ گھوڑ دوڑ کے ذریعہ بھی جوا کھیلا جاتا ہے جس کا گھوڑا آگے نکل گیا اُسے ہارنے والے کی جمع کی ہوئی رقم مل جاتی ہے یہ طریقہ کار حرام ہے اور جو اس طریقہ سے رقم حاصل کی وہ بھی حرام ہے۔ پتنگ بازی اور کبوتر بازی کے ذریعہ بھی جوا کھیلا جاتا ہے۔ یہ دونوں کام خود اپنی جگہ ممنوع ہیں پھر ان پر ہار جیت کے طور پر جو رقم لگاتے ہیں وہ مستقل گناہ ہے اور صریح حرام ہے کیونکہ قمار یعنی جوا ہے۔ سٹے کا کاروبار بھی سراپا قمار ہے اور حرام ہے انشورنس یعنی بیمہ پالیسی کی بھی وہ سب صورتیں حرام ہیں جن میں رقمیں جمع کی جاتی ہیں اور حادثہ ہو جانے پر جمع کردہ رقم سے زیادہ مال مل جاتا ہے زندگی کا بیمہ ہو یا دکانوں کا یہ سب حرام ہے۔ اگر کسی نے بیمہ کمپنی میں کوئی قسط جمع کرائی ہو تو اپنی جمع کردہ رقم سے جو مال زائد ملے وہ سب حرام ہے۔ قمار کے جتنے بھی طریقے ہیں (گھوڑ دوڑ وغیرہ) ان سب کی آمدنی حرام ہے۔ ہر مؤمن کو فکر آخرت لازم ہے ہر گناہ سے بچے اور آخرت کے مواخذہ کا خیال کرے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ
وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

كتاب التنبيه على أداء الحقوق وما جاء في التشديد في ذٰلك

حقوق العباد کی ادائیگی پر تاکید اور حقوق ضائع کرنے والوں کے لئے وعید شدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حقوق العباد سے بے فکری

حقوق العباد کا معاملہ بہت اہم ہے عام طور پر لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی دینداری بس نماز اور کرتہ اور داڑھی میں رہ گئی حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ستر نافرمانیاں لے کر قیامت کے میدان میں پہنچے تو یہ اس سے ہلکا جرم ہے کہ کسی بندے کا ایک حق اپنے ذمہ لے کر میدانِ قیامت میں حاضر ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اس سے معافی کی امید رکھی جائے لیکن بندے چونکہ محتاج ہیں اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی کا دھیان رکھنا اور حقوق العباد سے پاک ہو کر جانا بہت زیادہ اہم اور نہایت ضروری ہے۔ بندوں سے وہاں معاف کرانے کی امید رکھنا بے وقوفی ہے۔ بندے وہاں محتاج ہوں گے کسمپرسی کا عالم ہوگا ذرہ ذرہ سا سہارا تلاش کرتے ہونگے اور ہر صاحب حق اپنا پورا پورا حق وصول کرنا چاہے گا۔ میراث کے بارے میں تو دینداری کے مدعی پیر فقیر عالم جاہل عموماً مبتلائے مصیبت ہیں۔ مرنے والا مر جاتا ہے اور اس کا مال شرعی اصول کے مطابق ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جاتا یتیموں اور بیواؤں کے حصے دوسرے ہی لوگ کھا جاتے ہیں اور مرنے والوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کے شرعی حصے نہیں دیئے جاتے، ہاں بدعت کے کاموں میں میراث کے مشترک مال سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اجرت پر قرآن مجید پڑھوایا جا رہا ہے جو حرام ہے تیجے چالیسویں ہو رہے ہیں جو بدعت ہیں اور ان میں ریاکاری بھی مقصود ہوتی ہے۔ یتیموں بیواؤں کا مال (جو انہیں میراث میں ملا ہے) بدعات اور خرافات میں خرچ کرتے چلے جاتے ہیں اور شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے جان چراتے ہیں۔

عموماً یہ ہوتا ہے کہ جہاں دو بیویوں کی اولاد ہوئی ان میں سے جس بیوی یا جس بیوی کی اولاد کے قبضہ میں مرنے والے کی املاک اور اموال میں سے جس قدر بھی ہوئے اڑتا ہے یہ بالکل نہیں سوچا جاتا ہے کہ ہر مرنے والے کا مشترک مال ہے۔ شریعت کے مطابق اس کی دونوں بیویوں سے اس کی جو

اولاد ہے ان سب کے حصّے ہیں مرنے والے نے جتنا بھی مال چھوڑا ہے خواہ کسی بھی بیوی اور کسی بھی اولاد کے قبضہ میں ہو شرعاً سب میں میراث کا قانون جاری ہوتا ہے اگر تقسیم نہ کیا جائے اور جس کے قبضہ میں جو مال ہے وہ مستحقین کو نہ پہنچایا جائے تو جس کے پاس بھی اپنے حصّہ سے زیادہ ہوگا وہ حرام کھانے کے گناہ کا مرتکب ہوگا یہ مال کی محبت آخرت کے عذاب میں مبتلا کردے گی۔ سورۃ الفجر میں اہلِ دنیا کا حال بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا	بلکہ بات یہ ہے کہ تم یتیم کا احترام نہیں کرتے
تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَ	اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور
تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا	میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۔	سے بہت ہی محبت رکھتے ہو ۔

یہ مال کی محبت ہی یتیم کا اکرام نہیں کرنے دیتی۔ یتیم پر ظلم بھی ہوتا ہے اس کا میراث والا حصّہ بھی دبا لیا جاتا ہے اور دوسرے طریقوں سے بھی اس کی حق تلفی کی جاتی ہے اگر سمجھتے ہیں کہ یتیم خانوں میں جو مال چندہ کر کے جمع کیا جاتا ہے اس میں جو خیانت ہو وہ یتیم کا مال کھانے میں شامل ہے حالانکہ میراث تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے گھر گھر یتیموں کا مال کھایا جا رہا ہے۔ سورۂ نساء میں ہے ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى	بلاشبہ جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں
ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ	وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں اور عنقریب
نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۔	دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ۔

قرض بُری بلا ہے اکابر کا یہ مقولہ تو مشہور ہی ہے کہ القرض مقراض المحبۃ یعنی قرض محبت کی قینچی ہے۔ لفظ قرض کا لغوی معنیٰ ہی کاٹنے کا ہے بہت سے لوگوں کو قرض لینے کی عادت ہوتی ہے ضرورت بلاضرورت قرض لیتے رہتے ہیں اور جب بہت سے قرضے چڑھ جاتے ہیں تو ڈھیٹ ہو جاتے ہیں اور ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں جس سے قرض مل سکتا ہو جہاں کہیں نئے آدمی سے میل جول ہوا بس اُسے داغ دیا۔ اب وہ بے چارہ آگے پیچھے پھرتا ہے ادائیگی کا نام نہیں جب قرض لیا تھا تو دوسرا منہ تھا عاجزی کے ساتھ مانگ رہے تھے بھیگی بلی بنے ہوئے تھے اب جب قرض دینے والا مانگنے کو آتا ہے تو اس کی صُورت دیکھنا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ اس کو دیکھا اور بخار چڑھ گیا اور بعض تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا جو چاہے کر لے۔

قرض بہت ہی مجبوری میں لیا جائے اور جیسے ہی انتظام ہو جائے فوراً ادا کر دے پیسوں کی آمد پر ادائیگی منحصر نہ رکھے۔ گھر کی چیزیں بیچ کر محنت مزدوری کر کے جس طرح ممکن ہو جلد قرضہ ادا کرے اور قرض خواہ کے تقاضہ سے پہلے خود جا کر ادا کر دے۔

قرض کی ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے ادا نہ کرنا اس کو حدیث میں "مطل" فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ۔ یعنی جس کے پاس ادائیگی کا انتظام ہو اس کا ٹال مٹول کرنا، قرضہ ادا نہ کرنا یہ ظلم کی بات ہے۔ جس شخص نے نیکی کی تمہاری ضرورت کے وقت کام آیا اور ادھار دے دیا اس کو یہ سزا دے رہے ہیں کہ تقاضوں کے لئے بار بار آئے واپس چلا جائے اور انتظام ہوتے ہوئے نہ دیا جائے۔ شرعاً اور عقلاً ظلم کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ۔ (رواہ مسلم) یعنی قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے۔

دیکھو شہادت کتنی بڑی نیکی ہے جان تک دے دی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا لیکن حقوق العباد پھر بھی معاف نہیں جس کسی کا کوئی کچھ اپنے اوپر واجب ہو خواہ قرض لیا ہو خواہ اور کسی سبب سے کسی کا کوئی حق واجب ہو گیا ہو جلد سے جلد ادا کر دے اپنی عبادتوں نماز روزہ اور ذکر اذکار کی مشغولیت سے دھوکہ نہ کھائے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے زیادہ عبادت کر لی ہے حق داروں کے حقوق اس میں سے دے دیں گے یہ بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ دنیا میں ذرا سی حقیر دنیا لی اور اس کے بدلہ میں نماز روزے دے کر خود دوزخ میں چلے گئے یہ کیا سمجھداری ہے؟ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ دو پیسے کے عوض سات سو مقبول نمازیں دینی ہوں گی مزید فرمایا کہ میں نے مولوی نصیر الدین سے کہہ دیا ہے (یہ حضرت شیخ کے کتب خانہ کے منیجر تھے) کہ لین دین میں حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھو میری تو سات سو نمازیں مقبول نہیں ہیں اب تو اپنے بارے میں سوچ لے تیری کتنی مقبول ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو مفلس اُسے سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ نہ ہو اور مال نہ ہو۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ بلاشبہ میری اُمت کا حقیقی مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز اور روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا یعنی اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی روزے بھی رکھے ہوں گے زکوٰۃ بھی ادا کی ہو گی اور ان سب کے باوجود اس حال میں میدانِ حشر میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا اور چونکہ قیامت کا دن فیصلہ کا دن ہوگا اس لئے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جس جس کو اس نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی تھی سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی. کچھ اس کی نیکیاں اس حقدار کو دی جائیں گی اور کچھ دوسرے حق داروں کو دی جائیں گی. پھر اگر حق پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو اس کے سر حقداروں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے. پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا[1]

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو کہ اس کی بے آبروئی کی ہو یا کوئی اور حق تلفی کی ہو تو آج ہی (اس دنیا میں اس کا حق ادا کرکے یا معافی مانگ کر) اس سے پہلے معاف کرالے جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم. پھر فرمایا کہ اگر اس کے کچھ عمل اچھے ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے لے لئے جائیں گے (جو اصحابِ حقوق کو دے دیئے جائیں گے) اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بُرائیاں لے کر اس ظالم کے سر ڈال دی جائیں گی[2]

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف پیسہ کوڑی دبا لینا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ گالی دینا، غیبت کرنا، تہمت لگانا، بے جا مارنا، بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے بہت سے لوگ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں مگر ان باتوں سے ذرا نہیں بچتے. واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنے حقوق توبہ استغفار سے معاف فرما دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق اس وقت معاف ہوں گے جب ان کو ادا کرے یا صاحبِ حق سے معاف کرالے.

بہت سے لوگ اس خیال میں رہتے ہیں کہ ہم نے حج کر لیا ہے اور سب گناہ معاف ہوگئے ہیں چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں بندوں کے حقوق معاف ہونے کی بھی دُعا

---

[1] رواہ مسلم. [2] رواہ البخاری.

کی تھی اور وہ دُعا قبول ہوگئی تھی اس لئے اگر حقوق کی ادائیگی نہ کی تو کچھ حرج نہیں، العیاذ باللہ، حدیث کا یہ مطلب سمجھ لینا نفس و شیطان کا کیسا پُر فریب جال ہے۔

ایک حاجی صاحب سے احقر کی ملاقات ہوتی رہتی تھی اُن کے بعض عزیزوں کا اُن پر مالی حق تھا، میں توجہ دلایا کرتا تھا کہ آپ وہ حق ادا کریں بوڑھے ہو چکے ہو موت قریب ہے جلد سے جلد سبکدوشی حاصل کرنا لازم ہے، اس پر انہوں نے ایک دن یہ کہا کہ مزدلفہ میں وقوف کرنے اور دعا کرنے سے سب حقوق معاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے حدیث کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حج کرنے سے سارے حقوق العباد ختم ہو جاتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم حج کرنے کے بعد اور خاص کر وہ صحابہ جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا لوگوں کے اموال مار لیا کرتے اور خوب غصب کرتے اور بے جا لوگوں کی مار پٹائی کیا کرتے اور اس یقین پر کہ سب کچھ معاف ہے خوب لوگوں کے حق مارتے اور خیانتیں کرتے۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو حدیث کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ دیدہ و دانستہ لوگوں کے حق مار لو اور قدرت ہوتے ہوئے نہ حقوق کی ادائیگی کرو اور نہ معافی مانگ کر معاملہ صاف کرو۔ پھر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد سے لے کر آج تک محدثین نے یا ائمہ مجتہدین نے یا کسی بھی مذہب کے کسی فقیہ یا مفتی نے یہ نہیں بتایا کہ حقوق اور مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے موت سے پہلے ایک حج کر لو نہ کسی کو کچھ دینا پڑے گا نہ معافی مانگنی پڑے گی نہ قرضوں کی ادائیگی کی ضرورت ہو گی۔ اگر کسی جاہل نے حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ حقوق دباؤ اور مال مارو۔ لوگوں پر اچھی طرح ظلم ڈھاؤ۔ پھر ایک حج کر کے سب سے پاک صاف ہو جاؤ تو اس کی اپنی جہالت ہے۔ اگر ایسا ہو تو کوئی آدمی ہر سال ایک لاکھ روپیہ مختلف طریقے سے خیانت چوری قرض داری وغیرہ کے ذریعہ حاصل کر لیا کرے پھر بیس ہزار خرچ کر کے حج کر لیا کرے اور آخرت کی گرفت سے بالکل مطمئن ہو کر اسّی ہزار کا نفع کما لیا کرے۔ شیطان بڑا استاد ہے کیسی کیسی پٹی پڑھاتا ہے۔

حدیث کا مطلب صرف اتنا سا ہے کہ عرفات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں یہ دُعا کی کہ "اے رب! اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنّت دے دیں اور ظالم کی مغفرت فرما دیں!" یہ دعا عرفات میں قبول نہیں ہوئی۔ پھر صبح کو مزدلفہ میں پھر یہ دعا کی تو دُعا قبول

ہو گئی۔ حدیث سنن ابن ماجہ میں مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قَالَ اَیْ رَبِّ اِنْ شِئْتَ اَعْطَیْتَ الْمَظْلُوْمَ مِنَ الْجَنَّۃِ وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ
فَلَمْ یُجَبْ عَشِیَّتَہٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَۃِ اَعَادَ الدُّعَاءَ فَاُجِیْبَ اِلٰی مَا سَاَلَ ؛

اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ جو بھی کوئی شخص حج کرے گا اس کے ذمہ جتنے بھی لوگوں کے حقوق اور قرضے ہوں گے اور جو کچھ بھی مظالم کئے ہوں گے وہ سب حج کرنے سے معاف ہو جائیں گے اور آخرت میں کوئی پکڑ اور حساب وکتاب اور لینا دینا نہ ہو گا۔ حدیث میں تو صرف اتنی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کرنے والے کی معافی کے لئے یہ قانون پاس کرا دیا کہ اللہ چاہے تو مظلوم کو اپنے پاس سے دے دے اور ظالم کی مغفرت فرما دے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی مشیت پر دارومدار ہے اللہ جس کے ساتھ چاہے گا ایسا احسان فرما دے گا اور یہ اللہ کا فضل جس کو چاہے شامل ہو سکتا ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ	بے شک اللہ اس چیز کی مغفرت نہیں فرمائے گا کہ
وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؛	اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا
	جس کو چاہے گا بخش ہی دے گا۔

حدیث میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ مظلوم کو اپنے پاس سے حقوق عنایت فرما کر ظالم کو ضرور بالضرور بخش ہی دے گا۔

بات تو اللہ کی مشیت ہی کی رہی وہ چاہے بخشے چاہے نہ بخشے، پھر یہ یقین کامل کہاں سے حاصل ہو گیا کہ جو بھی حج کرلے سارے حقوق اور قرضے اور مظالم بلاخوف وخطر معاف ہو جائیں گے۔

یہ تو بحث ہے حدیث کے مضمون کے متعلق جو اس کے الفاظ سے اچھی طرح واضح ہے لیکن ساتھ ہی حدیث کی سند بھی دیکھنی چاہیے۔ حدیث کی سند میں عبداللہ بن کنانہ راوی ہے۔ اس کے بارے میں محشّی سنن ابن ماجہ علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے زوائد ابن ماجہ سے نقل کیا ہے قال البخاری لم یصح حدیثہ" یعنی امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث صحیح نہیں ہے) اور حافظ ابن جوزی نے عبداللہ بن کنانہ کے والد کنانہ کے بارے میں کہا ہے" منکر الحدیث جدًا" اور کنانہ کی وجہ سے انہوں نے حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اگر موضوع نہیں تو ضعف سے پھر بھی خالی نہیں ہے۔

ایسی ضعیف السند حدیث کو بنیاد بنا کر لوگوں کے مال مارنا اور حقوق دبانا اور حج کرکے اپنے کو

پاک صاف سمجھ لینا بہت بڑی غفلت اور نادانی اور فریب نفس ہے اور کیا ذخیرہ حدیث میں یہی ایک حدیث ہے جسے بعض محدثین نے موضوع اور بعض نے ضعیف کہا ہے؟ کثیر تعداد میں جو احادیث حقوق العباد کی تلافی کرنے کے بارے میں آئی ہیں ان کو کیوں بھلا رہے ہیں؟ کسی کی غیبت کرنے، کسی پر تہمت باندھنے یا آبرو ریزی کرنے یا قرضہ لے کر ادائیگی کا انتظام کئے بغیر مر جائے اور شریکوں کے آپس میں خیانت کرنے اور کسی کی زمین دبالینے یا کسی بھی طرح ظلم کرنے کے بارے میں جو صحیح السند احادیث میں وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان کی طرف سے قصداً غافل ہو جانے سے کیا آخرت میں چھٹکارہ ہو جائے گا؟

بہت سے دینداری کے مدّعی مرنے والے بھائی کی جائیداد سے اس کی بیوی کو حصّہ نہیں دیتے بلکہ اُسے مجبور کرتے ہیں کہ تو ہمارے ساتھ نکاح کر لے وہ بیچاری مجبوراً نکاح کر لیتی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے شریعت کی پاسداری کر لی۔ حالانکہ نکاح کر لینے سے اس کے شوہر کی میراث سے جو شرعاً حصّہ اس کو ملا ہے اس کا دبالینا پھر بھی حلال نہیں ہو جاتا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر عورت کو جائیداد میں حصّہ دے دیا گیا تو ہماری زمین کا حصّہ دوسرے خاندان میں چلا جائے گا۔ اگر چلا ہی گیا تو کیا ہوا، بیوہ عورت کا مال مارنے اور آخرت کے عذاب سے تو بچ جائیں گے۔

بہت سے علاقوں میں رواج ہے کہ میّت کے ترکہ میں سے اس کی لڑکیوں کو حصّہ نہیں دیتے بلکہ بھائی ہی دبا بیٹھتے ہیں جو سراسر ظلم کرتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنا حق مانگتی نہیں ہیں اور معاف کرانے سے معاف بھی کر دیتی ہیں۔

واضح رہے کہ حق نہ مانگنا دلیل اس بات کی نہیں کہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے اور جیسی جھوٹی معافی ہوتی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے، کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ ہم کو ملنا تو ہے ہی نہیں لہٰذا معاف ہی کر دیتی ہیں اور اپنا حق طلب کرنے سے خاموش رہتی ہیں۔ اگر ان کا حصّہ بانٹ کر ان کے سامنے رکھ دیا جائے کہ لو یہ تمہارا حصّہ ہے اور جائیداد کی آمدنی جتنی ان کے حصّہ کی ہو ان کو دے دی جائے اور وہ اس کے باوجود معاف کر دیں تو معافی کا اعتبار ہوگا مجبوری رسمی معافی کا اعتبار نہیں۔

بعض لوگ نفس کو یوں سمجھا لیتے ہیں کہ زندگی بھر ان کو ان کی سسرال سے بلائیں گے بچوں سمیت آئیں گی، کھائیں گی پئیں گی، اس سے ان کا حق ادا ہو جائے۔ یہ سب خود فریبی ہے، اوّل تو ان پر اتنا

خرچ نہیں ہوتا جتنا میراث میں ان کا حصہ نکلتا ہے، دوسرے صلہ رحمی کرنا ہے تو اپنے پیسہ سے کرو پیسہ ان کا اور احسان آپ کا کہ ہم نے بہن کو بلایا ہے اور خرچ کیا ہے یہ کیا صلۂ رحمی ہوئی؟ تیسرے ان سے معاملہ کرو کیا اس سودے پر وہ راضی ہیں؟ یکطرفہ فیصلہ کیسے فرمالیا۔

اسی طرح مہر کو بھی سمجھو کہ رسمی طور پر بیوی کے معاف کردینے سے معاف نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے معاف نہ کردے، اگر اس نے یہ سمجھ کر زبانی طور پر معاف کردیا کہ معاف کروں یا نہ کروں ملتا تو ہے ہی نہیں تو اس معافی کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

فَاِنۡ طِبۡنَ لَكُمۡ عَنۡ شَىۡءٍ	سو اگر تمہاری بیویاں نفس کی خوشی سے کچھ مہر
مِّنۡهُ نَفۡسًا فَكُلُوۡهُ هَنِيۡٓـئًـا مَّرِیۡٓـئًـا۔	چھوڑدیں تو تم اس کو مرغوب اور خوشگوار
(سورۂ نساء)	سمجھتے ہوئے کھاؤ۔

اس بارے میں بھی یہی صورت کریں کہ ان کا مہر ان کے ہاتھ میں دے دیں پھر وہ اپنی خوشی سے بخش دیں یا اس کو بے تکلف قبول کرلیں۔

لڑکیوں کی شادی کردی جاتی ہے اور ان کا مہر والد یا دوسرا کوئی ولی وصول کرلیتا ہے وصول کرلینا اور اس کی ملکیت جانتے ہوئے محفوظ رکھنا یہ تو ٹھیک ہے، لیکن لڑکی سے پوچھے بغیر اس کے مال کو اپنے تصرف میں لانا اور اپنا ہی سمجھ لینا پھر اس کو کبھی بھی نہ دینا یا دباؤ کے دل سے جھوٹی معافی کرالینا یہ حلال نہیں ہے۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ صاحب شادی میں جو ہم نے خرچ کیا ہے اس کے عوض ہم نے وصول کرلی، یا جہیز میں لگادی، حالانکہ والد یا کوئی ولی رواجی اخراجات کرتا ہے عموماً یہ سب کچھ نام کے لئے ہوتا ہے اور بہت سے کام شریعت کے خلاف بھی ہوتے ہیں، گانا بجانا اور طوائف کے ناچ رنگ ہوتے ہیں۔ جہیز بھی دکھاوے کے لئے دیا جاتا ہے اور وہ چیزیں جہیز میں دی جاتی ہیں جو زندگی بھر کبھی کام بھی نہ آئیں، سب جانتے ہیں کہ خلافِ شرع اور دکھاوے کے لئے تو اپنا مال خرچ کرنا بھی حرام ہے۔ پھر بے زبان لڑکی کا مال اس طرح خرچ کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے؟ جو کچھ خرچ کریں موافق شرع کریں اور وہ بھی اپنے مال سے، نہ کہ لڑکی کے مہر سے اس کے مال سے خرچ کرنا بلا اس کی اجازت کے ظلم ہے۔ اس سے پوچھتے تک نہیں اور اس کا مال اڑا دیتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب یہ کہیں کہ وہ خاموش رہتی ہے یہی اجازت ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہے، رواجی خاموشی

مالیات کے بارے میں معتبر نہیں ہے، اس کی رقم اس کو دے دو اور اس پر کسی قسم کا جبر نہ ہو اور بدنامی اور رواج کا ڈر نہ ہو پھر بھی وہ خوشی سے جو کچھ آپ کو دے دے اس کو اپنا سمجھ سکتے ہیں۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ شرعاً شادی میں کوئی خرچہ نہیں ہے، ایجاب و قبول سے نکاح ہو جاتا ہے اس کے بعد رخصت کردو سواری کا خرچہ شوہر دے گا جو اپنی بیوی کو لے جائے گا، لڑکی یا اس کے ولی کے ذمہ کچھ بھی خرچہ نہیں آتا، رواجی بکھیڑوں اور نام و نمود کے قصوں نے خلاف شرع کاموں پر لگا رکھا ہے۔

یوں کہنے والے بھی ملتے ہیں کہ ہم نے پیدائش سے لے کر آج تک خرچ کیا ہے وہ ہم نے وصول کر لیا، یہ بھی جاہلانہ جواب ہے کیونکہ شرعاً آپ پر اس کی پرورش واجب تھی اس لئے آپ نے اپنا واجب ادا کیا جس کی ادائیگی اپنے مال سے واجب تھی اس کے عوض وصول کرنا خلافِ شرع ہے بلکہ خلافِ محبت ہے اور خلافِ شفقت بھی ہے۔ گویا آپ جو کچھ اس کی پرورش پر خرچ کرتے آئے ہیں وہ ایک سودے بازی ہے اور ہے بھی بلا حساب جس کی لکھا پڑھی کچھ نہیں، پندرہ بیس سال خرچ کر کے اس کے مال سے وصول کر لیں گے، ادھار خرچ کر کے بعد میں وصول کر لینا یہ تو غیر بھی کر دیتے ہیں آپ نے اپنی اولاد کے ساتھ کون سا سلوک کیا؟

بغیر بلائے کسی دعوت میں پہنچ کر کھا لینا حلال نہیں ہے، اگر مروت اور لحاظ کی وجہ سے کوئی منع نہ کرے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس خاموشی کو اجازت سمجھ لینا صریح غلطی ہے اور خود فریبی ہے۔ اگر کوئی شخص چار آدمی بلائے اور پانچواں بھی ساتھ چلا جائے اور صاحب خانہ لحاظ میں کچھ نہ کہے تو زائد آدمی کا کھا لینا حرام ہے۔

بعض لوگ مذاق میں کسی چیز کو لے کر چل دیتے ہیں اور پھر سچ مچ رکھ لیتے ہیں حالانکہ جس کی ملکیت ہوتی ہے وہ خوشی سے اس کو دینے پر راضی نہیں ہوتا لہٰذا اس طرح لینا حرام ہے اگرچہ صاحبِ خانہ لحاظ میں خاموش رہ جاتے۔

عموماً رواج ہے کہ کسی کے مرجانے پر اس کے مال سے فقراء اور مساکین کی دعوت کرتے ہیں اور اس کے کپڑے وغیرہ خیرات کی نیت سے دے دیتے ہیں حالانکہ ترکہ تقسیم کئے بغیر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو سب وارث بالغ نہیں ہوتے اور جو بالغ ہوں ان سب کا موجود ہونا ضروری نہیں ان میں بہت سے سفر میں یا ملازمتوں پر پردیس میں ہوتے ہیں، مشترک مال میں سب کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا درست نہیں ہے اور رسمی طور پر رواجی اجازت کا اعتبار نہیں ہے، مال تقسیم کر کے ہر ایک وارث

کا حصہ اس کے حوالہ کر دو پھر وہ اپنی خوشی سے جو چاہے ایصال ثواب کے لئے شریعت کے مطابق بلا ریا کاری کے خرچ کر دے اور یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ نابالغ کی اجازت شرعاً معتبر نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے اجازت دے دے۔

ہمارے ایک استاذ ایک تحصیلدار کا قصہ سناتے تھے کہ جب وہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور دینی حالت سدھرنے لگی اور آخرت کی فکر نے ادائیگی حقوق کی طرف متوجہ کیا تو انہوں نے اپنے زمانۂ تعیناتی میں جو رشوتیں لی تھیں ان کو یاد کیا اور حساب لگایا، عموماً متحدہ پنجاب کی تحصیلوں میں وہ تحصیلداری پر مامور رہے تھے اور جن لوگوں سے رشوتیں لی تھیں ان میں زیادہ تر سکھ قوم کے لوگ تھے انہوں نے تحصیلوں میں جا کر مقدمات کی فائلیں نکلوائیں اور ان کے ذریعہ مقدمات لانے والوں کے پتے لئے پھر گاؤں گاؤں ان کے گھر پہنچے اور بہت سوں سے معافی مانگی اور بہت سوں کو نقد رقم دے کر سبکدوشی حاصل کی۔ ان تحصیلدار صاحب سے ہمارے استاذ موصوف کی خود ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اپنا یہ واقعہ ان کو خود سنایا تھا۔

ممکن ہے کہ بعض حضرات یہ سوال کریں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے حقوق تو مار لئے اور جو ہونا تھا ہو چکا اب ان کے پاس پیسے نہیں لہٰذا حقوق کس طرح ادا کریں اور بہت سے لوگوں کے پاس پیسے تو ہیں لیکن اصحاب حقوق یاد نہیں اور تلاش کرنے سے بھی نہیں مل سکتے، ان کو پہنچانے کا کوئی راستہ نہیں اب یہ لوگ کیا کریں؟

اس کے بارے میں عرض ہے کہ اللہ کی شریعت میں اس کا حل بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ جو اصحاب حقوق معلوم ہیں ان سے جا کر یا بذریعہ خطوط معافی مانگیں اور ان کو بالکل خوش کر دیں جس سے اندازہ ہو جائے کہ انہوں نے حقوق معاف کر دیئے اگر وہ معاف نہ کریں تو اُن سے مہلت لے لیں اور تھوڑا تھوڑا کما کر اور آمدنی میں سے بچا کر ادا کریں اور اگر ادائیگی سے پہلے ان میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کی اولاد کو باقی ماندہ حق پہنچا دیں۔

اہل حقوق میں سے جو لوگ زندہ ہوں لیکن ان کا پتہ معلوم نہ ہو تو ان کی طرف سے ان کے حقوق کے بقدر مسکینوں کو صدقہ دے دیں جب تک ادائیگی نہ ہو صدقہ کرتے رہیں اور تمام حقوق والوں کے لئے خواہ مالی حقوق ہوں، خواہ آبرو کے حقوق ہوں بہرحال دعائے خیر اور استغفار ہمیشہ پابندی سے کریں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ نے اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ

کے والد کی دو بیویاں تھیں اپنے والد کی وفات کے بعد انہیں خیال آیا کہ ان بیویوں کے مہر ادا نہیں ہوئے تھے دونوں بیویاں بھی وفات پا چکی تھیں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ان کے رشتہ دار کا پتہ چلایا اور ان میں سے جس جس کو میراث پہنچتی تھی سب کو ان کا حق پہنچایا ان میں جو وفات پا گئے تھے ان کی اولاد کو تلاش کیا اور حق دیا ان میں سے ایک بیوی کاندھلہ کی تھی ان کے کسی عزیز کے حساب میں دو پیسے نکلتے تھے حضرت والا نے مجھے (یعنی حضرت شیخ کو) وکیل بنایا تا کہ ان کا حق پہنچاؤں۔

اصل بات یہ ہے کہ عام طور سے آخرت کی فکر ہی نہیں رہی دل کی لگی بُری ہوتی ہے اگر فکر ہو جائے جسے واقعی فکر کہتے ہیں اور دوزخ کی آگ کا یقین ہو جائے تو نیند ہی نہ آئے جب تک کہ حقوق العباد ادا نہ کر دے فکر تو بعد کی بات ہے یقین ہی کچا ہے جو یقین کہنے کے لائق نہیں اس لئے حقوق کی ادائیگی اور ادائیگی فرائض وواجبات اور اجتناب محرمات کی طرف توجہ نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

قرض کے بارے میں خصوصی تنبیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنُ یعنی قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے [1]

دیکھو شہادت کتنی بڑی نیکی ہے جان تک دے دی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا لیکن حقوق العباد پھر بھی معاف نہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ تکبّر سے اور قرضے سے بری ہے تو وہ جنّت میں داخل ہو گا [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تا کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں آپ نے دریافت فرمایا کیا اس شخص پر قرضہ ہے؟ حاضرین نے کہا کہ ہاں اس پر قرض ہے! فرمایا کیا اس نے ادائیگی کا انتظام چھوڑا ہے؟ عرض کیا نہیں! اس پر فرمایا کہ آپ لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لیں (میں نہیں پڑھاتا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کا قرضہ ادا کر دوں گا۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۲۔ [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۳۔

اس کے بعد آپؐ آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھا دی[1]

بہت سے وارثین مرنے والے کے قرضے ادا نہیں کرتے خود ہی سب دبا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ مرنے والے پر ظلم ہے کہ وہ قرضوں کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے آخرت میں پکڑا جائے گا اور اپنے اوپر بھی ظلم ہے کہ غیر کے مال پر قابض ہو گئے۔

شریعت کا قانون یہ ہے کہ ترکہ سے اوّلاً کفن دفن کے اخراجات لئے جائیں، پھر اس کے قرضے ادا کئے جائیں، پھر باقی مال میں سے $\frac{1}{3}$ کے اندر اس کی وصیّت نافذ کی جائے (اگر اس نے وصیّت کی ہو) اور $\frac{2}{3}$ مال وارثوں کو شریعت کی تقسیم کے مطابق دے دیا جائے۔ اگر قرض ترکہ سے زیادہ یا ترکہ کے برابر ہو تو کسی وارث کو کچھ بھی نہ ملے گا، یہ شریعت کا اصول ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ اگر قرضے ادا کر بھی دیئے تو مرنے والے کی وصیّت نافذ نہیں کرتے، مرنے والے کو اختیار ہے کہ قرضوں سے جو مال بچے اس کے $\frac{1}{3}$ میں وصیت کر سکتا ہے۔ جب مرنے والا وصیت کر دے تو وارثوں پر اس کی وصیّت نافذ کرنا واجب ہے۔ اس کی وصیّت کے بعد جو مال بچے اس کو آپس میں تقسیم کریں۔ البتہ $\frac{1}{3}$ سے زائد میں وصیت نافذ کرنا واجب نہیں ہے۔ اور جو وصیت خلاف شرع ہو اس کا نافذ کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے وصیت کی کہ دس ہزار روپے مسجد یا مدرسہ میں دے دیئے جائیں تو ادائیگی قرض کے بعد جو بچے اگر اس کے $\frac{1}{3}$ میں اس کی گنجائش ہو تو وصیت کے مطابق مسجد و مدرسہ میں بقدر وصیت کے مال دے دیں اگر $\frac{1}{3}$ میں دس ہزار کی گنجائش نہ ہو اور بالغ ورثا اپنی خوشی سے اپنے حصّہ سے دینا گوارا نہ کریں تو جس قدر $\frac{1}{3}$ میں ہو اسی قدر دے دیں، خود دبا کر نہ بیٹھ جائیں۔

تنبیہات

(۱) جس کسی نے اپنا مال تھوڑا ہو یا بہت خواہ کسی بھی جنس سے ہو کسی کے پاس حفاظت کے لئے رکھ دیا یہ مال اس کے پاس امانت ہے اسے خوب اچھی طرح حفاظت سے رکھے اور امانت رکھنے والا جب مانگے تو دے دے اگر دینے سے انکار کر دے اور وہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۰۳۔

ہلاک ہوگئی تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

(۲) امانت کی چیز اگر خرچ کرلے یا ہلاک کردے تب بھی ضمان لازم ہوگا۔

(۳) اگر کسی نے کوئی چیز کسی شخص سے عاریۃً (مانگنے کے طور پر) لی پھر ہلاک کر دی تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

(۴) اگر کوئی مہمان یا گاہک گھر یا دکان پر اپنی کوئی چیز بھول جائے تو وہ امانت ہے اس کا خرچ کرلینا جائز نہیں۔ صاحب مال کے آنے کا انتظار کرلے اور آنے جانے والوں سے تلاش بھی کروائے اور پتہ چلوائے کہ یہ شخص کہاں ہے، جب ناامیدی ہوجائے تو اس کی طرف سے صدقہ کردے لیکن اگر وہ کبھی آگیا اور صدقہ پر راضی نہ ہوا تو اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا اور صدقہ اس کی طرف سے ہوجائے گا۔

(۵) اگر کوئی شخص کوئی گری پڑی چیز کہیں پالے تو مالک کو پہنچانے کی نیت سے اٹھا سکتا ہے اور اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اٹھانا واجب ہے اٹھا لینے کے بعد اعلان کرے کہ کسی کی کوئی چیز گری پڑی ہو تو لے لے جس جگہ چیز ملتی ہے اس کے قریب جو آبادیاں ہوں ان میں اعلان کرے اور اتنے عرصہ انتظار کرے کہ یہ یقین ہوجائے کہ جس کی چیز ہے اب وہ واپس نہ آئے گا اس کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کردے اور اگر غریب ہو تو خود بھی اپنے کام میں لاسکتا ہے لیکن اگر وہ کبھی آگیا اور صدقہ کرنے پر راضی نہ ہوا یا اپنے استعمال کرلینے پر رضامندی ظاہر نہ کی تو اس کی قیمت دینا واجب ہوگا (جیسا کہ مذکورۂ بالا مسئلہ میں لکھا گیا)۔

(۶) جو حضرات کسی مسجد یا کسی دوسرے وقف کے متولی ہیں یا کسی مدرسہ کے مہتمم ہیں ان کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا سخت ضروری ہے۔ جب وقف کا مال قبضہ میں ہوتا ہے اور عام طور سے چندہ کی رقوم آتی رہتی ہیں۔ ان سب کو وقف کرنے والے کی شرطوں کے مطابق اور چندہ دینے والوں کی متعین کردہ مد کے مطابق ہی خرچ کرنا لازم ہے۔ بہت سے لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر اس بارے میں خوفِ آخرت سے بے نیاز ہوکر ایسی ایسی حرکتیں کرگزرتے ہیں جو ان کے لئے آخرت کا وبال اور عذاب بنتی چلی جاتی ہے۔

(۷) مسجد و مدرسہ کے لئے سفیر بن کر چندہ کرنے نکلتے ہیں۔ بہت سے لوگ تو پیسہ دے دیتے

ہیں رسید مانگتے ہی نہیں اور بعض حضرات رسید لینے کا اہتمام تو کرتے ہیں لیکن سفیر صاحب کی دیانت پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے رسید کے اس حصّہ پر کیا لکھا ہے جو حساب لینے والوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس طرح سے جو چندہ ہوتا ہے اس میں سے غبن کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ آخرت کی جوابدہی کا یقین نہ ہو تو نفس اور شیطان خیانت کرواہی دیتے ہیں۔

(۸) عیدگاہ یا کسی بڑے اجتماع میں مدرسہ یا مسجد کے لئے چندہ کا اعلان کر دیا گیا۔ اس موقعہ پر رسید نہیں دی جاتی پورا چندہ جمع ہو کر مہتمم یا متولّی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اگر آخرت میں حساب دینے کا تصوّر نہ ہو تو اس میں سے جتنا چاہیں غبن کر سکتے ہیں۔ اس کی بعض تلخ داستانیں سُنی گئی ہیں۔

بہت سی جگہ اس کی بھی خلاف ورزی کی جاتی ہے کہ جن حضرات کو خوفِ خدا نہیں وقف کے بہت سے اموال اپنی اولاد یا دیگر افراد خاندان پر یا اپنی ذات پر بلا استحقاقِ شرعی خرچ کر جاتے ہیں۔

اس قسم کی خیانت اور مساجد و مدارس کے اموال کا غبن کسی شخص واحد کا مال مارنے سے بھی زیادہ شدید ہے کیونکہ شخص واحد سے معافی مانگ لینا یا ادا کر دینا آسان ہے لیکن عمومی چندہ یا عام مستحقین کی خیانت کرنے کے بعد تلافی کرنا دشوار ترین گھاٹی ہے۔ اگر اللہ توبہ کی توفیق دے دے تو اہل حقوق نامعلوم ہونے کی وجہ سے ان تک حقوق پہنچانے کا کوئی راستہ نہیں ہو سکتا۔

محض یاددہانی اور تذکیر کے طور پر یہ باتیں لکھ دی گئی ہیں جو خیر خواہی پر مبنی ہیں اور اجمالی طور پر اشارہ کیا گیا۔ جو حضرات مبتلا ہوں اپنا جائزہ لیں اور اپنا انجام سوچ کر اس مال میں تصرف کریں جو اُن کا ذاتی نہیں ہے دوسروں پر خرچ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو امین بنایا ہے۔



لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ

○

كِتَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

(قسم اور نذر کا بیان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

قسموں کے اقسام اور قسم توڑنے کا کفارہ

سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہے:۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝

"اللہ ایسی قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں فرماتا جو لغو ہوں لیکن وہ ایسی قسموں پر مؤاخذہ فرماتا ہے جن کو تم باندھ دو، سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو اس کھانے کا درمیانہ ہو جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑا پہنا دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ سو جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے ہیں یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔"

اس آیت میں قسم کے اقسام بیان فرمائے ہیں اور قسموں کی حفاظت کرنے کا اور قسم ٹوٹ جانے پر کفارہ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ قسم کی کئی قسمیں ہیں۔ اوّل یمین لغو، دوسری یمین غموس، تیسری یمین منعقدہ (عربی میں قسم کو یمین کہتے ہیں) یمین لغو کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی شخص قسم کی نیت کئے بغیر بات کرتے ہوئے لَا وَاللّٰہِ یا بَلٰی وَاللّٰہِ کہہ دے یہ یمین لغو۔ (رواہ البخاری)

(اہل عرب کی یہ عادت تھی اور اب بھی ہے کہ وہ اپنے محاورات میں باتیں کرتے کرتے اس طرح کے الفاظ بول جاتے تھے) اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی گذشتہ واقعہ کو اپنے نزدیک سچا جان کر قسم کھائے۔ حالانکہ واقعۃً وہ غلط ہو تو یہ یمین لغو ہے۔

بہر حال یمین لغو کی جو بھی تفسیر ہو اس پر مؤاخذہ نہیں ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں اس کی

تصریح ہے اور اس میں کوئی کفارہ بھی نہیں ہے۔

قسم کی دوسری قسم یمین غموس ہے یعنی کسی گذشتہ واقعہ پر جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹی قسم کھالینا۔ مثلاً کوئی کام نہیں کیا اور قسم کھاکر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ کام کیا ہے یا کوئی کام کیا ہے پھر جانتے بوجھتے قسم کھاکر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا۔ یہ یمین غموس ہے اس کا گناہ بہت بڑا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہیں۔

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) ماں باپ کو دُکھ دینا (۳) کسی جان کو قتل کرنا۔
(۴) یمین غموس یعنی کسی خلاف واقعہ بات پر جھوٹی قسم کھانا (رواہ البخاری ص ۹۸۰ ج ۲)

لفظ غموس غمس سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے گھُسا دینا، چونکہ جھوٹی قسم یہاں اس دُنیا میں گناہ میں گھُسا دیتی ہے پھر آخرت میں پہنچ کر دوزخ میں گھُسا دینے کا سبب بنے گی۔ اس لئے اس کا نام یمین غموس رکھا گیا۔

قسم کی تیسری قسم یمین منعقدہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آنے والے زمانہ میں کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً یوں کہے کہ اللہ کی قسم فلاں کام ضرور کروں گا یا فلاں چیز ضرور کھاؤں گا یا یوں کہے کہ اللہ کی قسم فلاں کام نہیں کروں گا یا فلاں چیز نہیں کھاؤں گا یا فلاں سے بات نہیں کروں گا۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کی خلاف ورزی ہو جائے جسے قسم ٹوٹنا اور حانث ہونا کہتے ہیں تو کفارہ دینا فرض ہو جاتا ہے۔

کفارۂ قسم کے مسائل

قسم توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟ اس کی تفصیل آیت بالا میں بتائی ہے اور وہ یہ کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کردے اگر ان میں سے کسی چیز کی بھی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھ لئے جائیں (غلام تو آج کل ہیں نہیں کیونکہ مسلمانوں نے جہاد شرعی چھوڑ دیا ہے جس کے ذریعہ غلام اور باندیاں حاصل ہوتے تھے) لہٰذا اب اسی پر عمل ہو سکتا ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلادے یا ان کو کپڑے پہنادے۔ اگر

ان میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے ان کو لگاتار رکھ لے۔

مسئلہ:۔ یمین منعقدہ کا کفارہ حانث ہونے یعنی قسم ٹوٹنے سے پہلے ادا کر دینا معتبر نہیں یعنی اگر پیشگی کفارہ ادا کر دیا تو وہ نفلی صدقہ ہو جائے گا کفارہ میں نہیں لگے گا۔

مسئلہ:۔ اگر دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کی صورت اختیار کرے تو صبح شام پیٹ بھر کے کھانا کھلا دے ان دس مسکینوں میں کوئی بچہ نہ ہو اور ایسا کوئی شخص نہ ہو جس کا پہلے سے پیٹ بھرا ہوا ہو۔

مسئلہ:۔ اگر کھانا کھلانے کے بدلہ مال دینا چاہے تو یہ بھی جائز ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گیہوں یا اس کے دوگنے جو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت دے دے۔

مسئلہ:۔ دس ہی مسکینوں کو دینا لازم ہے۔ اگر ایک ہی مسکین کو دس مسکینوں کا غلّہ دے دیا تو اس سے پوری ادائیگی نہ ہو گی نو مسکینوں کو پھر دینا ہو گا۔

مسئلہ:۔ اور اگر کپڑا دینے کی صورت اختیار کرے تو ہر مسکین کو اتنا کپڑا دے جس سے ستر ڈھک جائے اور اس میں نماز ادا ہو سکے اور اگر عورت کو کپڑا دے تو اتنا بڑا کپڑا دے جس سے اس کا سارا بدن ڈھک جائے جس میں وہ نماز پڑھ سکے۔

مسئلہ:۔ مسکینوں کو جو کھانا کھلائے تو گھٹیا کھانا نہ کھلائے اپنے اہل و عیال کو جو کھانا کھلاتا ہو اس کی درمیانی حیثیت کا کھانا ہو کیونکہ آیت کریمہ میں مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ کی تصریح موجود ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کھانا دینے یا کپڑا پہنانے کی مالی استطاعت نہ ہو تو لگاتار تین روزے رکھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرارت فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مُّتَتَابِعَاتٍ ہے جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی اسی لئے انہوں نے تتابع یعنی لگاتار روزے رکھنا مشروط قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ قسم کے کفارہ کی ادائیگی کے لئے تین دن لگاتار روزے رکھنا ضروری ہے (بشرطیکہ کفارہ بالصیام متعین ہو جائے)۔

تنبیہ اوّل کسی بھی گناہ کی قسم کھانا گناہ ہے اگر کسی گناہ کی قسم کھالے مثلاً یوں کہے کہ نماز نہ پڑھوں گا یا یوں کہہ دے کہ اللہ کی قسم! ماں باپ یا بھائی بہن سے یا کسی بھی عزیز سے یا فلاں عزیز سے بے تعلق رہوں گا، ان سے بول چال نہ رکھوں گا یا قطع رحمی کروں گا تو ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے، قسم توڑ دے اور کفارہ دے دے۔

آخر میں فرمایا وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ صاحب روح المعانی ص۱۱ جلد ۷، اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

ای راعوھا لکی تؤدوا الکفارۃ عنھا اذا حنثتم او احفظوا انفسکم من الحنث فیھا۔

یعنی اپنی قسموں کا خیال رکھو ایسا نہ ہو کہ قسم ٹوٹ جائے اور کفارہ ادا کرنے میں غفلت کر جاؤ یا یہ مطلب ہے کہ قسم کھالو تو اسے پوری ہی کر دو۔ جب اللہ کا نام لے کر کسی قول یا عمل کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو اب اسے پورا ہی کر دو لیکن یہ اسی صورت میں ہے کہ جب گناہ کی قسم نہ کھائی ہو جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

تنبیہ دوم غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کہ "مَنْ حَلَفَ بغیر اللہ فقد اشرك" یعنی جس نے اللہ کے سوا کسی چیز کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا (رواہ الترمذی)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وصحبہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپوں کی اور اپنی ماؤں کی قسم نہ کھاؤ اور اللہ کی قسم (بھی) جب ہی کھاؤ جبکہ تم سچے ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۹۶)

اپنی قسموں کو نیکی اور تقوے سے بچنے کا ذریعہ نہ بناؤ

سورۂ بقرہ میں فرمایا:

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔

اور اپنی قسموں کے ذریعہ نیکی کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اللہ کو آڑ نہ بناؤ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اسباب النزول ص ۲۰، میں ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے بہنوئی اور بہن کے درمیان کچھ ناراضگی ہو گئی تھی انہوں نے قسم کھائی کہ اس کے پاس کبھی بھی نہیں جائیں گے اور نہ اس سے بات کریں گے اور نہ میاں بیوی کے درمیان صلح کرائیں گے وہ کہتے تھے کہ میں نے تو قسم کھا رکھی ہے۔ اب میں اس کی خلاف ورزی کیسے کروں۔ اس پر اللہ جل شانہ نے آیت بالا نازل فرمائی۔

تفسیر درمنثور ص ۲۶۸ ج ۱ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض مرتبہ کوئی شخص قسم کھا لیتا تھا کہ فلاں نیکی اور تقوے کا کام نہیں کروں گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔

اگر کوئی شخص قسم کھائے تو خیر کی قسم کھائے یعنی نیک کام کے ارادہ کو مؤکد کرنے کے لئے قسم کھائی جا سکتی ہے لیکن نیکی نہ کرنے پر قسم کھانا اور گناہ کرنے پر قسم کھانا شرعاً ممنوع ہے۔ بعض لوگ جو قسم کھا لیتے ہیں کہ میں فلاں عزیز کے گھر نہیں جاؤں گا یا فلاں مسلمان بھائی کی دعوت قبول نہیں کروں گا یا جماعت سے نماز نہیں پڑھوں گا یا فلاں گناہ کروں گا۔ ایسے لوگوں کو آیت بالا میں ہدایت دی گئی ہے اور فرمایا کہ اللہ کے نام کو نیکیوں سے بچنے اور تقویٰ چھوڑنے کا ذریعہ مت بناؤ، قسم کھا بیٹھے اب کہتے ہیں کہ قسم کے خلاف کیسے کریں؟ حالانکہ قسم اس لئے نہیں ہے کہ اس کو خیر سے بچنے کا ذریعہ بنایا جائے، اگر کوئی شخص گناہ کی قسم کھالے تو اس کا توڑنا واجب ہے۔

قطع رحمی کی یا کسی بھی قسم کے گناہ کی قسم کھالے تو اس پر لازم ہے کہ قسم توڑ دے اور اس کے خلاف کر لے اور قسم کا کفارہ دے دے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے چچا کے بیٹے کے پاس جاتا ہوں اس سے کچھ سوال کرتا ہوں سو وہ مجھے نہیں دیتا اور صلہ رحمی نہیں کرتا، پھر اسے حاجت درپیش ہو جاتی ہے تو مجھ سے آکر سوال کرنے لگتا ہے حالانکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اسے کچھ نہ دوں گا اور صلہ رحمی نہیں کروں گا، اس کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو خیر ہو اور قسم کا کفارہ دے دوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹۷)

سورہ نور میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

اور جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کر دے، بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے ایک بھانجہ پر خرچ کیا کرتے تھے اس سے ایک ایسی حرکت سرزد ہو گئی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہت ناراضگی ہوئی اور انہوں نے قسم کھالی کہ میں اب اس پر خرچ نہیں کیا کروں گا۔ اس پر سورہ نور کی مذکورہ آیت بالا نازل ہوئی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کوئی قسم کھالے پھر تو دیکھے کہ جس چیز پر قسم کھائی ہے دوسری چیز اس سے بہتر ہے (جو اس کے مقابل ہے) تو اس بہتر صورت کو اختیار کرلے (اور اس کے اختیار کرنے سے جو قسم ٹوٹ گئی۔) اس کا کفارہ دے دے۔ (رواہ البخاری ومسلم کما فی المشکوٰۃ ص ۲۹۶)

چند مسائل متعلقہ قسم

مسئلہ:۔ اگر یوں کہا ایک روپیہ کی روٹی فقیروں کو بانٹوں گا تو اختیار ہے ایک روپیہ کی روٹی دے دے چاہے ایک روپیہ کی کوئی اور چیز دے دے یا ایک روپیہ نقد دے دے۔

مسئلہ:۔ اگر قسم کھائے اللہ کا نام نہ لیا یا فقط اتنا کہہ دیا میں قسم کھاتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تب بھی قسم ہو گئی۔

مسئلہ:۔ اگر یوں کہا خدا کو گواہ کرکے کہتا ہوں، خدا کو حاضر وناظر جان کے کہتا ہوں تب بھی قسم ہو گئی۔

مسئلہ:۔ قرآن کی قسم کلام اللہ کی قسم کلام مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تب بھی قسم ہو گئی اور اگر کلام مجید کو ہاتھ میں لے کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی لیکن قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ: یوں کہا اگر فلانا کام کروں تو بے ایمان ہو کر مروں، مرتے وقت ایمان نصیب ہو بے ایمان ہو جاؤں یا اس طرح کہا اگر فلانا کام کروں تو میں مسلمان نہیں تو قسم ہو گئی۔ اس کے کرنے سے کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر فلانا کام کروں تو ہاتھ ٹوٹیں، دیدے (آنکھیں) پھوٹیں، کوڑھی ہو جائے، بدن پھوٹ نکلے، خدا کا غضب ٹوٹے، آسمان پھٹ پڑے، دانے دانے کا محتاج ہو جائے، خدا کی مار پڑے، خدا کی پھٹکار پڑے، اگر فلانا کام کروں تو سُور کھاؤں، قیامت کے دن خدا اور رسول کے سامنے زرد رُو ہوں، ان باتوں سے قسم نہیں ہوتی اس کے خلاف کرنے سے کفارہ نہ دینا پڑے گا لیکن ان بد دعاؤں کی ضرورت کیا ہے۔

مسئلہ: کسی دوسرے کی قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی جیسے کسی نے تم سے کہا تمہیں خدا کی قسم یہ کام ضرور کرو تو یہ قسم نہیں ہوئی اس کے خلاف کرنا درست ہے لیکن اگر کسی نے اچھے کام کرنے کی قسم دلائی اور تم سے وہ کام ہو سکتا ہے تو اس کا دل خوش کرنے کے لئے وہ کام کر دو۔

مسئلہ: قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کا لفظ کہہ دیا جیسے کوئی اس طرح کہے خدا کی قسم فلانا کام انشاء اللہ ضرور کروں گا تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ: کسی نے کہا تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے یا یوں کہا کہ فلاں چیز میں نے اپنے اوپر حرام کر لی تو اس کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوئی لیکن یہ قسم ہو گئی اب اگر کھائے تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں چیز نہ کھاؤں گا پھر بھولے سے وہ چیز کھالی اور قسم یاد نہیں رہی، یا کسی نے زبردستی کھلا دی تب بھی کفارہ دے۔

مسئلہ: غصہ میں قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی ایک کوڑی نہ دوں گا۔ پھر ایک پیسہ یا ایک روپیہ دے دیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر یوں قسم کھائی کہ فلاں شخص سے نہ بولوں گا۔ پھر جب وہ سویا ہوا تھا ایسی آواز سے اس سے کچھ کہہ دیا جس کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کی اجازت کے بغیر زید سے (مثلاً) بات نہ کروں گا پھر اس نے اجازت دے دی لیکن قسم کھانے والے کو اس کی اجازت کی خبر نہیں ہوئی اور اجازت

کی خبر سننے سے پہلے بول پڑا تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ:۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں لڑکے سے کبھی نہ بولوں گا پھر جب وہ جوان یا بوڑھا ہوگیا تو اس سے بات کرلی اس سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: اگر یوں قسم کھائی کہ اپنی فلاں چیز نہ بیچوں گا یا فلاں چیز نہ خریدوں گا پھر کسی کو وکیل بناکر وہ چیز خرید لی یا فروخت کردی تو اس سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ:۔ کسی نے قسم کھائی کہ اس چارپائی یا اس تخت پر نہ بیٹھوں گا پھر اس پر گدہ یا قالین بچھاکر بیٹھ گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ:۔ کسی کام کے کرنے پر قسم کھائی اور اس میں کسی دن یا سال کی شرط نہیں رکھی۔ مثلاً یوں کہہ دیا کہ آم ضرور کھاؤں گا تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھانا کافی ہے اور اگر کسی نے کام نہ کرنے کی قسم کھائی مثلاً یوں کہہ دیا اللہ کی قسم آم نہ کھاؤں گا تو زندگی بھر میں جب کبھی بھی آم کھالے گا قسم ٹوٹ جائے گی۔ یہ مطلق قسم کے بارے میں ہے۔ اگر خاص آموں کے بارے میں کھانے یا نہ کھانے کی قسم کھائی تو قسم کا تعلق انہی خاص آموں سے ہوگیا۔

نذر کے احکام اور مسائل

جو کچھ خرچ کروگے یا نذر مانوگے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے

سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۔

جو کچھ کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو بلاشبہ اللہ اس کو جانتا ہے اور ظلم کرنے والوں کے لئے کوئی بھی مددگار نہیں۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ تم جو بھی کوئی خرچہ کم یا زیادہ دکھاکر یا پوشیدہ طور پر خرچ کروگے یا کوئی نذر مانوگے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے وہ نیت اور عمل سب کو جانتا ہے اسی کے مطابق وہ جزا دے گا۔

کوئی شخص اگر نذر مان لے بشرطیکہ گناہ کی نذر نہ ہو تو وہ لازم ہوجاتی ہے۔ نذر مطلق بھی ہوتی

ہے اور معلق بھی۔ مطلق یہ کہ یوں زبان سے کہے کہ اللہ کے لئے ایک روزہ رکھوں گا یا دو رکعت نماز پڑھوں گا یا نفل صدقہ کروں گا اور نذر معلق یہ ہے کہ یوں کہے کہ میرا بیٹا اچھا ہو جائے تو اتنے نفل پڑھوں گا یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا یا سو روپے صدقہ کروں گا۔ دونوں طرح کی نذر کرنے سے نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

سورۂ حج میں ارشاد فرمایا ہے: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (کہ اپنی نذروں کو پورا کریں) نذر کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ وہ کسی چیز کو دفع نہیں کر سکتی اور ہوتا یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بخیل سے کوئی چیز نکال لی جاتی ہے (رواہ البخاری ص ۹۹۰ ج ۲)

نذر ماننا مناسب تو نہیں جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا لیکن اگر کوئی شخص نذر مان لے تو اسے پورا کرے۔ البتہ اگر گناہ کی نذر مانی ہو تو اس کو پورا نہ کرے لیکن اس کا کفّارہ ادا کرے جو قسم کا کفارہ ہے وہ ہی نذر کی خلاف ورزی کا بھی کفّارہ ہے۔

مسئلہ:۔ کسی بھی گناہ کی نذر ماننا حرام ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو شخص معصیت کی نذر مان لے وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے (رواہ البخاری ص ۹۹۱ ج ۲)

یعنی گناہ کی نذر ماننے کی وجہ سے یہ نہ سمجھے کہ مجھے گناہ کرنا ہی ہے بلکہ اپنی نذر کی خلاف ورزی کرے اور کفارہ دے دے (کما فی روایۃ ابی داؤد والترمذی والنسائی مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹۸)

چند مسائل متعلقہ نذر

مسئلہ: اگر یہ منّت یعنی نذر مانی کہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گا تو منّت ہو گئی اور پڑھنا واجب ہو گیا۔ اسی طرح اگر یہ منّت مانی کہ دس مرتبہ کلام مجید ختم کروں گا یا ایک پارہ پڑھوں گا تو یہ بھی منّت ہو گئی اور اس پر عمل کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ:۔ کسی نے ایک رکعت پڑھنے کی منّت مانی تو پوری دو رکعتیں پڑھنا لازم ہے۔ اگر تین رکعت کی منّت کی تو پوری چار رکعتیں اور اگر پانچ کی منّت کی تو پوری چھ رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ:۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منّت ماننا مثلاً یوں کہنا اے بڑے پیر صاحب

اگر میرا کام ہو جائے تو میں تمہاری یہ خدمت کروں گا یا قبروں اور مزاروں پر جانا یا جہاں جن رہتے ہوں وہاں جانا اور اُن سے درخواست کرنا حرام اور شرک ہے۔

مسئلہ:۔ نذر لغیر اللہ کفر ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے یہ عقیدہ رکھنا کہ اموات اپنی قبروں میں تصرّف کرتے ہیں اور اس تصرّف میں مختار ہیں اور بغیر اذن اللہ تصرّف کرتے ہیں یہ بھی کفر ہے اور جو جانور غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے اگرچہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے وہ بھی حرام ہے چونکہ اس کے ذبح سے تقرّب لغیر اللہ مقصود ہے اس لئے یہ بھی کفر ہے ہاں اگر کوئی جانور مہمانوں کے کھلانے کے لئے ذبح کیا جائے اور خون بہانے سے تقرب الیٰ غیر اللہ مقصود نہ ہو تو وہ حلال ہے جیسے ولیمہ اور عقیقہ میں ذبح کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ اموات کے لئے جو نذر مانی جاتی ہے اس نذر کی وجہ سے عوام الناس روپیہ پیسہ موم بتی تیل وغیرہ جو اولیاء اللہ کی قبروں کے پاس لے جاتے ہیں تاکہ اُن کا تقرب حاصل ہو یہ باطل ہے اور حرام ہے۔ اسی طرح جو مٹھائی وغیرہ لے جاتے ہیں تاکہ قبروں پر چڑھائیں اور قبر والوں کا تقرب حاصل کریں یہ مٹھائی بھی حرام ہے۔ اس مٹھائی کا لینا اور کھانا اسی طرح سے نقدی اور تیل وغیرہ اور وہ چادر جو قبروں پر چڑھائی جاتی ہیں ان سب کا لینا اور خرچ کرنا اور کھانا اور کھلانا سب حرام ہیں جس میں قبروں کے خدام سجادہ نشین اور ان کے پاس قیام کرنے والے اور آنے جانے والے مہمان سب مبتلا ہیں ہاں اگر کسی نے یوں نذر مانی کہ اے اللہ! میرا فلاں کام ہو جائے تو فلاں بزرگ کے پاس جو فقراء ہوں ان کو اتنے پیسے دوں گا یا فلاں مسجد میں تیل دوں گا اور اس نذر کے مطابق عمل کر لیا تو ان چیزوں کا خرچ کرنا اور لینا جائز ہے لیکن مالداروں کو ان کا لینا اور خرچ کرنا پھر بھی حلال نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ کسی نے یوں کہا دس روپے خیرات کروں گا ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دوں گا پھر دسوں روپے ایک ہی فقیر کو دے دیئے تو یہ بھی جائز ہے ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دینا واجب نہیں۔ اگر دس روپے بیس فقیروں کو دے دیئے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر یوں کہا دس روپے دس فقیروں پر خیرات کروں گا تو بھی اختیار ہے چاہے دس کو دے دے چاہے کم زیادہ کو۔

مسئلہ:۔ کسی نے یوں کہا کہ دس روپے مکہ میں خیرات کروں گا تو مکہ میں خیرات کرنا واجب نہیں جہاں چاہے خیرات کردے یا یوں کہا تھا جمعہ کے دن خیرات کروں گا یا فلاں فقیر کو دوں گا تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں. اسی طرح اگر روپے مقرر کرکے کہا کہ یہی روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گا تو بعینہ وہی روپے دینا واجب نہیں.

مسئلہ:۔ اسی طرح اگر منت مانی کہ فلاں نماز جامع مسجد میں یا مکہ میں پڑھوں گا تو بھی اختیار ہے جہاں چاہے پڑھے۔

مسئلہ:۔ کسی نے کہا اگر میرا بھائی اچھا ہو جائے تو ایک بکری ذبح کروں گا یا یوں کہا ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا تو منت ہو گئی اگر یوں کہا کہ قربانی کروں گا تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا واجب ہوگا اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا اور خود کھانا درست نہیں۔ اگر خود کھالے یا امیروں کو دے دے تو اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا.

مسئلہ:۔ ایک گائے قربانی کرنے کی منت مانی پھر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں ذبح کردے۔

مسئلہ:۔ یوں منت مانی تھی کہ جب میرا بھائی آجائے تو دس روپے خیرات کروں گا پھر آنے سے پہلے ہی روپے خیرات کردے تو منت پوری نہیں ہوئی آنے کے بعد پھر خیرات کرے ۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ
لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ

کتاب حفظ اللسان وذکر آفاته

زبان کی حفاظت

اور

زبان کے گناہوں کی تفصیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم:

زبان کی حفاظت کرنا لازم ہے

انسان کے اعضاء میں زبان بھی ہے، لیکن اس کو بہ نسبت دوسرے اعضاء کے خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے، اعضاء انسانی میں زبان سب سے اچھی چیز ہے اور سب سے بڑی چیز بھی ہے، اللہ کا نام زبان سے لیا جاتا ہے، اسلام کا کلمہ اسی سے پڑھا جاتا ہے، قرآن کی تلاوت اسی سے ہوتی ہے، خیر کی دعوت اسی سے دی جاتی ہے اور دوسرے اعضاء سے جو نیکیاں ہوتی ہیں ان میں بھی عموماً کسی نہ کسی طرح زبان کی شرکت ہوتی ہے۔

اور اس کے برعکس زبان ہی سے کفر کا کلمہ نکلتا ہے، اور شرکیہ الفاظ صادر ہوتے ہیں، اور اسی سے گالی دی جاتی ہے، لعنت کی جاتی ہے، غیبت کی جاتی ہے، چغلی ہوتی ہے جھوٹ بولا جاتا ہے، جھوٹی قسم کھائی جاتی ہے، جھوٹی گواہی دی جاتی ہے۔

پس زبان کی حفاظت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا ہے۔ جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَجُرْمُہٗ کَبِیْرٌ (زبان کا جسم چھوٹا سا ہے اور اس کے جرم بڑے ہیں)۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی رضامندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اُسے دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بہت سے درجات بلند فرما دیتا ہے اور بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی ناراضگی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ گذرتا ہے کہ اس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا، اور اس کی وجہ سے دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے۔ (بخاری)

ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کئی باتیں دریافت کیں۔ اخیر میں عرض کیا پھر اس کے بعد کیا کروں آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا "کُفَّ عَلَیْکَ ھٰذَا" (اسے قابو میں رکھو تاکہ یہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِہٖ) کیا ہمارا اس پر مواخذہ ہوگا

جو ہم باتیں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وَھَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْھِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ (کہ لوگوں کو دوزخ میں مونہوں کے بل ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی تو ڈالیں گی لہ۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان اپنی زبان کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے پھسلتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے تو سب اعضاء عاجزی کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تجھ سے متعلق ہیں (یعنی ہماری خیر و عافیت اور دُکھ تکلیف تجھ سے متعلق ہے) پس اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر تجھ میں کجی آگئی تو ہم میں بھی کجی آجائے گی۔ (ترمذی)

کجی ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ تو ٹیڑھی چلی اور تو نے بے راہی اختیار کی تو ہماری بھی خیر نہیں، دیکھو گالی زبان دیتی ہے اور اس کے عوض جوتا سر پر پڑتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زبان کو قابو میں رکھو اور اپنے گھر میں اپنی جگہ رکھو (یعنی زیادہ تر اپنے گھر ہی رہو، باہر بہت کم نکلو، کیونکہ گھر کے باہر بہت سے فتنے ہیں) اور اپنے گناہ پر رویا کرو (ترمذی)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا کہ سب سے زیادہ اس کا خوف ہے۔ (ترمذی)

زبان کی آفات بہت ہیں ہم ان میں سے چند چیزوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، پہلے ان چیزوں کو بطور فہرست لکھ دیتے ہیں، پھر انشاء اللہ تفصیل سے لکھیں گے، زبان کی آفات میں یہ چیزیں آتی ہیں:۔

(۱) جھوٹ بولنا	(۲) لعنت کرنا	(۳) چغلی کھانا
(۴) گالی دینا	(۵) غیبت کرنا	(۶) کسی کا مذاق اڑانا

(۷) جھوٹا وعدہ کرنا (۸) جھوٹی قسم کھانا (۹) جھوٹی گواہی دینا
(۱۰) دوسروں کو ہنسانے کے لئے باتیں کرنا (۱۱) گانا گانا
(۱۲) کسی کے منہ پر تعریف کرنا (۱۳) جھوٹی تعریف کرنا (۱۴) کافر یا فاسق کی تعریف کرنا
(۱۵) جھگڑا کرنا (۱۶) فحش کلامی کرنا (۱۷) کسی مسلمان کو کافر کہنا
(۱۸) کسی کی مصیبت پر خوشی ظاہر کرنا (۱۹) کسی کی نقل اتارنا
(۲۰) طعنہ زنی کرنا۔

ان سب چیزوں کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔

جھوٹ کا وبال اور فرشتوں کو اس سے نفرت

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بات کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۳ از ترمذی)

اس حدیث سے جھوٹ کی سخت مذمت معلوم ہوئی اور پتہ چلا کہ فرشتوں کو جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت ہے اور ان کو جھوٹ سے ایسی گھن آتی ہے کہ جوں ہی کسی کے منہ سے جھوٹ نکلا فرشتہ وہاں سے چل دیتا ہے اور ایک میل تک چلا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس سے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ دوسرے فرشتے مراد ہیں، ناگواری اور نفرت تو سب ہی فرشتوں کو ہوتی ہے لیکن جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں وہ مجبوراً ناگواری کو برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کی پیاری مخلوق کو تکلیف پہنچانا کتنا بُرا عمل ہے اس کو خود سمجھ لیں اور اوپر سے جھوٹ کا گناہ ہے جو اس کے علاوہ ہے۔ جھوٹا وعدہ کرنا یعنی یہ ارادہ رکھتے ہوئے کسی سے کچھ وعدہ کرلینا کہ یہ وعدہ پورا نہیں کروں گا یہ بھی بہت بڑا جھوٹ ہے اور اس میں فریب اور دغا ہے اور خیانت بھی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بہت کم ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہٗ (اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ بتاتی ہے اور انسان سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا خوب دھیان رکھتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق (یعنی بہت سچائی والا) لکھ دیا جاتا ہے، (پھر فرمایا کہ) جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فجور (یعنی گناہوں میں گھس جانے) کی راہ بتاتا ہے اور فجور دوزخ کی راہ دکھاتا ہے اور انسان برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کا دھیان رکھتا ہے، (یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع سوچتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

پس مؤمن بندوں پر لازم ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور سچ ہی کو اختیار کریں، بچوں کو سچ ہی سکھلائیں اور سچ ہی کی عادت ڈالیں، ان کے بہلانے کے لئے بھی جو کوئی وعدہ کریں وہ وعدہ بھی سچا ہونا چاہیئے۔

گالی گلوچ سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو دو آدمی آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں سب کا وبال اسی پر ہوگا جس نے گالی دینے میں پہل کی ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ از مسلم)

زبان کے گناہوں میں گالی دینا بھی ہے، یہ بھی ایک ایسی بُری چیز ہے جو کسی طرح سے بھی مؤمن کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔ (بخاری و مسلم)

"یعنی مسلمان کو گالی دینا بڑی گنہگاری کی بات ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر کی چیز ہے۔"

بہت سے مردوں اور عورتوں کو گالی دینے کی عادت ہوتی ہے اور بعضے تو اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ جہالت اور جاہلیت کی بات ہے اور اس میں سخت گناہ بھی ہے اور اس کی وجہ سے آپس میں تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں اور گالی گلوچ کرتے کرتے مُردوں تک پہنچ جاتے ہیں، ایک نے کسی کو گالی دی دوسرے نے اس کے باپ کو گالی دی، پھر پہلے والے نے جواب میں دوسرے والے کے باپ کے ساتھ دادا کو بھی لپیٹ لیا، اس طرح سے اپنے ماں

باپ کو گالیاں دلوانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! کوئی کسی آدمی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ الٹ کر اس کے باپ کو گالی دے گا اور کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اُلٹ کر اس کی ماں کو گالی دے دے گا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی خود گالی نہ دی دوسرے سے گالی دلوادی، اور اس کا سبب بن گیا، تو وہ ایسا ہی ہوا جیسے خود گالی دے دی اور یہ بھی اس زمانہ کی بات ہے کہ صحابہؓ کو تعجب ہوا کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا؟ آج کل تو بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو ماں باپ کو بالکل سیدھی صاف ستھری گالی دیتے ہیں، گالی یوں بھی کبیرہ گناہ ہے، لیکن ماں باپ کو گالی دینا اور بھی شدید ہے، اللہ تعالیٰ جہالت سے بچائے۔

اگر کوئی شخص کسی کو گالی دے دے تو اچھی بات یہ ہے کہ جس کو گالی دی ہے وہ خاموش ہو جائے اور صبر کرے اور گالی دینے کا وبال اُسی پر رہنے دے لیکن اگر صبر نہ کرے اور جواب دینا چاہے تو صرف اسی قدر جواب دے سکتا ہے جتنا دوسرے نے کہا ہے، اگر آگے بڑھ گیا تو یہ ظالم ہو جائے گا حالانکہ اس سے پہلے مظلوم تھا اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو آدمی گالم گلوچ کر رہے ہوں تو سب کا گناہ پہل کرنے والے پر ہو گا اور اگر مظلوم نے زیادتی کر دی (جسے اولاً گالی دی تھی) تو پھر دونوں گناہ میں شریک ہو گئے۔

مسلمانوں کو آپس میں کسی کے خاندان کے بڑوں کو (خاندانی نسبی ہو یا دینی ہو یا علمی ہو) گالی دینے یا بُرا کہنے سے پرہیز کرنا لازم ہے، کیونکہ ایک فریق دوسرے فریق کے بڑوں کو بُرا کہے گا تو دوسرا فریق بھی جواب میں بُرا کہے گا اور گالی دے گا، اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے تو جواب میں دوسرا شخص گالی دینے والے کے باپ دادا اور پردادا کو گالی دے گا۔ اس میں بسا اوقات اُن لوگوں کو گالی دینے کی بھی نوبت آجاتی ہے جو دنیا سے گذر گئے ہیں، مُردہ لوگوں کو بُرا کہنے کی ممانعت خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ مر گئے ان کو گالی نہ دو، یعنی بُرائی کے ساتھ یاد نہ کرو، کیونکہ وہ ان اعمال کی طرف

پہنچ گئے جو انہوں نے پہلے سے آگے بھیجے. (بخاری)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ مُردوں کو گالی نہ دو جس کی وجہ سے تم زندوں کو ایذاء دو گے. (ترمذی)

یعنی جب مُردوں کو گالی دوگے تو ان کے متعلقین جو زندہ ہیں ان کو تکلیف پہنچے گی اور اس سے دوہرا گناہ ہوگا، ایک اموات کو گالی دینے کا دوسرا ان کے متعلقین کا دل دکھانے کا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو اور ان کی بُرائیوں سے (زبان کو) روکے رکھو (ابوداؤد، ترمذی).

اسلام پاکیزہ دین ہے اس میں جانوروں کو گالی دینے تک کی بھی ممانعت کی گئی ہے. ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مرغ کو گالی نہ دو، کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے. (ابوداؤد)

فائدہ: لفظ سبٌّ کا ترجمہ جگہ جگہ ہم نے گالی دینے سے کیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فحش بازاری گالی دی جائے تو وہی گالی ہے، بلکہ کسی کو کسی بھی بُرے لفظ سے یاد کرنا گالی میں شامل ہے خوب سمجھ لیں، اگر ماں بہن کی گالی نہ دی بلکہ بے ہودہ، گدھا، کمینہ کہہ دیا، یہ بھی ان احادیث کے مفہوم میں آتا ہے جن میں سبّ وشتم کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

کسی مسلمان کو فاسق یا کافر یا اللہ کا دشمن کہنے کا وبال

"حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا یا یوں کہا کہ اے اللہ کے دشمن اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اسی پر لوٹ جاتا ہے جس نے ایسا کہا." (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱، از بخاری ومسلم)

اس حدیث میں اس بات سے ممانعت فرمائی ہے کہ مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا جائے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کو فاسق یا کافر کہہ دے یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے تو جس نے کہا اس کی اپنی بات اس پر لوٹ آئے گی، بہت سے مرد اور عورتیں غصّہ کے جنون میں آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا فاسق یا اللہ کا دشمن کہہ دیتے ہیں اس کا وبال بہت سخت ہے، بات وہی ہے کہ زبان پر ہر شخص کو سخت کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے، ذرا ذرا سے کلمہ میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے اور انسان کو اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا، یہ بات خوب

خوب ذہن نشین کرلو۔

چغلی کھانے والوں کا عذاب اور وبال

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے اور اللہ کے بُرے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے رہتے ہیں (اور چغلی کی وجہ سے) محبت کرنے والوں میں جُدائی کرنے والے ہوتے ہیں (اور) جو لوگ بُرائی سے بیزار ہیں ان کے لئے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵، از احمد و بیہقی)

اس حدیث مبارک میں چغلی کی مذمت فرمائی اور جو لوگ چغلی کرتے پھرتے ہیں ان کو بُرے انسانوں میں شمار فرمایا اور فرمایا کہ یہ لوگ اہلِ محبت اور اہل تعلق میں چغلی کھا کھا کر جدائی پیدا کرنے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں اور جو لوگ شر اور فساد سے بری ہیں ان کے فساد اور بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

درحقیقت چغلی کھانا بدترین چیز ہے، جو چغلی کھاتا ہے اسے کچھ نفع نہیں ہوتا بلکہ اس کے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کی بُری حرکت اور شرارت سے اچھے خاصے اہل محبت اور اہل وفا میں جنگ ہو جاتی ہے اور دلوں میں نفرت کے شعلے بھڑک کر بُرائیاں شروع ہو جاتی ہیں اور افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے بیٹھتی ہیں، چغلخور ذرا سا شگوفہ چھوڑتا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ و جدال کی آگ کو سلگاتا ہے، لوگوں میں لڑائی ہوتے دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے، گویا اس نے بہت بڑا کام کیا، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ دوسروں کے لئے جو لڑائی کی آگ سُلگائی اس سے اپنی قبر میں بھی انگارے بھر دیئے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہے (کہ جس کے چھوڑنے میں کوئی مشکل اٹھانی پڑے اگرچہ گناہ میں وہ بڑی چیز ہے) اس کے بعد فرمایا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی لے کر چلتا تھا (یعنی فساد کے لئے اِدھر کی بات اُدھر اور

اُدھر کی بات اِدھر لے جانا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲)

اس حدیث کے پیشِ نظر علماء نے بتایا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا (یعنی استنجا نہ کرنا اور بدن پر پیشاب کے چھینٹے آنے سے نہ بچنا اور پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا) اور چغلی کھانا عذاب قبر لانے کا بہت بڑا سبب ہے۔

چغلخور جنّت میں داخل نہ ہوگا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ "یعنی جو شخص سخن چین ہو جو دوسروں کی باتیں کان لگا کر سنتا ہے اور ان کو خبر بھی نہیں پھر چغلی کھاتا ہے ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

اور ایک حدیث میں قَتَّاتٌ کی جگہ نَمَّامٌ آیا ہے، نَمَّامٌ چغلخور کو کہتے ہیں، ترجمہ یہ ہوا کہ چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

علماء نے قَتَّاتٌ اور نَمَّامٌ میں یہ فرق بتایا ہے کہ نمّام وہ ہے جو بات کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو پھر وہاں سے اٹھ کر چغلی کھائے اور قتّات وہ ہے جو چپکے سے بات سن لے، جس کا بات کرنے والوں کو علم بھی نہ ہو، اس کے بعد چغلی کھائے۔

غیبت کسے کہتے ہیں؟

اور اُس کا نقصان اور ضرر و وبال کیا ہے؟

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ صحابہؓ سے) فرمایا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ تو) اپنے بھائی کو اس طریقہ سے یاد کرے جو اُسے بُرا لگے، اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہی ہو جو میں بیان کر رہا ہوں (تو اس کا کیا حکم ہے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تُو نے بھائی کا وہ عیب بیان کر دیا جو (اس میں ہے) تب تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تُو نے اُسے بہتان لگایا۔" (مشکوٰۃ المصابیح از مسلم)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ اسے ناگوار ہو اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو کسی کی برائی کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ ہم نے غلط تو نہیں کہا جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی برائی یا عیب کسی کے اندر موجود ہو پھر اس کو بیان کروگے تو غیبت ہوگی اور اگر اس کے اندر وہ خرابی اور عیب و برائی نہیں ہے جو بیان کر رہے ہو تو یہ بہتان ہوگا، جو غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے، بعض جاہل کہتے ہیں کہ میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا یا میں نے اس کے منہ پر کہا ہے پیٹھ پیچھے غیبت نہیں کی ہے۔ یہ دلیل شیطان نے سجھائی ہے، اس دلیل سے غیبت کرنا جائز نہیں ہو جاتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ اسے ناگوار ہو، معلوم ہوا کہ گناہ کی بنیاد دل دکھانے اور ناگوار ہونے پر ہے، سامنے برائی کی جائے تب گناہ ہے، منہ پر کی جائے تب گناہ ہے۔

کیا کیا چیز غیبت ہے؟

علماء نے فرمایا ہے کہ کسی کے گناہ کا ذکر کرنا، کپڑے میں عیب بتانا، نسب میں کیڑے ڈالنا، برے القاب سے یاد کرنا، اس کی اولاد کو کالا بے ڈھنگا بتانا اور ہر وہ چیز جس سے دل دکھے اس سب کا کرنا حرام ہے اور غیبت میں داخل ہے۔

غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے زیادہ سخت (گناہ اور وبال کی چیز) ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ ارشاد فرمایا، زانی توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے، اور غیبت والے کی اس وقت تک بخشش نہ ہوگی جب تک وہ شخص خود معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے (مشکوٰۃ المصابیح)

غیبت کرنا مردہ کا گوشت کھانے کے برابر ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ، اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۔

لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

غور فرمائیں، قرآن مجید کی اس آیت میں غیبت کرنے کو اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے پس جب کسی کی غیبت کی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے موت کے بعد اس کا گوشت کھایا، مطلب یہ ہے کہ جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے طبعًا نفرت ہے ایسا ہی اس کو غیبت سے سخت نفرت ہونی لازم ہے۔

غیبت کئی طرح سے ہوتی ہے اور اس کا سُننا بھی حرام ہے

غیبت بہت بُری بلا ہے، جس طرح غیبت کرنا منع ہے غیبت سُننا بھی منع ہے اور آخرت میں اس کا وبال بھی بہت بڑا ہے، بعض مردوں اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ غیبت کا ان کو ایسا چسکہ لگ جاتا ہے کہ ہر مجلس اور ہر موقع میں غیبت ہی کرتے یا سنتے رہتے ہیں، جب تک کسی کی غیبت نہ کریں اُن کی روٹی ہی ہضم نہیں ہوتی، کسی کی زبان سے غیبت کر دی اور کسی کی آنکھ کے اشارہ سے اور کسی کی نقل اتار کر، کسی کی خط لکھ کر اور کسی کی غیبت اخبار میں مضمون دے کر کر دی، غیبت کے شوقین مُردوں کو بھی نہیں بخشتے، جو لوگ اس دنیا سے گذر گئے ان کی بھی غیبتیں کرتے ہیں، حالانکہ یہ اس اعتبار سے بہت خطرناک ہے کہ دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سے معافی نہیں مانگی جا سکتی، پھر اس میں دوہرا گناہ ہے کیونکہ میت کی غیبت کے ساتھ ان لوگوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جو مرنے والے سے نسب کا یا کسی طرح کی نسبت کا تعلق رکھتے ہیں، جو شخص دنیا سے چلا گیا اگر اس کا کوئی مالی حق رہ گیا ہو تو وہ اس کے وارثوں کو دے کر جان چھوٹ سکتی ہے، لیکن مرنے والے کی غیبت کو ورثہ بھی معاف نہیں کر سکتے۔

غیبت کرنے یا سننے میں جو نفس کو مزہ آتا ہے اس مزہ کا نتیجہ جو آخرت میں بصورت عذاب ظاہر ہوگا اس وقت نفس کی اس لذت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جو بہت بُرا ہوگا جس طرح کسی کا مالِ حق دبا لینے یعنی روپیہ پیسہ یا کوئی چیز غیر شرعی طور پہلے کر قبضہ کر لینے سے میدانِ قیامت

میں نیکیوں اور گناہوں سے لین دین ہوگا، اسی طرح جس نے کسی کی غیبت کی ہوگی یا کسی بھی طرح سے کسی کی بے آبروئی کی ہوگی، بے جا مار پیٹ کی ہوگی، گالی دی ہوگی، تہمت لگائی ہوگی، ان صورتوں میں بھی نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا جس کی صورت یہ ہوگی کہ جس کا حق دبایا ہوگا یا کسی بھی طرح سے اس کی بے آبروئی کی ہوگی تو جس نے ایسی حرکت کی ہوگی اس کو ظالم قرار دیا جائے گا، اور جس کا پیسہ یا کوئی حق دبایا یا غیبت کی ہو یا کسی بھی طرح سے بے آبروئی کی تو اس کے عوض ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلا دی جائیں گی، اگر نیکیوں سے پورا نہ پڑا تو مظلوم کی بُرائیاں یعنی گناہ سے لے کر ظالم کے سر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اُسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا. یہ مضمون حدیث شریف میں بہت واضح طور پر بیان فرمایا ہے[1].

ہوشمند بندے وہی ہیں جو اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں، تیری میری بُرائی میں نہیں پڑتے، نہ غیبت کرتے ہیں نہ غیبت سُنتے ہیں، بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے خوب زیادہ ذکر و تلاوت کرتے ہیں، نمازیں بھی لمبی لمبی پڑھتے ہیں اور بھی طرح طرح کی نیکیوں میں مشغول رہتے ہیں لیکن چونکہ غیبتوں اور تہمتوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اس لئے اپنی ساری نیکیوں کو اپنے حق میں مٹی کر دیتے ہیں جن کے حق دبائے یا غیبتیں کیں یہ بھاری بوجھل نیکیاں ان کو دے دی جائیں گی اور ان کے گناہ اپنے سر پر اٹھائیں گے اور پھر حیران کھڑے رہ جائیں گے، پھر دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا.

جو غیبت کی ہے یا سُنی ہے اس میں معافی مانگ کر اس سے سبکدوش ہو جائے

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ آئندہ کے لئے غیبت کرنے، غیبت سننے، تہمت لگانے، گالی دینے کسی کی نقل اتارنے کسی کا مذاق بنانے سے اپنی حفاظت کرے اور جن لوگوں کے حقوق دبائے ہیں یا غیبتیں کی ہیں یا سُنی ہیں یا کسی کے حق میں کسی بھی طرح سے آگے یا پیچھے کوئی کلمہ ایسا کہا ہے جو ناگواری کا باعث ہو تو ان سب سے معافی مانگے، اگر ملاقات ہونے کی صورت نہ ہو تو خط کے ذریعہ معافی طلب کریں، اگر کوئی شخص مر گیا ہو تو مالی حق اس کے وارثوں کو دے دے اور دوسری چیزوں کی معافی کے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۳۵ ج ۱۲۰

واسطے مرنے والے کے لئے اتنی زیادہ دُعائے مغفرت کرے جس سے یقین ہو جائے کہ اس کی جو غیبت یا بُرائی کی تھی یا غیبت سُنی تھی یا تہمت لگائی تھی اس کی تلافی ہو گئی۔

بعض علمائے یوں فرمایا ہے کہ جس کی غیبت کی اگر اسے پتہ چل گیا ہو تو اس سے معافی مانگ لے اور اگر اسے پتہ نہ چلا ہو تو اسے بتائے بغیر اس کے لئے اس قدر دعاءِ مغفرت کرے کہ غیبت وغیرہ کی پوری طرح سے تلافی ہو جائے۔

کسی جگہ غیبت ہونے لگے تو دفاع کرے ورنہ اُٹھ جائے

ہمارے ایک استاد غیبت سے بچنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کسی کا اچھا تذکرہ بھی اپنی مجلس میں نہیں ہونے دیتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ آج کل کسی کی تعریف کے کلمات کہنا بھی مشکل ہے اگر کوئی شخص کسی کے حق میں اچھے کلمات کہنا شروع کرے تو فوراً ہی دوسرا شخص اس کی برائی شروع کر دیتا ہے، پھر سب حاضرین غیبت سننے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ غیبت کرنا، غیبت سُننا، دونوں گناہ ہیں لہٰذا اگر کسی موقع پر کسی کی غیبت ہونے لگے تو حاضرین کو چاہیئے کہ اس کو روکیں اور جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کا پارٹ لیں، اگر تردید کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے بُرا سمجھتے ہوئے وہاں سے اُٹھ جائیں، اٹھنا تو اپنے اختیار میں ہے، غیبت سننے میں کوئی مجبوری نہیں، جیسا کہ غیبت کرنے والے کے لیے بھی کوئی مجبوری نہیں ہوتی، دوزخ کی آگ کا تصور کریں تو ہر گناہ چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے مدد کر دیتا ہے (یعنی اس کی حمایت کرتا ہے اور اس کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کو روک دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر قدرت ہوتے ہوئے اس کی مدد نہ کی تو اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت میں اس کی گرفت فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرنے کا اجر

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کے گوشت کی طرف سے دفاع کیا جو غیبت کے ذریعہ کھایا جا رہا تھا تو اللہ تعالےٰ شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ اس کو دوزخ سے آزاد فرما دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے (یعنی اس کی بے آبروئی کے موقع پر جو غیبت وغیرہ کے ذریعہ ہو رہی ہے اس کی حمایت کرے اور جو لوگ بے آبروئی کر رہے ہوں ان کی کاٹ کرے)، تو اللہ جل شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کو اس سے دور فرما دے، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔
(مشکوٰۃ المصابیح)

تانبے کے ناخنوں سے چہروں اور سینوں کو چھیلنے والے

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میرے رب نے مجھے معراج کرائی تو میں ایسی قوم پر گذرا جس کے تانبے کے ناخن تھے وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے، میں نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی غیبتیں کرتے ہیں)، اور لوگوں کی آبرو ریزی کرتے ہیں۔
(مشکوٰۃ المصابیح)

بہت سے مرد اور عورت مجلس والوں کو ہنسانے کے لئے کسی حاضر یا غائب کی غیبت کرتے ہیں یا مسخرہ پن کرتے ہیں یا نقل اتارتے ہیں اس وقت تو ذرا سی دیر کی ہنسی میں نفس کو ذرا مزہ آجاتا ہے لیکن جب اس کی سزا ملے گی تو اس مزہ کا پتہ چلے گا۔

کسی کو تہمت لگانے کا عذاب

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کسی مؤمن کو منافق سے بچایا (یعنی غیبت کرنے والے کی تردید کی اور جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی حمایت کی) تو اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجیں گے جو حمایت کرنے والے کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا (یعنی یا تو اسے

دوزخ میں داخل نہ ہونے دے گا اور وہ داخل ہو گیا تو اس کو عذاب نہ ہونے دے گا) اور جس نے کسی مسلمان کو تہمت لگادی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پُل پر ٹھہرائے رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے (صاف ستھرا) ہو کر نکل جائے گا ؛ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۴ از ابوداؤد)

اس حدیث پاک میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے، اوّل یہ کہ جو کوئی کسی کی غیبت کرے توجس کی غیبت کی جارہی ہو اس کی طرف سے دفاع کیا جائے اور اس کا بہت بڑا فائدہ بتایا ہے۔ یہ مضمون غیبت کے بیان میں بھی گذر چکا ہے۔

دوسری بات یہ کہ کسی کو کسی طرح سے بھی تہمت لگانے سے پرہیز کرنا واجب ہے، اگر کسی نے کسی کو تہمت لگادی تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کی وجہ سے قیامت کے دن بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی جس کسی کو تہمت لگائی تھی اس سے چھٹکارا کرنا ضروری ہو گا، دوزخ کی پشت پر پُل صراط قائم کی جائے گی، سب کو اس پر سے گذرنا ہو گا جو اس سے پار ہوتا جائے گا جنت میں داخل ہوتا چلا جائے گا، تہمت لگانے والا شخص پل صراط پر روک لیا جائے گا اور جب تک تہمت لگانے کے گناہ سے پاک وصاف نہ ہو گا جنت میں نہ جائے گا، پاک وصاف ہونے کے دو طریقے ہیں، یا تو وہ شخص معاف کردے جس کو تہمت لگائی یا اپنی نیکیاں اس کو دے کر اور اس کے گناہ اپنے سر لے کر دوزخ میں جلے چونکہ وہاں بندے حاجت مند ہوں گے اس لئے یہ امید تو بہت کم ہے کہ کوئی شخص معاف کردے، اب دوسری صورت یعنی دوزخ میں جلنا ہی رہ جاتا ہے، کس کو ہمت ہے جو دوزخ میں جلنے کا ارادہ کرے جب اس کی ہمت نہیں تو اپنے نفس اور زبان پر قابو پانا ضروری ہوا۔ بہت سی عورتیں اور مرد اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ کسی کے حق میں کیا کہہ گذرے، کس پر کیا تہمت لگادی، اور کس کو کس بہتان سے نواز دیا، کسی کو چور بتا دیا، کسی کے بارے میں کہہ دیا کہ شرابی ہے اور تہمت لگانے میں ان لوگوں تک کو نہیں بخشا جاتا جن سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی بلکہ جو لوگ مر گئے دُنیا سے جا چکے اُن پر بھی تہمتیں دھر دیتے ہیں، یہ بہت ہی خطرناک بات ہے جس کی پاداش بہت سخت ہے۔

جو لوگ دنیا میں کمزور ہیں یا دور ہیں یا مر گئے ہیں، بدلہ لینے سے عاجز ہیں ان کے آگے یا پیچھے اگر ان کو کوئی تہمت لگادی اور وہ بدلہ نہ لے سکے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ معاملہ یہیں

ختم ہوگیا، آخرت کا دن آنے والا ہے جہاں پیشی ہوگی، حساب کتاب ہوگا، مظلوموں کو بدلے دلائے جائیں گے، اس دن کیا ہوگا؟ اس کو غور کرنا چاہیئے، عام لوگ تو پھر بھی کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں، اپنا زرخرید غلام تو دنیا کے رواج میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا لیکن اگر کسی نے اپنے زرخرید غلام کو زنا کی تہمت لگادی تو تہمت لگانے والوں پر قیامت کے دن حد قائم کی جائے گی، الّا یہ کہ وہ تہمت لگانے میں سچا ہو۔ (کمافی الترغیب والترہیب عن البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے (خاص خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ) بچو، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام فرمادیا مگر یہ کہ حق کے ساتھ ہو (جس کو علماء اور شرعی قاضی جانتے اور سمجھتے ہیں۔ (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جہاد سے پشت پھیر کر بھاگ جانا (۷) پاک باز مؤمن عورتوں کو تہمت لگانا (جو بُرائیوں سے) غافل ہیں۔ (بخاری ومسلم)

یعنی جو عورتیں پاکباز اور عصمت والی ہیں اُن کو تہمت لگانا اُن بڑے بڑے گناہوں میں شامل ہے جو ہلاک کردینے والے ہیں یعنی دوزخ میں پہنچانے والے ہیں ان کو تہمت لگانا اس لئے سخت ہے کہ انہیں بُرائی کا دھیان تک نہیں ہے اور جنہیں زبان پر قابو نہیں مرد ہوں یا عورت وہ ان بیچاریوں پر تہمتوں کے گولے پھینکتے رہتے ہیں، اگرچہ کسی ایسی عورت پر بھی تہمت لگانا درست نہیں جس کا چال چلن مشکوک ہو۔

نقل اُتارنے پر تنبیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ کسی موقع پر، رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کردیا کہ صفیہؓ بس اتنی سی ہے (یعنی اس کے حسن وغیرہ کی کوئی مزید خامی بتانے کی ضرورت نہیں ہے پستہ قد ہونا ہی کافی ہے)، یہ سن کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملادیا جائے تو سمندر کو بھی بگاڑ ڈالے۔ یہ واقعہ بتا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری، اس پر سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کسی شخص کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے ایسا کرنے پر (دنیا کی) اتنی اتنی دولت مل جائے (سنن ابوداؤد، ص ۳۱۲ ج ۲ باب فی الغیبۃ کتاب الادب)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے قد و قامت، ہاتھ پاؤں، ناک کان وغیرہ کو عیب دار بتانا (اگرچہ واقعۃً عیب دار ہو) اور کسی کی بات یا چال ڈھال کی نقل اتارنا گناہ ہے اور سخت ممنوع ہے۔ عام طور سے کسی کے ہکلانے یا لنگڑا کر چلنے یا تُتلانے یا نظر گھمانے کی نقل اتاری جاتی ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا جس کی وجہ سے سخت گنہگار ہوتے ہیں، چونکہ یہ بات حقوق العباد سے ہے اس لئے جب تک بندہ سے معافی نہ مانگی جائے توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قد کی کوتاہی کو خاص انداز میں ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمہ ایسا خراب ہے کہ اگر اس کو جسم کی صورت دے کر سمندر میں گھول دیا جائے تو سمندر کو بھی گدلا کر کے رکھ دے، اور اس کے موجودہ رنگ و لبو اور مزہ کو بدل ڈالے۔ (حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے لئے کس قدر باعثِ عبرت ہے، ہر شخص غور کرے کتنے انسانوں میں اب تک کیڑے ڈالے ہیں، اور کتنے لوگوں کی چال ڈھال کو عیب دار بتایا ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو لنگڑے کو لنگڑا کہا ہے اور بہرہ کو بہرہ بتایا ہے اور اندھے کو اندھا کہہ کر بلایا ہے اور یہ بات حقیقت اور واقعہ کے خلاف نہیں ہے، جھوٹ ہوتا تو قابل گرفت ہوتا مگر یہ حیلہ شرعاً بے معنی ہے۔

گناہ کا مدار ناگواری پر ہے، بات کے جھوٹا سچا ہونے پر نہیں ہے، دیکھو! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو قد چھوٹا بتایا ہے غلط بات نہ تھی، پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی۔

اسی سلسلہ میں ایک یہ بات ہے کہ بعض لوگ اندھوں کی یا کانوں کی یا لنگڑوں کی نقل اتارتے ہیں اس میں غیبت بھی ہے اور شماتت بھی ہے بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نقل اتارنے

والا خود اس حالت اور کیفیت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس کی اس نے نقل اتاری تھی۔

بندوں کی تعریف کرنے کے احکام

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کر دی، اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہے تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی (پھر فرمایا) کہ جس کو کسی کی تعریف کرنی ہو تو یوں کہے میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ اس کو واقعۃً ایسا سمجھتا ہو (پھر فرمایا) اور اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۲ از بخاری و مسلم)

اگر کسی کی تعریف میں کچھ کلمات کہے تو اس کے سامنے نہ کہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس کے دل میں خود پسندی اور بڑائی آجائے جب ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی یعنی اس کے سامنے تعریف کر کے اس کو غرور اور خود پسندی میں ڈالنے کا انتظام کر دیا، پھر یہ اُس صورت میں ہے جبکہ تعریف سچی ہو، اگر جھوٹی تعریف ہو تو اس کی گنجائش بالکل نہیں. کیونکہ وہ تو گناہ عظیم ہے۔

پھر دوسری تنبیہ یہ فرمائی اگر کسی کی تعریف کرنی ہی ہے (اس میں آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں) تو یوں کہے کہ میں تو فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور صحیح صورت حال اللہ کو معلوم ہے وہی اس کا حساب لینے والا ہے، ان کلمات کے کہنے سے اوّل تو وہ شخص نہیں پھولے گا جس کی تعریف میں یہ الفاظ کہے اور اس میں تعریف کرنے والے کی طرف سے اس کا دعویٰ بھی نہ ہوگا کہ وہ واقعۃً ایسا ہی ہے کیونکہ بندہ صرف ظاہر کو جانتا ہے اور پورے کمالات اور حالات ظاہری ہوں یا باطنی ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آخرت میں ہر شخص کس حال میں ہوگا اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لہٰذا یقین کے ساتھ کسی کو یہ کہنا کہ وہ ایسا ایسا ہے اس میں پورے حالات سے واقف ہونے کا دعویٰ ہے جب اللہ پاک کی جانب سے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی تو پختہ یقین اور جزم کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ ایسا ایسا ہے گویا اللہ کے ذمہ یہ بات لگا دینا ہے کہ اللہ کے

نزدیک بھی یہ شخص ایسا ہی ہے جیسا میں بتا رہا ہوں اسی کو فرمایا وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا، یعنی اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔

فاسق اور کافر کی تعریف

یہ جو کچھ بیان ہوا اچھے بندوں کی تعریف اور سچے بندوں کی تعریف میں بیان ہوا اور جھوٹی تعریف اور کافر و فاسق کی تعریف کی تو اسلام میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار عالم جل مجدہٗ غصہ ہوتے ہیں اور اللہ کا عرش حرکت کرنے لگتا ہے۔ (بیہقی)

عرش کا حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس کی تعریف کرنا ایک بہت ہی بُری چیز ہے جس کے سامنے اللہ کی عظمت نہیں ہوتی وہی اُن لوگوں کی تعریف کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ ناراض ہے عرشِ الٰہی کو یہ تعریف ناگوار ہے اس لئے وہ حرکت میں آجاتا ہے۔

کافروں اور فاسقوں کی تعریف بہت بڑا اور بہت بُرا مرض ہے، شاعروں کا کام ہی یہ ہے کہ آسمان و زمین کے قلابے ملایا کریں اور جھوٹی تعریفیں کرکے روٹی حاصل کیا کریں اور دُنیائے سیاست میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جس کو لیڈر بنالیا وہ چاہے کافر ہو چاہے بہت بڑا فاسق فاجر ہو اس کی تعریف اور توصیف کرنے کو فرض کا درجہ دیتے ہیں۔ اوّل تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے صالح بندوں کو اپنا مقتدا بنائے اور ان کے ساتھ چلے، اور ان کی نگرانی کرتا رہے کہ شریعت کے مطابق کہاں تک چل رہے ہیں، کافروں اور فاسقوں کو مقتدا بنانا ہی گناہ ہے اور کافروں اور فاسقوں کی تعریف تو اور زیادہ گناہگاری کی بات ہے، الیکشن کے مواقع میں تو اپنے لیڈر اور اپنی جماعت کے لوگوں کو سپورٹ کرتے ہیں اور جسے جتانا مقصود ہو اس کی جھوٹی سچی تعریفوں کے پُل باندھ دیتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی فاسق فاجر ہو، اور اس کے برعکس دوسرے فریق کا امیدوار خواہ کیسا ہی نیک صالح ہو، مجمعوں میں اور جلسوں میں اور کانفرنسوں میں اس کی غیبتیں کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور تہمتیں رکھتے ہیں اور ناکردہ گناہ اس کے ذمہ عائد کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان تعریفوں اور مذمتوں کا انجام آخرت میں کیا ہے، یہ زبان کی لگائی ہوئی کھیتیاں جب کاٹنی پڑیں

گی اور انجام بھگتنا ہوگا تو کیا ہوگا؟ خوب غور و فکر کرنے کی بات ہے۔

جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی کا وبال

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) ماں باپ کو ستانا۔ (۳) کسی جان کو قتل کرنا اور (۴) جھوٹی قسم کھانا (مشکوٰۃ ص ۱۱، از بخاری)

کبیرہ گناہ تو بہت سے ہیں لیکن اس حدیث میں چند ایسے گناہ ذکر فرمائے جو بہت بڑے ہیں اور جن میں عام طور سے لوگ مبتلا رہتے ہیں، چونکہ اس موقع پر ہم زبان کی آفتیں ذکر کر رہے ہیں اس لئے اس حدیث میں جھوٹی قسم کی مناسبت سے حدیث بالا یہاں نقل کی ہے۔

اللہ کے ساتھ شرک کرنا تو سب سے بڑا گناہ ہے جس کی کبھی بھی بخشش نہیں ہے اس کو تو سب مسلمان جانتے ہیں، والدین کی نافرمانی اور ان کو ستانا اور تکلیف دینا بھی بڑے گناہوں میں ہے اور اس حدیث میں اس کو شرک کے بعد ذکر فرمایا ہے جس سے اس کی قباحت خوب ظاہر ہو رہی ہے اور اس بارے میں ہم اس کتاب میں تفصیل سے لکھ بھی چکے ہیں۔

جھوٹی قسم کا تعلق گذشتہ زمانہ کے واقعات سے ہوتا ہے جو کوئی واقعہ ہوا ہو اس کے بارے میں کہہ دیا کہ ایسا ہوا، اور اس پر قسم کھالی، اور کسی نے کوئی کام نہیں کیا، اس کے بارے میں کہہ دیا کہ اس نے ایسا کیا ہے اور اس پر قسم کھالی، اسی طرح اپنے کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جھوٹی قسم کھالی، یہ بہت بڑا گناہ ہے، اول تو جھوٹ پھر اوپر سے جھوٹی قسم یعنی اللہ کے نام کو جھوٹ کے لئے استعمال کرنا گناہ در گناہ ہو جاتا ہے، بہت سے لوگ جھوٹی قسم سے بالکل پرہیز نہیں کرتے، بات بات میں قسم کھاتے چلے جاتے ہیں اور اس کا گناہ اور وبال جو دنیا اور آخرت میں ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

بہت سے لوگ مال بیچتے وقت جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ یہ اتنے کا لیا ہے اور اتنے کا پڑا ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ یہ میری ہے حالانکہ اپنی نہیں ہوتی، یہ سب باتیں اس لئے سرزد ہوتی ہیں کہ آخرت کی پیشی کا خیال نہیں ہوتا۔

فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کسی شخص نے اللہ کی قسم کھائی اور اس میں مچھر کے پر کے برابر (ذراسی بات غلط) داخل کر دی تو یہ قسم اس کے دل میں ایک سیاہ دھبّہ بن جائے گی جو قیامت تک رہے گا۔ (ترمذی)

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال حاصل کرنے کی سزا

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے جھوٹی قسم کے ذریعہ کوئی مال حاصل کر لیا، وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ کوڑھی ہوگا۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ تاجر لوگ فاجر ہیں (یعنی بڑے گنہگار ہیں) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ نے خرید و فروخت کو حلال نہیں قرار دیا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں حلال تو ہے لیکن تاجر لوگ قسم کھاتے ہیں گنہگار ہوتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔

(رواہ احمد باسناد جید والحاکم واللفظ لہ وقال صحیح الاسناد)

حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو جمروں[1] کے درمیان یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ حاصل کر لیا، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے، اس کے بعد دو یا تین مرتبہ فرمایا جو حاضر ہیں غائبوں کو پہنچا دیں۔ (رواہ احمد والحاکم کما فی الترغیب)

ایک روایت میں ہے کہ جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنا کر چھوڑ دیتی ہے۔ (الترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم سودا تو بکوا دیتی ہے (اور) کمائی کی برکت کو ختم کر دیتی ہے۔

(بخاری ومسلم وابوداؤد کما فی الترغیب)

جس طرح اپنا مال بیچنے کے لئے یا کسی کا کوئی حق مارنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا حرام ہے اسی طرح کسی دوسرے کو کسی کا مال ناحق دلانے کے لئے یا مقدمہ میں جتانے کے لئے جھوٹی گواہی دینا حرام ہے، بڑے بڑے گناہوں کی فہرست میں بخاری ومسلم کی بعض روایات میں شَهَادَةُ الزُّوْرِ کا لفظ آیا ہے، جھوٹی گواہی دینا بھی سخت گناہ ہے، بہت سے لوگ کسی

[1] حج کے موقع پر جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں ان کو جمرات کہتے ہیں یہ تین جگہیں ہیں ۱۲

کی دوستی میں، یا رشتہ داری کے تعلقات کی وجہ سے جھوٹی گواہی دے دیتے ہیں، جھوٹی گواہی خود بہت بڑا گناہ ہے، پھر اس کے ساتھ حاکم قسم بھی کھلواتا ہے جو جھوٹی ہوتی ہے اس لئے گناہ دوگنا ہوتا ہے، اور حرام پر حرام ہوتا چلا جاتا ہے، تعجب ہے کہ لوگ دنیا کے تعلقات اور رشتہ داری کو دیکھتے ہیں اور آخرت کے عذاب کی طرف دھیان نہیں دیتے، بہت سے لوگوں نے تو جھوٹی گواہی کو پیشہ ہی بنا رکھا ہے، پولیس سے اور وکیلوں سے جوڑ رکھتے ہیں اور روزانہ کورٹ کچہری میں پہنچ جاتے ہیں، پولیس اور وکیل الفاظ رٹا دیتے ہیں اور اسی وقت نقد گواہی دے کر نقد دام لے آتے ہیں، ان کا یہ پیشہ حرام ہے اور آمدنی بھی حرام ہے، حرام کے ذریعہ حرام کھاتے ہیں اس میں بڑے بڑے نمازی تک مبتلا ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ فجر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دی گئی ہے اس کو تین بار فرمایا: پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ	"سو بچتے رہو بتوں کی گندگی سے
الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا	اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔
قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (سورۃ حج)	(مشکوٰۃ ص ۳۲۸)

قرآن مجید میں شرک سے بچنے کا اور جھوٹی بات سے بچنے کا حکم ایک ساتھ ایک جگہ بیان فرمایا ہے، اس سے جھوٹی گواہی کی مذمت اور قباحت ظاہر ہے،

جھگڑنا

چونکہ انسان مل جل کر رہتے ہیں اس لئے کبھی لڑنے جھگڑنے کے حالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں اگر حق کے لئے اور اظہار حق کے لئے جھگڑا کیا جائے جس میں گالی گلوچ نہ ہو حدودِ شرعیہ سے آگے نہ بڑھا جائے تو اس کی گنجائش ہے لیکن عموماً جھگڑے دنیا داری کے لئے اور آپس میں کسی ایک کا حق دبانے کے لئے ہوتے ہیں اور ہر فریق غصہ میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے ایک دوسرے پر زیادتی بھی ہو جاتی ہے اور گالی گلوچ تک کی نوبت آجاتی ہے۔ صاحبِ حق بھی حق پر قائم نہیں رہتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض وہ ہے جو زیادہ جھگڑالو ہو (صحیح بخاری ص ۶۴۹ ج ۱، ص ۱۰۶۶ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں جس کے اندر ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو گی (اس کے بارے میں یوں کہا جائے گا کہ) اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک اس کو چھوڑ نہ دے (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور (۲) بات کرے تو جھوٹ بولے اور (۳) جب عہد کرے تو دھوکہ دے اور (۴) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷، از بخاری و مسلم)

لڑنا جھگڑنا اسلام میں ناپسندیدہ چیز ہے۔ اپنا حق ہوتے ہوئے بھی اگر لڑائی جھگڑا نہ کرے اور صبر کرے تو اس پر بڑا ثواب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جھوٹ کو چھوڑ دیا حالانکہ جھوٹ باطل چیز ہے تو اس کے لئے جنت کے کناروں میں گھر بنایا جائے گا اور جس نے صاحب حق ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا اس کے لئے جنت کے درمیان میں گھر بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کئے اس کے لئے جنت کے اوپر کے حصّہ میں گھر بنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۲ عن الترمذی)

ایک صحابی تھے کعب بن مالکؓ اُن کا ایک دوسرے صحابی پر قرض تھا جن کو ابن اُبی حدرد کہا جاتا تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ان سے اپنے قرض کا تقاضا کیا جھگڑا ہونے لگا۔ آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو بھی آوازیں پہنچ گئیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور اپنے حجرہ کا پردہ کھول کر کعب بن مالک کو آواز دی۔ انہوں نے جواب دیا لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ (یعنی میں حاضر ہوں) آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ آدھا قرضہ ختم کر دو کعبؓ نے فرمایا میں نے اس پر عمل کر دیا آپؐ نے فرمایا بس تو جاؤ باقی وصول کر لو۔

(رواہ البخاری و مسلم کما فی المشکوٰۃ ص ۲۵۲)

کسی کی مصیبت پر خوش ہونا

مسلمانوں کو آپس میں مل جل کر ہمدردی کے ساتھ رہنا لازم ہے جب کسی کو تکلیف پہنچے تو سب فکرمند ہوں اور تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ مسلمانوں کے حقوق میں بتایا گیا ہے لیکن بعض لوگوں کو دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ بہت بُری حرکت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ (یعنی اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر نہ کرو ورنہ یہ ہوگا کہ اللہ اس پر رحم فرمادے گا اور تجھے مبتلا کر دے گا۔

(رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ ص ۴۱۴)

لعنت اور طعنہ زنی اور فحش کلامی کا وبال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن بندہ طعنہ دینے والا اور لعنت بکنے والا اور فحش افعال والا اور فحش کلام والا نہیں ہوتا۔ (رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ ص ۴۱۳)

اس حدیث میں طعنہ زنی کی باتیں کرنے اور لعنت کرنے اور فحش کام اور فحش کلام کی مذمت بیان فرمائی۔ بہت سے لوگوں کو بدزبانی کی عادت ہوتی ہے طعنہ دے کر بھی لوگوں کا دل دکھاتے ہیں اور بدزبانی اور فحش کلامی سے بھی پیش آتے ہیں خاص کر بچوں، نوکروں اور شاگردوں کے ساتھ ان کا یہی رویہ رہتا ہے۔ انسانوں پر لعنت کرنا تو کجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے علاوہ دوسری چیزوں پر لعنت کرنے سے بھی منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہوا نے ایک شخص کی چادر اس کے جسم سے علیحدہ کر دی لہٰذا اس نے ہوا پر لعنت کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے حکم دی ہوئی ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی مستحق نہیں ہے تو لعنت اسی پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کی (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ انسان جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت

آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے وہاں دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں (اوپر کو جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا)، پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے، زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں (کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی جہاں وہ نازل ہو)، پھر وہ دائیں بائیں کا رُخ کرتی ہے جب کسی جگہ کوئی راستہ نہیں پاتی تو پھر اس شخص پر لوٹ جاتی ہے جس پر لعنت کی ہے، اگر وہ لعنت کا مستحق تھا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ اس شخص پر آکر پڑتی ہے جس نے منہ سے لعنت کے الفاظ نکالے تھے۔ (ابوداؤد)

علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے کی بد دُعا کا نام لعنت ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ عام طور سے یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو اور جھوٹوں پر اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے لیکن کسی پر نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک یہ یقین نہ ہو کہ وہ کفر پر مر گیا، آدمی تو آدمی بخار کو، جانور کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی لعنت ایک دوسرے پر نہ ڈالو، اور نہ آپس میں یوں کہو کہ تجھ پر اللہ کا غصہ ہو اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے یوں کہو کہ جہنم میں جائے۔ (ترمذی ابوداؤد)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے ایک موقع پر بعض غلاموں کے بارے میں لعنت کے الفاظ نکل گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے گذر رہے تھے۔ آپؐ نے (کراہت اور تعجب کے انداز میں) فرمایا لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ یعنی لعنت کرنے والے اور صدیقین (کیا یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں)، ربِّ کعبہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور اس روز انہوں نے اپنے بعض غلام (بطور کفارہ) آزاد کر دیئے اور بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب ہرگز ایسا نہیں کروں گا (بیہقی)

گانا گانے کی مذمّت اور حرمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ البتہ انسان کا باطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے

معدہ وغیرہ کو خراب کر کے رکھ دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۹، از بخاری و مسلم)

اس حدیث میں شعر پڑھنے کی مذمت فرمائی ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ اشعار معنی کے اعتبار سے اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی ہوتے ہیں، بُرے شعر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ جن شعروں میں جھوٹ ہو، جھوٹی تعریف ہو، کسی کی مذمّت یا غیبت ہو، جہالت و جاہلیت کی حمایت ہو، کفر اور شرک کے مضامین ہوں، ایسے اشعار کہنے پڑھنے لکھنے سننے میں گناہ ہونا ظاہر ہے اور عموماً ایسے اشعار سے نفس کو مزہ آتا ہے، پھر ان کے ساتھ ساز سارنگی، باجا گاجا بھی ہو تو گناہ دوگنا اور دوہرا ہو جاتا ہے اور جو اشعار اچھے ہوں جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت و صفت پر یا کلمات حکمت پر مشتمل ہوں ان کو پڑھنا زبان پر لانا درست ہے لیکن ساز، سارنگی اور باجے گاجے اور ہارمونیم، الغوزہ اور ڈھول کے ساتھ ان کا پڑھنا بھی گناہ ہے۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں موسیقی کے لئے مستقل وقت دیا جاتا ہے اور گانا بجانا سیکھنے سکھانے بلکہ ناچنا سکھانے کے لئے مستقل پیریڈ رکھے جاتے ہیں۔ اس بیہودگی اور بدکرداری کو فنونِ لطیفہ کا نام دیا جاتا ہے اور ثقافت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اللہ اکبر! نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت اور یہ جاہلیت کی حرکتیں؟ پھر اوپر سے شریف ہونے کا دعویٰ! اہلِ دین اور اہلِ فہم غور کر لیں کہ ان حالات میں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کا کیا منہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میرے رب نے مجھے گاجے باجے کی چیزیں مٹانے کا حکم دیا ہے[1] اور نالائق امتی گانے بجانے کو اور آلاتِ موسیقی کو زندگی کا جزو بنا لیں، یہ کہاں تک زیب دیتا ہے، اے ایمان کے دعویدارو غور کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح)

افسوس! کہ جن ممالک کی حکومتیں مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں وہ ریڈیو اور ٹی وی پر

---

[1] مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۸

گانے بجانے کے خصوصی اور ہمہ وقتی پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں اور ٹی وی پر تو ناچ بھی دکھاتے ہیں، مسلمان حاکموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کو منکرات و فواحش سے روکیں، نہ یہ کہ خود خلافِ شرع پروگرام پیش کریں اور اُمّت کی آنے والی نسلوں کو بگاڑ کر رکھ دیں، ٹی وی نے تو ہر گھر کو فواحش کا مرکز بنا کر رکھ دیا ہے۔ چھوٹے بڑے سب مل کر بے حیائی کے پروگرام دیکھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں۔

لوگوں نے گانے بجانے کو ایسا جزو زندگی بنا رکھا ہے کہ کھا رہے ہیں تو گانا سُن رہے ہیں اور لیٹے بیٹھے ہیں تو گانا سن رہے ہیں، عورتیں کھانا پکا رہی ہیں یا دوسرے مشغلہ میں ہیں تو ریڈیو کھول رکھا ہے یا ٹیپ ریکارڈ چالو کر رکھا ہے اسی لئے تو عملی نفاق ہو رہا ہے، شیطان نے قابو پایا ہوا ہے اور نیکی کی طرف طبیعت نہیں آتی، اللہ سمجھ دے اور ہدایت دے۔

بسوں میں سفر کرو تو گانا، ٹیکسی میں بیٹھو تو گانا، ایک سچے مسلمان کے لئے سفر حضر سب مصیبت بن کر رہ گیا ہے، کالجوں میں مستقل موسیقی روم ہیں جس کو جس وقت گانا سننا ہو وہاں چلا جاتا ہے، مسجدوں کا انتظام نہیں ہوتا مگر گانے بجانے کا انتظام ضرور ہوتا ہے اور اساتذہ وطلبہ سب اسلام کا دم بھرتے ہیں اور مسلمان ہونے کے مدعی ہیں، فاللہ یہدیہم۔

عشقیہ گانوں اور غزلوں اور ناول، افسانوں نے قوم کی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے اور خاندان کے بڑوں کو اس پر خوشی ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہنسانے والوں کو تنبیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بے شک بندہ کبھی کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس سے لوگوں کو صرف ہنسانا مقصود ہوتا ہے اس کلمہ کی وجہ سے اتنا زیادہ گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے کہ اس گہرائی کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا فاصلہ آسمانوں و زمین کے درمیان میں ہے۔ (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ بندہ اپنی زبان سے اس سے زیادہ لغزش کھا جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے پھسلتا ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکوٰۃ ص ۴۱۳)

جو لوگ ہنسانے کا کاروبار کرتے ہیں، لطیفہ گڑھتے رہتے ہیں مجلسوں محفلوں میں بلائے

جاتے ہیں اور حاضرین کو ہنساتے ہیں وہ حدیث بالا کے مضمون پر غور کریں پہلے تو یہ کام بھانڈ کیا کرتے تھے اب یہ فیشن ایبل لوگوں کا کمائی کا ذریعہ بن گیا ۔

جو زبان کے گناہ ہیں ان سے زبان بھی گندی ہوتی ہے اور قلب کا بھی خون ہو جاتا ہے گناہ تو گناہ ہے لایعنی کلام سے بھی دل متاثر ہوتا ہے اور دل میں قساوت و سختی آجاتی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

لا تکثر الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب ۔	یعنی اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ نہ بولا کرو کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بولنا دل کی قساوت یعنی سختی کا باعث ہے ۔

مزید فرمایا :

وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی[1]	اور لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کا دل قاسی ہے ۔

یعنی جس میں دل میں قساوت و سختی ہے وہی اللہ سے سب سے زیادہ دور ہے ۔

دل کی قساوت آخرت کی فکر سے دور رکھتی ہے نماز میں دل نہیں لگنے دیتی، ضعیف اور مسکینوں پر رحم کرنے نہیں دیتی اور حق بات قبول کرنے سے مانع ہو جاتی ہے ۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے ۔

کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ الا امر بمعروف او نھی عن منکر او ذکر اللہ ۔	انسان کی ہر بات اس کے لئے ضرر کا باعث ہے نفع کی چیز نہیں ہے الا یہ کہ امر بالمعروف ہو یعنی بھلائی کا حکم دیا جائے یا نہی عن المنکر ہو یعنی برائی سے روکا جائے یا اللہ کا ذکر ہو ۔

اللہ کے ذکر میں وہ سب اعمال آگئے جو اللہ کی رضا کے لئے کئے جائیں ۔

اس حدیث میں تین باتوں کے علاوہ باقی سب چیزوں کو باعث ضرر بتایا۔ ان میں جو گناہ ہیں ان کا باعث ضرر ہونا تو ظاہر ہی ہے لیکن جو باتیں گناہ نہیں ہیں یعنی فضول اور لایعنی

---

[1] رواہ الترمذی ۔

باتیں ان کا باعث ضرر ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ان سے دل میں قساوت آتی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جتنی دیر میں لایعنی بات کی اتنی دیر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا تو فائدہ مند ہوتا۔

فائدہ مند بات سے محروم ہونا بھی تو ضرر ہے، دوکانداروں کا طریقہ ہے کہ سال بھر کی کمائی کا حساب لگاتے ہیں اگر نفع نہیں ہوا اور پونجی صحیح سالم رہی تو اسے بھی نقصان میں شمار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وقت خرچ ہوا اور محنت رائیگاں گئی۔ آخرت کے معاملے میں بھی ایسے ہی سوچنا چاہیئے جس بات سے نفع نہ ہوا اگرچہ گناہ بھی نہ ہوا اس جگہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے تو کتنا بڑا ثواب ملتا۔ یہ ثواب سے محرومی بھی تو نقصان اور ضرر ہے۔

مؤمن بندوں پر لازم ہے کہ اپنی زبان کو ہر وقت ذکر و تلاوت میں مشغول رکھیں گناہوں سے بھی بچائیں اور لایعنی باتوں سے بھی اُول فول بکنے سے بھی۔ ہر وقت آخرت کی فکر لازم ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

●

کتاب الاخلاق الحسنة

(اخلاق حسنہ کا مفصل بیان

فضیلت اور تعلیم وتاکید

نیز ان اعمال کی تفصیل جن کے اختیار

کرنے سے اخلاق حسنہ کا مظاہرہ ہوتا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اللہ جل شانہٗ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے معزز اور مکرم بنایا اور دوسری بہت سی مخلوقات پر اسے فضیلت دی اور چونکہ وہ مشرف مکرم ہے اس لئے اس کی ذمہ داریاں بھی بہت ہیں جو انفرادی بھی ہیں اور اجتماعی بھی۔ خود اس کے مزاج میں انس اور الفت ہے اور اسی لئے اس کا نام انسان رکھا گیا ہے۔ اپنا اُلفت والامزاج اور حاجات اور ضروریات کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے ملنا جلنا ساتھ رہنا ایک دوسرے کی ہمراہی میں سفر کرنا پڑتا ہے اس لئے اسے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی گئی اور اخلاق ذمیمہ سے منع کیا گیا ہے۔
تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خوش خلق تھے اللہ تعالٰے شانہٗ نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق عظیم سے نوازا تھا۔ سورۂ نٓ والقلم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۔ اور بے شک آپ بڑے اخلاق پر ہیں۔

یہ آپؐ کا خلق عظیم ہی تھا جس کی وجہ سے ہزاروں افراد آپ کے گرویدہ ہوگئے اور شدید ترین دشمنوں نے بھی بالآخر ہار مانی اور آپؐ کے خلقِ عظیم سے متاثر ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۔

سو اللہ کی رحمت کے سبب آپ اُن کے لئے نرم ہو گئے اور اگر سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اللہ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کردوں۔ (رواہ المالک فی الموطا)
ہمیشہ سے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی اور اس تعلیم کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے خاتم الانبیاء المرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلوٰت اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ آپؐ نے عمل سے اور قول سے اخلاق حسنہ اور اوصافِ عالیہ کی تعلیم دی اُن سے اچھے اخلاق کوئی بھی پیش نہیں کر سکتا اخلاقِ نبوت کو اختیار کرنا ہی صحیح انسانیت ہے۔ ذیل میں چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

فرمایا معلم الاخلاق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔ (مسلم عن ابی ہریرۃؓ)

فرمایا معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ قیامت کے روز سب سے زیادہ بھاری چیز جو مؤمن کی ترازو میں رکھی جائے گی وہ اس کا اچھا اخلاق ہوگا (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ فحش گو (اور) بدکلام سے اللہ تعالےٰ کو بغض (یعنی دشمنی) ہے (ترمذی عن ابی الدرداءؓ)

فرمایا فخر بنی آدم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ ایمان والوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں ۔ (ابوداؤد عن ابی ہریرۃؓ)

فرمایا سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ اچھے اخلاق کی وجہ سے مؤمن (بندہ) اس شخص کا مرتبہ پالیتا ہے جو رات کو (تہجد میں) کھڑا رہے اور دن میں (نفل) روزہ رکھا کرے (ایضاً عن عائشہؓ)

فرمایا حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس سے خیر کی امید کی جاتی ہو اور (لوگوں کو یوں) اطمینان ہو کہ اس سے شر (یعنی) بُرائی نہ پہنچے گی اور تم میں سے سب سے بُرا وہ ہے جس سے خیر کی امید نہ کی جاتی ہو اور جس کے شر سے (لوگوں کو) بے خوفی نہ ہو ۔

(ترمذی عن ابی ہریرۃؓ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کے لئے تواضع کرے اسے اللہ تعالےٰ بلند فرمائیں گے (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) اپنے نفس میں وہ چھوٹا ہوگا اور لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوگا اور جس نے تکبّر کیا اللہ تعالےٰ اسے گرادیں گے (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) وہ لوگوں کی نظر میں چھوٹا اور اپنے نفس میں بڑا ہوگا (پھر فرمایا کہ) لوگوں کے نزدیک وہ کتّے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا ۔ (بیہقی فی الشعب عن عمرؓ)

فرمایا نبی الرحمت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ تم ڈھل مل ارادہ والے بن کر یوں نہ کہو کہ لوگ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی اچھائی سے پیش آئیں گے اور لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ اپنے نفسوں کو اس پر آمادہ کرو کہ (برابر) خوبی ہی کا برتاؤ رکھو اگر لوگ خوبی سے پیش آئیں تو (بھی) تم خوبی سے پیش آؤ اور اگر لوگ بُرا برتاؤ کریں تو تم (جواب میں) ظلم نہ کرو ۔

(ترمذی عن حذیفہؓ)

فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے (اللہ پاک سے) عرض کیا کہ اے پروردگار آپ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟ اللہ پاک نے جواب دیا کہ جو (انتقام) کی قدرت ہوتے ہوئے معاف کردیوے۔ (بیہقی فی الشعب عن ابی ہریرہؓ)

فرمایا فخرِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص غصّہ کے تقاضے پر چلنے کی قدرت رکھتے ہوئے غصّہ پی گیا اسے قیامت کے روز اللہ تعالےٰ مخلوقات کے سامنے بلاکر اختیار دیں گے کہ جس حوٗر کو چاہے لے لے۔ (ترمذی عن سہل بن معاذؓ)

فرمایا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ پچھاڑنے والا پہلوان نہیں ہے (بلکہ) وہی پہلوان ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

فرمایا سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو غصّہ آجاوے اور وہ کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے اگر (بیٹھنے سے) غصّہ چلا جائے تو بہتر ہے ورنہ لیٹ جائے (اس سے غصّہ چلا جائے گا) (احمد و ترمذی عن ابی ذرؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کو غصّہ آجائے تو (اُسے دور کرنے کے لئے) وضو کرلیوے: (رواہ ابوداؤد)

فرمایا رحمت عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نرمی (کا برتاؤ فرمانے) والا ہے (اور) نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ (انعام) دیتا ہے جو سختی پر اور نرمی کے سوا کسی چیز پر نہیں دیتا۔ (مسلم عن عائشہؓ)

فرمایا نبی الرحمت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ (ہر) خیر سے محروم کردیا گیا۔ (مسلم عن جریرؓ)

فرمایا نبی معظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے (حضرت معاذؓ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے) کہ افضل ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں استعمال کرے (حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا کروں؟ جواب میں ارشاد فرمایا (یوں کرکہ) تو لوگوں کے لئے وہ پسند کرے جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس کو ناپسند کرے جسے اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ (احمد عن معاذؓ)

فرمایا نبی الرحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے

چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے۔ (ترمذی عن ابن عباسؓ)

فرمایا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو اور جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرے اس کو (کچھ نہ کچھ ضرور) دے دو اور جو شخص تم کو دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو۔ اور تم میں سے جس کے ساتھ کوئی بھلائی کر دیوے تو اس کا بدلہ دے دو اگر بدلہ دینے کا مقدور نہ ہو تو اس کے لیئے یہاں تک دعا کرو کہ تمہارا دل کہہ دیوے کہ بدلہ ادا ہو گیا۔ (احمد عن ابن عمرؓ)

فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور اُن سے جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر صبر کرتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا اور اُن سے پہنچ جانے والی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔ (ترمذی عن ابن عمرؓ)

فرمایا خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃؓ) یعنی اللہ کے اولاد تو ہے نہیں اس کی مخلوق ہی اس کے کنبہ کے درجہ میں ہے جیسے تم اس سے خوش ہوتے ہو جو تمہارے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے سے خوش ہوتے ہیں۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مؤمن الفت و محبت والا ہے اور اس میں کچھ بھلائی نہیں جو الفت نہیں رکھتا اور لوگ اس سے الفت نہیں رکھتے۔

حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو وصیت فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ آسانی کا برتاؤ کیجیو اور سختی سے نہ پیش آئیو اور ان کو خوشخبریاں سنائیو اور نفرت نہ دلائیو اور آپس میں متفق رہیو اور اختلاف نہ رکھیو۔ (رواہ البخاری)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے (یمن جانے کے لئے) رکاب میں قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو آخری وصیت یہ فرمائی کہ اے معاذ! لوگوں سے خوش خلقی کے ساتھ پیش آئیو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ — اے اللہ تُو نے میری صورت اچھی بنائی ہے

فَأَحْسِنْ خُلُقِيْ — تو میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

الحاصل ہر مسلمان کو اپنے بھائیوں سے ہنستے کھیلتے ہشاش بشاش ملنا چاہیئے۔ اکھڑ مزاج اور تند خو، ترش رو ہونا مؤمن کی شان نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بُرے سے بُرے آدمی کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ فرماتے تھے اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔

حضرت مکحول (تابعی) فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن نرم طبیعت، ملائم مزاج ہوتے ہیں۔ جیسے نکیل پڑا ہوا اونٹ ہوتا ہے جہاں چاہو لے جاؤ چلا جائے اور جہاں بٹھاؤ بیٹھ جائے۔ (ترمذی مرسلاً)

اللہ تعالےٰ کے لئے آپس میں محبّت کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے فرمایا یقیناً جنّت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زبرجد کی کھڑکیاں ہیں جن کے کھلے ہوئے دروازے ہیں جو روشن ستارے کی طرح چمکتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ان میں کون رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے بارے میں محبّت کرنے والے اور اللہ کے بارے میں ساتھ بیٹھنے والے اور اللہ کے بارے میں آپس میں ملاقات کرنے والے۔ (بیہقی)

اللہ کے بارے میں محبّت کرنے، ساتھ بیٹھنے، ملاقات کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی بندہ سے صرف اس لئے محبّت کرے کہ وہ خدا کا خاص بندہ ہے، عابد و زاہد ہے اور اسی وجہ سے اس سے ملاقات کرے اور اس کے پاس جا کر بیٹھا کرے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے لئے محبّت کی اور اللہ کے لئے (کسی بُرے شخص سے) بغض رکھا اور اللہ کے لئے (مال) دیا اور اللہ کے لئے (بُری جگہ مال دینے سے) روک لیا تو اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا۔ (عن ابو داؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالےٰ قیامت کے روز فرمائیں گے کہ کہاں ہیں میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبّت کرنے والے، آج میں ان کو اپنے سایہ میں رکھوں گا جب کہ میرے سایہ کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہے۔ (عن مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ "اے ابوذر! بتاؤ ایمان کا کون سا کڑا زیادہ مضبوط ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسُول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا (اچھا سنو یہ ہے) اللہ کے بارے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور اللہ کے بارے میں محبّت کرنا اور اللہ کے بارے میں بغض رکھنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اللہ کے بندوں سے بہت سے بندے ایسے ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید ہیں، قیامت کے روز اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسُول اللہؐ وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جنہوں نے بغیر کسی رشتہ داری کے اور بغیر کسی مال کے لالچ کے آپس میں اللہ کے دینؐ کے سبب محبّت کی، ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور یہ خود نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو ان کو خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو ان کو غم نہ ہوگا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :-

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؕ

خبردار اللہ کے دوستوں کو کچھ خوف نہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)

سنن ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔

لہ لفظ الحدیث تحابوا بروح اللہ واختلفوا فی معنی الروح علیٰ اقوال وترجمۃ بما یعم و یناسب الجمیع ۔ ۱۲

انبیاء اور شہدائے رشک کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انبیاء اور شہداء ان سے کم درجہ میں ہوں گے بلکہ یہاں رشک کے معنی ان کی تعریف کرنے کے ہیں۔ وقیل غیر ذالک۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دو بندوں نے اللہ کے بارے میں دنیا میں محبت کی ہو گی جن میں ایک مشرق میں تھا اور ایک مغرب میں تو خدا قیامت کے روز دونوں کو جمع کر دے گا اور ہر ایک سے فرمائے گا کہ یہ ہے وہ بندہ جس سے تُو میرے بارے میں محبّت کرتا تھا (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابورزین رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے اپنے بھائی کی زیارت کے لئے نکلے تو اس کو ستر ہزار فرشتے رخصت کرتے ہیں جو اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس نے تیرے بارے میں ملاقات کی ہے تو بھی اس کو اپنی جانب ملالے۔ (مشکوٰۃ)

مسئلہ: جس کو کسی سے اللہ کے لئے محبّت ہو تو چاہئے کہ اپنی محبّت کا اظہار کردے کہ بھائی میں تم سے اللہ کے لئے محبّت کرتا ہوں اور اس کو چاہیئے کہ جواب میں یوں کہے:

اَحَبَّكَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ۔

مسئلہ: اپنی محبّت ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ دوست کا نام اور اس کے باپ کا نام اور قبیلہ بھی معلوم کر لینا چاہیئے۔ (مشکوٰۃ)

مسلمان کی عیادت

بیمار کے پاس جا کر اس کا حال معلوم کرنے اور اس کو تسلی دینے کو عیادت کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ آپؐ نے عیادت کی ترغیب دیتے ہوئے بڑے اجر و ثواب سے باخبر کیا ہے۔ ذیل میں چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں جن سے عیادت کا ثواب معلوم ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور ثواب سمجھ کر اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو جہنم سے اتنا دور کر دیا جائے گا جتنی دور کوئی ساٹھ سال تک چلے۔ (عن ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی یہ ندا دیتا ہے کہ تو خوش رہے اور تیرا یہ چلنا بابرکت ہو اور تو نے جنّت میں گھر بنالیا ہے۔

(ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کو عیادت کرے تو تمام دن شام تک ستّر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور شام کو مسلمان کی عیادت کرے تو ستّر ہزار فرشتے اس پر صبح تک رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنّت میں ایک باغ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

مسئلہ: عیادت میں دیر تک مریض کے پاس نہ بیٹھو۔ (بیہقی)

مسئلہ: مریض کو مایوس نہ کرو بلکہ زندگی کی امید دلاؤ۔ اچھا ہو جانے کی خوشخبری سناؤ اور اس کے اچھے ہونے کی دعا کرو۔ (ترمذی)

مسئلہ: جب مسلمان کی عیادت کرو تو اس کے سامنے یوں کہو:

لَابَأْسَ طَهُورٌ	کچھ ڈر نہیں یہ بیماری گناہوں سے پاک
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔	کرنے والی ہے اگر اللہ نے چاہا۔

اور سات مرتبہ یہ دُعا پڑھو:

اَسْئَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ	میں خدا سے سوال کرتا ہوں جو عرش عظیم کا
الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ۔	رب ہے کہ تجھ کو شفا دے۔

رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسلمان مسلمان کی عیادت کرے اور اس دُعا کو سات بار پڑھے تو مریض کو شفا ہو۔ ہاں اگر اس کی موت ہی آگئی ہو تو اور بات ہے۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ: مریض سے اپنے لئے دُعا کی درخواست کرو کیونکہ اس کی دُعا قبُول ہوتی ہے۔ (بیہقی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ مریض کی دُعا مثل فرشتوں کی دُعا کے ہے۔

(ابن ماجہ)

مُسلمان کی زیارت کرنا

حضرت ابورزین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو اس چیز کی جان نہ بتادوں جس کی وجہ سے تجھ کو دنیا اور آخرت کی بھلائی مل جائے؟ (سنو) ذکر کرنے والوں کی مجلسوں میں جایا کرو اور تنہائی میں بھی جہاں تک ہو سکے اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں حرکت دیتے رہا کرو اور اللہ ہی کے لئے محبّت کرو اور اللہ ہی کے بارے میں بغض کرو۔ اے ابورزین! کیا تم کو پتہ نہیں ہے کہ جب انسان اپنے گھر سے اپنے بھائی کی زیارت کرنے روانہ ہوتا ہے تو اس کو ستّر ہزار فرشتے رخصت کرتے ہیں لہٰذا اگر تم اپنے جسم کو اس عمل میں لگا سکو تو اس عمل کو کرو۔ (ابن ماجہ)

عَیب پوشی کا اجر

رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کوئی عیب کی چیز دیکھی پھر اس کو پوشیدہ رکھی تو گویا اس نے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی زندہ کی۔ (احمد، ترمذی)

ایک مرتبہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر پہنچ کر بلند آواز سے فرمایا کہ اے زبان کے مسلمانو! جن کے دلوں میں ایمان نہیں پہنچا ہے۔ مسلمانوں کو نہ ستاؤ نہ ان کو عیب لگاؤ نہ ان کے عیب تلاش کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے عیبوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ جس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے اس کو رسوا کر دیتا ہے اگرچہ گھر میں بیٹھا رہے۔ (ترمذی)

قرآن شریف میں ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۔ (سورۃ النور)	بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

شریعت مطہرہ کے یہ ارشادات و احکام دیکھئے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی حالتوں کا بھی جائزہ کر لیجئے کہ مشکل سے ہماری کوئی مجلس ایسی ہوتی ہوگی جس میں کسی کے عیب نہ اچھالتے ہوں اور مسلمان کی برائیوں کو دوسروں تک نہ پہنچایا ہو، واقعی تو در کنار جہاں کسی

سے کچھ معمولی سی پرخاش ہوئی بس اس کے عیوب شمار ہونے لگتے ہیں اور غیر واقعی عیوب اس اس کے سر تھوپے جاتے ہیں۔ اس کے اچھے اعمال میں بھی کیڑے ڈالے جاتے ہیں۔ اگر کوئی لیڈر کوئی عالم اپنی رائے کے موافق کہتا ہے تو زمانہ کا سب سے بڑا سمجھ دار ہے، بہت بڑا علامہ ہے۔ شیخ الاسلام ہے، شیخ التفسیر ہے اور جہاں اس نے کوئی ایسی بات کہی جو اپنی رائے کے خلاف ہے گو اس نے سمجھ کر اور قرآن وحدیث کی روشنی میں کہی ہو تو وہ فوراً نالائق ہو جاتا ہے اور دوسروں کا زرخرید اور پیسہ کا بندہ ہے، فاسق ہے، ایسا ہے ویسا ہے، غرضیکہ سارے عیب اس میں جمع ہو جاتے ہیں۔

بہتان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے منافق کی بدگوئی سے بچاتے ہوئے کسی مؤمن کا پارٹ لیا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا اور جس نے کسی مسلمان کو عیب لگایا تو خدا اس کو دوزخ کے پل پر کھڑا رکھے گا یہاں تک کہ اپنے کہے ہوئے سے نہ نکلے (کہ وہ شخص معاف کرے جس کو عیب لگایا ہے یا دوزخ میں جلے)۔ (ابوداؤد)

پڑوسیوں کا اکرام

فرمایا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ (اپنے) ساتھیوں میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو (اپنے) ساتھیوں کے لئے (حسن اخلاق میں) سب سے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر پڑوسی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے لئے سب سے بہتر ہو۔ (ترمذی عن عبداللہ بن عمرؓ)

فرمایا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تُو سنے کہ پڑوسی کہہ رہے ہیں کہ تو نے اچھا کیا تو (سمجھ لے کہ) تُو نے اچھا کیا اور اگر وہ کہہ رہے ہیں کہ تُو نے بُرا کیا تو (جان لے کہ) تُو نے بُرا کیا۔ (ابن ماجہ عن ابن مسعودؓ)

فرمایا سید الخلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ہدیہ لیا دیا کرو (کیونکہ وہ سینہ کے کھوٹ کو (یعنی) کینہ اور (دشمنی کو) دور کرتا ہے اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن (کو ہدیہ دینے) کے لئے (کسی بھی چیز کو) حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی ہو (ترمذی عن ابی ہریرہؓ)

فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تو شوربہ پکادے تو اس میں پانی زیادہ ڈال دے اور (اس میں سے) اپنے پڑوسیوں (کے پاس بھیجنے) کا خاص دھیان رکھ۔
(مسلم عن ابی ذرؓ)

ہدیہ دینا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہدیہ لیا دیا کرو کیونکہ ہدیہ کینوں کو دور کرتا ہے۔

پانی پلانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مسلمان کو ایسی جگہ پانی کا ایک گھونٹ پلا دیا جہاں پانی ملتا ہو تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا اور جس نے مسلمان کو ایسی جگہ پانی کا ایک گھونٹ پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو تو گویا اس نے اس کو زندہ کر دیا۔

مسلمان کی تخصیص اور اس کی خصوصیت اسلام کی وجہ سے کی گئی ہے اور اس کا اجر بھی زیادہ ہے ورنہ ہر جاندار کو پانی پلانے کا بڑا اجر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک فاحشہ عورت کتے کو پانی پلا دینے کی وجہ سے بخش دی گئی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

کپڑا پہنا دینا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو کوئی کپڑا اس حالت میں پہنایا کہ اس کو حاجت تھی (یعنی اس کے پاس کپڑا نہ تھا)، تو اس پہنانے والے کو خدا جنت کے کپڑے پہنائے گا اور جس نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلا دیا اللہ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جس نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلا دیا خدا اس کو رحیق مختوم (شراب خالص مہر لگی ہوئی جنت میں) پلائے گا۔

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس کا ایک درخت کی ٹہنی پر گذر ہوا جو راستہ میں پڑی تھی یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ میں اس کو مسلمان کے راستے سے ضرور ہٹا دوں گا۔ (چنانچہ اس کو ہٹا دیا) لہٰذا وہ جنت میں) داخل کر دیا گیا (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۸)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو اس سبب سے جنت میں لوٹتا ہوا دیکھا کہ اس نے راستہ سے ایک درخت کاٹ دیا تھا جو راہگیروں کو تکلیف دیتا تھا۔
(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۸)

ہنستے کھیلتے ہوئے ملاقات کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کے سامنے تمہارا ہنسنا صدقہ ہے اور بھلائی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اور راہ بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا صدقہ ہے اور کمزور بینائی والے کی مدد کرنا صدقہ ہے اور راستے سے پتھر، کانٹا، ہڈی دور کر دینا صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے اور ایک بھلائی یہ ہے کہ تُو اپنے بھائی سے ہنستے کھیلتے ملے اور یہ کہ تُو اپنے ڈول میں سے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان سے ہنستے کھیلتے ملنا اس کے سامنے خوش ہونا بھی اجر و ثواب کی چیز ہے۔ جو لوگ مسلمانوں سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے، ان کی بات کا جواب نہیں دیتے، ان سے ملتے جلتے نہیں، ماتھے پر شکن ڈالے ہوئے فرعونیت میں بھرے رہتے ہیں وہ اسلام سے بہت دور ہیں۔

مسلمان کو سلام کرنا

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اہلِ حاجت کو کھانا کھلایا کرے اور سلام کیا کرے جس کو پہچانتا ہو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانتا ہو اس کو بھی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مؤمن کے مؤمن پر (بڑے اہم) چھ حقوق ہیں۔

(۱) جب وہ بیمار ہو جائے تو مزاج پرسی کرے۔
(۲) اس کے جنازے میں جائے جب وہ مر جائے۔
(۳) جب وہ بلائے (کسی ضرورت کے لئے یا کھانے پینے کے لئے) تو اس کی دعوت قبول کرے۔

(۴) جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے۔
(۵) جب اس کو چھینک آئے (اور الحمد للہ کہے) تو یرحمک اللہ کہے۔
(۶) اور اس کے سامنے اور پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔ (نسائی)

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کے قریب سب سے زیادہ وہ ہوں گے جو پہلے خود سلام کرتے تھے (مشکوٰۃ) یعنی یہ انتظار نہ کرتے تھے کہ کوئی مجھے سلام کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں پر گذر ہوا تو آپؐ نے بچوں کو سلام کیا۔ (بخاری و مسلم)

سلام کا فائدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں داخل نہ ہوگے جب تک مؤمن نہ ہوگے اور مؤمن نہ ہوگے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا تم کو ایسی چیز نہ بتادوں جس کے کرنے سے تم میں آپس میں محبّت پیدا ہو؟ سنو! آپس میں خوب سلام کیا کرو۔ (مسلم)

مُصافحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کوئی گناہ جھڑے بغیر نہیں رہتا۔

امام مالکؒ نے حضرت عطاءؒ سے روایت کی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مصافحہ کیا کرو اس سے آپس میں محبّت پیدا ہوگی اور دشمنی دور ہوگی۔

مسئلہ: مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا بے اصل ہے۔

معانقہ گلے ملنے کو معانقہ کہتے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی رسُول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی آپؐ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔

ایک روز ایسا ہوا کہ آپؐ نے مجھ کو بلایا مگر میں گھر میں موجود نہ تھا۔ جب میں آیا تو آپؐ کے بلانے کا علم ہوا لہٰذا میں حاضرِ خدمت ہوا تو آپؐ مجھ سے لپٹ گئے اور مجھ کو یہ بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۲)

اگر راستے میں بیٹھو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ راستوں میں نہ بیٹھا کرو. صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کے بغیر تو ہمارا کام نہیں چل سکتا. آپؐ نے فرمایا اگر تم کو بیٹھنا ہی ہے تو راستہ کے حقوق ادا کیا کرو. صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ! راستہ کے کیا حقوق ہیں؟ آپؐ نے فرمایا راستہ کے حقوق یہ ہیں. نامحرم کو نہ دیکھا کرو، گذرنے والوں کو تکلیف نہ دو، سلام کا جواب دیتے رہو، بھلائی کا حکم کرتے رہو اور بُرائی سے روکتے رہو۔ (بخاری و مسلم)

اور پریشان حال کی مدد کیا کرو، اور بھُولے ہوئے کو راستہ بتایا کرو۔ (ابو داؤد)

اور شرح السنّۃ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راستے کے حقوق میں یہ بھی ذکر فرمایا کہ گذرنے والوں کا بوجھ ان کی سواریوں پر رکھوا دیا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اجازت حاصل کرنا

رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے کہ جب کسی کے گھر جاؤ تو بغیر اجازت حاصل کئے گھر میں داخل نہ ہو جاؤ بلکہ باہر سے کھڑے نظر بھی نہ ڈالو۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک مکان میں تشریف رکھتے تھے اور آپؐ کے دست مبارک میں ایک سلائی تھی جس سے سر کھُجا رہے تھے. ایک شخص نے جھانک کر آپؐ کو دیکھ لیا تو آپؐ نے فرمایا اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس کو تیری آنکھ میں مار دیتا۔ اجازت تو صرف آنکھ ہی کی وجہ سے رکھی گئی ہے. اگر اجازت سے پہلے دیکھ لیا تو اجازت کا کیا فائدہ ہوا۔ (الترغیب والترہیب)

ایک حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کے گھر میں بغیر گھر والوں کی اجازت کے جھانک لے تو گھر والوں کے لئے حلال ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔ (بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے دیکھا تو اس نے خیانت کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۹۶)

ایک حدیث میں ہے "فَمَنْ نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ" یعنی جس نے اندر نظر ڈالی وہ تو داخل ہی ہو گیا۔

مطلب یہ ہے کہ دیکھ رہا ہے تو اجازت کیوں لے رہا ہے اجازت تو اسی لئے رکھی گئی

ہے کہ صاحب خانہ اپنے خانگی احوال کو دکھانا نہیں چاہتا۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کیا میں اپنی والدہ کی خدمت میں اجازت لے کر حاضر ہوا کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! ان صاحب نے عرض کیا کہ میں اور وہ تو ایک ہی مکان میں رہتے ہیں (اور مجھ کو گھر کی ہر چیز کا پتہ ہے پھر اجازت کی کیا ضرورت ہے؟) آپؐ نے فرمایا اجازت لے کر داخل ہوا کرو! ان صاحب نے عرض کیا کہ میں اپنی والدہ کا خادم ہوں (اور اکثر آمد و رفت رہتی ہے کیا اس میں کچھ گنجائش نہیں ہے؟) آپؐ نے فرمایا اجازت لے کر داخل ہوا کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اس کو ننگی دیکھ لو؟ ان صاحب نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا بس تو اجازت لے کر داخل ہوا کرو (تمہیں کیا معلوم کہ وہ کس حالت میں ہیں)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۱)

مَیں مَیں نہ کرو

اجازت لینے کے معاملہ میں بہت سے ناواقف یہ حرکت کرتے ہیں کہ جب وہ دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور پوچھا جاتا ہے کون؟ تو کہہ دیتے ہیں۔ میں! یہ جواب بہت غلط اور تکلیف دہ ہے کیونکہ "میں" تو جب مفید ہوتا ہے جب صورت سامنے ہوتی ہے لہٰذا ایسے وقت نام بتانا چاہیئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد صاحب کے قرضہ کے سلسلہ میں حاضر ہوا جو والد صاحب کا کسی پر چاہتا تھا، میں نے رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آپؐ نے فرمایا کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا اَنَا (میں ہوں) آپؐ نے ناگواری کے لہجے میں فرمایا مَیں مَیں (کرتے ہو جس سے فائدہ حاصل نہ ہو۔) (مشکوٰۃ ص ۴۰۱ عن البخاری)

مسئلہ: تین بار اجازت طلب کرنے پر اجازت نہ ملے تو واپس ہو جانا چاہیئے۔

مسئلہ: جب اجازت لو تو یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَاَدْخُلُ (السلام علیکم کیا میں آجاؤں؟) (مشکوٰۃ المصابیح)

مسئلہ: جب اجازت لو تو دروازے کے مقابل نہ کھڑے ہو جاؤ تاکہ اجازت لینے سے پہلے گھر میں نظر نہ پڑے۔ (ایضاً ص ۴۰۱)

مسئلہ: جو شخص سلام نہ کرے اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔ (ایضاً)

ایک صاحب بغیر سلام کئے اور بغیر اجازت حاصل کئے آگئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور یوں کہہ کر آؤ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ءَاَدْخُلُ۔

فائدہ (۱) اگر کسی گھر میں صرف میاں بیوی رہتے ہوں تب بھی مستحب یہ ہے کہ بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائے داخل ہونے سے پہلے کھانس سے، کھنکار سے، یا پاؤں کی آہٹ سے باخبر کردے کہ میں آرہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا کہ عبداللہ جب کبھی بھی باہر سے گھر میں آتے تو دروازے سے باہر کھنکار کے پہلے سے اپنے آنے کی اطلاع دے دیتے تھے تاکہ وہ ہمیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھیں جوان کو ناپسند ہو۔ (ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ)

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بیوی یہ سمجھ کر میاں کو جلدی آنا نہیں ہے بناؤ سنگار کے بغیر گھر میں رہتی ہے ایسی حالت میں اچانک شوہر کی نظر پڑجائے تو ایک طرح کی وحشت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بیوی کے پاس کوئی پڑوس کی عورت بیٹھی ہو۔ اس قسم کے امور کی وجہ سے اسے بھی مستحب اور مستحسن قرار دیا ہے کہ جس گھر میں صرف بیوی ہو اس میں بھی کسی طرح اپنی آمد کی اطلاع دے کر داخل ہو۔ گو میاں بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں ہے۔

عورتیں بھی عورتوں کے پاس اجازت لے کر جائیں کیونکہ معلوم نہیں کہ جس عورت کے پاس جانا ہے وہ کس حال میں ہے عورت کو بھی دوسری عورت کے جسم کے ہر حصّہ کو دیکھنا جائز نہیں اگر وہ غسل کررہی ہو یا کپڑے بدل رہی ہو تو بلا اجازت اس کے گھر میں داخل ہونے کی صورت میں اس حصّہ پر نظر پڑجانے کا احتمال رہے گا جسے دوسری عورت کو شرعًا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جس عورت کے پاس جانا ہے وہ کسی ایسے شغل میں ہو جس کی وجہ سے بات کرنے کی فرصت نہ ہو یا اپنی مشغولیت سے کسی عورت کو باخبر کرنا مناسب نہ جانتی ہو تفسیر ابن کثیر میں حضرت ام ایاس سے نقل کیا ہے کہ ہم چار عورتیں جو اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا کرتی تھیں۔ گھر میں جانے سے پہلے ہم ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کیا کرتی تھیں جب اجازت دیتی تھیں تو ہم اندر چلے جاتی تھیں۔

فائدہ (۲) اجازت دینے کے لئے زبان ہی سے اجازت دینا ضروری نہیں اگر اجازت دینے کے لئے آپس میں کوئی اصطلاح مقرر کررکھی ہو اور اس کے مطابق عمل کرلیا جائے تو وہ بھی اجازت

میں شمار ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا ایک بار دن کو ایک بار رات کو جانا ہوتا تھا۔ جب میں رات کو جاتا تھا تو آپ کھنکار دیتے تھے۔" (رواہ النسائی)

فائدہ (۳) اگر کوئی شخص کسی شیخ یا استاذ کے پاس جائے اور دروازہ بجائے بغیر وہیں دروازہ سے ہٹ کر ایک طرف اس انتظار میں بیٹھ جائے کہ اندر سے نکلیں گے تو بات کرلوں گا یا کوئی مسئلہ پوچھ لوں گا یا آپ کے ساتھ مدرسہ یا بازار جانے کے لئے ہمراہ ہو جاؤں گا تو یہ جائز ہے کیونکہ اس سے اہل خانہ کو کوئی زحمت اور تکلیف نہیں ہوگی۔

فائدہ (۴) اگر کسی کے کواڑوں پر دستک دیں تو اتنی زور سے ہاتھ نہ ماریں کہ اہل خانہ پریشان ہو جائیں۔ سوتے ہوئے جاگ اٹھیں اور نماز پڑھنے والے تشویش میں پڑ جائیں۔ اتنے آہستہ سے بجائے کہ اندر آواز پہنچ جائے کہ کوئی شخص دروازہ پر ہے۔

آپس کی معاونت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مؤمنوں کو آپس میں رحم کرنے اور محبت و شفقت رکھنے میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے۔ وہ اس طرح ہوں گے جیسے ایک ہی جسم ہوتا ہے کہ جب ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا سارے مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں کہ اگر آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے مثل ایک عمارت کے ہے کہ عمارت کے اجزاء (اینٹ پتھر چونہ وغیرہ) ایک دوسرے کو جمائے رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور ایک دوسرے کو مددگار ہونے کی صورت بنائی۔ (بخاری و مسلم)

اب اپنے حالات پر غور کیجئے اور اس زمانہ کی مسلمان کہلانے والی قوم کا بھی پتہ چلائیے کہ اپنے مطلب کے لئے مسلمان کو ہر ممکن صورت سے نقصان پہنچانے کے لئے تیار ہیں۔ پریشان حال کی اعانت اور خبرگیری تو بڑی چیز ہے اس کے پاس کو گذرنا اور اس کو تسلی دینا بھی بار گذرتا ہے۔ اپنے مطلب کے لئے دنیا بھر کو اسلامی بھائی بنالیں اور جہاں دوسرے کا کوئی کام اٹکا اور

رشتہ برادری توڑ ڈالا۔ آج اسی نفسا نفسی اور اپنے فائدے کی خاطر اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچاتے ہیں، درد نہ ہونے کی وجہ ہے کہ مسلمان اس درجہ ذلیل و رسوا ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو مصیبت میں ڈالے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی دور کر دے قیامت کے روز کی پریشانیوں میں سے اللہ اس کی پریشانی دور کر دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی قیامت کے دن اللہ اس کی عیب پوشی کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی امتی کی حاجت پوری کر دی تاکہ اس کو خوش کرے تو اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (بیہقی)

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی پریشان حال کی مدد کر دی اللہ اس کے لئے تہتر مغفرتیں لکھ دے گا۔ ان میں سے ایک میں اس کے سب کام بن جائیں گے اور بہتر قیامت کے دن اس کے درجے بلند کرنے کے لئے ہوں گی۔ (بیہقی)

غور کرنے کی بات ہے اور ہمارے لئے یہ کس قدر خوشی کی چیز ہے کہ مسلمان کی حاجت پوری کرنے سے آخرت کے میدان میں پریشانیوں سے محفوظ رہیں گے اور مسلمانوں کے عیب چھپانے سے آخرت کی رسوائی سے بچیں گے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمان کی مدد کریں اور مسلمان بھائی کے عیوب کو پوشیدہ رکھیں۔

مسلمان کو حقیر سمجھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کس چھوڑے (کہ اس کی مصیبت میں کام نہ آئے) اور نہ اس کو حقیر جانے اور سینے کی طرف اشارہ فرما کر تین بار آپ نے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے، یہاں ہے، یہاں ہے (پھر فرمایا) انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کا مال بھی (کہ اس سے نہ چھینے نہ خیانت کرے نہ اور کسی ناجائز طور سے لے) اس کا خون بھی (کہ اس کو قتل نہ کرے)

اس کی آبرو بھی (کہ اس کو ذلیل نہ کرے) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۲ عن المسلم)

مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مومن ہو اور ثواب سمجھ کر جنازہ کے پیچھے جائے اور نماز اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو یہ شخص ثواب کے دو قیراط لے کر لوٹتا ہے، ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور جو شخص جنازہ کی نماز پڑھے اور پھر اس کے دفن کئے جانے سے پہلے واپس آجائے تو یہ شخص ثواب کا ایک قیراط لے کر لوٹتا ہے۔

سفارش

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل یا صاحب حاجت آجاتا تو فرمایا کرتے تھے کہ تم مجھ سے سفارش کر کے ثواب میں شریک ہو جایا کرو اور اللہ اپنے رسول کی زبان سے جو چاہے فیصلہ کر دے۔ (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ ہو گا تو وہی جو خدا کو منظور ہو گا اور اللہ چاہے گا تو مجھ سے کسی کی حاجت پوری کرا دے گا مگر تم کو چاہئے کہ سفارش کر دیا کرو تا کہ اجر کے مستحق ہو جایا کرو۔

مزاح

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب اور حاضرین کی بددلی نہ دیکھنا چاہتے تھے اور کسی کے دل پر ملال آنے کو گوارا نہ فرماتے تھے اس لئے کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے جس کے متعدد واقعات کتب حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کوئی سواری عنایت فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تجھ کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کرا دوں گا، ان صاحب نے عرض کیا کہ اونٹنی کے بچہ سے میرا کیا کام چلے گا؟ آپ نے فرمایا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ (شمائل ترمذی)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک بڑی بی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ حضرت اللہ سے دُعا کر دیجئے کہ مجھ کو جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا: "جنت میں تو کوئی بڑھیا داخل نہ ہو گی۔"

یہ سن کر وہ بڑی بی روتی ہوئی جانے لگیں، آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ خدا سب کو جوان کر کے جنت میں داخل کرے گا۔ (ترمذی)

مشورہ صحیح دو

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔ (ترمذی)

لہٰذا مشورہ وہ دو جو تمہارے نزدیک صحیح ہو اگرچہ تمہارے مفاد کے خلاف ہو۔ مثلاً تمہارا ایک پڑوسی ہے جو مکان بیچنا چاہتا ہے اور تمہارے دل میں ہے کہ یہ مکان فروخت ہو تو میں لے لوں گا لیکن اگر وہ تم سے مشورہ طلب کرے اور تمہارے نزدیک جائیداد فروخت کرنا اس کے حق میں اچھا نہ ہو تو اس کو یہی مشورہ دو کہ بھائی اس کو فروخت نہ کرو۔

بڑی خیانت ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے جھوٹی بات بیان کر رہے ہو اور وہ تم کو سچا جان رہا ہو۔ (رواہ ابو داؤد کما فی المشکوٰۃ ص ۴۱۳)

مطلب یہ ہے کہ جب تم کو کوئی سچا جانتا ہو اور تمہارا معتقد ہو اس سے جھوٹی بات بیان کرنا بڑی خیانت ہے۔

آگ کی دو زبانیں

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میں جس کے دو چہرے ہوں گے قیامت کے دن اس کی دو زبانیں ہوں گی جو آگ کی ہوں گی۔ (رواہ الدارمی عن عمار بن یاسرؓ)

دو چہروں کا مطلب یہ ہے کہ دونوں فریق کے سامنے اس طرح نیک نام بنا رہتا ہے کہ ایک فریق کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے اور دوسرے فریق کی بُرائی بیان کرتا ہے اور پھر جب دوسرے فریق کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے اور فریق نمبر ا کی بُرائی بیان کرتا ہے ایسا شخص بدترین انسانوں میں ہے چونکہ اس نے دورخی پالیسی کا ذریعہ زبان کو بنایا اس لئے قیامت کے روز اس کی دو زبانیں ہوں گی وہ بھی آگ ہوں گی۔

آپس کے تعلقات توڑنے کا وبال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور سوائے مشرک کے ہر شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے مگر جن دو بھائیوں کے درمیان کینہ ہو ان کو نہیں بخشا جاتا اور ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو صلح کر لینے تک مہلت دو۔ (رواہ مسلم)

اور رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تین روز سے زیادہ اپنے بھائی سے بول چال بند رکھے جس نے تین روز سے زیادہ بول چال بند رکھی اور مرگیا تو دوزخ میں داخل ہوگا۔ (احمد وابوداؤد عن ابی ہریرۃؓ کما فی المشکوٰۃ ص۴۲۸)

اور ایک حدیث میں ہے کہ جس نے ایک سال تک اپنے بھائی سے بول چال بند رکھی تو گویا اس نے اس کو جان سے مار ڈالا۔ (ابوداؤد عن ابی خراش اسلمیؓ)

مسلمانوں کو چاہیئے کہ آپس میں کسی سے تعلقات ختم نہ کریں۔ بول چال بند نہ رکھیں ورنہ مندرجہ بالا وعیدوں کے لئے مستعد رہیں۔ رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی مؤمن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ مؤمن سے بول چال بند رکھے، تین دن گذر جانے کے بعد خود ملاقات کرے اور دوسرے کو سلام کرے، اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں کو اجر ملا ورنہ سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے بچ گیا۔ (ابوداؤد عن ابی ہریرۃؓ)

مسئلہ:۔ تین بار سلام کرے اگر وہ تینوں بار جواب نہ دے تو وہی گنہگار رہے گا۔ (ابوداؤد)

جو سلام کی ابتدا کرے وہ دوسرے سے افضل ہے۔ (بخاری)

صلح کرادینا

اگر دو مسلمانوں میں کینہ اور عداوت ہو تو دوسروں کو چاہیئے کہ صلح کرادیں، اس کا بہت بڑا اجر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صلح کرانے میں جھوٹ بولنے تک کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ "وہ جھوٹا نہیں ہے جو دو لوگوں میں صلح کرائے اور (اس سلسلہ میں غیر واقعی باتیں بیان کرتے ہوئے) اچھی بات کرے یا (کسی کی طرف) بھلائی منسوب کرے۔ (رواہ مسلم عن ام کلثوم بنت عقبہؓ)

جیسے زید اور خالد میں دشمنی ہو تو زید سے جاکر کہہ دے کہ میاں خالد تمہاری تعریف کر رہا تھا اور اس نے تم کو سلام کہا ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہ ہو۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ آپس میں صلح کرادینا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ کو خطاب کرکے فرمایا کیا تم کو وہ چیز نہ بتادوں جو روزوں کے درجہ سے اور صدقہ

کے درجہ اور نماز کے درجہ سے افضل ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں ارشاد فرمائیے! آپؐ نے فرمایا: آپس میں صلح کرادینا (پھر فرمایا) اور آپس کا بگاڑ دین کو مونڈ دینے والا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۲۸)

اپنے پیارے آقا سرور عالم مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سامنے رکھ کر تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ آپس میں تنازع وتخاصم، لڑائی جھگڑوں کو بالکل ختم کردیں اور بالکل ایک جان ہوکر زندگی بسر کریں جس کا کسی سے سلام وکلام بند ہو اس کو چاہیئے کہ صلح کرنے میں پیش قدمی کرے اور خود پہلے سلام کرکے گفتگو شروع کردے۔ اپنے دل میں یہ خیال کرنا کہ پہلے کیوں سلام کروں؟ کیا غرض پڑی ہے؟ اسلامی احساسات کے قطعی خلاف ہے۔

معاف کردینا

معاف کردینے کی بڑی فضیلت ہے۔ قرآن شریف میں اس کی ترغیب آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کے سامنے معذرت ظاہر کی (اور معافی چاہی) اور دوسرے نے اس کو معذور نہ سمجھا اور اس کا عذر قبول نہ کیا تو (اس عذر قبول نہ کرنے والے) کو اتنا بڑا گناہ ہوگا جتنا ظلماً ٹیکس وصول کرنے والے کو ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مسلمان بھائی کے سامنے اپنا عذر پیش کیا اور اس نے قبول نہ کیا تو وہ میرے پاس حوض (کوثر) پر نہ آسکے گا۔ (ترغیب)

امام کا فریضہ

امام کے لئے ضروری ہے کہ مقتدیوں کا خیال رکھے اور موقع ومحل دیکھ کر نماز پڑھائے۔ قراءت مسنونہ سے زیادہ تلاوت نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز لمبی پڑھنا چاہتے تھے مگر بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز جلد ختم فرمادیا کرتے تھے تاکہ بچہ کی وجہ سے اس کی ماں کو تکلیف نہ پہنچے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

یہ اس وقت کا قصہ ہے جبکہ عورتیں مسجد میں جاکر نماز پڑھا کرتی تھیں۔

ایک صاحب نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صرف فلاں امام کی وجہ سے میں نماز فجر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا کہ نماز لمبی پڑھاتے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ بہت غصہ ہوئے (حضرت ابومسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو کبھی اس روز کے غصہ سے زیادہ غصہ میں نہیں دیکھا) اور آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے

بعض لوگ مقتدیوں کو نفرت دلاتے ہیں۔ یاد رکھو جو شخص لوگوں کو نماز پڑھلائے تو مختصر پڑھلائے کیونکہ مقتدیوں میں ضعیف بھی ہوتے ہیں اور بڈھے بھی ہوتے ہیں اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم عن)

زبردستی کا امام

جس امام سے مقتدی ناراض ہوں اس کو چاہیئے کہ وہاں سے امامت چھوڑ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) (۱) بھاگا ہوا غلام جب تک واپس نہ آئے (۲) وہ عورت جس کا شوہر ناراض ہو (۳) وہ امام جس سے مقتدی کراہت کرتے ہوں۔ (ترمذی)

یہ اس صورت میں ہے جبکہ امام جاہل یا فاسق ہو یا بدعتی ہو، لہٰذا اگر مقتدی کو امام سے دنیاوی عداوت ہو اور باوجود امام کے پابند شرع ہونے کے ناراض ہو تو ایسے امام کو نماز پڑھانا درست ہے مگر اب تو یہ حال ہے کہ امام صاحب سے کوئی ان کی ڈاڑھی کٹی ہونے کی وجہ سے ناراض ہے، کوئی اس وجہ سے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا کہ قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتے، کوئی ان کی بداعمالیوں کو دیکھ کر ان کی اقتدائے سے گریز کرتا ہے مگر امام صاحب ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے نہ امامت چھوڑتے ہیں نہ شکایت رفع کرتے ہیں بلکہ اپنے موافق پارٹی بنا کر فتنہ کھڑا کر دیتے ہیں۔

بے اجازت امام نہ بنو

بہت سے لوگوں کو امامت کا شوق ہوتا ہے۔ جہاں جاتے ہیں اس کوشش میں رہتے ہیں کہ میری قرأت سے سب محظوظ ہوں۔ میں قاری صاحب کہلاؤں۔ میری علمیت سے لوگ آگاہ ہو جائیں۔ میں امام بن جاؤں اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ امام محلہ موجود ہے یا صاحب مکان خود امامت کا اہل ہے وہ خواہ خود پڑھائے خواہ کسی سے پڑھوائے بس جھٹ مصلے پر پہنچ جاتے ہیں اور مسلمان کا حق ضائع کرتے ہیں اور اس کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی قوم میں جائے تو ان کا امام نہ بنے بلکہ انہیں میں کا کوئی شخص نماز پڑھائے۔

البتہ اگر وہ لوگ اجازت دے دیں تو جائز ہے مگر ضروری یہ ہے کہ جب وہ نماز کو کہیں تو ان کو بتا دے کہ حق تمہارا ہے اس پر بھی وہ نماز پڑھوائیں تو نماز پڑھا دینا درست ہے۔

کسی کی مسند خاص پر بیٹھنا

جب کسی جگہ جانا ہو تو اس کا بھی خیال رکھنا بڑا اہم اور ضروری امر ہے کہ کسی کی مخصوص جگہ پر نہ بیٹھا جائے۔ جیسے بہت سے حضرات اپنا خاص مسند بنائے رکھتے ہیں یا ان کے عہدے کی وجہ سے ان کے لئے مخصوص جائے نشست ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کا ایسی جگہ امام نہ بنے جہاں اس (دوسرے شخص) کی بات چلتی ہو اور ایک شخص دوسرے شخص کے گھر میں اس کے مقام اعزاز (مسند کرسی وغیرہ) پر بغیر اجازت نہ بیٹھے۔ (مسلم عن ابی مسعودؓ)

اور یہ مکان کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ سفر میں بھی اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک صحابی ملے جن کے پاس سواری تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ آپ سواری پر تشریف رکھیں۔ یہ کہہ کر وہ صحابی خود پیچھے ہٹ گئے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں آگے نہیں بیٹھوں گا۔ اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا حق تمہارا ہے ہاں اگر تم اپنی خوشی سے اپنا حق مجھے دے دو تو میں سوار ہو سکتا ہوں۔ ان صحابی نے عرض کیا کہ میں نے اپنا حق آپ کو دے دیا، لہٰذا آپؐ سوار ہو گئے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۴۰)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک صاحب حق کو اپنے حق کا علم نہ ہو اور اس کو یہ بتا نہ دیا جائے کہ حق تیرا ہی ہے اس وقت تک اس کی مسجد یا اس کے مکان میں امام بننا یا اس کے مقام اعزاز پر بیٹھنا جائز نہیں کیونکہ سب سے پہلے ان صحابی نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے آگے جگہ چھوڑ دی تھی مگر باوجود اس کے آپ سوار نہ ہوئے بلکہ ان کو یہ جتایا کہ حق تمہارا ہی ہے۔ اس پر بھی وہ آگے نہ بیٹھے اور جب صاحب سواری نے اپنا حق آپؐ کو دے دیا تب آپؐ سوار ہوئے۔

امام پر لازم ہے کہ جب دُعا کرے تو مقتدیوں کو بھی دُعا میں شریک کرے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہیں جو کسی کے لئے حلال نہیں ہیں،

(۱) کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ کچھ لوگوں کا امام بنے پھر دعا کرنے لگے انہیں چھوڑ کر اپنے ہی

نفس کو دُعا کے لئے مخصوص کرلے، اگر کسی نے ایسا کیا تو اس نے مقتدیوں کی خیانت کی۔

(۲) اور اجازت سے پہلے کسی گھر کے اندر نظر نہ ڈالے اگر ایسا کیا تو اس نے گھر والوں کی خیانت کی۔

(۳) اور کوئی شخص ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے جبکہ پیشاب یا پاخانہ کو روکے ہوئے ہو۔ (ابوداؤد)

دُعا کردینا مسلمان کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دُعا کرنا بڑی فضیلت کی چیز ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام دعاؤں سے جلدی قبول ہونے والی دُعا وہ ہے جو غائب کی غائب کے لئے ہو۔ (مشکوٰۃ)

اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کی دُعا جو بیٹھ پیچھے اپنے بھائی کے لئے ہو قبول ہوتی ہے ہر مسلمان کے پاس ایک فرشتہ مقرر رہتا ہے جو اس کی ہر دُعا پر آمین کہتا ہے اور جب مسلمان اپنے بھائی کے لئے بہتری کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ آمین کہتا ہے اور یوں بھی کہتا ہے کہ خدا تجھ کو بھی یہ بہتری عطا کرے جو تو نے اپنے بھائی کے لئے طلب کی ہے۔ (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرہ کرنے کے لئے رسُول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مکہ معظمہ جانے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ "اے بھائی ہم کو اپنی دُعا میں شریک رکھیو اور ہم کو نہ بھولیو" (ابوداؤد)

اخلاق ذمیمہ سے بچنے اور حقوق مسلم کی حفاظت کا حکم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا اَلْمُسْلِمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے بھاؤ مت بڑھاؤ اور آپس میں بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو اور ایک شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ

أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ إِلٰى صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنْ يَّحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ.

(رواہ مسلم)

کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو (پھر فرمایا) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کسی کی حالت میں چھوڑے نہ اس سے جھوٹ بولے نہ اسے حقیر جانے (اس کے بعد) تین بار اپنے مبارک سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے یہاں ہے (پھر فرمایا کہ) انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے بمسلمان کے لئے مسلمان کا سب کچھ حرام ہے۔ اس کا خون بھی، مال بھی، آبرو بھی۔

یہ مبارک حدیث بڑی عظیم الفوائد اور جامع حکم و نصائح پر مشتمل ہے۔ پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں حسد نہ کرو، حسد بڑی بُری بلا ہے۔ جو حاسد ہوگا لامحالہ اپنے دل و دماغ کا ناس کرکے رہے گا۔ قرآن مجید میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔

حسد کی مذمّت

ایک حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد سے بچو کیونکہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

علماء امت نے فرمایا ہے کہ حسد باجماع الامت حرام ہے۔ حسد کے حرام ہونے کی ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ نے کچھ دیا ہے حکمت کے بغیر نہیں دیا ہے اب جو حسد کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ یہ نعمت فلاں شخص کے پاس نہ رہے تو درحقیقت یہ اللہ پر اعتراض ہے کہ اس نے اس کو کیوں نوازا اور حکمت کے خلاف اس کو اس حال میں کیوں رکھا۔ ظاہر ہے کہ مخلوق کو خالق کے کام میں دخل دینے کا کچھ حق نہیں ہے اور نہ مخلوق اس لائق ہے کہ اس کو یہ حق دیا جائے۔ ہم اپنے دنیاوی انتظام میں اور خانگی امور میں روزانہ ایسے کام کرگذرتے ہیں جو ہمارے بیوی بچوں کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے بیوی بچے ہمارے کام میں دخل دیں تو ہم کو کس قدر بُرا معلوم ہوتا ہے۔ پھر اللہ ربّ العزّت فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کی تقسیم میں

کسی کو دخل دینے کا کیا حق ہے؟

جب کسی کو حسد ہو جاتا ہے تو جس سے حسد کرتا ہے اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اس کی غیبت کرتا ہے اور اس کو جانی مالی نقصان پہنچانے کے فکر میں رہتا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں میں گھر جاتا ہے۔ پھر اوّل تو نیکی کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا اور اگر کوئی نیکی کر گذرتا ہے تو چونکہ وہ آخرت میں اسے ملے گی جس سے حسد کیا ہے تو نیکی کرنا نہ کرنا برابر ہو گیا۔ ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ پہلی امتوں کا مرض یعنی حسد تم تک آ پہنچا ہے اور بغض تو مونڈ دینے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

آں حضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بغض کو دین کا مونڈنے والا فرمایا، تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح استرہ ہر بال کو مونڈتا چلا جاتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے بال کو علیحدہ کر دیتا ہے اسی طرح بغض کی وجہ سے سب نیکیاں ختم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ حاسد دنیا و آخرت میں اپنا بُرا کرتا ہے نیکیوں سے بھی محروم رہتا ہے اور کوئی نیکی ہو بھی جاتی ہے تو حسد کی آگ اسے راکھ بنا کر رکھ دیتی ہے۔ دنیا میں حاسد کے لئے حسد ایک عذاب ہے۔ حسد کی آگ حاسد کے سینہ میں بھڑکتی رہتی ہے اور جس سے حسد کیا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ کیسا اچھا کلمہ حکمت ہے جو کسی نے کہا ہے:

كَفٰى بِالْحَاسِدِ اَنَّهٗ يَغْتَمُّ وَقْتَ سُرُوْرِكَ۔

حاسد سے انتقام لینے کے خیال میں پڑنے کی ضرورت نہیں یہی انتقام کافی ہے کہ تم کو خوشی ہوتی ہے تو اس خوشی کی وجہ سے اسے رنج پہنچتا ہے۔

ونعم ما قیل ؎

دع الحسود وما یلقاه من کمده — کفاك منه لهیب النار فی کبده

ان لمت ذا حسد نفّست کربته — وان سکتّ فقد عذّبته بیده

ومن الحکمة :

الحسود لا یسود ابدا والبخیل تاکل امواله العدا۔

حاسد کبھی سردار ہونے کا اہل نہ ہوگا اور بخیل کے مالوں کو دشمن کھائیں گے۔

ومنها ایضاً:

الحسد حسك من تعلق به هلك	حسد ایک کانٹا ہے جس نے اسے پکڑا ہلاک ہوا

کسی کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ دھوکہ میں ڈالنے کے لئے بھاؤ پر بھاؤ مت بڑھاؤ جس کا بازاروں میں بہت رواج ہے۔ بیوپاری سے کچھ ملنے کے لئے یا خواہ مخواہ خریدار کو نقصان دینے کے لئے لوگ ایسا کرتے ہیں۔ کوئی شخص سودا بیچ رہا ہے گاہک کھڑے ہیں ایک آیا اس نے ۵۰ روپے کے مال کے ۱۰۰ روپے لگا دیئے، اب جو دوسرے خریدار ہیں دھوکہ میں پڑ گئے لامحالہ سو روپے سے زیادہ ہی لگائیں گے اور نقصان اٹھائیں گے۔ ایسا کرنے سے آں حضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ممانعت اسی صورت میں ہے جب کہ خریدنا مقصود نہ ہو (صرف دھوکہ دے کر نقصان میں ڈالنا یا بیچنے والے سے کچھ وصول کرنا مقصود ہو) لیکن اگر خود خریدنے کا ارادہ ہو تو قیمت بڑھا کر جن داموں میں چاہیں خرید لیں مگر شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اگر بیچنے والے کی گفتگو ہو رہی ہے تو جب تک اس کے لگائے ہوئے داموں پر دینے سے انکار نہ کر دے اس وقت تک بڑھانا درست نہیں ورنہ دوسری ممانعت وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ کا ارتکاب ہو جائے گا جو اسی حدیث میں ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ آں حضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یبیع الرجل علی بیع اخیہ	کوئی شخص اپنے بھائی کے معاملہ پر معاملہ نہ کرے
ولا یخطب علی خطبۃ اخیہ	اور اس کے نکاح کے پیغام پر اپنا پیغام نہ بھیجے ہاں اگر
الا ان یأذن لہ۔	وہ اجازت دے دے تو درست ہے۔

نیلام کا موجودہ طریقہ آج کل ریلوں میں اور سڑکوں پر نیلام کے ذریعہ بیچنے کا رواج ہو گیا ہے۔ بولی بولنے والے اپنے ساتھ ایک دو آدمی لگا لیتے ہیں اور ان کو پہلے سے تیار کر کے کھڑا رکھتے ہیں کہ تم زیادہ سے زیادہ دام بول دینا، تم کو ہم اتنا روپیہ دے دیں گے یہ ممنوع ہے۔ ایسا کرنے والے دھوکہ اور فریب دینے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نیلام کے ذریعہ فروخت کرنا درست ہے اگر دھوکہ نہ ہو اور نیلام کے موقعہ پر دوسرے کے لگائے ہوئے داموں سے بڑھا کر دام لگانا درست ہے لیکن شرعًا

بیچنے والے کو آخری بول پر چھوڑ دینا ضروری نہیں وہ چاہے تو نہ دے شرعی مسئلہ اس طرح سے ہے۔

بُغض اور قطع تعلق کی مذمت

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں بغض نہ کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ جب آپس میں بغض و عداوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے کی صورت دیکھنا تک گوارا نہیں ہوتا۔ بات چیت ختم ہونے کے ساتھ ساتھ آمنا سامنا بھی بُرا لگتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے میل محبّت اور الفت پر بہت زور دیا ہے۔ بغض و عداوت' نفرت اور دُوسرے کی تحقیر سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ انسان انسان ہے کبھی طبیعت میں میل آجاتا ہے اور بشری تقاضوں کی بنا پر ایسا ہو جانا بعید نہیں ہے۔ لیکن طبیعت کے تقاضے کی شریعت نے ایک حد رکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف تین روز قطع تعلق کی گنجائش ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار۔
(مشکوٰۃ المصابیح)

کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی (مسلمان) سے تین دن سے زیادہ تعلقات توڑے رکھے اگر تین دن سے زیادہ تعلقات توڑے رکھے اور اس درمیان میں مرگیا تو دوزخ میں جائے گا۔

تین دن سے زیادہ قطع تعلق حرام ہے

ایک دوسرے سے منہ موڑنے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ :-

لا یحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھٰذا ویعرض ھٰذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام۔
(متفق علیہ)

کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین رات سے زیادہ تعلقات چھوڑے رکھے (اور) ملاقات کا اتفاق پڑ جائے تو یہ ادھر کو منہ پھیر لے اور وہ اُدھر کو منہ پھیرلے (پھر فرمایا کہ) دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

یعنی پہلے سلام کرکے بول چال کی ابتداء کر دے اور ایسا کرنے میں نفس کی بات کو ٹھکرا کر خدائے پاک کے حکم سامنے رکھ کر صلح کی طرف بڑھنے میں پیشقدمی کرے اور دل میں یہ نہ سوچے کہ میں کیوں پہل کروں اس سے کم درجہ میں تو نہیں ہوں۔

بہرحال حسد اور بغض بدترین صفات ہیں جن کا مسلمان کے اندر پایا جانا بڑا عیب ہے اور اسلام کے مقتضا کے خلاف ہے۔ بغض دین کو مونڈ دیتا ہے جیسا کہ ایک حدیث ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔

کونوا عباد اللہ اخوانا کی تفسیر

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔ یہ بڑی پُر مغز ہدایت ہے معمولی غور و فکر کے بعد دو دقیق حکمتوں کی طرف اس میں اشارہ نکلتا ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ کے بندہ کو بندگی سے فرصت کہاں؟ جو غرور اور شیخی میں پڑے۔ بندہ کو اپنی عاجزی اور بے کسی کا خیال رکھنا لازم ہے اور یہ سوچنا ضروری ہے کہ میں اپنے خالق و مالک کا بندہ ہوں، اس کے سامنے عاجز و ذلیل ہوں، اس کی فرمانبرداری میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے اس نے تواضع کا حکم دیا ہے اس کے سامنے اس کی بادشاہت میں اس کی زمین پر اس کی مخلوق کے ساتھ لڑائی بھڑائی اور غرور و بڑائی کا مجھے کیا حق ہے؟ بندگی سے فرصت ہو تو سر اٹھاؤں۔ یہ تصور جس کو بندھ جائے اکڑ مکڑ غرور و تکبر، شیخی، دشمنی، حسد، بغض سے پرہیز کرے گا بلکہ اس کو بڑائی کا خیال تک نہ آئے گا۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا۔ (سورۂ اسراء)	اور نہ چل زمین میں اتراتا ہوا۔ بے شک تو زمین کو ہرگز نہ پھاڑ سکے گا اور لمبا ہو کر پہاڑوں تک نہ پہنچ سکے گا۔

سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔	اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب ان سے بے سمجھ لوگ خطاب کرتے ہیں تو وہ (جواب میں) کہتے ہیں کہ (بھیّا ہمارا) سلام۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ	میں اس طرح (بیٹھ کر) کھانا کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام

بیٹھتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

خدا ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس کے سامنے تکبّر کی بیٹھک مقامِ عبدیت میں کمال رکھنے والے (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کیونکر گوارا فرماتے؟

دوسری دقیق حکمت جس کی طرف الفاظ حدیث (کونوا عباد اللہ اخوانا) میں اشارہ نکلتا ہے یہ ہے کہ صرف بھائی کا لفظ رٹنے اور "مسلم بھائی بھائی" کے نعروں سے اتحاد و اتفاق نہ ہو گا اور ہمدردیوں کی طرف طبیعتیں نہ چلیں گی۔ ماں جائے حقیقی بھائی باعتبار خونی رشتہ کے جو ہوتے ہیں ان میں بھی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ لڑائی کو وہ اخوت اور بھائی چارگی روک سکتی ہے جس میں اللہ کی نسبت کو دخل ہو، یعنی بھائی بھائی بننے میں اللہ کی بندگی، اللہ کے حکم، اللہ کی عظمت کا دھیان ہو اور الفت و محبّت کا باعث رسم و رواج یا عارضی فضا اور ماحول نہ ہو بلکہ اس کا حقیقی باعث یہ ہو کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں اور یہ بھی اللہ کا بندہ ہے۔ وحدہ لاشریک کا پرستار ہونے کی وجہ سے اس لائق ہے کہ اس سے محبّت کی جائے اور اس کو بھائی مانا جائے۔ دنیا میں محبّت و اخوت کے بہت سے اسباب ہیں کچھ لوگ ایک باپ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں اور کچھ لوگ ایک وطن میں رہنے کی وجہ سے بھائی بھائی ہونے کے مدعی ہیں اور اسی طرح کی بہت سی نسبتیں دنیا میں جاری ہیں جن کی وجہ سے اخوت و محبّت کے دعوے کئے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے جو اخوت ہے اس کے بارے میں اسے سوچنا چاہیئے کہ اس سے جو میرا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ میں بھی اس خدائے وحدہٗ لاشریک کا پرستار ہوں جس کا یہ پرستار ہے۔ یہ وحدت و یگانگت بڑی مضبوط اور پائیدار ہے لامحالہ مجھے اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور حقوق اخوت کی ادائیگی لازم ہے بلکہ اگر "عبد" کے مفہوم کو عام کیا جائے اور عبدیت جبری اور قہری مراد لی جاوے (یعنی عباد اللہ سے مراد تکوینی اور تخلیقی بندے مراد ہوں خواہ خدا کو مانتے بھی نہ ہوں مگر اس حیثیت سے کہ حقیقۃً بندے ہیں اور جب خالق جل مجدہٗ کی مخلوق ہیں تو عبدیت ان کی ذات سے چپکی ہوئی ہے) تو اس صورت میں باعتبار مخلوق ہونے کے حقوق اخوت کی ادائیگی کا لحاظ لازم آئے گا اور یہ معنی ہوں گے کہ سب ایک خالق کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں اور اس وحدت میں سب ہی شریک ہیں سب کے حقوق ادا کرنا اور آرام پہنچانا لازم ہے۔ حدیث شریف میں جو یہ ہے کہ:

الخلق عيال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے بس اللہ کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اس سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

کونوا عباد اللہ اخوانا کی یہ تشریح میرے قلب پر وارد ہوئی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

مُسلم بھائی کی مدد کرنا

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے (اور بھائی ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ) نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے کسی کی حالت میں چھوڑے نہ اس سے جھُوٹ بولے نہ اسے حقیر جانے"۔

ظلم گناہ کبیرہ ہے اور ہر ایک کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کرنا حرام ہے، خصوصاً مسلمان پر ظلم کرنا جس کو اپنا بھائی اور کلمہ کا شریک مان لیا اور بھی زیادہ بُرا ہے، ظلم جانی بھی ہوتا ہے اور مالی بھی اور آبرو ریزی کا ظلم بھی ہوتا ہے، جملہ اقسام ظلم سے پرہیز فرض ہے، مسلمان کو بے کسی کی حالت میں چھوڑنا حقوق اخوت کے خلاف ہے، جب بھی کسی مسلمان کو مصیبت میں مبتلا دیکھے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے، مدد ہر موقعہ پر ضروری اور لازم ہے۔ پیسہ سے بھی مدد کرے اور اس کی غیبت یا بے آبروئی ہوتی دیکھے تو اس کا پاٹ لے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد پر قادر تھا تو اس نے (اگر) اس کی مدد کردی تو دنیا وآخرت میں اللہ کریم اس کی مدد فرمائیں گے۔ پس اگر اس نے قدرت ہوتے ہوئے مدد نہ کی تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کا انتقام لیں گے۔ (شرح السنۃ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ جس مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی کی بے آبروئی دیکھ کر اس شخص کی تردید کی جو بے آبروئی کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس تردید کرنے والے کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے دور رکھیں گے۔ اس کے بعد آں حضرت سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ اور ایمان والوں کی مدد ہم پر حق ہے۔

جھوٹ نہ بولے

حقوق اخوت میں آں حضرت سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمان بھائی سے جھوٹ نہ بولے، جھوٹ بولنا بڑا گناہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان بھائی کے ساتھ مسلمان بھائی سے جھوٹ بولنا اور بھی بُرا ہے۔ کیونکہ جب مسلمان اپنے بھائی سے کچھ بات کہے گا تو وہ اسے سچ جانے گا لہذا اگر اس سے جھوٹ بولا تو یہ جھوٹ بھی ہوگا اور خیانت بھی ہوگی، بلکہ بڑی خیانت ہوگی۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔

کبرت خیانة ان تحدث اخاك حدیثا هو لك به مصدق وانت به كاذب.

یہ بڑی خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے جھوٹ بول رہا ہو اور وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو۔ (رواہ ابوداؤد)

مسلمان سے جھوٹ بولنے میں، جھوٹ کا بھی گناہ ہے اور اخوت کا ضائع اور پامال کرنا بھی ہے جو بھلے آدمیوں کی صفت نہیں ہے۔

مسلمان کو حقیر سمجھنے کی مذمت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق اخوت بیان فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسلمان بھائی کو حقیر نہ سمجھے۔

کسی کو حقیر جاننا بُرا مرض ہے جو تکبر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حقیر سمجھنے کی جتنی صورتیں ہیں ان سب سے پرہیز لازم ہے۔ کسی کا مذاق بنانا، بُرا نام تجویز کرنا، ٹوٹا پھٹا حال دیکھ کر اپنے سے کم سمجھنا یہ حقیر بنانے اور سمجھنے کی صورتیں ہیں اور بہت سے لوگ اپنی دینداری کی وجہ سے دوسرے بے عمل مسلمان کو حقیر جانتے ہیں۔ حالانکہ چھوٹائی بڑائی اور عزت و ذلت کے مناظر آخرت میں سامنے آئیں گے جو وہاں معزز ہوا وہ حقیقی معزز ہے اور جو وہاں مُحقّر (باحقارت) ہوا وہی اصلی حقیر ہے پھر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تین بار اپنے مبارک سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے، یہاں ہے، یہاں ہے۔ یعنی تقویٰ بڑا اور چھوٹا ہونے کا معیار ہے جو اللہ سے جس قدر ڈرے گا اسی قدر معزز اور باآبرو ہوگا۔

بہت سے لوگ تقویٰ کے معیار پر کئے بغیر کسی کو دنیادی حیثیت سے پھٹا ٹوٹا حال دیکھ کر حقیر سمجھنے لگتے ہیں جو سراسر نادانی اور اپنے نفس پر ظلم ہے، بلکہ جو لوگ دین داری میں اپنے کو

دوسرے سے بڑھا دیکھیں ان کو بھی یہ درست نہیں کہ اپنے سے کم عمل والے کو حقیر جانیں. کیا خبر وہ توبہ استغفار میں زیادہ عمل والے سے بڑھا ہوا ہو یا اس کے نیک عمل میں اخلاص بہت زیادہ ہو اور زیادہ عمل کرنے والے کے دل میں اخلاص کم ہو۔

پھر آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ یعنی کسی میں کوئی اور کھوٹ اور عیب نہ ہو اور صرف اتنی ہی خرابی ہو کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر جانتا ہو تو یہ بہت بڑی خرابی ہے اور انسان کے بُرا ہونے کے لئے بس یہ ایک ہی خرابی بہت ہے۔ جب انسان کسی کو حقیر سمجھے گا تو لامحالہ مغرور اور متکبر ہوگا اور حقیر سمجھنے کی وجہ سے بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جائے گا۔

پھر آخر میں آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے لئے مسلمان کا سب کچھ حرام ہے۔ اس کا خون بھی، مال بھی اور آبرو بھی۔

یعنی مسلمان کے لئے ہر ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے کسی مسلمان کو جانی یا مالی نقصان پہنچے یا جس سے کسی مسلمان کی آبرو جائے یا آبرو میں فرق آئے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مکان میں تشریف رکھنے کے حالات دریافت کئے تو فرمایا کہ:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف فرما ہونے کے وقت اپنے وقت کے تین حصے فرمالیتے تھے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے (کہ اس میں نماز وغیرہ پڑھتے) دوسرا حصہ گھر والوں کے لئے (کہ ان کے حقوق ادا فرماتے۔ مثلاً ہنستے بولتے ضروریات معلوم کرتے) تیسرا حصہ اپنے نفس کے لئے۔ پھر اس اپنے والے حصہ کو بھی اپنے اور زائرین کے درمیان تقسیم فرمالیتے تھے کہ اس وقت خاص خاص احباب حاضر ہوتے تھے جن کے ذریعہ عام حضرات تک مجلس کے مضامین پہنچاتے تھے اور آپؐ حاضرین سے کوئی چیز (کھانے پینے یا دین کی) پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔ وقت کے اس حصہ میں جو امت کے لئے تھا آپؐ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ ان آنے والوں

میں اہلِ فضل کو (حاضری کی اجازت دینے میں) ترجیح دیتے تھے اور اس وقت کو ان کے فضل دینی کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے۔ بعض آنے والے ایک حاجت لے کر، بعض دو حاجتیں اور بعض بہت سی حاجتیں لے کر آتے۔ آپؐ ان کی حاجتیں پوری فرماتے اور ان کو ایسے امور میں مشغول رکھتے جو ان کے لئے اور تمام امت کے لئے مصلح ہوتے۔ مثلاً وہ حضرات آپؐ سے سوال کرتے اور آپؐ ان کو مناسب جوابات دیتے اور حاضرین سے آپؐ فرمادیا کرتے تھے کہ جو حضرات موجود نہیں ہیں (یہ باتیں) ان کو پہنچا دینا اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو جو خود (شرم وغیرہ کی وجہ سے) مجھ تک نہ پہنچا سکتا ہو۔ اس لئے کہ جو کوئی صاحب اقتدار تک اس کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تھا، خدا اس کو قیامت کے روز ثابت قدم رکھے گا۔ آپؐ کی مجلس میں اس قسم کا تذکرہ ہوتا تھا اور اس کے علاوہ وہ آپؐ کوئی بات گوارا نہ فرماتے تھے۔ حاضرین آپؐ کے پاس طالب بن کر آتے تھے اور کچھ چکھے بغیر جدا نہ ہوتے تھے اور وہاں سے ہادیٔ خیر بن کر نکلتے تھے۔

یہ تو آپؐ کے مکان میں تشریف رکھنے وقت کے واقعات تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باہر تشریف رکھنے کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ:

آپؐ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے الّا یہ کہ کوئی کام کی بات ہو، آنے والوں کو مانوس فرمایا کرتے تھے اور ان کو متنفر نہ کرتے تھے اور قوم کے معزز شخص کا اکرام کرتے تھے اور اس کو اس کی قوم کا سردار مقرر فرمادیتے تھے، لوگوں کو (خدا سے) ڈراتے تھے اور خود مخلوق کی ایذا رسانی سے اپنی حفاظت فرماتے تھے لیکن کسی کے سامنے خندہ پیشانی اور خوش خلقی میں فرق نہ آتا تھا آپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے تھے (یعنی معلوم فرماتے تھے کہ آج فلاں صاحب کہاں ہیں کیوں نہیں آئے؟) لوگوں کے آپس کے معاملات دریافت فرماتے تھے اور اچھی چیز کو اچھی بتادیتے تھے اور اس کی تقویت فرماتے تھے اور بری چیز کو بری بتاتے تھے اور اس کو انتہائی ناقابل عمل بتاتے تھے۔ آپؐ ہر معاملہ میں میانہ روی سے کام لیتے تھے، تلوّن نام کو نہ تھا۔ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے تھے کہ کہیں وہ غافل نہ ہو جائیں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کے سبب دین سے اُکتا جائیں۔ ہر صورت حال کا آپؐ کے نزدیک پورا انتظام تھا۔ امر حق میں کوتاہی نہ فرماتے تھے اور

ذحق سے آگے بڑھتے تھے۔ بہترین حضرات آپ کے قریب بیٹھتے تھے۔ آپ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیرخواہی عام ہو۔ آپ کے نزدیک بڑے رتبے والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غم گساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے والد صاحب ؓ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس کے حالات دریافت کیے تو فرمایا کہ:

"آپ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی۔ جب آپ کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم فرماتے تھے اپنے ہر ہمنشین کو اس کا حق دیتے تھے (کہ سب کی طرف متوجہ ہوتے تھے) آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے کوئی بھی یہ نہ سمجھتا تھا کہ آپ فلاں شخص کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی معاملہ میں گفتگو کرتا تو آپ ساتھ بیٹھے رہتے اور گفتگو فرماتے رہتے (اور اس کو چھوڑ کر نہ جاتے تھے) جب تک کہ وہ خود ہی نہ چلا جائے۔ جو شخص آپ سے سوال کرتا تو عنایت فرما دیتے تھے یا نرمی کے ساتھ مناسب جواب دیتے تھے (جبکہ چیز موجود نہ ہوتی تھی) آپ کی سخاوت اور خوش خلقی سب کے لئے عام تھی جس کی وجہ سے آپ شفقت اور مہربانی میں گویا سب کے باپ تھے۔ آپ کے یہاں حق میں سب برابر تھے۔ آپ کی مجلس علم اور حیا صبر اور امانت کی مجلس تھی۔ آپ کی مجلس میں نہ شور ہوتا تھا نہ کسی کی بے عزتی ہوتی تھی اور اس مجلس میں جو کسی سے لغزش ہو جاتی تو اس کو شہرت نہ دی جاتی تھی۔ حاضرین مجلس سب برابر سمجھے جاتے تھے مگر تقویٰ کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ہوتی تھی۔ سب آپس میں تواضع کرتے تھے۔ بڑوں کا احترام کرتے تھے اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے۔ صاحب حاجت کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے تھے اور مسافروں کی خبرگیری کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بُرے سے بُرے انسان کی طرف بھی تالیف قلب کے لئے اپنی پوری توجہ فرماتے تھے اور اس سے گفتگو فرماتے تھے۔ (شمائل)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے جن کے کپڑوں میں (زعفرانی) زرد رنگ کا اثر تھا اور چونکہ آپ اکثر

منہ در منہ ناپسند چیز کو منع نہ فرماتے تھے اس لئے جب وہ چلے گئے تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ تم ان کو منع کر دیتے تو اچھا تھا۔" (شمائل ترمذی)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ فرماتے تھے (کیونکہ ادھوری توجہ متکبرین کا خاصہ ہے) نظر نیچے کو رکھتے تھے، اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے تھے اور پہلے سلام کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ کھینچتا آپ اپنا ہاتھ نہ کھینچتے تھے اور اس کی طرف سے منہ نہ پھیرتے تھے جب تک وہ خود منہ پھیر کر نہ (جاتا) کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ اہلِ مجلس کی طرف پیر پھیلائے بیٹھے ہوں۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ" آپ نہ فحش گو تھے اور نہ فحش گوئی کرنا چاہتے تھے نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے (جو خلاف وقار ہے) برائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور درگذر فرماتے تھے۔ (ترمذی)

نیز فرماتی ہیں کہ:۔

" آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کبھی کسی کو اپنے دستِ مبارک سے نہیں مارا نہ کسی خادم کو نہ کسی بیوی کو۔"

نیز فرماتی ہیں کہ:۔

آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا ہاں اگر اللہ کے دین کی حرمتوں میں سے کسی کی بے حرمتی ہوتی تھی تو آپ سب سے زیادہ غصہ کرنے والے ہوتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا:۔

آپ خوش خلق اور ہشاش بشاش رہتے تھے۔ آپ نرم خو تھے۔ نرم طبیعت تھے (کہ بسہولت سب کی حاجت میں مشغول ہو جاتے تھے) آپ نہ بدخو تھے، نہ سخت گو تھے۔ نہ چلا کر بولتے تھے نہ بدکلامی فرماتے، نہ کسی کو عیب لگاتے، نہ بخل فرماتے تھے، اپنی ناپسند چیز سے اعراض فرماتے تھے۔ دوسروں کی کوئی خواہش آپ کو ناپسند ہوتی تو اس کو مایوس بھی نہ فرماتے تھے اور صاف جواب

بھی نہ دیتے تھے، اپنی جان کو آپؐ نے (خاص طور سے) تین چیزوں سے بچا رکھا تھا (۱) جھگڑنا (۲) تکبر اور (۳) لایعنی چیزیں اور دوسروں کو تین باتوں سے (خصوصی طور سے) اپنی جانب سے بچا رکھا تھا۔ (۱) کسی کی برائی نہ کرتے تھے (۲) کسی کو عیب نہ لگاتے تھے اور (۳) کسی کا عیب تلاش نہ فرماتے تھے۔ آپؐ صرف وہی کلام فرماتے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ جب آپؐ کلام فرماتے تھے تو حاضرین مجلس سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ جب آپؐ خاموش ہوتے تو حاضرین بولتے تھے اور آپؐ کی مجلس میں کسی بات میں جھگڑا نہ کرتے تھے۔ مجلس میں جب کوئی بولتا تو اس کے خاموش ہونے تک سب خاموش رہتے تھے۔ سب کی بات اسی توجہ سے سنی جاتی تھی جیسی افضل حضرات کی سنی جاتی تھی۔ سب ہنستے تو آپؐ بھی ہنستے اور سب تعجب کرتے تو آپؐ بھی تعجب کرتے (یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں) مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور اس کے بیجا سوالوں پر صبر فرماتے تھے لہٰذا حضرات صحابہؓ مسافروں کو آپؐ کی مجلس میں خود لایا کرتے تھے کہ وہ کچھ معلوم کریں گے تو ہم کو بھی معلوم ہو جائے گا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی صاحب حاجت ملا کرے تو اس کی مدد کر دیا کرو اور اگر کوئی آپؐ کی تعریف کرتا تو اس کو گوارا نہ فرماتے تھے۔ الاّ یہ کہ بطور شکریہ کے کوئی آپؐ کی تعریف کرتا تو خاموش رہتے۔ کسی کی قطع کلامی نہ فرماتے (اور کسی کی بات کے درمیان نہ بولتے تھے) ہاں اگر وہ بے جا باتیں کرنے لگتا تو منع فرما دیتے تھے یا وہاں سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً

كِتَابُ الْآدَابُ الْاِسْلَامِيَة

کھانے پینے ● پہننے ● اُٹھنے بیٹھنے ● رہنے سہنے کے آداب ● زندگی کے مختلف احوال کے بارے میں ضروری ہدایات ●

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کھانے پینے کے آداب

فرمایا رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمہؓ سے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھا اور داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے پاس سے کھا یعنی برتن کا جو کنارہ تجھ سے قریب ہے اسی جگہ سے لے برتن کے درمیان میں یا دوسرے کنارہ کی طرف ہاتھ نہ چلا۔ (بخاری ومسلم عن عمر بن ابی سلمہؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ درمیان میں برکت اترتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کو شیطان (اپنے لئے) حلال کرلیتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح)

یعنی بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع نہ کرنے سے اس کھانے میں شیطان کو شریک ہونے کا موقع مل جاتا ہے اور اگر بسم اللہ پڑھ دی جائے تو وہ نہیں کھاسکتا۔

فرمایا ہادیٔ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز بائیں ہاتھ سے نہ کھائے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم عن ابن عمرؓ)

فرمایا فخر عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ تمہارے ہر کام کے وقت شیطان حاضر ہوجاتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت (بھی پہنچ جاتا ہے) پس جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گرجائے تو اس میں جو (تنکا وغیرہ) لگ جائے اس کو ہٹاکر لقمہ کھالے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ پھر (جب کھانے سے) فارغ ہوجائے تو (ہاتھ دھونے سے پہلے) اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے (ہوسکتا ہے کہ انگلیوں میں جو ذرا بہت رہ گیا اسی میں برکت ہو)۔ (مسلم عن جابرؓ)

فرمایا معلم الاخلاق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جمع ہوکر (یعنی آپس میں مل کر) کھایا کرو اور (کھاتے وقت) الگ الگ مت ہوا کرو کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔

(ابن ماجہ عن عمر بن الخطابؓ)

فرمایا حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ میں تکیہ لگاکر نہیں کھاتا۔ (بخاری عن ابی جحیفہؓ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تکیہ لگا کر نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

یعنی میں اللہ کا غلام ہوں تکبر زیبا نہیں عاجزی اور خاکساری کے ساتھ کھاتا ہوں اور بیٹھتا ہوں۔

فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے کسی پیالہ میں کھایا پھر اس کو اچھی طرح صاف کرنے کے لئے انگلی سے چاٹ لیا تو وہ پیالہ اس شخص کو دُعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے دوزخ سے آزاد رکھے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے آزاد کیا (کیونکہ صاف نہ کرتا تو بچا کھچا جو کچھ ہے اسے شیطان کھاتا) اور ایک حدیث میں ہے کہ اس شخص کے لئے پیالہ استغفار کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

فرمایا رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب کھانا رکھ دیا جائے (اور کھانے لگو) تو اپنے جُوتے (پاؤں سے) نکال دو کیونکہ اس سے تمہارے قدموں کو آرام ملے گا (دارمی انسؓ)

فرمایا رحمتِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جب دستر خوان لگا دیا جائے تو دستر خوان اٹھائے جانے تک کوئی شخص نہ اٹھے اور جب تک (ساتھ کے) لوگ فارغ نہ ہوں (کھانے سے) اپنا ہاتھ نہ اٹھائے (اگر کسی ضرورت سے اٹھنا اور ہاتھ روکنا ہی ہو تو) عذر کر دیوے (کہ آپ کھاتے رہیں، میں کھا چکا ہوں، کیونکہ اگر عذر نہ کیا اور یوں ہی اٹھ گیا تو) اس کے پاس بیٹھنے والا شرمندہ ہو کر ہاتھ روک لے گا اور ہو سکتا ہے کہ ضرورت باقی ہوتے ہوئے ہاتھ اٹھا لیوے۔

(ابن ماجہ عن ابن عمرؓ)

فرمایا نبیِ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانے لگے اور بسم اللہ (شروع میں) کہنا بھول جائے تو درمیان میں یا ختم پر جب بھی یاد آجاوے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ کہہ لیوے۔ (ترمذی عن عائشہؓ)

فرمایا ہادیِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اس بدبو دار درخت (یعنی پیاز) کو کھاوے تو (بدبو جانے تک) ہرگز ہماری مسجد میں نہ آئے کیونکہ جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے فرشتے (بھی) اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم عن جابرؓ)

ف: یعنی بدبو فرشتوں اور آدمیوں کو ناگوار ہے اور مسجد چونکہ فرشتوں اور نمازیوں کے آنے کی جگہ ہے اس لئے وہاں بدبودار چیز کھا پی کر جانا یا ایسی چیز کا لے جانا منع ہے اگر منہ سے بیڑی سگریٹ کی بدبو آرہی ہو تو بدبو دور کر کے مسجد میں جاؤ۔ مسجد میں مٹی کا تیل (یعنی کیروسین تیل) جلانا بھی ہے۔

فرمایا سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ کھانے کی برکت ہے کھانے سے پہلے وضو کرنا اور کھانے کے بعد وضو کرنا۔ (ترمذی عن سلمانؓ)

ف: کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھولے اور کلی کرے اور کھانے کے بعد بھی ہاتھ دھوئے اور کلی کرلے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کو کھانے کا وضو کہا جاتا ہے۔

فرمایا معلم انسانیت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جس نے اس حال میں رات گذاری کہ ہاتھ میں چکنائی (لگی ہوئی) ہے (اور دھوئے بغیر سو گیا ہے) تو (اگر) کچھ تکلیف پہنچ جائے تو بس اپنے ہی نفس کو برا کہے۔ (ایضاً عن ابی ہریرۃؓ)

ف: مطلب یہ ہے کہ کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے بغیر سو جانے سے خطرہ ہے کہ کوئی جانور ہاتھ میں کاٹ لے۔ اگر کسی نے سستی سے کام لیا اور سوتے میں جانور نے کاٹ لیا تو اپنی حماقت پر خود اپنے ہی کو ملامت کرے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ اونٹ کی طرح سے ایک سانس میں مت پیو بلکہ دو سانس (یا) تین سانس میں پیو اور جب پینے لگو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو اور جب (پی کر برتن) ہٹاؤ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہو۔ (ترمذی عن ابن عباسؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے اور آپؐ نے مشکیزہ میں منہ لگا کر پینے سے اور برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے اور کھڑے ہو کر پینے اور برتن کی پھٹی ٹوٹی جگہ منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا ہے (مشکوٰۃ المصابیح)

فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جس نے سونا چاندی کے برتن میں پیا یا کسی ایسے برتن میں پیا جس میں سونے یا چاندی کا کچھ حصہ ہے تو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔

(دار قطنی عن ابن عمرؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں نہ پیو اور نہ ان کے پیالوں میں کھاؤ

کیونکہ یہ چیزیں کافروں کے لئے دنیا میں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔ (بخاری ومسلم)

مہمانی اور میزبانی کے آداب

فرمایا سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، مہمان کا اچھا کھانا ایک دن ایک رات ہے اور مہمانی تین دن ہے اس کے بعد جو مہمان کھائے گا وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسے تنگی میں ڈال دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۶۸ عن البخاری ومسلم)

فرمایا سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ (نبیوں کا) سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک نکلے (ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

فرمایا محبوب رب العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ بدترین کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس کے لئے مالداروں کو دعوت دی جاتی ہے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے (پھر فرمایا کہ) جس نے دعوت منظور نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

(بخاری ومسلم عن ابی ہریرہؓ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانے کے لئے بلایا جاوے تو بات مان لیوے پھر اگر چاہے تو کھالے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ (مسلم عن جابرؓ)

ف: یعنی دعوت کرنے والے مسلمان بھائی کی دل شکنی نہ کرے اس کے گھر چلا جائے پھر اگر کھانے کو طبیعت نہ چاہتی ہو یا تکلیف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عذر خواہی کر کے چھوڑ دے۔ لیکن اگر دعوت میں گناہ کا کام ہوتا ہو تو اس کی وجہ سے دعوت کو رد کر دینا درست ہے۔

فرمایا سرور کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جس کی دعوت کی گئی اور قبول نہ کی تو اس نے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور جو شخص بغیر دعوت کے (کھانے کے لئے) داخل ہو گیا وہ چور بن کر اندر گیا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (ابوداؤد عن ابن عمرؓ)

فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جب دو دعوت کرنے والے جمع ہو جائیں تو اس کی دعوت قبول کر جس کا دروازہ (تجھ سے) قریب ہو اور اگر دونوں میں سے ایک پہلے آگیا تو اسی کی دعوت قبول کر۔ (احمد عن رجل من الصحابہؓ)

فرمایا خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ اُن دونوں شخصوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اور ان کا کھانا نہ کھایا جائے جو آپس میں (فخر اور نام و نمود کے لئے دعوت کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہوں۔ (بیہقی فی الشعب عن ابی ہریرہؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ فاسقوں کا کھانا قبول کرنے سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

لباس اور زیور کے آداب

فرمایا فخرِ بنی آدم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ کھاؤ پیو اور صدقہ کرو اور پہنو (لیکن) اس حد تک کہ فضول خرچی اور غرور (یعنی شیخی پن) کی آمیزش نہ ہو۔

(احمد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ)

فرمایا ہادیِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ مومن کا لنگی باندھنا آدھی پنڈلیوں تک ہے (اگر اور نیچے کرے تو) اس پر اس کا کوئی گناہ نہیں کہ ٹخنوں اور آدھی پنڈلیوں کے درمیان تک کرلے اور جو اس کے نیچے ہو وہ دوزخ میں (لے جانے والا) ہے تین مرتبہ یوں ہی فرمایا (پھر فرمایا کہ) اس شخص کی طرف اللہ تعالےٰ قیامت کے روز (نظر رحمت سے) نہ دیکھیں گے جو اتراتے ہوئے تہمد کو زمین پر یا جوتوں یا قدموں پر) گھسیٹتے ہوئے چلا (ابوداؤد عن ابی سعیدؓ) ف۔ ٹخنوں سے نیچے لنگی، پائجامہ، تہمد، کرتہ، جبہ، شیروانی، کوٹ پہننا سب حرام ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ پاکیزہ ہیں اور عمدہ ہیں اور ان میں اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو۔ (احمد عن سمرۃؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ سب سے اچھا لباس جس میں تم قبروں اور مسجدوں میں اللہ کی زیارت کرو سفید لباس ہے (ابن ماجہ)

قبروں میں زیارت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سفید کپڑے میں دفن دیا جائے۔

فرمایا حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کر دیا گیا ہے اور مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ (ترمذی عن ابی موسیٰؓ)

فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اُسے

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ذلت کا لباس پہنائے گا (احمد عن ابن عمرؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ جس نے قدرت ہوتے ہوئے تواضع کی وجہ سے خوبصورت کپڑا پہننا ترک کیا اللہ اُسے بزرگی کا جوڑا پہنائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

فرمایا سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ پگڑیاں باندھا کرو، کیونکہ یہ فرشتوں کی نشانی ہے اور ان کے (شملوں) کو کمروں پر ڈالا کرو (بیہقی فی الشعب عن عبادہؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ٹوپیوں پر پگڑیاں ہونے کا فرق ہے۔ (ترمذی)

یعنی مشرکین صرف پگڑیاں باندھتے ہیں اور ہم ٹوپی پر پگڑی استعمال کرتے ہیں۔

ف:۔ فرشتے جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوئے تھے جو پگڑیاں باندھے ہوئے شریک ہوئے تھے۔

فرمایا سیدالبشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اے عورتو! کیا زیور پہننے کے لئے تم کو چاندی کافی نہیں ہے (پھر فرمایا کہ) خبردار تم میں سے جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی تو اس کی وجہ سے اُسے عذاب دیا جائے گا۔ (ابوداؤد عن اخت حذیفہؓ)

ف:۔ مطلب یہ ہے کہ چاندی کے زیور سے کام چلا لیا کرو۔ اس میں نام و نمود کو زیادہ دخل نہیں ہوتا ہے، سونے کا زیور اکثر بڑائی ظاہر کرنے کو پہنا جاتا ہے جو آخرت کے عذاب کا سبب ہے۔

فرمایا رحمتِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم سے جب کوئی شخص جوتا پہننے لگے تو داہنے پاؤں سے شروع کرے اور جب جوتا نکالے تو پہلے بائیں پاؤں سے نکالے (الحاصل) داہنے پاؤں میں پہلے جوتا ڈالا جائے اور آخر میں اس سے نکالا جائے (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص ایک جوتہ میں نہ چلے۔ (چاہیئے کہ) دونوں جوتے اتار دے یا دونوں پہن لے۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ)

مجلس کے آداب

ایک کو چھوڑ کر دو شخص پوشیدہ بات نہ کریں

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کسی جگہ تم تین ہو تو (تین میں سے) دو شخص تیسرے کو چھوڑ کر چپکے چپکے باتیں نہ کریں جب تک کہ مجلس میں بہت سے آدمی نہ آجائیں۔ یہ اس وجہ سے کہ اس تیسرے کو رنج پہنچے گا کہ شاید میرے متعلق کچھ کہہ رہے ہیں یا یہ کہ مجھ کو اس لائق نہ سمجھا جو ان کی گفتگو میں شریک ہوتا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۹ عن البخاری ومسلم)

حضرت وائلہ بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک صاحب حاضر ہوئے، ان کے آنے پر آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ (بیہقی)

گردنوں پر سے کودنے کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز لوگوں کی گردنوں سے کود کر چلا وہ قیامت کے روز دوزخ کی راہ کا پل بنا دیا جائے گا۔ (ترمذی)

دو آدمیوں کے درمیان بلا اجازت نہ بیٹھو

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان بلا ان کی اجازت کے جدائی کر دے (کہ خود ان کے درمیان بیٹھ جائے) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۰۳)

دوسری روایت میں ہے جو حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ وہ شخص حضرت محمد رسول اللہؐ کی زبانی ملعون ہے جو حلقہ کے درمیان بیٹھ جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آداب مجلس کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی شخص یہ نہ کرے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا دے اور خود بیٹھ جائے لیکن بیٹھنے والے کھل جایا کریں اور مجلس میں گنجائش نکال لیا کریں (بخاری ومسلم عن ابن عمر)

حق اسی کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی مجلس سے اٹھے اور پھر واپس آجائے تو اپنی جگہ کا وہی زیادہ حقدار ہے۔

(مسلم عن ابی ہریرۃؓ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی ضرورت سے (مثلاً تھوکنے کو، ناک صاف کرنے کو یا کسی بات کا جواب دینے کو) اپنی جگہ سے اٹھ کر جائے اور ضرورت پوری کر کے ابھی ابھی آنے والا ہو تو اس جگہ کا گھیرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اس کے آنے سے پہلے کوئی شخص اس کی جگہ گھیر لے تو اس کو یہ حق ہے کہ اپنی جگہ بیٹھ جائے اور اپنی جگہ سے دوسرے کو ہٹا دے۔

مشترکہ جگہ جس جگہ سب کا حق ہو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ جو پہلے پہنچ جائے وہی حقدار ہوگا مگر یہ جائز نہیں ہے کہ پہلے سے کوئی شخص اپنا کپڑا رکھ کر اس جگہ کو گھیر لے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ کے لئے دیگر حجاج سے پہلے مقام منیٰ میں خیمہ نصب کر دیا جائے؟ آپؐ نے فرمایا:

لَا؛ مِنیٰ مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ (ترمذی) نہیں! جو پہلے پہنچ جائے منیٰ اسی کا حق ہے۔

جو حضرات مسجد میں پہنچ کر صف میں کپڑا رکھ کر اپنا حق قائم کرتے ہیں وہ غلطی ہی نہیں بلکہ ظلم کرتے ہیں۔ ہاں اگر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کسی ضرورت سے جا کر فوراً ہی آنے کا ارادہ ہو تو کپڑا رکھ کر چلے جانے میں مضائقہ نہیں۔

چھینک اور جمائی کے آداب

فرمایا معلم الاخلاق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو چاہیے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور (جواب میں) اس کا ساتھی یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے اور چھینکنے والا یَہْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ کہے۔ (بخاری عن ابی ہریرہؓ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد اللہ کہے تو اس کا جواب دے دو یعنی یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہہ دو اور اگر وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہے تو اس کا جواب نہ دو۔ (رواہ مسلم)

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تھی تو اپنے چہرہ کو ہاتھ سے یا کپڑے سے ڈھانک لیتے اور آواز کو پست فرمالیتے تھے۔ (رواہ الترمذی)

فائدہ: تین بار چھینکنے والے کا جواب دیں تین بار سے زیادہ چھینک آنے پر جواب دینے نہ دینے کا اختیار ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح از ترمذی)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دے کیونکہ شیطان منہ میں داخل ہوتا ہے۔ (مسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب جمائی لیتے وقت تم میں سے کوئی شخص "ہا" کہتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

سفر کے آداب

- سفر کو روانہ ہوتے وقت چار رکعت (نفل نماز) پڑھ لینا چاہیئے (مجمع الزوائد)[1]
- ہمارے پیارے رسول سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر میں جانے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)
- اور تنہا سفر کرنے سے آپؐ نے منع فرمایا۔
- بلکہ اگر دو آدمی ساتھ ہوں تب بھی سفر کرنے سے منع فرمایا۔

---

[1] قال الہیثمیؒ، ص ۲۸۳ - ج ۲، رواہ الطبرانی فی الکبیر ورواہ موثقون ۱۲۔

- اور اس کی ترغیب دی کہ کم از کم تین آدمی ساتھ ہوں (ترمذی، ابوداؤد)
- اور چار ساتھی ہوں تو بہت ہی اچھا ہے۔ (ابوداؤد)
- اور فرمایا کہ جب سفر میں تین آدمی ساتھ ہوں تو ایک کو امیر بنالیں۔ (ابوداؤد)
- اور فرمایا کہ سفر میں جس کے پاس اپنی ضرورت سے فاضل کھانے پینے کی چیزیں ہوں تو ان لوگوں کا خیال کرے جن کے پاس اپنا توشہ نہ ہو۔ (مسلم)
- آپؐ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو چاشت کے وقت مدینہ میں داخل ہوتے اور پہلے مسجد میں جاکر دو رکعتیں پڑھتے پھر (کچھ دیر) لوگوں کی ملاقات کے لئے وہیں تشریف فرمارہتے۔ (بخاری)
- اور فرمایا کہ سفر میں اپنے ساتھیوں کا سردار وہ ہے جو اُن کا خدمت گذار ہو جو شخص خدمت میں آگے بڑھ گیا کسی عمل کے ذریعہ اس کے ساتھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے، ہاں اگر کوئی شہید ہو جائے تو وہ آگے بڑھ جائے گا۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں فی اونٹ تین آدمی شریک تھے۔ چنانچہ ابولبابہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری میں شریک تھے۔

دونوں کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نوبت پیدل چلنے کی آتی تو ہم دونوں عرض کرتے کہ آپؐ سوار ہی رہیں، آپؐ کے بدلے ہم پیدل چل لیں گے، آپؐ نے جواب دیا کہ :-

مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰی مِنِّیْ وَمَا اَنَا بِاَغْنٰی عَنِ الْاَجْرِ مِنْکُمَا۔ (شرح السنۃ)	تم مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور نہ میں بہ نسبت تمہارے اجر سے بے نیاز ہوں بلکہ مجھ کو بھی اجر و ثواب چاہیئے پھر میں کیوں سوار ہوں۔

- سفر میں جن لوگوں کے پاس کُتّا یا گھنٹی ہو اُن کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں ہوتے۔ (مسلم)
- جب کسی منزل پر اترو تو سب اکٹھے قیام کیا کرو اور ایک ہی جگہ رہو اور دور دور قیام نہ کرو۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، تمہیں نیند سے اور کھانے پینے سے روکتا ہے لہٰذا جب وہ کام پورا ہو جائے جس کے لئے گئے تھے تو جلد گھر واپس آجاؤ (بخاری و مسلم)

متفرق آداب

فرمایا معلّم انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب رات کا شروع حصّہ ہو تو اپنے بچوں کو گلی کوچوں اور راستوں میں نکلنے سے روکے رکھو کیونکہ اس وقت شیطان (یعنی بدجنات) پھیل پڑتے ہیں پھر جب تھوڑی دیر ہو جائے تو بچوں کو چھوڑ دو (یعنی باہر جانا چاہیں تو اجازت دے سکتے ہیں) اور (رات کو) بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کے منہ بند کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو، ڈھانکنے کو کچھ نہ ملے تو کم از کم برتن پر کچھ (لکڑی وغیرہ) ہی رکھ دو اور (سونے سے پہلے) چراغوں کو بجھا دو۔ (بخاری و مسلم عن جابرؓ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب (رات کو) سونے لگو تو اس کو بجھا کر سوؤ (ایضاً عن ابی موسیٰؓ)

فرمایا سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے گھر کی چھت پر سو کر رات گذاری (اور چھت ایسی ہے) کہ اس کی چار دیواری نہیں ہے تو اس شخص سے ذمہ داری بری ہے۔

(ابوداؤد عن علی بن شیبانؓ)

ف:۔ چار دیواری نہ ہونے کے باعث اگر سوتے میں نیچے گر کر مر گیا تو وہ خود اپنی جان کا ذمہ دار ہے اپنی حماقت کا پھل پایا۔

طہارت کے آداب

فرمایا خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:۔

جب پائخانہ جاؤ تو پیشاب کے مقام کو داہنے ہاتھ سے نہ چھوؤ اور داہنے ہاتھ سے استنجاء نہ کرو۔ (مسلم)

- بڑا استنجا تین پتھروں (یا تین ڈھیلوں) سے کرو (مسلم) اس کے بعد پانی سے دھوؤ (ابن ماجہ)
- جب پائخانہ جاؤ تو قبلہ رُخ ہو کر اور قبلہ کو پشت کر کے نہ بیٹھو۔ (بخاری)
- جب پیشاب کرنے کا ارادہ کرو تو اس کے لئے (مناسب) جگہ تلاش کرو (ابوداؤد) مثلاً پردہ کا دھیان کرو اور ہوا کے رُخ پر نہ بیٹھو۔
- ٹھہرے ہوئے پانی میں جو جاری نہیں پیشاب نہ کرو (بخاری) جیسے تالاب، حوض وغیرہ۔
- غسل خانہ میں پیشاب نہ کرو کیونکہ اس سے اکثر وسوسے پیدا ہوتے ہیں (ترمذی)
- کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرو (ابوداؤد)
- کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو (ترمذی)
- پائخانہ کرتے ہوئے آپس میں باتیں نہ کرو۔ (مسند احمد)
- پانی کے گھاٹوں پر راستوں میں، سایہ کی جگہوں میں (جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں) پائخانہ نہ کرو (ابوداؤد)
- بسم اللہ کہہ کر پائخانہ میں داخل ہو کیونکہ بسم اللہ جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرم گاہوں کے درمیان آڑ ہے۔ (ترمذی)
- لید اور ہڈیوں سے استنجاء نہ کرو (ترمذی)

إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا۝

رسالہ

”تحذیرُ العشائر
مِن ارتکابِ الکبائرِ والصَّغائر“

(احادیث شریفہ کی روشنی
میں گناہوں کی تفصیلی فہرست)

رسالہ
گناہوں کی فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم،

الحمدُ للہ العزیز العلیم، غافرِ الذنب وقابلِ التوب شدید العقاب ذی الطول، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الیہ المصیر، والصلوٰۃ والسّلام علی سیدنا محمد البشیر النذیر، وعلیٰ اٰلِہٖ وصحبہ الذین اھتدوا بھدیہ فنالوا الاجر الکبیر، ومن تبعھم باحسان الی یوم یحاسب فیہ القطمیر والنقیر۔

امّا بعد:-

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو رواج کی وجہ سے بہت سے کام کر گذرتے ہیں مگر ان کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ ہمارا یہ فعل کہیں گناہ تو نہیں ہے؟ اور بہت سے لوگ اپنے اعمال کو گناہ تو سمجھتے ہیں مگر چونکہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس درجہ کا گناہ ہے اس لئے کبیرہ گناہوں کو معمولی سمجھ کر کرتے رہتے ہیں۔

اس رسالہ کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو پتہ چل جائے کہ عمومی زندگی میں آج کل جن اعمال نے جگہ پکڑ رکھی ہے ان میں کون کون سے اعمال گناہ ہیں اور ان گناہوں پر کیا کیا وعیدیں ہیں، اور ان کے ارتکاب سے دنیا و آخرت کا کیا نقصان ہے۔

رسالہ ہٰذا میں احقر نے وہ احادیث جمع کی ہیں جن میں کسی عنوان سے گناہوں کا ذکر ہے، روایات عموماً مشکوٰۃ المصابیح سے لی گئی ہیں، صرف چند احادیث ایسی ہیں جو حافظ منذریؒ کی کتاب الترغیب والترہیب سے اور مستدرک حاکم سے ماخوذ ہیں، ہر حدیث کا حوالہ دیدیا گیا ہے، کوشش یہ کی ہے کہ احادیث کا سلیس ترجمہ بامحاورہ اُردو زبان میں اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کے سامنے آجائے عموماً عبارتِ حدیث اور ترجمہ پر اکتفا کیا ہے، ضرورت سمجھ کر کہیں کہیں تشریح کے طور پر بھی کچھ لکھ دیا ہے۔

گناہ کبیرہ کیا کیا ہیں اور صغیرہ گناہ کون سے ہیں اس میں مفسرین اور محدثین نے بہت کچھ لکھا ہے چونکہ یہ علمی باتیں ہیں اس لئے احقر اس تفصیل میں نہیں گیا بلکہ ممنوعات اور منہیات جمع کردی ہیں، جسے عمل کرنا ہے اُسے اس بحث میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ صغیرہ کیا ہے اور کبیرہ کیا ہے مؤمن کا کام یہ ہے کہ ہر گناہ چھوڑے تاکہ عذاب سے بچے اور آخرت درست ہو۔

گناہ، گناہ ہی ہے اگرچہ صغیرہ ہو۔ زہر، زہر ہی ہے اگرچہ تھوڑا سا ہو، علماء نے بتایا ہے کہ صغیرہ گناہ کو کرتے رہیں تو وہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے، اور جو لوگ کسی صغیرہ گناہ میں مبتلا ہیں عام طور سے اس کو کرتے ہی رہتے ہیں لہٰذا جس کو صغیرہ سمجھتے ہیں اگر کبیرہ نہ ہو تب بھی وہ کبیرہ ہو ہی جاتا ہے، پھر صغیرہ گناہ کی عادت ہو جائے تو نفس و شیطان کبیرہ گناہوں تک پہنچا دیتے ہیں اس لئے صغیرہ و کبیرہ ہر گناہ سے پرہیز کریں اور جو کوئی گناہ ہو جائے خواہ صغیرہ ہی ہو فوراً توبہ کریں، اہل ایمان کی یہی شان ہے۔

اس رسالہ میں جن گناہوں کی فہرست دی ہے عموماً گناہ کبیرہ ہی ہیں چند ایک ہی ایسے ہیں جن کو صغیرہ کہا جا سکتا ہے۔ قارئین اس رسالہ کو خود پڑھیں اور دوسروں کو سنائیں اور اپنی زندگیوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ جس گناہ میں مبتلا ہوں اسے ترک کریں، نفس و شیطان کی نافرمانی کریں اور نفس کو سمجھائیں کہ دیکھ گناہ کا بُرا انجام ہے۔ برزخ اور میدانِ حشر اور دوزخ کے عذاب کی سہار ہے تو گناہ کرتا رہ، اگر سہار نہیں ہے تو گناہ چھوڑ دے اور توبہ کرلے اسی میں خیر ہے، اگر اس کتاب کا مطالعہ اور نفس کا مراقبہ اور محاسبہ کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن توبہ کی توفیق ہو جائے گی اور گناہ چھوٹ جائیں گے۔ رسالہ کا نام "تحذیر العشائر من ارتکاب الکبائر والصغائر" تجویز کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

سات ہلاک کرنے والے گناہ

شرک، جادو، قتل نفس، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنا، پاکدامن عورتوں کو تہمت لگانا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو! صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ سات گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا (کہ وہ یہ ہیں) (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا (۲) جادو کرنا (۳) کسی جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو، ہاں اگر حق کے ساتھ قتل ہو (مثلاً یہ کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا ہو تو قصاص میں حکم شرعی کے مطابق قتل کر دیا جائے گا۔) (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) میدانِ جہاد سے پشت پھیر کر چل دینا (۷) پاکدامن باایمان عورتوں کو تہمت لگانا جن کو بُرائی کا دھیان تک نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷ از بخاری و مسلم)

زنا، چوری، شراب خوری، لوٹ مار، مالِ غنیمت میں خیانت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زانی زنا کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا اور چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا اور جو شخص شراب پی رہا ہو وہ شراب پیتے وقت مؤمن نہیں ہوتا، اور جو شخص مال لوٹ رہا ہو جس کی طرف لوگ (حیرانی سے) آنکھیں اٹھائے ہوئے ہوں وہ لوٹتے وقت مؤمن نہیں ہوتا، اور جو شخص مالِ غنیمت میں خیانت کر رہا ہو وہ خیانت کرتے وقت مؤمن نہیں ہوتا، لہٰذا تم ان گناہوں سے بچو! ان گناہوں سے بچو! (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷ از بخاری و مسلم)

منافقت کی چار خصلتیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جس میں چار خصلتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں منافقت کی ایک خصلت ہوگی جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے (وہ چار خصلتیں یہ ہیں)

(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۳) جب عہد کرے تو دھوکہ دے (۴) جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷ از بخاری و مسلم)

نماز کی پابندی نہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ (ایک مرتبہ) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی کی اس کے لئے قیامت کے دن نماز نور ہوگی اور (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی اور (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لئے نماز نہ نور ہوگی، نہ (اس کے ایمان کی) دلیل ہوگی نہ (اس کی) نجات (کا سامان) ہوگی اور یہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون (اور اس کے وزیر) ہامان اور (مشہور مشرک) اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۵۹ از احمد، دارمی، بیہقی فی شعب الایمان)

قصداً نماز چھوڑنا، شراب پینا

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اگرچہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے، اور فرض نماز قصداً نہ چھوڑنا، کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے (اللہ کا) ذمہ بری ہوگیا۔ اور شراب مت پی کیونکہ وہ ہر برائی کی چابی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۵۹ از ابن ماجہ)

منافق کی نماز

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ یہ منافق کی نماز ہے (جو) بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب

اس میں زردی آجاتی ہے اور وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو سجدہ کا نام کرنے کے لئے) چار ٹھونگیں مار لیتا ہے۔ ان ٹھونگوں میں اللہ تعالیٰ کو ذرا سا یاد کر لیتا ہے۔

ف :۔ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج چھپنے سے پہلے شیطان اس کے سامنے کھڑے ہو کر سینگوں کو ہلاتا ہے جس سے جگمگاہٹ محسوس ہوتی ہے اور سورج کے پجاری اس کی عبادت کرتے ہیں۔

نماز کی چوری

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ چوری کرنے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بُرا شخص وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! نماز سے کیسے چوری کرتا ہے؟ فرمایا کہ نماز کا رکوع اور سجدہ پُورا ادا نہیں کرتا (یہ نماز کی چوری ہے)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۸۳ از احمد)

جماعت ترک کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے البتہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پس لکڑیاں جمع کردی جائیں پھر میں نماز کا حکم دوں جس کے بعد نماز کے لئے اذان دے دی جائے پھر میں کسی کو حکم دوں جو لوگوں کا امام بن جائے پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے، پس اس حال میں کہ وہ گھروں کے اندر ہوں ان کے گھروں کو جلادوں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (جو لوگ باجماعت نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے) ان میں سے اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ اسے گوشت کی ایک چکنی ہڈی مل جائے گی یا بکری کے دو اچھے کھُر مل جائیں گے تو ضرور عشاء (کی نماز) میں حاضر ہوجاتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۹۵، از بخاری ومسلم)

ف :۔ جو لوگ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے ان کے بارے میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے اور ایسے لوگوں کی صفت حُبّ دنیا اور خستِ طبع ظاہر کی گئی ہے کہ ذری چکنی ہڈی یا بکری

کے دو گھڑوں کے لئے آسکتے ہیں مگر مسجد میں نہیں آسکتے۔

نماز جمعہ چھوڑنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا جو جمعہ کی نماز سے رہ جاتے ہیں کہ البتہ تحقیق میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو حکم دوں جو لوگوں کو نماز پڑھائے پھر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو جمعہ (کی نماز) سے رہ جاتے ہیں (یعنی جمعہ میں نہیں آتے) اور اس حال میں جلاؤں جبکہ یہ لوگ گھروں میں موجود ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۱، از مسلم)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جمعوں کو چھوڑنے سے لوگ باز آجائیں ورنہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دے گا پھر ضرور بالضرور غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲۱، از مسلم)

دکھاوے کے لئے عبادت کرنا

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے دکھاوے کے طور پر نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے طور پر روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے طور پر صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۵۵، از احمد)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ایک مرتبہ باہر) تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! پوشیدہ شرک سے پرہیز کرو، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! پوشیدہ شرک کیا ہے؟ فرمایا: انسان نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے پھر اپنی نماز کو خوب کوشش کرکے عمدہ بناتا ہے کیونکہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں، پس یہ پوشیدہ شرک ہے۔

(الترغیب والترہیب ص۶۸ ج۱، از ابن خزیمہ)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، کہ بلاشبہ مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر (چھوٹے شرک) کا خوف ہے صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاکاری (شرک اصغر ہے) جس دن اللہ جل شانہٗ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا (تو ریاکاروں سے) فرمائے گا کہ تم ان لوگوں کی طرف جاؤ جن کو تم دنیا میں دکھاتے تھے پھر دیکھو کیا ان کے پاس کوئی بدلہ ہے۔

(الترغیب والترہیب ص ۶۸ ج ۱)

اور ایک حدیث میں اس طرح سے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا جس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک منادی پکار کر کہے گا کہ جس نے کوئی عمل اللہ کے لئے کیا ہو اور اس میں کسی دوسرے کو بھی شریک کر دیا ہو تو وہ اپنے اس عمل کا ثواب اسی دوسرے شخص سے لے لے (جس کو شریک کیا تھا) کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کے معاملہ میں سب شریکوں سے بڑھ کر بے نیاز ہے۔ (الترغیب از ابی سعیدؓ ابن ابی فضالہؓ)

غیر اللہ کے لئے نیک عمل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن مُہر کئے ہوئے اعمال نامے لائے جائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائے گا، فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ ان کو ڈال دو اور ان کو قبول کر لو، اس پر فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کی عزت و جلال کی قسم ہم نے تو (ان رد کئے ہوئے اعمالناموں کے بارے میں) خیر کے سوا کچھ نہیں جانا، اس پر اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ بلاشبہ (ان میں جو اعمال درج ہیں) میری رضا کے لئے نہ تھے اور میں صرف وہی عمل قبول کرتا ہوں جو میری رضا کے لئے ہو۔

(الترغیب والترہیب ص ۳۰، ج ۱)

آخرت کے اعمال دنیا کے لئے کرنا

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے کہ اس اُمت کو اس بات کی خوشخبری سنادو کہ ان کو بلندی اور رفعت نصیب ہوگی اور (ان کا) دین (غالب ہوگا) اور زمین میں ان کو اقتدار نصیب ہوگا، پس جو شخص آخرت والا عمل دنیا کے لئے کرے گا آخرت میں اس کے لئے کچھ بھی حصہ نہ ہوگا۔

(الترغیب والترہیب ص۲۳ ج ۱، از احمد وابن حبان وحاکم وبیہقی)

شہرت کے لئے عمل کرنا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ارشاد فرمایئے! ایک شخص جہاد کرتا ہے (اور) اس کا مقصد یہ ہے کہ ثواب بھی ملے اور شہرت (بھی) ہو، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے کچھ بھی (ثواب) نہ ملے گا۔ اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا اور آپ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے رہے کہ اسے کچھ بھی (ثواب) نہ ملے گا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزّ وجل صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے جو صرف خالص اسی کے لئے ہو اور صرف اسی کی رضا مطلوب ہو۔

(الترغیب ص ۵۵ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص لوگوں میں اپنی شہرت چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو (بُرائی کے ساتھ) مشہور کردے گا اور اس کو (لوگوں کی نظروں میں) حقیر اور صغیر (چھوٹا) بنادے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۵۳ از بیہقی)

فرض ہوتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہ دی تو قیامت کے دن اس کا مال (خوب زہریلا) گنجا سانپ بنادیا جائے گا (زہر کی وجہ سے جس کے سر کے بال اُڑ گئے ہوں) اس کی دونوں آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، وہ سانپ قیامت کے دن اس کے گلے کا طوق بنادیا جائے گا پھر وہ

اس کے دونوں باچھوں کو پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے (اپنی اس بات کی تائید میں) یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ آخر تک۔"

(مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۵۵ از بخاری)

مقدور رہوتے ہوئے حج نہ کرنا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو حج کرنے سے کسی مجبوری نے یا ظالم بادشاہ نے یا روکنے والے مرض نے نہ روکا پھر وہ بغیر حج کئے مرگیا اور حج نہ کیا تو وہ چاہے تو یہودی ہونے کی حالت میں مرجائے اور اگر چاہے تو نصرانی ہونے کی حالت میں مرجائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صـ۲۲۲ از دارمی)

رمضان کا روزہ چھوڑنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بغیر شرعی اجازت اور بغیر مرض کے رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو ساری عمر کے روزے رکھنے سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوسکتی اگرچہ اس کی قضا بھی رکھ لے (کیونکہ رمضان میں روزے رکھنے سے جو فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ بلا رمضان حاصل نہیں ہوتی اگرچہ ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لینے سے فقہی اعتبار سے قضا کی تعمیل ہوجائے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح صـ۱۷۷ از ترمذی ابوداؤد وغیرہ)

ف:۔ رمضان کے روزے رکھنا فرض ہے ان ارکان اسلام میں سے ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے، رمضان کا ایک روزہ بغیر عذر شرعی کے چھوڑ دینا سخت گناہ ہے۔

قرآن پڑھ کر بھول جانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کئے گئے یہاں تک کہ تنکا وغیرہ مسجد سے کوئی شخص

نکال دے (تو میں نے اس کو بھی ثواب کے کاموں میں دیکھا) اور مجھ پر میری اُمت کے گناہ (کے کام) پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت دے دی جائے پھر وہ اس کو بھول جائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۶۹ از ترمذی، ابوداؤد)

حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے پھر بھول جاتا ہے وہ ضرور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ کوڑھی ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۹۱ از ابوداؤد، دارمی)

بدعت جاری کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ بات مردود ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۷ از بخاری ومسلم)

علمیت جتانے یا لوگوں کو معتقد بنانے کیلئے علم دین حاصل کرنا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ عالموں سے مقابلہ کرے یا بے وقوفوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف جھکائے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۴ از ترمذی)

دنیا کے لئے علم دین حاصل کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس علم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کی جاتی ہے ایسے علم کو جس نے دنیا

کا کچھ سامان ملنے کے لئے حاصل کیا تو یہ شخص جنت کی خوشبو (بھی) نہ پائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۴ از احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

علم دین چھپانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اس نے اس کو چھپا دیا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۴ از احمد، ابوداؤد، ترمذی)

ف:۔ اس سے قرآن وحدیث اور دینی مسائل مراد ہیں جو شخص واقف ہوتے ہوئے معلوم کرنے پر دینی بات نہ بتائے اس کا یہ حشر ہوگا جو اوپر حدیث میں مذکور ہے۔

جو بات حدیث نہ ہو اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

(صحیح مسلم ص۷ جلد اول)

اولیاء اللہ سے دشمنی کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۹۷ از بخاری)

ف:۔ جو لوگ اخلاص کے ساتھ دینی علوم واعمال میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اُن سے دشمنی کتنی بڑی بدبختی ہے؟ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

دوسرے کی زمین دبالینا

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بالشت بھر بھی زمین کا کوئی حصہ ظلم کے طور پر لے لیا قیامت کے دن اس زمین کا حصہ اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا اور یہ طوق ساتوں زمینوں کا ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۴ از بخاری و مسلم)

حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جس کسی بھی شخص نے بطور ظلم بالشت بھر زمین لے لی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن حکم دیں گے کہ اس کو اتنا کھودے کہ ساتویں زمین کے آخر تک پہونچ جائے اس کے بعد زمین کے اس حصہ کو اس کے گلے کا طوق بنا دیں گے جو قیامت کے دن کے ختم ہونے تک اس کے گلے کا طوق رہے گا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلے ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۶ از احمد)

بغیر بُلائے دعوت میں جانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو دعوت (طعام) دی گئی پھر اس نے اس کو قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اور جو شخص بغیر بلائے آکر کھانے میں شریک ہوگیا) وہ چور[1] ہو کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۸ از ابوداؤد)

---

[1] چور ہو کر داخل ہونا تو واضح ہے کیونکہ جو شخص بغیر بلائے جاتا ہے وہ صاحب خانہ کی بے خبری میں داخل ہوتا ہے اور اگر صاحب خانہ لحاظ میں خاموش رہ جائے تو کم از کم اس کی اپنی نیت تو یہی ہوتی ہی ہے کہ صاحب خانہ مجھے نہ دیکھے اور ایسا شخص جب کھا کر نکل جائے تو اُسے لٹیرا اس لئے فرمایا کہ لوٹ مار کرنے والوں کی طرح سب کے سامنے دوسرے کا مال پیٹ میں بھر کر چل دیا۔

حرام مال کھانا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہوگا جو حرام سے پلا ہو اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پلا ہو دوزخ ہی اس کی زیادہ مستحق ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۲ از احمد، دارمی، بیہقی)

حرام مال کما کر اپنے پیچھے چھوڑ جانا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی بندہ حرام مال کمائے گا پھر اس میں سے صدقہ کرے گا تو وہ قبول نہ ہوگا۔ اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ اور مال حرام کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ مال اس کے لئے دوزخ میں لے جانے والا توشہ ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۲ از احمد)

سُود کھانا

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کا ایک درہم جسے انسان کھالے اور وہ جانتا ہو (کہ یہ سود کا ہے) تو (اس کا گناہ) چھتیس۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۵ از احمد، دارقطنی)

سود کا کاتب اور گواہ بننا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہ بننے والوں پر اور فرمایا کہ (گناہ میں) یہ سب برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۴ از مسلم)

شراب، مردار، سؤر اور بتوں کو فروخت کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جبکہ آپ مکہ میں تشریف فرما تھے یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حرام فرمایا شراب کی بیع کو، اور مردار کی بیع کو، اور سود کی بیع کو اور بتوں کی بیع. کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیونکہ یہ کشتیوں کو کو ملی جاتی ہیں اور چمڑوں کو لگائی جاتی ہیں اور اُن کے ذریعہ لوگ (چراغ جلاکر) روشنی حاصل کرتے ہیں، فرمایا نہیں! (ان کو بھی کام میں نہ لو کیونکہ) یہ بھی حرام ہیں پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے یہودیوں پر، کیونکہ جب اللہ نے ان پر مردار کی چربیوں کو حرام فرمادیا تو ان کو (پکا اور پگھلا کر اور ان میں کچھ ملا کر) خوبصورت بنالیا (تاکہ چربی کی ظاہری صورت باقی نہ رہے) پھر اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت کھا گئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۱ از بخاری ومسلم)

ناپ تول میں کمی کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہ بلاشبہ دو ایسی چیزیں تمہارے سپرد کی گئی ہیں جن کے بارے میں تم سے پہلے گذشتہ امتیں ہلاک ہوچکی ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۵۰ از ترمذی)

ف:۔ ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے گذشتہ امتیں اس فعل بد کی وجہ سے ہلاک ہوچکی ہیں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے، یہ قوم ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔

رشوت کا لینا دینا، اور اس کا واسطہ بننا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے پر۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۶ از ابو داؤد، ابن ماجہ)

ف:- اس مضمون کی حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے کا واسطہ بنے اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۶ از مسند احمد و بیہقی فی شعب الایمان)

ٹیکس وصول کرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۲ از احمد، ابو داؤد، دارمی)

ف:- جن مالوں کا وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے (جیسے کسٹم ڈیوٹی، شہروں اور قصبوں میں داخل ہونے پر چُنگی، اِنکم ٹیکس وغیرہ سب اس میں شامل ہیں) وصول کرنے والے اور وصول کرانے والے سب حرام کے مرتکب ہیں۔

جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی کا حق مارنا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے کسی مسلمان کا حق اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ حاصل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ واجب فرما دے گا اور اس پر جنت حرام فرما دے گا۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ اگرچہ معمولی سی چیز ہو! آپ نے فرمایا اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہی ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۶ از مسلم)

کسی کے مال پر جھوٹا دعویٰ کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ شخص ہم میں سے (یعنی مسلمانوں کے گروہ سے) نہیں ہے اور اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۷ از مسلم)

ضرورت کے وقت غلہ روکنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دوسری جگہ سے (شہر یا بستی میں) غلہ لے کر آئے جس سے لوگوں کو خوراک ملتی ہے) ایسا شخص مرزوق ہے (یعنی اللہ اس کو رزق دے گا) اور جو شخص (ضرورت کے وقت غلہ روکے رکھے) مہنگائی کا انتظار کرتا ہے ایسا شخص ملعون ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۵۱ از ابن ماجہ)

جھوٹی قسم اور جھوٹی گواہی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا، ماں باپ کو تکلیف پہنچانا، کسی جان کو (ناحق قتل کرنا (جس کے قتل کی شرعاً اجازت نہ ہو)، جھوٹی قسم کھانا (بخاری)

بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں الیمین الغموس کے بجائے شَهَادَةُ الزُّور کا ذکر ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۷ از بخاری و مسلم)

ف:۔ جھوٹی قسم کو یَمِیْن غَمُوْس فرمایا ہے، مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے اول تو قسم اس کو گناہ میں گھسا دیتی پھر قیامت کے دن دوزخ میں گھسا دے گی اس لئے

اس کا نام غموس رکھا گیا۔

شَهَادَةُ الزُّوْرِ یعنی جھوٹی گواہی دینا بھی سخت گناہ ہے، بہت سے لوگ کسی کا مال دبانے کے لئے یا کسی عزیز کو مقدمہ جتانے کے لئے جھوٹی گواہی دیتے ہیں اور بعض لوگوں نے تو یہ پیشہ بنا رکھا ہے کہ روزانہ کچہری میں چلے گئے اور چند روپے لئے اور جھوٹی گواہی دے آئے جھوٹی گواہی دینا اور اس پر پیسے لینا دونوں سخت حرام ہیں جھوٹی قسم کھا کر جو رقم لی گئی وہ بھی حرام ہے۔

اس حدیث میں چند بڑے گناہ شمار کرائے ہیں دوسری احادیث میں دوسرے کبیرہ گناہوں کا تذکرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جس شخص نے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۹۶ از ترمذی)

گناہ کی نذر ماننا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی نذر مانی تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے (یعنی نذر پوری کرے)، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مان لے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۹۷ از بخاری)

ف:- گناہ کی نذر ماننا گناہ ہے اور اس نذر کا پورا کرنا بھی گناہ ہے جو شخص گناہ کی نذر مان لے وہ اس کو پورا نہ کرے اور اس کا وہی کفارہ دیدے جو قسم کا کفارہ[1] ہے۔

---

[1] ومن کان نذر فی معصیة فذلك للشیطان ولا وفاء فیه ویکفره ما یکفر الیمین (مشکوٰۃ ص۲۹۹)

خودکشی کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی وہ ہمیشہ ہمیش دوزخ کی آگ میں (پہاڑ سے) گرتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر خودکشی کی اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا ہمیشہ ہمیش دوزخ کی آگ میں اس کو پیتا رہے گا اور جس نے کسی لوہے کے ذریعے خودکشی کی تو اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۹۹ از بخاری و مسلم)

ف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر خودکشی کرے وہ دوزخ میں اپنا گلا گھونٹے گا اور جو شخص نیزہ کے ذریعہ خودکشی کرے وہ دوزخ میں (اپنے اندر) نیزہ گھونپے گا۔

(بخاری)

قتلِ مؤمن

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر گناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا سوائے اس شخص کے جو مشرک ہونے کی حالت میں مرے یا وہ شخص جو کسی مؤمن کو قصداً قتل کردے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۰۱ از ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آسمان و زمین والے سب مل کر کسی مؤمن کے خون میں شریک ہوں (یعنی اسے قتل کردیں) تو ضرور اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۰۰ از ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مؤمن کے قتل میں ذرا سے کلمہ کے ذریعہ بھی مدد کی تو وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ "یہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۰۲ از ابن ماجہ)

زنا اور سود بربادی کا سبب ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی آبادی میں زنا اور سود خوری کا رواج ہو جاتے تو ان لوگوں نے اپنی جانوں پر اللہ کا عذاب نازل کر لیا۔

(الترغیب والترہیب ص۲۷۸ ج ۲ عن مستدرک الحاکم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے زنا کیا اور شراب پی اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو اس طرح نکال دے گا جیسا کہ انسان اپنے سر سے کرتے کو نکال دیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ص۲۷۳ ج۲ از مستدرک)

ف:۔ بعض روایات میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے زنا کیا ایمان اس کا نکل گیا پس اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے گا۔ (وعند الطبرانی عن رجل من الصحابة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من زنی خرج منه الایمان فان تاب تاب اللہ علیہ)

(الترغیب والترہیب ص۲۷۳ ج ۳)

زناکاری کا وبال

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی ایسی عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر موجود نہیں ہے تو اللہ

تعالیٰ قیامت کے دن اس پر ایک اژدھا مسلط فرمادے گا۔

(الترغیب والترہیب ص۲۷۹ ج۳ من الطبرانی فی الاوسط الکبیر)

ف:۔ چونکہ زنا عموماً شوہر والی عورت سے اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ شوہر موجود نہ ہو، اس لئے مذکورہ بالا حدیث میں یہ فرمایا کہ جس کا شوہر موجود نہ ہو، اگر کسی کا شوہر موجود ہو اور دیوث ہو اور زنا کاری کی اجازت ہو تو زنا تب بھی حرام ہے۔

بڑھاپے میں زنا کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہ فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا ۱؎ بوڑھا زناکار ۲؎ جھوٹا بادشاہ ۳؎ تنگ دست متکبر۔

(الترغیب والترہیب ص۲۷۵ ج۳ از مسلم ونسائی)

کسی مرد یا عورت سے اغلام کرنا سبب لعنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو اپنی بیوی کے پیچھے والے حصہ میں شہوت پوری کرے۔

(مشکوٰۃ ص۲۷۶ از احمد وابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا جس نے کسی مرد یا کسی عورت سے پیچھے کے راستہ سے شہوت پوری کرے۔

(الترغیب والترہیب ص۲۸۹ ج۳ از ترمذی ونسائی وابن حبان)

ف:۔ اپنی بیوی یا کسی لڑکے یا کسی مرد سے اغلام کرنا سخت حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے کہ جو شخص عورتوں کے پیچھے والے راستہ میں آیا (یعنی اس جگہ اپنی شہوت پوری کی) تو اس نے کفر کا کام کیا۔

(الترغیب والترہیب صفحہ ۲۹ ج ۳ من الطبرانی فی الاوسط)

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو تین بار ملعون قرار دیا جو لوط علیہ السلام کی قوم والا کام کرے۔

(الترغیب ج ۲ ص ۲۸۶)

مزدور کی مزدوری روک لینا اور آزاد کو بیچ دینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن میں تین شخصوں پر دعویٰ کرنے والا بن جاؤں گا (۱) جس نے میرے نام کو واسطہ بنا کر عہد کیا اور پھر دھوکہ دیا (۲) وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا (۳) وہ شخص جس نے کسی شخص کو مزدوری پر رکھ کر کام لے لیا اور اس کی مزدوری نہ دی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۸ از بخاری)

جو لوگ عورتوں اور بچوں کو بیچ دیتے ہیں اس سے عبرت حاصل کریں۔

چوری کرنے کی سزا

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا (بموجب حکم قرآنی) اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۴ از ترمذی)

لوٹ مار کرنے والا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو لوٹنے کا کام کرے یا (کسی کا مال) چھیننے یا چھیننے کا مشورہ دے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۳۷)

خیانت کرنے والا

حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہم پر (یعنی مسلمانوں پر) ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور جو شخص ہمارے ساتھ خیانت کا معاملہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰۵ از مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ شرکت میں جو دو آدمی کام کر رہے ہیں میں ان کا تیسرا ہوتا ہوں (یعنی دونوں کی مدد کرتا ہوں) جب تک کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کی خیانت نہ کرے پس جب ان میں سے کوئی خیانت کر لیتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۴ از ابوداؤد)

بدعہدی کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا ہو اور یہ نہ فرمایا ہو کہ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کو پورا کرنے والا نہیں (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۵ از بیہقی)

دھوکہ دینا

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر دھوکہ دینے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جو اس کے دھوکے کے بقدر بلند کیا جائے گا (پھر فرمایا کہ) خبردار! جو شخص عوام کا امیر ہو اس کے غدر یعنی دھوکہ سے بڑھ کر کسی کا غدر نہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۲ از مسلم)

ف:۔ دوسری روایات میں ہے کہ قیامت کے دن ہر غدر کرنے والے (یعنی دھوکہ دینے والے) کے لئے ایک جھنڈا ہوگا جو اس کے پائخانہ کے مقام پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اس کے ذریعہ پہچانا جائے گا اور یوں کہا جائے گا کہ فلاں کے بیٹے فلاں کا دھوکہ ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۳ از بخاری و مسلم)

رعیت کے حق میں خیانت کرنا

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو بھی کوئی شخص مسلمانوں میں سے کسی رعیت کا والی (حاکم) بنا پھر اس حال میں مر گیا کہ وہ ان کے حق میں خیانت کرنے والا تھا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس پر جنت حرام فرما دے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۱ از بخاری و مسلم)

امام عادل اور امام ظالم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا اور سب سے زیادہ قریب وہ امام ہوگا جو انصاف کرنے والا تھا (امام سے وہ شخص مراد ہے

اقتدار اعلیٰ حاصل ہو) اور بلاشبہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ سخت عذاب والا شخص امام ظالم ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۲ از ترمذی)

فیصلوں میں ظلم کرنا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں ان میں سے ایک جنت میں ہوگا اور دو دوزخ میں ہوں گے، پس جو جنت میں ہوگا وہ شخص ہوگا جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور (ان میں سے) ایک وہ ہے جس نے حق کو پہچانا اور ظلم کا فیصلہ کیا سو یہ شخص دوزخ میں ہوگا اور (ان میں سے) ایک وہ ہے جو جہالت کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے (اس کو حق اور ناحق کا کچھ پتہ نہیں) سو یہ (بھی) دوزخ میں ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۲۴ از ابوداؤد، ابن ماجہ)

صاحبِ اقتدار لوگوں کی ظلم پر مدد کرنا

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد (ظلم والے) امیر (صاحب اقتدار لوگ) ہوں گے جو شخص اُن کے پاس گیا اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ظلم پر ان کی مدد کی تو وہ (امیروں کے پاس جانے والے) مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں (یعنی میں ان سے بے تعلق ہوں) اور ایسے لوگ میرے پاس حوض پر نہ آئیں، اور جو شخص ان لوگوں کے پاس نہ گیا اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کی اور ظلم پر ان کی مدد نہ کی تو وہ لوگ (یعنی ظالم امیروں سے بچنے والے) میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور یہ لوگ میرے پاس حوض پر آئیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۶۴ از مسلم)

ظلم اور بُخل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں بن کر سامنے آئے گا، اور بُخل (کنجوسی) سے بچو کیونکہ بُخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، اُن کو اس پر آمادہ کیا کہ خون بہائیں اور حرام کاموں کا ارتکاب کریں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۴ از مسلم)

ف: اس حدیث میں دو چیزوں سے منع فرمایا اور ان کے انجام بد سے باخبر فرمایا:

اوّل ظلم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ظلمات بن کر سامنے آئے گا یعنی جس طرح اچھے اعمال قیامت کے دن روشنی کا ذریعہ ہوں گے اسی طرح ظلم اندھیری اور تاریکی کا سبب بنے گا، جیسے اندھیرے میں انسان راہ نہیں پاتا اسی طرح ظلم کرنے والے میدانِ قیامت میں نجات کا راستہ نہ پائیں گے جب تک کہ مظلوموں کے حقوق ادا نہ کر دیں۔

بعض حضرات نے "ظلمات" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ظلم قیامت کے دن سختیاں اور مصائب بن کر سامنے آئے گا، یہ ترجمہ بھی ٹھیک ہے اور مآل اس کا بھی وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا۔

دوم بخل یعنی کنجوسی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ سے پہلی امتیں ہلاک ہوگئیں، کنجوسی کی وجہ سے ان لوگوں نے آپس میں خوں ریزیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو حرام قرار دیا تھا ان کی خلاف ورزی کر کے حرام کاموں کے مرتکب ہوتے، بات یہ ہے کہ کنجوسی مال کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے اور مال کی محبت میں انسان اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے کشت و خون تک سے باز نہیں آتا اور بڑی لاپرواہی سے گناہ کرتا چلا جاتا ہے، پھر یہ چیزیں ہلاکت اور بربادی کا سبب بنتی ہیں، جہاں جہاں مال خرچ کرنا فرض یا واجب ہے وہاں خرچ نہ کرنا بدترین کنجوسی ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور مستحباب میں خرچ نہ کرنا ثواب سے محرومی ہے۔

بندوں کے حقوق تلف کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ (قیامت کے دن) تین قسم کے دفتر ہوں گے۔ ایک دفتر تو وہ ہوگا جس میں لکھے ہوئے گناہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اور یہ شرک کا گناہ ہوگا، اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہ فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور ایک دفتر ایسا ہوگا) کہ اللہ تعالیٰ (اس میں) لکھی ہوئی چیزوں کے فیصلے ضرور فرمائے گا اور فیصلے کئے بغیر نہ چھوڑے گا، یہ بندوں کے آپس کے مظالم ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے بدلہ دلائے گا، اور ایک دفتر ایسا ہوگا جس میں وہ زیادتیاں (درج) ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے بندوں سے سرزد ہوئی ہوں گی، پس اس دفتر کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ پر ہوں گی، اللہ تعالیٰ چاہے اُن کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو معاف فرمادے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۵ از بیہقی)

ف:- اس سے معلوم ہوا کہ بندوں نے آپس میں جو ایک دوسرے پر کسی طرح مالی یا جانی یا آبرو کے متعلق کوئی زیادتی کی ہوگی اس کی معافی نہ کی ہوگی جب تک ان کے بدلے نہ دلائے جائیں اور ان بدلوں کا لین دین نیکیوں اور بدیوں کے ذریعہ ہوگا جیسا کہ آئندہ حدیث میں مذکور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے کسی طرح کا کوئی ظلم اپنے بھائی پر کر رکھا ہو خواہ آبرو ریزی کا ظلم ہو خواہ کسی دوسری طرح کا (مثلاً قرض لے کر نہ دیا ہو یا خیانت، چوری سے مال لے لیا ہو، یا رشوت لی ہو) سو وہ آج ہی (حق ادا کرکے یا معافی مانگ کر یا بدلہ دے کر) حلال کرلیوے اس (دن) سے پہلے جبکہ نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا۔ پس اگر ظلم کرنے والے کے نیک اعمال ہوں گے تو ظلم کے بقدر اس سے لے لئے جائیں گے (اور مظلوم کو دے دیئے جائیں گے) اور اگر ظالم کے نیک اعمال نہ ہوئے تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے (جن کی وجہ سے دوزخ کا عذاب بھگتے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ حضرات صحابہؓ سے دریافت) فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس (غریب بے پیسہ والا) کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو مفلس اُسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو اور مال اور سامان نہ ہو. آپ نے فرمایا بلاشبہ میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، اور (ساتھ ہی اس حال میں) آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، اور کسی کو تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی دوسرے کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا لہٰذا اس کی نیکیاں کچھ اس کو دے دی جائیں گی (اور کچھ اس کو دیدی جائیں گی) پس اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دیتے جائیں گے. پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

قرض ادا کئے بغیر مرجانا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۵۲ از مسلم)

ف :۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے بندوں سے قرض لیا اور نہ اس کو ادا کیا اور نہ ادائیگی کا انتظام چھوڑا تو باوجودیکہ شہادت کا بڑا درجہ ہے اور شہید کا ہر گناہ معاف ہے مگر قرض کی معافی نہیں کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ جن کبیرہ گناہوں سے اللہ جل شانہ نے (خصوصیت اور اہمیت کے ساتھ) روکا ہے (جیسے شرک، سحر، قتل ناحق، عقوق الوالدین وغیرہ) کے بعد سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ آدمی اس حال میں مرجائے کہ اس پر قرضہ ہو اور اس نے اس کی ادائیگی کا انتظام نہ چھوڑا ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۵۳ از احمد، ابوداؤد)

آپس میں بغض رکھنا

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی قوموں کا مرض تمہارے پاس آپہنچا ہے، وہ حسد ہے، اور بُغض کی صفت مونڈ دینے والی ہے، (پھر فرمایا کہ) میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۲۸ از احمد و ترمذی)

حسد کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۲۸ از ابوداؤد)

ف:- اللہ جل شانہٗ اپنے بندوں کو نعمتوں سے نوازتا ہے اور حسد کرنے والے حسد میں جلے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو جو چاہے دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے لیکن حاسد کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ منظور نہیں لہٰذا حسد میں جلتا رہتا ہے، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ۔

بدگمانی کرنا اور دوسروں کے حالات کا تجسُّس کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ گمان کرنے سے بچو کیونکہ گمان سب باتوں سے زیادہ جھوٹی بات ہے، اور دوسروں کے حالات معلوم کرنے کے لئے آنکھ، کان وغیرہ کا استعمال نہ کرو، اور کسی کے حالات کی ٹوہ میں نہ لگو، اور دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ، اور آپس میں حسد نہ کرو، اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو، اور ایک روایت میں

یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کے مفاد کو نقصان پہنچاتے ہوئے اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر مقابلہ بازی نہ کرو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۷ از بخاری ومسلم)

پڑوسی کو ستانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۲ از مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مدعی و مدعی علیہ دو پڑوسی ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۵ از احمد)

مسلمان کو نقصان پہنچانا یا اس کے ساتھ مکاری کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی مؤمن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۸ از ترمذی)

کسی کی آبروریزی کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات میرے رب نے مجھے معراج کرائی میں ایسے لوگوں پر گذرا جن کے تانبہ کے ناخن تھے (جن سے) وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے، میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں اور اُن کی آبرو

ریزی کرتے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۹ از ابوداؤد)

ف:۔ کسی بھی طرح سے بے آبرو کرنا مثلاً آگے پیچھے کسی کے بارے میں بُرے کلمات کہنا غیبت کرنا، طعن و تشنیع کرنا، یہ وعید ان سب صورتوں کو شامل ہے۔

کسی کو تہمت لگانا

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے کسی منافق کی بدگوئی سے بچاتے ہوئے کسی مومن کی حمایت کی اللہ تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کے لئے ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کو دوزخ کی آگ سے بچاتے گا، اور جس نے کسی مسلمان پر کسی چیز کی تہمت لگائی جس سے اس کو عیب دار بتانا مقصود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پُل پر روک دے گا یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے نکل جائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۴، از ابوداؤد)

ف:۔ کہی ہوئی بات سے نکل جائے، یعنی کسی پر جو تہمت رکھی ہے اس کو صحیح ثابت کردے اور جھوٹی بات کو صحیح ثابت کرنا ممکن نہیں ہوسکتا، لہٰذا اب یہی صورت ہوسکتی ہے کہ جس پر تہمت رکھی ہے اس کو راضی کرے یا اس کے گناہ اپنے سر لے کر سزا بھگتے۔

جوا کھیلنے والا اور احسان جتانے والا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عاق اور جوئے باز اور (کچھ دے کر) احسان جتانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۸ از دارمی)

ف:۔ جو شخص ماں باپ کو ستاتے ان کی نافرمانی کرتا ہو ان کے حقوق ادا نہ کرتا ہو وہ

عاق ہے بلکہ جو شخص دوسرے رشتہ داروں سے قطع رحمی کا معاملہ رکھے لفظ عاق اس کو بھی شامل ہے حدیث کے شارحین نے عقوق کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ اس حدیث میں عاق اور جوئے باز اور احسان جتلانے والے اور شراب کی عادت رکھنے والے کے بارے میں فرمایا ہے کہ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

شراب والے دس آدمیوں پر لعنت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت بھیجی (۱) شراب بنانے والے پر (۲) شراب بنوانے والے پر (۳) اس کے پینے والے پر (۴) اس کے اٹھانے والے پر (۵) جس کی طرف اٹھا کر لیجائی جائے اس پر (۶) اس کے پلانے والے پر (۷) اس کے بیچنے والے پر (۸) اس کی قیمت کھانے والے پر (۹) اس کے خریدنے والے پر (۱۰) جس کے لئے خریدی جائے اس پر۔

(مشکوٰۃ ص۲۴۲ از ترمذی، ابن ماجہ)

ف:- ہر شخص غور کرے کہ خود وہ یا اس کے گھر کا کوئی فرد، یا کوئی عزیز و قریب یا دوست کسی حیثیت سے مذکورہ اسباب لعنت میں تو گرفتار نہیں؟

نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پینے کی جو بھی چیز نشہ لائے وہ حرام ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۷ از بخاری و مسلم)

نشہ لانے والی چیز کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ لائے اس کا تھوڑا سا حصہ بھی حرام ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۷ از ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

نشہ پینے والے کی سزا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والی چیز پیئے گا اللہ تعالیٰ اس کو طِينَةُ الْخَبَالِ پلائے گا، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ طِينَةُ الْخَبَالِ کیا ہے؟ فرمایا دوزخیوں کا پسینہ یا (فرمایا) دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۷ از مسلم)

باجے بجانا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب جہانوں کے لئے رحمت اور سب جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب عزوجلیل نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ گانے بجانے کے سامان مٹادوں اور بتوں کو اور صلیب کو بھی مٹادوں (عیسائی جس کی تعظیم کرتے ہیں) اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں اور میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ بندوں میں سے جو بھی کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پئے گا اسے ضرور اسی قدر پیپ پلاؤں گا، اور جو بھی کوئی بندہ شراب کو میرے خوف سے چھوڑے گا اس کو مقدس حوضوں سے پلاؤں گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۸ از احمد)

ڈھولک بجانا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا شراب سے اور جوئے سے اور ڈھولک سے اور غبیراء سے اور فرمایا کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۸ از ابوداؤد)

ف:۔غبیرا، اس زمانے میں ایک شراب تھی جسے اہل حبشہ جوار سے بنایا کرتے تھے، ان چند روایات سے معلوم ہوا کہ شراب کی ہر قسم حرام ہے کم ہو یا زیادہ، اور گانا بجانا بھی حرام، ڈھولک سارنگی ہارمونیم وغیرہ گانے بجانے کا سامان "معازف ومزامیر" میں شامل ہے جس کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کو مٹانے کے لئے آیا ہوں۔

دیوّث بننا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے اوّل وہ شخص جو شراب پیتا رہتا ہے دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرتا ہو، تیسرا دیوث جو اپنے اہل وعیال میں بُرے کام (یعنی زنا اور زنا کے متعلق چیزوں کو) ہونے دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۱۸ از احمد ونسائی)

کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہنا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص جب کسی دوسرے کو فاسق کہے یا کافر کہے تو اس کا یہ کلمہ اسی پر لوٹ آتا ہے اگر وہ ایسا نہ ہو جس کے بارے میں فاسق یا کافر کہا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۱ از بخاری)

گالی دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مسلمان سے گالی گلوچ کرنا بڑی گنہگاری ہے اور اس سے قتال یعنی جنگ کرنا کفر ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۱ از بخاری ومسلم)

جھوٹ بولنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ جھوٹ بولے تو فرشتہ اس کی بات کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۳ از ترمذی)

چغلی کھانا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۲ از بخاری ومسلم)

دوغلہ پن اختیار کرنا

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۳ از دارمی)

طعن کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مؤمن طعن کرنے والا اور لعنت بکنے والا اور بدعمل اور بدزبان نہیں ہوتا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۳ از ترمذی)

کسی پر لعنت کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ مومن لعنت بکنے والا نہیں ہوتا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۳ از ترمذی)

حضرت سُمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ آپس میں یوں نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، اور نہ ایک دوسرے کو یوں کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، اور نہ یوں کہو کہ تو دوزخ میں جائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۳ از ترمذی، ابوداؤد)

کسی کی نقل اتارنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک واقعہ بیان فرمایا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (ایک دوسری بیوی) صفیہ کا چھوٹا قد بتانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اتنی سی ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تو نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اس کو بگاڑ کر رکھ دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۴ از ترمذی و ابوداؤد)

والدین کو ستانا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۹ از ترمذی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جتنے بھی گناہ ہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو معاف فرمادے گا لیکن ماں باپ کا ستانا ایسا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موت سے پہلے زندگی میں اس کی سزا دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۱ از بیہقی)

قطع رحمی کرنا

حضرت عبداللہ بن ابی اَوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جس قوم میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو ان پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۰ از بیہقی)

ف:۔ والدین اور دیگر رشتہ داروں سے تعلق نہ رکھنے کو قطع رحمی کہا جاتا ہے، اس کا بڑا وبال ہے۔ دیکھئے سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگوں پر رحمت نازل نہیں ہوتی جن میں قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔

قطع تعلق کا گناہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ انسان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔ ملاقات ہوتی ہے تو یہ ادھر کو منہ پھیر لیتا ہے اور یہ اُدھر کو منہ پھیر لیتا ہے، اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو (قطع تعلق ختم کرنے کے لئے) خود سے سلام کی ابتدا کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۷ از بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی مؤمن کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ کسی مؤمن سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق کرے پس اگر تین دن گذر جائیں تو اس سے ملاقات کرکے سلام کرے، پس اگر اس دوسرے شخص نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں ثواب میں شریک ہوگئے اور اگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گنہ گار رہا اور سلام کرنے والا قطع تعلق (کے گناہ) سے نکل گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۸ از ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھول دیئے جاتے ہیں پھر ہر اُس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناتا ہو، سوائے اس شخص کے جس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے کینہ ہو یعنی کہ دونوں کے دل کینہ اور کھوٹ کپٹ ہو) ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو ابھی مہلت دو (یعنی ان کی بخشش روک دو) یہاں تک کہ آپس میں صلح کرلیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۸ از مُسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے، پس جس نے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور پھر اسی حالت میں مرگیا تو دوزخ میں داخل ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۸ از احمد، ابوداؤد)

حضرت ابوخراش سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جس نے اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑے رکھا (یعنی اتنی مدت تک قطع تعلق جاری رکھا) تو یہ ایسا ہے کہ جیسے اس کا خون بہا دیا ہو (یعنی جان سے مار ڈالا) (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۲۸ از ابوداؤد)

جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کو (نظر رحمت سے) دیکھے گا۔ اور نہ ان کو پاک کرے گا۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ محروم ہوں اور نقصان میں پڑیں، یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو (۱) (کپڑا ٹخنے سے نیچے) لٹکاتا ہو (۲) جو (کسی کے ساتھ سلوک کرکے) احسان جتاتا ہو (۳) جو اپنے بیچنے کے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ چالو کرتا ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۴۳ از مُسلم)

متکبروں کا حشر

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تکبر والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح ہوگا (جسم چیونٹیوں کی برابر ہوں گے اور) صورتیں انسانوں کی ہوں گی، ہر طرف سے اُن پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، ان کو دوزخ کے اُس خانہ کی طرف چلایا جائے گا جس کا نام بُولَس ہے۔ ان پر آگ کو جلانے والی آگ چڑھی ہوگی، ان کو دوزخیوں کے جسم کا نچوڑ پلایا جاتے گا (جس کا نام) طِینۃ الخبال ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۳ از ترمذی)

پیشاب سے نہ بچنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر کا عذاب زیادہ تر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے

(مستدرک حاکم ص۱۸۳ ج ۱)

ف:۔ جو لوگ پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتے یا بغیر استنجاء کئے پیشاب کر کے اُٹھ جاتے ہیں وہ لوگ خاص طور اس حدیث کے مضمون کو پڑھیں اور عمل کی فکر کریں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیجے گا پھر تم دُعا کروگے تو تمہاری دُعا قبول نہ ہوگی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۶ از ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اللہ عزّوجلّ نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں فلاں بستی کو اس کے رہنے والوں سمیت اُلٹ دو، انہوں نے عرض کیا کہ اے رب! ان میں آپ کا ایک ایسا بندہ ہے جس نے پلک جھپکنے کے برابر وقت کے اندر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی (کیا اس کو بھی سزا میں شریک کر لیا جائے؟) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اس بستی کو اس شخص پر اور (اس کے علاوہ) اور سب لوگوں پر اُلٹ دو، کیونکہ اس شخص کا چہرہ کبھی (میرے احکام کی خلاف ورزی کے) بارے میں نہیں بدلا (یعنی خود تو عبادت گذار تھا مگر دوسروں کو گناہ میں لگا ہوا دیکھ کر منع کرنا تو کجا اس کے چہرہ پر کبھی شکن بھی نہیں پڑی)۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۴۳۹ از بیہقی)

زبردستی امام بننے والا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی مقام مقبولیت کی طرف نہیں اٹھائی جاتی۔ ایک وہ شخص جو امام بنا اس حال میں کہ لوگ اس کے امام بننے کو بُرا سمجھتے ہیں، دوسرے وہ عورت جس نے اس حال میں رات گذاری کہ اس کا شوہر اُس سے ناراض ہو، اور تیسرے وہ دو بھائی جن کے آپس کے تعلقات ٹوٹے ہوئے ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۰۰ از ابن ماجہ)

ف:۔ اگر امام شرعاً مستحق امامت ہو اور شریعت کے لحاظ سے کوئی بات قابل اعتراض نہ ہو تو پھر یہ وعید نہ ہوگی۔

لوگوں سے سوال کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان لوگوں سے برابر سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کی ذرا سی بوٹی بھی نہ ہوگی (جسے لوگ دور سے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ سوال کرنے

والا تھا، دنیا میں اپنی آبرو کھوئی تو آخرت میں بھی سب کے سامنے بے آبرو ہو رہا ہے)

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۲ از بخاری و مسلم)

بیویوں میں برابری نہ کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری نہ کرے (جو شرعاً مطلوب ہے) تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہو گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۷۹ از ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

شوہر کی نافرمانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب مرد اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے جس کی وجہ سے شوہر غصہ کی حالت میں رات گذارے تو اس عورت پر صبح ہونے تک فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۸۰ از بخاری و مسلم)

ف:- اگر حالت حیض یا نفاس میں ہو تو مرد پر لازم ہے کہ مخصوص کام سے پرہیز کرے، اور عورت بھی مرد کو اس حالت میں موقع نہ دے۔

عورتوں کا بے پردہ ہونا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۶۹)

ف:- یعنی خود شیطان اور شیطان کے وسوسوں پر عمل کرنے والوں کی نظریں اس پر گڑ جاتی ہیں، نظر کا گناہ تو اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جب عورت پر نظر ڈالی اور اصلی زنا کے لئے

بے پردگی پیش خیمہ بن جائے گی۔

سُسرالی رشتہ داروں سے پردہ نہ کرنا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (محرم) عورتوں کے پاس نہ جاؤ، ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! عورت کے سُسرالی رشتہ کے مردوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ سُسرالی رشتہ کے مرد تو (اس کے لئے) موت ہے۔ [لہ]

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۶۸ از بخاری و مسلم)

نامحرم عورتوں کے پاس جانا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب بھی کوئی (نامحرم) تنہائی میں عورت کے ساتھ ہوگا تو وہاں ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ضرور ہوگا۔ (جو اُن کو بُرائی پر آمادہ کرے گا)

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۶۹ از ترمذی)

کسی کا سَتر دیکھنا یا اپنا سَتر دکھانا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اے علی! اپنی ران (دوسرے کے سامنے ظاہر نہ کرو اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف مت دیکھو۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۶۹ از ابوداؤد، ابن ماجہ)

لہ مطلب یہ ہے کہ جیٹھ اور سُسرال کے دوسرے رشتہ داروں سے پردہ کرنا اور ان کو تنہائی میں آنے سے روکنا تو اور زیادہ ضروری ہے کیونکہ ان سے ایسی ویسی بات کا زیادہ خطرہ ہے، ان سے تو ایسے بچنا چاہئے جیسے موت سے بچتے ہیں ۱۲

جس کی خوراک ذمہ ہو اس کو ضائع کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے گناہ گار ہونے کو یہ کافی ہے کہ جن کی خوراک اس کے ذمہ ہے ان کو ضائع کر دے (یعنی ان کو کھانے کو نہ دے)

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۹ از مسلم)

ف:- بیوی بچے، ماں باپ، جانور جس کی خوراک بھی ذمہ ہو اس حدیث کے عموم میں سب داخل ہیں۔ سب کی خوراک کا فکر رکھنا لازم ہے۔

حالت حیض میں جماع کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے حیض والی عورت سے جماع کیا یا کسی عورت کے پیچھے والے حصہ میں شہوت پوری کی یا کسی ایسے شخص کے پاس آیا جو غیب کی خبریں بتاتا ہو تو اس نے اس چیز (یعنی قرآن) کے ساتھ کفر کیا جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۶ از دارمی)

کسی کی بیوی کو شوہر سے متنفر کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے حق میں بگاڑ دے یا کسی غلام کو اس کے آقا کے حق میں بگاڑ دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۸۲ از ابوداؤد)

ف:- "شوہر کے خلاف بگاڑ دے" یعنی سمجھا بُجھا کر اُسے شوہر کے خلاف چڑھا دے اور بہکا کر پھسلا کر اس کی مخالف بنا دے، بہت سے لوگوں کو لڑوانے کی عادت ہے، یہ لوگ میاں بیوی کو لڑوانے سے بھی نہیں چُوکتے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی

کی بیوی کو اس کے خلاف کر دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

نسب بدلنا

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے جانتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا باپ بنایا تو اس پر جنت حرام ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۸۷ از بخاری ومسلم)

ف:۔ آج کل نسب بدلنے کی بُری وبا چلی ہے، بڑی ڈھٹائی کے ساتھ لوگ سادات یا شیوخ صدیقی فاروقی عثمانی عَلَوی رضوی بن جاتے ہیں اور اس حدیث کی وعید کے مستحق ہوتے ہیں۔

نجومی اور کاہن کے پاس جانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی ایسے شخص کے پاس آیا جو غیب کی خبریں بتاتا ہو پھر اس کی بات کی تصدیق کی اور اسی طرح وہ شخص جس نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے اپنا خاص کام کیا یا اپنی بیوی کے پیچھے کے راستہ سے خواہش پوری کی تو (ان کاموں میں سے جس نے کوئی کام کرلیا) وہ اس دین سے بَری ہو گیا، جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۹۳ از احمد، ابوداؤد)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی ایسے شخص کے پاس آیا جو غیب کی خبریں بتاتا ہو تو چالیس رات اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو گی (اس سے رات مع چالیس دن مراد ہیں عربی کا محاورہ جب اس طرح بولتے ہیں تو چالیس رات دن کا عرصہ مراد ہوتا ہے)۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۹۳ از مسلم)

غیبت کا گناہ

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵ از بیہقی)

عورت کا خوشبو لگا کر مردوں پر گذرنا زنا ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (غیر محرم کو دیکھنے والی) ہر آنکھ زانیہ ہے۔ اور عورت جب خوشبو لگا کر کسی مجلس کے قریب سے گذرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔

(الترغیب والترہیب ص ۳؍۸۴ از ابو داؤد و ترمذی)

بدنظری زنا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں اور شرمگاہ زنا کرتی ہے۔

(الترغیب والترہیب ص ۳؍۳۶ از احمد)

ف:۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آنکھوں کا دیکھنا زنا ہے اور زبان کا بولنا زنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور دل خواہش کرتا ہے اور آرزو رکھتا ہے، اور شرم کی جگہ اس خواہش کو سچی یا جھوٹی کر دیتی ہے (یعنی موقع لگ گیا تو اصل گناہ ہو جاتا ہے ورنہ رہ جاتا ہے۔ لیکن دوسرے اعضاء کا زنا جو ہوا اس کا گناہ لکھا جاتا ہے، نفسانی خواہش سے جو نظر ڈالی جائے جو بات سنی جائے یا جو بات کی جائے اور جو چھوا جائے اور جو بری جگہ چل کر جایا جائے یہ سب اعضاء کا زنا ہے۔

غیروں کی مشابہت اختیار کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ اُنہی میں سے ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۷۵ از احمد، ابوداؤد)

ف:۔ جو شخص اعتقاد یا عمل یا شکل وصورت میں کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُنہی میں سے شمار ہوگا۔

ڈاڑھی منڈانا یا کاٹنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ڈاڑھیوں کو خوب بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب اچھی طرح سے کاٹو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۸۰ از بخاری ومسلم)

ف:۔ ڈاڑھی مونڈنا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔

مونچھیں بڑھانا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی مونچھیں نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۸۱ از احمد، ترمذی، نسائی)

ف:۔ ان لوگوں کو اس سے نصیحت حاصل کرنا لازم ہے جو خوب بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں اور مونچھیں کاٹنے کو شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

عورتوں کا بالوں میں بال ملانا اور جسم گودوانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے لعنت بھیجی بالوں میں بال ملانے والی پر اور بالوں میں بال ملوانے والی اور گودنے والی پر اور گودانیوالی پر۔

(الترغیب والترہیب ص ۱۲۰ ج ۳ از بخاری و مسلم)

ف:۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ سر کے بال پھیلانے اور بڑے کرنے کے لئے عورتیں دوسری عورتوں کے بال ملوالیا کرتی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملانے والی ملوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے، اور کچھ عورتیں جسم گودا کرتی تھیں جس کا طریقہ یہ تھا کہ سوئی وغیرہ سے جسم میں نشان کر کے سرمہ وغیرہ بھر دیتی تھیں اور یہ طریقہ اب بھی جاری ہے، ہندوستان کے ہندوؤں میں پہلے دیکھا کرتے تھے اب مسلمانوں نے بھی اختیار کرلیا ہے جو کہیں کہیں نظر آتا ہے۔

بالوں میں بال ملانا بھی مذموم طریقہ ہے اور لعنت کا سبب ہے اس نے بھی بہت رواج پالیا ہے اور بہت سے مرد بھی اس کو اپنا لیتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نہیں دیکھتے صرف رواج کو دیکھ کر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر، اور چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں پر، اور لعنت بھیجی اُن عورتوں پر، جو حُسن کے لئے دانتوں کو گھس کر باریک بناتی ہیں جو اللہ کی تخلیق کو بدلنے والی ہیں۔ یہ سُن کر ایک عورت نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کچھ اعتراض کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس پر کیوں لعنت نہ بھیجوں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت بھیجی، اور وہ اللہ کی کتاب میں بھی ملعون ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (اللہ کے رسول جس چیز کا تم کو حکم دے اس کو قبول کرو اور جس چیز سے تم کو روکے اس سے رک جاؤ)

(الترغیب والترہیب جلد ۳ ص ۱۲۰ از بخاری و مسلم وغیرہما)

ف:۔ اس سے پہلی روایت میں بالوں میں بال ملانے اور بالوں میں بال ملوانے پر لعنت کا تذکرہ تھا، اس حدیث میں بال اکھاڑنے والی پر لعنت فرمائی جیسا کہ بہت سی عورتیں بھوؤں کو خمدار

بنانے کے لئے موچنے سے اکھاڑتی ہیں، نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے دانتوں کو گھِس کر دانتوں کے درمیان میں خلا پیدا کرتی ہیں۔

مردوں کو زنانہ پن اور عورتوں کو مردانہ وضع اختیار کرنا منع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرماتی ہے اُن مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں (یعنی عورتوں جیسی شکل صورت بنائیں یا ان کا جیسا پہناوا پہنیں) اور اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ان عورتوں پر جو مَردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۰ از بخاری)

نام ونمود کے لئے لباس پہننا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے نام ونمود کے لئے دنیا میں لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۵ از احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

دکھاوے کے لئے زیور پہننا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہن سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ " اے عورتو! کیا چاندی کا زیور پہن کر تمہارا کام نہیں چل سکتا؟ (یعنی چاندی سے کام چلانا چاہئے اس میں فخر اور تکبر نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ) خبردار تم میں سے جو عورت سونے کا زیور پہن کر دکھاوا کرے گی تو اس کو اس کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۹ از ابوداؤد، نسائی)

ننگی عورتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں کے دو گروہ میں نے نہیں دیکھے (میرے بعد ظاہر ہوں گے)،

(۱) کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بیلوں کی دُموں کی طرح کوڑے لئے پھرتے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو (ظلماً) مارا کریں گے۔

(۲) ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہنے ہوتے بھی ننگی ہوں گی (غیر مرد کو اپنی طرف) مائل کرنے والی ہوں گی، (اس کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر ایسے (پھولے ہوتے) ہوں گے جیسے بڑے بڑے اونٹوں کے جھکے ہوتے کوہان ہوتے ہیں، یہ عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور جنت کی خوشبو (بھی) نہ سونگھیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰۶ از مسلم)

ف:۔ عُریاں اور چُست لباس پہننے والی عورتیں اس حدیث میں وارد شدہ وعید پر غور کریں۔

ٹخنہ سے نیچا کپڑا پہننا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے جو تہمد ہو وہ دوزخ میں (لے جانے والا) ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۳ از بخاری)

ف:۔ ٹخنہ سے نیچے جو بھی کپڑا ہو مثلاً پاجامہ، شلوار، لُنگی، تہمد، کُرتا، چوغہ وغیرہ سب حرام ہے اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔

مَردوں کو سونا اور زیور پہننا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم (اللہ کی طرف سے) حلال قرار دیا گیا ہے اور میری امت کے مَردوں پر ان دونوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۷۵ از ترمذی)

گھر میں تصویر یا کتا رکھنا

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (رحمت کے) فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کُتا یا تصویر ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۸۵ از بخاری و مسلم)

تصویر بنانا

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب والے تصویریں بنانے والے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۸۵ از بخاری و مسلم)

ف: تصویر بنانا عام ہے ہاتھ سے ہو یا کیمرہ کے ذریعہ ہر صورت حرام ہے بشرطیکہ جاندار کی تصویر ہو۔ درخت، پہاڑ، مسجد وغیرہ کی تصویر بنا سکتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہوگا جو بھی کوئی تصویر اس نے بنائی ہوگی اس کو ایک جاندار چیز بنادی جائے گی جو جہنم میں اس کو عذاب دے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۳۸۵ از بخاری و مسلم)

عیب چھپا کر بیچ دینا

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جس نے کسی (چیز کو) عیب (کے ساتھ) فروخت کر دیا جس سے خریدار کو آگاہ نہیں کیا تو برابر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا یا (فرمایا کہ) اس پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۹ از ابن ماجہ)

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا اور زمین کی حد بندی کی نشانی چرانا

حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو زمین کی نشانی چرائے، اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو اپنے باپ پر لعنت کرے، اور اللہ کی لعنت ہو اس پر جو کسی ایسے شخص کو ٹھکانہ دے جس نے (دین اسلام میں عمل یا عقیدہ کے اعتبار سے) کوئی نئی چیز نکالی ہو۔

(صحیح مسلم ص ۱۶۰ ج ۲)

ف:- اس حدیث میں چند لوگوں پر لعنت فرمائی ہے:-

اول:- وہ شخص جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے قربانی کرتے ہیں یا حج میں جانور ذبح کرتے ہیں اسی طرح بُت یا پیر فقیر کے لئے ذبح کرے تاکہ وہ خوش ہوں۔

دوم:- اس پر لعنت بھیجی جو زمین کی نشانی چرائے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں سَرَقَ کی جگہ لفظ غَیَّرَ بھی وارد ہوا ہے یعنی اس پر اللہ کی لعنت ہو جو زمین کی نشانی بدل دے۔ یہ کام زیادہ تر دیہاتی کاشتکار کیا کرتے ہیں، کھیتوں کے درمیان جو مینڈھ بنا دی جاتی ہے اس کو کاٹ کر دوسرے کے کھیت کا حصہ اپنے کھیت میں ملانے کی کوشش کرتے ہیں، کھیتوں کے

درمیان فاصلہ قائم کرنے کے لئے جو نشانیاں قائم کردی جاتی ہیں ان کو چُرا کر ضائع کر دیتے یا ان کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دیتے ہیں تاکہ پتہ نہ چلے کہ کس کی زمین کہاں تک ہے پھر موقعہ پاکر راتوں رات دوسرے کی زمین اپنی زمین میں ملا لیتے ہیں، یا پٹواری کو کچھ لے دے کر نقشہ بدلوا کر یا کسی طرح دوسرے کی زمین اپنے نام کرا لیتے ہیں۔ یہ سب لعنت کے کام ہیں۔

سوم :- اس پر لعنت فرمائی جو اپنے والد پر لعنت کرے۔ اس کا مطلب واضح ہے۔ اس گناہ میں بہت سے بے پڑھے اور پڑھے لکھے مہذب لوگ مبتلا ہیں۔

چہارم :- اس پر لعنت فرمائی جو کسی ایسے شخص کو ٹھکانہ دے جس نے دین اسلام میں کوئی نئی بات نکالی، بدعت اعتقادی ہو یا عملی دونوں قسم کی بدعت مردود ہے جو شخص کسی بدعتی کو ٹھکانا دے وہ اس کا مددگار ہے اس لئے مستحق لعنت ہوا۔

ماتم کرنا اور رونا پیٹنا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میں اس شخص سے بَری ہوں جو (رنج وغم ظاہر کرنے کے لئے) سر منڈاتے اور چیخے چلاتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۵۰ از مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو (کسی کی موت پر) گال پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی دہائی دے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۵۰ از بخاری ومسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت اور (اس کا نوحہ) سننے والی پر لعنت کی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۵۱ از ابوداؤد)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نوحہ کرنے والی عورت (جو کسی کی موت پر بین کرکے روتی ہے) اگر موت سے پہلے اس نے توبہ نہ کی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس پر ایک کُرتہ قطران کا اور ایک کُرتہ کھجلی کا ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۵۰ از مسلم)

ف:- قطران عرب میں ایک درخت ہوتا ہے جس کے دودھ کو کھجلی دور کرنے کے لئے جسم میں مَلا کرتے تھے، جیسے ہمارے بعض علاقوں میں اس مقصد کے لئے گندھک لگا لیتے ہیں، نوحہ کرنے والی عورت کے پورے جسم پر کھجلی چھوڑ دی جائے گی اور اوپر سے قطران کا دودھ مَل دیا جائے گا اس طرح سے ایک کُرتہ کھجلی کا اور دوسرا کرتہ قطران کا ہوگا لیکن یہ قطران کھجلی دور کرنے کے لئے نہ ہوگا بلکہ اس سے کھجلی اور زیادہ تیز ہوگی اور بے انتہا کھجلی کی تکلیف ہوگی۔

حضرات صحابۂ کرامؓ کو بُرا کہنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو بُرا کہہ رہے ہیں تو ان سے کہہ دو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۴ از ترمذی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہو کیونکہ (اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا یہ مرتبہ ہے کہ) بلاشک تم میں سے کوئی شخص اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو یہ اُن کے ایک مُد اور اس کے آدھے کو بھی نہیں پہنچ گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۳ از بخاری و مسلم)

ضرر دینے والی وصیت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بلاشبہ ایسے مرد اور عورت بھی ہوتے ہیں جو ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں پھر (جب) ان کی موت کا وقت آپہنچتا ہے تو (خلاف شرع) وصیت کرکے (شرعی ورثا کو) نقصان پہنچا دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے لئے دوزخ واجب ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (سورۃ نساء کی) آیت پڑھی۔
مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۝

(مشکوٰۃ المصابیح ص۲۶۵ از احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

وھذا آخر الاحادیث من ھذہ الرسالۃ والحمد للہ اولا واخرا۔

خاتمۃ الرّسالۃ

الحمد للہ رسالہ "تحذیر العشائر" ختم ہوا۔ دینی کتاب صرف مطالعہ کے لئے نہیں بلکہ عمل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ آج کل ذوق مطالعہ تو بہت ہے مگر ذوقِ عمل نہیں، اسی لئے بہت سے لوگ ہزاروں صفحات کا مطالعہ کرتے چلے جاتے ہیں مگر عمل کے اعتبار سے صفر ہی نظر آتے ہیں، حالانکہ ذوقِ علم کے ساتھ ذوقِ عمل بھی لازم ہے۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو بار بار پڑھیں اور اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہیں، نفس کو آخرت کا فکرمند بنائیں اور ہر گناہ کو ترک کریں، آخرت کے عذاب سے بچنے اور وہاں کا آرام و راحت نصیب ہونے کے لئے گناہوں کو چھوڑیں اور فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کا اہتمام کریں۔

مرنا برحق ہے، حساب کتاب برحق ہے، جزا سزا برحق ہے، تو گناہوں کا ارتکاب کیوں کرتے ہو! افسوس ہے کہ بوڑھے لوگ گناہوں میں لت پت ہیں، قبر میں قدم لٹکائے ہوئے ہیں، مگر گناہ چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں، اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ یا تو قرآن و حدیث کی باتوں پر یقین نہیں ہے جو مرنے کے بعد کے حالات سے متعلق ہیں یا اتنے بڑے نڈر ہیں کہ عذاب کی خبروں اور وعیدوں سے قصداً لاپرواہ ہیں اور عذاب بھگتنے کو تیار رہیں۔ (العیاذ باللہ)

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (سورہ حشر) یعنی ہر نفس غور کرے اور سوچے کہ اس نے کل (آخرت) کے لئے پہلے سے کیا بھیجا ہے"

درحقیقت یہ بہت بڑا مراقبہ ہے جو اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے، ہمیشہ غور و فکر کریں اور سوچیں کہ ہم آخرت کے لئے کیا کر رہے ہیں اور کیا کر چکے ہیں، زندگی میں گناہ زیادہ کئے ہیں یا نیکیاں زیادہ کی ہیں، اعمال صالحہ کے نام سے جو کام کئے ہیں وہ ناقص تھے یا کامل، اور کس کو تاہی کتنی تھی، اخلاص تھا یا ریاکاری کا جذبہ کارفرما تھا؟ اور جو اعمال اب انجام دے رہے ہیں اُن کے

بارے میں بھی فکرمند ہوں کہ مقبولیت کے لائق ہیں یا نہیں؟ جب فکر کرتے رہیں گے تو زندگی سراسر نقصان معلوم ہونے لگے گی اور انشاءاللہ رجوع إلی اللہ کی توفیق ہوگی اور گناہوں سے سچی توبہ نصیب ہوگی۔

بے فکری کی زندگی مؤمن کی زندگی نہیں وہ تو اپنا حساب کرتا رہتا ہے اور زندگی کا جائزہ لیتا رہتا ہے، نفس و شیطان کی نافرمانی کرکے گناہوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی طرف لپکتا ہے۔

اے مسلمانو! ہوش میں آؤ، گناہ چھوڑو، نیکیوں میں لگو، اخلاص کے ساتھ نیک عمل کرو، اور نیکیوں میں ترقی کرتے چلے جاؤ تاکہ آخرت کے درجات میں ترقی ہو اور دوزخ سے محفوظ ہو جاؤ اور جنت میں چلے جاؤ، یہی اصل کامیابی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ (سورۂ آل عمران)

پس جو شخص دوزخ سے بچا دیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا۔

دیکھو! قرآن مجید نے بتایا کہ دوزخ سے محفوظ ہو جانا اور جنت میں چلا جانا کامیابی ہے۔ لوگ مال و دولت کو اور حکومت و سلطنت کو کامیابی سمجھتے ہیں، دنیا کے عہدے حاصل ہو جانے کو کامیابی جانتے ہیں، اور بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہو کر یہ چیزیں حاصل کرتے ہیں جو چیزیں گناہوں سے حاصل ہوں گی ان میں خیر کہاں؟ وہ تو مزید گناہوں کا ذریعہ بنیں گی! گناہوں کی گٹھری لے کر قیامت میں حاضر ہونا کوئی سمجھداری نہیں ہے، گذشتہ گناہوں سے توبہ کرو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلافی کرو اور آئندہ کو گناہوں سے بچو۔

اللہ جلّ شانہٗ ہم سب کو گناہوں سے محفوظ فرمائے اور اعمال صالحہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے، انه علیٰ کلِّ شیء قدیر وبالاجابة جدیر وهٰذا آخر السطور من هٰذا الکتاب والحمد لله الملك الوهاب والصلوٰة والسلام علیٰ من أُوتی الحکمة وفصل الخطاب وعلیٰ آله وصحبه خیر آل واصحاب ؕ

وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ
اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍؕ

کتاب آثار الآثام
وظهور نتائجها فی الأنام

گناہوں کے نتائج اور
مصائب و آلام کا تذکرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسبابِ مصائب
قرآن وحدیث کی روشنی میں

آج کل گناہ گاری کا دور دورہ ہے نفس اور شیطان کے بندے بنے ہوئے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور آخرت کی فکر ہے، جب کہا جاتا ہے کہ یہ مصیبتیں اور آفتیں گناہوں کی وجہ سے ہیں تو بہت سے لوگ مان بھی لیتے ہیں اور ٹھنڈی سانس بھی بھرتے ہیں لیکن نہ گناہ سے خود بچتے ہیں نہ گھر والوں کو بچاتے ہیں اور نہ دوسروں کو گناہ چھوڑنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ گناہوں میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔ ان کے نتائج بھی سامنے ہیں لیکن ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو معاصی چھوڑنے کی ہمت عطا فرمائے۔ نفس کا بندہ اور شیطان کا مرید ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا بندہ بنیں اور اس کے دین پر چلیں۔

جب خباثت زیادہ ہوجائے تو نیکوں کے ہوتے ہوئے بھی ہلاکت آئے گی

وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ (بعد ذکر القصہ) فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اس وقت بھی ہلاک ہوسکتے ہیں جبکہ ہمارے اندر صالحین موجود ہوں؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں جب خباثت زیادہ ہوجائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں میں جب خباثت کا غلبہ ہو جائے تو معدودے چند افراد کی نیکی اور ان کا وجود بربادی کو نہیں روک سکتا خباثت یعنی فسق و فجور اور کبیرہ گناہوں کی پلیدی جب غلبہ پالیوے اور نیک بندے خال خال رہ جائیں تو ہلاکت اور بربادی آجائے گی اور ایسا نہ ہوگا کہ نیکو کار بچ جائیں اور صرف گنہ گار برباد ہو جائیں بلکہ سب پر مصیبت آئے گی جیسا کہ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:۔

اذا انزل الله بقوم عذابا	جب اللہ تعالےٰ کسی قوم پر عذاب نازل
اصاب العذاب من کان فیھم	فرماتے ہیں تو ان سب کو پہنچتا ہے جو اُن
ثمّ بعثوا علیٰ اعمالھم۔	میں رہتے ہیں پھر اپنے اپنے اعمال کے
(مشکوٰۃ شریف باب الخوف والبکاء)	مطابق ہر ایک کا حشر ہوگا۔

یعنی عمومی مصیبت میں تو سب ہی مبتلا ہوں گے پھر قیامت کو اپنی اپنی نیت اور اپنے اپنے عمل کے مطابق بدلہ پائیں گے۔ معلوم ہوا کہ گناہوں اور نافرمانیوں کی کثرت ہو جانا عمومی عذاب آجانے کا خاص سبب ہے اور عذاب بھی معمولی نہیں بلکہ ایسی آفت و مصیبت کا عذاب جو ہر نیک و بد کو ہلاک کر دے۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال أقبل علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال «یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ! خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِهِنَّ وَأَعُوْذُ بِاللهِ أَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ۔

لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ، حَتّٰى یُعْلِنُوْا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِیْ أَسْلَافِهِمُ الَّذِیْنَ مَضَوْا۔

وَلَمْ یَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ، إِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِیْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤُنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَیْهِمْ۔

وَلَمْ یَمْنَعُوْا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ یُمْطَرُوْا۔

وَلَمْ یَنْقُضُوْا عَهْدَ اللهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهٖ، إِلَّا سَلَّطَ اللهُ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَیْرِهِمْ فَأَخَذُوْا بَعْضَ مَا فِیْ أَیْدِیْهِمْ۔

وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ، إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ» [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہو جاؤ اور خدا نہ کرے کہ تم مبتلا ہو تو پانچ چیزیں بطور نتیجہ ضرور ظاہر ہوں گی۔ پھر ان کی تفصیل فرمائی کہ) جب کسی قوم میں کھلم کھلا بے حیائی کے کام ہونے لگیں تو ان میں ضرور طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل پڑیں گی جو اُن کے باپ دادوں میں کبھی نہیں ہوئیں۔ اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو قحط اور سخت محنت اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعے اُن کی گرفت کی جائے گی اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک لیں گے ان سے بارش روک لی جائے گی (حتیٰ کہ) اگر چوپائے (گائے، بیل، گدھا، گھوڑا وغیرہ) نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو، اور جو قوم اللہ اور اس کے رسُول کے عہد کو توڑ دے گی خدا اُن پر غیروں میں سے دشمن مسلط فرمائے گا جو ان کی بعض مملوکہ چیزوں پر قبضہ کرلے گا اور جس قوم کے بااقتدار لوگ اللہ کی کتاب کے خلاف فیصلے دیں گے اور احکام خداوندی میں اپنا اختیار وانتخاب جاری کریں گے تو وہ خانہ جنگی میں مبتلا ہوں گے (ابن ماجہ)

اس حدیث پاک میں جن گناہوں اور معصیتوں پر ان کے مخصوص نتائج کا تذکرہ فرمایا ہے اپنے نتائج کے ساتھ اس زمین پر بسنے والے انسانوں میں موجود ہیں۔

سب سے پہلی بات جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی یہ ہے کہ جس قوم میں کھلم کھلا بے حیائی کے کام ہونے لگیں گے ان میں ضرور طاعون پھیلے گا اور ایسی ایسی بیماریاں بکثرت ظاہر ہوں گی جو اُن کے باپ دادوں میں کبھی نہ ہوئی ہوں گی۔

آج بے حیائی کس قدر عام ہے اور سڑکوں، پارکوں، کلبوں اور نام نہاد قومی اور ثقافتی پروگراموں میں عرسوں اور میلوں میں، ہوٹلوں اور دعوتی پارٹیوں میں کس قدر بے حیائی کے کام ہوتے ہیں ان کے ظاہر کرنے اور بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جاننے والے اور اخبارات کا مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں۔ پھر اس بے حیائی اور فحش کاری کے نتیجے

---

[1] رواہ ابن ماجہ فی کتاب الفتن۔

میں وبائی امراض طاعون، ہیضہ، انفلونزا وغیرہ پھیلتے رہتے ہیں اور ایسے ایسے امراض سامنے آ رہے ہیں جن کے طبعی اسباب اور معالجہ کے سمجھنے سے ڈاکٹر عاجز ہیں۔ جس قدر ڈاکٹری ترقی پذیر ہے اسی قدر نئے امراض ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ ان امراض کے موجود ہونے کا جو سبب خالقِ عالم کے سچے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بتایا ہے یعنی بے حیائیوں کا پھیلنا جب تک وہ ختم نہ ہوگا نئے نئے امراض کا آنا بھی ختم نہیں ہوسکتا۔

بے حیائی کیوں کر ختم ہوسکتی ہے جب کہ بے حیائی کے ٹریننگ اسکول، ٹی وی، سینما، تھیٹر اور بے پردگی کو زندگی کا جزوِ اعظم بنالیا گیا ہے۔ رقص وسرود اور عریانی فیشن اور آرٹ بن گئی ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ پہلے تو ان کاموں کو گناہ سمجھ کر کرتے تھے مگر اس دور کے مغربیت زدہ قلم کار اور فلم کار ناچ رنگ اور عریانی و بے حجابی کو اسلامی کام بتانے لگے ہیں اور اس سلسلے میں من گھڑت حدیثوں اور بے سند روایتوں اور حکایتوں کا سہارا لیتے ہیں یا پھر آیات و احادیث کا غلط ترجمہ کرکے اُمت کو بہکاتے ہیں فَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

دوسری بات آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے گی قحط اور سخت محنت اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعہ ان کی گرفت کی جائے گی۔ ناپ تول میں کمی کرنا، یعنی گاہک کو کم تول کر یا ناپ کر دینا گناہ کبیرہ ہے جو دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے محروم ہونے کا بہت بڑا سبب ہے۔ قرآن شریف میں فرمایا۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۔ الَّذِيْنَ	خرابی ہے کم کرنے والوں کے لئے کہ جب ناپ
اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ	کر لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور
يَسْتَوْفُوْنَ ۔ وَاِذَا كَالُوْهُمْ	(جب) لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں
اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۔	تو کم دیتے ہیں۔ کیا ان کو یہ گمان نہیں کہ ان
اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ	کو ایک بڑے دن میں اٹھایا جائے گا جس
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ	روز کہ لوگ ربّ العالمین کے حضور میں کھڑے
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔	ہوں گے۔

بارہا مختلف صوبوں اور علاقوں میں جو قحط نمودار ہوتا رہتا ہے جس سے حکومتیں اور عوام

پریشان رہتے ہیں۔ اس کا سبب جیسے دیگر معاصی ہیں ناپ تول میں کمی کرنا بھی ہے۔ جب کھانے پینے کی چیزیں کم دستیاب ہوں تو رزق مہیا کرنے کے لئے سخت محنت بھی کرنی پڑتی ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر ہے۔ دور حاضر کی حکومتیں غیر ملکوں سے گیہوں اور چاول حاصل کرکے یا بچوں کی پیدائش میں کمی کرنے کی تحریک چلاکر اور سائنس کے اصول پر کھیتی باڑی کو ترقی دے کر روزی کی کمی کو دور کرنا چاہتی ہیں۔ ذمہ داروں کا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے غذا کی فراوانی ہو جائے گی حالانکہ جب تک کاروبار اور معاملات میں ایمان داری اور امانت داری سے کام نہ لیا جائے گا غذائی حالات نہیں سدھریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں گے سخت محنت اور بادشاہ کے ظلم کے ذریعہ اُن کی گرفت کی جائے گی یہ چیزیں بھی نظروں کے سامنے ہے۔ رزق کمانے کے لئے سخت محنت میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور اصحاب اقتدار کی طرف سے مظالم کا شکار رہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بات یہ بتائی کہ جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک لیں گے ان سے بارش روک لی جائے گی حتیٰ کہ اگر چوپائے (گائے، بیل بھینس وغیرہ) نہ ہوں تو بالکل ہی بارش نہ ہو۔ (یہ انسانوں کے لئے کتنی بڑی شرم کی بات ہے کہ وہ خود رحمت کے قابل نہ رہے اور چوپائیوں کے طفیل میں اسے رزق ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو قوم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو توڑدے گی اللہ تعالےٰ ان پر غیروں میں سے دشمن مسلط کردے گا جو ان کی بعض مملوکہ چیزوں پر قبضہ کرلے گا۔

اور پانچویں بات یہ بتائی کہ جس قوم کے با اقتدار لوگ اللہ کی کتاب کے خلاف فیصلہ دیں گے اور احکام خداوندیہ میں اختیار اور انتخاب جاری کریں گے وہ خانہ جنگی میں مبتلا ہوں گے۔

جن معاصی میں مبتلا ہونے پر اُن کے بھیانک نتائج کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی وہ معاصی اور ان کے نتائج اس وقت موجود ہیں نظروں کے سامنے ہیں لیکن لوگوں کو معاصی چھوڑنا گناہوں سے توبہ کرنا منظور نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ گناہوں میں مبتلا ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ایک حدیث اور سنیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا. وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّکَاةُ مَغْرَمًا. وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ. وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ. وَعَقَّ اُمَّهُ. وَاَدْنٰی صَدِیْقَهُ. وَاَقْصٰی اَبَاهُ. وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ. وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ. وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ. وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ. وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ. وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِیْحًا حَمْرَاءَ. وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ.

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ غنیمت کو (گھر کی) دولت سمجھا جانے لگے اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جایا کرے اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور (دینی) تعلیم دنیا کے لئے حاصل کی جائے اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور ماں کو ستائے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے۔ مسجدوں میں (دنیا کی باتوں کا) شور ہونے لگے قبیلہ (خاندان) کے سردار بددین لوگ بن جائیں۔ کمینے قوم کے ذمہ دار ہو جائیں۔ انسان کی عزت اس لئے کی جائے تاکہ وہ شرارت نہ پھیلا دے۔ (یعنی خوف کی وجہ سے) گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان کی کثرت ہو جائے۔ شرابیں پی جانے لگیں اور بعد میں آنے والے لوگ امت کے پچھلے (نیک) لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس زمانہ میں سرخ آندھیوں اور زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اور ان عذابوں کے ساتھ دوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور پے در پے دانے گرنے لگیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ (مرد) ریشمی لباس پہننے لگیں گے[1]

---

[1] رواہ الترمذی فی ابواب الفتن الحدیثین کلیھما۔

اس حدیث میں جن باتوں کی خبر دی گئی ہے وہ اس وقت موجود ہو چکی ہیں اور ان کے بعض نتیجے (یعنی زلزلے وغیرہ) بھی جا بجا ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر امت کے کارناموں پر ایک سرسری نظر ڈال جائے اور پھر ان عذابوں پر غور کیا جائے جو زلزلوں کی صورت میں سامنے آ رہے ہیں۔ تو اس حقیقت کا پورا پورا یقین ہو جائے گا کہ جو کچھ مصائب و آفات آج ہم دیکھ رہے ہیں وہ ہماری ہی کرتوتوں کا نتیجہ اور بدکاریوں کا بدلہ ہے۔ اس حدیث کی اس عبارت کے علیحدہ علیحدہ جزو کر کے مزید توضیح کرتا ہوں۔ اِتُّخِذَ الْفَئُ دُوَلاً (جب غنیمت کا مال گھر کی دولت سمجھا جانے لگے) اس کی شرح کرتے ہوئے صاحب لمعات لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ الْاَغْنِیَاءَ وَاَصْحَابَ الْمَنَاصِبِ یَتَدَاوَلُوْنَ اَمْوَالَ الْفَئِ وَیَمْنَعُوْنَهَا مِنْ مُسْتَحِقِّیْهَا وَیَسْتَاثِرُوْنَ بِحُقُوْقِ الْفُقَرَاءِ ۔	اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دار اور عہدہ دار غنیمت کے مال کو (جو عام مسلمانوں اور فقراء و مساکین کا حق ہوتا ہے) آپس میں بانٹ کھائیں اور مستحقین کو دینے کی بجائے فقراء کا حق خود ہی دبا بیٹھیں۔

صاحب لمعات کا آخری جملہ یعنی وَیَسْتَاثِرُوْنَ بِحُقُوْقِ الْفُقَرَاءِ (کہ مالدار فقراء کا حق خود ہی دبا بیٹھیں) اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حدیث شریف میں مال غنیمت بطور مثال کے ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے با اثر اور سرمایہ دار لوگ فقراء کے حقوق خود ہی ہضم کرنے لگیں گے جیسا کہ آج ہم اوقاف کے بارے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مساجد کے متولی اور مدارس کے مہتمم اور دیگر اوقاف کے منتظم مستحقین کو محروم رکھتے ہیں اور رجسٹر میں غلط حساب لکھ کر رقم خود ہی دبا لیتے ہیں اور اب تو یہ رواج بہت ہی چل پڑا ہے کہ محض اپنی ذاتی اور دنیوی غرض کے لئے مدارس کھولے جاتے ہیں اور قرآن و حدیث کی خدمت کے نام پر چندہ جمع کر کے عیش پرستی کی جاتی ہے یہ کوئی فرضی افسانہ نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے شاید کوئی فرد ہی ناواقف ہو۔ وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا (اور امانت غنیمت سمجھ کر دبا لی جایا کرے) یعنی جب کوئی شخص امانت کا مال رکھ دے تو اس میں خیانت کرتے ہوئے ذرا بھی پس و پیش نہ کی جائے اور اسے بالکل اس طرح خرچ کیا جائے جیسے اپنا ہی مال ہو اور میدان جہاد سے بطور غنیمت کے ملا ہو یا باپ دادا کی میراث سے ہاتھ لگا ہو۔ وَالزَّکٰوةُ مَغْرَمًا

داور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے) یعنی زکوٰۃ دینا نفس پر ایسا گراں اور ناگوار ہوگا جیسے خواہ مخواہ کسی چیز کا تاوان (ڈنڈ) دینا پڑ جائے اور بغیر کسی ضرورت کے مال خرچ کرنا پڑے۔ ہمارے زمانہ میں زکوٰۃ کے بارے میں یہی ہو رہا ہے کہ سرمایہ داروں میں زکوٰۃ دینے والے بہت ہی کم ہیں اور دینے والوں میں بھی خوش دلی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے تو بہت ہی کم ہیں۔

(وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ) اور (دینی) تعلیم غیر دین (یعنی دنیا) کے لئے حاصل کی جائے) آج کل علماء اور حافظوں کا یہی حال ہے کہ دنیاوی جاہ وحشمت، دولت وثروت، ملازمت اقتدار کی خاطر پڑھتے ہیں۔ چند کوڑیاں ملنے لگیں تو وعظ بھی فرما دیں اور قرآن بھی سکھا دیں، تجوید کی مشق بھی کرادیں۔ امامت بھی کرلیں۔ اس کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے پانچوں وقت مصلے پر نظر بھی آئیں اور اگر ملازمت باقی نہ رہے تو اللہ کے لئے ایک گھنٹہ بھی قرآن وحدیث کا درس دینے کو تیار نہ ہوں۔

وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ (اور انسان بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کو ستائے) یعنی بیوی کی ہر جائز وناجائز خواہش پوری کرے اور ماں کی خدمت کی بجائے اسے تکلیف پہنچائے اس کے آرام وراحت کا خیال نہ کرے اس کا کہنا نہ مانے۔ موجودہ دور میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

وَأَدْنَى صَدِيْقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ اور اپنے دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے) یعنی دوست کی قدر ومنزلت تو دل میں ہو مگر باپ کی خدمت اور دلداری کا خیال نہ ہو۔ باپ کی بات پر دوست کی فہمائش وفرمائش مقدم ہو۔ حضرت علیؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں، وَبَرَّ صَدِيْقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ (کہ دوست کے ساتھ سلوک کرے اور باپ پر ظلم کرے) جیسا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے ایسے واقعات دیکھ رہے ہیں کہ لوگ ماں باپ کی خدمت سے بہت ہی غافل ہیں۔ حالانکہ حدیثوں میں وسعت رزق اور عمر بڑھنے کے لئے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ جس گناہ کو چاہتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں۔ لیکن والدین کے ستانے کی سزا مرنے سے پہلے دنیا ہی دے دیتے ہیں۔

وَظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ (اور مسجدوں میں شور ہونے لگے) یعنی مسجدوں کا ادب

واحترام دل سے جاتا رہے گا اور شور وشغب، چیخ پکار سے گونج اٹھا کریں گی. عموماً آج کل مساجد کے ساتھ مسلمانوں کا یہی برتاؤ ہے۔

وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ (بددین خاندان کے سردار اور کمینے قوم کے ذمہ دار بن جائیں) بالکل یہی آج کل ہو رہا ہے کہ دین دار اور متقی انسان کو خاندان کی باگ ڈور نہیں سونپی جاتی بلکہ بددین لوگ خاندان کے سردار اور بڑے سمجھے جاتے ہیں جب کوئی جماعت یا پارٹی بنتی تو گو اس کے اغراض و مقاصد محض دینی اور اسلامی بنائے جاتے ہوں اور نام بھی خالص مذہبی ہو مگر اس کا صدر و سکریٹری ایسے شخص کو چُنا جاتا ہے جس میں دینداری اور پرہیزگاری، خداترسی، رحم، زہد، دیانت، امانت وغیرہ صفات حسنہ نام کو بھی نہ ہوں۔

وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ اور انسان کی عزت اس لئے کی جائے کہ وہ شرارت نہ پھیلائے۔ یعنی ادب و احترام تعظیم و اکرام دل میں تو نہ ہو لیکن ظاہری طور پر اس لئے تعظیم سے پیش آنے کا رواج ہو جائے کہ اگر فلاں شخص کو "آداب عرض" نہ کریں تو کوئی شرارت پھیلا دے گا اور اپنے اقتدار اور روپے پیسے کے غرور میں نہ جانے کس وقت کون سی مصیبت کھڑی کر دے۔ اس وقت ہو بہو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ جن کی سامنے عزت کی جاتی ہے۔ پیچھے ان پر گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ شریروں کے ہاتھ میں اقتدار آنے اور مال و دولت ان کے پاس ہونے اور عوام کے اس قدر گر جانے کے باعث کہ کسی بااقتدار شخص کو شریر سمجھتے ہوئے بھی بجائے برائیوں سے روکنے اور اس کے سامنے حق کہنے کے عزت سے پیش آنے لگیں یہ اُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ کی پیشین گوئی صادق آتی ہے۔

وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ (گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان رائج ہو جائیں) جیسا کہ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ جہاں کچھ پیسے ہو جاتے ہیں یا معقول ملازمت مل جاتی ہے تو سب سے پہلے لہو و لعب اور گانے بجانے کا سامان خریدنا ہی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ گھر میں ٹی وی کا ہونا ترقی کا معیار اور آسودگی کی علامت بن چکا ہے۔ سب چھوٹے بڑے مل کر عشقیہ غزلیں، فحش گانے، گندہ مذاق سنتے ہیں، آنکھوں سے فحش اعمال دیکھتے ہیں، بیاہ شادی اور دوسری تقریبوں میں باجے اور گانے کا انتظام نہ ہو تو اس تقریب کو بدمزہ اور پھیکا سمجھا جاتا ہے، بزرگوں کے مزارات پر عرس کے نام سے اجتماع ہوتا ہے اور گانے بجانے کا سامان مہیا

کرکے تفریح اڑائی جاتی ہے۔ طوائف کے ناچ گانے میں مشغول ہو کر نماز کی بھی فرصت نہیں ہوتی۔ جن بزرگوں کی زندگی خلاف شرع چیزوں کو مٹانے کے لئے وقف تھی ان کے مزارات کھیل تماشوں ناچ اور گانوں کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔

آج کل گانا بجانا زندگی کا اہم جزو بنا ہوا ہے اور ازدواجی زندگی کا معیار بھی اس قدر بدل گیا کہ شوہر و بیوی کے انتخاب کے لئے دیندار اور خدا ترس ہونا نہیں دیکھا جاتا بلکہ مرد نازنین رقاصہ ڈھونڈتا ہے اور بیوی کو ہیرو درکار ہوتا ہے۔ مال و زر کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت کو خاک میں ملا کر اسٹیج پر آرہی ہیں۔ کمپنی کے ایجنٹ اور دلال بہلا پھسلا کر انہیں تباہ و برباد کرتے ہیں۔ ایک ایکٹرس اپنے حسن فروشی کے جنون میں ہر وہ حرکت کر گذرتی ہے جو نہ کرنی چاہیئے تھی۔ جب پوسٹروں اور اخباروں میں ان کا تعارف کرایا جاتا ہے اور اس کے رقص کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا دل اور بڑھتا ہے اور بے حیائی کے اور زیادہ مراتب طے کرتی چلی جاتی ہے۔ اب تو بعض اسکولوں میں بھی رقص کی باقاعدہ تعلیم جاری ہوگئی ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ کا جملہ ارشاد فرمایا ہوگا اس کا وہ تفصیلی نقشہ حضرات صحابہؓ کے سامنے نہ آیا ہوگا جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ قربان جائیے اس ہادی و رہنما کے جس نے ۱۴سو برس پہلے انسانوں کی موجودہ خرابیوں سے با خبر فرمایا تھا۔ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ (اور شرابیں پی جانے لگیں گی) اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ عموماً شراب پی جاتی ہے حتیٰ کہ مسلمانوں میں بھی اس کا اسی طرح رواج ہے جس طرح غیر اسلامی ملکوں میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا۔ (اور بعد میں آنے والے لوگ اُمّت کے پچھلے (نیک) لوگوں پر لعنت کرنے لگیں)۔

یہ پیشین گوئی بھی اس وقت کے مسلمانوں پر صادق آرہی ہے حتیٰ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی دور حاضر کے مسلمان کہلانے والوں کے نشانوں سے محفوظ نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری اُمّت پانچ کام کرنے لگے تو ان پر ہلاکت ہے (۱) جب آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگیں (۲) جب شراب پینے لگیں (۳) جب مرد ریشم کے کپڑے پہننے لگیں (۴) جب لوگ گانے والی عورتوں کو رکھ لیں گے (۵) جب مرد مردوں

سے اور عورتیں عورتوں سے کام چلانے لگیں (رواہ البیہقی)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری اُمّت خیر کے ساتھ رہے گی۔ جب تک ان میں زنا کی اولاد نہ پھیل جائے سو جب ان میں زنا کی اولاد پھیل جائے گی تو عنقریب اللہ تعالیٰ عذاب بھیج دے گا۔ (رواہ احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنی جانوں پر اللہ کا عذاب نازل کر دیا۔ (رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ عہد کو توڑ دیں گے آپس میں قتل کے واقعات ہونے لگیں گے اور جس قوم میں فحش کام ہونے لگیں گے اللہ اُن پر موت کو مسلط کر دیں گے اور جو لوگ زکوٰۃ روک لیں گے ان سے بارش روک لی جائے گی۔ (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط المسلم)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے (اور) اس کا دوسرا نام رکھ لیں گے ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات استعمال کئے جائیں گے اور گانے والی عورتیں ہوں گی اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

(رواہ ابن ماجہ وابن حبان)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امّت میں زمین میں دھنسنے کا بھی عذاب ہوگا اور صورتیں مسخ ہونے کا بھی اور پتھروں کے برسنے کا بھی۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ یہ کب ہوگا فرمایا جب گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان ظاہر ہو جائے اور شرابیں پی جانے لگیں۔ (رواہ الترمذی)

آج کل گناہ عام ہیں شراب خوری تو بہت ہی ہے اور زنا کاری بھی ہے اس عمل کی کرنے والی عورتوں کو لائسنس بھی دیئے جاتے ہیں کرایہ پر مکانات بھی مہیا کئے جاتے ہیں کلبوں میں اس کے انتظامات ہیں سود اور جوا کا رواج بھی عام ہے۔ مردوں سے شہوت پوری کرنے

والے بھی موجود ہیں۔ ٹیلیویژن میں تو عریانی اور فحاشی پھیلانے میں تو کسر چھوڑی ہی نہیں۔ اب تو بے حیائی ہنر اور شرم و حیا عیب ہو کر رہ گئی ہے۔ حدیث شریف میں حیا کو ایمان کا شعبہ بتایا ہے اور لوگ اس کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ اور بھی طرح طرح کے معاصی رواج پائے ہوئے ہیں لہٰذا دنیا میں آفتیں بھی ہیں اور مصیبتیں بھی، جن میں طرح طرح کے عذاب بھی ہیں۔ نہ تو لوگ گناہوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں اور نہ حکومتیں شرعی نظام قائم کرتی ہیں جب کہ شرعی نظام اور حدود و قصاص اور تعزیرات کا اجراء ہی گناہوں سے باز رکھ سکتا ہے۔

لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ آفات اور مصائب سے بچنے کے لئے دنیاوی تدبیریں کرتے ہیں۔ دشمنان اسلام سے قرضے لے کر مسلمانوں کے ملکوں کو ترقی دینے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب تک شرعی حدود و قصاص نافذ نہ ہوں گی گناہوں کی روک تھام نہ ہو گی اس وقت تک کوئی تدبیر امن و امان کی اچھی زندگی کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک حد (مجرم کی شرعی سزا) زمین میں قائم کی جائے تو یہ زمین والوں کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ تیس دن تک بارش ہوتی رہے۔ یہ سنن نسائی کی روایت ہے اور سنن ابن ماجہ میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے کسی حد کا قائم کرنا اس سے بہتر ہے کہ اللہ کے شہروں میں چالیس رات تک بارش ہوتی رہے۔ (عن ابن عمرؓ)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دور اور قریب علاقوں میں اللہ کے حدود قائم کرو اللہ کے بارے میں تمہیں کسی کی ملامت نہ پکڑ لے۔ (رواہ ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالٰی کے حکم کو نافذ کرو، دشمن اعتراض کریں گے، اس کو نہ دیکھو آج کل کی حکومتیں مخلوق کے طعن و تشنیع سے ڈرتی ہیں اور دشمنوں کے اعتراضات کا خیال کر کے شرعی حدود قائم نہیں کرتیں۔ شرعی حدود قائم ہوں گے تو گناہ ختم ہوں گے یا کم ہوں گے اور اللہ تعالٰی کی رحمت متوجہ ہو گی۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے حدود میں سے ایک حد قائم کر دینا تیس (۳۰)

چالیس (۴۰) دن بارش ہونے سے بہتر ہے یعنی بارش جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتی ہے جس سے انسانوں کو رزق ملتا ہے اور اس میں سے انسان اور حیوان پانی پیتے ہیں بارش کی اتنی بہت زیادہ مقدار بھی انسانوں کے لئے اتنی زیادہ خیر اور برکت کا باعث نہیں جتنی خیر اور برکت کسی ایک حد شرعی قائم کرنے میں ہے۔ حدود اللہ قائم کرنے کی جو برکات ہیں وہ بارشوں کی خیر اور برکت سے بہت زیادہ ہیں۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ پرانی قوموں کی ہلاکت کے واقعات اور ان کا ہلاک کیا جانا مذکور ہے سورۃ الاعراف میں چند اقوام کی ہلاکت کا تذکرہ فرما کر ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا	اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان
وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ	لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ	اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں
كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ	نے تو تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔	کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

اسلامی قوانین پر عمل کریں۔ ایمان و تقویٰ کی زندگی گزاریں تو حسب وعدۂ خداوندی آسمان و زمین کی برکتیں بھرپور طریقے پر سامنے آجائیں۔

نیکیوں کے صلہ میں دنیا میں راحت و چین کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ ذلّت و مسکنت دُور ہوتی ہے اور خاص خاص اعمال کے خاص خاص نتائج ظاہر ہوتے ہیں مثلاً

(۱) صبح کو سورۂ یٰسین پڑھنے سے دن بھر کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے سے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

(۲) صبر اور نماز کے ذریعہ خدا کی مدد ملتی ہے۔ (قرآن حکیم)

(۳) اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے (ایضاً) اور ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز بھی اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں۔ (مشکوٰۃ)

(۴) اوّل و آخر میں درود شریف پڑھنے سے دُعا قبول ہوتی ہے (ایضاً)

(۵) سخاوت سے مال بڑھتا ہے۔ صدقہ سے خُدا کا غصّہ بجھ جاتا ہے اور مرتے وقت گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ (مشکوٰۃ)

(۶) تقویٰ اور استغفار سے ایسی جگہ سے رزق ملتا ہے جہاں سے خیال بھی نہ ہو۔
(قرآن حکیم و مشکوٰۃ شریف)

(۷) شکر کرنے سے نعمتیں بڑھتی ہیں۔ (قرآن حکیم)

(۸) جو مسلمانوں کی حاجت پوری کرے خدا اس کی مدد کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۹) لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے مرضوں کی دوا ہے جس میں سب سے کم درجہ غم کا ہے۔
(مشکوٰۃ)

(۱۰) دعا آئی ہوئی مصیبت کے لئے نفع دیتی ہے اور جو مصیبت ابھی نہ آئی ہو اس کے لئے بھی۔ (مشکوٰۃ)

ان چند مثالوں سے معلوم ہوا کہ مصائب و تکالیف کو دور کرنے کے لئے صفات ایمانیہ (یعنی ذکر، نماز، تقویٰ، شکر، تلاوت قرآن پاک وغیرہ) کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور رہ کر خدا کی نعمتیں نہیں مل سکتیں۔

اولیاء اللہ سے دشمنی کرنے کا وبال

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ۔ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی ریاکاری (بھی) شرک ہے اور (فرمایا کہ) جس نے اللہ کے کسی ولی سے دشمنی کی تو وہ اللہ سے لڑنے کے لئے میدان میں آگیا (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ اللہ دوست رکھتا ہے نیک بندوں کو جو پرہیزگار ہوں (اور) چھپے رہتے ہوں کہ (عوام الناس ان کا کوئی وزن ہی نہ سمجھتے ہوں اور نہ ان کی ضرورت محسوس کرتے ہوں) جب وہ غائب

ہو جائیں تو ان کی تلاش نہ ہو اور موجود ہوں تو ان کو (تقریبات میں دعوت نہ دی جاتی ہو اور ان کو قریب نہ کیا جاتا ہو، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ (دلوں کی بصیرت کے باعث) ہر (ایسے فتنہ) سے باہر آجاتے ہیں جو غبار آلود (اور) تاریک ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ و بیہقی فی شعب الایمان)

اس حدیث میں اوّلاً ریاکاری کی مذمت فرمائی ہے اور ریاکاری کو شرک فرمایا ہے۔ بندے کو ہر نیک عمل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا لازم ہے۔ اگر لوگوں میں وقعت قائم کرنے اور ان کو معتقد بنانے کے لئے یا ان سے کچھ روپیہ پیسہ وصول کرنے کے لئے کوئی عمل کیا (مثلاً نماز پڑھی یا روزہ رکھا، یا ذکر و تلاوت میں وقت خرچ کیا یا صدقہ خیرات تقسیم کیا) تو گو بظاہر یہ عمل نیک ہے مگر دکھاوے کی نیّت کی وجہ سے نیک نہیں رہا، چونکہ اس عمل کا بدلہ شہرت و عزت یا حصول دنیا کی شکل میں) مخلوق سے لینے کا ارادہ کرلیا اس لئے یہ عمل شرک ہوا۔ بُت اور دیوی دیوتا کا پُوجنا شرکِ اکبر ہے اور ریا (دکھاوا) شرکِ اصغر ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے دکھاوا کرتے ہوئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوا کرتے ہوئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوا کرتے ہوئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔

(مشکوٰۃ)

ثانیاً، حدیث شریف میں یہ فرمایا کہ "جس نے اللہ کے کسی ولی سے دشمنی کی تو اللہ سے لڑنے کے لئے میدان میں آگیا"۔ یہ مضمون ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ — جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے میں

اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ — اُسے جنگ کا اعلان سُناتا ہوں۔

ولی بمعنی دوست ہے۔ یوں تو ہر مسلمان اپنے اپنے درجے میں اللہ کا دوست ہے اور ہر مسلمان سے دشمنی رکھنا تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ لیکن اللہ کے وہ خاص بندے جو اللہ کی محبّت میں سرشار رہتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے جیتے اور مرتے ہیں اور اپنے تمام حالات اور معاملات میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا دھیان رکھتے ہوئے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور اوامرِ الٰہیہ کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھتے ہیں۔ ایسے حضرات کو دُکھ دینا اور اُن سے دشمنی رکھنا سراسر دنیا و آخرت کی بربادی ہے۔

خدا کے خاص بندوں سے دشمنی رکھنا اللہ پاک کو اپنا دشمن بنالینا ہے سب کو اپنے دوست کا خیال ہوتا ہے اور دوست کے دشمن سے دشمنی ہوتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ بھی اپنے دوستوں سے دشمنی کرنے والے کو اپنا مقابل قرار دیتے ہیں اور ایسے شخص کو جنگ کا اعلان سناتے ہیں اللہ تعالٰی کی لڑائی جس سے ٹھن جائے اس کا کہاں ٹھکانہ ہو سکتا؟ قاضی الحاجات اور عقدہ کشا، ناصر و مددگار ہی جب کسی کا دشمن ہو جائے تو دنیا و آخرت میں اس کی حاجت روائی کون کرے گا؟ اور اس کے لئے رحمت و نصرت کے دروازے کہاں سے کھلیں گے؟ جس شخص نے اللہ پاک کو لڑائی میں اپنا مقابل بنالیا اس نے قادر مطلق اور خالق کلِ شیٔ سے دشمنی کرلی جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے اور جو نفع دینے والی چیزوں کو بھی ضرر رساں بنا سکتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی پردۂ غیب سے عذاب کے دروازے کھول سکتا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ صرف دو ہی گناہ ایسے ہیں جن کے مرتکب کو اللہ تعالٰی نے اپنی ذاتِ پاک سے جنگ کرنے والا قرار دیا ہے۔ ایک وہ شخص جو خدا کے کسی دوست سے دشمنی کرے اور دوسرا سود خود۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دوستوں سے دشمنی کرنے والے کو اللہ پاک نے اس لئے فریق جنگ قرار دیا ہے کہ خدا کے خاص بندے اہل دنیا کے مقابلے میں اوّل تو بے زر و بے پر ہوتے ہیں۔ دوسرے ان کے مزاج میں عفو و درگذر ہوتا ہے اپنے شدید ترین دشمن سے بھی بدلہ لینے کا خیال نہیں کرتے لامحالہ اپنے ان بندوں کی حمایت و طرفداری اللہ پاک فرماتے ہیں جس کی وجہ سے بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نیک بندے نے اگر اپنے دشمن کو معاف کر دیا تب بھی خدائے پاک کی طرف سے اس پر غیبی اُفتاد پڑی اور ہلاکت و بربادی سامنے آئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی شخص یا کسی قوم یا کسی حکومت نے خدائے پاک کے کسی خاص بندے سے عداوت و دشمنی کی تو اس کا انجام بُرا ہی ہوا۔ اس زمانے میں بھی بہت سے لوگ خواہ مخواہ اہل اللہ سے دشمنی رکھتے ہیں اور ہر فساد اور بگاڑ کا واحد سبب انہیں لوگوں کو قرار دیتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح اللہ پاک سے نسبت رکھتے ہیں مثلاً اللہ کے ذکر کی مخلوقِ خدا کو ارشاد و تلقین کرتے ہیں یا مثلاً وہ حضرات جو تعلیم و تلقین کے ذریعہ علوم الٰہیہ اور احکامِ الٰہیہ کی ترویج میں سرگرم عمل ہیں (گو اس سلسلے کے بعض لوگوں میں بہت سی کوتاہیاں اور خامیاں بھی ہوتی ہیں لیکن جو لوگ سر سے پاؤں تک اور پیدائش سے موت تک دُنیا ہی میں غرق رہتے ہیں ان سے تو بہرحال افضل ہیں) ان دنیا داروں کا کیا منہ

ہے کہ اللہ کے کام میں لگے ہوئے حضرات کی پگڑی اچھالیں اور اپنی مجلسوں کو ان کی غیبت سے بھرپور رکھیں۔

آج کل حکومتوں کا اور دنیا داروں کا اور بدعقیدہ جماعتوں کا سب سے بڑا محبوب مشغلہ یہ رہ گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہیں دینی علوم و اعمال کو پھیلاتے ہیں مدارس دینیہ کے خادم ہیں ان میں پڑھنے پڑھانے والے ہیں، مؤذن ہیں، امام ہیں، اسلامی سیرت اور صورت اختیار کئے ہوئے ہیں انہیں دہشت گردی کی تہمت لگا کر اور طرح طرح کے بہانے ڈھونڈ کر دبانے اور مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور گناہ گاروں کو زیادہ سے زیادہ گناہ گاری کے مواقع فراہم کرتے ہیں، ان حضرات کو تو کیا مٹائیں گے خود ہی مٹ جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، دشمنانِ دین ہزاروں کی تعداد میں آئے اور اہل اللہ پر ظلم کر کے فنا کی گھاٹ اتر گئے جب کہ اللہ والے برابر موجود ہیں۔ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم۔

ثالثاً، حدیث شریف میں نیک بندوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ پرہیز گار ہوتے ہیں اور پوشیدہ رہتے ہیں۔ یعنی شہرت کے طالب نہیں ہوتے، اپنے اعمال کو بھی چھپاتے ہیں اور اپنی ذاتوں کو بھی پوشیدہ رکھتے ہیں۔ نام و نمود کرنا، شہرت کے لئے اسٹیج پر آنا، اپنی ذاتوں کی تشہیر کرنا، احوال و اعمال کا دکھاوا کرنا ان کا شیوہ نہیں ہوتا۔

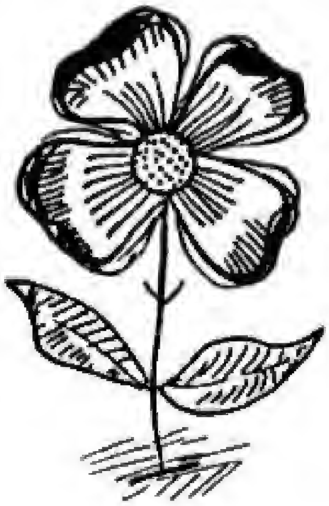
اہل دُنیا نہ ان کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ ان کو تلاش کریں اور نہ اپنی تقریبات میں ان کو شریک کرتے ہیں، دنیا کے لوگ ان کو کچھ بھی سمجھیں لیکن اللہ جل شانہٗ کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ ہے اور وہ ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور اپنی فراست ایمانی کی وجہ سے صحیح و سالم ہر فتنہ سے بچ کر نکل جاتے ہیں۔ جعلنا اللہ منھم۔

سود خور کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے جیسا کہ سورہ بقرہ ع ۳۸ میں فرمایا ہے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

سود خور مفلسوں اور غریبوں کی بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور سود کے ذریعے تنگ دستوں اور پریشان حال لوگوں کے اموال و املاک اور جائیداد و زیورات اپنے

قبضے میں کر لیتے ہیں۔ اس کو اگر دنیا میں سزا نہ ملی تو آخرت تو سامنے ہے ہی، ہمارے علاقہ ضلع بلند شہر کی ایک بستی میں ایک شخص سود خوری میں مشہور تھا۔ نام کا مسلمان تھا اس کے بارے میں سنا گیا کہ جب اسے دفن کر کے علیحدہ ہوئے تو فوراً سب کی نظروں کے سامنے قبر سے دھواں نکلا جس سے معلوم ہوا کہ قبر ہی میں اس پر آگ مسلط کر دی گئی۔

اعاذنا الله تعالیٰ من سوء الاعمال ومن سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرة ووفقنا لما یحبه ویرضاه۔



وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

كتاب الأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

(بھلائیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے کی اہمیّت اور ضرورت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت اور اہمیّت

اللہ جلّ شانہٗ نے بندوں کی ھدایت کے لئے اپنے احکام بھیجے ہیں جو قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بندوں تک پہنچے ہیں ان میں جو کام کرنے کے ہیں انکو "معروف" یعنی نیکی کہاجاتا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں ہیں اور جو کام ایسے ہیں جن کا کرنا منع ہے انکو "منکر" کہتے ہیں۔ یعنی برا کام جو خدا تعالیٰ کی شریعت میں نہیں ہے اسلام سے اس کا جوڑ نہیں کھاتا یہ اللہ تعالیٰ کو نامحبوب اور ناپسند ہے، معروف میں فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، سب داخل ہیں، اور منکر میں حرام، مکروہ (تحریمی وتنزیہی) سب داخل ہیں، سب سے بڑی نیکی فرض اور واجب کو انجام دینا ہے اور سب سے بڑا گناہ کسی بھی حرام کام کا ارتکاب کرنا ہے۔

سورۂ آلِ عمران میں فرمایا ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	اور تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو خیر کی طرف دعوت دیتے ہوں اور حکم کرتے ہوں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوں بُرے کاموں سے، اور یہ لوگ پورے پورے کامیاب ہیں۔

ہر مُسلمان کی اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خود اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرے، نیکیاں کرتا رہے، گناہوں سے بچتا رہے، اور دوسری ذمّہ داری یہ ہے کہ اوروں کو خیر کی دعوت دیتا رہے اور بُرائیوں سے روکتا رہے، خود نیک بن جانا اسلامی معاشرہ باقی رکھنے کے لئے کافی نہیں ہے دوسروں کو بھی خیر کی دعوت دیتے رہیں اور نیکیوں کا حکم کرتے رہیں اور بُرائیوں سے روکیں تب اسلامی معاشرہ باقی رہے گا چونکہ انسان کے اندر

بہیمیت کے جذبات بھی ہیں اور اس کے پیچھے شیطان بھی لگا ہوا ہے، اس لئے بہت سے لوگ فرائض اور واجبات چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو صحیح راہ پر باقی رکھنے کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت ہے۔

مؤمن کی خاص صفات

مؤمن کی خاص صفات جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں ان میں نیکیوں کا حکم کرنا اور بُرائیوں سے روکنا بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

سورۂ توبہ میں ارشاد ہے :۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ	اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے
اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	کے (دینی) رفیق ہیں یہ لوگ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ	اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ	ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۚ	فرمانبرداری کرتے ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائیگا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ	یعنی تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ
فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ	سے بدل دے (یعنی برائی کرنیوالے کو اپنے ہاتھ کی طاقت سے
فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ۔	روک دے) اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے
(رواہ مسلم)	یعنی برائی کرنے سے روک دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو

دل سے بُرا جانے اور یہ (صرف دل سے بُرا جان کر خاموش رہ جانا اور ہاتھ یا زبان سے منع نہ کرنا) ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

ہر شخص کی ایمانی ذمہ داری حدیث شریف میں بتا دی کہ جو شخص کسی منکر کو دیکھے اُس کو اپنی طاقت کے بقدر روک دے۔ اور ہر شخص کی ذمہ داری کے سوا سورۂ آلِ عمران کی آیت میں ایک جماعت ایسی موجود ہونے کا بھی حکم فرمادیا جو دعوت الی الخیر کرتی ہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا خصوصی کام ہو۔ یہ جماعت فرض کفایہ کے طور پر ہر علاقہ کے افراد کو دعوت خیر دے سکیں اور

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکیں۔ جماعت سے یہ مراد نہیں کہ دورِ حاضر کے انداز کی کوئی جماعت ہو جس کا صدر ہو سیکرٹری ہو۔ ممبران ہوں دفتر ہو جماعت کا کوئی نام یا یونیفارم ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کام کے کرنے والے بقدرِ ضرورت امت میں موجود رہیں۔ حکومت ایسے افراد مہیا کرے۔ حکومت نہ کرے تو مسلمان خود ایسی جماعت قائم رکھیں جو اس فریضہ کو انجام دیتی رہے اور چھوٹی موٹی جماعت نہ ہو بلکہ اتنی بڑی جماعت ہو کہ ہر علاقہ میں اہلِ اسلام کے جتنے افراد رہتے اور بستے ہوں ان تک بات پہنچانے کے لئے کافی ہوں۔

بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی ان کو نیک جانتے ہیں انہیں اپنی عبادت اور ذکر و وِرد کا تو خیال ہوتا ہے لیکن دوسروں کو حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی گناہوں سے نہیں روکتے بڑے تہجد گذار ہیں۔ لمبے لمبے نوافل پڑھتے ہیں۔ خانقاہ والے مرشد ہیں لیکن لڑکے خانقاہ ہی میں ڈاڑھی مونڈ رہے ہیں۔ لڑکیاں بے پردہ ہیں۔ لیکن ابا جان ہیں کہ اپنی نیکی کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی برائیوں پر روک ٹوک نہیں کرتے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑنے کا وبال

سورۂ انفال میں فرمایا ہے:۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں، اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ گناہوں کی وجہ سے جو فتنے آئیں گے وہ صرف انہی لوگوں کی ذات تک محدود نہ رہیں گے جو گناہوں میں ملوث ہونگے، بلکہ دوسرے لوگ بھی ان کے لپیٹ میں آجائینگے۔ اس آیت کی تفسیر میں صاحب معالم التنزیل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے:۔

أمر الله عز وجل المؤمنين أن لا يُقِرّوا المنكر بين اظهرهم

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ منکر یعنی خلاف شرع کسی کام کو اپنے درمیان باقی نہ رہنے دیں ورنہ

فیعمهم الله بعذاب یصیب الظالم وغیر الظالم۔ اللہ تعالیٰ سب پر عام عذاب بھیجدیگا جو ظالم کو بھی پہنچے گا اور غیر ظالم کو بھی۔

قدرت ہوتے ہوئے امر بالمعروف نہ کرنا اور برائیوں سے نہ روکنا سخت وبال کی چیز ہے اس دنیا میں عہدے اچھے لگتے ہیں لیکن جب ان کا وبال آخرت میں سامنے آئیگا تب پچھتاوا ہوگا جس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ہر مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پابند ہے اور اس فریضہ کو چھوڑ دینا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی عذاب آنے کا ذریعہ ہے۔ اگر اس فریضہ کو چھوڑ دیا جائے تو دعائیں تک قبول نہیں ہوتیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس قوم میں کوئی شخص ایک گناہ کرتا ہے جسے روکنے پر قدرت رکھتے ہوئے وہ لوگ نہ روکیں تو مرنے سے پہلے اُن لوگوں پر عذاب آئیگا۔ (رواہ ابوداؤد ص ۲۴۰ - ج ۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ فلاں فلاں بستی کا تختہ اس کے رہنے والوں کے ساتھ اُلٹ دو۔ حضرت جبریل نے عرض کیا کہ اے پروردگار اُن میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کے بقدر آپ کی نافرمانی نہیں کی (کیا اُسے بھی عذاب میں شریک کر لیا جائے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اس بستی کو اس شخص پر اور باقی رہنے والوں پر اُلٹ دو کیونکہ اس کے چہرہ پر میرے (احکام) کے بارے میں کبھی کسی وقت شکن بھی نہیں پڑی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور ضرور امر بالمعروف کرو اور نہی عن المنکر کرو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تمہارے اوپر اپنے پاس سے عذاب بھیجدے گا۔ پھر تم اس سے دعا کروگے تو وہ دعا قبول نہ فرمائے گا۔ (رواہ الترمذی)

معلوم ہوا کہ بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسا اہم اور ضروری کام ہے کہ اس کے نہ ہونے سے نیکیاں کرنے والے بھی عذاب کی لپیٹ میں آسکتے ہیں اور جب عذاب آئیگا

توجو دعائیں کی جائیں گی تو وہ بھی قبول نہ ہوں گی۔ عموماً لوگ خود گناہوں میں مبتلا ہیں نمازیں چھوڑے ہوئے ہیں۔ زکوٰتیں نہیں دیتے۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں ان گواہیوں کے ذریعہ پیسہ کماتے ہیں ڈاکے پڑ رہے ہیں مال لوٹے جا رہے ہیں چوریاں ہو رہی ہیں۔ قانونِ شریعت کی اجازت کے بغیر قتل ہو رہے ہیں۔ اور کوئی شخص بولنے والا نہیں ایسی صورت میں عذاب سے کیسے حفاظت ہو؟ اور عذاب آئے تو دعائیں کیسے قبول ہوں؟

دنیاوی تعلقات کی وجہ سے نہی عن المنکر کو چھوڑ دینا

تفسیر ابن کثیر میں مسند احمد سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑ گئے تو اُن کے علماء نے اُن کو منع کیا وہ لوگ گناہوں سے باز نہ آئے پھر یہ منع کرنے والے ان کے ساتھ مجلسوں میں اُٹھتے بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے (اور اس میل جول اور تعلق کی وجہ سے انہوں نے گناہوں سے روکنا چھوڑ دیا) لہٰذا اللہ نے بعض کے دلوں کو بعض پر مار دیا یعنی یکساں کر دیا اور انکو داؤد اور عیسٰی ابن مریمؑ کی زبانی ملعون کر دیا۔

اس کے بعد آپ نے سورۂ مائدہ کی یہ آیت لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ سے ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ تک پڑھی اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے آپ تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (اپنی ذمہ داری سے اس وقت تک سبکدوش نہ ہو گے، جب تک گناہ کرنیوالوں کو منع کر کے حق پر نہ لاؤ گے۔ (ص۸۲ ج۲)

سنن ابی داؤد ص ۲۴۰ ج ۲ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ سب سے پہلے جو بنی اسرائیل میں نقص وارد ہوا وہ یہ تھا کہ ایک شخص دوسرے سے ملاقات کرتا تھا (اور اسے گناہ پر دیکھتا تھا) تو کہتا تھا کہ اللہ سے ڈر اور یہ کام چھوڑ دے کیونکہ وہ تیرے لئے حلال نہیں ہے، پھر کل کو ملاقات کرتا اور گناہ میں مشغول پاتا تو منع نہ کرتا تھا کیونکہ اس کا اس کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے میں شرکت کرنے والا آدمی ہوتا تھا سو جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ نے اُن کے قلوب کو آپس میں ایک دوسرے پر مار دیا یعنی یکساں بنا دیا

پھر آپ نے آیت بالا لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک تلاوت فرمائی، پھر فرمایا کہ خوب اچھی طرح سمجھ لو اللہ کی قسم! (تمہاری یہ ذمہ داری ہے کہ) امر بالمعروف کرتے رہو اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالم کا ہاتھ پکڑتے رہو اور اُسے حق پر جماتے رہو۔

نیز سنن ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ عام عذاب لے آئیگا جس میں سب مبتلا ہوں گے نیز سنن ابو داؤد میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی شخص کسی قوم میں گناہ کرنے والا ہو اور جو لوگ وہاں موجود ہوں قدرت رکھتے ہوئے اس کے حال کو نہ بدلیں یعنی اس سے گناہ کو نہ چھڑائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی موت سے پہلے ان پر عام عذاب بھیج دے گا۔ (ص ۲۳۰ ج ۲)

اُمتِ محمدیہؐ میں نہی عن المنکر کا فقدان

یہ نقص جو بنی اسرائیل میں تھا دورِ حاضر کے مسلمانوں میں بھی ہے گناہوں سے روکنے کی قدرت ہوتے ہوئے گناہوں پر نہیں ٹوکتے، گناہگاروں سے ملتے جلتے ہیں ان سے تعلق رکھتے ہیں اور تعلقات کشیدہ ہونے کے ڈر سے ان کو گناہ سے نہیں روکتے، خالق مالک جل مجدہ کی ناراضگی کا خیال نہیں کرتے اور مخلوق کی ناراضگی کا خیال کرتے ہیں کہ اسے گناہ سے روکنے یا تو یہ ناراض ہو جائیگا۔ یہ ایمانی تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔

سورۂ توبہ کی آیت جو اوپر نقل کی گئی (جس میں مؤمنین کی صفات بتائی ہیں) اس آیت سے پہلے منافقین کے اوصاف بتائے ہیں۔ جن کے بارے میں فرمایا ہے کہ:۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ۔

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک طرح کے ہیں کہ بُری بات کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں۔

آج منافقین کی صفات کو مسلمانوں نے لے رکھا ہے جو شخص گناہ چھوڑنا چاہے اور نیکیوں پر لگنا چاہے اسے دنیا داری کی دوستی میں گناہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں اگر کوئی شخص کسی عہدے پر ہو

جس سے رشوت مل سکتا ہو اور وہ رشوت لینے سے پرہیز کرے تو اسے ماں باپ اولاد بیوی دوست واحباب بے وقوف بناتے ہیں اور اسے رشوت لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ سب کو اپنی جھولی اور اپنا پیٹ بھرنے کا خیال رہتا ہے لیکن اس کی جان کی فکر نہیں جسے رشوت لینے کے لئے مجبور کر رہے ہیں قبر میں اس رشوت لینے والے کا کیا بنے گا اور قیامت کے دن اسے حرام پیسہ لینے پر کیا سزا ملے گی۔ اس کا کوئی دھیان نہیں۔

ڈاڑھی رکھنا واجب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈاڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ کوئی مسلمان ڈاڑھی رکھ لے تو دوست احباب اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں یہاں تک واقعات سنے گئے ہیں کہ یار دوست ڈاڑھی رکھنے والے دوست کو پکڑ کر لے گئے اور نائی کی دکان میں بٹھا کر زبردستی ڈاڑھی منڈوادی اور پیسے اپنے پاس سے دیدیئے یہ کتنی بڑی بغاوت ہے اس میں اپنی جان پر بھی ظلم ہے اور نائی پر بھی جس سے گناہ کا کام کروایا اور اس شخص پر بھی جسکی ڈاڑھی مونڈی۔ کہنے کو مسلمان ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورتِ حسینہ سے نفرت ہے یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے، امت رسول اللہ کی اور صورت عدو اللہ کی ذرا شرم نہیں کیا کر رہے ہیں نہی عن المنکر تو کیا کرتے منافقوں کا کام کرتے ہیں یعنی امر بالمنکر کا کام انجام دیتے ہیں۔

بیاہ شادی کے رسوم میں اگر کوئی شخص نہ پڑے شریعت کے مطابق بیٹا بیٹی کی سادہ شادی کرنے لگے تو اعزہ اقربا، اس کے بھی گلے پڑتے ہیں اُسے ریاکاری اور گناہگاری کی رسموں پر مجبور کرتے ہیں یہ سب دنیاداری اور آخرت کی فکر سے خالی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ شانہ سب کو ھدایت دے۔

حکومت اور اسکے اعوان وانصار کی ذمّہ داری

اہلِ ایمان اصحاب اقتدار کی صفات بتاتے ہوئے سورۂ حج میں ارشاد فرمایا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ	یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو حکومت دیدیں تو نماز قائم کریںگے اور زکوٰۃ ادا کریںگے اور اچھے کاموں کا حکم کریںگے اور برائیوں سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

بہت سے لوگوں کو مختلف طرح کے عہدے اور مناصب حاصل ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں کو نہ فرائض اور واجبات کا حکم کرتے ہیں اور نہ گناہ چھوڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ حکومتوں کے چھوٹے بڑے عہدوں پر فائز ہونے والے خود بھی بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور فرضوں کے تارک ہوتے ہیں، نہ صرف یہ کہ اپنے ماتحتوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے بلکہ اپنا اقتدار جانے کے لئے ماتحتوں کو گناہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور سرکاری کاموں میں نمازیں تک برباد کردی جاتی ہیں۔

ہر شخص نیکیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کا مامور ہے اپنے گھر کے بڑے، اداروں کے بڑے، کمپنیوں اور فرموں کے ذمہ دار حکومتوں کے عہدیدار بقدر اپنی قوت اور طاقت کے اس فریضے کو انجام دیں۔ گھر کے لوگ اپنی اولاد کو اور نوکروں کو نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے میں پوری قوت استعمال کریں، افسوس ہے کہ لوگ اپنی اولاد کو دنیاوی دھندے تو سکھاتے ہیں تجارتی اور کاروباری باتیں سمجھاتے ہیں لیکن انہیں فرائض اور واجبات کا حکم نہیں دیتے اور گناہوں سے نہیں روکتے۔

فائدہ: سورۂ آلِ عمران کی آیت میں پہلے یدعون الی الخیر فرمایا اس کے بعد یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر فرمایا، دعوت الی الخیر میں سب باتیں داخل ہوگئیں کافروں کو اسلام کی دعوت دینا بھی اس میں آگیا اور فرائض اور واجبات کے علاوہ سنن اور مستحبات کی دعوت دینے کو بھی یدعون الی الخیر کا عموم شامل ہوگیا، مستحبات کو چھوڑ دینا اگرچہ منکر نہیں ہیں۔ لیکن ان پر عمل کرنے میں بہت بڑا فائدہ ہے اس لئے ان کی دعوت بھی دیتے رہنا چاہئے لیکن سختی نہ کی جائے البتہ فرائض اور واجبات کی دعوت سختی سے دی جائے جس درجہ کا جو حکم ہے اسی درجہ میں اس کی دعوت ہونی چاہئے، بہت سے فرائض اور واجبات میں مسامحت کرتے ہیں بلکہ خود بھی فرائض کو چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں اور مستحبات کے بارے میں سختی کرتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح نہیں، شریعتِ محمدیہ میں (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) جس چیز کا جو درجہ ہے اسی درجہ کے مطابق دعوت میں سختی اور نرمی اختیار کی جائے۔

دعوتِ فکر

ہم سب مل کر اپنے حال پر غور کریں کہ اپنی نظروں کے سامنے گناہ ہوتے دیکھتے ہیں، نمازیں قضا کی جا رہی ہیں۔ روزے کھائے جا رہے ہیں۔ شرابیں پی جا رہی ہیں۔ رشوت کے مالوں سے گھر بھرے جا رہے ہیں۔ طرح طرح کی بیحیائی گھروں میں جگہ پکڑ رہی ہے، ٹی وی نے برباد کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے پھر کتنے مرد وعورت ہیں جو اسلام کے دعویدار ہیں اور ان چیزوں پر روک ٹوک کرتے ہیں؟ کھلم کھلا خدائے پاک کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں، لیکن نہ دل میں ٹیس ہے نہ زبان سے کوئی کلمہ کہنے کے روادار ہیں۔ اور ہاتھ سے روکنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ دوسروں کو نیکیوں پر ڈالنا اور برائیوں سے روکنا تو درکنار خود اپنی زندگی گناہوں میں لت پت کر رکھی ہے۔ خود بھی گناہ کر رہے ہیں اور اولاد کو اور دوسرے ماتحتوں کو نہ صرف گناہوں میں ملوث دیکھتے ہیں بلکہ ان کو خود گناہوں پر ڈالتے ہیں اپنے قول اور فعل سے ان کو گناہوں میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ طور طریق اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لانے والے نہیں بلکہ اللہ کے عذاب کو بلانے والے ہیں۔ وللہ عاقبة الامور۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

كتاب

اِصلاحُ المعاشَرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اصلاحِ مُعاشرہ

اسلام کا کلمہ پڑھ لینے سے اور اپنا دین اسلام بنا لینے سے انسان کی زندگی چاہے مرد ہو یا عورت غیر مسلموں سے بالکل الگ ہو جاتی ہے ہر کام اور ہر حال میں ہر مسلمان مرد و عورت کو حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنا لازم ہے۔ آج کل کے مسلمان جو اسلامی معاشرت سے پیچھے ہٹ گئے ہیں اُس کی تفصیل تو بہت بڑی ہے لیکن ہم خاص کر ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی وجہ سے دین و ایمان اور روپیہ پیسہ سب ہی غارت ہوتے ہیں اور جن کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ مناسب ہے کہ اس مضمون کو علیحدہ ہی شائع کر دیا جائے، جو صاحب اس کے لئے وقت اور پیسہ خرچ کریں گے اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دورِ حاضر میں جو چیزیں معاشرت میں عام ہو گئی ہیں اور جن کے اختیار کرنے میں ترقی اور کامیابی سمجھی جاتی ہے اس میں اصل الاصول تو اغیار کی تقلید اور مشابہت ہے اور اسی کے ذیل میں مال کی کثرت کی فکر اور اس کی محبت اور بے حیائی اور عصمت و عفت سے دشمنی اور بلند مکانات پر فخر اور فرنیچر اور تصاویر کی رغبت آجاتی ہے، ہم ان اوراق میں ان شاء اللہ یہ بتائیں گے کہ مسلمان کی ترقی اور کامیابی ان چیزوں میں نہیں ہے۔ مسلمان کی ترقی اور کامیابی اور دُنیا و آخرت کی خیر رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے۔

مال کی محبّت

سب سے پہلے مال کی کثرت اور اس کی محبّت کو لے لیجئے اس میں شک نہیں کہ مال انسانی ضرورت کی چیز ہے، جب دُنیا میں رہنا ہے اور جینا ہے تو اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے "کسبِ حلال" بھی ضروری ہو گا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔ حلال مال کا طلب کرنا فرض کے بعد فریضہ ہے ۔

یعنی نماز روزہ کے فریضہ کے بعد حلال مال کمانے کا درجہ ہے اور یہ بھی فرض ہے۔ ظاہر ہے جو چیز فرض ہوگی اس میں ثواب بھی ہوگا، پس یہ کہنا اور سمجھنا کہ شریعتِ اسلامیہ میں مال کمانے سے منع کیا گیا ہے یہ غلط ہے، اصل بات یہ ہے کہ اسلام میں مال کمانے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ حرام مال کمانے کی ممانعت ہے اور جو حلال مال کما لیا جائے اس کے خرچ کرنے کے مواقع مقرر فرما دیئے ہیں کہاں خرچ کیا جائے اور کہاں خرچ نہ کریں۔

اگر حلال مال تک کمائی محدود ہے، حلال ہی کمائیں، حلال خرچ کریں اور ممنوعات میں نہ لگائیں اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کا خیال رکھیں تو ایسا مالدار بننا جائز ہے البتہ اسراف و ریاکاری حلال مال کے ذریعہ بھی حرام ہے۔

لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب مال زیادہ ہو جائے تو دنیاوی رسوم اور رواجی اخراجات میں خرچ کرنے لگتے ہیں اور صریح گناہوں میں مال کھپاتے ہیں، مال زیادہ ہو تو فاسقوں فاجروں والا لباس پہننے لگتے ہیں، گھر میں تصویریں سجالیں، گانے بجانے کا سامان خرید لیا، ٹیلیویژن لے آئے، بچوں کو معاشقے سکھانے لگے، ان کو گانوں کا شوقین اور بے حیائی اور بے شرمی کا خوگر بنا دیا، بڑی بڑی فیس ادا کر کے ان کو انگلش اسکولوں میں داخل کر کے اسلام سے دُور کر دیا، کافرانہ سج دھج سے مانوس کر دیا، کیونکہ کافرانہ طور طریق میں اور کافروں کی مشابہت میں کوٹ پتلون اور ٹائی میں (جو سراسر نصرانیت کا شعار ہے) ترقی نظر آتی ہے اور قرآن وحدیث پڑھانے میں تنزل نظر آتا ہے۔ (العیاذ باللہ)۔

سُود، قمار، رشوت

بڑا مالدار بننے کی حرص میں حلال حرام کی تمیز نہیں کی جاتی، حلال عموماً زیادہ نہیں ملتا ہے۔ حرام طریقوں ہی سے رئیس کبیر بنتے ہیں۔

بہت سے لوگ لائف انشورنس یعنی بیمۂ زندگی کراتے ہیں۔ یہ معاملہ قمار یعنی جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے اگر کسی شخص نے جہالت کی وجہ سے کچھ اقساط جمع کئے ہوں تو توبہ کرے اور جس قدر رقم جمع کی ہے صرف اسی قدر وصول کرلے اس سے زائد اس کو یا اس کے وارثوں کو لینا

حرام ہے اور بہت سے لوگ بینک سے سُود لیتے ہیں یا سُود دیتے ہیں اور خاصی تعداد میں ایسے لوگ بھی ہیں جو حرام کو قرض دے کر سُود وصول کرتے ہیں جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ بیمۂ زندگی حرام ہے اور سُود کا لین دین بھی حرام ہے اور باعثِ لعنت ہے تو مولویوں کو کوسنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولویوں کا یہی کام ہے کہ قوم کی ترقی کا جو بھی کوئی راستہ نکلتا ہے اس میں آڑے آجاتے ہیں اور فتوے ٹھوکنے لگتے ہیں، دوسری قومیں کہاں سے کہاں نکل گئیں ان میں بڑے بڑے مالدار ہیں، سیٹھ ہیں، ان کے بینک جاری ہیں، مولویوں نے قوم کو تنگدستی کے غار میں دھکیل دیا اور چناں ہے چنیں ہے۔ مولویوں کا تو یہ احسان ہے کہ وہ یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ کام حرام ہے اور گناہ ہے وہ اپنے پاس سے کچھ کہیں تو طعن و تشنیع کرنے کی کوئی وجہ بھی ہے لیکن جب وہ قرآن و حدیث سے بیان کرتے ہیں تو جو لوگ مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں ان پر لازم ہے کہ مولویوں کی بات مانیں اور حرام سے بچیں، قرآن مجید میں فرمایا ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۔

اللہ تعالیٰ سُود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے کسی کفر کرنے والے کو اکسی گناہ کے کام کرنے والے کو۔

بیان القرآن میں اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سُود کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا، برخلاف اس کے صدقہ دینے میں گو فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن مآل کار اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں، کبھی تو دُنیا میں بھی اور آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے کیونکہ وہاں اس پر بہت سا ثواب ملے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سُود کا ایک درہم جس کو انسان کھالے اور وہ جانتا ہو کہ یہ سُود کا ہے تو یہ چھتیس ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور دوسری حدیث میں یوں ہے کہ سُود کے گناہ کے ستر حصے ہیں ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ جیسے انسان اپنی ماں سے زنا کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی سُود کھانے والے پر اور سُود کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر اور

فرمایا کہ (گناہ میں) یہ سب برابر ہیں ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۴)

مولویوں کا یہی تو قصور رہے کہ وہ قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں اور گناہوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ گناہ گار اپنے آپ کو گناہ گار نہیں سمجھتے اور جو لوگ یہ بتاتے ہیں کہ تم گناہ کر رہے ہو الٹے ان کو صلواتیں سناتے ہیں اور برا بھلا کہہ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کر لیتے ہیں کیا مولویوں کو برا کہنے سے حرام حرام نہ رہے گا؟ کیا آخرت میں یہ حیلہ کام دے گا کہ مولویوں نے بتایا تو تھا ہم نے ان کی بات نہ مانی اور ان کو برا بھلا کہہ کر حرام کو شیرِ مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ خوب غور کریں کہ میدانِ آخرت میں کیا ہوگا؟ چوری وسینہ زوری کا انجام خود سمجھ لیں؟ گناہ بھی کریں مولویوں کی غیبتیں بھی کریں یہ دوہرا گناہ ہے۔ سُود کے کھانے والے پر کھلانے والے، لکھنے والے گواہ بننے والے ان سب پر اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت ہے۔ کیا لعنت بھی ترقی کی چیز ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ دوسری قومیں ترقی کر گئیں اور مولویوں نے سُود اور جوئے سے روک کر ترقی سے روک دیا۔ یہ تو جب صحیح ہوتا جب مولویوں کی بات مانی ہوتی، مولویوں کی بات مانتے تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے طاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے عالم غیب سے رحمتوں اور نعمتوں کا نزول ہوتا، مولویوں کی بات مانی بھی نہیں پھر بھی وہی موردِ الزام ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کی طاعت و فرمانبرداری پر چلیں تو سارا جہاں قدموں میں آجائے۔

اسلام کے دعویداروں کا یہ حال ہے کہ طاعات وعبادات کے ذریعہ اللہ کی رحمتیں اور برکتیں لینے کو تیار نہیں، گناہوں کے ذریعہ ترقی کرنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ گناہ کے ذریعہ جو مال ملے گا وہ حرام بھی ہوگا اور بے برکت بھی، نیز دنیا کی بربادی کا بھی ذریعہ ہوگا اور آخرت کے عذاب کا بھی سبب ہوگا۔ کافروں کی دیکھا دیکھی گناہوں کے ذریعہ مالیاتی ترقی کرنا بہت بڑی بھول ہے۔ کافر کے لئے تو دنیا ہی ہے موت کے بعد تو اس کے لئے عذاب ہی عذاب ہے، ان کے لئے دُنیا جنت ہے، ان کی مالیاتی ترقی اور لذتوں والی زندگی دیکھ کر حرص کرنا، رال ٹپکانا، اپنے ایمان واسلام کی ناقدری ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی فاجر کو کسی نعمت میں دیکھ کر ہرگز رشک نہ کر، کیونکہ تجھے اس چیز کا پتہ نہیں ہے جس سے وہ موت کے بعد ملاقات کرنے والا ہے بلاشبہ اللہ کے نزدیک اس کے لئے ایک قاتل ہے جسے موت نہیں آئے گی اور وہ قاتل دوزخ ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۷)

بھلا جسے دوزخ میں جانا ہو اس کی دُنیا دیکھ کر رشک کرنا کیا؟ اور نظریں اٹھا کر اس کی طرف کیا دیکھنا؟ اللہ تعالیٰ کافروں کو زیادہ دیتا ہے اس طرح ان کو ڈھیل ملتی ہے جس کی وجہ سے اور زیادہ سرکش ہوتے ہیں اور اس سرکشی کا انجام گرفت، عذاب اور دوزخ ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ؛

اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں، ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں، اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور ان کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

بہت سے لوگ یوں کہتے ہیں کہ جُوا، بیمہ زندگی اور سُود کے لین دین میں نفع ہے، مولوی لوگ نفع کی چیزوں سے منع کرتے ہیں، ان کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ مولوی اپنے پاس سے منع کریں تب تو ان کو جا کر بُرا کہا جائے۔ ہر فائدہ کی چیز حلال نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (سورہ البقرہ)

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

کتنی واضح بات ہے کہ نفع ہوتے ہوئے بھی ان میں بڑا گناہ بتایا ہے، اہلِ دنیا صرف دنیا کے ظاہری موجودہ نفع کو دیکھتے ہیں نہ اس کے دنیاوی انجام پر نظر رکھتے ہیں نہ آخرت کی بربادی کا خیال کرتے ہیں کہ مالداری کی حرص میں رشوت کا لین دین بھی ہوتا ہے ملازمت کی تنخواہ ایک ہزار ہے لیکن ماہانہ آمدنی دس ہزار ہے۔ یہ دس ہزار رشوت کے ذریعہ وصول کئے جاتے ہیں اور ملازمین جو مالدار ہوتے ہیں ان کے پاس رشوت ہی سے زیادہ تر مال جمع ہوتا ہے، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی رشوت لینے والے پر اور رشوت دینے والے پر اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بنے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کے لئے کوئی سفارش کردی پھر اس نے اسے کچھ دے دیا جسے اس نے قبول کر لیا تو یہ ہدیہ قبول کرنے والا سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازہ میں داخل ہو گیا معلوم ہوا کہ رشوت کا نام ہدیہ یا تحفہ یا سوغات رکھ دینے سے حلال نہ ہو جائے گی۔

اگر رشوتیں لے کر نئے نئے ڈیزائن کی خوبصورت بلڈنگیں کھڑی کرلیں سُود کی رقم سے لکھ پتی ہو گئے، حرام مال سے کارخانے چلالئے اور کمپنی کھول کر مینجنگ ڈائریکٹر بن گئے کیا یہ ترقی ہے! یہ کوئی ترقی نہیں ہے۔ ترقی یہ ہے کہ مال حلال کا ہو شریعت کے مطابق دنیاوی حلال ضرورتوں میں خرچ ہوتا ہو اور آخرت کے لئے ذخیرہ بنایا جاتا ہو۔

مالیات کی طلب اور رغبت نے آنکھوں پر ایسے پردے ڈال رکھے ہیں کہ جانتے بوجھتے ہوئے لوگ حرام کمارہے ہیں اور حرام استعمال کر رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر حرام کما کر اور حرام کھا کر اور حرام کو اپنی حاجتوں میں لگا کر دنیا والوں کی ریس کر لی اور مالدار بن گئے، سیٹھ جی کہلانے لگے۔ نوٹوں کے گڈے تجوریوں میں بھر لئے، بینک بیلنس خوب زیادہ کر لیا اور اس کی وجہ سے دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوئے تو یہ کوئی کامیابی نہیں ہے۔

مال کے لئے غیر ملکوں میں سکونت

زیادہ مال کی ہوس میں لوگ اپنے ملکوں کو چھوڑ رہے ہیں یورپ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا کی طرف جارہے ہیں وہاں مال زیادہ ہے، صرف بے حیائی ہے، فحاشی ہے، عریانی ہے آزادی ہے جو سراسر بربادی کا ذریعہ ہے مگر ہری بھری دنیا آخرت کی کامیابی کے لئے سوچنے ہی نہیں دیتی، اولاد وہاں کے ماحول کے مطابق طور طریق اختیار کر رہی ہے اور آزادی وفحاشی، عریانی، بے حیائی میں سب مگن ہیں۔ وہاں کے قوانین کے مطابق اولاد کو کچھ بھی نہیں سکتے، اگر موجودہ نسل کو کسی نے سنبھال بھی لیا تو آئندہ نسلوں کی تباہی تو بہر حال ہے ہی، آخر ایسے مال کی کیا ضرورت ہے جو اپنی اولاد کو دین و ایمان سے اور اعمالِ اسلام سے دُور کر دے، اولاد کے لئے دوزخ کا سامان کر دینا تو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دینے سے بھی زیادہ ظلم ہے کیونکہ ذبح کی تکلیف وقتی ہوتی ہے اور دوزخ کا عذاب سخت بھی ہے اور دائمی بھی (اگر ایمان پر موت آگئی لیکن اعمال کی وجہ سے عذاب ہو کر چھٹکارہ ہوا تو اس کی مدت بھی تو کم نہیں ہے)۔

برازیل کے طالب علم سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی راقم الحروف نے اس سے دریافت کیا کہ وہاں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ ہاں ان کو اتنا یاد ہے کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے، اسلام کو تقریباً بھول ہی گئے ہیں البتہ مال بہت زیادہ ہے، راقم نے دریافت کیا کہ یہ لوگ برازیل کب گئے اور کہاں سے گئے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ چالیس سال قبل بعض عرب ممالک سے گئے تھے، وہاں کے ماحول میں ایسے گھلے ملے کہ چالیس سال سے بہت پہلے ہی اسلام سے کوسوں دور ہوگئے یہ تو ان کا حال ہے جن کو وطن چھوڑے ہوئے کچھ بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا ان کو اتنا یاد ہے کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے، غور کرلیں کہ ان کی آنے والی نسلوں کا کیا ہوگا؟

ایک اور واقعہ یاد آگیا۔ احقر کے ایک ملاقاتی کی بہن آسٹریلیا میں رہتی تھیں، بہن نے بھائی کے یہاں اپنے لڑکے کے رشتہ کے لئے پیغام دیا اور کہا کہ میرا لڑکا ۲۰ ہزار ماہانہ کماتا ہے لڑکی والوں نے دریافت کیا کہ دینی حالت کیا ہے؟ اور حرام حلال کی کتنی تمیز ہے؟ وہ کہنے لگی کہ وہاں نصرانیوں کا ماحول ہے ہم بھی سور کا گوشت بسم اللہ پڑھ کر کھا لیتے ہیں (العیاذ باللہ) یہ سن کر موصوف نے کانوں میں ہاتھ دھرے اور رشتہ دینے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ صاحب علماء صلحاء کے پاس اٹھنے بیٹھنے والے تھے۔

مذکورہ بالا ملکوں میں جا کر بستے ہیں نہ لباس اسلامی رہتا ہے نہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جیسی شکل و صورت بھاتی ہے نہ حلال حرام کی تمیز رہتی ہے، حرام چیزیں بلا تکلف کھاتے ہیں اور بغیر بسم اللہ کا ذبح کیا ہوا گوشت تو وہاں بہت ہی عام ہے، وہاں محلوں میں کھانے پینے کی ضرورت کی چیزیں فروخت کرنے کے لئے دوکانیں کھول لیتے ہیں شراب اور سور کا گوشت اسلام کے نام لیوا بغیر کسی جھجک کے فروخت کرتے ہیں ھداھم اللہ تعالٰی لاطاعۃ اللہ و اطاعۃ رسولہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی شراب پر اور اس کے پینے والے پر، اور اس کے پلانے والے اور اس کے بیچنے والے پر، اور اس کے خریدنے والے پر، اور اس کے بنانے والے پر اور اس کے بنوانے والے پر، اور اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس لے جائی جائے اس پر۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

یورپ امریکہ آسٹریلیا میں اسلام سے نسبت رکھنے والوں نے دوکانیں کر رکھی ہیں۔

مذکورہ بالا چیزیں خریدتے اور فروخت کرتے ہیں قصداً وارادۃً لعنت کے کام اور لعنت کے کاروبار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

زیادہ مال کی رغبت نے مذکورہ بالا ملکوں میں رہنے کے لئے آمادہ کیا ہے، ورنہ مختصر حلال روزی سب جگہ مل جاتی ہے، جو لوگ ان ملکوں میں رہتے ہیں ان میں معدودے چند وہ ہیں جنہیں اپنے اور اپنی اولاد کے دین و ایمان کی فکر ہے اور اصلاحی کوششیں کرتے ہیں وقلیل ما ہم۔

ہمارے آقا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طالبِ دُنیا کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے اس کو بھی سُنئیے، فرمایا :-

تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْھَمِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَکَسَ وَاِذَا شِیْکَ فَلَا انْتُقِشَ ۔ ؎	ہلاک ہو دینار کا غلام، اور درہم کا غلام اور چادر کا غلام (حال اس کا یہ ہے کہ) ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہو جائے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت تھے لیکن آپ نے دینار و درہم کے غلام کے لئے بد دعا فرمادی اور فرمایا کہ دینار کا غلام اور درہم کا غلام ہلاک ہو، اور یہ بھی فرمایا کہ چادر کا غلام ہلاک ہو، یہ تینوں چیزیں بطور مثال کے بیان فرمادیں ۔ ورنہ دُنیا کی ہر چیز کا ایسا طلب گار ہو جانا کہ اس کا غلام بن جائے بہت ہی زیادہ بُرا ہے، دنیاوی چیزیں اس لئے ہیں کہ ان سے خدمت لی جائے نہ اس لئے کہ انسان اُن کا غلام بن کر رہے، آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیاداروں کے مزاج کا نقشہ کھینچ دیا اور فرمایا۔ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخِطَ (اگر دُنیا میں سے دے دیا گیا تو راضی ہو گیا، نہ دیا گیا تو ناراض ہو گیا) دُنیا کے طلب گاروں کا یہ حال ہے کہ ان کا اوڑھنا بچھونا ہی دُنیا ہے، دُنیا ہی ان کی ماں ہے دنیا ہی کے لئے کھاتے ہیں دُنیا ہی کے لئے کماتے ہیں، تعلقات بھی دُنیا ہی کے لئے رکھتے ہیں ہر بات میں دنیا ہی ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔

آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پھر بد دعا دی اور دوبارہ اس مضمون کو لوٹایا اور فرمایا کہ دینار اور درہم اور چادر کا غلام ہلاک ہو اُلٹے منہ ہو کر گرے اگر اس کو کانٹا لگ جائے تو خدا

؎ رواہ البخاری

کرے کہ اس کا کانٹا نہ نکلے، بڑے بڑے مہاجنوں، ساہوکاروں، سیٹھوں اور نوٹوں کے گڈے جمع کرنے والوں کو دیکھو گے تو ایسا ہی پاؤ گے جیسا کہ حدیث شریف میں بیان فرمایا یعنی یہ لوگ پیسہ کے غلام ہیں اسی کے لئے جیتے ہیں اسی کے لئے مرتے ہیں۔ درحقیقت کافر کی کامیابی اور ہے مومن کی کامیابی اور ہے کافر کے سامنے آخرت نہیں ہے وہ اپنی ساری خواہشیں اور لذتیں یہیں پوری کرنا چاہتا ہے اور جتنی بھی دُنیا مل جائے اس کے نزدیک کم ہے اس کے نزدیک مال جمع ہو جانا چاہیئے۔ حلال وحرام کی اس کے یہاں کوئی بحث نہیں مومن کے سامنے آخرت ہے وہاں کی نعمتیں ہیں وہ وہاں کے حساب کتاب کا عقیدہ رکھتا ہے حلال کا خیال رکھتا ہے۔ خرچ کرنے میں بھی فرمانِ خداوندی کا پابند ہے، حرام تو وہ کما ہی نہیں سکتا اور حلال کے حساب سے ڈرتا ہے۔ اگر حلال مال مل گیا تو اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھتا ہے، کہاں مؤمن کہاں کافر؟

مؤمن کافر کو دیکھ کر کیوں رال ٹپکائے اور دُنیا کی محبت میں آخرت کو کیوں برباد کرے۔

فضول خرچی اور زیب و زینت میں فخر و مباہات

جب مال کی کثرت ہو جاتی ہے تو تعمیرات میں مقابلہ شروع ہو جاتا ہے اور مکانات کے سجانے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ہزاروں روپے صرف در و دیوار پر زینت کے لئے پردے لٹکانے پر اور قالین بچھانے پر خرچ ہوتے ہیں، اسراف اور فضول خرچی کے علاوہ اس میں ریاکاری اور فخر و مباہات کا جذبہ بھی اندر سے جوش مارتا ہے جبکہ ریاکاری کے لئے مال کمانا اور ریاکاری کے کاموں میں خرچ کرنا دونوں گناہ ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تو (آخرت میں) مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو دُنیاوی زندگی گذارنے کے لئے اتنا (مختصر سا) سامان کافی ہونا چاہیئے جتنا مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے اور مالداروں کے پاس نہ بیٹھنا اور کسی کپڑے کو پرانا (یعنی ناقابلِ استعمال) نہ سمجھنا جب تک کہ اس میں پیوند لگا کر نہ پہن لے[1]

اس حدیث میں تین اہم نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں جو بڑی اکسیر ہیں، پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ دنیاوی زندگی کے گذارہ کے لئے معمولی سامان سے کام چلاؤ، مسافر جتنا سامان ہمراہ لے کر جاتا ہے اتنے سے سامان میں گذارہ کرو، زیادہ سامان کے لئے زیادہ پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اکثر حلال مال سے فضولیات اور فرنیچر اور زیب و زینت کے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ لامحالہ ان کے لئے حرام کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے اور آخرت میں جو مال کا حساب ہوگا وہ بھی بقدر مال ہوگا کم آمد اور کم خرچ والے وہاں مزے میں رہیں گے اس لئے دنیاوی زندگی کا سامان جس قدر کم ہو بہتر ہے، آج کل سامان بڑھانے کی دوڑ ہے بھاری رقمیں فرنیچر پر اور نئے نئے ڈیزائن کے بنگلوں پر اور طرح طرح کے غیر ضروری امور پر خرچ ہو رہے ہے، غریب سے غریب کو بھی صوفہ سیٹ

---

[1] مشکوٰۃ عن الترمذی۔

کی طلب ہے اور ٹی۔ وی اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کی طلب ہے مخمل قالین اٹھنے بیٹھنے کے لئے نہیں بلکہ محض بچھانے کے لئے چاہیئے ہیں جس کو جوتوں سے روندتے ہیں۔

دیکھو! یہ ڈھنگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیوں کے نہیں ہیں مال و اسباب کی کمی عیب نہیں ہے گناہ کرنا اور حرام کمانا حرام خرچ کرنا عیب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے خاص صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللهِ لَيْسُوا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ [1] (یعنی مزے اڑانے سے بچنا کیونکہ اللہ کے بندے مزے اڑانے والے نہیں ہوتے)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ رَضِيَ بِاللهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللهُ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ [2]	"یعنی جو شخص اللہ کی جانب سے ملنے والے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل سے راضی ہو جاتے ہیں"

ایک مرتبہ رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو گئے۔ سو کر اٹھے تو جسم شریف پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان پڑ گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ حکم فرمائیں تو ہم آپ کے لئے اچھا بچھونا بچھا دیا کریں اور اچھی اچھی چیزیں حاصل کر کے آپ کے لئے لایا کریں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھ کو دُنیا سے کیا تعلق؟ میرا دنیا سے بس ایسا ہی واسطہ ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے نیچے سایہ لینے کے لئے بیٹھ گیا اور پھر اسے چھوڑ کر چل دیا[3]

مسلمان کو ہر حال اور ہر کام میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنا لازم ہے۔ آج کل کے مسلمان اور خاص کر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے غیر قوموں کو دیکھ کر ایسے ایسے خرچ بڑھا لئے ہیں کہ نہ وہ ضروری خرچ ہیں نہ ان پر زندگی موقوف ہے۔ فیشن کی بلا الیسی سوار ہوئی ہے اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اتنی بڑھا رکھی ہے کہ جتنی بھی آمدنی ہو سب کم پڑ جاتی ہے اور قرض پر قرض چڑھتا چلا جاتا ہے۔

حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم تکلیفوں کے ذریعہ جانچ میں ڈالے گئے تو تم نے صبر کر لیا، عنقریب مال کے ذریعہ تمہاری جانچ کی جائے گی اور مجھے سب سے زیادہ خوف

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح از احمد۔ [2] مشکوٰۃ المصابیح عن البیہقی فی شعب الایمان۔ [3] مشکوٰۃ المصابیح از احمد و ترمذی۔

تمہارے متعلق یہ ہے کہ عورتوں کے فتنہ میں ڈال دیئے جاؤ گے جبکہ عورتیں سونے چاندی کے کنگن پہنیں گی اور شام و یمن کے باریک اور عمدہ کپڑے استعمال کریں گی (یہ چیزیں مہیا کرنے کے لئے) مالدار کو تھکا دیں گی اور مفلس سے وہ مانگیں گی جو اس سے نہ ہو سکے گا۔

آج کل ہم اسی دور سے گذر رہے ہیں اور عورتوں کا یہی حال ہے جو ابھی ذکر ہوا، صفائی ستھرائی تو اچھی چیز ہے، مگر لباس اور فیشن کی دوسری بے جا ضرورتیں جو یورپ والوں نے نکال ہیں مسلمانوں کے لئے کسی طرح بھی ان کے خیال میں پڑنا درست نہیں ہے، ان کی اندھی تقلید میں یہ حال بن گیا ہے کہ دیکھنے میں خوشحال دل میں پریشان، آمدنی معقول مگر گذارہ مشکل، اطمینان اور بے فکری کا نام نہیں، محبت کے جوش میں بچوں کی پرورش شروع ہی سے ایسے اعلیٰ پیمانے پر کرتے ہیں کہ بعد میں ان کی کمائی ان خرچوں کو برداشت نہیں کر سکتی، جو کچھ پاس ہوتا ہے بچہ کے فیشن پر خرچ کر دیتے ہیں اور جب لکھ پڑھ کر ملازم ہوتا ہے یا کاروبار شروع کرتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے، بال بچوں کا خرچ ماں باپ کی خدمت، پوزیشن اور سوسائٹی کا خیال، سارے گھر کے لئے فیشن ایبل لباس، ایک جان کو بہت سی مصیبتیں لگی ہوتی ہیں۔ اگر سادہ زندگی سکھائیں تو پریشانی کیوں ہو۔

لڑکیوں کو فیشن کا اس قدر شوقین بنا دیا جاتا ہے کہ بچپن سے ہی اس کو اتنے زیادہ خرچوں کی عادی بنا دیتے ہیں کہ شادی کے بعد شوہر پر بوجھ ہو جاتی ہے، خاوند کی ساری آمدنی فیشن، لباس اور زیور کی نذر ہو جاتی ہے، ناچار نااتفاقی اور بدمزگی ظاہر ہونے لگتی ہے اور زیادہ بناؤ سنگار کی عادت ڈالنے سے تلاوت قرآن پاک، درود و استغفار، دینی معلومات میں لگنے کی فرصت بھی نہیں ملتی، پھر اصل سجاوٹ تو باطن یعنی دل اور روح کی سجاوٹ اور پاکیزگی ہے، جسم و لباس کی عمدگی، سجاوٹ بھی اسی وقت بھلی معلوم ہوتی ہے جب دل ستھرا، اخلاق اچھے، عادتیں پاکیزہ ہوں، اخلاق گندے اور ظاہر اچھا، اس کی ایسی مثال ہے جیسے گندگی کو ریشم میں لپیٹ کر رکھ دیا جائے، یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ ضرورت اس کو کہتے ہیں جس کے بغیر زندگی دوبھر ہو جائے، خوب سمجھ لو اور اپنے اخراجات کا جائزہ لو، ہم نے ہر تکے بے تکے خرچ کو ضرورت میں شامل کر رکھا ہے۔

فضول خرچی بہت بری بلا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔	بلاشبہ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

غیر قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کو کمال سمجھ لیا ہے اور چونکہ آمدنی کم ہوتی ہے اور خرچ زیادہ بڑھا رکھے ہیں اس لئے پریشان ہی رہتے ہیں۔ سادہ کپڑا، سادہ گھر، سادی شادی، معمولی خوراک عیب سمجھے جانے لگے ہیں۔ حالانکہ رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی لذتوں میں پڑنے اور دنیا کا سازو سامان بڑھانے اور واقعی ضرورت سے زیادہ مکان بنانے سے ممانعت فرمائی ہے' دنیا مسلمان کا سفر ہے اور وطن اصلی آخرت یعنی جنت ہے جہاں تھوڑی سی مدت رہنا ہے وہاں کی زینت اور ٹیپ ٹاپ میں وقت اور پیسہ لگا کر ضائع کرنا سمجھداری کی بات نہیں ہے۔

الحاصل: مسلمانوں کو سادہ زندگی کی طرف توجہ کرنا چاہیئے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور جس پر چل کر تمام چھوٹے بڑے امیر و غریب دنیا میں آرام سے رہ سکتے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر اس قدر فضول خرچیاں کی جاتی ہیں اور کافروں کی دیکھا دیکھی ایسی ایسی رسمیں برتی جاتی ہیں کہ شادی کرنا وبال بن گیا ہے۔ فضول خرچی اور رسمیں برتنے کے لئے روپیہ نہ ہونے کے باعث برسوں لڑکیاں بیٹھی رہ جاتی ہیں (استغفر اللہ) خوب بڑھ چڑھ کر مہر مقرر کیے جاتے ہیں دکھاوے کے لئے جہیز تیار کرنے کے لئے سودی ادھار قرض لینا پڑتا ہے جو برسوں ادا نہیں ہوتا۔ اے مسلمانوں سادگی اختیار کریں۔ بیاہ شادی کے موقع میں حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کی پیروی کریں۔

دوسری نصیحت حدیث شریف میں یہ فرمائی کہ مالداروں کے پاس نہ بیٹھا کرو، یہ بہت کام کی نصیحت ہے، مالدار اکثر دنیا دار ہوتے ہیں، ان کی صحبت سے دُنیا کی طلب بڑھتی ہے' اور آخرت کی رغبت گھٹتی ہے، نیز ان کا مال اور حال دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اللہ نے ان کو بہت کچھ دیا ہے اور ہم محروم ہیں، اس کی وجہ سے ناشکری ہوتی ہے' حالانکہ کوئی شخص ایسا نہیں جس سے کمتر کوئی نہ ہو، شکر گذار بننے کا طریقہ یہ ہے کہ جو دنیاوی اعتبار سے اپنے سے کم ہو اس کو دیکھے۔

مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ (رواہ مسلم)	(دنیاوی سامان اور روپیہ پیسہ) میں جو تم سے کم ہے اس کو دیکھو اور جو تم سے بڑھا ہوا ہے اس کو نہ دیکھو' ایسا کرنے سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرسکو گے جو اس نے تم کو عنایت فرمائی ہیں۔

اس کو دوسرے عنوان سے آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالٰے اس کو شاکر اور صابر لکھ دیں گے۔

(۱) جس نے دین میں اس کو دیکھا جو اس سے بڑھ کر ہو اور پھر اس کی پیروی کی۔

(۲) اور دُنیا میں اس کو دیکھا جو اس سے کم ہے اور اس کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے اس شخص پر فوقیت دی ہے ایسے شخص کو اللہ تعالٰے شاکرین اور صابرین میں شمار فرمائیں گے اور جس نے دین میں ایسے شخص کو دیکھا جو اس سے کم ہے اور دنیا میں ایسے شخص کو دیکھا جو اس سے زیادہ ہے اور پھر ان چیزوں پر افسوس کیا جو (دُنیا میں) اس کو نہیں ملیں تو اسے اللہ تعالٰے شاکرین اور صابرین میں شمار نہ فرمائیں گے۔

نیز مالداروں میں اکثر فاسق وفاجر، بدکار، بے نمازی ہوتے ہیں، ان کی دولت پر رال ٹپکانا بہت بڑی نادانی ہے۔

تیسری نصیحت حدیث شریف میں یہ فرمائی کہ کپڑے کو اس وقت تک پرانا یعنی ناقابلِ استعمال مت سمجھنا جب تک کہ اس کو پیوند لگاکر نہ پہن لو، مطلب یہ ہے کہ اس اعتبار سے پرانا مت سمجھنا کہ بہت دن سے استعمال ہو رہا ہے، بلکہ کپڑا جب تک سالم رہے اس وقت تک تو استعمال کرتے ہی رہو، اور جب پھٹنا شروع ہو جائے تب بھی اس کو ناقابلِ استعمال سمجھنے میں جلدی نہ کرو بلکہ اس میں پیوند لگاکر پہنتے رہو، اس پر عمل کرنے سے جلدی جلدی کپڑے بنانے کی ضرورت نہ ہو گی اور زیادہ کمائی کا فکر نہ پڑے گا اور ساتھ ہی ساتھ تکبّر اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننے کا جذبہ بھی پیدا نہ ہوگا۔ یہ نصیحت اگرچہ آج کل کی نئی پود کے لڑکوں اور لڑکیوں کی سمجھ میں نہ آئے گی، کیونکہ دنیاداری، خود پسندی، ریاکاری کا ماحول ہے مگر نصیحت ہے بہت کام کی، جو کوئی عمل کرے گا دنیا وآخرت کا اسے سکون نصیب ہوگا اور آخرت کی عزّت بھی ملے گی، گو بعض اہلِ دُنیا پیوند کا کپڑا دیکھ کر حقیر ہی جانیں گے۔

گھر میں سامان کی کمی کوئی عیب نہیں

نصیحت بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں سامان کی کمی کوئی عیب اور عار کی بات نہیں ہے، انسان کی اصل شرافت اس کے اچھے اخلاق، عمدہ اوصاف، خداترسی، عبادت کی پابندی اور تقویٰ وطہارت

کی زندگی ہے، عمدہ کپڑوں اور بنگلوں سے نیز صوفہ سیٹ اور میز کرسیوں سے بھڑک دار لباس اور مزین کمروں سے انسان میں کوئی شرافت نہیں آجاتی، اگر کوئی شخص پچاس لاکھ کے بنگلے میں رہتا ہے اور بداخلاق بھی ہے تو اس میں کوئی شرافت نہیں، کسی کے چیمبر میں صوفہ سیٹ ہے، دیواریں مزین ہیں، خوبصورت پردے لٹکے ہوئے ہیں، مگر نمازیں غارت کی جاتی ہیں، زکوٰتیں نہیں دی جاتیں، تو یہ کوئی بڑائی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زینت کے لئے عمدہ قسم کے کپڑے کا پردہ دروازہ پر لٹکا رکھا ہے تو اس پر خفگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ میرے گھر والے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنے حصہ کی عمدہ چیزیں اسی زندگی کے اندر کھالیں۔ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فقرہ اختیاری تھا، اپنے گھر والوں کے لئے بھی اسی کو پسند فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے اور علیؓ کے پاس صرف مینڈھے کی ایک کھال ہے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری بیٹی صبر کر کیونکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے دس برس تک اپنی بیوی کے ساتھ قیام کیا اور دونوں کے پاس صرف ایک عبا تھی، (اسی کو اوڑھتے اور اسی کو بچھاتے تھے)۔ (شرح مواہب لدنیہ)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں جہان کے بادشاہ کی سب سے پیاری بیٹی اور جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں، گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں، ہانڈی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا، مشکیزہ بھر کر پانی لانا ان کا روزانہ کا عمل تھا، معلوم ہوا کہ اپنے گھر کا کام کاج کرنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔

آج کل کی عورتیں خاص کر جن کے شوہروں کے پاس چار پیسے ہیں گھر کے کام کرنے کو عیب سمجھتی ہیں جس کی وجہ سے نوکر چاکر رکھنے پڑتے ہیں اور ان لوگوں سے بہت سے دینی اور دنیاوی نقصان بھی پہنچ جاتے ہیں، بہت سے خاندانوں میں مردوں یا قریب البلوغ لڑکوں کو اندرونِ خانہ کام کاج پر ملازم رکھ لیا جاتا ہے، گھر کی بہو بیٹیاں سب اُن کے سامنے آتی ہیں اور شرم و حجاب کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے، یہ بڑی بے دینی کی بات ہے، اپنے گھر کے کام کاج خود انجام دینے سے صحت بھی اچھی رہتی ہے اور کام بھی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔

تصویر کھینچنا اور ان سے گھروں کو سجانا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ) ایک غالیچہ خرید لیا، جس میں تصویریں تھیں۔ جب اس کو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ دروازے پر کھڑے رہ گئے اور اندر داخل نہ ہوئے۔ میں نے آپؐ کے چہرۂ مبارک پر ناگواری محسوس کی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتی ہوں اور اللہ کے رسولؐ سے معافی چاہتی ہوں مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا؟ آپؐ نے فرمایا یہ غالیچہ (کیسا ہے یہاں کیونکر آیا؟) میں نے عرض کیا یہ آپ کے لئے میں نے خریدا ہے تاکہ اس پر تشریف رکھیں اور اس کو تکیہ کی جگہ (بھی) استعمال فرمائیں آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن ان تصویر والوں کو عذاب ہو گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ بنایا تھا اس میں جان ڈالو اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں (رحمت) کے فرشتے داخل نہیں ہوتے [۱]

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) تصویر والا کپڑا، گدا، غالیچہ قالین اور دوسری چیزیں مثلاً کیلنڈر برتن فرنیچر، گھر میں، دفتر میں، دوکان میں رکھنا حرام ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر والا غالیچہ گھر میں دیکھا تو دروازے کے باہر ہی کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہ لائے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو، حدیث میں مطلق فرشتوں کا ذکر ہے، مگر دیگر احادیث کے پیشِ نظر علماء حدیث نے بتایا ہے کہ یہاں رحمت کے فرشتے مراد ہیں، کراماً کاتبین اور موت کے فرشتے مراد نہیں، کیونکہ ان کو حکمِ خداوندی کی تعمیل کے لئے حاضر ہونا پڑتا ہے البتہ تصویروں سے ان کو بھی ناگواری ہوتی ہے مگر امتثال امر کے لئے موجود ہوتے ہیں، جو لوگ خدائے پاک کی اس معصوم مخلوق کی اذیت کا خیال نہیں کرتے وہی تصویریں گھر میں رکھ سکتے ہیں۔

(۳) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت کے دن تصویر والوں کو عذاب ہو گا اور ان سے کہا جائے

---

[۱] رواہ البخاری و مسلم۔

گا کہ تم نے جو تصویریں بنائی ہیں ان میں جان ڈالو۔ یہ حکم بطور سرزنش اور ڈانٹ کے ہوگا کیونکہ جان نہ ڈال سکیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو میری طرح خلقت پیدا کرنے لگے اگر پیدا کرنے کا حوصلہ ہے تو ایک ذرّہ یا ایک حبّہ یا ایک جو کا دانہ پیدا کرکے دکھائیں، یعنی ایک ذرّہ بھی وجود میں نہیں لاسکتے ہیں پھر صورتیں بنانے کے شغل میں کیوں لگے ہیں [1]

رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو صفتِ خلق میں اللہ تعالےٰ کے مشابہ بنتے ہیں [2] (یعنی تصویریں بناتے ہیں) نیز ارشادؐ فرمایا کہ ہر مصور کو اس کی بنائی ہوئی صورتوں کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا۔ جتنی صورتیں بنائی تھیں ان میں سے ہر تصویر ایک جاندار چیز ہوگی جس کے ذریعہ اس کے بنانے والے کو اس سے عذاب ہوگا [3]

نیز ارشاد فرمایا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتی ہوگی اور دو کان ہوں گے جن سے سنتی ہوگی اور ایک زبان ہوگی جس سے بولتی ہوگی (اور) وہ کہے گی کہ تین طرح کے لوگ میرے سپرد کئے جائیں گے۔ (۱) ہر ظالم ضدی (۲) ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنایا (۳) تصویر بنانے والے لوگ [4]

مسئلہ: جس چیز میں جان نہ ہو اس کی تصویر بنانا اور گھر میں رکھنا درست ہے جیسے درخت وغیرہ ہاں اگر کوئی ایسی چیز ہے جو کفر کا شعار ہو تو بے جان کی تصویر سے بھی پرہیز ضروری ہے، جیسے عیسائیوں کا صلیب وغیرہ۔

آج کل تصویر بنانا، کیمرہ سے تصویر لینا، اس مقصد کے لئے کیمرہ گلے میں ڈالے ہوئے پھرنا، دفتروں میں تصویریں رکھنا اور مورتیوں سے گھروں اور بنگلوں اور موٹروں کو سجانا ایک فیشن ہو گیا ہے اور تہذیب و ثقافت کا جزو بنالیا گیا ہے۔ آرٹ کے نام سے جہاں اور بہت سے گناہ زندگی میں داخل ہوگئے ہیں ان میں تصاویر بنانا، سجانا، دیکھنا دکھانا بھی شامل ہے، جہاں کسی کے پاس چار پیسے ہوئے بناوٹ، سجاوٹ، کیمرہ تصویر، مورتی اور مجسمہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ہزار سمجھاؤ کہ خدا اور اس کے رسُول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے مگر کان دھرنے کو تیار

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح از بخاری و مسلم۔ [2] ایضاً از ترمذی۔ [3] رواہ البخاری و مسلم۔ [4] رواہ الترمذی۔

نہیں، جب یورپ و امریکہ کو پیشوا بنا لیا تو مکہ و مدینہ کا رُخ کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوگی۔
یہ سیّد ہیں، یہ علوی ہیں، یہ صدیقی ہیں، یہ فاروقی ہیں، یہ عثمانی ہیں، یہ زبیری ہیں، یہ چشتی ہیں، یہ قادری ہیں! بس نام و نمود کی نسبتوں تک ہیں، معاشرہ میں اور گھر بار کے رہن سہن میں تو نصرانی معلوم ہوتے ہیں۔ الماری میں ایک کُتا رکھا ہوا ہے، موٹر کار میں گڑیا جھول رہی ہے، سامنے کسی کا فوٹو آویزاں ہے، دفتر میں کسی کا اسٹیچو رکھا ہوا ہے' اللہ کی پناہ! کیا مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں؟ جنہیں فرمانِ رسولؐ کی ذرا پرواہ نہیں اور جن کو رحمت کے فرشتوں سے بیر ہے ان کا گھر میں آنا پسند نہیں کرتے۔

بعض لوگ بچوں سے مرعوب ہوجاتے ہیں' اچھے خاصے نمازی، واعظ و صوفی گھرانوں میں بچوں اور بچیوں کے کھیلنے کے لئے گڑیاں اور تصویریں اور مورتیاں خرید کر لائی جاتی ہیں، بچہ کی خواہش ہے اس کا دل بُرا نہ ہو، مگر مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو رنج پہنچ جائے گا اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ فاللہ المستعان وبیدہ التوفیق۔

مسئلہ: ٹیلیویژن استعمال کرنے سے سختی سے پرہیز کریں کیونکہ یہ فواحش و منکرات کا مجموعہ ہے۔

تنبیہ: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیث میں جس تصویر کشی کی ممانعت ہے وہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے متعلق ہے اور کیمرہ سے جو تصویر اتاری جاتی ہے وہ چونکہ ہاتھ سے نہیں بنائی جاتی اس لئے وہ جائز ہے۔ یہ خیال غلط اور فاسد ہے، شیطان کی سمجھائی ہوئی دلیل ہے، اصل مقصد تصویر بنانے کی حرمت ہے خواہ کسی بھی آلہ سے بنائی جائے۔

مردوں اور عورتوں کا لباس

لباس تن ڈھانکنے کی چیز ہے اور اس فائدہ کے علاوہ سردی گرمی کا بچاؤ بھی لباس سے ہوتا ہے۔ دین اسلام نے خوبصورت لباس پہننے کی اجازت دی ہے مگر اس حد تک اجازت ہے کہ فضول خرچی نہ ہو، اور اترانا اور دکھاوا مقصود نہ ہو اور غیر قوموں کا لباس نہ ہو اور بے شرمی اور بے حیائی کا لباس نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ پیو اور صدقہ کرو اور پہنو جب تک کہ فضول خرچی اور خود پسندی (یعنی مزاج میں بڑائی) نہ آئے[۱]

مردوں کا لباس

لباس پہننے میں فضول خرچی نہ ہو خود پسندی نہ ہو، دکھاوا اور اتراوا اور غیر قوموں کی مشابہت نہ ہو اور بے شرمی اور بے حیائی کا لباس نہ ہو۔ یہ احکام تو مردوں اور عورتوں کے لباس میں مشترک ہیں البتہ مردوں کے لئے دو چیزیں اور زائد ہیں اوّل یہ کہ ریشم کا کپڑا نہ ہو دوسرے ٹخنوں سے نیچا نہ ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ازار (تہبند) لنگی کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ دوزخ میں (لے جانے والا) ہے[۲]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی لنگی آدھی پنڈلیوں تک ہو، آدھی پنڈلیوں اور ٹخنوں کے درمیان ہو تو اس میں (بھی) گناہ نہیں ہے اور جو اس سے (یعنی ٹخنوں سے) نیچے ہو وہ دوزخ میں (لے جانے والا) ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا جس نے اپنی لنگی کو اتراتے ہوئے گھسیٹا[۳]

ان دونوں حدیثوں میں ٹخنے سے نیچے لنگی پہننے والے کے لئے سخت وعید ہے۔ حضرت عبداللہ بن

---

[۱] رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ کما فی المشکوٰۃ (کتاب اللباس)۔ [۲] رواہ البخاری۔
[۳] رواہ ابوداؤد وابن ماجہ۔

عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسبال یعنی خلاف شرع کپڑے کو لٹکانا لنگی، کرتہ، پگڑی میں ہے [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹخنے سے نیچے پہننے کی وعید صرف لنگی ہی کے بارے میں نہیں ہے اگر کسی نے کرتہ اتنا نیچا پہنا یا پگڑی کا شملہ اتنا نیچا رکھا جس سے ٹخنے ڈھک جائیں تو یہ بھی نیچا پہننے کی وعید میں شامل ہے جب پگڑی اور کرتہ میں یہ بات ہے تو پتلون ٹخنے سے نیچے پہننا کیسے حلال ہوگا۔ لنگی یا پاجامہ پتلون کوئی چیز ٹخنے سے نیچی پہنی جائے وعید اس سب کو شامل ہے، پتلون میں ٹخنے سے نیچا ہونے کے علاوہ دوسری وجہ ممانعت فساق اور کفار کی مشابہت بھی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اہل عرب کرتہ پاجامہ ٹخنوں سے نیچا پہنتے ہیں ان کے لئے جائز ہے تو ہمارے لئے بھی جائز ہونا چاہیئے۔ جواباً عرض ہے کہ ان کے لئے کس نے جائز کہا ہے ان میں جو فاسق اور جاہل ہیں وہی شریعت کے خلاف چلتے ہیں اور ان کا کپڑا زمین پر جھاڑو دیتے ہوئے گھسٹتا ہوا جاتا ہے۔ آپ عرب وعجم کو نہ دیکھیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو دیکھیں۔ بعض لوگوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ ہم خود پسندی اور اتراوے اور تکبر کی وجہ سے نیچا کپڑا نہیں پہنتے۔ حدیث شریف میں جو وعید ہے وہ اس کے لئے ہے جو تکبر کے طور پر ٹخنے سے نیچا کپڑا پہنے۔ ان لوگوں سے گذارش ہے کہ آپ کسی دن ٹخنوں سے اوپر کپڑا پہن کر بازار میں چلے جائیں پھر اپنے نفس کا جائزہ لیجئے اس میں اپنی خفت محسوس کرتا ہے یا نہیں؟ ضرور خفت محسوس ہوگی اور یہ خفت کا احساس ہی تکبر ہے۔ سنت کے مطابق نفس کو کپڑا پہن کر نکلنا گوارا نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا تکبر ہوگا؟

بعض جاہل کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ نیچا کپڑا پہنتے تھے لہٰذا ہم ان ہی کا اتباع کرتے ہیں کہاں اس زمانہ کے فاسق اور باغی اور کہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سراپا اطاعت اور فرمانبردار۔ بات اتنی سی ہے کہ کبھی بے دھیانی میں ان کا تہمند ڈھیلا ہو کر نیچا ہو جاتا تھا انہوں نے مارے ڈر کے اپنا یہ حال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہیں یہ وعید میں تو شامل نہیں ہو جاتا؟ اس پر حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم

---

[1] رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ۔

ان لوگوں میں نہیں ہو جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں[۱]

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ٹخنوں سے نیچا نہیں پہنتے تھے بے دھیانی میں کپڑا نیچا ہو گیا ان کو اس کی فکر ہوئی۔ کہاں ابوبکرؓ اور کہاں یہ فاسق جو باقاعدہ درزی کو ناپ دے کر ٹخنے سے نیچا سلواتے ہیں اور کپڑا خریدتے وقت اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچا کاٹنے میں کمی نہ پڑ جائے۔ یہ حیلے کام نہیں دیں گے گناہ کو چھوڑتے نہیں تو گناہ تو سمجھو، ہیرا پھیری کر کے ڈبل باغی تو نہ بنو۔

خواتین کا لباس

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ اُن عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کی، جب اللہ پاک نے حکم وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ نازل فرمایا تو انہوں نے اپنی موٹی سے موٹی چادروں کو کاٹ کر دوپٹے بنالئے[۲]۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کا دستور تھا کہ دوپٹوں سے اپنے سروں کو ڈھانک کر باقی دوپٹہ کمر پر ڈال لیتی تھیں، مسلمان عورتوں کو حکم ہوا کہ اپنے دوپٹوں سے سر بھی ڈھانکیں اور گلے اور سینہ پر بھی ڈالے رہا کریں، اس حکم کو سن کر صحابی عورتوں نے موٹی موٹی چادروں کے دوپٹے بنالئے اور حسب حکم قرآنی اپنے گلوں اور سینوں کو بھی دوپٹوں سے ڈھانکنے لگیں، چونکہ باریک کپڑے سے سر اور بدن کا پردہ نہیں ہو سکتا ہے اس لئے موٹی چادروں کے دوپٹے اختیار کر لئے۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مصر کے باریک کپڑے حاضر کئے گئے، ان میں سے ایک کپڑا آپؐ نے مجھے عنایت فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے اپنا کرتہ بنالینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا، جس کا وہ دوپٹہ بنالے گی۔ وہ کپڑا لے کر جب میں چل دیا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی بیوی کو بتادینا کہ اس کے نیچے کوئی کپڑا لگالے (جس سے اس کی باریکی کی تلافی ہو جائے اور جو اس کے سر وغیرہ کو چھپا سکے[۳]۔

---

[۱] فقال ابوبکر یارسول اللہ ازاری یسترخی الا ان اتعاھدہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک لست ممن یفعلہ خیلاء (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۷۶) [۲] رواہ ابوداؤد۔ [۳] رواہ ابوداؤد۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں اُن کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی بیٹی حفصہ پہنچ گئیں، اس وقت حفصہ نے باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، اس کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے پھاڑ ڈالا اور اپنے پاس سے اُن کو موٹا دوپٹہ اڑھا دیا۔[1]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ باریک دوپٹہ سے پرہیز کرنا لازم ہے اور اگر بالفرض باریک دوپٹہ اوڑھنا ہی پڑ جائے تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگا لیں تاکہ سر اور دیگر اعضاء نظر نہ آئیں۔

عورت کو اسلام نے حیاء اور شرم سکھائی ہے۔ نامحرموں سے خلا ملا کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ایسے کپڑے پہننے کی ممانعت فرمائی ہے جن کا پہننا نہ پہننا برابر ہو اور جن سے پردہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہو، عورتیں سروں پر ایسے دوپٹے اوڑھیں جن سے بال چھُپ جائیں، گردن اور گلا ڈھک جائے اور نامحرموں کے آجانے کا اندیشہ ہو تو موٹے دوپٹوں سے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ لیں، قمیص، جمپر اور فراک بھی ایسا پہنیں جن سے بدن نظر نہ آئے، آستینیں پوری ہوں، گلے اور گریبان کی کاٹ میں اس کا خیال رکھیں کہ پیچھے اور آگے سینہ کا کچھ بھی حصہ کھُلا نہ رہے، شلوار اور ساڑھی وغیرہ بھی ایسے کپڑے پہنیں جس سے ران، پنڈلی وغیرہ کا کوئی حصہ دکھائی نہ دے۔

آج کل عورتوں میں ایسے کپڑوں کا رواج ہو گیا ہے کہ کپڑوں کے اندر سے نظر پار ہو جاتی ہے، بہت سے مرد اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایسے کپڑوں کی شلوار بنا کر پہن لیتے ہیں جن میں پوری ٹانگ نظر آتی ہے، ایسے کپڑے کا پہننا نہ پہننا برابر ہے، اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی، عموماً عورتیں باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں، جو چھوٹے سے عرض کے ہوتے ہیں، اوّل تو یہ دوپٹے پورے سر پر نہیں آتے اور اگر ان سے کچھ سر کو ڈھانپ بھی لیا جائے تو پردہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اور ان کو اوڑھ کر نماز بھی نہ ہوئی جب حکمِ قرآنی وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ نازل ہوا تو صحابی عورتوں نے موٹی سے موٹی چادریں کاٹ کر دوپٹے بنا لئے لیکن آج کل کی عورتوں میں غلط رواج کی وباء ایسی پھیلی ہے کہ باریک دوپٹہ چھوڑنے کو تیار نہیں، پھر ایسے ہی دوپٹے سے نمازیں پڑھ لیتی ہیں، حج کو روانہ ہوتی ہیں تو بُرقعہ جہاز میں اُتار کر رکھ دیتی ہیں اور اسی باریک دوپٹہ سے جہاز میں، بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں اور سینکڑوں مردوں کی بھیڑ میں بال چمکاتی ہوئی، منہ دکھاتی ہوئی بڑی چادر لپیٹے بغیر اور بُرقعہ اوڑھے بغیر گھُسی چلی جاتی ہیں جیسے یہ سب لوگ

---

[1] رواہ مالک فی المؤطا۔

ان کے باپ بھائی ہیں، پہلے تو یہی رونا تھا کہ عورتیں جیٹھ، دیور اور ماموں زاد، پھوپھی زاد اور چچازاد لڑکوں کے سامنے چہرہ کھولے آجاتی ہیں جو شرعاً گناہ ہے مگر اب چہرہ چھوڑ باریک کپڑے پہن کر اوپر کا پورا یا آدھا بدن اپنوں اور غیروں کے سامنے کھولے پھرتی ہیں اور برقعہ میں نقاب ایسا اختیار کر لیا ہے جو خوب باریک جالی کا ہوتا ہے اور پورا چہرہ راستہ کے چلنے والوں کو نظر آتا ہے، یہ سب باتیں شرعاً سخت گناہ ہیں۔

عورت کی نماز درست ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے چہرے اور گٹوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم ڈھکا ہوا ہو۔ آج کل اکثر عورتوں کی نماز اس لئے نہیں ہوتی کہ بانہیں کھلی ہوتی ہیں، یا اگر ڈھانکی ہوئی ہیں تو اسی باریک دوپٹہ سے ڈھانک لیتی ہیں جس سے سب کچھ نظر آتا ہے، بعض عورتیں ساڑھی باندھتی ہیں اور بلاؤز اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف پر ختم ہوجاتا ہے اور آدھا پیٹ نظر آتا ہے۔ اس سے نماز نہیں ہوتی۔ اس کو خوب سمجھ لیں اور دنیا کے رواج کو نہ دیکھیں شریعت کو دیکھیں، دنیا میں تھوڑی سی گرمی کی تکلیف ہو ہی گئی اور فیشن والیوں نے کچھ کہہ ہی دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے، جنّت کے عمدہ کپڑے تو نصیب ہوں گے جہاں سب کچھ نفس کی خواہش کے مطابق ہوگا۔

عورتوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ کافر عورتوں کی نقل اتارتی ہیں جو لباس عیسائی لیڈیاں یا سینما میں کام کرنے والی یا ٹی وی پر آنے والی بے حیا عورتیں پہنتی ہیں وہی خود پہننے لگ جاتی ہیں۔ دوسری قوموں کا لباس پہننا سخت گناہ ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی قوم کی طرح اپنا حال بنایا وہ ان ہی میں سے ہے[1]۔ اور ایک خرابی یہ ہے کہ نام اور نمود اور بڑائی جتانے اور اپنی مالداری ظاہر کرنے کے لئے اچھا لباس پہنتی ہیں نام نمود بُری چیز ہے۔ ارشاد فرمایا حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ جس نے دُنیا میں نام ہونے کے لئے کپڑا پہنا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ذلّت کا لباس پہنائیں گے[2]۔ بہت سی عورتیں ساڑھی پہنتی ہیں لیکن بلاؤز یا قمیص اتنی چھوٹی پہنتی ہیں کہ کمر اور پیٹ کا حصّہ نظر آتا رہتا ہے اگر ساڑھی پہنی جائے تو ایسی ہو جس میں ٹانگیں نظر نہ آئیں پنڈلیاں اور ٹخنے ڈھکے رہیں اور پوری آستینوں کا کرتہ یا بلاؤز وغیرہ پہنیں جو اتنا لمبا ہو کہ پیٹ اور کمر نہ کھلے، کمر اور پیٹ کا باپ اور سگے بھائی سے بھی پردہ ہے۔

[1،2] رواہ ابوداؤد۔

بے پردگی کی وبائے عام

عورت صنفِ نازک تو ہے ہی، کم سمجھ بھی ہے، جب ان کو بہکایا جاتا ہے کہ پردہ ترقی کے لئے آڑ ہے تو یہ اپنی نادانی سے اس بات کو باور کرلیتی ہیں، اور میلوں، جلسوں اور پارکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں پردہ شکن ہو کر بے محابا مردوں کے سامنے گھومتی پھرتی ہیں اور بے حیائی اور عفت وعصمت کے داغدار کرنے والے عمل کو ترقی سمجھتی ہیں، دشمنانِ اسلام نے بس ترقی کا لفظ یاد کرلیا ہے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کس چیز کی ترقی محمود ہے اور کون سی ترقی مذموم ہے؟ اگر قوم کی بہو بیٹیاں بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلیں اور بازاروں، پارکوں میں مردوں کے ساتھ مل جل کر گھومتی پھریں تو اس میں کس چیز کی ترقی ہے؟ کیا اس میں انسانیت بامِ ترقی تک پہنچ گئی؟ یا غیرت اور شرافت میں کچھ اضافہ ہوگیا؟ نہیں نہیں، اس سے تو عصمت وعفت کے لٹ جانے کی راہیں ہموار ہوگئیں، انسان کی شرافت اور کرامت برباد ہونے کے انتظامات ہوگئے، برائی کی ترقی بھی کیا کوئی ترقی ہے، ایسی ترقی تو شیطان اور اس کے دوستوں کو پسند ہوتی ہے، برائی کی ترقی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مخلصین ومؤمنین ومومنات کو پسند نہیں ہوتی۔

حفاظتِ نظر کا حکم

سب سے بڑی چیز جو ایک مرد کو عورت کی طرف یا عورت کو مرد کی طرف مائل کرنے والی ہے وہ نظر ہے۔ قرآن مجید میں دونوں فریق کو حکم دیا ہے کہ اپنی نظریں پست رکھیں۔ سورۂ نور رکوع ۴ میں اوّل مردوں کو حکم فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔

"آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے بے شک اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد عورتوں کو خطاب فرمایا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ (سورۂ نور)

"اور مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہے:"

ان آیتوں میں مردوں اور عورتوں دونوں فریق کو نظریں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کے محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا، پردہ کے مخالفین دیدہ ودانستہ یا نادانستہ طور پر ان آیات کے مفہوم کے جاننے سے گریز کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ نظریں نیچی رکھنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ درخت اور پتھر اور دیواروں اور گھر کے سامانوں کی طرف دیکھنا منع ہے بلکہ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ نظر کو بے جا استعمال کرنے سے شرمگاہوں کی حفاظت خطرہ میں پڑجاتی ہے۔ اسی لئے تو اس کے ساتھ شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم فرمایا۔ محرم مرد اور عورت کو ایک دوسرے کو حدود کے اندر سے دیکھ سکتے ہیں لیکن ان کو بھی ایک دوسرے پر شہوت کی نظر ڈالنا جائز نہیں ہے، محرموں کو بھی بدن کا ہر حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے اس میں بھی تفصیل ہے جو آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اچانک (نامحرم پر) نظر پڑجائے تو کیا ارشاد ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُسی وقت نظر پھیر لو۔[1]

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پہلی نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالے رکھو، کیونکہ پہلی پر تجھے گناہ نہ ہوگا (اس لئے کہ وہ بلا اختیار تھی) اور دوسری نظر تیرے لئے حلال نہیں ہے (اس پر پکڑ ہوگی کیونکہ وہ اختیار سے ہے)۔[2]

مطلب یہ ہے کہ اگر بلا اختیار کسی نامحرم پر نظر پڑ گئی تو فوراً ہٹالو، اگر نظر نہ ہٹائی اور دیکھتے رہے تو یہ دو نظریں شمار ہوں گی اور دوسری نظر اختیار والی نظر ہوگی جس پر گرفت اور مواخذہ ہونا ظاہر ہے، بے پردگی میں بدنظری کے بہت سے مظاہرے ہوتے ہیں، مرد اور عورت سب اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ نظریں محفوظ ہوں گی تو شرمگاہیں بھی محفوظ ہوں گی اور بُری نظر کو حدیث شریف میں زنا قرار دیا ہے۔

---

[1] رواہ مسلم۔ [2] رواہ الترمذی و ابوداؤد۔

عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔

"اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ ضرورۃً بولنا پڑے) نزاکت مت کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو میلانِ قلبی ہو جائے گا جس کے دل میں روگ ہو (بلکہ) تم قاعدہ کے موافق بات کرو جیسے پاک باز عورتیں اختیار کرتی ہیں) اور تم اپنے گھروں میں رہو اور زمانہ قدیم کی جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

ان آیات میں اول تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی غیر محرم سے بات کرنی پڑے تو گفتگو کے انداز میں نزاکت اور لہجہ میں جاذبیت کے طریقہ پر بات نہ کریں جس طرح چال ڈھال اور رفتار کے انداز سے دل کھنچتے ہیں، اسی طرح گفتار کے نزاکت والے انداز کی طرف بھی کشش ہوتی ہے، عورت کی آواز میں طبعی اور فطری طور پر نرمی اور لہجہ میں دل کشی ہوتی ہے، پاک نفس عورتوں کی یہ شان ہے کہ غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں خشونت اور روکھا پن ہو، تاکہ بد باطن کا قلبی میلان نہ ہونے پائے۔

دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہو، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے شب و روز گذارنے کی اصل جگہ اُن کے اپنے گھر ہی ہیں، شرعاً جن ضرورتوں کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے پردہ کے خوب اہتمام کے ساتھ بقدر ضرورت نکل سکتی ہیں۔ آیت کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر نکلنا اچھا نہیں ہے جہاں تک ہو سکے نامحرم کی نظروں سے لباس بھی پوشیدہ رکھنا چاہیئے۔

جاہلیتِ اُولیٰ کے دستور کے مطابق پھرنے کی ممانعت

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ زمانۂ قدیم کی جہالت کے مطابق پھرا مت کرو، زمانۂ قدیم کی جہالت سے عرب کی وہ جاہلیت مراد ہے جو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کے رواج اور سماج میں جگہ پکڑے ہوئے تھی۔ اس زمانہ کی عورتیں بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ بلا جھجک بازاروں میں اور میلوں میں اور گلی کوچوں میں بے پردہ ہو کر پھرا کرتی تھیں اور بن ٹھن کے نکلتی تھیں، سر پر یا گلے میں فیشن کے لئے دوپٹہ ڈال دیا، نہ اس سے سینہ ڈھکا نہ کان اور چہرہ چھپایا، جدھر کو جانا ہوا چل پڑیں، مردوں کی بھیڑ میں گھس گئیں نہ اپنے پرائے کا امتیاز، نہ غیر محرموں سے بچنے کا فکر، یہ تھا جاہلیت اُولیٰ کا رواج اور سماج جسے اختیار کرنے سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے اور جو آج بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورتوں میں جگہ لے رہا ہے

ازواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات اور عام مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم

سورۂ احزاب میں یہ بھی ارشاد ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ .

"اے نبیؐ! آپ اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے (کہ جب مجبوری کی بنأ پر گھروں سے باہر جانا پڑے تو) اپنے (چہروں کے) اوپر (بھی) چادروں کا حصہ لٹکا لیا کریں"

. . . .

اس آیت سے چند امور ثابت ہوئے:

اوّل: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوںؓ اور صاحبزادیوںؓ کے ساتھ دیگر مسلمانوں کی عورتوں کو بھی پورا بدن اور چہرہ ڈھانک کر نکلنے کے حکم میں شریک فرمایا گیا ہے، اس سے بھی ان لوگوں کی خام خیالی کی واضح طور پر تردید ہو گئی جو یہ باطل دعویٰ کرتے ہیں کہ پردہ کا حکم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کے لئے مخصوص تھا۔

دُوسری چیز جو اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے وہ پردہ کے لئے چہرہ پر چادر لٹکانے کا حکم ہے اس سے اُن جاہل اور گمراہ تجدّد پسندوں کے دعوؤں کی بھی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں

کہ عورتوں کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم اسلام میں نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں آیتِ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

أَمَرَ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ أَنْ يُغَطِّيْنَ وُجُوْهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ رُؤُوْسِهِنَّ بِالْجَلَابِيْبِ وَيُبْدِيْنَ عَيْنًا وَاحِدَةً۔

"یعنی اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب کسی مجبوری سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اُن چادروں سے چہروں کو ڈھانک لیں جو سروں کے اوپر بڑی چادریں اوڑھ رکھی ہیں اور راہ چلنے کے لئے صرف ایک آنکھ ظاہر کریں۔"

تیسری جو چیز اس آیت سے واضح ہورہی ہے وہ پردہ کے لئے "جلباب" استعمال کرنے کا حکم ہے، عربی زبان میں جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے پہننے کے کپڑوں کے اوپر لپیٹ کر باہر نکلتی تھیں، قرآن شریف نے آیتِ بالا میں حکم دیا ہے کہ عورتیں جس طرح جلباب اعضاءِ جسم پر اور پہنے ہوئے کپڑوں پر لپیٹتی ہیں اس طرح چہروں پر بھی اس کا ایک حصّہ لٹکا لیا کریں' اس طرح چادر لپیٹنے کا رواج بعض علاقوں کی عورتوں میں اب تک ہے اور برقعہ اسی جلباب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔

اسلام نے عورتوں کو ہدایت دی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر ہی رہیں کسی مجبوری سے باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں متعدد پابندیاں لگائی گئی ہیں، مثلاً یہ کہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں' اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ عورت راستہ کے درمیان نہ چلے اگر باہر جانا ہی پڑے تو پورے بدن پر موٹی چادر لپیٹ کر نکلے، راستہ نظر آنے کے لئے ایک آنکھ کا کھُلا رہنا کافی ہے۔

نامحرموں سے گفتگو کا قانون

حدیث سے معلوم ہوا کہ زبان کا زنا بات کرنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے۔ اس کے پیشِ نظر نامحرم مرد و عورت کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اگر کسی ضرورت اور مجبوری سے بات کرنی پڑے تو بہت مختصر بات کرلیں، ہاں، نا کا جواب دے کر ختم کر ڈالیں' جہاں تک ممکن ہو آواز

پست رکھیں اور لہجہ میں کشش پیدا نہ ہونے دیں۔

صاحبِ درمختار لکھتے ہیں:

فَاِنَّا نُجِیْزُ الْکَلَامَ مَعَ النِّسَاءِ لِلْاَجَانِبِ وَمُحَاوَرَتَهُنَّ عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلٰی ذٰلِكَ وَلَا نُجِیْزُ لَهُنَّ رَفْعَ اَصْوَاتِهِنَّ وَلَا تَمْطِیْطَهَا وَلَا تَلْیِیْنَهَا وَتَقْطِیْعَهَا لِمَا فِیْ ذٰلِكَ مِنْ اِسْتِمَالَةِ الرِّجَالِ اِلَیْهِنَّ وَتَحْرِیْكِ الشَّهَوَاتِ مِنْهُمْ:

"یعنی ضرورت کے لئے ہم اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ عورت نامحرم سے گفتگو یا سوال وجواب کرے لیکن اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ نامحرم سے بات کرتے ہوئے گفتگو کو لمبی کرتی چلی جائیں یا نرم لہجہ میں بات کریں، یا بات میں لچک پیدا کریں کیونکہ ایسا کرنے سے مردوں کے دل مائل ہوں گے اور ان کی طبیعتوں میں ابھار ہوگا"

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا:

"یعنی تم بات کرنے میں نزاکت اختیار نہ کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو طبعی میلان ہوگا جس کے دل میں مرض ہے لہٰذا تم مناسب طریقہ پر بات کرو (جو پاکباز عفت شعار عورتوں کا جانا پہچانا اور برتا ہوا طریقہ ہے)"

اور دورِ حاضر کے جاہل اسی جاہلیتِ اُولیٰ کو ترقی دینا چاہتے ہیں جس کے مٹانے کا قرآنِ حکیم نے حکم دیا۔

سورۂ احزاب ہی میں ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ:

اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ ازواجِ مطہرات سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے طلب کرو، جب ازواجِ مطہرات کے بارے میں یہ حکم ہے تو دوسری عورتوں سے بے حجابی کیسے درست ہوگی؟

عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔

اس حدیث میں اوّل تو عورت کا مقام بتایا ہے یعنی یہ کہ وہ چھپا کر رکھنے کی چیز ہے۔ عورت کو بحیثیت عورت کے اندر رہنا لازم ہے جو عورت پردہ سے باہر پھرنے لگے وہ حدودِ نسوانیت سے باہر ہوگئی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نظریں اُٹھا اٹھا کر تاکنا شروع کر دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب عورت باہر نکلے گی تو شیطان کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ خود اور دوسرے لوگ اس کے خدوخال اور حسن و جمال اور لباس و پوشاک پر نظر ڈال ڈال کر لطف اندوز ہوں۔

اس کے بعد فرمایا کہ عورت اس وقت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتی ہے جب کہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے، جن عورتوں کو اللہ کی نزدیکی کی طلب اور رغبت ہے وہ گھر کے اندر ہی رہنے کو پسند کرتی ہیں اور حتی الامکان گھر سے باہر نکلنے سے گریز کرتی ہیں۔

بدنظری سببِ لعنت ہے

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی لعنت ہو اس پر جو دیکھے اور اس پر بھی جس کی طرف (اس کے اختیار یا بے احتیاطی سے) دیکھا جائے [1]

آج کل بہت سی عورتیں پردہ کی بے احتیاطی کرتی ہیں، دروازوں کے پردے یا کواڑ بند رکھنے کا خاص خیال نہیں رکھتیں یا کھڑکیوں میں کھڑے ہو کر باہر کو دیکھتی ہیں یا پارکوں میں جا کر بُرقعہ اتار کر یا منہ کھول کر گھومتی پھرتی ہیں۔ بازاروں میں جا کر چیزیں خریدتے ہوئے منہ کھول دیتی ہیں اور دکاندار اُن کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس حدیث کی رو سے ایسی عورتیں لعنت میں شامل ہوتی ہیں اور میلوں اور سینماؤں میں اپنی خوبصورتی کو دکھانے اور عیسائی لیڈیوں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح عن البیہقی فی شعب الایمان وھو حدیث مرسل۔

کی نقل اتارنے کو فخر سمجھتی ہیں اور سخت گناہ گار ہوتی ہیں۔ سینما اوّل تو خود ہی زبردست گناہ کی چیز ہے اور پھر اوپر سے بے پردگی ڈبل گناہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان عورتوں نے حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے گھرانے کی پاکیزہ عورتوں یعنی آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے طرز کو بُرا سمجھ کر چھوڑنا شروع کر دیا ہے اور مشرک و کافر عورتوں کی طرح فیشن والے لباس اور زیب و زینت کو اختیار کرتی چلی جا رہی ہیں جس میں کئی طرح سے گناہ ہے، حدیث بالا میں بطور قاعدہ کلیہ کے ہر نظرِ حرام کو مستحق لعنت بنایا ہے اور نہ صرف دیکھنے والے پر لعنت بھیجی بلکہ اپنی خوشی اور اختیار سے جو کوئی بھی مرد عورت کسی ایسی جگہ کھڑا ہو جہاں سے شریعت کے خلاف نظر ڈال جا سکے یا کوئی بھی مرد عورت کسی مرد و عورت کے سامنے وہ حصّہ کھول دے یا کھلا رہنے دے جس کا دیکھنا دیکھنے والے کے لئے حلال نہ ہو تو یہ دکھانے والا بھی مستحق لعنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت نامحرم سے پردہ نہ کرے تو مرد کو نظر ڈالنا پھر بھی ممنوع ہے جس سے کبھی بھی نکاح جائز ہو وہ نامحرم ہے، خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے لڑکے محرم نہیں ہیں، جیٹھ دیور بھی محرم نہیں ہیں ان سے بھی پردہ کرنا واجب ہے۔

یہ نام نہاد ترقی کا زمانہ ہے اس میں عفت، عصمت، شرم و حیا، عیب بن کر رہ گئی ہے، یورپ والوں کی تقلید میں نام نہاد مسلمان بھی اس کی رو میں بہہ رہے ہیں، عورت اگر پردہ کرے تو اسے سوسائٹی میں شریف نہیں سمجھا جاتا، اگر بے حیا بنے، چہرہ کھول کر نکلے۔ اعضائے بدن کو ظاہر کرتی ہوئی بازاروں میں گھومے مارکیٹ میں سودا خریدے، سینکڑوں مردوں کے سامنے پارکوں میں بے حجاب ہو کر تفریح کرے تو اس کو شریف سمجھا جاتا ہے، استغفر اللہ! کیسی الٹی ترقی ہے؟ اور کیسی تاریک روشنی ہے؟ جس میں انسان انسانیّت کی حدود سے نکل گیا ہے اور شرافت انسانی انسان کی حرکتوں پر تھو تھو کرنے لگتی ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں لذت اور شہوت کی نظر کے لئے شوہر کو بیوی کے لئے اور بیوی کو شوہر کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے، محرم مرد اور محرم عورت ایک دوسرے کو حدود مقررہ کے اندر دیکھ سکتے ہیں۔ عورت کو بھی جائز نہیں ہے کہ کسی عورت کو اپنے جسم کا ہر حصّہ دکھائے۔ اسی طرح مرد کو بھی جائز نہیں ہے کہ کسی مرد کو جسم کا ہر حصّہ دکھائے۔

نظر کو حرام سے بچانے کا انعام

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہے کہ جس کسی مسلمان مرد کی نظر کسی عورت پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نظر نیچی کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائیں گے جو جس کی مٹھاس محسوس کرے گا۔[1]

یہ فضیلت اسی وجہ سے ہے کہ اس سلسلے میں نفس پر کنٹرول کرنا بھاری کام ہے۔ کسی گناہ کا چھوڑنا نفس پر جس قدر بھی شاق ہوگا، اسی قدر اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔ تمام مردوں اور عورتوں کو عموماً اور جوانوں و نوجوانوں کو خصوصاً ان احادیث کی روشنی میں اپنے نفسوں اور نظروں پر قابو پانا لازم ہے۔

کتاب الترغیب والترہیب میں بحوالہ مستدرک حاکم حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو شخص اس کو میرے خوف سے ترک کر دے میں اس کو ایسا ایمان نصیب کروں گا جس کی مٹھاس محسوس کرے گا۔

(الترغیب والترہیب کتاب النکاح)

برخلاف اس کے ان لوگوں کا حال ہے جو بدنظری کے گناہ میں مبتلا رہتے ہیں ان کے باطن کا ناس ہو جاتا ہے۔ وہ ایمان اور عبادت کی لذت سے آشنا نہیں ہوتے "دیدار خوباں" کی وجہ سے ایمان کے کمال اور عبادت کی خوبی کو کھو بیٹھتے ہیں۔

مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے کتنا پردہ ہے؟

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھے اور نہ ننگے ہو کر دو مرد ایک کپڑے میں لیٹیں اور نہ دو عورتیں ایک کپڑے میں ننگی لیٹیں۔[2]

جس طرح عورت کا مرد سے پردہ ہے اسی طرح عورت کا عورت سے اور مرد کا مرد سے بھی پردہ ہے لیکن پردوں میں تفصیل ہے، ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کسی بھی مرد کو کسی مرد کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے، بہت سے لوگ آپس میں زیادہ دوستی ہو جانے پر پردہ کی جگہ ایک دوسرے کو بلا تکلف دکھا دیتے ہیں، یہ سراسر حرام ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کھولنا حرام ہے اور کافر عورت کے سامنے منہ اور

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح از مسند احمد۔ [2] رواہ مسلم۔

گٹے تک ہاتھ اور ٹخنے تک پیر کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ یا کوئی بال کھولنا بھی درست نہیں، بچہ پیدا ہونے کے چند روز بعد جب زچہ کو غسل کرایا جاتا ہے تو گھر کی سب عورتیں اس کو ننگی کر کے نہلاتی ہیں اور رانیں وغیرہ سب دیکھتی ہیں، یہ بہت بڑی بے غیرتی ہے اور حرام ہے۔

مسئلہ: جتنی جگہ میں نظر کا پردہ ہے اتنی جگہ کو چھونا بھی درست نہیں ہے۔ چاہے کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کسی بھی مرد کو یہ جائز نہیں کہ کسی مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصہ کو ہاتھ لگائے اسی طرح کوئی عورت کسی عورت کے ناف سے نیچے کے حصہ کو گھٹنوں کے ختم تک ہاتھ نہیں لگا سکتی۔

مسئلہ: عورت کا سارا بدن سر سے پاؤں تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے۔ نامحرم کے سامنے کھولنا درست نہیں۔ البتہ بوڑھی عورت کو صرف منہ اور ہتھیلی اور ٹخنوں سے نیچے پیر کھولنا نامحرم کے سامنے درست ہے باقی اور بدن کھولنا کسی طرح بوڑھی کے لئے بھی درست نہیں۔

مسئلہ: عورتیں نامحرم کے سامنے ایک بال بھی نہ کھولیں۔ ماتھے سے اکثر دوپٹہ سرک جاتا ہے اور اسی طرح نامحرم کے سامنے آجاتی ہیں۔ یہ جائز نہیں نامحرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی اس عورت کا نکاح ہو سکتا ہو۔

مسئلہ: پیٹ اور پیٹھ اپنے محرم کے سامنے کھولنا درست نہیں۔ بہت سی جگہ جہاں ساڑھی باندھنے کا رواج ہے عورتوں کا پیٹ یا پیٹھ کھل جاتے ہیں یہ سخت گناہ ہے۔ محرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو۔ جیسے سگا چچا، سگا بھائی، سگا ماموں، باپ دادا، پوتا وغیرہ۔

اگر کسی عورت نے کسی عورت کو ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کا حصہ پورا یا کچھ دکھلایا تو دیکھنے والی اور دکھانے والی دونوں لعنت کی مستحق ہوئیں۔ اسی طرح اگر کسی مرد نے کسی مرد کے سامنے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک پورا حصہ کھول دیا تو دکھلانے والا اور دیکھنے والا دونوں لعنت کے مستحق ہوئے کسی عورت نے اپنے محرم یعنی باپ بھائی وغیرہ کے سامنے اپنا پیٹ یا پیٹھ یا ران یا گھٹنا کھول دیا تو دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں نے لعنت کا کام کرلیا۔ بہت سے مغربیت زدہ گھرانوں میں یہ آفت ہے کہ انگریز عورتوں کی دیکھا دیکھی صرف ایک فراک پہنے ہوئے گھروں میں رہتی ہیں اور پائجامہ یا ساڑھی کی جگہ ذرا سی لنگوٹی یا جانگیا پہنے رہتی ہیں

جس کی وجہ سے رانیں اور گھٹنے گھر کے مردوں کے سامنے بلکہ نوکروں کے سامنے بھی (جن کو گھر میں رکھنا حرام ہے) کھلے رہتے ہیں اس طرح سے گھر کے سب مرد و عورت مستحق لعنت ہوتے ہیں۔

مسئلہ: مسلمان عورت کو کافر عورت کے سامنے منہ اور گٹے تک ہاتھ اور ٹخنہ سے نیچے پیر کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ یا کوئی بال کھولنا درست نہیں ہے۔

ایک غلط فہمی کی تردید

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ پردہ کا حکم تو اسلام میں ہے لیکن چہرہ کا پردہ نہیں ہے۔ ان نادانوں کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں ہے تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا کیوں حکم ہے؟ (جو سورۂ نور میں واضح طور پر موجود ہے) چہرہ ہی میں تو کشش ہے اور وہی مجمع المحاسن ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ سے چہرہ ڈھانکنے کا واضح حکم معلوم ہو رہا ہے اور بعض لوگوں کو نماز کے مسئلہ سے دھوکا ہوا ہے، عورت کا ستر نماز کے لئے اتنا ہے کہ چہرہ اور گٹوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں تک دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم ایسے کپڑے سے ڈھانکا ہوا رہے کہ بال اور کھال اچھی طرح چھپ جائے، نماز میں اگر چہرہ کھلا رہے تو نماز ہو جائے گی۔ فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ شرائطِ نماز میں لکھا ہے پردہ کے بیان میں نہیں لکھا، منہ کھول کر نماز ہو جانے کے جواز سے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنے کا ثبوت دینا بڑی بددیانتی ہے، فقہاء پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں ان پاک طینت بزرگوں کے دل پہلے ہی کھٹک گئے تھے کہ فاسد الخیال لوگ مسائل نماز کی تصریحات سے نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہو کر آنے پر استدلال کریں گے۔ درمختار میں جہاں شرائطِ نماز کے بیان میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ چہرہ اور کَفَّیْن (ہتھیلیاں) اور قَدَمَیْن (پاؤں) ڈھانکنا صحتِ نماز کے لئے ضروری نہیں ہے وہیں یہ بھی درج ہے:

وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة. (درمختار، شامی ص ۲۸۴ ج ۱)	اور جوان عورت کو (نامحرم) مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا (اور یہ روکنا) اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ (نماز کے) ستر میں داخل ہے بلکہ اس لئے کہ (نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے میں) فتنہ کا خوف ہے

شیخ ابن ہمامؒ زاد الفقیر میں شرائط نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی الفتاوی الصحیح ان المعتبر فی فساد الصلوٰۃ انکشاف ما فوق الأذنین وفی حرمۃ النظر یسری بینھما ای ما فوق الأذنین وتحتھما۔

فتاویٰ کی کتابوں میں ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ کانوں سے اوپر (یعنی بال اور سر) کے کھل جانے سے نماز فاسد ہوگی اور غیر مردوں کے لئے کانوں کے اوپر کا حصہ اور کانوں کے نیچے کا حصہ یعنی چہرہ وغیرہ کے دیکھنے کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں حصوں کا دیکھنا حرام ہے۔

بہت سے لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور پردہ کو بھی مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ پردہ کے سخت احکام مولویوں نے ایجاد کئے ہیں، یہ لوگ ملحدین بددین لوگوں کی باتوں سے متاثر ہیں جن لوگوں کے دلوں میں تھوڑا بہت اسلام سے تعلق باقی ہے ان کو راہِ حق سے ہٹانے کے لئے شیطان نے یہ نئی چال چلی ہے کہ ہر ایسے حکم کو جس کے ماننے سے نفس گریز کرتا ہے، مولوی کا تراشیدہ بتا دیتا ہے اور اس کی بات کو باور کرنے والے اس دھوکہ میں پڑے رہتے ہیں کہ ہم نے نہ تو اسلام کو جھٹلایا نہ قرآن کے ماننے سے پہلو تہی کی، بلکہ مولوی کے غلط مسئلہ کا انکار کیا ہے، کاش یہ لوگ اپنی مومنانہ ذمہ داری کا احساس کرتے اور علماء حق سے گھل مل کر ان کے ظاہر و باطن کا جائزہ لیتے اور ان کے بیان کردہ مسائل کے دلائل معلوم کرکے اپنے نفوس کو مطمئن کرتے، علماءِ حق اپنی طرف سے کسی بھی کوئی حکم کو تجویز کرکے اُمت کے سر نہیں منڈھتے اور نہ وہ ایسا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ چونکہ علماءِ کرام کو قرآن و حدیث کی تشریحات اور احکامِ شرعیہ کی پوری پوری تفصیلات معلوم ہیں۔ نیز دین کی وسعتیں اور رخصتیں بھی مانتے ہیں اور شرعی پابندیوں اور عزیمتوں سے بھی واقف ہیں اس لئے تحریراً و تقریراً احکامِ شرعیہ کی حدود و قیود اور ضوابط و شرائط سے اُمّت کو آگاہ فرماتے رہتے ہیں، اسکولوں اور کالجوں کے پڑھے ہوئے نیم مُلاّ چونکہ شریعت کا پورا علم نہیں رکھتے اس لئے حقائقِ شرعیہ اور بالکل متفق علیہ مسائل دینیہ کو مولوی کی ایجاد کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور یہ عجیب تماشہ ہے کہ جس مسئلہ پر عمل نہ کرنا ہو اس سے بچنے کے لئے "ایجادِ مولوی" کا بہانہ پیش کردیتے ہیں حالانکہ نماز، روزہ وغیرہ کے جن مسائل پر عمل کرتے ہیں وہ بھی تو مولویوں نے ہی بتائے ہیں لیکن چونکہ ان سے گریز کرنے کی نیت نہیں ہے اس لئے اُن کو صحیح مانتے ہیں، میدانِ قیامت

میں جب پیشی ہوگی تو کیا ایسی کج روی اور حیلہ سازی جان بچا سکے گی ؟

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اس سے ثیاب اور جلباب یعنی اوپر کے وہ کپڑے مراد ہیں جو پردہ کے اہتمام کے لیے جسم سے لگے ہوئے کپڑوں کے اوپر ہوتے ہیں۔

صاحبِ تفسیر مظہری بیضاوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ استثناء حالتِ نماز کے متعلق ہے یعنی حالتِ نماز میں چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹوں تک اگر کھلے ہیں تو نماز ہو جائے گی اور نماز میں ان دونوں اعضاء کے کھلا رہنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور غیر محرم کے سامنے مواقع زینت میں سے کوئی حصہ کھولنے کا ذکر مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں نہیں ہے، پھر صاحبِ تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ اگر مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مواقع زینت مراد ہوں تو ضرورۃً مجبوری کے لئے اظہار زینت کے ارادہ کے بغیر جو حصہ ظاہر ہو جائے اس کا استثناء کیا گیا ہے، پھر لکھتے ہیں کہ آزاد عورت کے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے پوشیدہ رکھنے کا استثناء صرف نماز کے لئے ہے کیونکہ فرمانِ خداوندی يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ سے صاف ظاہر ہے کہ عورت اپنا چہرہ نامحرم کے سامنے نہیں کھول سکتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اَلْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ یعنی عورت اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں کھولے رہ سکتی ہے۔ اگر اسی تفسیر کو مانا جائے تب بھی غیر محرم کے سامنے کھولنے کا کوئی ذکر نہیں، جو لوگ اس استثناء سے عورتوں کے لئے عام طور پر چہرہ کھولے ہوئے پھرنے کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ جہالت پر تلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان الفاظ میں عورتوں کو چہرہ کھولنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ دوسرے اعضاء کی طرح ان کے چھپانے کے اہتمام سے زحمت اور تکلیف نہ ہو، اس میں نامحرموں کے سامنے کھولنے کے جواز و عدم جواز کا کوئی ذکر نہیں ہے، آیت میں اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا ہے اِلَّا مَا اَظْهَرْنَ نہیں فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو قصداً و ارادۃً نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

فعل لازم کا صیغہ اس بات کو بتلا رہا ہے کہ اگر کوئی عورت نماز کی مشغولیت میں یا کام کاج

کی مصروفیت میں یا اور کسی وجہ سے اپنا چہرہ کھول لے تو نامحرم کو جائز نہیں ہے کہ وہ اسے تکتا رہے کیونکہ اس سے پہلی آیت میں مردوں کو نظریں پست رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر عورتوں کے احکام ذکر فرمائے ہیں۔

اُستاد اور پیر سے پردہ

حضرت امیمہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کا بیان ہے کہ میں اور چند دیگر عورتیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کے لئے حاضر ہوئیں، عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم آپ سے ان شرطوں پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی اور زنا نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اور کوئی بہتان کی اولاد نہ لادیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ڈالیں (اور اپنے شوہر کی اولاد بتائیں) اور نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اور کہہ لو کہ ہم اپنی طاقت کے مُطابق پورا عمل کریں گی۔ یہ سن کر ان عورتوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسُول (صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم) ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جتنا ہم اپنے نفسوں پر رحم کرتے ہیں، اس کے بعد ان عورتوں نے عرض کیا (یا رسول اللہؐ زبانی اقرار تو ہم نے کر ہی لیا ہے) لائیے (ہاتھ میں ہاتھ دے کر بھی) آپؐ سے بیعت کرلیں، یہ سُن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا (جو میں نے زبان سے کہہ دیا سب کے لئے لازم ہو گیا اور الگ الگ بیعت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ) سو عورتوں سے (بھی) میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰے عنہا فرماتی ہیں کہ مومن عورتوں میں سے جس نے ان شرطوں کا اقرار کرلیا (جن کا گزشتہ حدیث میں اور سورۂ ممتحنہ میں ذکر ہے) تو اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی فرمادیا کہ میں نے تجھے بیعت کر لیا (کیونکہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر آپؐ عورتوں کو بیعت نہ فرماتے تھے) خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے بیعت کرتے وقت (بھی) کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا، آپ عورتوں کو صرف زبانی بیعت فرماتے تھے آپ کا ارشاد ہوتا تھا قَدْ بَايَعْتُكِ میں نے تجھے بیعت کر لیا [2]

---

[1] رواہ مالک فی الموطا۔ [2] رواہ البخاری۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہادیٔ عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ بیعت کے سلسلہ میں نہیں چھوا، جب کسی عورت نے بیعت کے لئے عرض کیا آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ میں نے تم کو بیعت کر لیا، جب چند عورتوں نے اکٹھے ہو کر بیعت کی درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ سو عورتوں سے میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے ہی سے بیعت نہیں ہوتی بلکہ زبانی کہہ دینا بھی کافی ہے۔ پس جب کہ زبانی بیعت سے کام چل سکتا ہے تو غیر محرم عورتوں کا ہاتھ کیوں ہاتھ میں لیا جائے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں ایک پرچہ تھا اس نے پرچہ دینے کے لئے پردے کے پیچھے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں پرچہ دینا چاہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ کھینچ لیا (اور پرچہ ہاتھ میں نہ لیا اور چونکہ پرچہ والے ہاتھ کی انگلیوں پر نظر پڑ گئی تھی اس لئے) فرمایا کہ میں نہیں جانتا یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس عورت نے عرض کیا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تُو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں (کی سفیدی) کو مہندی سے بدل دیتی۔[1]

جاہل پیروں کی گمراہی

اس حدیث سے ان جاہل پیروں کی گمراہی بھی معلوم ہوئی جو اپنی مریدنیوں میں بے محابا اندر گھروں میں گھس جاتے ہیں اور پردہ کا اہتمام نہیں کرتے، جاہل عورتیں کہتی ہیں کہ ان سے کیا پردہ؟ پیر میاں ہیں، نیک آدمی ہیں، بھلا اللہ کے پاک رسول فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون نیک اور پارسا اور پاک باز ہوگا؟ جب صحابی عورتوں نے آپؐ سے بھی پردہ کیا تو کسی دوسرے کو دم مارنے کی کیا مجال ہے، جو نیکی کے جھوٹے دعوے کر کے بے محابا عورتوں میں چلے جاتے ہوں، ایسے لوگ پیر و مرشد نہیں بلکہ گمراہ ہیں، جو شیطان کی راہ دکھاتے ہیں، ایسے لوگوں سے مرید ہونا حرام ہے، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔

جو عورتیں نام نہاد پیروں مرشدوں کے سامنے آتی ہیں سخت گنہگار ہیں اور اس قسم کے

---

[1] رواہ ابو داؤد

پیرومرشد فاسق ہیں ان سے مرید ہونا جائز نہیں ہے جو لوگ ایسے بدعمل پیر سے مرید ہوگئے ہیں ان پر لازم ہے کہ اس کی بیعت توڑ دیں جو حضرات حقیقۃً مرشد ورہنما ہیں شریعت پر چلنا اور چلانا ان کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ حدیث شریف کی کتابوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور علمائے حق سے پوچھ پوچھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقۂ زندگی کو معلوم کرتے ہیں اور سو جان سے ان طریقوں پر نثار ہوتے ہیں۔ جو پیر قرآن و حدیث کی ہدایات پر عمل نہ کرتا ہو وہ خود صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے بیعت ہوں۔

اہلِ حق مرشدین کا طریقہ

ہمارے دادا پیر حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے پیر تھے، جب عورتوں کو مرید کرتے تھے تو پردہ ڈال کر ہاتھ میں ہاتھ لئے بغیر توبہ پڑھا دیتے تھے، لیکن توبہ کے الفاظ کہلواتے وقت پردہ کو پشت کر کے بیٹھتے تھے تاکہ غلطی سے بھی نظر نہ پڑ جائے اور عورتیں اپنی تاک جھانک والی عادت سے بھی باز نہیں آتی ہیں، اس لئے ایسا کرنا ضروری ہوا، کسی موقع پر ایک عورت نے عرض کیا کہ حضرت جب پردہ ڈال لیا تو منہ پھیر کر بیٹھنے کی کیا ضرورت رہی؟ فرمایا تمہیں کیا معلوم میرا منہ کس طرف کو ہے۔ تمہارے سوال ہی سے معلوم ہوا کہ تم جھانکتی ہو اس لئے پردہ کی پشت کی طرف کرنے کی ضرورت ہے۔

بہت سے لوگ بڑی بڑی لڑکیوں بلکہ اچھی خاصی عمر کی جوان عورتوں کو ماسٹروں یا حافظوں سے بطور ٹیوشن پڑھواتے ہیں اور پردہ کا بالکل خیال نہیں کرتے، پڑھانے والا استاد اور پڑھنے والی لڑکیاں آمنے سامنے بیٹھ کر بلا پردہ پڑھتے پڑھاتے ہیں اور نہ صرف بے پردہ بلکہ خلوت اور تنہائی بھی ہو جاتی ہے کیونکہ بعض مرتبہ وہاں کوئی تیسرا نہیں ہوتا، یہ سب حرام ہے، استاد یا پیر اگر غیر محرم ہے تو پردہ لازم ہے خوب سمجھ لو۔

یورپ و امریکہ کے طریقہ پر حکام کے طبقہ میں یا گریجویٹ قسم کے لوگوں میں جو یہ دستور ہے کہ دعوتوں اور پارٹیوں میں اپنی بیویوں کو ساتھ لے جاتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں سے خود مصافحہ کرتے ہیں اور اپنی عورتوں سے نامحرموں کا مصافحہ کراتے ہیں یہ حرام ہے، اسلام کے احکام سب کے لئے ہیں، حاکم ہو یا محکوم، امیر ہو یا غریب، گورا ہو یا کالا، دیسی ہو یا پردیسی۔

سُسرال کے مردوں سے پردہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ عورت کی سُسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سُسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں [1]

اس حدیث میں جو سب سے زیادہ قابلِ توجہ چیز ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی سُسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ اور دیور اور نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سُسرال کے دوسرے مردوں سے گہرا پردہ کرے۔ یوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا لازم ہے لیکن جیٹھ دیور اور ان کے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنا سمجھ کر اندر بلا لیا جاتا ہے، اور بلا تکلف جیٹھ دیور اور شوہر کے عزیز و اقارب اندر چلے جاتے ہیں اور بہت سے زیادہ خلا ملا کر لیتے ہیں اور ہنسی دل لگی تک کی نوبتیں آجاتی ہیں۔ شوہر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے لوگ ہیں ان سے کیا روک ٹوک کی جائے لیکن جب دونوں طرف سے یگانگت کے جذبات ہوں اور کثرت سے آنا جانا ہو اور شوہر گھر سے غائب ہو تو پھر اَن ہونے واقعات تک رونما ہو جاتے ہیں، ایک پڑوسی کسی عورت کو اتنی جلدی اغوا نہیں کر سکتا جتنی جلدی اور بآسانی دیور یا جیٹھ اپنی بھابی کو اغوا کرنے یا بے حیائی کے کام پر آمادہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

انہی حالات کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُسرال کے مردوں سے بچنے اور پردہ کرنے کی سخت تاکید فرمادی ہے اور ان لوگوں کو موت بتا کر یہ بتا دیا ہے کہ ان سے ایسا پرہیز کرو جیسا موت سے بچتی ہو، اور مردوں کو بھی حکم ہے کہ اپنی بھاوج اور سالے وغیرہ کی بیوی سے خلا ملا نہ رکھیں اور نظر نہ ڈالیں۔ قال فی اللمعات والمراد و تحذیر المرأۃ منھم کما یحذر من الموت فان الخوف من الاقارب اکثر و الفتنۃ منھم اوقع لتمکنھم من الوصول والخلوۃ من غیر نکیر۔

---

[1] رواہ البخاری و مسلم۔

بعض عورتیں اپنے دیور کو چھوٹی عمر میں پرورش کرتی ہیں اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس سے پردہ کرنے کو بُرا سمجھتی ہیں اور اگر مسئلہ بتایا جاتا ہے کہ یہ نامحرم ہے تو کہتی ہیں کہ اس کو ہم نے چھوٹا سا پالا ہے، رات دن ساتھ رہا ہے اس سے کیا پردہ۔ یہ بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی گناہ بھی کرے اور شریعت کے مقابلہ میں کٹ حجتی پر اتر آئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو دیور کو موت بتائیں اور جہالت کی ماری عورتیں اس کے سامنے آنے کو ضروری، یہ کیا مسلمانی ہے؟

تنبیہ: پردہ حق شرع ہے، شوہر کا حق نہیں ہے، بہت سی عورتیں سمجھتی ہیں کہ شوہر جس سے پردہ کرائے اس سے پردہ کیا جائے اور شوہر جس کے سامنے آنے کو کہے اس کے سامنے آجائیں، یہ سراسر غلط ہے، شوہر ہو یا کوئی دوسرا شخص اس کے کہنے سے گناہ کرنے کی اجازت نہیں ہو جاتی، خوب سمجھ لو۔

ہیجڑوں سے پردہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہیجڑہ بننے والے مردوں پر اور مردوں کی طرح (وضع قطع بنا کر یا لباس پہن کر) مردانہ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔[۱]

اس حدیث پاک میں اُن مردوں اور عورتوں پر لعنت بھیجنے کا ذکر ہے جو فطرتِ خداوندی کو چھوڑ کر دوسری جنس کی وضع قطع شکل وصورت لباس و پوشاک اختیار کریں۔ البتہ جو پیدائشی ہیجڑہ ہو چونکہ وہ اپنے اختیار سے نہیں بنا ہے اس لئے اسے ملعون نہ کہا جائے گا لیکن جو مرد قصداً ترکیب اور تدبیر کر کے عورت پن اختیار کرتے ہیں یعنی اپنے اعضاء مردمی کو ختم کر دیتے ہیں اور عورتوں کی طرح بال بڑھا کر چوٹی بناتے ہیں یا دیگر لوازمِ نسوانیت اختیار کرتے ہیں حدیثِ بالا کی رُو سے بلاشبہ وہ ملعون ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے گھروں میں آنے کی اجازت دینا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف کے اخیر میں فرمایا أَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ (کہ ان کو اپنے گھروں میں سے نکال دو) اگر ہُم کی ضمیر کا مرجع تغلیباً ہیجڑہ بننے والے مردوں اور مرد بننے والی عورتوں دونوں گروہوں کو قرار دیا جائے تو عربی کے قواعد کی رو سے یہ بھی درست ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح ہیجڑہ بننے والے مردوں کو اپنے گھروں میں آنے کی اجازت دینا منع ہے اسی طرح مرد بننے والی عورتوں کو گھروں میں آنے سے روکنا ضروری ہے کیونکہ اس طرح کی عورتیں سیدھی سادی عورتوں کے لئے خطرہ بن جاتی

ہیں اور اندیشہ ہے کہ ان کی چال ڈھال اور لباس و پوشاک دیکھ کر گھروں میں رہنے والی شریف اور حیادار عورتیں متاثر نہ ہو جائیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص خلقۃً مرد ہو اگر کسی وجہ سے اس کی قوتِ مردانہ ختم ہو جائے تب بھی ان کے سامنے عورتوں کا آنا ممنوع ہے۔ لہٰذا ہیجڑہ اور خصی مرد اور جس کا عضو تناسل کٹ گیا ہو اور بوڑھا مردان سب سے گہرا پردہ لازم ہے۔ ذکر فی المرقاۃ تحت حدیث ام سلمۃؓ فی ذکر ابنۃ غیلان ھذا یدل علی منع المخنث والخصی والمجبوب من الدخول علی النساء۔

تنبیہ:۔ بہت سے شہروں میں رواج ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے یا ختنہ اور عقیقہ وغیرہ کی تقریب ہوتی ہے تو ہیجڑوں کا ناچ گانا کراتے ہیں یہ سخت گناہ ہے۔

مصیبت کے وقت بھی پردہ

حضرت قیس بن شماس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی عورت جن کو اُمّ خلاد کہا جاتا تھا رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں، (ان کا بیٹا کسی غزوہ میں) شہید ہو گیا تھا، جب وہ آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں، اُن کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابیؓ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لئے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو۔ حضرت اُمّ خلادؓ نے جواب دیا کہ اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہو گئی ہوں تو اپنی شرم و حیا کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیا کا چلا جانا ایسی مصیبت زدہ کر دینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہو جانا) حضرت اُمّ خلاد کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لئے دو شہیدوں کا ثواب ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُول اللہؐ کیوں؟ ارشاد فرمایا اس لئے کہ اُسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے [1]

دیکھو! اس صحابی خاتونؓ نے مصیبت کے وقت بھی پردہ کیا اور تعجب کرنے والوں کو صاف جواب دے دیا کہ میرا بیٹا جاتا رہا تو شرم و حیا تو نہیں گئی، بیٹا جدا ہو گیا تو کیا شرم و حیا بھی کھو بیٹھوں! اس میں اُن عورتوں کو تنبیہ ہے جو کسی عزیز کے جنازہ کے ساتھ بلا پردہ باہر آجاتی ہیں اور یہ سمجھ لیں کہ

---

[1] سنن ابوداؤد۔

جب مصیبت میں بھی پردہ ہے تو خوشی اور بیاہ شادی میں کیونکر پردہ واجب نہ ہوگا، بڑی بڑی پردہ والی بیاہ شادی میں پردہ سے آزاد ہو جاتی ہیں۔ یہ حدیث ان کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔

عورتیں بھی مردوں کو نہ دیکھیں

ایک مرتبہ حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویاں اُم سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ بیٹھی ہوئی تھیں اسی موقع پر ایک صحابی آگئے جن کا نام حضرت عبداللہؓ تھا اور آنکھوں سے نابینا تھے جب وہ رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بڑھے چلے آئے تو بیویوں نے اُن کو نابینا سمجھ کر پردہ نہ کیا۔ حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ارشاد ہوا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو ان کو نہیں دیکھ رہی ہو[1]

غور کرنا چاہیئے کہ جب کوئی خراب نیت کا اندیشہ بھی نہ تھا کیونکہ ایک طرف حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیویاں تھیں جن کو قرآن شریف میں مسلمانوں کی مائیں فرمایا گیا ہے اور دوسری طرف ایک نیک صحابیؓ تھے وہ بھی نابینا اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کرایا تو آج کل جب کہ خراب خیالات والے زیادہ ہیں پردہ کی پابندی کرنا کس قدر ضروری ہے۔ آج کل بہت سی عورتیں خود تو پردہ میں بیٹھ جاتی ہیں مگر مردوں کو تاکتی رہتی ہیں یہ گناہ ہے۔ حضرت رسُولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ نابینا کو دیکھنے سے بھی منع فرمایا۔

جہاں بدنظری کا ذرا بھی احتمال نہ تھا وہاں اس قدر سختی فرمائی گئی تو آج کل کی عورتوں کے لئے اس امر کی کیوں کر اجازت ہو سکتی ہے کہ مردوں کو جھانکا تاکا کریں۔

نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے اور رات گذارنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو[2]

---

[1] رواہ الترمذی وابو داؤد۔ [2] رواہ البخاری ومسلم۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار کوئی شخص ہرگز کسی بے شوہر والی عورت کے پاس رات نہ گذارے، اِلّا یہ کہ ایسا شخص ہو جس نے اس عورت سے نکاح کرلیا ہو یا اس کا محرم ہو۔[1]

اس حدیث پاک میں بہت سختی کے ساتھ اس چیز کی ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی یا محرم عورت کے علاوہ کسی غیر محرم کے پاس رات کو نہ رہے، یہ ممانعت بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے اور اس میں بڑی مصلحت اور حکمت ہے۔ یوں تو ہر وقت ہی نامحرم مرد وعورت کا تنہائی میں رہنا منع ہے جیساکہ ابھی ابھی اوپر حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں گذرا۔ لیکن دوسری حدیث میں خصوصیّت کے ساتھ کسی غیر محرم کے ساتھ رات کو رہنے کی ممانعت سختی کے ساتھ اس لئے فرمائی کہ رات کی اندھیری اور یکسوئی میں گناہ کرنے کا موقعہ مل جانا آسان ہوتا ہے اس ممانعت میں ہر نامحرم آگیا، جیٹھ، دیور، نندوئی، چچازاد بھائی، ماموں اور پھوپھی کا لڑکا، یہ سب غیر محرم ہیں، عورتیں عمومًا ان کے پاس بے دریغ تنہائی میں چلی جاتی ہیں اور رات ہو یا دن ان سے پردہ کرنے کا اہتمام نہیں کرتی ہیں۔ شریعت کے نزدیک یہ سخت منع ہے۔ مرد عورت دونوں کے لئے حکم برابر ہے۔ کہ نامحرم کے ساتھ تنہائی میں رات نہ گذاریں۔

حدیث میں خصوصیت سے مرد کو اس لئے خطاب فرمایا کہ مرد طاقت ور ہوتا ہے اگر وہ تنہائی میں کسی نامحرم عورت کے پاس پہنچ جائے تو عورت اس کو ہٹانے سے عاجز ہوگی، لہٰذا خطاب کا رُخ مرد کی طرف رکھا گیا کہ غیر عورت کے پاس رات نہ گذارے، اگر کوئی مرد اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو عورت پر لازم ہے کہ وہاں سے چل دے اور اس مرد کو تنہا چھوڑ دے۔

حدیث میں بے شوہر والی عورت کے پاس رات گذارنے سے اس لئے خصوصیت سے منع فرمایا کہ وہ شوہر سے محروم ہونے کی وجہ سے جذبات شہوانیہ کے دباؤ میں جلد اور آسانی سے آسکتی ہے اس سے کوئی شخص شوہر والی بیوی کے ساتھ رات گذارنے کی اجازت نہ سمجھ لے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو" یہ بھی امر مؤکد ہے عورتیں اس کی پرواہ نہیں کرتی ہیں۔ سفر دینی ہو یا دنیاوی، غیر محرم یا بغیر شوہر کی ہمراہی

---

[1] رواہ مسلم۔

کے ممنوع ہے اس میں جوان عورت اور بوڑھی عورت کا ایک ہی حکم ہے۔ بہت سی عورتیں حج یا عمرہ کے لئے اور بعض دنیاوی ضرورتوں کیلئے بغیر محرم یا بغیر شوہر کے سفر پر روانہ ہو کر گناہ گار ہوتی ہیں اس کے بُرے نتائج بھی سامنے آتے رہتے ہیں پھر آنکھیں نہیں کُھلتیں۔

عورت کا خوشبو لگا کر نکلنا ایک طرح کی زناکاری ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نظرِ بد ڈالنے والی) ہر آنکھ زناکار ہے اور کوئی عورت جب عطر لگا کر (مردوں کی) مجلس میں گذری تو وہ ایسی ویسی ہے یعنی زناکار ہے[1]

اس حدیث میں اوّل تو ایک قاعدۂ کلیہ ارشاد فرمایا کہ بدنظری کرنے والی ہر آنکھ زناکار ہے۔ یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے جو مرد نامحرم عورتوں کو دیکھے یا جو عورت نامحرم مردوں کی تاک جھانک کرے ایسے مرد اور عورت کی آنکھ زناکار ہے۔ اصل زنا جس کو کہتے ہیں سبھی کو معلوم ہے لیکن زنا کے دواعی کو بھی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے زنا فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سُننا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے اور دل (بدکاری کی) خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس (کی امید) کو جھٹلا دیتی یا سچا کر دیتی ہے[2]

معلوم ہوا کہ دونوں کا شرمگاہوں کو جوڑ دینا بھی زنا ہے اور نامحرم مرد و عورت کا ایک دوسرے پر نظر ڈالنا بھی زنا ہے اور بدنیتی کے ساتھ یا لذت کے لئے نامحرم مرد و عورت کا آپس میں بات کرنا اور سننا سنانا بھی زنا ہے، کسی نامحرم مرد یا عورت کی طرف بُری نیت سے چل کر جانا یا ہاتھ سے چھونا یہ سب زنا ہے۔ گو بڑا زنا دونوں کی شرمگاہوں کا ملنا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آنکھوں کا زنا بیان فرما کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس کے پاس سے گذرے اس کا یہ عمل بھی زنا ہے، کسی مرد و عورت میں جب زناکاری کے تعلقات ہوتے ہیں تو یک لخت نہیں ہو جاتے، بلکہ اصل زنا سے پہلے بہت سے ایسے کام کئے جاتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے

---

[1] رواہ ابوداؤد والترمذی۔ [2] رواہ مسلم۔

کو قریب تر کرتے چلے جاتے ہیں، اسی لئے شریعتِ مقدسہ نے زنا کے دواعی اور محرکات واسباب کو بھی زنا قرار دیا ہے۔

عورت کو اگر کسی مجبوری سے کہیں جانا ہو تو پردہ کا لحاظ کر کے مردوں سے بچتے ہوئے راستوں کے کنارے سے گذرتے ہوئے جانے کی اجازت دی گئی ہے، خوشبو لگا کر باہر نکلنا اگرچہ برقعہ کے اندر ہو شریعت کے نزدیک اتنی بڑی بات ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والی عورتوں کو زناکار فرما دیا۔ یوں بھی عورت کو تیز خوشبو لگانا منع ہے، اگرچہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔

خلاصہ یہ کہ عورت کو ہر طرح سے غیر مردوں سے بچ کر رہنا لازم اور ضروری ہے، یہاں تک کہ ایسا موقع بھی نہ آنے دے کہ کوئی غیر مرد اس کی خوشبو بھی پا سکے۔

علاج کرانے میں پردہ کا اہتمام

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُم المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سینگی لگوانے کی اجازت طلب کی، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہؓ کو حکم دیا کہ اُمِّ سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو سینگی لگادیں۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ابوطیبہؓ سے جو سینگی لگوائی تو میرے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت اُمِّ سلمہؓ کے دودھ شریک بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علاج کے سلسلہ میں بھی پردہ کا خیال رکھنا ضروری ہے اگر معالج کے سامنے بے پردہ ہو کر آجانے میں کچھ حرج نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کیوں بتانا پڑتا کہ ابوطیبہؓ حضرت اُمِّ سلمہؓ کے دودھ شریک بھائی یا نابالغ لڑکے تھے، ہمارے زمانہ کے لوگوں کا عجیب حال ہے کہ جن خاندانوں اور گھروں میں پردہ کا اہتمام ہے علاج کے سلسلہ میں ان کے یہاں بھی پردہ کا خیال چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے علاج کے لئے محرم کو تلاش کریں، اگر کوئی محرم معالج نہ ملے تو غیر محرم سے بھی علاج کرا سکتے ہیں۔

علاج کے لئے ستر کھولنے کے احکام

لیکن اس میں شریعت کے ایک اہم اصول اَلضَّرُوْرَةُ تَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ کا خیال رکھنا

---

[1] رواہ مسلم۔

لازم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً جتنے بدن کا دیکھنا ضروری ہے معالج بس اسی قدر دیکھ سکتا ہے مثلاً علاج کے لئے نبض دیکھنے اور حال کہنے سے کام چل سکتا ہے تو اس سے زیادہ دیکھنے یا ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی، اسی طرح اگر بازو میں یا پنڈلی میں زخم ہے تو جتنی جگہ بدرجۂ مجبوری دیکھنے کی ضرورت ہو بس اسی قدر معالج دیکھ سکتا ہے، اگر علاج کی مجبوری کے لئے آنکھ، ناک، دانت دیکھنا ہے تو اس صورت میں پورا چہرہ کھولنا جائز نہیں، جس قدر دیکھنے سے کام چل سکتا ہو بس اسی قدر دکھا سکتے ہیں بلکہ ایسے معالج کے لئے بھی یہی تفصیل ہے جو عورت کا محرم ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ محرم کے لئے بھی اپنی محرم عورت کا پورا بدن دیکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت کو اپنے محرم کے سامنے پیٹ اور پیٹھ اور ران کھولنا منع ہے۔ پس اگر پیٹ یا پیٹھ میں زخم ہو تو حکیم ڈاکٹر خواہ محرم ہو یا نامحرم صرف زخم کی جگہ دیکھ سکتا ہے اس سے زیادہ دکھانا گناہ ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ پرانا کپڑا پہن کر زخم کے اوپر کا حصّہ کاٹ دیا جائے تاکہ پیٹ یا پیٹھ کے بقیہ حصّہ پر اس کی نظر نہ پڑے اور چونکہ عورت کو ناف سے لے کر گھٹنوں کے آخر تک کسی عورت کے سامنے بھی کھولنا ناجائز ہے اس لئے اگر لیڈی ڈاکٹر کو مثلاً ران یا سُرین کا پھوڑا وغیرہ دکھانا مقصود ہو تو اس صورت میں بھی کپڑا کاٹ کر صرف پھوڑے کی جگہ دکھائی جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ ضرورت کے لئے حکیم ڈاکٹر کو جو جگہ دکھائی جائے تو حاضرین میں جو عزیز و اقارب موجود ہوں ان کو اس جگہ کے دیکھنے کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر حاضرین میں سے کوئی شخص ایسا ہے جسے شرعاً اس جگہ کا دیکھنا جائز ہے تو وہ اس پابندی سے خارج ہے، مثلاً اگر پنڈلی میں زخم ہے اور وہ ڈاکٹر یا جراح کو دکھانا ہے اور عورت کا باپ یا حقیقی بھائی بھی وہاں موجود ہے اس نے اگر دیکھ لیا تو گناہ نہ ہوگا، کیونکہ پنڈلی کا کھولنا محرم کے سامنے درست ہے۔

فائدہ: یہ تفصیل جو ابھی ابھی ذکر کی گئی ہے مرد کے علاج کے سلسلہ میں بھی ہے، کیونکہ ناف سے لے کر گھٹنے تک مرد کا مرد سے بھی پردہ ہے اگر ران یا سُرین کا زخم کسی ڈاکٹر کو دکھانا ہے یا کولہے میں کسی مجبوری سے انجکشن لگوانا ہے تو صرف ڈاکٹر بقدرِ ضرورت دیکھ سکتا ہے، دوسرے لوگوں کو دیکھنا حرام ہے۔

ولادت کے موقع پر بے احتیاطی

بچہ پیدا ہونے کے وقت دائی اور نرس کو صرف بقدرِ ضرورت پیدائش کی جگہ دیکھنا جائز ہے اس سے زیادہ دیکھنا منع ہے اور آس پاس جو عورتیں موجود ہوں اگرچہ ماں بہنیں ہی

ہوں ان کو بھی دیکھنا منع ہے کیونکہ اُن کا دیکھنا بلاضرورت ہے، لہٰذا ان کو نظر ڈالنے کی اجازت نہیں۔

مسئلہ :۔ اگر غیر مسلم دائی یا نرس بچہ پیدا کرانے کے لئے بلائی جائے تو اس کے سامنے سر کھولنا حرام ہوگا، کیونکہ کافر عورت کے سامنے مسلمان عورت صرف منہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے دونوں پیر کھول سکتی ہے ان کے علاوہ ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں۔ غیر مسلم عورتیں مثلاً بھنگن، دھوبن، نرس، لیڈی ڈاکٹر وغیرہ جو بھی ہوں ان سب کے متعلق یہی حکم ہے۔

بعض جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ رواج ہے کہ بجائے دائیوں کے مرد ڈاکٹروں سے بچہ جنواتے ہیں جبکہ اپنی ہمجنس کو بھی اپنی جنس کے ستر کی طرف بھی بلاضرورت نظر ڈالنا ممنوع ہے تو غیر جنس کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے اور غیر جنس میں بھی جتنا بُعد ہوتا جائے گا اتنا ہی ممانعت اور حرمت میں تشدد بڑھتا جائے گا۔ مسلمان عورت کی ہمجنس قریب مسلمان عورت ہے، اوّل بوقت ضرورت اسی کو اختیار کیا جائے، اس کے بعد کافر عورت ہے اس کے بعد ڈاکٹر کی اگر ضرورت ہی آپڑے تو مسلمان ڈاکٹر کو اختیار کیا جائے وہ بھی نہ ہو تو کافر کی طرف رجوع کیا جائے نہ یہ کہ اولاً ہی کافر مرد کے پاس لے جائیں یا اس کو بُلائیں، یہ سخت بے حیائی اور گناہ اور تقلید بے جا ہے اور بچے کی پیدائش کرانے کے لئے ڈاکٹر اور نرس کا ضروری ہونا قابلِ تسلیم نہیں ہے کیونکہ جب تک یہ رواج شروع نہ ہوا تھا تب بھی برابر بچے ہوتے تھے اور اب بھی جن خاندانوں میں غیرت اور حمیت ہے ان میں برابر بچے ہوتے ہیں اور دائیاں پردہ کے ساتھ سب کام کرتی ہیں۔

گانا بجانا

گانا بجانا آج کل زندگی کا بڑا اہم جز بن گیا ہے۔ اگر بیاہ شادی اور دوسری تقریبوں میں گانے بجانے اور ناچنے کا انتظام نہ ہو تو اس کو پھیکا اور بدمزہ کہا جاتا ہے۔ کھانا کھانے اور ٹھہرنے کے لئے وہی ہوٹل اور ریسٹورنٹ پسند کئے جاتے ہیں جس میں ٹیلیویژن ہو، بزرگوں کی قبروں پر عرس کے نام سے جمع ہوتے ہیں اور ہارمونیم وغیرہ کے گانے ہوتے ہیں جن بزرگوں کی زندگی خلاف شرع چیزوں کے مٹانے میں گذری۔ ان کی قبروں پر میلے کھیل تماشے لگتے ہیں اور گانوں کے اڈے بنائے جاتے ہیں۔ استغفراللہ خدا اس جہالت سے بچائے۔

گانا بجانا اور ناچنا اس قدر عام ہوگیا ہے کہ شادی کرنے کے لئے مرد و عورت دونوں طرف سے ایسے جوڑے کی تلاش ہوتی ہے جسے ناچنے اور گانے بجانے میں مہارت ہو اسی وجہ سے بہت سے گھرانوں میں لڑکیوں کو گانا بجانا سکھایا جانے لگا ہے۔ کافر تو کافر ہی ہیں ان سے کیا شکوہ ؟۔ مسلمان بھی ان کرتوتوں کو اپنی زندگی میں داخل کرچکے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ وَاَمَرَنِيْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصَّلِيْبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ۔ [1]	بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے سامان کو اور بتوں کو اور صلیب کو اور جاہلیت کے کاموں کو مٹا دوں۔

پیارے آقا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میں گانے بجانے کے سامان کو مٹانے کے لئے آیا ہوں لیکن آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والوں نے بلکہ محبّت کا دعویٰ کرنے والوں نے گانے بجانے کو جزو زندگی بنا رکھا ہے اس کو ترقی سمجھتے ہیں اسکولوں میں گانا بجانا سکھایا جاتا ہے اور اس کا نام فنونِ لطیفہ اور فن کاری اور گلوکاری رکھ دیا ہے۔ لڑکیاں بڑے شوق سے سیکھتی ہیں پھر محفلیں گرم کرتی ہیں ریڈیو پر گا رہی ہیں۔ ٹی وی پر بن سنور کر گانے بجانے کا مظاہرہ کر رہی ہیں، مرد بھی گا رہے ہیں یہ کیا ترقی ہے جس میں دین و ایمان کا خون ہے حکومتیں چونکہ عوامی ہیں (عوام کی بُری خواہشات پوری کرنے کا خیال رکھتی ہیں) اس لئے وہ گانے بجانے کے پروگرام نشر کرتی ہیں لیکن کرسیاں پھر بھی چھن جاتی ہیں، حکومتوں نے جوانوں کو تباہ کر دیا اور آنے والی نسلوں کا خون کر دیا اور یہ سب کچھ ترقی کے نام پر ہو رہا ہے۔

جانوروں کے گلے میں جو گھنٹی ڈال دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

لَا تَصْحَبُ الْمَلٰٓئِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ وَّلَا جَرَسٌ ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳۸)	"یعنی جن لوگوں کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو (رحمت کے) فرشتے اُن کے ساتھ نہیں رہتے۔"

---

[1] رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ ص ۳۱۸ ۔

اور ایک اور حدیث میں ارشاد ہے :

مَعَ کُلِّ جَرَسٍ شَیْطَانٌ (مشکوٰۃ ص ۳۷۹) "ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

قوالی کی محفلوں میں باجے

اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ بہت سے مواقع میں گاجے باجے کو ثواب سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ قوالی کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور راتوں رات قوال کا گانا سننے کے لئے جاگتے ہیں اور چونکہ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت اور مدح کے اشعار بھی ہوتے ہیں اس لئے اس محفل کی شرکت کو ثواب سمجھتے ہیں، اگر کوئی شخص سمجھائے اور بتائے تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت سننے سے منع کرتا ہے، حالانکہ منع کرنے والا ایسے نعتیہ اشعار کہنے اور سننے سے نہیں روکتا جو سچ ہوں اور صحیح ہوں وہ تو گانے بجانے کے آلات پر پڑھنے سے روکتا ہے۔ اگر حضور اقدس صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت سننے کا شوق ہے تو بغیر ہارمونیم اور بغیر طبلہ اور بغیر ساز و سارنگی کے سنیئے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر ساز و سارنگی کے اور بغیر طبلہ باجے کے نعت پڑھنے بیٹھ جائے تو دس پانچ آدمی سننے کے لئے جمع ہو جائیں گے اور دس پانچ منٹ میں منتشر ہو جائیں گے۔ خدارا انصاف کرو، کیا یہ راتوں رات جاگنا نعت نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سننے کے لئے ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام گرامی استعمال کر کے نفس و شیطان کو لذیذ گانے کی حرام غذا دینے کے لئے ہے۔

کیسی نادانی کی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن چیزوں کے مٹانے کے لئے تشریف لائے ان ہی چیزوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت سننے میں استعمال کرتے ہیں، پھر اوپر سے ثواب کی امید بھی رکھتے ہیں۔ نفس و شیطان نے ایسا غلبہ پایا ہے کہ قرآن و حدیث کے قانون بتانے والوں کی بات ناگوار معلوم ہوتی ہے، اللہ پاک سمجھ دے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے کے جذبات نصیب فرمائے۔ پھر رات بھر قوالی سنتے ہیں اور فجر کی اذان ہوتے ہی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں، یہ ہیں محبتِ نبوی کے متوالے جنہیں فرضوں کے غارت کرنے پر ذرا بھی ملال نہیں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

محرّم کے تعزیوں میں ڈھول باجے

اور دیکھئے محرّم میں کیا ہوتا ہے آٹھویں، نویں، دسویں تاریخ کے جلوس اور اونچے اونچے تعزیوں کی لمبی لمبی قطاریں بازاروں میں ہو کر گزرتی ہیں اور حضرت حسینؓ کا ماتم اور حضرات اہلِ بیت رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی مرثیہ خوانی کے عنوان پر جو کام ہوتے ہیں وہ بھی ڈھول ڈھمکے اور باجے گانے سے بھرپور ہوتے ہیں جو شخص ان غیر شرعی حرکتوں سے منع کرے تو اس بات کو وہابی کہہ کر ٹال دیتے ہیں، ارے سمجھ دارو! یہ تو بتاؤ کہ ماتم اور مرثیہ خوانی میں تاشے بجانا، نقارے پیٹنا اور بجانے کے دوسرے سامان استعمال کرنا یہ رنج کی کون سی قسم ہے، نکلتے ہیں ماتم کا نام کرنے اور سامان کرتے ہیں نفس و شیطان کے خوش کرنے کے، اوّل تو ماتم اور مرثیہ خوانی ہی منع ہے، پھر اوپر سے اس کو ثواب سمجھنا یہ اعتقاد کا فساد ہے اور سب حرکتیں گناہ در گناہ ہیں، جس چیز کی بنیاد خیر پر ہوتی ہے اس میں قرآن و حدیث کی خلاف ورزی نہیں کی جاتی اور شیطان کو خوش نہیں کیا جاتا۔ عجیب تماشا ہے کہ حضرات اہلِ بیت رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا غم لے کر نکلتے ہیں اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی کے ارشادات کی نافرمانی کرتے ہوئے جھوٹے غم کا اظہار کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے محبت ہونے کی بنیاد پر ماتم کرتے ہیں اور ان ہی کے نانا جان صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو عین ماتم ہی کے وقت پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ محبّت صحیح اصولوں پر نہیں ہے۔ اگر صحیح اصول کے مطابق ہوتی تو اعمال و اشغال بھی صحیح ہوتے، صحیح محبّت وہ ہے جو شرعی اصول پر ہو خوب سمجھ لو۔

گانا بجانا شیطانی دھندا ہے

جو لوگ شیاطین سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بجنے بجانے والی چیزوں سے محبّت و رغبت ضرور ہوتی ہے اور شیطانی کاموں میں ایسی چیزوں کی بہتات ہوتی ہے۔ ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے مندروں اور گرجوں میں خاص طور سے ایسی چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے شیطان کو چونکہ یہ چیزیں پسند ہیں اس لئے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے کہ ایسی چیزیں رکھیں اور بجائیں، مسلمانوں میں بھی جو لوگ خواہشِ نفس کے مطابق چلتے ہیں اور رنج و خوشی

میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے ان پر شیطان قابو پالیتا ہے اور ان کو گانے بجانے کی چیزوں میں مشغول کر دیتا ہے، ان سے گانے گواتا ہے اور باجے بجواتا ہے اور خود بھی سنتا اور مزے لیتا ہے، یہ مصیبت عام ہی ہوگئی ہے کہ ہر وقت نفس کو خوش کرنے کے لئے ریڈیو کھولے رہتے رہتے ہیں یا ٹیپ ریکارڈ چلاتے ہیں اور خاص کر کھانا کھانے کے وقت گانا سننے کا بہت زیادہ خیال کرتے ہیں تاکہ جب منہ میں لقمہ جائے تو گلے کے نیچے دھکیلنے کا کام گانے کی دُھن اور سُر سے ہو جائے۔ شادیوں میں گانا، سفر حج میں گانا یہ ایک عام رواج ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

گانا نفاق کا سبب ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (یعنی گانا دل میں نفاق کو اگاتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱) اس لئے دیکھا جاتا ہے گانے والے اور گانے والوں سے تعلق رکھنے والے اور گانا سنانے کا اہتمام کرنے والے صالح دیندار سچے مسلمان نہیں ہوتے جس کے دل میں نفاق کی آبیاری ہوگی اس میں نیکی کہاں سے آئے گی۔ ریڈیو میں گانا اور ٹی۔ وی میں گانا محفلوں اور مجلسوں میں گانا بسوں میں گانا ایسا عام ہو گیا ہے کہ حدیث کا مضمون سنانے والا آدمی بُرا لگتا ہے۔

حدیث بالا میں یہ بھی فرمایا کہ مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ بُتوں کو مٹا دوں۔

بہت سے وہ لوگ جو مدنی آقا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے نسبت اور محبّت رکھنے کے دعویدار ہیں، پیتل وغیرہ کے مجسمے ڈھال لیتے ہیں اور کچھ لوگ پتھروں کے بت تراش لیتے ہیں اور ان چیزوں کو ایکسپورٹ یا امپورٹ کرتے ہیں۔ ان کو فروخت کرکے پیسہ کماتے ہیں۔ آقائے نامدار صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم جس کے مٹانے کے لئے تشریف لائے یہ جھوٹے مدعیان محبّت اسی کو بناتے ہیں اور دنیا میں پھیلاتے ہیں۔

فرمایا سرور عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَۃِ وَالْخِنْزِیْرِ وَالْاَصْنَامِ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۱، از بخاری و مسلم)	بلا شبہ اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے شراب کی بیع کو اور مردار کی بیع کو اور خنزیر کی بیع کو اور بتوں کی بیع کو۔

بہت سے لوگ یورپ اور امریکہ میں محلّوں میں دوکانیں کھول لیتے ہیں اور ان میں شراب اور مردار اور خنزیر کا گوشت بیچتے ہیں اور مجسمے بھی فروخت کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے خیال میں ترقی یافتہ ہیں، کیونکہ یورپ امریکہ میں رہنے کا موقع مل گیا ہے اس جھوٹی ترقی کے سامنے اس تنزّل کو نہیں دیکھتے کہ کیا کر رہے ہیں اور بیچ کیا رہے ہیں۔ دین و ایمان سے کتنا تعلق باقی ہے اس کا کچھ فکر نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں جاہلیت کے کاموں کو مٹانے کے لئے آیا ہوں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نویں ذی الحجہ کو جو آپؐ نے خطبہ دیا اس میں یہ بھی فرمایا:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِيَّ مَوْضُوعٌ [1] — خبردار جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے ہے جو بالکل پامال ہے۔

جاہلیت کے کاموں میں ایک تو وہی عورتوں کا بن ٹھن کر نکلنا تھا جس میں بازاروں اور میلوں میں بے محابا حسن و جمال کا مظاہرہ کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں بڑی شدّت کے ساتھ اس سے منع فرمایا۔ سورۂ احزاب میں ارشاد ہے۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ (کہ پہلی جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر ہرگز باہر نہ نکلو) جاہلیت اولیٰ کے جس عمل سے قرآن مجید میں سختی کے ساتھ منع فرمایا اس کو مسلمان ہونے کے دعویدار بڑی محبّت اور چاہت کے ساتھ اپنا رہے ہیں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں صلیب کو مٹانے کے لئے آیا ہوں، نصرانی لوگ صلیب کی تعظیم کرتے ہیں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ (العیاذ باللہ) اس صلیب کے نشان کو وہ جگہ جگہ ابھارتے ہیں اپنی فرموں اور اداروں میں صلیب کا نشان اختیار کرتے ہیں۔ گھروں کے دروازوں پر صلیب کا نشان لگاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے تو صلیب کو توڑ دیں گے اور یہ بتا دیں گے کہ نصاریٰ کا دین باطل ہے میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس قتل کے عقیدہ کے لئے نصاریٰ نے گلے میں ٹائی لگانا بھی اپنایا ہے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی یادگار (ان کے عقیدہ کے مطابق) گلے کے پھندہ کے ذریعہ بار بار تازہ ہوتی رہے، نام نہاد مسلمانوں کی بے وقوفی دیکھو، انہیں

---

[1] رواہ مسلم۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس اور آپ کی وضع قطع پسند نہیں۔ داڑھی بھی مونڈی ہوئی۔ پینٹ بھی پہنا ہوا اور ٹائی بھی لگی ہوئی، کفر یہ عقیدہ کی یادگاریں شریک ہو رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے بڑی ترقی کر لی۔ اعاذنا اللہ تعالےٰ من ذالک کلہٖ۔

ناول اور افسانے

ایک بہت بڑی آفت اور مصیبت جو مسلم گھرانوں میں نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ناول اور افسانوں کی کتابیں اور فلمی رسالے جو بے حیائی سکھانے والے ہوتے ہیں اور جن میں اکثر ننگی تصویریں بھی چھپی ہوتی ہیں گھر گھر پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو پڑھ کر گندے خیالات اور خراب باتیں لڑکیوں اور لڑکوں کے دل و دماغ میں جنم لیتی ہیں، پیسہ بھی ضائع ہوتا ہے وقت بھی خراب ہو جاتا ہے اور فحش مضامین اور گندی داستانیں پڑھ کر دل گندے اور دماغ ناپاک بن جاتے ہیں پھر اس کے نتیجہ میں بڑی بڑی خرابیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ بدچلنی بے حیائی، بدکاری کے واقعات جو دیکھے جاتے ہیں اکثر گندی کتابیں یعنی ناول اور افسانے اور فلمی رسالے ان کا سبب ہوتے ہیں۔ خدا کے لئے ناول، افسانے اپنے گھروں میں مت آنے دو اور ان کی جگہ دینی کتابیں گھروں میں رکھو جن سے دینی معلومات بھی ہو اور اخلاق بھی درست ہوں۔

ٹیلیویژن اور ریڈیو

یہ مصیبت بھی عام ہو گئی ہے ٹیلیویژن اور ریڈیو کا عام رواج ہو گیا ہے جہاں کسی کو کوئی اچھی ملازمت مل گئی یا دوکان خوب چل نکلی تو مال کو اللہ کی خوشنودی کی جگہ خرچ کرکے اس کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے لہو و لعب اور گانے بجانے کی چیزوں کو خریدنا ضروری سمجھ لیا جاتا ہے، یہ چیزیں بڑائی کی نشانی اور ترقی کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ گھر کے سب چھوٹے بڑے مرد و عورت لڑکے اور لڑکیاں، ماں، باپ، بھائی، بہن غرض کہ سب ہی حیا شرم کو طاق میں رکھ دیتے ہیں اور سب مل کر عشقیہ، غزلیں اور فحش گانے سنتے ہیں اور حیا سوز ڈرامے دیکھتے ہیں، گانے والیوں کو داد دی جاتی ہے اور گندی باتوں پر ہنسی ہوتی ہے اور قہقہے بلند ہوتے ہیں۔ نہ بڑوں کا ادب نہ چھوٹوں کا لحاظ سب ایک قسم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اور ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے

ہیں۔ شرم، حیا، غیرت سب ختم ہو جاتی ہیں اور اب تو ہر گھر سینما ہال بن گیا ہے۔ جو وقت تلاوتِ کلام پاک، درود شریف اور استغفار اور دوسری نیکیوں میں مشغول رہنے سے گذرتا وہ گانا سن کر اور گندی فلمیں دیکھ کر گناہ گار ہونے میں لگ جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

تھیٹر اور سینما

بے حیائی اور بے غیرتی کے مراکز یعنی تھیٹر اور سینما کے شوقین اس قدر بڑھ گئے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں کہ ان کے دیکھنے کے لئے لمبی لمبی لائنیں لگی رہتی ہیں۔ مرد و عورت چھوٹے بڑے سب ہی اس بڑے گناہ کو کرتے ہیں۔ بعض پورے خاندان کو ساتھ لے جا کر ان لعنت گھروں میں فلمیں دکھاتے ہیں۔ اس میں دولت تو برباد ہوتی ہی ہے، شرافت انسانیت حیاء شرم کا بھی خون ہوتا ہے۔ بے حیائی اور بے غیرتی اور بدکرداری کا عملی سبق سیکھ کر آتے ہیں، آئے دن ایسے واقعات سنتے اور اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں جگہ ایسا گندہ واقعہ پیش آیا اور فلاں سینما کے دروازے سے فلاں کی لڑکی غائب ہو گئی اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ سینما کا پردہ ان کو یہی سکھاتا ہے۔ ان کھیلوں اور فلموں میں ہر ایسی بات سامنے آجاتی ہے جو بے حیائی اور گنہگاری کے پورے طریقے سکھا دیتی ہے اور جسے بازار اور گھر میں رذیل سے رذیل آدمی بھی برداشت نہیں کر سکتا، حیرت ہے کہ جو چیزیں گھر اور بازار میں شرم کی سمجھی جاتی ہیں سینما ہال میں کیسے شرافت بن جاتی ہیں جو لوگ اپنے کو اونچے خاندان والا سمجھتے ہیں وہ بھی بہو بیٹیوں کو ساتھ لے کر سینما ہال میں نازیبا اور بے شرمی کی حرکتیں دیکھتے اور دکھاتے ہیں مال و زر کی حرص اور شہرت و ناموری کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت کو خاک میں ملا کر اسٹیج پر آرہی ہیں۔ کمپنی کے دلال بہلا پھسلا کر انہیں تباہ و برباد کرتے ہیں۔ جب کوئی لڑکی ایکٹرس ہو جاتی ہے تو پوسٹروں اور اخباروں میں اس کی تصویریں چھپتی ہیں۔ کتابوں اور رسالوں میں اس کی تعریفیں لکھی جاتی ہیں اس سے اس کا دل اور بڑھتا ہے اور بے حیائی کے درجے اور زیادہ طے کرتی چلی جاتی ہے، گویا بے غیرتی اور بے عزتی کی زندگی بھی کوئی بڑا کارنامہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

رقص کی بے حیائی

آج کل چونکہ شوہر بھی نام نہاد ترقی کے خوگر ہیں اس لئے وہ بھی بیویوں کو ان کی حرکتوں سے نہیں

روکتے بلکہ پردہ دار بیویوں کی خود پردہ دری کرتے ہیں اور یاروں دوستوں کی انجمن میں ساتھ لے جاتے ہیں، ان سے مصافحے کراتے ہیں۔ بلکہ کلبوں میں جاکر نچواتے ہیں، ان بے ہودہ لوگوں کے نزدیک ڈانس بھی وہ زیادہ دل پسند ہے جس میں ایک کی بیوی کسی دوسرے کے ساتھ ناچے۔

آج کل ناچ بہت معزز کام سمجھا جانے لگا ہے، اسکولوں اور کالجوں میں اس کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے، کلبوں اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں ننگے ناچ ہوتے ہیں، یورپ کے نفس پرستوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ہر عورت اپنے شوہر کے سوا غیر مرد کے ساتھ ناچے، جو عورت اس کے خلاف کرے گی وہ اس سوسائٹی میں بدترین سمجھی جائے گی، افسوس ہے مسلمانوں پر کہ یورپ کے بے حیاؤں کے طریقوں پر چلنے کو ترقی اور کامیابی سمجھنے لگے ہیں، ناچ مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا سب سے کامیاب ذریعہ ہے، اس سے جنسی ابھار ہوتا ہے اور بے حیائی کے مظاہروں کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

اپنی بیویوں اور بہو بیٹیوں کو بے پردہ پھرانا نامحرموں سے ان کے مصافحے کرانا ان کے ساتھ یا ان کے سامنے نچوانا دیوث کا کام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُ وَالدَّيُّوثُ يُقِرُّ فِيْ أَهْلِهِ الْخُبْثَ۔[1]	تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے (۱) جو شراب پیا کرتا ہے۔ (۲) جو ماں باپ کا نافرمان ہے (۳) دیوث جو اپنے اہلِ خانہ میں خباثت کو برقرار رکھتا ہے۔

بے حیائی کی ترقی کے دلدادہ حدیث کے مضمون پر غور کرلیں۔

ٹیلیویژن پر ایک طائرانہ نظر

آج سے تیس چالیس سال پہلے تک تو اس بات کا رونا تھا کہ ریڈیو گھر گھر پہنچا ہوا ہے اور اس میں گانے سنے جاتے ہیں اور فحش مزاحیہ ڈرامے آتے ہیں علمائے کرام اس کی خرابیوں پر متنبہ فرماتے تھے لیکن اب تو ٹیلیویژن گھر گھر داخل ہو گیا جس نے فواحش و منکرات اور بے حیائی کے مناظر پیش کرنے میں سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ جدید تہذیب کے نام پر آج وہی سب

[1] رواہ احمد والنسائی کما فی المشکوٰۃ۔

پھر ہو رہا ہے جو قدیم جاہلیت اور نفس پرستی کا نتیجہ تھا۔ مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات کی آڑ میں خواتین کا بے حجابانہ شمع محفل بننا، ایسے لباسوں کا استعمال جن میں زیادہ سے زیادہ جسم و حسن کی دل کشی نمایاں ہو، سمندر کے کنارے اور سوئمنگ پول پر برسرِعام خواتین کا مردوں کے دوش بدوش (بلکہ کئی قدم آگے) انتہائی مختصر لباس میں غسل، دوڑ اور مختلف کھیلوں فٹ بال ٹینس، ہاکی، کبڈی، تیراکی کے نام پر خواتین کا تقریباً عریاں ہو کر حصہ لینا، خواتین کی ترقی کی علامت گردانی جا رہی ہے۔ غرض کہ تفریح، نفس پرستی و شہوت پرستی کا دوسرا نام ہے۔ دنیا بھر میں رائج اسی نوعیت کی تمام خرافات و قبیحات کے مناظر اور افعال کو تفریح کے عنوان سے سینما کی فلموں میں سمیٹ کر گویا دریا کو کوزہ میں بند کر لیا گیا ہے۔ سینما ہال عرصے سے عوام الناس کے لئے تفریح کا "مقبول ترین مرکز" رہا ہے اور ہے۔ لیکن ٹی وی نے سینما ہال کی مرکزیت کو بھی ختم کر دیا ہے جو لوگ عزت و شرافت، حرام و حلال اور ذلت کے خوف سے سینما ہال تک پہنچنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے، ان لوگوں نے بھی سپر ڈال دیا۔ نتیجے کے طور پر شیطان ملعون کی ذریات کا ہر گھر میں والہانہ استقبال کیا گیا اور وہ تمام خرابیاں و خرافات جو سینما ہال تک محدود تھیں اب گھر گھر میں داخل ہو گئیں۔ اب شیطان ملعون ہر گھر کی چھت پر دونوں بازو پھیلائے اپنی فتح کا اعلان کرتا نظر آ رہا ہے۔

ٹی۔ وی میں ٹیلی کاسٹ ہونے والے جملہ پروگراموں میں کم و بیش اسّی فی صد پروگرام تفریحی ہوتے ہیں، ان میں وہ فلمیں بھی شامل ہوتی ہیں جو سینما ہال میں دکھائی جاتی ہیں جنہیں عرفِ عام میں فیچر فلمیں کہتے ہیں۔ یہ قسط وار ٹیلی کاسٹ ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ نغمہ و موسیقی اور رقص کے پروگرام ہوتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً کھیلوں کے پروگرام بھی براہ راست ٹیلی کاسٹ ہوتے ہیں۔ رقص و موسیقی کے پروگرام بڑی پابندی سے پیش کئے جاتے ہیں۔ کردار کو نبھاتے ہوئے پیار و محبت اور چھیڑ چھاڑ کو برسرِعام دکھاتے ہیں۔ ان کے علاوہ نغمہ و موسیقی، حیاسوز حرکات و سکنات، بے ہودہ و نیم عریاں رقص دھوکہ فریب، چوری، ڈکیتی، عورتوں کا اغوا، عورتوں کا مردوں کو رجھانا اور مردوں سے چپکنا وغیرہ فلموں کا لازمی جز ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں زن و مرد کے لئے جو قوانین و احکام ہیں ان کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں عصمت، عفت، شرافت، پاکیزگی، اخلاق، پردہ اور پاک دامنی و شرم و حیا کا کھل کر مذاق اڑایا جاتا ہے۔

فلموں کی حیاسوز کرشمہ سازیوں کا سلسلہ اب تو یہاں تک پہنچ گیا کہ بالغوں کے لئے خاص طور پر فلمیں بنائی جارہی ہیں جن میں خواتین کے جسم پر جو دھجیاں باقی تھیں انہیں بھی نوچ کر پھینکا جارہا ہے. حیوانیت و شہوانیت کا شیطان بام عروج پر پہنچ کر ننگی فلم کی شکل میں قہقہہ لگا رہا ہے۔ ان فلموں میں صنفِ نازک کو مادر زاد برہنہ کرکے زنا کاری کے مناظر پیش کئے جارہے ہیں۔ یہ فلمیں سینما ہالوں، کالج، یونیورسٹی کے ہوسٹلوں، پرائیویٹ لاجوں اور ہوٹلوں میں منظم طریقے سے دکھائی جارہی ہیں. وی. سی. آر، وی. سی. پی کے ذریعہ گھروں میں پہنچ کر ٹی. وی اسکرین کی زینت بن رہی ہیں. حالانکہ ٹی وی کے دلدادہ میں ایسے لوگ بھی بہت ہیں جو اس قسم کی فلموں کو لعنت سمجھتے ہیں، لیکن ان کے بڑی تعداد میں نوجوان بچے جو اسکول و کالجوں میں زیر تعلیم ہیں، اس لعنت میں بُری طرح گرفتار ہو رہے ہیں اور والدین سے چھپ کر گھروں میں اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور اپنے اخلاق و آخرت کو برباد کر رہے ہیں۔

بچوں کی نشوونما پر ٹی. وی پروگراموں کے پڑنے والے اثرات دل ہلا دینے والے ہیں. قبل از وقت بچے شہوانیت اور حیوانیت کی دلدل میں گر رہے ہیں۔ نوجوان بچے اسکول و کالج میں پہنچ کر اپنے آپ کو شیطانی قوتوں سے گھرا پاتے ہیں. سینما اور ٹی وی کے پروگرام جو شہوانی محبت اور حیوانی جذبات کو نہ صرف بھڑکاتے ہیں بلکہ اس کی جانب بڑھنے کا عملی سبق بھی دیتے ہیں.

شریعت نے تو میاں بیوی کو بھی ستر کی تعلیم دی ہے حالانکہ دونوں کا ستر ایک دوسرے کیلئے حلال ہے. ارشادِ نبوی ہے:

> "جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کو چاہیئے کہ ستر کا خیال رکھے، بالکل گدھے کی طرح ننگے نہ ہو جائیں"[1]

غور کیجئے کہ فلموں اور ٹی. وی کے پردہ پر پیش ہونے والی عورتیں جو نیم عریاں لباس پہن کر رقص کرتی ہیں اور بن سنور کر اپنے حسن کا بے حجابانہ مظاہرہ کرتی ہوئی حیاسوز حرکتیں دکھاتی ہیں ان کو دیکھنا وہ بھی جم کر دیکھنا کہاں کی شرافت ہے اور دین و ایمان سے اس کا کتنا تعلق ہے؟——
ایسی عورتوں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان ہی اوراق میں گذر چکا ہے کہ:

"جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں

---

[1] رواہ ابن ماجہ۔

اور بڑے کوہان والے اونٹ کی طرح سروں کو مٹکا کر چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی بُو پائیں گی۔

یہ حدیث فلم اور ٹی۔ وی کے تحت ٹیلی کاسٹ ہونے والے جملہ پروگراموں میں شرکت کرنے والی تمام عورتوں کے کردار کا پوسٹ مارٹم کرتی ہے چاہے یہ ہیروئن کا کردار نبھا رہی ہوں یا خبریں پڑھ کر سنا رہی ہوں، پروگراموں کا خلاصہ بیان کر رہی ہوں یا محورقص ہوں یا غزل سرا ہوں۔

ان بے حیا عورتوں کو سینما ہال یا ٹی۔ وی پر دیکھنا حرام ہے۔ حسبِ ارشادِ نبویؐ فلموں کی یہ آبرو باختہ آرٹسٹ نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی بُو پائیں گی۔

نظر اور شرمگاہ کی حفاظت کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۔

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد عورتوں کو بھی یہی خطاب فرمایا کہ نگاہوں کو نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں (وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے [2]

ٹی وی میں حیا سوز مناظر دیکھتے ہیں اور گانے سن کر آنکھوں اور کانوں کے زنا میں مبتلا ہوتے ہیں، پھر یہ مناظر دیکھ کر طبیعت مچلتی ہے، دل میں بڑے زنا کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور دیگر اعضاء بھی زنا میں مبتلا ہو جاتے ہیں (والنفس تمنی وتشتھی والفرج یصدق ذالك ویکذبه، کمافی روایة الصحیحین)

مسلمان عورتوں کو ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنے کے احکام بیان کرتے ہوئے قرآن کا فرمان ہے:

---

[1] سورۃ النور۔ [2] رواہ مسلم۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ

اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں نیچی کر لیا کریں (تاکہ چہرے اور سینے ڈھک جائیں۔ یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ستایا نہ جائے گا (منافقین کی حرکتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسا فرمایا۔

اس آیت شریفہ میں مسلمان خواتین کے لئے پردہ کرنا ان کی شناخت اور شرافت قرار دیا گیا ہے۔ ان تمام حقائق سے نظریں چرا کر ٹی۔ وی کی تفریح میں مست رہنے والے مدعیان ایمان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ غور کر کے جواب دیں۔

سورۂ نور کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ پڑھیئے:

"وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ"

اور اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔

ٹی وی پر خوبصورت رقاصاؤں کے ہوشربا رقص کے مناظر مختلف سازوں اور طبلوں کی تھاپ پر قدموں سے بندھے گھنگرو کی جھنکاریں اور دنیا جہان کے رقصوں میں فنکاروں کے قدموں سے ترتیب شدہ آہٹوں اور صداؤں کے بارے میں غور کر لیں۔ کیا یہ آیت بالا کے خلاف بغاوت نہیں ہے؟

ٹی۔ وی پر پیش ہونے والے تمام پروگراموں کا اگر جائزہ لیا جائے اور آرٹ و فن کا بھوت سوار نہ ہو تو ہر شخص نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اس میں بے حیائی اور فاحشات کا بول بالا ہے۔ خواہ بعض فائدے بھی ہوں۔ سورۂ نور کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ"

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ٹی۔ وی کے پروگراموں کو سجے سجائے کمروں میں اپنے اہل و عیال اور دیگر احباب کے ساتھ

---

[1] رواہ مسلم

دیکھنا، تفریح وتعلیم اور تربیت کے نام پر لطف اندوز ہونا یقیناً کھلی ہوئی بے حیائی اور فاحشات کی اجتماعی طور پر اشاعت ہے اور اس کے فروغ میں عملی طور پر شرکت ہے جبکہ اس میں شامل ہونے والے لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب الیم کی وعید سامنے موجود ہے۔

ایسے بہت سے گھرانے ہیں جہاں نماز کی پابندی ہوتی رہی ہے اور نیکیوں کا ماحول رہا ہے۔ ٹی۔ وی کے بُرے اثرات کو سمجھتے ہوئے گھروں میں اس کے داخل کرنے کے خلاف رہے ہیں لیکن دوسرے افراد خانہ خصوصاً نوجوان بچوں کی ضد پر جب ٹی۔ وی ان کے گھروں میں داخل ہوا تو شروع میں تو بزرگوں نے خود اس سے کلیۃً اجتناب کیا، لیکن آہستہ آہستہ خبریں سننے کے نام پر یہ لوگ بھی ملوث ہو گئے، نتیجتاً آج ان کی جماعتیں چھوٹ رہی ہیں، نمازیں قضا ہو رہی ہیں۔ جن اوقات میں یہ ذکر و اذکار میں مشغول ہوا کرتے تھے وہ اوقات اب ٹی۔ وی کی نذر ہو رہے ہیں۔ ایسے نمونے بہت سے خاندانوں میں دیکھے جا رہے ہیں۔

دینداری کے بعض دعویداروں کو احقر نے ٹوکا کہ تمہارے گھر میں ٹی۔ وی ہے (جس کی عمارت ہی ایریل کر رہا تھا) آپ نے اس کو کیوں گھر میں آنے دیا، اس پر انہوں نے جواب دیا کہ بچے دوسرے گھروں میں دیکھنے جاتے تھے اس لئے مناسب جانا کہ خود ہی خرید لیں۔ بچوں کو فواحش ومنکرات سے روکنے کے بجائے خود ہی انتظام کر دیا، گویا بچوں کو برباد کرنے کی سعادت پڑوسیوں کو کیوں ملے، خود ہی اپنے پیسہ سے ان کو کیوں برباد نہ کریں؟ مؤمن آدمی تو اپنے اہل وعیال کو دین خداوندی پر چلانے کا ذمہ دار ہے۔ فرائض وواجبات ادا کرائے، گناہ نہ کرنے دے، فواحش ومنکرات سے روکے (کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ) نہ یہ کہ ان کو برباد کر دے اور ان کے ایمان اور اخلاق کا خون کر دے، اہل وعیال سے دینا اور خدائے پاک جل مجدہٗ کا خوف دل میں نہ ہونا ایمان کا کون سا شعبہ ہے دینداری کے مدعی غور کریں۔

ٹی۔ وی کے جواز کے سلسلے میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ ہم ٹی۔ وی رکھیں گے لیکن اس پر تفریحی پروگرام ناچ گانے نہیں دیکھیں گے، بلکہ صرف خبریں سنیں گے۔ عرض ہے کہ جن پروگراموں کو آپ دیکھنے کی بات کر رہے ہیں ان میں نسبتاً کم لیکن عموماً وہ تمام خرابیاں موجود ہیں جن کا اوپر تذکرہ ہوا۔ خبریں سنانے کے لئے جن کو مقرر کیا جاتا ہے وہ بھی تو عورتیں ہوتی ہیں جو بن سنور کر سامنے آتی ہیں۔ خبریں سنانے والی عورت ہو یا ناچنے والی دیکھنا تو دونوں ہی کا حرام ہے۔

آپ کی بات تسلیم کرتے ہوئے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے علم میں کوئی ایسا گھر ہے جہاں ٹی۔ وی کے پروگرام آپ کے اصول کے مطابق دیکھے جاتے ہوں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب زبانی جمع خرچ ہے۔ ایک بھی گھر عملی طور پر ایسا نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ گھر کا کوئی فرد ایسا خیال رکھتا ہو اور عملی طور پر خود کاربند بھی ہو لیکن اس کے غائبانہ میں دوسرے افراد خصوصاً نوجوان نسل اس کو سو فیصدی استعمال کرتی ہے۔

آرٹ اور فن کے نام پر بے حیائی اور حیوانیت کا جو ننگا ناچ ہو رہا ہے۔ دوسروں کی بہو بیٹیوں کو اس کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھنا لوگوں کو گوارا ہے اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ نجی گفتگو میں ایک صاحب نے فیچر فلموں اور ٹی۔ وی کی سیریل فلموں کی زبردست وکالت کی۔ ان سے سوال کیا گیا کہ آج فلموں میں خواتین کو جس انداز سے پیش کیا جا رہا ہے، کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ آرٹ کے نام پر آپ کی بہن، بیوی یا بیٹی کو ہیروئن کی طرح نیم عریاں حالت میں غیر مرد کی بانہوں میں جھولتے ہوئے بوسہ بازی میں مصروف ٹی۔ وی کے اسکرین پر دکھایا جائے؟ وہ بے چارے بُری طرح گھبرا گئے اور عجلت کے ساتھ بولے۔ نہیں میں ایسا نہیں پسند کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ہر شخص دوہرا پیمانہ رکھتا ہے، حالانکہ حق یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔

مختلف اخباروں میں آج کل ٹی۔ وی کے مخالف مضامین بھی نظر آنے لگے ہیں کہ بینائی پر ٹی۔ وی دیکھنے کے بُرے اثرات پڑتے ہیں اور بھی دیگر خرابیاں بیان کی جا رہی ہیں لیکن یہ آوازیں اتنی ہلکی اور پست ہیں کہ ٹی۔ وی کے دلدادہ اس کو نقار خانے میں طوطی کی آواز سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ٹی وی میں فلاں فلاں منافع ہیں اس لئے اس کے دیکھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر نفع والی چیز شرعاً جائز نہیں شراب اور جوئے کے بارے باری تعالےٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا [1]	وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

---

[1] سورۃ البقرہ۔

دیکھو اس آیت شریفہ میں جوئے اور شراب میں کبیرہ گناہ بھی بتایا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ ان میں لوگوں کے لئے منافع ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کا گناہ ان کے منافع سے بڑا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا نفع مند ہونا اس کے حلال ہونے کی دلیل نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نفع کے پہلو کے ساتھ دوسرا ضرر کا پہلو بھی دیکھنا لازم ہے اور وہ گناہ کا پہلو ہے اور اسی پہلو کے پیش نظر اس سے بچنا لازم ہے کیونکہ اگر نفع ہے تو صرف دنیاوی ہے اور گناہ کا نقصان دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ جب آخرت کے عذاب کی سہار نہیں ہے تو نفع کے پہلو سے قطع نظر کرکے گناہ گار بنانے والی چیز کو چھوڑ دو۔ اب ٹی وی کو دیکھ لو اس میں نفع کا پہلو اگر ہے تو اس کے ذریعہ جو گناہ ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں نفع کا پہلو بھی نہیں ہے۔ پھر اس کو حلال کہنا شریعتِ اسلامیہ سے بغاوت ہے یا نہیں؟ فَتَفَكَّرُوْا يَآاُولِي الْاَلْبَابِ ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ٹی وی میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ تصویر نہیں ہے یہ تو ایسا ہے جیسے آئینہ میں صورت نظر آتی ہے۔ جب آئینہ سامنے سے ہٹ گیا تو تصویر بھی ختم ہوگئی؟

اوّلاً تو یہی تسلیم نہیں کہ یہ تصویر نہیں ہے، تصاویر بنانے کے طریقے مختلف ہیں پہلے ہاتھ سے بناتے تھے، پھر کیمرہ سے تصاویر لینے لگے۔ پھر آلات نے مزید ترقی کی تو ٹی وی کے مرکز سے ہوائی لہریں ڈالنے سے ٹی وی سیٹ میں تصاویر آنے لگیں۔ وہاں جو تصاویر ہوتی ہیں وہی ٹی وی میں نظر آتی ہیں اور یہ تصویریں عموماً بنائی ہوئی ہوتی ہیں۔ آئینہ سامنے ہونے کی صورت میں تصویر بنانے کے لئے کوئی آلہ استعمال نہیں کیا جاتا لہٰذا اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً ٹی وی استعمال کرنے کی حرمت کا مدار صرف تصویر ہونے ہی پر نہیں ہے' اگر تصویر نہ ہو تب بھی جو اس میں فواحش اور منکرات کا مظاہرہ ہوتا ہے وہ خود اس کے حرام ہونے کے لئے کافی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

ثالثاً اگر ٹی وی کو آئینہ ہی کی طرح سمجھ لیا جائے تب بھی اس کے حرام ہونے پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ آئینہ میں بھی فواحش و منکرات سے لطف اندوز ہونا اور نامحرم عورتوں سے نظربازی کرنا اور عریاں جسم والی عورتوں کو دیکھنا حرام ہے۔ ایک آئینہ پشت پر ہو اور ایک آئینہ سامنے ہو، پیچھے ایک عورت ناچ رہی ہو اور سامنے جو شیشہ ہے اس میں اس کی حرکات کا مظاہرہ ہو رہا ہو اور دیکھنے والا اس سامنے والے شیشہ میں دیکھ رہا ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ بات یہ ہے

کہ لوگ نماز روزہ کے مسائل تو علماء سے دریافت کرتے ہیں جس میں نفس کا مزا نہیں ہوتا اور جہاں نفس و نظر کا مزا ہو وہاں خود ہی مفتی بن جاتے ہیں اور علماء کے فتاویٰ کو عقلی تکوں سے رد کر دیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے جائز کر لیا۔ اب کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں۔ یہ سب فتوے بھلا آخرت کے عذاب سے بچا سکتے ہیں؟ دنیا میں ایسے مفتی بھی ہیں جو حقیقی مفتی نہیں ہیں۔ عوام کے جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور حکومتوں کے رُخ کے ساتھ ان کا رُخ بدلتا رہتا ہے۔ ایسی مفتی عموماً ہمارے ملک میں نہیں ہیں دوسرے ممالک میں پائے جاتے ہیں اگر کوئی شخص صاحب تقویٰ مفتی کو دھوکہ دے کر فتویٰ لے لے یا فتویٰ کو غلط معنیٰ پہنا کر مفتی کے منشا کے خلاف فتوے کا مطلب بیان کرے اور عوام کو دھوکہ دے تو اس کی ذمہ داری اسی شخص پر ہے۔

خلاصۃ الکلام

مذکورہ بالا حقائق و جائزہ کی بنیاد پر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ٹی۔ وی پر جس نوعیت کے پروگرام ٹیلی کاسٹ ہو رہے ہیں وہ انتہائی غیر مہذب، غیر اخلاقی، شرم و حیا کے منافی، بدنظری اور بدکرداری کو ہوا دینے والے ہیں، سراسر غیر اسلامی ہیں۔ بعض پروگرام سطحی طور پر بڑے جاذب نظر اور معلوماتی نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت کے اعتبار سے انتہائی خوش رنگ اور خوش ذائقہ مٹھائی کی طرح ہیں جس کے اندر ایسا زہر بھرا ہوا ہو جو جسم و روح کو مفلوج کر کے رکھ دے۔ مسلمانوں کو پہلی فرصت میں شیطان کے اس طاقت ور ایجنٹ کو اپنے گھروں سے نکالنا ضروری ہے تاکہ ہوش آئے اور اپنے ایمان، اعمال اور آخرت کے بارے میں غور کرنے کا موقع مل جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹی۔ وی ایمان کے لئے ٹی۔ بی (تپ دق) ہے۔ ایک دروازے سے گھر میں ٹی وی داخل ہوتا ہے تو دوسرے دروازے سے خیر و برکت و نیکیاں رخصت ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ دشمنانِ اسلام کی ریس میں اپنا دین و ایمان برباد کرنے والے اور اپنی نسلوں کی بربادی کا سامان کرنے والے غور کرلیں اور یوم آخرت کی پیشی کا مراقبہ کریں۔ یہ دنیا ہمیشہ نہ رہے گی مرنا بھی ہے۔ حکومتوں میں جو بڑے چھوٹے صاحبِ اقتدار ہیں ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نسبت رکھنے کے دعویدار ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو دین اسلام کو نہیں مانتے سب نے مل کر اپنے عوام کا ناس کھونے اور ان کے نفسانی جذبات کی تسکین کے لئے فحاشی کے

مناظر ٹیلی کاسٹ کرنے کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔ بہت سے قانون بناتے اور بدلتے ہیں لیکن عوام کی اصلاح کرنے اور ان کی عفت وعصمت اور شرم وحیا والی زندگی بنانے کی طرف نہ صرف یہ کہ توجہ ہی نہیں بلکہ اس طرف توجہ ہے کہ گندی سے گندی اور عریاں سے عریاں تصاویر کے مناظر سامنے آئیں۔ ان لوگوں سے کوئی امید نہیں کہ کسی بھی بری سے بری فلم پر پابندی لگائیں۔ لہٰذا اب ہر شخص خود ہی اپنے گھر کے ماحول کو درست کرنے اور دینی ماحول بنانے اور ٹی وی کی لعنت کو گھر میں نہ آنے دے۔ اگر آچکی ہے تو اس کو جلد سے جلد گھر سے نکال دے اور بیوی بچوں سے نہ دبے، اللہ تعالٰے سے ڈرے اور اہل خانہ کو بھی آخرت کے عذاب کا مراقبہ کرائے اور فواحش و منکرات سے روکنے کی اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ ٹی وی دورِ حاضر کی ایجاد ہے۔ روٹی رزق نہیں ہے جس کے بغیر جینا محال ہے اس کے بغیر ہزاروں سال سے انسان دنیا میں جی رہا ہے اب اس کے بغیر گذارہ کریں گے تب بھی زندہ رہیں گے۔ واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

اسلام عفّت وعصمت والا دین ہے

اسلام حیا، اور شرم، عفت وعصمت، غیرت وحمیت والا دین ہے، اس نے انسانیت کو اونچا مقام دیا ہے، انسان اور حیوان میں جو امتیازی فرق ہے وہ اسلام کے احکام پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ اسلام یہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ انسانوں میں حیوانیت آجائے اور چوپایوں کی طرح زندگی گذاریں، مَردوں اور عورتوں کے اندر جو ایک دوسرے کی طرف مائل ہونے کا فطری تقاضہ ہے، شریعتِ اسلامیہ نے اُن کی حدود مقرر فرمائی ہیں، حقوقِ نفس اور حظوظِ نفس سب کا خیال رکھا ہے لیکن انسان کو شترِ بے مہار کی طرح نہیں چھوڑا کہ جو چاہے کھائے اور جو چاہے پہنے اور جہاں چاہے نظر ڈالے اور جس سے چاہے لذّت حاصل کرے، بہت سے لوگ جو نام نہاد مسلمان ہیں، (اگرچہ علوم عصریہ میں ماہر ہیں اور دنیاوی معاملات سے اچھی طرح واقف ہیں) یورپ و امریکہ کے یہود و نصاریٰ اور ملحدوں اور زندیقوں کی دیکھا دیکھی بلکہ اُن کی ترغیب اور تحریر سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو بھی بہیمیت کے سیلاب میں بہا دینا چاہتے ہیں۔ عورتوں کو بے پردہ پھرانے بلکہ کلبوں میں نچانے کو یہ لوگ ترقی سے تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت میں تنزل کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔

حیاء اور ایمان لازم ملزوم ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں۔ پس جب ان دونوں میں سے ایک کو اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳۲)

حیاء ایمان کا بہت بڑا جزو ہے اور اسلام کی خصوصی اور امتیازی خصلت ہے۔

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَّخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ۔

ترجمہ: بے شک ہر دین کی ایک خاص خصلت ہے اور اسلام کی خاص خصلت حیاء ہے۔[1]

آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ حیاء اور ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں یا تو دونوں رہیں گے یا دونوں رخصت ہو جائیں گے۔ بالکل برحق ہے تجربہ اس کا شاہد ہے بے حیائی اور اس کے لوازم اور دواعی سب کے سب اہل کفر کے یہاں محبوب اور مرغوب ہیں اور وہی لوگ بے حیاء ہیں جنہیں ایمان سے واسطہ نہیں ہے۔

جن قوموں میں اسلام نہیں ہے ان میں بے حیائی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، جو لوگ اسلام کے دعوے دار ہیں اور ساتھ ہی دشمنوں کی دیکھا دیکھی بے حیاء ہیں وہ اللہ کے نبی محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے عار بنے ہوئے ہیں بے حیائی کی وجہ سے ایمانیات سے محروم ہیں اور گناہوں میں لت پت ہیں۔

حیاء شرم انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے اور انسانوں کیلئے بہت بڑا شرف ہے۔ انسانوں اور جانوروں میں جو کئی قسم کا فرق ہے اس میں بہت بڑا فرق حیاء اور شرم کا بھی ہے۔ جانوروں میں نکاح نہیں ہوتا ان کا جفتی والا کام پردہ میں نہیں ہوتا۔ انسانوں میں نفس کا بھی ایک بہت بڑا حصہ ہے نفس حیوانیت اور بہیمیت کو پسند کرتا ہے کیونکہ اس میں مزا ہے عقل روح اور ایمان شرم کی تعلیم دیتے ہیں لیکن تعلیمات نبویہ سے بعید ہونے کی وجہ سے نفس، عقل اور روح پر غالب آجاتا

---

[1] رواہ مالک مرسلاً عن زید بن طلحۃ ورواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس وابن عباس رضی اللہ عنہم کما فی المشکوٰۃ۔

ہے اسی لئے یورپ امریکہ کے انسان نما حیوانوں نے شرم اور حیار کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ ننگا لباس بازاروں میں معاشقے پارکوں میں مرد وزن کا ملاپ، محفلوں میں ننگے ناچ اور اسی طرح کے بہت سے بے شرمی کے کام ان لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں عجیب بات ہے کہ بے شرمی کو ترقی، تقدم، تہذیب، ثقافت حضارہ سمجھا رہا ہے۔ اگر انسانی اخلاق اور اعمال میں کوئی ترقی ہوتی تو انسانوں میں اچھی صفات پیدا ہو جاتیں کفر کی تاریکیوں سے نکل کر ایمان میں داخل ہو جاتے، اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے تو اس کو ترقی کہا جاتا، انسانیت کا خون کر بیٹھے، اخلاق عالیہ سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس کا نام ترقی رکھ لیا۔ یاللعجب ولضیعۃ الادب۔

شرم و حیار انسان کی فطری اور طبعی چیز ہے جو اس کے اندر ایک بہت بڑی صفت فاضلہ ہے۔ جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے جنّت میں وہ درخت کھالیا جس کے قریب جانے سے منع فرمادیا گیا تھا تو ان کے جسم سے کپڑے گر گئے جیسے ہی کپڑے جسم سے علیحدہ ہوئے فوراً ہی جنّت کے پتے لے کر اپنے جسموں سے چپکانے لگے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْءَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ[1]

سو جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی شرم کی جگہ ان پر ظاہر ہوگئی اور ان دونوں نے اپنے اوپر جنّت کے پتّوں کو چپکانا شروع کر دیا۔

یہ دونوں میاں بیوی تھے تب بھی ایک دوسرے کے سامنے ننگا رہنا گوارا نہ ہوا اور جلدی جلدی جنّت کے پتوں سے پردہ کرنے لگے، معلوم ہوا کہ شرم و حیاء انسانوں کے سب سے پہلے ماں باپ کی میراث ہے اس سے بیزار ہونا انسانیت سے بیزار ہونا ہے لیکن دورِ حاضر کے نام نہاد انسان کو یہ گوارا ہے کہ اس کی انسانیت کا خون ہو جائے جانور بن جائے۔ مگر نفس و نظر کے مزہ میں فرق نہ آئے۔ آج کے انسان کو انسانیت کے بجائے وہ حیوانیت پسند ہے جس میں کسی بات کی روک ٹوک نہ ہو۔

اس کا طرزِ عمل اس امر کا اعلان کر رہا ہے کہ میں ایسی انسانیت سے بھر پایا جس میں اخلاق کی پابندیاں ہوں اور حرام و حلال کی تفصیلات کے شکنجہ میں جکڑ دیا گیا ہو۔ اس کے نزدیک

---

[1] سورۂ اعراف ع ۳۔

انسانیت کوئی شرف نہیں، آزاد زندگی گذارنے کو ہی ترقی سمجھتا ہے۔ اس نام نہاد جھوٹی ترقی نے اس دنیا میں انسان کو انسانیت سے بیزار کر دیا ہے۔ لعنت کے کاموں میں لگا دیا ہے اور آخرت کی بربادی اس کے علاوہ ہے جس کی طرف ترقی یافتہ انسان کا ذہن جاتا ہی نہیں۔

جو قومیں مسلمان نہیں ہیں وہ تو ترقی کے نام پر انسانیت اور عفت وعصمت کھو ہی چکی ہیں۔ لیکن ان کی دیکھا دیکھی بہت سے مدعیان اسلام بھی برباد ہو رہے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی نقل اتارنا ان کا شیوہ بن گیا ہے حالانکہ امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کی ذمہ داری صحیح طریقہ پر انجام دے اس خلافت کے تقاضوں پر خود عمل کرے، راہ حق سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو صحیح راہ بتائے اخلاق فاضلہ کی تعلیم دے اور انسانیت کے صحیح تقاضوں سے باخبر کرے اور ان کی طرف دعوت دے لیکن اس کے برخلاف مسلمان یہود و نصاریٰ کی طرف ڈھل رہے ہیں ان کے عادات واطوار اختیار کر رہے ہیں دشمنوں کی تقلید میں عریانی اور فحاشی میں ترقی سمجھ رہے ہیں۔ حیا و شرم کے اپنانے میں غیروں کے سامنے جھجکتے ہیں اور شریعت اسلامیہ کے تقاضوں پر چلنے میں حقارت محسوس کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اگر ہم شرم وحیاء کو اپنائیں گے تو ترقی میں پیچھے رہ جائیں گے۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ [۱]

حضرات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی باتوں میں آج تک محفوظ ہے جو اس زمانہ کے لوگوں تک پہنچا اس میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب تجھ میں شرم نہ رہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شرم وحیاء کی تعلیم دیتے آئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قومیں اللہ کے بعض پیغمبروں سے اپنا رشتہ جوڑنے کی دعوے دار ہیں اور ساتھ ہی بے شرم اور بے حیا بھی ہیں وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹی ہیں اور اپنے کفر وشرک اور بے حیائی کی زندگی کے باعث ان نبیوں کی ذات گرامی کے لئے عار ہیں، جن سے اپنی نسبت قائم کرتی ہیں، کوئی بے شرم و بے حیاء کسی بھی نبی کے راستہ پر نہیں ہو سکتا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

---

[۱] رواہ البخاری۔

اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ اَلْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ لہ

پیغمبروں کے طرز زندگی میں چار چیزیں (بہت اہم) ہیں۔ شرم کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔

اللہ کے محبوب ترین بندے اس کے پیغمبر ہیں، انہوں نے حیاء اور شرم کی زندگی کو اختیار کیا اور اپنی اپنی امت کو اپنے اپنے زمانے میں شرم وحیاء کے اختیار کرنے کی زبردست تاکید فرمائی اور اس کو لازم قرار دیا۔

بازاروں پارکوں میں عورتوں کا بے پردہ ہو کر بے محابا مردوں میں گھس جانا اس درجہ پر آچکا ہے کہ شرمیلا مرد ہی بچنا چاہے تو بچ جائے عورت بچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ انگلینڈ میں رہنے والے بہت سے نام کے مسلمان بھی اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پاجامہ پہنانے سے عاجز ہیں نہ صرف یہ کہ عاجز ہیں بلکہ اس سے خوش ہیں کہ آدھی پنڈلیوں تک فراک یا جمپر پہنے رہیں اور ٹانگوں میں نہ پاجامہ ہو نہ کوئی ساڑھی ہو۔ بڑی بڑی لڑکیاں نیم عریاں بغیر پاجامے کے رہتی ہیں اور اسی میں ترقی سمجھی جاتی ہے۔ اباجان کہنے کو نمازی بھی ہیں اور ڈاڑھی کرتے والے بھی ہیں لیکن گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کو پاجامہ نہیں پہنا سکتے۔ اگر انہوں نے پاجامہ پہن لیا تو یہ ترقی کے خلاف ہو جائے گا۔

بھلا اس میں کیا شرافت ہے کہ ہماری بہو بیٹیوں کو بے پردہ بے پاجامہ دیکھ کر اور خود ہماری کسی ہوئی پتلون دیکھ کر لوگوں کے نفس ونظر کو مزہ آئے گا۔ ذرا سا پیچھے دھڑ کو دامن سے چھپالیں گے عزت میں کیا فرق آجائے گا؟

عورت صنفِ نازک تو ہے ہی، کم سمجھ بھی ہے، جب اس کو بہکایا جاتا ہے کہ عفت وعصمت ترقی کے لئے آڑ ہے تو یہ اپنی نادانی سے اس بات کو باور کرلیتی ہیں اور میلوں اور جلسوں اور پارکوں، بازاروں اور تفریح گاہوں میں بے محابا مردوں کے سامنے گھومتی پھرتی ہیں اور بے حیائی اور عفت وعصمت کے داغدار کرنے والے عمل کو ترقی سمجھتی ہیں، دشمنانِ اسلام نے بس ترقی کا لفظ یاد کرلیا ہے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کس چیز کی ترقی محمود ہے اور کون سی ترقی مذموم ہے؟

اسلام نے عورتوں کو ہدایت دی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر ہی رہیں، کسی

لہ رواہ الترمذی

مجبوری سے باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں متعدد پابندیاں لگائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں، اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ عورت راستہ کے درمیان نہ چلے، اگر اسے باہر جانا ہی پڑے تو پورے بدن پر موٹی چادر لپیٹ کر چلے (راستہ نظر آنے کے لئے ایک آنکھ کا کھلا رہنا کافی ہے)

نیز فرمایا کہ مرد کی نظر کسی نامحرم پر یا عورت کی نظر کسی نامحرم مرد پر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالے۔ اگر عورت کو کسی نامحرم مرد سے بدرجہ مجبوری بات کرنی پڑے تو نرم گفتاری سے بات نہ کرے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے محرم بھی وہ ہو جس پر بھروسہ ہو، فاسق محرم جس پر اطمینان نہ ہو تو اس کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح شوہر یا محرم کے علاوہ کسی نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے یا رات گذارنے کی بالکل اجازت نہیں ہے اور محرم بھی وہ ہو جس پر اطمینان ہو، یہ سب احکام درحقیقت عفت و عصمت محفوظ رکھنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔

مخلوط تعلیم کا زہر

آج کل لڑکیوں کو اسکولوں کالجوں میں پڑھانے کے لئے بھیجتے ہیں اور ان کو اونچی ڈگریاں دلانے کی کوشش کرتے ہیں، اوّل تو اس میں اس حکم کی خلاف ورزی ہے کہ عورت اپنے گھر میں رہے۔ اگر باہر نکلنا ہو تو بدرجۂ مجبوری پابندی کے ساتھ نکل سکتی ہے مگر وہ تو پردہ کے اہتمام کے بغیر نکلتی ہیں اور خوب بن ٹھن کر خوشبو لگا کر نکلتی ہیں، پھر رہی سہی کسر مخلوط تعلیم نے پوری کر دی ایک ہی کلاس میں لڑکے اور لڑکیاں اور بالغ مرد و عورت بے پردہ ہو کر بیٹھتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اسلامیات کی ڈگری لینے والے عین تعلیم کے وقت اسلامی احکام کو پامال کرتے جاتے ہیں اور جو لوگ ان باتوں پر نکیر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ غیر شرعی طریقہ ہے وہ کیسی ہی آیات اور احادیث پیش کریں ان کی بات کو دقیانوسی کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔

اس مخلوط تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان لڑکیاں ہندوؤں اور سکھوں اور نصرانیوں سے جوڑ لگا لیتی ہیں اور کورٹ میں جا کر سول میرج کے ذریعہ شوہر اور بیوی بن جاتے ہیں۔ ایسے واقعات ہندوستان اور انگلینڈ میں پیش آ رہے ہیں اس پر بھی لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور اپنے خیال میں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ بے حیا، کافر تو کیوں مخلوط تعلیم کا سلسلہ ختم کرنے لگے وہ تو بہیمیت کے دلدادہ ہیں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والوں پر تف ہے وہ کیسے اس بے حیائی کو گوارا کر لیتے ہیں۔

غسل کے وقت پردے کا اہتمام

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہ ہووے۔ اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو[1]

جو قومیں نبیوں کی ہدایت سے محروم ہوتی ہیں حیاو شرم سے خالی ہوتی ہیں، انسان کا نفس شرم و حیا کی پابندی سے بچتا ہے اس لئے جو لوگ دینِ حق کے پابند نہیں ہوتے شرم و حیا سے بھی آزاد ہوتے ہیں۔ مل جل کر مردوں اور عورتوں کا نہانا اور پردے کا اہتمام نہ کرنا جاہلیت کی تہذیبِ قدیم میں تھا اور اب تہذیبِ جدید میں بھی ہے۔ خطۂ عرب سے باہر عہدِ نبوت میں ایسے حماموں کا رواج تھا جن میں مرد و عورت بغیر کسی پردہ اور شرم کے اکٹھے ہو کر نہایا کرتے تھے اور یہ ان کے رواج اور سماج میں داخل تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو مردوں اور عورتوں کو ان حماموں میں غسل کرنے سے منع فرمایا پھر بعد میں مردوں کو تہمد باندھ کر وہاں نہانے کی اجازت دے دی (لیکن یہ اجازت اس شرط سے ہے کہ کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور کسی عورت پر نظر نہ ڈالے) اور عورتوں کے لئے ان حماموں میں نہانے کی ممانعت علیٰ حالہٖ باقی رہی کیونکہ پورے کپڑے پہن کر بھی عورت غسل کرے گی تب بھی مردوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں گی، بھیگا ہوا کپڑا بدن پر اس طرح چپک جاتا ہے کہ اجزاءِ بدن کو الگ الگ ظاہر کرتا ہے۔ اس حالت میں اگر مردوں کی نظر کسی عورت پر پڑے گی تو مزید کشش کا باعث بنے گی۔ ترغیب و ترہیب کی ایک روایت میں ہے کہ تہمد اور کرتا اور دوپٹہ پہن کر بھی عورت کو مذکورہ بالا حماموں میں غسل کرنے کی ممانعت فرمائی۔

ہمارے اس زمانے میں کلب بنانے اور اس کا ممبر بننے کا رواج ہے۔ انہیں کلبوں میں بعض کلب نہانے کے اور بعض تیرنے کے بنائے جاتے ہیں۔ مرد و عورت لڑکے لڑکیاں اکٹھے مل کر

---

[1] رواہ الترمذی۔

نہاتے اور تیرتے ہیں اور تیراکی کے مقابلے کرتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے ننگے جسموں کی بے پردگی ہوتی ہے۔ یہ اختلاط نظر فریبی اور عشق بازی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس طرح کے کلب یورپ کے بے شرموں کی ایجاد ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے بھی اس طرح کے کلبوں کے ممبر بننے کو بہترین کارنامہ سمجھنے لگے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اگر کوئی کلب ایسا ہو جس میں صرف مرد ہی مل کر نہاتے ہوں تب بھی اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے کہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک نہ دیکھے۔ اسی طرح سے کشتیوں کے اکھاڑوں اور فٹ بال وغیرہ کے میچوں میں ناف سے لے کر گھٹنوں کے ختم تک کے کسی حصّہ کو کسی کے سامنے کھولنا یا کسی کے ستر کا کوئی حصّہ دیکھنا دونوں حرام ہیں۔ افسوس ہے کہ کشتی کے مقابلوں میں اور کرکٹ و فٹ بال وغیرہ کے میچوں میں بڑے بڑے دین داری کے دعویدار اس مسئلے کو بھول جاتے ہیں اور ستر دیکھنے دکھانے کو عیب نہیں سمجھتے۔

سنن ابو داؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں غسل کر رہا ہے (اس کے بعض اعضاء ستر ران وغیرہ کھلے ہوئے تھے) اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ پاک کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ شرم دار ہے اور پردے والا ہے شرم کو اور پردہ کو پسند فرماتا ہے لہٰذا تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردے میں کیا کرے۔

جن ملکوں اور علاقوں (مثلاً بنگال، آسام وغیرہ) میں تالابوں میں غسل کرنے کا رواج ہے وہاں تالابوں پر بہت بے پردگی ہوتی ہے اور ان علاقوں میں یہ بہت ہی بدترین رواج ہے کہ مرد و عورت اکٹھے تالاب میں نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں جس کی وجہ سے عورتوں کا سر اور سینہ اور پنڈلیاں اور کمر اور پیٹ مرد دیکھتے ہیں۔ یہ بڑا جاہلانہ رواج ہے جس میں بڑی بے غیرتی اور بے شرمی ہے اور بڑا گناہ بھی ہے۔ جن علاقوں میں ساڑھی باندھنے کا رواج ہے وہاں بعض قوموں میں اور خاندانوں میں یہ دستور ہے کہ عورت کی جہاں عمر ڈھلی بس اس نے صرف ساڑھی ہی سے کام چلانا شروع کر دیا۔ کرتا، قمیص یا بلاؤز وغیرہ بالکل ندارد، بے تکے طریقے پر آدھی پنڈلیوں تک ساڑھی لپیٹ لی اور کچھ حصّہ سر پر ڈال لیا۔ پیٹ، کمر، سینہ آدھی آدھی پنڈلیاں اور اکثر سر بھی کھلا رہتا ہے۔ بہار، بنگال، آسام وغیرہ میں سفر کیا جائے تو ریلوں میں اس طرح

کی عورتیں بہت ملیں گی جن میں مسلمان عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ ننگا رہنا تو اُن لوگوں کا شعار ہے جو نبیوں کی تعلیم سے محروم ہیں۔ اسلام تو ہرگز بے غیرتی اور بے پردگی کو گوارا نہیں رکھتا۔

آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حمام میں غسل کرنے کی ممانعت کے بعد دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کسی ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔ ہمارے اس زمانے میں جس طرح بے پردگی کو لوازم ترقی میں داخل کر لیا ہے اور اس کے لئے مغربیت زدہ مجتہدین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح بے پردگی اسلامی چیز بن جائے۔ اسی طرح سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے والے لوگ جو یورپ اور امریکہ کے ماحول میں کچھ دن گذار چکے ہیں شراب کے پینے اور پلانے کو پارٹیوں اور دعوتوں کا جزو اعظم بنائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اتباع میں ترقی نظر نہیں آتی، بلکہ یورپ اور امریکہ کے بے حیا انسانوں کی تقلید میں عروج سمجھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ جس دسترخوان پر شراب کا دور چل رہا ہو اس پر مت بیٹھو اور ان مدعیانِ دین و دانش کا یہ حال ہے کہ اسلامی جمہوریت اور دینی حکومت کے نام پر جو دعوتیں کرتے ہیں شراب کے ذریعے اُن کو بھی ضرور رنگین کیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ (یعنی شراب مت پی کیونکہ وہ ہر بُرائی کی کنجی ہے)۔

شراب کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہر بُرائی کی کنجی بتایا اور آپ کا اُمتی ہونے کے بہت سے دعویداروں کا یہ حال ہے کہ جو اپنے کو اونچے طبقہ میں شمار کرتے ہیں مجلسوں اور محفلوں میں بڑے فخر کے ساتھ پیتے پلاتے ہیں اور خوب لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔

فرشتوں سے شرم کرنے کی تعلیم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو موقعوں کے سوا کسی بھی وقت ننگے نہ ہوا کرو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (حیادار اور معزز) مخلوق ہے جو تم سے جُدا نہیں ہوتی لہٰذا تم اُن سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔ وہ دو موقعے جن میں ننگا ہونے کی اجازت ہے یہ ہیں۔

(۱) پیشاب پاخانہ کے وقت (۲) جب مرد و عورت ہم بستری کریں[1]

وہ مخلوق جو انسانوں سے جُدا نہیں ہوتی فرشتے ہیں. کم از کم اعمال کے لکھنے والے فرشتے تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں اس لئے اگر کوئی انسان بھی نہ دیکھ رہا ہو اور آدمی بالکل تنہا ہو تب بھی ننگا ہو جانے کی ممانعت فرمائی کیونکہ کم از کم فرشتے تو دیکھتے ہیں ان سے شرم کرنی چاہیئے. بدرجہ مجبوری پیشاب پاخانہ کے وقت اور بیوی سے ہم بستری کے وقت ستر کھولنے کی اجازت دی گئی ہے تنہائی میں ننگا ہونا گناہ تو نہیں ہے مگر فرشتوں کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے منع فرمایا ہے۔

پاخانہ کرنے کے لئے جب بیٹھے تو ضرورت اور مجبوری کا خیال رکھے یعنی جتنی دیر ستر کھولنے کی ضرورت ہو اُتنی ہی دیر کھولے بلا ضرورت کھولنے سے پرہیز کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کے لئے بیٹھتے تو جب تک زمین سے قریب نہ ہو جاتے کپڑا نہیں اٹھاتے تھے[2] اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کھڑے ہی کھڑے کپڑا کھول دینا بلا ضرورت ہے قضاء حاجت تو بیٹھ کر ہی ہوگی. پھر کھڑے ہی کھڑے ننگا ہو جانا بے فائدہ ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص پاخانہ کے لئے جائے تو پردہ کرے (اگر جنگل بیابان ہو اور پردے کے لئے) کچھ نہ پائے تو ریت کا اونچا سا ڈھیر بنا کر اس کی طرف پشت کر کے (قضائے حاجت کے لئے) بیٹھ جائے اس لئے کہ انسانوں کے پاخانہ کے مقام سے شیطان کھیلتا ہے[3]

ف: پاخانہ جاتے وقت اگر بسم اللہ کہہ لے تو شیطان کی آنکھوں اور آدمیوں کی شرمگاہوں کے درمیان یہ الفاظ پردہ بن جائیں گے[4]

اسی طرح کپڑے اتارتے وقت اگر بسم اللہ کہہ لیا تو اب شیطان اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھ سکے گا[5]

---

[1] رواہ الترمذی۔ [2] رواہ ابوداؤد۔ [3] رواہ ابوداؤد۔ [4] رواہ الترمذی۔ [5] ذکرہ فی الحصن الحصین

شادی کی باتیں

صاحب مضمون نے اس مضمون میں
بتایا ہے کہ اسلامی شادی کیا ہے اور
رسم و رواج کی وجہ سے جو شادیاں مصیبت
بن گئی ہیں ان پر تفصیل کلام کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شادی

اللہ جل شانہ نے فطری طور پر انسانوں کا جو مزاج بنایا ہے اور شرعی طور پر جو احکام دیئے ہیں ان کے مطابق زندگی گذارنے ہی میں خیر ہے۔ اللہ جل شانہ نے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی۔ ان میں آپس میں ایک دوسرے کے لئے رغبت رکھ دی اور جنسی میل ملاپ کی شہوت رکھ دی۔ یہ تو تکوینی بات ہے اور پھر تشریعی طور پر احکام نازل فرما دیئے کہ بغیر نکاح کے آپس میں استمتاع اور استلذاذ نہیں کر سکتے۔ پھر نکاح پر بھی پابندی لگادی اور بتادیا کہ ہر مرد کا ہر عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ قرآن وحدیث میں ان عورتوں کو واضح طور پر ذکر دیا گیا ہے جن سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ اگر نکاح کر بھی لیا جائے تو نکاح نہیں ہوگا اور ساتھ ہی نظر پر بھی پابندی لگادی کہ مرد وعورت نگاہوں کو پست رکھیں اور جس جگہ نگاہ ڈالنا ممنوع ہے وہاں نگاہ نہ ڈالیں۔ سورہ نور کے چوتھے رکوع میں ان محارم کا بھی تذکرہ فرما دیا جن کے سامنے عورت کو آنا جائز ہے اور پردہ کے احکام بھی نازل فرما دیئے جو سورہ احزاب میں مذکور ہیں۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ زنا کی حرمت بھی بیان فرمادی اور سورہ نور میں اس کی سزا کا بھی تذکرہ فرمایا۔ اگر نفس ونظر پاک نہ رہیں تو زنا میں ابتلاء ہو جاتا ہے اور نفس ونظر جب ہی پاک رہ سکتے ہیں۔ جب کہ مرد وعورت کا باہمی ازدواجی رشتہ قائم ہو جائے۔ نکاح نہ ہوگا تو زنا میں مبتلا ہوں گے۔ جیسا کہ آج کل یورپ میں نکاح کو چھوڑتے جارہے ہیں اور دوستانہ طریقوں پر زناکاری عام ہو رہی ہے۔ جب لڑکیوں کی شادی میں دیر لگتی ہے تو بعض لڑکیاں کسی لڑکے کو پسند کر کے کورٹ میں جاکر شادیاں کر لیتی ہیں اس میں یہ بھی نہیں دیکھا جاتا کہ اس لڑکے کا کون سا دین ہے؟ شرعاً جس سے نکاح نہ ہو

سکتا ہو اگر اس سے نکاح کر لیا ہو، کورٹ میں ہو یا اور کہیں، اس نکاح سے ازدواجی تعلقات حلال نہیں ہو جاتے۔ یہ تو لڑکیوں کے خود پسند کردہ لڑکوں سے نکاح کرنے کا ذکر تھا اور خفیہ طور پر جو زنا کاری ہوتی ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

یہ کالجوں کی بے بیاہی لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں تک سے رشتہ جوڑ لیتی ہیں جن میں روافض بھی ہیں اور قادیانی بھی ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں تو یہاں تک ہو رہا ہے کہ لڑکیاں ہندؤں اور سکھوں تک سے اپنا جوڑ بٹھا لیتی ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو ماں باپ ٹائیں ٹائیں دیکھتے رہ جاتے ہیں اور اس وقت سوچتے ہیں کہ ہماری بے آبروئی ہو گئی اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ مصیبت ہماری ہی لائی ہوئی ہے۔ نہ لڑکی کو کالج میں پڑھاتے نہ اس کی شادی میں دیر ہوتی، اور نہ وہ کسی سے نظر بازی کرتی۔ بالغ ہوتے ہی نکاح کر دیا جاتا تو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔

لوگوں نے آج کل شادیوں کو وبال بنا رکھا ہے۔ سادی شادی کرنے کے بجائے بڑی دھوم دھام کے ساتھ شادی کی جاتی ہے جس میں محض ریاکاری مقصود ہوتی ہے اس میں بڑے بڑے دینداری کے دعویدار مبتلا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ۔ (مشکوٰۃ ص۲۶۸)

بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جو مشقتوں کے اعتبار سے سب سے ہلکا ہو۔

جو لوگ سادات ہیں وہ سیّد ہونے کا دعویٰ تو بڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اپنا نام بھی بغیر سید کے نہیں بتاتے اور یہ سب جانتے ہیں کہ اس نسب کی بڑائی صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے سے ہے۔ نسب کی بڑائی بگھارنے کے لئے تو سید ہیں لیکن حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی سادہ طریقہ پر شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

سیدوں کے علاوہ جو دوسرے مسلمان ہیں خاص کر جنہیں اتباع سنّت کا دعویٰ ہے وہ بھی دنیا کی دیکھا دیکھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کرتے

ہیں۔ باجے بجتے ہیں، بارات چڑھتی ہے۔ رخصتی کے وقت پیسوں کی بکھیر ہوتی ہے۔ پھر بیٹی والا بھی دعوتیں کرنے اور جہیز دینے میں اپنی کرنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ جہیز باہر ایک ایک عدد لڑکوں اور نوکروں کے سروں پر بازاروں سے گذارا جاتا ہے اور اس طرح کی بہت سی ریاکاریاں ہوتی ہیں چونکہ نام کرنا اور خرچہ کرکے مالداری کی دھاک بٹھانا مقصود ہے۔ اس لئے ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کیا جاتا۔ قارون کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ قارون اپنی مالداری دکھلانے کے لئے مال لے کر باہر نکلا تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا فخرج علیٰ قومہ فی زینتہ۔ یہ کیسا دین و ایمان ہے امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور افعال قارون کے جو اپنے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔

صدیقی، فاروقی، عثمانی، چودھری، راجپوت اور تمام اقوام و قبائل اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ ہم کس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ ریاکاری، تاشے اور باجے اور اسراف وتبذیر (فضول خرچی) سب آخرت میں وبال جان بنیں گے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین (بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں) گاجے باجے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر والاوثان والصُلبُ وامرالجاھلیۃ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۵۴)

میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کی چیزوں کو اور بتوں کو اور صلیبوں کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ گاجوں باجوں کو مٹانے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور آپ کی امت گانے بجانے کو شادی کا سب سے بڑا جزو سمجھے، یہ سراسر ایمانی تقاضوں کے خلاف ہے۔ غور کرلیا جائے اور آج کل تو تصویریں کھینچنے کو بھی شادی کا جزو بنا رکھا ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور تصویر بنانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۱)

نام ونمود کے لئے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے اس میں گناہ کبیرہ تو ہے ہی، جس مقصد سے خرچ

کرتے ہیں وہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ جتنا بھی خرچ کرلو لوگ راضی نہیں ہوتے، کیڑے ہی نکالتے ہیں، کھایا مونچھوں پر تاؤ دیا، عیب نکالتے ہوئے چلے گئے۔

ایک شخص نے بیٹے کی بارات میں دعوت کی اور بہت بڑی رقم خرچ کی اور ساتھ ہی ہر براتی کو ایک ایک اشرفی بھی دی، تاکہ خوب نام ہو، پھر جب بارات رخصت ہوگئی تو راستے میں خفیہ طور پر بیٹھ گیا کہ دیکھے لوگ تعریف کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ تعریف کے انتظار میں بیٹھا تھا، لوگ برابر گذر رہے تھے، چلتے چلتے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آج تو نیا منظر دیکھا، کھانا بھی کھلایا اور ایک ایک اشرفی بھی دی، دوسرا گالی دے کر بولا۔ ارے وہ تو کنجوس ہے اگر دو دو اشرفی دے دیتا تو کیا گھٹ جاتا۔ (دیکھ لیا ریاکاری کے لئے خرچ کرنے کا انجام۔ مال بھی خرچ ہوا اور کنجوسی کا طعنہ بھی ملا)۔

درحقیقت مخلوق کو راضی کرنے کی نیت کرنا ہی بڑی بے وقوفی کی بات ہے بس اللہ تعالےٰ کو راضی کرو۔ اس ذیل میں مخلوق راضی ہو یا ناراض، شادی سادی کی جائے۔ اس میں اتباع سنت بھی ہے، برکت بھی ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے نکاح، رخصتی اور جہیز کی کچھ تفصیل سنیں۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رائے دی کہ تم سیدہ فاطمہؓ کے لئے اپنا پیغام دے دو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ آپ نے منظور فرمالیا اور حضرت بلالؓ کو خوشبو اور کپڑے خریدنے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی جہیز تیار کرنے کا حکم۔ ایک چار پائی اور چمڑے کا ایک تکیہ دیا گیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک بچھونے کا بھی ذکر ملتا ہے جو مینڈھے کی کھال کا تھا۔ بعض روایات میں چکی اور مشکیزہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو سیدہ فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر حضرت ام ایمنؓ کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ مہر چار سو مثقال چاندی تھا۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا تھا پرانے تول کے حساب سے جو بزرگوں نے حساب لگایا تھا تو اس کے ایک سو پچاس تولے ہیں۔ رائج الوقت اوزان سے جو حساب لگا تو ایک ہزار سات سو انچاس گرام اور چھ سو ملی گرام بنتا ہے۔ بعض روایات میں پانچ سو درہم چاندی بھی مہر فاطمی بتایا گیا جس کی مقدار ۱۳۱، تولہ ۳ ماشہ ہوتی ہے۔ لوگوں نے ایک سو کو تو چھوڑ دیا اور بتیس تولہ

یاد رکھ لیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دوسرے روز ولیمہ کیا۔ سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا۔ ولیمہ میں جو کی روٹی، کھجوریں اور مینڈھے کا گوشت تھا۔

دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا، منگنی ہوگئی، تمام بکھیڑے جن کا آج رواج ہے ان میں سے کوئی بھی اختیار نہ کیا گیا، مہر بھی تھوڑا سا تھا۔ فخر و بڑائی جتانے کے لئے ہزاروں لاکھوں روپے مہر میں مقرر کرنا پھر ادا نہ کرنا، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کہاں ہے۔ جو لوگ زیادہ مہر باندھ کر ادا کئے بغیر مر جاتے ہیں یا بیوی پہلے مر جاتی ہے وہ قیامت کے دن بیوی کے قرضداروں میں شمار ہوں گے۔ اس دن نفسا نفسی کا عالم ہوگا، حقوق العباد کے بدلے نیکیاں دلائی جائیں گی۔ ایک ایک نیکی کی ضرورت ہوگی۔ وہاں کوئی کسی کو کیوں معاف کرے گا۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ کی رخصتی کس شان سے ہوئی۔ نہ دھوم نہ دھام نہ میانہ نہ پالکی، نہ دراہم و دنانیر کی بکھیر، نہ حضرت علیؓ گھوڑے پر چڑھ کر آئے نہ گاجا نہ باجا، نہ بارات کی چڑھائی، نہ آتش بازی، نہ ادھار نہ قرض۔ مسلمان اسی کا اتباع کریں تو بڑی مصیبتوں سے بچ جائیں گے۔

رخصتی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا اس لئے دونوں میاں بیوی پر کام تقسیم کر دیا کہ فاطمہ گھر کے اندر کا کام کریں اور علی گھر کے باہر کے کام انجام دیا کریں۔

سنن ابو داؤد میں ہے کہ سردار دو جہاں کی صاحبزادی خود چکی پیستی تھی جس سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور ہانڈی خود پکاتی تھی اور جھاڑو خود دیتی تھی جس سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے گھر کے کام کاج اور خدمت کے لئے ایک غلام طلب کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؓ اللہ سے ڈرو اور اپنے رب کا فریضہ ادا کرو اور اپنے شوہر کا کام انجام دے اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کر جو تیرے لئے خادم سے بہتر ہے۔ اس کے جواب میں حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ میں اللہ اور

اس کے رسول سے راضی ہوں۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان تینوں چیزوں کو فرض نماز کے بعد بھی پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اسی سلسلہ میں یہ مضمون بھی روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم عطا فرمانے سے بڑی سختی سے انکار فرمایا اور یوں فرمایا کہ خدا کی قسم تم کو خادم نہیں دوں گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم کو خادم دے دوں اور صُفَّہ میں رہنے والوں کے پیٹ بھوک سے پیچ کھاتے رہیں۔ ان پر خرچ کرنے کو میرے پاس کچھ بھی نہ ہو! یہ غلام جو آئے ہیں ان کو فروخت کر کے اصحابِ صُفَّہ پر خرچ کروں گا۔[1]

آج کل کے مسلمان کہلانے والے منگنی سے لے کر شادی تک اور پھر اس کے بچوں کے پیدا ہونے اور ختنہ اور عقیقہ تک فضول رسمیں کرتے ہیں جن میں بہت سی شرکیہ رسمیں ہوتی ہیں اور کافروں سے لی ہیں اور بہت سی رسمیں سودی روپیہ لے کر انجام دیتے ہیں اور ان رسموں کو کرنے میں نمازیں تک برباد کرتے ہیں اور بے شمار بڑے بڑے گناہوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

مسلمانو! ہوش میں آجاؤ۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو، ریا کاری اور شیخی بگھارنا اور فضول خرچیاں کرنا کافروں کے طور طریقے اختیار کرنا چھوڑو، دنیادار نہ بنو، دیندار بنو، معمولی خرچوں سے بیاہ شادیاں کرو۔ لوگ کیا کہیں گے اسے نہ دیکھو، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کو دیکھو۔ بیاہ شادی میں تو کوئی خرچہ ہی نہیں۔ ایجاب و قبول میں خرچہ ہی نہیں، ایجاب و قبول میں کیا خرچ ہوتا ہے جو اصل نکاح ہے۔ مہر میں خرچہ تو ہے لیکن تھوڑا سا مہر بھی باندھا جا سکتا ہے اور ضروری نہیں کہ فوراً دیا جائے۔ نام کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ رہا ولیمہ تو وہ سیدھا سادا بقدرِ استطاعت دکھاوے کے بغیر چند مسلمانوں کو بلا کر کھلا دیا جائے۔

---

[1] حضرت سیدہ فاطمہؓ کے نکاح اور رخصتی اور جہیز کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں" سے نقل کی ہے اس میں دیگر بنات طاہرات رضی اللہ عنہا کے حالات بھی لکھے ہیں مطالعہ کر لیا جائے۔

سادہ طور پر حسب مقدور روٹی سالن بلکہ پنیر اور کھجور کھلا دینے سے سنت ادا ہو جاتی ہے ریاکاری اور نام ونمود نے مارا اور مصیبت میں مبتلا کیا۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جنگل ہی میں نکاح کر لیا۔ یہ واقعہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے پیش آیا۔ جنگل ہی میں نکاح ہوا وہیں رخصتی ہوئی اور وہیں ولیمہ کھلا دیا۔ ولیمہ کیا تھا۔ اس میں ستو اور کھجوریں تھیں۔ (الاستیعاب والاصابہ)

بنگال، بہار، آسام، مدراس میں پہلے عام رواج تھا کہ لڑکے والے کہا کرتے تھے کہ اس شرط پر لڑکی لیں گے کہ اتنی رقم لیں گے جس کے یہاں چند لڑکیاں ہو گئیں وہ تو مصیبت میں آگیا۔ ہر لڑکی کے بیاہنے کے لئے رقم کثیر اور بہت زیادہ جہیز چاہیئے۔ اب تو یہ مصیبت عام ہو گئی ہے۔ شریعت مطہرہ میں مہر کے علاوہ کوئی جہیز طلب کرنا، دباؤ ڈال کر لینا، دکھاوے کے لئے لینا دینا سب حرام ہے۔ لڑکی یا لڑکے والوں کا مہر کے علاوہ لینے دینے کی کوئی شرط لگانا جائز نہیں۔ اس طرح سے جو مال لیا اور دیا جاتا ہے وہ سب رشوت ہے۔

لڑکے والے یا لڑکی والے خود سے کچھ طلب نہ کریں نہ شرط لگائیں۔ لڑکے والے اتنا مہر مقرر کر دیں جو آسان ہو۔ لڑکی والے جہیز میں خانہ داری کا ضروری سامان دے دیں۔ اس کا بھی دکھلاوا نہ کریں۔ لڑکی کے ساتھ بھی نہ بھیجیں۔ جب لڑکی سسرال چلی جائے تو ایک دو دن بعد بھیج دیں بے ضرورت سامان خرید نا دکھلاوے کے لئے دینا اپنی جان پر ظلم ہے اور لڑکی کے ساتھ کوئی احسان نہیں کیونکہ جو سامان دیا جاتا ہے عموماً اس کے کام نہیں آتا۔

درحقیقت ریاکاری بہت بُری بلا ہے۔ شریعت اسلامیہ پر چلیں۔ محض اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔ بڑی آسانی سے شادیاں ہو جائیں گی اور لڑکیاں بیٹھی نہ رہیں گی۔ لڑکیوں کا بغیر شادی کے بیٹھے رہنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ کالجوں یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کر لیتی ہیں ان ڈگریوں کے حاصل کرنے میں بے پردگی اور دیگر معاصی کے علاوہ ایک یہ مصیبت بھی کھڑی ہو جاتی ہے کہ لڑکیوں کے لئے ان کی برابر کا پڑھا ہوا دولہا تلاش کیا جاتا ہے۔ بہت سے پیغام آتے ہیں انہیں اس لئے رد کر دیتے ہیں کہ لڑکے نے گریجویشن نہیں کیا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا دیندار ہے یا نہیں۔ لڑکیوں کو گھریلو تعلیم نہیں دیتے ـــــ یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا دیندار ہے، پرہیزگار ہے، خوش اخلاق ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ

ایم اے اور پی ایچ ڈی ہے یا نہیں۔ لڑکیوں کو گھریلو تعلیم نہیں دیتے۔ قرآن شریف نہیں پڑھاتے ہیں، دینی مسائل نہیں بتاتے، کالجوں یونیورسٹیوں میں بھیج کر ان کے دماغ میں یہ بات بٹھلاتے ہیں کہ تو اب اتنی اونچی ہوگئی ہے کہ اپنے سے کم تعلیم یافتہ لڑکے سے شادی کرنا تیرے لئے عیب ہے۔ اس قصہ میں پڑکر تیس پینتیس سال کی لڑکیاں ہو جاتی ہیں جو ازدواجی زندگی سے محروم رہتی ہیں۔

اب ایک اور سلسلہ چلا ہے وہ یہ ہے کہ ماں باپ یوں کہتے ہیں کہ اپنی لڑکی فارن میں کمائی کرنے والوں کو دیں گے۔ جو لوگ باہر کے ملکوں میں پیسہ کماتے ہیں۔ ان کی طرف نظریں اٹھائی جاتی ہیں جب تک ایسا شخص نہ ملے اور قبول نہ کرلے اس وقت تک لڑکیوں کو بٹھائے رکھنے کا رواج ہو چلا ہے۔ ماں باپ یہ نہیں دیکھتے کہ لڑکی کی عمر بڑھ رہی ہے۔ اس کی جوانی کا خون ہو رہا ہے۔ ازدواجی زندگی سے محروم ہے۔ لیکن اپنی رائے پر ضد اور اصرار ہے۔ کیا یہ اولاد پر ظلم نہیں ہے؟

عورتوں کی نا سمجھی تو مشہور ہی ہے وہ اس وقت ماں باپ کے ساتھ وقت گذار رہی ہیں۔ یہ نہیں سوچتیں کہ چند سال اور گذر گئے تو کوئی بھی قبول نہ کرے گا اور جب تک ماں باپ زندہ ہیں زندگی گذر رہی ہے۔ ان کی موت کے بعد ہمارا کیا بنے گا۔ نہ شوہر ہوگا نہ اولاد ہوگی بہن بھائیوں اور ان کی اولاد پر بوجھ بن کر زندگی گذارنی پڑے گی۔ اگر خود پیسے کما بھی لئے تو عزت والی وہ بات حاصل نہیں ہو سکتی جو اپنی اولاد اور شوہر کے ساتھ بڑھاپے میں آبرو اور عزت کے ساتھ زندگی گزارنے سے حاصل ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے لڑکا پیدا ہو اس کا اچھا نام رکھے اور ادب سکھلائے اور جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے اگر بالغ ہو گیا اور اس کا نکاح نہ کیا پھر وہ کسی گناہ کو پہنچ گیا تو اس کے باپ کو اس کا گناہ ہوگا [1] اور لڑکے کا گناہ الگ رہا۔ کیونکہ بیوی نہ ہو تب بھی زنا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس کو نکاح کی استطاعت نہ ہو تو وہ روزے رکھا کرے کیونکہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۱

اس سے شہوت دب جائے گی [1]

اب لڑکی کے بارے میں حدیث سنیے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ توریت میں یہ بات لکھی ہے کہ جس کی بیٹی کی عمر بارہ سال کی ہوگئی اور اس کا نکاح نہ ہوا۔ پھر اس نے کوئی گناہ کرلیا تو یہ گناہ باپ کر ہوگا (یعنی باپ پر بھی گناہ کا وبال اور عذاب پڑے گا)۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷۱)۔

یہ سطور عامۃ المسلمین کی صلاح وفلاح، دردمندی اور فکرمندی کے جذبے میں ڈوب کر لکھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ نافع اور مفید ہوں گی اور مسلمان توجہ کریں گے۔

(ندائے شاہی مرادآباد، محرم الحرام سنہ ۱۴۱۶ھ)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۹

وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

كتابُ فَضْلِ التَّوبَةِ وَبَيَانُ طَرِيقِهَا

(توبہ کی فضیلت ضرورت اور اہمیّت اور اس کا طریقہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

توبہ کی اہمیت اور ضرورت

چونکہ نفس وشیطان کے تقاضے پر لوگ گناہ کر بیٹھتے ہیں اس لئے توبہ کرتے رہنا از حد ضروری ہے۔ یہ اللہ جل شانہ کا انعام ہے کہ اس نے یہ قانون نہیں بنایا کہ گناہ پر ضرور ہی عذاب ہو بلکہ جو شخص اللہ سے معافی مانگے اور اس کے حضور میں توبہ کرے جو سچے دل سے ہو تو اللہ جل شانہ اس کو معاف فرما دیتے ہیں اور توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۔ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۔ (سورۃ الشوریٰ)

"اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔

سورۂ نور میں توبہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔

"اور مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"۔

سورۂ تحریم کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

"اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس دن

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان اُن کے ساتھ ہیں اُن کو رُسوا نہ کرے گا۔

ان کے علاوہ متعدد آیات میں توبہ کا حکم اور توبہ کرنے والوں کی تعریف مذکور ہے۔

گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، تعداد میں زیادہ ہوں یا کم، سب زہر قاتل ہیں۔ اسی لئے ضروری ہے کہ جیسے ہی کوئی گناہ ہو جائے سچے دل سے توبہ کی جائے۔ صغیرہ گناہ تو نیکیوں کے ذریعہ بھی معاف ہوتے رہتے ہیں لیکن کبیرہ گناہ صرف توبہ ہی سے معاف ہوتے ہیں، یوں اللہ تعالیٰ کو سب اختیار ہے کہ بغیر توبہ بھی سب معاف فرما دے، لیکن یقینی طور پر معاف ہونے کے لئے توبہ کرنا لازم ہے۔ جب سچے دل سے توبہ کے طریقہ کے مطابق توبہ کر لی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہوتی۔

توبہ کا طریقہ

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَصَدَقَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ الا ابن ماجہ لم یذکر الآیۃ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابوبکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا اور سچ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص گناہ کر بیٹھے پھر اس کے بعد وضو کرے، نماز پڑھے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بخش دے گا، اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الآیۃ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۷، از ترمذی و ابن ماجہ)

توبہ کے اصل جزو تین ہیں (۱) جو گناہ ہو چکے اُن پر شرمندگی اور ندامت اور (۲) آئندہ کو گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد اور (۳) جو حقوق اللہ و حقوق العباد تلف کئے ہیں ان کی تلافی کرنا اور

اس طرح توبہ کرلی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے، لیکن اگر ان امور کے ساتھ بعض اور چیزیں بھی ملالی جائیں تو توبہ اور زیادہ اقرب الی القبول ہو جاتی ہے، مثلاً نیکیوں کی کثرت کرنے لگے یا کسی بڑی نیکی کا اہتمام زیادہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ میں نے بہت بڑا گناہ کرلیا، کیا میری توبہ قبول ہو گی؟ آپ نے فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کیا کہ ہاں خالہ ہے، فرمایا بس تو اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا کرو۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ والدہ اور خالہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کو توبہ قبول کرانے میں بہت دخل ہے۔

نماز پڑھ کر توبہ کرنے کی جو تعلیم فرمائی وہ بھی اسی لئے ہے کہ نماز بہت بڑی نیکی ہے، اوّل دو چار رکعت پڑھ کر توبہ کی جائے گی تو توبہ زیادہ لائق قبول ہو گی (اگرچہ سچی توبہ نماز توبہ پر موقوف نہیں اور توبہ کے عنوان سے نماز پڑھ کر دل سے سچی اور پکی توبہ نہ کرے تب بھی وہ توبہ نہیں ہے)۔

حدیث بالا میں جو آیت کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے یہ سورۂ آلِ عمران کی آیت ہے۔ پوری آیت اس طرح سے ہے:۔

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (ع ۱۴)	"اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرلیتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں"

اس کے بعد ان حضرات کا اجر و ثواب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ	اُن لوگوں کی جزا بخشش ہے، اُن کے رب کی طرف سے، اور ایسے باغ ہیں کہ اُن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی ان میں وہ

فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۔ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنے والوں کا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا توبہ کے اصلی تین اجزا ہیں۔

اوّل جو گناہ ہو چکا اس پر نہایت سچے دل سے شرمندہ اور پشیمان اور نادم ہونا اپنی حقیر ذات کو دیکھنا اور اللہ جل شانہٗ جو احکم الحاکمین ہیں اور ساری کائنات کے خالق و مالک ہیں۔ ان کی ذات رفیع کی طرف نظر کرنا کہ ہائے ہائے مجھ جیسے حقیر اور ذلیل سے ایسی ذات پاک کی نافرمانی ہوگئی جو سب سے بڑا ہے اور سب کو پیدا کرنے والا ہے۔

دوم نہایت پختہ عزم کے ساتھ یہ طے کر لینا کہ اب آئندہ کبھی بھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

سوم جو چیزیں حقوق اللہ میں سے یا حقوق العباد میں سے قابل تلافی ہوں ان کی تلافی کرنا، اور یہ بات بہت اہم ہے، بہت سے لوگ توبہ کرتے ہیں لیکن توبہ کے اس تیسرے جزو کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حقوق اللہ کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد سے جن فرائض کو ترک کیا ہو اور جن واجبات کو چھوڑا ہو اُن کی ادائیگی کرے، مثلاً حساب لگائے کہ جب سے میں بالغ ہوا ہوں میری کتنی نمازیں چھوٹی ہوئی ہیں، ان نمازوں کا اس قدر اندازہ لگائے کہ دل گواہی دے دے کہ اس سے زیادہ نہیں ہوں گی، پھر ان نمازوں کی قضا پڑھے، قضا نماز کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، بس یہ دیکھ لے کہ سورج نکلتا چھپتا نہ ہو اور زوال کا وقت نہ ہو، سورج نکل کر جب ایک نیزہ کے بقدر بلند ہو جائے تو قضا اور نفل نمازیں سب پڑھنا جائز ہو جاتا ہے اور نماز فجر کے بعد اور نماز عصر کے بعد بھی قضا پڑھنا درست ہے البتہ جب غروب ہونے سے پہلے آفتاب میں زردی آجائے اس وقت قضا نہ پڑھی جائے۔ ایک دن کی پانچ فرض نمازیں اور تین رکعت نماز وتر یعنی کل بیس رکعت بطور قضا پڑھ لے۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ پلے سفر میں (جو کم از کم اڑتالیس میل کا ہو) جو چار رکعت والی نمازیں قضا ہوئی ہوں اُن کی قضا دو ہی رکعت ہے، جیسا کہ سفر میں دو ہی رکعت واجب تھیں، اگر گھر آکر اُن کی قضا پڑھے تو دو ہی رکعت پڑھے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ ضروری نہیں جو نمازیں قضا ہوئی ہیں تعداد میں سب برابر ہوئی ہوں

کیونکہ بعض لوگ نمازیں پڑھتے بھی رہتے ہیں اور چھوڑتے بھی رہتے ہیں، بہت سے لوگ سفر میں نماز نہیں پڑھتے، عام حالات میں پڑھ لیتے ہیں اور بہت سے لوگ مرض میں نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں کچھ لوگوں کی فجر کی نماز زیادہ قضا ہوجاتی ہے، کچھ لوگ عصر کی نمازیں زیادہ قضا کر دیتے ہیں، پس جو نماز جس قدر قضا ہوئی ہو اسی قدر زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا کر نماز پڑھ لی جائے۔

عوام میں جو مشہور ہے کہ ظہر کی قضا نماز ظہر ہی میں پڑھی جائے اور عصر کی عصر ہی میں پڑھی جائے یہ درست نہیں ہے، جس وقت کی نماز جس وقت چاہیں قضا پڑھ سکتے ہیں' اور ایک دن میں کئی کئی دن کی نمازیں بھی ادا ہو سکتی ہیں، اگر قضا نمازیں پانچ سے زیادہ ہوجائیں تو ترتیب واجب نہیں رہتی' جونسی نماز پہلے پڑھ لے درست ہوجائے گی، مثلاً اگر عصر کی نماز پہلے پڑھ لی اور ظہر کی بعد میں پڑھ لی تو اس طرح بھی ادائیگی ہوجائے گی۔

بہت سے لوگ نفلوں کا اہتمام کرتے ہیں اور برس ہا برس کی قضا نمازیں اُن کے ذمہ ہیں ان کو ادا نہیں کرتے' یہ بہت بڑی بھول ہے، نفلوں اور غیر مؤکدہ سنتوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھ لیا کریں اور ان کے علاوہ بھی قضا نمازوں کے لئے وقت نکالیں، اگر پوری قضا نمازوں کے ادا کئے بغیر موت آگئی تو سخت خطرہ ہے۔

جب نمازوں کی تعداد کا بہت ہی احتیاط کے ساتھ اندازہ لگا لیا تو چونکہ ہر نماز کثیر تعداد میں ہے اور دن و تاریخ یاد نہیں' اس لئے حضرات فقہائے کرام نے آسانی کے لئے یہ طریقہ بتایا ہے کہ جب بھی کوئی نماز قضا پڑھنے لگے تو یوں نیت کر لیا کرے کہ میرے ذمہ (مثلاً) ظہر کی جو سب سے پہلی فرض نماز ہے اس کو اللہ کیلئے ادا کرتی / کرتا ہوں۔ روزانہ جب بھی نماز ظہر ادا کرنے لگے اسی طرح نیت کرے۔ ایسا کرنے سے ترتیب قائم رہے گی' کیونکہ اگر کسی کے ذمہ ایک ہزار نماز ظہر قضا تھی تو ہزار ویں نماز (ابتدا کی جانب) سب سے پہلی تھی اور اس کو پڑھنے کے بعد اس کی بعد والی سب سے پہلی ہوگی' اور جب تیسری بھی پڑھ لی تو اس کے پڑھنے کے بعد اس کے بعد والی سب سے پہلی ہوگی' اس کو خوب سمجھ لو۔

اسی طرح زکوٰۃ کے بارے میں خوب غور کرے کہ مجھ پر کبھی فرض ہوئی ہے یا نہیں اور اگر فرض ہوئی ہے تو ہر سال پوری ادا ہوئی ہے یا نہیں' جتنے سال کی زکوٰۃ بالکل ہی نہ دی ہو یا کچھ دی ہو اور کچھ نہ دی ہو ان سب کا محتاط اندازہ لگائے کہ دل گواہی دے دے کہ اس سے زیادہ مال

زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں مجھ پر واجب نہیں ہے۔

پھر اسی قدر مالِ زکوٰۃ مستحقین زکوٰۃ کو دے دے، خواہ ایک ہی دن میں دے خواہ تھوڑا تھوڑا کرکے ادا کرے، اگر مقدور ہو تو جلد سے جلد سب کی ادائیگی کر دے ورنہ ادا کرتی کرتا رہے اور پختہ نیت رکھے کہ انشاء اللہ پوری ادائیگی زندگی میں ضرور کردوں گی/گا اور جب بھی مال میسر آجائے ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے اور دیر نہ لگائے۔

صدقہ فطر بھی واجب ہے اور جو کوئی نذر مان لے تو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے، ان میں سے جس کی بھی ادائیگی نہ کی ہو اس کی بھی ادائیگی کرے۔

مالی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کا تھوڑا بہت مالِ ناحق قبضہ میں آگیا ہو اُسے پتہ ہو یا نہ ہو وہ سب واپس کر دے، مثلاً کسی کا مال چرایا ہو یا قرض لے کر مار لیا ہو، یا کسی سے رشوت لی ہو یا کسی کے مال میں خیانت کی ہو یا کسی کی کوئی چیز مذاق میں لے کر رکھ لی ہو (جبکہ وہ اس کے دینے پر اپنے نفس کی خوشی سے راضی نہ ہو) یا کسی سے سود لیا ہو، تو اس سب کو واپس کر دے، واپس کرنے کے لئے یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ میں نے آپ کی خیانت کی تھی، ہدیہ کے نام سے دینے سے بھی ادائیگی ہو جائے گی۔

آبرو کے حقوق کی تلافی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو ناحق مارا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو یا غیبت سنی ہو یا کسی کو تہمت لگائی ہو یا گالی دی ہو یا کسی بھی طرح سے جسمانی یا روحانی یا قلبی تکلیف پہنچائی ہو تو اس سے معافی مانگ لے اگر وہ دور ہو تو اس دوری کو عذر نہ سمجھے بلکہ خود جاکر یا خط بھیج کر معافی طلب کرے اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے، اگر ناحق مار پیٹ کا بدلہ دینا پڑے تو اُسے بھی گوارا کرے، البتہ غیبت کے بارے میں اکابر نے یہ لکھا ہے کہ اگر اس کو غیبت کی اطلاع پہنچ چکی ہے تو اس سے معافی مانگے ورنہ اس کے لئے بہت زیادہ مغفرت کی دعا کرے، جس سے یہ یقین ہو جائے کہ جتنی غیبت کی تھی اس کے بدلہ اس کے لئے اتنی دُعا ہو چکی ہے کہ اس کی دعا کو دیکھتے ہوئے وہ ضرور خوش ہو جائے گا۔

بہت سے لوگ ظاہری دینداری بھی اختیار کر لیتے ہیں، زبانی توبہ بھی کرتے رہتے ہیں لیکن گناہ نہیں چھوڑتے، حرام کمائی سے باز نہیں آتے اور لوگوں کی غیبت کو شیر مادر سمجھتے ہیں اور ذرا بھی دل میں احساس نہیں ہوتا کہ ہم غیبتیں کر رہے ہیں، بس اب دینداری نماز روزہ کی حد

تک رہ گئی ہے، صرف زبانی توبہ کرنا اور گناہ نہ چھوڑنا اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی تلافی نہ کرنا یہ کوئی توبہ نہیں ہے، جو لوگ رشوت لیتے ہیں یا سود لیتے ہیں یا کاروبار میں فریب دے کر ناجائز طور پر پیسہ کھینچ لیتے ہیں، ایسے لوگوں کا معاملہ بہت کٹھن ہے، کس کس کی حق کی تلافی کریں گے؟ اہل حقوق کو یاد رکھنا اور ان کے حقوق کی تلافی کرنا اور حقوق والوں کو تلاش کر کے حقوق پہنچانا گویا پہاڑ کھودنے کے برابر ہے لیکن جن کے دل میں آخرت کی فکر اچھی طرح جاگزین ہو جائے وہ بہرحال حقوق والوں کے حقوق کسی نہ کسی طرح پہنچا کر ہی رہتے ہیں۔

ہمارے ایک استاد ایک تحصیل دار کا قصہ سناتے تھے، جب وہ حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور دینی حالت سدھرنے لگی اور آخرت کی فکر نے ادائیگی حقوق کی طرف متوجہ کیا، انہوں نے اپنے زمانۂ تعیناتی میں جو رشوتیں لی تھیں ان کو یاد کیا اور حساب لگایا، عموماً (تقسیم ہند سے قبل) متحدہ پنجاب کی تحصیلوں میں وہ تحصیلداری پر مامور رہے تھے اور جن لوگوں سے رشوتیں لی تھیں ان میں زیادہ تر سکھ قوم کے لوگ تھے، انہوں نے تحصیلوں میں جا کر مقدمات کی پرانی فائلیں نکلوائیں اور ان کے ذریعہ مقدمات لانے والوں کے پتے لئے، پھر گاؤں گاؤں ان کے گھر پہنچے، اور بہت سوں سے معافی مانگی اور بہت سوں کو نقد رقم دے کر سبکدوشی حاصل کی، ان تحصیلدار صاحب سے ہمارے استاد موصوف کی خود ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اپنا یہ واقعہ خود سنایا تھا، وہ کہتے تھے کہ اکثر ادا کر چکا ہوں تھوڑا باقی ہے جس کے لئے برابر فکر مند ہوں، بہت سے لوگ مرید بھی ہو جاتے ہیں، بزرگوں کے ہاتھ پر توبہ بھی کر لیتے ہیں، لیکن یہ توبہ صرف زبانی ہوتی ہے، نہ حرام کمانا چھوڑتے ہیں نہ حرام کھانا ترک کرتے ہیں، نہ بنک کی ملازمت سے الگ ہوتے ہیں، نہ رشوت لینے سے بچتے ہیں، نہ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ غیبت سے بچتے ہیں، بلکہ مرید ہو کر غیبت کے ایک سبب میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور وہ یہ کہ جو لوگ اپنے شیخ کے طریقے پر نہ ہوں ان کی غیبتیں شروع ہو جاتی ہیں، اور دوسروں کی غیبت کرنے کو اپنے شیخ کی تعریف کا جزو اعظم سمجھتے ہیں، یہ سب زندگی کے خطرناک اعمال ہیں، آخرت کی فکر نہیں۔ ہے تو کس کام کی مریدی اور کیسی توبہ؟

سبحہ برکف توبہ برلب دل پر از ذوقِ گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ممکن ہے بعض حضرات یہ سوال کریں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ حقوق مار لئے اور جو ہونا تھا ہو چکا اب اُن کے پاس پیسے نہیں، کس طرح ادا کریں' اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کے پاس پیسے تو ہیں لیکن اصحابِ حقوق یاد نہیں، اور تلاش کرنے سے بھی نہیں مل سکتے. ان کو پہنچانے کا کوئی راستہ نہیں تو کیا کریں ؟

اس کے بارے میں عرض ہے کہ اللہ کی شریعت میں اس کا بھی حل موجود ہے' اور وہ یہ کہ جو اصحابِ حقوق موجود ہیں ان سے جا کر یا بذریعہ خطوط معافی مانگیں اور ان کو بالکل خوش کر دیں' جس سے اندازہ ہو جائے کہ انہوں نے سچے دل سے حقوق معاف کر دیئے، اگر وہ معاف نہ کریں تو اُن سے مہلت لے لیں اور تھوڑا تھوڑا کما کر اور آمدنی میں سے بچا کر ادا کریں، اور اگر ادائیگی سے پہلے اُن میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ورثہ کو باقی ماندہ حقوق پہنچا دیں اور جن لوگوں کا پتہ معلوم نہ ہو تو ان کی طرف سے اُن کے حقوق کے بقدر مسکینوں کو صدقہ دے دیں' جب تک ادائیگی نہ ہو صدقہ کرتے رہیں۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتا رہے توبہ کرتا رہے اور استغفار کی بھی کثرت کرے. استغفار کے صیغے کتابُ الذّکر و الدُّعا میں گزر چکے ان کو دیکھ لیا جائے۔

فَإِن كَانُوٓا۟ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ ۚ مِنۢ بَعْدِ

وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ

وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

كِتَابُ الْوَصِيَّةِ

وصیّت کی تاکید اور اس کے احکام

مُوصِی اور مُوصٰی لَہٗ اور وَصِیّ کو ھدایات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وصیّت کی ضرورت اور اہمیّت

انسان دُنیا میں رہتا ہے تو لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے کسی سے لینا کسی کو دینا حقوق واجبہ ہوتے ہیں۔ قرضے لئے جاتے ہیں، امانتیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور موت کا کچھ پتہ نہیں کب آجائے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ وصیّت لکھی ہوئی ہر وقت تیار رہے جس جس کا جو کچھ حق ہے یا قرضہ ہے یا امانتیں ہیں یا دینی فرائض اور واجبات ہیں جن کی ادائیگی باقی ہے ان سب کو کسی کاپی وغیرہ میں لکھ کر رکھے اور وصیّت تیار رہے تاکہ اچانک موت آجائے تو وارثین ان سب کو ادا کریں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کسی مسلمان کے پاس کوئی چیز ہو جس کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لئے یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائیں اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔

(صحیح بخاری ۳۸۲ ج ۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو وصیّت پر موت آئی (یعنی وصیت کر کے مرا) وہ صحیح راستہ پر اور سنت پر مرا، اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور بخشا ہوا ہونے کی حالت میں مرا۔ (سنن ابن ماجہ ۱۹۴)

وارثوں کے لئے مال چھوڑنا بھی ثواب ہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں فتح مکہ کے سال ایسا مریض ہوا کہ یہ محسوس ہونے لگا کہ ابھی موت آنے والی ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ میرے پاس بہت سا مال ہے اور (فرائض میراث کے اعتبار سے) صرف میری بیٹی کو میراث کا حصّہ پہنچتا ہے تو کیا میں اپنے پورے مال کی

وصیت کردوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا دو تہائی کی وصیت کردوں۔ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا آدھے مال کی وصیت کردوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا تہائی مال کی وصیت کردوں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تہائی مال کی وصیت کرسکتے ہو۔ اور تہائی (بھی) بہت ہے۔ بلاشبہ اگر تم اپنے وارثوں کو (جن کو عصبہ ہونے کے اعتبار سے میراث پہنچتی ہے) مالدار ہونے کی حالت میں چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں تنگدستی کی حالت میں چھوڑ دو جو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلایا کریں اور اس میں شک نہیں کہ تم جو بھی کوئی خرچہ کروگے جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو تمہیں ضرور اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ ایک لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دے دوگے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔ (صحیح بخاری ص ۳۸۳ ج ۱)

وصیّت صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے

وصیّت کا اصول یہ ہے کہ وہ صرف تہائی مال میں نافذ ہوسکتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مرنے والا تہائی مال سے کم میں وصیت کرے اور بہت سے بہت تہائی مال تک وصیت کرنے کی گنجائش ہے۔ جتنی بھی وصیتیں ہوں گی وہ تجہیز و تکفین اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے اس کے تہائی میں نافذ ہوں گی۔

اگر تہائی سے زیادہ مال کی وصیّت ہو تو وہ بھی بالغ ورثا کی اجازت سے مرنے والے کی موت کے بعد نافذ ہوسکتی ہے۔ اس کی زندگی میں جو کوئی وارث اجازت دے دے وہ معتبر نہیں ہے۔ اگر وارثوں نے اس کی زندگی میں تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کی اجازت دے دی تھی تو اس کی موت کے بعد منسوخ کرسکتے ہیں اور وصیت کرنے والا جو کچھ وصیت کردے وہ بھی اپنی زندگی میں منسوخ کرسکتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی کے کوئی وارث نہ ہو تو اس کو پورے مال کی وصیت کردینا بھی درست ہے۔

وصیّت نافذ کرنے سے پہلے قرضے ادا کیے جائیں گے

وصیت کے مطابق خرچ کرنے کا تعلق وارثوں سے ہوجاتا ہے۔ وہ دیانت داری سے خرچ کریں یا نہ کریں اس کا احتمال ہوسکتا ہے' اس لئے جو کچھ فی سبیل اللہ خرچ کرنا چاہے زندگی

میں خرچ کر دے۔ البتہ ایسا نہ ہو کہ گھر والے ضرورت مند ہوں۔ ان کی ضروری حاجتیں رکی رہیں اور یہ باہر خرچ کرتا رہے اور ایسا بھی نہ ہو کہ لوگوں کے قرضے چڑھے ہوئے ہوں اور سخاوت کے جوش میں ثواب کے کاموں میں خرچ کرتا رہے اور قرضوں کی ادائیگی رکی رہے۔ اگر زندگی میں نیک کاموں میں خرچ نہ کر سکا اور موت سے پہلے وصیت کر دی کہ فلاں فلاں جگہ اتنا مال خرچ کر دیا جائے اور قرض اتنا ہے کہ جتنا مال ہے وہ سب ان کی ادائیگی میں ختم ہو جاتا ہے تو نہ وصیت نافذ ہوگی نہ میراث میں کسی کو کچھ ملے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ آیت پڑھتے ہو :

مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ ۔

(جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وصیّت مقدّم ہے)، اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیّت نافذ کرنے سے پہلے قرضے کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ والترمذی)

آیت کریمہ میں جو وصیت کو دَین سے پہلے ذکر کیا ہے (اور بار بار ایسا ہی فرمایا ہے) بعض علمائے اس کی یہی حکمت بتائی ہے کہ جن لوگوں کا قرض ہے وہ تو لڑ جھگڑ کر قوت وطاقت سے وصول کرلیں گے اور وصیّت کا نافذ کرنا محض وارثوں کے رحم وکرم پر ہے، نہ مسجد یا مدرسہ والے دعویٰ لے کر اٹھیں گے نہ دوسرا شخص جس کے لئے وصیت کی ہے جھگڑنے کے لئے کھڑا ہوگا (بلکہ بعض مرتبہ اسے پتہ بھی نہیں ہوتا جس کے لئے وصیت کی ہے) اس لئے قرآن مجید میں بطور تاکید اور شدتِ اہتمام ظاہر فرمانے کے لئے وصیت کو ترتیب ذکری میں مقدّم فرمایا اگرچہ وہ عملاً دَین سے مؤخر ہے۔

مسئلہ :- وصیّت کرنے میں پہلے فرائض کو مقدم کیا جائے۔ مثلاً اگر وصیت کرنے والے نے حج فرض نہیں کیا تھا یا اس کے ذمّہ زکواتیں فرض ہوئی تھیں اور اس نے نہیں دیں یا کفارات واجبہ ہیں جن کی ادائیگی باقی ہے۔ ان چیزوں کی ادائیگی کو وصیّت میں مقدم کرے۔ اگر اس نے فرائض اور واجبات کے ساتھ غیر فرض اور غیر واجب کاموں کی وصیّت کر دی تب بھی ان لوگوں پر لازم ہے جن کے قبضہ میں اس کا مال آجائے کہ فرائض اور واجبات کو مقدم کریں۔ اگرچہ اس نے وصیّت میں ان کا ذکر بعد میں کیا ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی نابالغ لڑکا یا لڑکی وصیت کردے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اس کا سارا سامان اصولِ شریعت کے مطابق وارثوں کو تقسیم کر دیا جائے گا۔

مسئلہ: جو شخص مرنے والے کے ترکہ سے اپنا میراث کا حصہ پانے والا ہو۔ اس کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر دوسرے ورثاء اجازت دے دیں تو جائز ہے لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر وہ اجازت دے دے تب بھی اس کے حصہ میں سے کچھ کم کرنا جائز نہیں ہے۔

فقد روی ابوداؤد عن أبی أمامة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لا وصیة لوارث، ویروی ابن عباس مرفوعًا: لا وصیة لوارث إلا أن یشآء الورثة۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۶۵ وحدیث ابن عباس منقطع ۱۲)

مسئلہ: غیر وارث کے لئے وصیت کرنا جائز تو ہے لیکن اس میں بدنیتی جائز نہیں بعض لوگ یہ سمجھتے ہوئے کہ مرنے کے بعد بیٹے برابر، برابر مال تقسیم کرلیں گے اور چاہتے ہیں کہ ایک بیٹے کو زیادہ مال پہنچ جائے تو اس کے کسی بیٹے کے لئے وصیت کر دیتے ہیں تاکہ پوتے کے بہانہ سے اس کے باپ کو مال زیادہ پہنچ جائے یہ بدنیتی ہے اور شرعًا جو حصہ پہنچتا ہے اس میں کٹوتی کرنے کے مترادف ہے، اس طرح کسی وارث کو میراث سے محروم کرنے کے لئے کسی کو مالِ ہبہ کر دینا جائز نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے وارث کی میراث سے کوئی حصہ کاٹ دیا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کاٹ دیں گے۔ (سنن ابن ماجہ ۱۹۴)

میراث کی تقسیم نفع پہنچانے یا خدمت زیادہ کرنے کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اولاد ہونے کی بنیاد پر ہے۔ لہٰذا کسی بھی لڑکے یا لڑکی کو میراث سے محروم کرنا یا ایسی وصیت کر دینا کہ اسے میراث نہ ملے شرعًا حرام ہے۔

بعض لوگ بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے کے لئے زندگی ہی میں بیٹوں کے نام یا کسی ایک بیٹے کے نام جائیداد کر دیتے ہیں تاکہ دوسری اولاد محروم ہو جائے۔ اور بھی طرح طرح کی

غیر شرعی وصیتیں کر جاتے ہیں جس سے گنہ گار ہوتے ہیں۔ وارث کو میراث سے محروم کرنے کے لئے کسی کو مال ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ مرد اور عورت ساٹھ سال تک اللہ کی فرمانبرداری میں لگے رہیں۔ پھر ان کو موت حاضر ہو جائے اور وصیت کرنے میں کسی کو ضرر پہنچانے کا پہلو اختیار کرلیں تو ان کے لئے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔ حدیث بیان کر کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء کی آیات مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ــــــــ سے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ تک پڑھیں۔ (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ ۲۶۵ ج ۱)

حج بدل کی وصیّت

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا قرضوں کی ادائیگی کے بعد تہائی مال میں وصیّت نافذ ہو سکتی ہے (اگرچہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی کی وصیّت ہو) اگر حج بدل کی وصیّت ہو تو اس کی طرف سے حج بدل کرانے کے لئے کسی کو بھیج دیا جائے، اگر اس کے لئے تہائی مال کافی نہ ہو اور بالغ ورثاء اپنے پاس سے بقدر ضرورت تہائی سے زائد مال دے دیں تو بہتر ہے لیکن یہ ان پر واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: یہ حج مرنے والے کے شہر سے کسی شخص کو بھیج کر کرائیں جو سواری پر جا کر اس کی طرف سے حج کرلے، اگر اس کی وصیت کے مطابق اس کے شہر سے کسی کو بھیج کر حج کرانا چاہیں اور اس کے لئے وصیّت کی رقم کافی نہیں اور ورثاء اپنے پاس سے بھی نہیں دیتے تو جس کسی شہر سے بھی آدمی بھیج کر حج کرایا جا سکتا ہو۔ وہیں سے کسی کو بھیج دیا جائے اور وصیّت کی رقم اس پر خرچ کر دی جائے۔

مسئلہ: جس کسی کی ملکیت میں اتنا مال ہو جس کے ذریعہ کھانے پینے کے خرچے کے ساتھ سواری پر مکّہ معظمہ آجا سکے اور جن لوگوں کا اس پر نان و نفقہ واجب ہے واپس آنے تک اس کا انتظام کر سکے تو اس پر حج کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ حدیث شریف میں فرضیت حج کے بعد جلدی حج کرنے کا حکم فرمایا ہے (من اراد الحج فلیعجل (رواہ ابوداؤد)

آج کل لوگوں نے حج کے بہت سے خرچے اپنے ذمہ لگا لئے ہیں سامان خرید کر لاتے ہیں اور عزیزوں کو قیمتی ہدایا دیتے ہیں، ان سب کو انہوں نے حج کے خرچ میں شمار کر رکھا ہے۔ بہت سے لوگ مر جاتے ہیں اور اس لئے حج نہیں کر پاتے کہ ان کے پاس رواجی خرچ نہیں ہوتا۔ یا خرچ ہوتا تو ہے لیکن لڑکیوں کی رواجی شادیاں اور دوسرے دنیاوی انتظامات کی وجہ سے حج کرنے میں تاخیر کرتے ہیں ان میں بعض لوگ ایسے وقت حج کرتے ہیں جب کہ بوڑھے کھوسٹ ہو جاتے ہیں، احکام حج ادا کرنے سے بوجہ ضعف اور کمزوری قاصر رہتے ہیں اور بعض لوگ گھر بار کے انتظامات کے انتظار میں مر جاتے ہیں اور حج سے رہ جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جسے کسی مجبوری نے یا کسی ظالم بادشاہ نے یا روکنے والے مرض نے حج سے نہ روکا اور مر گیا اور حج نہ کیا تو اسے چاہیئے کہ یہودی ہونے کی حالت میں مر جائے یا نصرانی ہونے کی حالت میں مر جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۲۲۲ عن الدارمی)

بڑے بڑے سیٹھ حج نہیں کرتے اور یوں ہی مر جاتے ہیں، لاکھوں روپے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیوں پر ریاکاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں لیکن حج کے لئے رقم خرچ کرنے سے ان کا دل دکھتا ہے۔

دنیا سے ہر شخص چلا جائے گا اور سب کا مال یہیں دھرا رہ جائے گا اپنی زندگی میں حج ضرور کر لیا جائے اگر حج نہ کیا تو حج بدل کی وصیت کر دیں، اگر وصیت کر دی تو اب ذمہ داری وارثوں پر آ گئی، بعض مرتبہ وارث وصیت کے باوجود حج بدل نہیں کراتے اور مال خود ہی کھا جاتے ہیں ایسا کرنا حرام ہے۔

وفاداری کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر مرنے والا وصیت نہ کرے تب بھی اس کی طرف سے حج کرا دیں، انہیں وارثوں کے لئے تو مرنے والوں نے مال جمع کیا تھا اور انہیں کے لئے مال چھوڑنے کی نیت سے تو حج سے محروم رہا۔

احقر جس زمانے میں کلکتہ میں قیام پذیر تھا، ایک حافظ صاحب نے ایک واقعہ سنایا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرنے والے شخص کے ورثاء ان کے پاس آئے اور کہا ہم نے اپنے والد کو دفن کیا تھا، پہلے دن رات کو گیدڑ آئے اور ان کی قبر کی تھوڑی سی مٹی ہٹا کر چلے گئے، دوسری رات کو آئے تو پوری مٹی کھود کر پھینک دی جس سے نعش نظر آنے لگی، پھر تیسری رات کو آئے تو میت کی

گردن کاٹ کر باہر ڈال کر چلے گئے۔ حافظ صاحب موصوف نے دریافت کیا کہ تمہارے والد اعمال کے اعتبار سے کیسے تھے؟

انہوں نے کہا وہ تو نیک آدمی تھے نمازی تھے۔ حافظ صاحب نے دریافت کیا کہ ان پر حج فرض تھا یا نہیں؟ اور حج فرض ہوتے ہوئے حج کیا تھا یا نہیں؟ کہنے لگے ہاں حج تو تھا فرض لیکن انہوں نے ادا نہیں کیا تھا۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ ان کے ساتھ قبر میں جو واقعہ پیش آیا اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اب تم لوگ ان کے ترکہ میں سے کسی کو بھیج کر ان کی طرف سے حج کرادو۔

اس پر وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ اچھا ہم لوگ مشورہ کریں گے، گھر میں ماں بیٹوں نے مشورہ کیا تو کوئی بھی حج بدل کے لئے اپنے حصّہ میں سے پیسے دینے کو راضی نہ ہوا بلکہ الٹا مرنے والے کو بے وقوف بنانے لگے اور کہنے لگے کہ حج اس پر فرض ہوا تھا اور مال بھی پاس تھا اسے اپنا فریضہ خود ادا کرنا چاہیئے تھا ہم اپنے مال میں سے کیوں دیں؟

دیکھا یہ وہی وارث ہیں جن کے لئے مال کمایا اور جمع کرکے چھوڑا، اسی دنیا میں نفسا نفسی کا مظاہرہ سامنے آگیا۔ مال کی محبت آخرت کو تباہ کرنے والی ہے جو اوپر حج چھوڑنے کی وعید گزری اس کو دیکھو اور مال کی محبّت میں حج ترک کرنے والوں کی کنجوسی پر نظر ڈالو، واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ لوگوں کو آخرت کی فکر نہیں، وہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے بجائے فرائض ترک کرکے (جو مال سے متعلق ہیں) دوزخ میں جانے کو تیار ہیں۔ اللہ تعالےٰ سمجھ دے۔

گناہ کی وصیّت کرنا گناہ ہے

کسی بھی گناہ کی وصیّت کرنا حلال نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص گناہوں میں مال خرچ کرنے کی وصیّت کردے تو وہ نافذ نہ ہوگی۔ شرک اور بدعت کے کاموں کے لئے کوئی شخص وصیّت کردے تو وہ بھی نافذ نہ ہوگی۔ اس کے متعلقین اور ورثاء پر لازم ہے کہ اس طرح کی وصیّت کو نافذ نہ کریں۔

بہت سے لوگ اپنی بعض اولاد کو عاق کر دیتے ہیں اور حاکم کے یہاں یہ لکھوا دیتے ہیں کہ اس کو ہماری میراث سے کچھ نہ دیا جائے، ایسا کرنا حرام ہے اگر کوئی شخص ایسا لکھ بھی دے تب بھی کوئی اولاد حصّہ شرعی سے محروم نہ ہوگی اور لامحالہ شرعی حصّہ دینا ہی ہوگا۔

مسئلہ:۔ یہ وصیّت کرنا کہ میری قبر پکی بنا دینا یا قبر پر قبہ بنا دینا یا قبر پر کسی حافظ کو

بٹھا دینا جو قرآن شریف پڑھ کر بخشا کرے یہ وصیتیں جائز نہیں ہیں ان پر عمل نہ کیا جائے۔

مسئلہ:۔ یہ وصیت کرنا کہ مجھے اپنی بستی یا شہر کے قبرستان سے دور لے جاکر فلاں شہر یا بستی میں دفن کرنا یہ وصیت بھی درست نہیں۔

مسئلہ:۔ یہ وصیت کرنا کہ میری موت ہو جانے کے بعد نوحہ کرنے والیوں کو بلانا یا وصیت کرنا کہ ڈھول ڈھماکہ کے ساتھ میرے جنازہ کو قبرستان تک لے جانا یہ سب وصیتیں باطل ہیں اور گناہ ہیں۔

وصیّت کو بدلنے کا گناہ

جب وصیت کرنے والا وصیت کرکے وفات پاجائے تو اس کے ورثاء اور جس کو اس نے وصی یا مختار بنایا ہو، اسی طرح حکام اور قاضی ان لوگوں پر ضروری ہے کہ مرنے والے نے جو وصیت کی اس کے مُطابق شرعی اصول پر نافذ کردیں۔ وصیت کرنے والا تو دنیا سے چلا گیا۔ اس کے اختیارات ختم ہوگئے۔ اب مال دوسروں کے قبضہ میں ہے۔

ان لوگوں پر لازم ہے کہ وصیت کو صحیح طریقہ پر نافذ کریں جس کو جتنا دینا ہے اس کو دینے سے دریغ نہ کریں، فقراء اور مساکین کے لئے وصیت کی ہے انہیں معلوم بھی نہیں کہ ہمارے لئے کوئی وصیت کی گئی ہے اور بعض رشتہ دار جو دور رہتے ہیں ان کے لئے وصیت کی اور انہیں اس کا پتہ نہیں ہے یہ لوگ خود سے تقاضا کریں گے نہیں۔ اب جن کے قبضہ میں مال ہے وہ دیں یا نہ دیں کم دیں یا زیادہ دیں، وصیت کو چھپائیں یا ظاہر کریں، یہ سب ان کے کرنے نہ کرنے سے متعلق ہے۔ اور وصیت نافذ کرنے اور مال تقسیم کرنے کی ذمہ داری انہیں پر ہے۔ یہ لوگ آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے سارا کام انجام دیں۔ وصیت کو ادل بدل نہ کریں۔ اگر وصیت میں تبدیلی کریں گے تو گناہگار ہوں گے اور آخرت میں باز پرس ہوگی۔ آیت کریمہ

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ (سورۂ بقرہ)

میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ اگر وصیت میں ظلم کیا گیا ہو (مثلاً پورے مال کی وصیت کر دی یا ورثاء کی اجازت کے بغیر تہائی مال سے زائد کی وصیت کر دی) تو اس کا بدل دینا واجب ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص وصیت کرکے مرجائے (اور ادائیگی کے لئے مال بھی چھوڑا ہو) تو اس کی آخرت کی ذمہ داری ختم

ہوگئی۔ اب ذمہ داری وارثوں پر آگئی۔ اگر انہوں نے ادائیگی نہ کی تو وہ لوگ گناہ گار ہوں گے۔ ان کا ادا نہ کرنا تبدیل وصیت کی ایک صورت ہے۔

نیز علامہ جصاصؒ لکھتے ہیں کہ جس کسی پر زکوٰۃ فرض ہوئی اور اس کی ادائیگی کئے بغیر مرگیا تو وہ گناہگار ہوگا اور زکوٰۃ روکنے والوں کے حکم میں داخل نہ ہوگا اگر اس نے ادائیگی زکوٰۃ کی وصیت کردی اور ورثاء نے وصیت نافذ نہ کی تو وہ گناہ سے بری ہوگیا اور اب وصیت بدلنے والے گناہگار ہوں گے۔

ضروری مسائل اور تنبیہات

مسئلہ: جب کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہوگیا جس میں وہ مرنے والا ہے تو ابھی سے اس کے سارے اموال واملاک سے صرف تہائی حصہ اس کا اپنا مانا جائے گا البتہ اپنی دوا دارو میں خرچ کرنے پر کوئی پابندی نہیں، لیکن اس کو بہانہ بنا کر بے تحاشہ بے تکے طریقہ پر خرچ نہ کرے۔

جو لوگ بیمار پرسی کے لئے آئیں اگر ان میں کوئی شخص ایسا ہے جسے مریض کی خدمت کی ضرورت ہے تو اس کے کھلانے پلانے پر خرچ کرنے میں پابندی نہیں کہ تہائی مال ہی سے ہو۔ البتہ جو لوگ یوں ہی مزاج پرسی کے لئے یا ملنے ملانے کے لئے آتے جاتے ہوں۔ ان پر صرف تہائی مال میں سے خرچ کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ: مُردے کے مال میں سے میراث تقسیم کرنے سے پہلے لوگوں کی مہمانداری آنے والوں کی خاطر مدارات کھلانا پلانا، صدقہ خیرات وغیرہ کچھ کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد سے دفن کرنے تک جو کچھ اناج وغیرہ فقیروں کو دیا جاتا ہے مُردہ کے مال میں سے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ مُردے کو ہرگز کچھ ثواب نہیں پہنچتا بلکہ اس کو ثواب سمجھنا سخت گناہ ہے کیونکہ اب یہ سب مال وارثوں کا ہوگیا۔ پرائی حق تلفی کرکے دینا ایسا ہی ہے جیسے غیر کا مال چرا کے دے دے۔ اوّل سب مال وارثوں کو بانٹ دیں پھر ان کو اختیار ہے اپنے اپنے حصہ میں سے جو چاہیں دیں۔

مسئلہ: یہ جو دستور ہے کہ مرنے والے کے استعمالی کپڑے تقسیم میراث سے پہلے خیرات کردیئے جاتے ہیں یہ بھی بغیر اجازت وارثوں کے ہرگز جائز نہیں اور اگر وارثوں میں

کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی جائز نہیں پہلے مال تقسیم کر لو تب بالغ لوگ اپنے حصّہ میں سے جو چاہیں دیں۔ میراث کا مال تقسیم کرنے سے پہلے صدقہ خیرات کرنے کے لئے وارثوں سے اجازت بھی نہ لی جائے کہ مشترک مال سے صدقہ کر دیں کیونکہ وہ بدنامی سے بچنے کے لئے اوپر کے دل سے اجازت دے دیں گے جس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ: مرض الموت میں قرضہ معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں۔ اگر کسی وارث پر قرضہ تھا اور اس کو معاف کر دے تو معاف نہیں ہوگا کیونکہ یہ وصیت کے حکم میں ہے۔ ہاں اگر باقی دیگر بالغ ورثاء خوشی سے منظوری دے دیں تو جائز ہے۔ اگر کسی غیر وارث پر قرضہ تھا اور وہ معاف کر دیا تو صرف تہائی مال میں معافی معتبر ہو گی۔

مسئلہ: جب کوئی مرد یا عورت مرض الموت میں ہو تو عورت کا اپنے خاوند کو مہر معاف کرنا یا شوہر کا بیوی کے لئے کچھ وصیت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ میاں بیوی آپس میں وارث ہوتے ہیں۔

مسئلہ: یہ جو دستور ہے کہ مردے کے استعمال کے کپڑے یا برتن وغیرہ خیرات کر دیئے جاتے ہیں یہ بغیر اجازت وارثوں کے ہرگز جائز نہیں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی ایسا کرنا جائز نہیں۔ پہلے مال تقسیم کریں پھر بالغین اپنے حصّہ میں جو چاہیں شریعت کے موافق ایصال ثواب کے لئے خرچ کریں۔

بعض علاقوں میں اسی میراث کے مشترک مال سے میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر روٹیاں یا اور کوئی چیز تقسیم کی جاتی ہے اور بعض جگہ دفن کے بعد فقیروں یا شرکائے جنازہ کو گھر بلا کر کھانا کھلایا جاتا ہے اور یہ سب اسی مشترک مال میں سے خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ رسم بدعت بھی ہے اور اس میں مشترک مال سے خرچ کرنے کا وبال بھی ہے۔ کھانے والوں کو ہوش نہیں کہ ہم کیا کھا رہے ہیں۔ پھر یہ عقیدہ بھی جاہلانہ ہے کہ قبر پر تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا۔

پھر اسی مشترک مال سے تیجا، دسواں، چالیسواں کیا جاتا ہے اور سال بھر کے بعد برسی کی جاتی ہے ان کا بدعت ہونا تو سب کو معلوم ہی ہے لیکن میراث کے مشترک مال میں سے خرچ کرنا یہ مستقل گناہ ہے۔

بہت سے لوگوں کو قرآن پڑھنے کے لئے ایصال ثواب کے لئے گھر بلایا جاتا ہے یا بعض لوگوں کو مقرر کیا جاتا ہے کہ قبر پر چالیس دن تک قرآن پڑھتے رہو اور انہیں کھانا پینا اسی مال سے اجرت کے طور پر دیا جاتا ہے۔ اسی میں اوّل تو مال مشترک میں سے خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے ایصال ثواب کے دھوکہ میں رہتے ہیں جو شخص دنیاوی لالچ کے لئے قرآن مجید پڑھے اسے خود ہی ثواب نہیں ملتا دوسروں کو کیا ثواب بخشے گا۔

بہت سے علاقوں میں حیلۂ اسقاط کا رواج ہے۔ میراث کے اسی مال مشترک سے لے کر بیس تیس سیر غلہ اور کچھ رقم اور قرآن شریف لے کر میّت کے چاروں طرف گھما کر گھمانے والے آپس میں بانٹ لیتے ہیں اور ان کا بڑا سردار اولیاء میّت پر یکمشت مخصوص رقم واجب کر دیتا ہے وہ بالکل دکان داری کے طور پر گھٹاتا ہے اور واجب کرنے والا بڑھاتا ہے اور جس مقدار پر اتفاق ہو جاتا ہے اس کو واجب کرنے والے آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسی مشترک مال میں سے ہوتا ہے جس میں نابالغوں اور غائبوں اور بیواؤں کا بھی حصّہ ہوتا ہے۔ آپس میں تقسیم کرنے والے اور اس مال کے کھانے والے بظاہر اہل علم اور دیکھنے میں صالحین ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی ظاہری دنیاوی آمدنی کو دیکھتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ آخرت میں اس کا کیا وبال ہوگا؟

حیلۂ اسقاط کے لئے جو لوگ غلّہ اور رقم لے کر بیٹھتے ہیں اور میّت کے چاروں طرف گھماتے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ دس پانچ سیر مال کا سو من بن گیا کیونکہ آپس میں ہر ایک دوسرے کو بار بار دس پانچ سیر غلہ دیتا چلا گیا۔ یہ سراپا دھوکہ ہے، ہر ایک شخص جو دوسرے کی طرف منتقل کرتا ہے۔ یہ حقیقی طور پر دینا نہیں ہوتا کیونکہ اگر کوئی شخص مال لے کر چلا جائے تو اسے جانے نہیں دیتے۔

ایک جگہ ایسا ہی ہوا کہ لوگ حلقہ میں بیٹھے ہوئے غلّہ اور پیسے کی پوٹلی گھما رہے تھے اور ایک دوسرے کو دے رہے تھے ان میں سے ایک شخص پوٹلی لے کر بھاگ گیا۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور اسے پکڑ لیا، اس نے کہا کہ یہ مال واپس لے لو، میں اپنا قبضہ رکھنے کے لئے اسے لے کر نہیں بھاگا میں نے تم سب کو دکھانے اور بتانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا، اگر تم نے واقعی دے دیا ہے تو زبردستی واپس کیوں لیتے ہو؟

اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں ایک دوسرے کو دینا بالکل ہیرا پھیری ہے اور فریب ہے۔ اپنے اس عمل سے اولیاء میّت کو یہ بتانا کہ دس پانچ سیر غلّہ دینے سے سو من غلہ کا میت کو ثواب

مل گیا اور اس کے نماز اور روزوں کا کفارہ ہوگیا یہ سب فریب ہے' اس میں مرنے والے کو بھی فریب دینا ہے۔ وہ زندگی بھر حیلہ اسقاط دیکھتا ہے نماز روزہ میں قصداً کوتاہی کرتا ہے۔ فرض نمازیں چھوڑتا ہے، روزے کھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ نمازوں کی پابندی کرنے اور روزے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ موت آتے ہی میرے وارثین حیلۂ اسقاط کے ذریعہ سارے چھوٹے ہوئے روزوں اور نمازوں کا کفارہ ادا کر ہی دیں گے۔

جب تھوڑا سا مال خرچ کرنے سے زندگی بھر کی نمازوں اور روزوں کا کفارہ ہوجائے اور یہ بدعقیدہ لوگوں میں معروف ہوجائے تو پھر کسی کو نماز روزے کی پابندی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

افسوس ہے کہ یہ عالم نما جماعت جو حیلۂ اسقاط کا کاروبار کرتی پھرتی ہے اسے نہ حلال و حرام کا خیال ہے نہ بدعتوں سے بچنے کا دھیان، اور نہ مرنے والے کی خیرخواہی پیش نظر، بس ان کا اپنا من چنگا ہوجائے میّت کا کچھ بھی بنے اور عوام میں جو بھی کچھ بدعقیدگی پھیلے۔ فباللہ المشتکی وھو المستعان۔

صدقہ جاریہ کا اہتمام کرنا

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ایسے مرض میں مبتلا ہوجائے جس میں اسے موت آنے والی ہے تو اس کے اپنے مال میں اس کا صرف تہائی حصّہ رہ جاتا ہے اور دو تہائی مال وارثوں کا ہوجاتا ہے، اب صرف تہائی مال میں سے ہبہ بھی کرسکتا ہے اور وصیت بھی، تہائی مال سے زیادہ میں اسے تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس لئے اپنی زندگی ہی میں جب صحت مند اور تندرست ہو۔ اپنی آخرت کے لئے فکرمند ہوکر خیر کے کاموں میں مال خرچ کرتا ہے۔

مدارس اور مساجد کی تعمیرات میں حصّہ لے' مدارس میں تفسیر و حدیث کی کتابیں دے دے، کہیں کنواں کھدوا دے۔ مساجد میں پانی کا انتظام کرادے' مسافر خانہ بنادے، یتیموں مسکینوں، بیواؤں کی مدد کرے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہوئے جو ممکن ہو اللہ کی رضا میں خرچ کرتا رہے، خاص کر اپنے رشتہ داروں پر بھی خرچ کرے کیونکہ یہ صلہ رحمی ہے اور کسی خیر سے دریغ نہ کرے۔ اپنا آگے بھیجا ہوا اپنے ہی کام آئے گا۔ موت کے وقت جو مال اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے ثواب تو اس میں بھی ہے لیکن صحت اور تندرستی میں جو مال خرچ کیا

جائے اس کا ثواب زیادہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک درہم خرچ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو درہم خرچ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۵ ج ۱)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص موت کے وقت صدقہ کرتا ہے یا غلام آزاد کرتا ہے تو اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص ایسے وقت ہدیہ دے جبکہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ثواب کے اعتبار سے کون سا صدقہ بڑا ہے؟

آپؐ نے فرمایا کہ وہ صدقہ زیادہ بڑا ہے جبکہ تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو اور نفس میں کنجوسی ہو (یعنی نفس خرچ کرنا نہ چاہتا ہو) تو تنگدستی سے ڈرتا ہو اور مالداری کی آرزو لگائے ہوئے ہو اور تو صدقہ کرنے میں دیر نہ لگا۔ یہاں تک کہ جب روح گلے میں پہنچ گئی تو کہنے لگا کہ فلاں کو اتنا دینا۔ فلاں کو اتنا دینا۔ حالانکہ اب تو فلاں کا ہو ہی چکا۔

مطلب یہ ہے کہ تھوڑی دیر میں دم نکلتے ہی اب تو دوسروں ہی کا قبضہ ہو جائے گا دو تہائی تو وارثوں کا پہلے ہی ہو چکا ہے۔ مرض الموت سے پہلے اللہ کے لئے خرچ کرتا تو خود اپنے ہاتھ سے خرچ کرتا اور اس وقت تہائی دو تہائی کی کوئی بات نہ تھی۔ اب اگر ایک تہائی میں وصیت کر بھی دی تو وارثوں کے اختیار میں ہے وصیت نافذ کریں نہ کریں۔ لہٰذا زندگی ہی میں اپنے ہاتھ سے خرچ کرتے رہیں۔

اپنی زندگی میں کسی صدقہ جاریہ میں مال خرچ کر دینا چاہئے۔ صدقہ جاریہ وہ ہے جس کا ثواب موت کے بعد بھی ملتا رہے۔ اس کے بارے میں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ موت کے بعد مؤمن کو جو اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے پہنچتا رہتا ہے وہ علم ہے جسے اس نے سکھایا اور پھیلایا اور نیک اولاد ہے جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی یا وہ قرآن مجید

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح

ہے جو اس کی میراث سے وارثوں کو مل گیا یا اس نے مسجد تعمیر کردی یا مسافر خانہ بنا دیا یا نہر جاری کردی یا اپنے مال سے اپنی تندرستی اور زندگی میں ایسا صدقہ کردیا جو موت کے بعد اسے لاحق ہو رہا ہے (یعنی اسے اس صدقہ کا برابر ثواب پہنچ رہا ہے)۔

(رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکوٰۃ ۳۶)

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ

○

کتاب السّلُوک والاحسان

(تزکیۂ نفس کی ضرورت، انابت الی اللہ کی اہمیّت
صالحین کی خدمت میں حاضری دینے کی تاکید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سلوک واحسان

ہادی عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عقائد صحیحہ کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے ایسے ہی عبادات اور ان کے احکام اور اخلاقِ حسنہ و آدابِ معاشرت اور مسائل تجارت بتانے کے لئے بھی آپ کی بعثت ہوئی۔ آپ کا دین کامل ہے اور زندگی کے ہر شعبہ پر حادی ہے۔ آپ نے تعلیم بھی دی اور کرکے بھی دکھایا اور عملی طور پر ہر چیز کو واضح فرمادیا۔ انسانوں میں جو اخلاقِ فاضلہ ہیں ان سے متصف ہونے کا حکم فرمایا اور اخلاقِ رذیلہ سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔ قرآنِ مجید میں آپ کی جو صفاتِ عالیہ بتائی ہیں ان میں یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ بھی ہے اور وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ بھی ہے اور وَيُزَكِّيْهِمْ بھی ہے۔ یہ تزکیہ کیا ہے اور پاک کرنے کا کیا مطلب ہے اس کو سمجھنا چاہئے۔

بات یہ ہے کہ انسان میں خیر کا مادہ بھی ہے اور شر کے جذبات بھی ہیں نفس انسانی کو معصیت کی طرف رغبت ہوتی ہے اور عبادات کی مشقت سے دُور بھاگتا ہے پھر انسان سے جہاں خوبیوں کا مظاہرہ ہوتا ہے وہاں اس سے اخلاق رذیلہ کا مظاہرہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ جیسے اخلاقِ حسنہ واجب العمل ہیں ایسے ہی اخلاق رذیلہ واجب الترک ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے اہتمام کے ساتھ جہاں اخلاق حسنہ کی تعلیم دی اور ان کے اختیار کرنے پر زور دیا وہاں اخلاقِ رذیلہ کی مذمت اور شناعت و قباحت بھی بیان فرمائی اور ان کے بارے میں وعیدیں سنائیں۔

انہیں اخلاق رذیلہ مثلاً تکبر، اعجاب نفس، حُبِّ جاہ، حُبِّ مال، بُخل، حسد، بغض، کینہ، ریا وغیرہا سے نفوس کو پاک کرنے کا نام تزکیہ ہے انسان اچھے اخلاق تو آسانی سے اختیار کرلیتا ہے لیکن اخلاق رذیلہ کا چھوڑنا نفس پر بہت شاق گذرتا ہے خاص کر تکبر اور حُبِّ جاہ اور ریاکاری تو ایسی چیزیں ہیں کہ ان سے بچ کے گذر جانا بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔

جو رذائل سے پاک وصاف ہو گیا درحقیقت وہ کامیاب ہو گیا۔ سورۃ الشمس میں فرمایا:
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (وہ شخص کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک کر لیا)۔
اور سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (بامراد ہوا وہ شخص جو پاک ہو گیا) اور سورہ فاطر میں فرمایا وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ (اور جو شخص پاک ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس کے لئے پاک ہوتا ہے)

نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک صاف رکھنا بھی قرآنی تعلیمات کا ایک بہت بڑا جزو ہے، اخلاق عالیہ کی تحصیل اور اخلاق رذیلہ سے اجتناب اور پرہیز یہ بھی امور شرعیہ ہیں. رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد امت میں آپ کے علوم واعمال سنبھالنے والے اور ان کو لے کر آگے بڑھانے والے اور امت تک پہنچانے والے حسب توفیق اپنی اپنی استعداد کے موافق مختلف کاموں میں لگ گئے، بہت سے حضرات نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور بہت سے حضرات روایت حدیث میں مشغول ہو گئے اور بہت سے حضرات استنباط اور اجتہاد کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے علم فقہ مدون فرمایا اور بہت سے حضرات تزکیہ نفس میں مشغول ہو گئے. ان حضرات کو صوفیاء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، حضرات صوفیاء جو کام لے کر بیٹھے یہ کوئی شریعت سے علیحدہ چیز نہیں ہے ایک مسلمان بندہ ظاہر و باطن سے اپنے رب کی طرف متوجہ رہے ہر وقت ذاکر ہو اس کی نیت میں اخلاص ہو، عبادات میں احسان ہو توکل سے متصف ہو، اس میں تواضع کی صفت ہو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو جانتا اور ادا کرتا ہو، معاصی سے نفرت ہو، عبادات میں دل لگنے کی کیفیت حاصل ہو، خشوع وخضوع سے نماز پڑھتا ہو اسی کا نام تصوف اور سلوک و احسان اور طریقت ہے، یہ سب چیزیں شریعت ہی کا جزو ہیں. شریعت اور طریقت کو جو لوگ علیحدہ سمجھتے ہیں وہ طریقت کو جانتے ہی نہیں البتہ اس میں شک نہیں کہ گدی نشینی کے رواج نے خانقاہوں کو بھی خراب کر دیا اور طریقت کو بھی بگاڑ دیا اور ایسے بے راہ اور گمراہ پیروں کو دیکھ کر بہت سے لوگ تصوف اور حضرات صوفیاء ہی پر نکیر کرنے اور تصوف ہی کو گمراہی قرار دینے لگے یہ تو سب جانتے ہیں کہ ہر جماعت میں اچھے برے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں پیروں میں بھی دنیادار مکار، چال ساز ظاہر ہو گئے لیکن اس کی وجہ سے صوفیاء کی پوری جماعت کو مطعون کرنا اور نفس تصوف ہی کو برا سمجھنا

بے انصافی کی بات ہے۔ اس تمہید کے بعد اب ہم رسالہ قصد السبیل سے مختصر کر کے چند باتیں لکھتے ہیں یہ رسالہ تصوف کا نچوڑ ہے جو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی تالیف ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

ہدایت اوّل

سلوک جس کو عرف میں تصوف کہتے ہیں اُس کی حقیقت یہ ہے تعمیر الظاھر و الباطن یعنی ظاہر و باطن کو آراستہ و معمور کرنا ظاہر کو اعمال جوارح ضروریہ سے اور باطن کو عقائد حقہ و اخلاق باطنہ مثل اخلاص و شکر و صبر و زہد و تواضع وغیرہا سے اس کا ایک مرتبہ تو یہ ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ مرتبہ اولی کے ساتھ ظاہر کو طاعات غیر ضروریہ (مستحبہ و مندوبہ) میں اور باطن کو دوام ذکر میں بھی مشغول کرنا، مرتبہ اولیٰ کی تحصیل ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور اس کے لئے دو چیزوں کی حاجت ہو گی اس لئے اُن کا اہتمام بھی ضرور ہو گا۔ ایک بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنا خواہ پڑھ کر خواہ علماء سے پوچھ پوچھ کر۔

ہدایت دوم

صحیح ترتیب سلوک مرتبہ دوم کی یہ ہے کہ اوّل گناہوں سے توبہ خالصہ کرے اور کچھ عباداتِ واجبہ نماز وغیرہ اُس کی فوت ہوئی ہوں تو اُن کو قضا کرنا شروع کر دے اور اگر اس کے ذمّہ کچھ حقوق العباد ہوں تو اُن کے ادا کرنے کے بندوبست میں لگ جائے یا اہلِ حقوق سے معاف کرائے کیونکہ بدون ان کے کہ اُن سے سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کرے اگر عمر بھر بھی ریاضت و مجاہدہ کرے گا ہرگز مقصود حقیقی تک رسائی نصیب نہ ہو گی اور توبہ کے ساتھ آئندہ کے لئے بھی قوی عزم رکھے کہ اللہ و رسُول کی اطاعت میں گو نفس کو کتنی ہی ناگواری ہو اور گو مال یا جان کا کتنا ہی بڑا ضرر ہو اور گو کوئی نفسانی دنیوی مصلحت کیسی ہی فوت ہوتی ہو اور گو خلق کتنا ہی ملامت کرے سب برداشت کریں گے اور اللہ و رسُول کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے اگر اتنی ہمت نہیں تو وہ طالبِ حق نہیں ہے۔

ہدایت سوم

شیخ کامل وہ ہے جس میں یہ علامات ہوں (۱) بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو۔ (۲) عقائد واعمال واخلاق میں شرع کا پابند ہو (۳) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دُنیا ہے (۴) کسی شیخ کامل کی صحبت میں چندے رہا ہو (۵) اس کے زمانے کے منصف علماء ومشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں (۶) بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اُس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ (۷) اس سے جو لوگ بیعت ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتبارِ اتباعِ شرع وقلتِ حرصِ دنیا کے اچھی ہو۔ (۸) وہ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور اُن کی کوئی بُری بات سُنے یا دیکھے تو اُن کو روک ٹوک کرتا ہو یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے (۹) اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دُنیا کی محبّت میں کمی اور حق تعالٰے کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو (۱۰) خود بھی وہ ذاکر وشاغل ہو بدونِ عمل یا بدونِ عزمِ عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی، جس شخص میں یہ علامات ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا نہیں یا اس کو کشف بھی ہوتا ہے یا نہیں یا یہ جو دُعا کرتا ہے وہ (فوراً) قبول ہو جاتی ہے یا نہیں یا یہ صاحبِ تصرفات ہے یا نہیں کیونکہ یہ امور لوازمِ مشیخت یا ولایت میں سے نہیں ہیں۔

ہدایت چہارم

جب شیخ کامل میسّر ہو جاوے اور اس سے بیعت کا ارادہ کرے تو اوّل یہ سمجھ لے کہ بیعت سے غرض کیا ہے کیونکہ اس میں لوگوں کی مختلف غرضیں ہوتی ہیں بعضے تو صاحبِ کشف وکرامت بننا چاہتے ہیں سو ہدایت سوم میں ابھی گذر چکا ہے کہ کشف وکرامت شیخ میں ہونا ضروری نہیں جب شیخ کے بارے میں یہ بات ہے تو بیچارہ مرید اس کی کیا ہوس کرے اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ سلسلے میں داخل ہونے سے پیر بخشش کے ذمّہ دار ہو جائیں گے قیامت میں دوزخ میں نہ جانے دیں گے خواہ کیسے ہی عمل کرتے ہوں یہ بھی محض غلط ہے خود جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا ہے اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ (اپنی جان کو دوزخ سے بچا) بعضے یہ جانتے ہیں کہ پیر صاحب ایک نظر میں کامل کردیں گے ہم کو نہ محنت کرنا پڑے گی نہ معاصی کے ترک

کا قصد کرنا پڑے گا یہ بھی صحیح نہیں ہے اگر اس طریق سے کام بن جاتا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کچھ بھی نہ کرنا پڑتا۔ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون کامل النظر ہوگا آپ کی صحبت میں رہنے والوں کو بھی عمل کی ضرورت تھی۔

بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ پیر صاحب کے عملیات بڑے مجرّب ہیں ضرورت کے وقت ان سے تعویذ گنڈے لے لیا کریں گے یا پیر صاحب بڑے مقبول الدعوات ہیں مقدمات وغیرہ میں ان سے دعا کرایا کریں گے اور سب کام اپنی مرضی کے موافق ہو جایا کریں گے ہم خود ان سے ایسی چیز سیکھ لیں گے کہ ہم بھی بابرکت ہو جائیں گے کہ ہمارے دم کر دینے یا ہاتھ پھیر دینے سے مریض اچھے ہو جائیں گے (بلکہ ایسے لوگ تمامتر بزرگی کا خلاصہ انہی عملیات کو اور اُن کے آثار کو سمجھتے ہیں) چونکہ اس کو بزرگی سے کوئی تعلق نہیں اور یہ نیّت محض دُنیا کی طلب ہے اس لئے بالکل فاسد در فاسد ہے، بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ ذکر وشغل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ کچھ انوار نظر آیا کریں گے یا کچھ آوازیں سنائی دیں گی یہ بھی محض ہوس اور نافہمی ہے کیونکہ اوّل تو ذکر وشغل پر ان آثار کا مرتب ہونا ضروری نہیں اور نہ ذکر وشغل سے یہ مقصود ہے۔ دوسرے یہ انوار والوان واصوات بعض اوقات اسی کے دماغ کا تصرف ہوتا ہے عالم غیب کے اشیاء میں سے نہیں ہوتیں تیسرے اگر بالفرض اگر اُسی عالم کی چیزیں منکشف ہوگئیں تو اس کو کیا فائدہ کسی عالم کے منکشف ہونے سے قرب نہیں بڑھ جاتا قرب خداوندی کے لئے تو طاعات موضوع ہیں۔

ان سب کو دل سے نکال کر اصلی غرض اور مقصود سلوک کا رضائے حق کو سمجھے جس کا طریق احکام شرعیہ کا بجالانا اور ذکر پر مداومت کرنا ہے شیخ اسی کی تعلیم وتلقین کرتا ہے اور مرید اس پر کاربند ہوتا ہے اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو اور نہ کوئی کمال اس کے زعم میں حاصل ہو تب بھی آخرت میں اس کا ثمرہ ظاہر ہوگا (جو رضائے حق ہے) اور رضائے حق سے دخول جنّت ولقاء حق اور دوزخ سے نجات میسّر ہوگی اور شیخ کی طرف سے اسی کے تلقین کا وعدہ اور مرید کی طرف سے اسی کے اتباع کا عہد یہی حقیقت ہے پیری مریدی کی اور گو یہ تعلیم وعمل بدون بیعت متعارفہ بھی ممکن ہے لیکن خاص طور پر بیعت کرنے میں طبعًا یہ خاصہ ہے کہ شیخ کو توجہ زیادہ ہو جاتی ہے اور مرید کو پاس فرمانبرداری زیادہ ہو جاتا ہے۔

ہدایت پنجم

جب سلوک کا طریق معلوم ہو گیا کہ وہ بجا آوری احکامِ الٰہیہ ہے اور اس کا ثمرہ حصُول رضائے حق ہے تو اس سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ یہ طریق مخالف شریعت کے نہیں پس بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے بایں معنی ایک دوسرے کے مخالف ہے باطلِ محض وضلالتِ خالصہ ہے۔

ہدایت ششم

جب حسبِ ہدایت چہارم و پنجم غرض اور نیت درست ہو گئی تو اب بعد بیعت کے اگر وقت اور مہلت میسّر ہو تو چندے اُس کی خدمت میں رہے اور اگر اس کی نوبت نہ آئے تو غائبانہ ہی اس کی تعلیم پر کاربند ہو بلکہ اگر بیعت کے لئے بھی حاضر نہ ہو سکے تو غائبانہ بذریعہ خط یا کسی معتبر آدمی کے بیعت ہو جاتی ہے طرزِ تعلیم ہر شیخ کا جُدا ہے اس کی تفصیل اس رسالہ میں لکھنا ضروری نہیں۔ چونکہ بعض آدمی خواہ مرد ہوں یا عورت مرید ہو کر بھی اپنی حالت اور عادت کی کچھ اصلاح نہیں کرتے اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ کچھ ضروری امور لکھتا ہوں باقی مفصّل احکام کتبِ دینیہ میں مذکور ہیں۔

عام مردوں کو نصیحت

علماء سے بکثرت ملتے رہو۔ اُن سے مسائل پوچھتے رہو۔ لباس خلاف شرع مت پہنو، جیسے ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا یا ریشم کا کپڑا پہننا یا کافروں یا فاسقوں کا لباس پہننا ڈاڑھی مت کٹاؤ نہ منڈاؤ البتہ ایک مٹھی سے جتنی زائد ہو اُس کے کاٹنے کا اختیار ہے جتنی رسمیں سُنّت کے خلاف ہو رہی ہیں سب کو چھوڑ دو خواہ وہ دنیا کے رنگ میں ہوں خواہ دین کے رنگ میں، میلوں ٹھیلوں میں مت جاؤ نہ اپنے بچّوں کو جانے دو اور اُن کو ایسی باتوں کے لئے پیسے بھی مت دو جیسے کنکو (پتنگ) آتشبازی، تصویر دار کھلونے وغیرہ۔ زبان کو غیبت اور گالی گلوچ سے بچاؤ، جماعت کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز پڑھو، کسی عورت یا لڑکے کی طرف بُری نگاہ سے مت دیکھو، گانا بجانا مت سنو۔ ایسا مت سمجھو کہ اگر نذرانہ موجود نہ ہو تو پیر کے پاس کیا جاویں۔ یہ مت سمجھو کہ پیر کو سب

خبر رہتی ہے ان سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے، رشوت اور سُود مت لو، رہن کی آمدنی بھی سُود ہے اُس سے بھی بچو اور جتنے لین دین خلاف شرع ہیں سب سے بچو۔ خواب پر بدون مسئلہ پوچھے عمل مت کرو۔

عام عورتوں کو نصیحت

شرک کی باتوں کے پاس مت جاؤ، اولاد کے ہونے یا زندہ رہنے کے لئے ٹونے ٹوٹکے مت کرو، فال مت کھلواؤ، غیر اللہ کی منت مت مانو، جس سے شرع میں پردہ ہے چاہے وہ پیر ہو اور چاہے اور کیسا ہی نزدیک کا رشتہ دار ہو جیسے دیور، جیٹھ، خالہ پھوپھی یا چچا یا ماموں کا بیٹا یا بہنوئی یا نندوئی یا منہ بولا بھائی یا باپ ان سب سے پردہ کرو۔ خلاف شرع لباس مت پہنو جیسے چُست پاجامہ یا ایسا کرتہ جس میں پیٹ کلائی یا بازو کھلے ہوں یا ایسا باریک کپڑا جس میں بدن یا سر کے بال جھلکتے ہوں یہ سب چھوڑ دو لابنی آستینوں کا اور نیچا اور دبیز کپڑے کا کرتہ بناؤ اور ایسے ہی کپڑے کا دوپٹہ ہو اور دھیان کر کے سر پر سے مت ہٹنے دو، ہاں اگر گھر میں خالی عورتیں ہوں یا اپنے ماں باپ حقیقی بھائی وغیرہ کے سوا گھر میں کوئی اور نہ ہو تو اس وقت سر کھولن ڈر نہیں، کسی کو جھانک تاک کر مت دیکھو، کہیں بیاہ شادی، مونڈن، چلہ چھٹی، ختنہ، عقیقہ، منگنی، چوتھی وغیرہ میں مت جاؤ، کوئی کام نام کے واسطے مت کرو، کوسنے اور طعنہ دینے اور غیبت سے زبان کو بچاؤ، پانچوں وقت نماز اوّل وقت پر پڑھو اور جی لگا کر تھام تھام کر پڑھو رکوع سجدہ اچھی طرح کرو ایّام سے جب پاک ہو خوب خیال رکھو، کسی وقت کی نماز ایّام بند ہونے کے بعد رہ نہ جائے اور اگر تمہارے پاس زیور گوٹہ لچکہ وغیرہ ہو تو حساب کر کے زکوٰۃ نکالو، خاوند کی تابعداری کرو، اُس کا مال اُس سے چھپا کر خرچ مت کرو، گانا بھی مت سنو، روزانہ قرآن پڑھا کرو، انتہی ملخصاً۔

خلاصۂ تصوف اور شیخ کی ضرورت

معلوم ہوا کہ تصوف، سلوک، طریقت، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی فکر کرنے اور فرائض و واجبات کو انجام دینے، سنتوں پر عمل کرنے، کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور گناہوں سے بچنے کا نام ہے اور یہ سب باتیں شریعت میں موجود ہیں۔ شریعت اور طریقت الگ الگ دو چیزیں نہیں

ہیں۔ کسی شیخ سے مرید ہونے کی ضرورت اس لئے ہے کہ وہ نفس کی شرارتوں سے واقف ہوتا ہے مرید کو ایسی تدبیریں بتاتا ہے جن پر عمل کرنے سے نفس کو نیکیوں کی طرف رغبت ہو اور گناہوں سے اور اخلاق رذیلہ سے نفرت ہو، اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق ہو جائے اور عبادات میں صفت احسان پیدا ہو جائے اور خشوع وخضوع کی کیفیت نصیب ہو جائے جو شخص طریقت کو شریعت سے الگ بتاتا ہے سراسر جھوٹا ہے گمراہ کرنے والا ہے۔

جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو ڈاڑھی مونڈتا ہو خلاف شرع لباس پہنتا ہو، نامحرم عورتوں میں گھس جاتا ہو پردہ نہ کراتا ہو، بخشوانے کا ٹھیکہ لیتا ہو (کہ بغیر عمل کے محض مرید ہونے کی وجہ سے بخش دیئے جاؤ گے) ایسا شخص شیطان ہے گمراہ کرنے والا ہے۔

ع اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

بہت سے لوگ گدیاں سنبھالے بیٹھے ہیں قبروں کے مجاور، بدعتوں کے کام اور شرکیہ افعال خود بھی کرتے ہیں اور مریدوں سے بھی کراتے ہیں اور مریدوں سے مال گھسیٹتے ہیں یہ لوگ مکار اور دجال ہیں ان سے دور رہنا لازم ہے ورنہ دوزخ میں پہنچا دیں گے۔

جعلی پیروں کی حالت

جو لوگ گدیاں سنبھالے بیٹھے ہیں قبروں کے مجاور ہیں، خانقاہوں پر قابض ہیں، دھوکہ اور فریب سے مریدوں سے رقمیں وصول کرتے ہیں، نذرانہ دینا زیارت کی شرط قرار دے رکھا ہے اندر سے خالی ہیں، تصوف سے عاری ہیں، طالبِ دُنیا ہیں۔ فکر آخرت نہیں، خوف وخشیت نہیں، تقویٰ نہیں لیکن مرشد ہیں، پیر میاں ہیں۔ ان کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس کا لینا حلال نہیں ہے۔ اگر اصحاب شریعت سے نہیں تو اصحابِ طریقت ہی سے دریافت کرلیں۔ جو شخص صوفی صافی نہ ہو اندر سے باطن مزکیٰ نہ ہو اس کو اگر کوئی شخص بزرگ سمجھ کر ہدیہ دے تو وہ حلال نہیں ہوتا[1]

[1] حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں وما یعطی لدینہ وصلاحہ لا یحل لہ أن یاخذ ان کان فاسقا فی الباطن لو علمہ المعطی ما اعطاہ۔ (ترجمہ) اور جو کچھ (کسی کو) اس کے دیندار اور صالح ہونے کی وجہ سے دیا جائے اس کا لینا حلال نہیں ہے اگر لینے والا اندر سے فاسق ہو اگر دینے والے کو اس کا (اندرونی) حال معلوم ہو جائے تو نہ دے۔ (احیاء العلوم ص ۱۰۴ ج ۲)

یہ جو رواج جھوٹے پیروں نے عوام کو سمجھا رکھا ہے کہ "تم ہم کو نذرانہ دیتے رہو پھر کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ تمہاری طرف سے نمازیں ہم ہی پڑھ لیں گے۔ پل صراط پر سے گذر جائیں گے اور تم لوگ قیامت کے دن ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوگے ہم تمہاری مغفرت اور نجات کے ذمہ دار ہیں۔ خدارا غور کرو اور بتاؤ کیا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی باتیں ہیں یا مکر و فریب اور جعل سازی سے رقم وصول کرنے کے طریقے ہیں؟ کسی علاقہ میں کوئی پیر صاحب پچاس ساٹھ پہلے کسی علاقہ میں چلے گئے تھے۔ وہاں کے لوگ مرید ہو گئے۔ اب یہ علاقہ پیر کی اولاد کی جائیداد بن گیا۔ سال میں ایک پھیرا لگاتے ہیں، کسی کی بھینس لے لی، کسی کی گائے کھول لی، کسی کا قالین اٹھا لیا، کسی پر ہزاروں کا لگان لگا دیا۔ اس میں سے کچھ بھی حلال نہیں ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

الحمد للہ تعالےٰ شانہ کتاب "تحفۃ المسلمین" اختتام کو پہنچی۔ مؤلف کا کام اسی قدر ہے کہ واضح طور پر حق بات پہنچا دے، ہم نے جو کچھ لکھا ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترجمانی کی ہے۔ عوام اور خواص چھوٹے بڑے حاکم اور محکوم جو بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ پوری طرح سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اجتماعی اور انفرادی طور سے عمل کریں، یہ جو لوگوں کا طریقہ ہے کہ مسلمان ہونے کے دعوے دار بھی ہیں اور اسلام پر پوری طرح عمل کرنے کو بھی تیار نہیں جس حکم پر چاہا عمل کیا اور جس حکم کو چاہا چھوڑ دیا یہ اہل ایمان کا طریقہ نہیں آج کل دینداری تین چیزوں میں رہ گئی ہے۔ ڈاڑھی، کرتہ اور نماز، یہ تو دینداروں کا حال ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ نیت کر رکھی ہے کہ ہمیں دین پر چلنا ہی نہیں وہ دین پر عمل کرنے والوں کو بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں حرام حلال کی تمیز کئے بغیر مال حاصل کرتے ہیں۔ خیانت بھی کرتے ہیں رشوت کا لین دین بھی ہوتا ہے۔

شرکیہ رسمیں ہیں، شادی بیاہ دنیا داری فضول خرچی اور ریاکاری کے اصول پر ہے وضع قطع شکل وصورت اور پہناوے میں کافروں کی مشابہت ہے اور بہت سے جو لوگ احکام دینیہ شرعیہ اسلامیہ کا مذاق اڑاتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں پھر بھی مسلمان ہیں۔ مسلمانی نام رکھنے سے اور مسلمان نام کے ماں باپ کے گھر پیدا ہونے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو جاتا، اسلام کسی کے اپنے بنائے ہوئے دین کا نام نہیں ہے وہ تو اللہ تعالےٰ کا بھیجا ہوا دین ہے جو عقائد اور اعمال پر مشتمل ہے۔ عقائد صحیح ہوں جو قرآن و حدیث میں بتائے گئے ہیں اور اعمال بھی صحیح ہوں اور گناہوں سے بھی پرہیز ہو۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کو نافذ کریں تو مسلمان ہونے کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝	اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن اسلام سے کٹے ہیں اور اسلام کے قوانین سے جان چراتے ہیں یہ ان کی عجیب قسم کی مسلمانیت ہے کوئی شخص دنیاوی حکومتوں میں سے کسی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس پر مقدمہ چل جاتا ہے جیل میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ شانہ کے قوانین کی بغاوت کو سوسائٹی کے احباب و اصحاب ماں باپ، قبیلوں کے سردار اصحاب اختیار و اقتدار سب برداشت کرتے چلے جاتے ہیں۔

جو لوگ اقتدار اعلیٰ پر پہنچ جاتے ہیں دشمنانِ اسلام کو راضی رکھنے کی تو کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لئے ذرا بھی فکر مند نہیں ہوتے اور فکر آخرت سے آزاد ہو کر جانتے بوجھتے ہوئے اسلام کے خلاف زندگی گذارتے ہیں اور دشمنانِ اسلام کے بنائے ہوئے قوانین کو مسلمانوں کے ملکوں میں رائج کرتے ہیں فرائض کا اہتمام نہیں کرتے محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں حالانکہ اسلام نے ہر چھوٹے بڑے کو پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم تو ڈرتے اور روتے تھے کہ ہم سے خلافت کا حق ادا نہیں ہوا۔ آخرت کی باز پرس کو سامنے رکھنا لازم ہے۔

صاحبِ اقتدار بن جانا بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے اس میں ملک کے سارے باشندوں کی دنیا و آخرت کی فکر کرنا ضروری ہے۔ یہ کوئی نانی جی کے گھر کا لقمہ نہیں ہے۔ سورۃ الحج میں فرمایا ہے۔

اَلَّذِينَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝	یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم دنیا میں ان کو حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیت میں اصحاب اقتدار کے چار کام ذکر فرمائے ہیں، کام تو بہت سے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ ان چار کاموں کا جو حکم فرمایا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کا اہتمام کرنے سے تقریباً تمام فرائض اسلامیہ پر عمل ہو سکتا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو اقتدار مل جائے وہ نماز قائم کریں، خود بھی نماز کی پابندی کریں اور اپنی رعیت اور ماتحتوں اور گورنروں سے اور کام کرنے والوں سے بھی نماز پڑھوائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے گورنروں کو لکھ کر بھیجا تھا۔

إِنَّ أَهَمَّ أَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ۔

(بلاشبہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سب سے اہم نماز ہے جس نے نماز کی حفاظت اور پابندی کی وہ اپنے دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ اس کے علاوہ دین کے دوسرے احکام کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا)

دیکھو امیر المؤمنین اپنے گورنروں کو یہ خط لکھ رہے ہیں کہ اہل اقتدار کا سب سے اہم کام نماز قائم کرنا ہے، حضرات خلفاء راشدین نہ صرف یہ کہ جماعت سے نماز پڑھتے تھے بلکہ مسجد میں حاضر ہو کر نماز خود پڑھاتے تھے خطبہ بھی دیتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں اہل اقتدار کی یہ صفت بھی بیان کی کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اصحاب اقتدار پر لازم ہے کہ حرام مال سے غصب سے اور خیانت سے اور رشوت لینے سے بچیں اور جو حلال مال اپنی ملکیت میں ہو شرعی اصول کے مطابق اس کی زکوٰۃ ادا کیا کریں۔

اصحابِ اقتدار کی صفات بیان کرتے ہوئے وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ بھی فرمایا۔ یعنی اچھے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ ان دونوں اوصاف سے تو دور حاضر کے تقریباً سب ہی اصحابِ اقتدار خالی ہیں جب اصحابِ اقتدار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کریں گے تو ان کی عوام میں دین کیسے قائم ہو گا لامحالہ گناہ عام ہوں گے، حرام چیزیں عام ہوں گی، حرام اعمال پھیلیں گے، فرائض و واجبات متروک ہوں گے، پھر ان گناہوں کی سزا میں چھوٹے بڑے سب ہی گرفتار ہوں گے۔ برے اعمال دنیا میں وبال ہیں اور آخرت میں بھی۔

لوگوں میں ایمان و یقین کے تقاضوں پر عمل کرنا باقی نہیں رہا۔ تجارتوں میں آزاد ہیں۔ غیر شرعی تجارتیں کرتے ہیں۔ حرام مال خریدتے ہیں اور حرام مال بیچتے ہیں، سود لیتے اور دیتے ہیں حقوق العباد کی ادائیگی کا دھیان نہیں، ڈاڑھیاں منڈی ہوئی ہیں، ننگے پہناوے ہیں، کسی ہوئی پتلونیں ہیں، عورتیں بے پردہ بازاروں اور پارکوں میں گھوم رہی ہیں، بہت زیادہ مال کمانے کی طرف توجہ ہے۔ اپنا وطن (جہاں کچھ دینی فضا ہے اور جہاں چاہیں تو اسلام پر رہ سکتے ہیں) چھوڑ کر مال کمانے کے جذبات آسٹریلیا، امریکہ اور یورپ کے شہروں میں کشاں کشاں لئے جا رہے ہیں جہاں حرام کھاتے بھی ہیں اور حرام بیچتے بھی ہیں اور اپنی اولاد کو دین سے بالکل بیگانہ کر دیتے ہیں وہاں کے ماحول میں بہت سے بہت انسان اپنی نماز پڑھ سکتا ہے جماعت سے نمازوں کے مواقع کم ہیں، مسجدیں بیس، تیس میل دور ہیں جمعہ کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ لیکن پرانے دینداروں کی اولادیں وہاں جا جا کر اپنا دین تباہ کر رہی ہیں اور اپنی اولاد کو بد دینی کی آغوش میں پہنچا رہی ہیں۔

گناہ کرنے پر قبر اور حشر اور دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نفس کو اعمالِ صالحہ ادا کرنے اور گناہوں سے روکنے پر آمادہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو قبر کے عذاب کا اور دوزخ کی آگ کا یقین ہو تو کیسے فرض نماز چھوڑ سکتا ہے؟ نفس کو بار بار سمجھایا جائے اور آخرت کے عذاب کا یقین دلایا جائے تو ان شاء اللہ وہ راہ پر آ ہی جائے گا۔ یہ عذاب والی بات اس لئے کہی کہ انسان کے مزاج میں دفعِ مَضَرّت جَلبِ منفعت سے مقدم ہے ورنہ اعمالِ صالحہ پر جو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کے سچے وعدے ہیں اعمالِ صالحہ فرائض واجبات اور نوافل ادا کرنے کے لئے ان کا یقین بھی کافی ہے۔ اگر یقین والوں میں اٹھا بیٹھا کریں تو ان کی صحبتوں سے یقین پختہ ہو گا اور یقین میں ترقی آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ایمان و یقین کا دعویٰ تو لوگ کرتے ہیں لیکن ایسے یقین کا کیا کیا جائے جو عمل پر نہ ابھارے گناہوں کو نہ چھڑائے یقین وہ ہے جو سوتے کو جگا دے لیٹے کو اٹھا دے قلب کو گرما دے اور دل کو تڑپا دے۔ دیکھو دنیا میں لوگ نوکریاں کرتے ہیں، ڈیوٹی پر جانے کے لئے دو گھنٹے پہلے اٹھتے ہیں۔ نہ سردی مانع ہوتی ہے نہ گرمی سے رکاوٹ، نہ بارش کا خیال، گھڑی لگا کر سوئے، وقت سے پہلے اٹھے، ناشتہ کیا بس پکڑی، دس پندرہ میل کا کھڑے ہو کر کھچا کھچ بھیڑ میں سفر کیا۔ اس

کے بعد ڈیوٹی پر پہنچے، یہی شخص جو پیسہ کمانے کے لئے نیند کو چھوڑتا ہے اور اتنی تکلیف برداشت کرتا ہے جب چھٹی کا دن ہوتا ہے فجر کی نماز کے لئے نہیں جاگتا۔

سب کو معلوم ہے کہ یہ دنیا چند روزہ ہے اور آخرت ابدی اور دائمی ہے اور اسلامی احکام و اعمال پر عمل کرنا دوزخ سے بچانے اور جنت دلانے کا ذریعہ ہے، اس کے باوجود نفس و طبیعت اور شیطان کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ موڑتے ہیں۔ یہ صورتِ حال اہلِ ایمان کے لئے بہت افسوسناک ہے۔ ہمت کرکے نفس اور شیطان کے پھندوں سے آزاد ہوں، اور قرآن و حدیث کو اپنا رہبر بنائیں، علماء حق کی کتابوں کا مطالعہ اور مذاکرہ کرتے رہیں، جو لوگ پنشنر ہیں، ریٹائر ہو کر گھر بیٹھے ہیں، اسی طرح وہ حضرات جو تجارت و زراعت سے فارغ ہیں، جن کی اولاد کسبِ معاش کی ذمہ دار بن چکی ہیں اپنی باقی زندگی کو برباد نہ کریں، یہ فرصت و فراغت کے چند سال جو نصیب ہوئے ہیں ان میں آخرت کے لئے دوڑ دھوپ کرلیں۔ جنہیں پوتا پوتی، نواسہ نواسی کھلانے کے سوا کچھ کام نہیں رہا اپنی باقی عمر کی قدر کریں اور آخرت کی طرف بڑھیں۔ اس عمر میں گنہگار ہونا بہت سخت بات ہے۔ ستر، اسی سال کی عمر دنیا کے دھندوں میں گنوا دیں اور گنہگاری کی زندگی گذار کر قبر میں پہنچ جائیں یہ بہت بڑی نادانی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر تک پہنچایا اس کے لئے معذرت خواہی کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑا۔ (بخاری)۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یوں پکارے گا (جو اللہ کا منادی ہوگا) کہ ساٹھ سال والے کہاں ہیں" اور یہ وہ عمر ہے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ	"کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو اس
مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ	میں سمجھنا ہوتا تو سمجھ سکتا تھا اور تمہارے پاس
(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۱ عن البیہقی فی شعب الایمان)	ڈرانے والا بھی پہنچا تھا۔"

بڑھاپے میں خصوصیت کے ساتھ آخرت کی طرف بڑھنا لازم ہے، اپنی فکر کریں، اولاد کے لئے متفکر ہوں، اور اولاد کی اولاد کو بھی اسلامی علوم و اعمال سے وابستہ کرنے کی فکر

اور کوشش کریں۔

لمبی زندگی انسان اس دنیا میں گذار دے اور اللہ جل شانہٗ کا نافرمان بن کر قبر میں جائے اور یہ پوری زندگی جو جنت کمانے کے لئے تھی اس کو دوزخ کے اعمال میں لگا کر مرجائے، پھر قبر اور حشر میں اور اس کے بعد کے حالات میں عذاب بھگتے یہ سراسر نقصان کا سودا ہے، جو لوگ ملازم ہیں یا تاجر پیشہ ہیں، آٹھ دس گھنٹے ہی تو کسبِ معاش کرتے ہیں نیز عورتوں کے اور جو لوگ روزی کماتے ہیں ان کے بھی کسبِ معاش اور گھر کے کام کاج کے علاوہ سولہ یا چودہ گھنٹے روزانہ بچتے ہیں، آٹھ یا چھ گھنٹے آرام کرنا ہے، باقی سب وقت فارغ ہے اس وقت کی قدر نہیں کی جاتی اور اس وقت کو گانا سننے، ٹی وی دیکھنے، ہوٹلوں میں بیٹھنے، تاش کھیلنے اور لایعنی باتوں میں برباد کرتے ہیں۔ لایعنی باتیں بھی اس اعتبار سے نقصان دہ ہیں کہ جس وقت میں لایعنی بات کی اُس وقت میں اللہ کا ذکر کرسکتے تھے وہ وقت بلا فائدہ گذر گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیج سکتے تھے (لایعنی بات اس کو کہتے ہیں کہ جس میں دین و دُنیا کا نفع نہ ہو اور اس میں گناہ کا پہلو بھی نہ ہو)۔ عورتوں کو تو خصوصی فکر اور وقت کی قدر کرنا چاہیئے۔

ہر وقت اپنی زبان اللہ کی یاد میں تر رکھیں، مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں، روزانہ پارہ دو پارہ تلاوت کریں۔ جو لوگ حافظ ہیں ایک منزل پڑھیں، سب لوگ صبح کو سورۂ یٰسٓ اور رات کو سورۂ واقعہ سورۃ الملک سورہ آلٓمٓ سجدۃ پڑھا کریں۔ لایعنی سے پرہیز کریں، غیبتوں سے بچیں، اور اِدھر اُدھر بیٹھ کر وقت برباد نہ کریں، گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا، بڑھاپے میں اگر انسان نیک نہ بنا تو کب نیک بنے گا؟

بہت سے حضرات جو یہ سطریں پڑھیں گے اُن کے دل میں یہ بات آئے گی کہ یہ باتیں تو ٹھیک ہیں جو یہاں لکھی ہیں لیکن طبیعت نماز روزہ اور ذکر و تلاوت کرنے پر اور لایعنی باتوں بلکہ گناہوں کے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طبیعت کو نہ دیکھیں، بلکہ آخرت کے عذاب ثواب کو دیکھیں جہاں ہمیشہ رہنا ہے، طبیعت توڑ کر اور نفس کے تقاضے کو دبا کر شیطان کو ذلیل کریں اور اللہ تعالٰی کے احکام پر عمل کریں، گناہوں کو چھوڑیں، نماز روزہ، ذکر و تلاوت میں لگیں، کیا دنیا کے بہت سے کام طبیعت کے خلاف نہیں کرتے، دیکھو رات کو میٹھی نیند سو رہے ہیں، بچّہ نے بیدار ہو کر کہا کہ مجھے پائخانہ کرنا ہے میرے ساتھ چلو، نیند

چھوڑ کر سردی میں لحاف میں سے نکل کر بچے کے ساتھ پاخانہ تک جاتے ہیں، دفتر میں ملازم ہیں آفیسر سے طبیعت نہیں ملتی، لیکن اس کی ماتحتی کے بغیر چارہ بھی نہیں، طبیعت کے خلاف برسوں اس کی ماتحتی میں گذار دیتے ہیں، بات اصل یہ ہے کہ دنیا سامنے ہے اس کو تقاضہ سمجھتے ہیں اور ان تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور آخرت سامنے نہیں ہے اس لئے وہاں کے انعام واکرام یا عذاب وتکالیف کی آیات واحادیث سُن کر عمل کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخرت اگر اس وقت سامنے نہیں ہے تو یقینی تو ہے، جب یقینی ہے تو اس کے لئے دوڑ دھوپ کیوں نہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ آخرت کا یقین ہی کمزور ہے ورنہ وہ ضرور عمل پر آمادہ کرتا۔

اہل اللہ کی کتابیں پڑھنے سے اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کرنے سے آخرت کے یقین میں پختگی آتی ہے اور اعمال صالحہ پر طبیعت آمادہ ہو جاتی ہے اور نفس بھی گناہ چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے، اللہ کے وہ بندے جن کی مجلسوں میں بیٹھنے سے اور جن سے خط وکتابت رکھنے سے طبیعت کا رُخ دین کی طرف پھر جاتا ہے ابھی ناپید نہیں ہیں اُن کو تلاش کریں، اپنے بچوں کو ساتھ لے جائیں اُن کے پاس اٹھیں بیٹھیں، وہاں سے آئیں تو مجلس کی باتیں گھر میں سنائیں، بچوں کو اور سب گھر والوں کو روزانہ لے کر بیٹھیں، دینی کتابیں سنائیں۔

یہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں ہی ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو سب کچھ سکھایا مگر اسلام کی تعلیم نہیں دی، نماز تو نہ سکھائی البتہ انگریزوں کے طور طریق سمجھائے اور بتائے، اب اس کی تلافی یہ ہے کہ اپنے بڑھاپے میں خود بھی اپنے کو سدھاریں، گناہ چھوڑیں، نیکیوں پر لگیں، سچی توبہ کر کے پوری زندگی کی تلافی کریں اور اپنی اولاد کو بتائیں کہ ہم نے بہت بُرا کیا، جو تم کو اسلام کے احکام نہیں سکھلائے، اب تم خود عاقل بالغ ہو سنبھل جاؤ، اور دین اسلام کو پوری طرح اپناؤ، گناہوں کو چھوڑو، اپنا معاشرہ اسلامی بناؤ اور اپنے بچوں اور بچیوں کو اسلامی معاشرہ سے مانوس کرو، اور ان کو اسلامی احکام سکھاؤ اور عمل کراؤ ورنہ بڑھاپے میں ہماری طرح تمہیں اور تمہاری اولاد کو کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔

بوڑھوں کو توجہ دلانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جوان توبہ نہ کریں توبہ ہر شخص پر فرض ہے۔ گناہگاری کی زندگی مرد عورت بوڑھے جوان سب ہی چھوڑیں اور توبہ کریں، سب کے حقوق

ادا کریں، حرام مال اور حرام کاموں سے بچیں جس کا جو ناجائز طور پر مال لیا ہے سب واپس کریں، سچی بات یہ ہے کہ گناہ جوانی ہی میں زیادہ ہوتے ہیں اور اسی عمر میں مارے جاتے ہیں۔ جو شخص جوانی میں صالح نہ ہو حرام حلال کی تمیز نہ رکھے بڑھاپے میں بھی اس کی طبیعت صحیح معنی میں آخرت کی طرف نہیں چلتی، موت کا کچھ پتہ نہیں کب آجائے، ہر شخص کو ہر وقت اس طرح رہنا چاہیئے کہ موت ابھی آجائے تو بلا تأمل چل دے کسی کا کوئی حق مارا ہوا اپنے ذمہ نہ ہو۔ جو حرام مال پاس ہو اس سے فوراً جان چھڑائیں سب کے حقوق ادا کریں ورنہ اولاد مال اڑا دے گی۔ باپ کو مال حرام حاصل کرنے پر اور اولاد کو خرچ کرنے پر عذاب ہوگا، سب چھوٹے بڑے آخرت کی کامیابی کی طرف متوجہ ہوں۔

سب کو اپنے اعمال لے کر آخرت میں حاضر ہونا ہے اور اپنی اپنی جواب دہی کرنی ہے۔ اپنا اپنا اعمال نامہ سامنے آئے گا اور اپنے کیئے کا پھل ملے گا۔ اللہ پاک کی طرف سے اس دُنیا میں لکھنے والے فرشتے مقرر ہیں وہاں جب اعمال نامے پیش ہوں گے تو انسان حیران رہ جائے گا۔ سورۂ کہف میں فرمایا:۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۔

اور نامۂ عمل رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہوگا اس سے ڈرتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامۂ عمل کی عجیب حالت ہے کہ کوئی چھوٹا بڑا عمل نہ چھوڑا جسے لکھ نہ لیا ہو اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

سورۂ مجادلہ میں فرمایا:۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۔

جس روز اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گا پھر انہیں ان اعمال کی خبر دے گا جو انہوں نے کئے۔ اللہ نے سب کو محفوظ رکھا اور وہ لوگ بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے۔

قیامت کے دن جب حاضر ہوں گے جو بھی کچھ اعمال کئے تھے وہ سب سامنے آجائیں گے دنیا میں اعمال کرتے رہے اور بھولتے رہے لیکن اللہ جل شانہٗ کے یہاں سب کچھ محفوظ

ہے وہ علیم و خبیر ہے۔ اس نے اپنے فرشتوں سے بھی لکھوا لیا تھا۔ جب پیشی ہوگی تو اعمال میں سب ظاہر کر دیں گے۔

آخرت کی پیشی کی یاد دہانی کے بعد ہم مخاطبین سے رخصت ہوتے ہیں، وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔

ع ما نصیحت بجائے خود کردیم ۔۔۔ روزگارے دریں بسر بردیم

گر نیاید بگوش رغبت کس ۔۔۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ واتباعہ واحبابہ واحزابہ اجمعین۔

العبد

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

المدینۃ المنورہ

۵ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ